انوار القرآن

قرآن کریم کی تفسیری لغات

حضرت مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

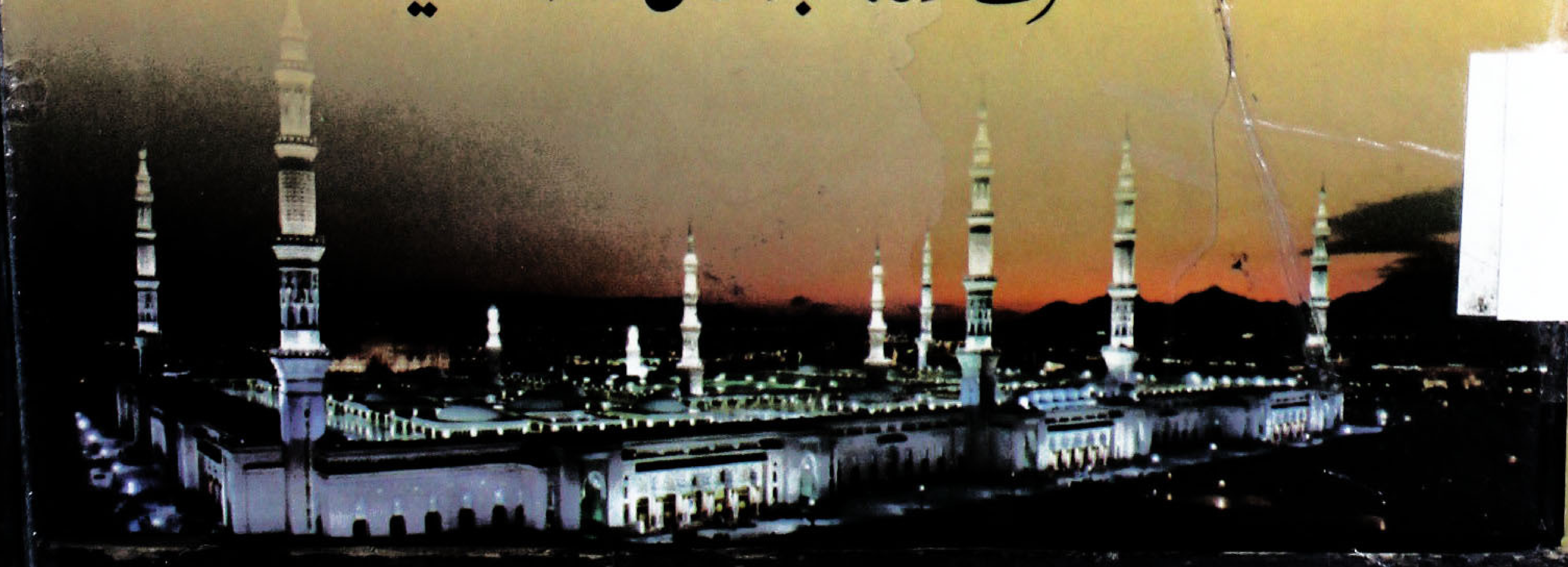

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انوار القرآن

قرآن مجید کی تفسیری لغات

سُورۃ فاتحہ تا سُورۃ النّاس

مولانا عبد الرّحمٰن رحمتہ اللہ علیہ

(فاضل دیوبند)

سنگت پبلشرز، لاہور

۲۵۔سی لوئر مال لاہور، فون نمبر: ۰۴۲-۷۳۵۸۷۴۱

Marfat.com

باذوق قارئین کے لئے

بامقصد

خوبصورت

اورمعیاری

کتابوں کی سنگت فراہم کرنے والا

منفرد اشاعتی ادارہ (سنگت پبلشرز)

297-167
9 34 ع
۱۲۷۳۰۰
۲ ک

ضابطہ

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

نگران اعلیٰ (اعزازی) : محمد عباس نجمی

منتظم (اعزازی) : محمد عاصم ندیم

اہتمام : مسور زمان

کمپوزنگ : اعجاز رشید، سٹینڈرڈ کمپوزنگ پوائنٹ

پبلشرز : سنگت پبلشرز 25 سی لوئر مال لاہور

فون: 0333-4207468-7358741

اشاعت : 2007ء

قیمت : 700 روپے

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
سورۃ فاتحہ	9
الحمد کی توضیح	9
ہدایت کی تفصیل	10
نعمت کی تفصیل	11
سورۃ البقرہ	13
حروف مقطعات کے بعض رموز	13
متقین سے مراد	14
غیب سے مراد	14
ختم اللّٰہ کے معنی	16
عظیم اور کبیر کا فرق	17
مثلھم کی توضیح	20
لایستحی کی توضیح	20
للملئکۃ میں ملائکہ کا تعین	21
خلیفہ کی وجہ تسمیہ	22
الاسماء کی تاویل	23
سحر کی تفصیل	32
علی الملکین سے مراد	33
ما ننسخ میں نسخ کی حکمت	35
ما اھل بہ کا بیان	43
عرفات کی وجہ تسمیہ	47
صلوۃ الوسطی کے تعین میں اقوال	52
سورۃ آل عمران	62

عنوان	صفحہ
من انفسھم کے معنی	76
سورۃ النساء	82
ارضعنکم ارضاع کی مدت میں ائمہ کا اختلاف	87
متعہ کی تفصیل	89
کبائر میں اقوال	91
الرجال قوامون کا شان نزول	91
حالت مستی میں نماز کی ممانعت کا واقعہ	93
واذا حییتم کا مطلب	99
ولکن شبہ لھم کا مطلب	105
الا لیؤمنن بہ کا مطلب	106
سورۃ المائدہ	108
شعائر اللہ میں اقوال	109
بالازلام کا مطلب	111
وطعامکم سے مراد	113
وسیلہ کا مطلب	117
السحت کا مطلب	119
احسان کی تفصیل	127
سورۃ الانعام	131
ایک قول ہے کہ قرآن مجید میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی دین و دنیا میں حاجت ہے اس کا بیان	135
آیت قل ھو القادر میں عذاب کے مدارج اور آنحضرت ﷺ کی دعا کا بیان	139
تمت کلمت ربک کا مطلب	146
حرج کے معنی	147

Marfat.com

عنوان	صفحہ
سورۃ الاعراف	151
اعراف پر کے رجال	153
آہستہ دعا کا حکم	155
سورۃ الانفال	166
اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا میں مشرکین کی طلب فتح کا ذکر	168
لَا تَخُوْنُوا کے ضمن میں ابولبابہ کا واقعہ	169
سورۃ التوبۃ	173
سورۃ التوبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کے وجوہ	173
مسجد حرم شریف کو مساجد اللہ کہنے کی وجوہ	175
واقعہ یوم حنین	176
وَلَا تَفْتِنِّی کے قائل جد بن قیس کا ذکر اور اس کے قول کے تاویلی وجوہ	180
مسجد ضرار کا واقعہ	184
سورۃ یونس	188
ولی کے معنی اور مطلب	192
سورۃ ھود	196
کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ کا مطلب	197
تنور سے مراد	199
قِیْلَ یَا اَرْضُ ابْلَعِیْ مَاءَکِ کا اثر	201
سورۃ یوسف	209
رَاوَدَتْهُ کا مطلب	213
لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ میں ظالم کی تفصیل	213
وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ میں دونوں کے ھَمّ میں فرق	214
بُرْهَانَ رَبِّهٖ میں برہان کی توضیح	214

عنوان	صفحہ
قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا میں محبت کے مدارج	216
وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ میں نفس کی اقسام	220
بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ میں وضع بضاعت کے وجوہ	221
لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ میں بدنظری کا بیان	222
وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا کے کلمے سے شان ابراہیمی کا برقرار رکھا جانا	226
سورۃ الرعد	230
اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ کا مطلب	232
سورۃ ابراہیم	237
شجرۃ طیبۃ کی تاویل اور مطلب	240
تُبَدَّلُ الْاَرْضُ میں زمین آسمان بدلنے کی تاویل	244
سورۃ الحجر	245
سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ کی تفسیر	250
سورۃ النحل	252
تَخَوُّفٍ کے معنی میں حضرت فاروق اعظم کی تحقیق	254
یَتَفَیَّؤُا میں ظِلّ اور فَیْئ کا فرق اور ان سے شرعی احکام کا تعلق	255
سورۃ بنی اسرائیل	264
مسجد الحرام کے معنی اور وجہ تسمیہ	264
وسیلہ کے معنی اور مطلب	271
سورۃ کہف	279
سمندروں کی سیاہی سے علم الٰہی ختم نہ ہونے کی مثال	285
سورۃ مریم	286
حروف مقطعات کا بیان	286
سورۃ طٰہٰ	290

Marfat.com

عنوان	صفحہ
سورۃ الانبیاء	293
بیان ذکر مَنْ مَّعِیَ	294
معنی مِنَّا یُصْحَبُوْنَ	295
تاویل بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُهُمْ	295
ذالکفل کا نام اور وجہ تسمیہ	296
تاویل طَیِّ السِّجِلِّ	298
معنی اٰذَنْتُكُمْ عَلٰی سَوَآءٍ	299
سورۃ الحج	300
تاویل مَا یَغِیْظُ	301
بیت العتیق کی وجہ	303
مطلب اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ	305
مطلب اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ	306
سورۃ المومنون	309
سورۃ النور	312
چار کی چار طرح سے بریت	312
سورۃ الفرقان	315
مطلب حِجْرًا مَّحْجُوْرًا	315
سورۃ الشعراء	319
قلب سلیم	320
تاویل مَا خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ	322
مطلب وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ	323
سورۃ النمل	325
مطلب اَوْزِعْنِیْ	326
مطلب عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ	326

عنوان	صفحہ
تفصیل دَآبَّةُ الْاَرْضِ	329
سورۃ القصص	332
شان نزول اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ	334
خسف قارون کا واقعہ	335
سورۃ عنکبوت	337
تاویل اِلَّا الْمُوَدَّةَ بَیْنِكُمْ	337
سورۃ الروم	341
روم فارس کی جنگ اور صدیق اکبرؓ کی شرط ابی بن خلف سے	341
سورۃ لقمان	345
درجہ حکمت	345
سورۃ السجدہ	348
بیان یَوْمُ اَلْفَ سَنَةٍ کا	348
سورۃ احزاب	351
تفصیل معنی یثرب اور اس کا حکم	352
واقعہ بنو قریظہ	355
شَاهِدًا کی توجیہات	356
بیان عرض امانت	358
معنی و مطلب ظَلُوْمًا جَهُوْلًا	359
سورۃ السباء	361
واقعہ وفات حضرت سلیمان علیہ السلام	362
واقعہ سیل العرم	363
سورۃ فاطر	367
سورۃ یٰسین	370
یٰسین کے معنی	370

Marfat.com

عنوان	صفحہ
واقعہ اثنین وثالث	371
سورۃ الصآفات	377
مطلب نَظْرَةً فِي النُّجُومِ	380
معنی یقطین	382
سورۃ ص	384
معنی حکمت وفصل الخطاب	385
حضرت داؤد علیہ السلام کے امتحان کا واقعہ	387
مطلب اِنِّیٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ	389
مطلب حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ	389
مطلب فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ	389
سورۃ الزمر	393
معنی مثانی	394
سورۃ مومن	397
مطلب وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ	400
سورۃ حم السجدہ	402
مطلب اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ	402
سورۃ الشوریٰ	407
مطلب اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى	408
سورۃ الزخرف	411
معنی وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ	416
سورۃ الدخان	417
ایک سے زیادہ خاوند کرنیوالی عورت جنتی کا حکم	419
سورۃ الجاثیہ	420
سورۃ الاحقاف	423
مردان اور عبدالرحمٰن بن ابی ابکر کا تذکرہ	426
اولوالعزم پیغمبر	428
سورۃ محمد	430
سورۃ الفتح	434
سورۃ الحجرات	437
تفصیل شعوب وقبائل	437
سورۃ قٓ	441
سورۃ الذاریات	446
سورۃ الطّور	450
سورۃ النجم	454
مطلب قَابَ قَوْسَيْنِ	455
معنی سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى	455
آنحضرت ﷺ کے بعض خصائص کا بیان	456
لات، عزیٰ کیا تھے	457
سورۃ القمر	460
شق القمر کا ذکر	460
سورۃ الرحمٰن	464
سورۃ واقعہ	468
سورۃ الحدید	473
سورۃ المجادلتہ	476
ظہار کا ابتدائی واقعہ	476
سورۃ الحشر	479
مطلب اول الحشر	479
سورۃ الممتحنۃ	483
سورۃ الصف	485
سورۃ الجمعۃ	485

Marfat.com

عنوان	صفحہ
سورۃالمنافقون	486
سورۃالتغابن	486
سورۃالطلاق	488
سورۃالتحریم	488
ذکر توبۃ النصوح	489
سورۃالملک	491
سورۃالقلم	495
سورۃالحاقہ	500
سورۃالمعارج	504
مطلب خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ	504
سورۃالنوح	508
سورۃالجن	510
مطلب عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا	512
سورۃالمزمل	514
سورۃالمدثر	516
سورۃالقیامہ	519
سورۃالدھر	522
سورۃالمرسلات	525
سورۃالنباء	527
النازعات	529
زمین ساھرہ ہے	530
سورۃعَبَسَ	532
سورۃالتکویر	534

عنوان	صفحہ
سورۃالانفطار	536
سورۃالمطففین	536
سورۃالانشقاق	538
سورۃالبروج	539
سورۃالطارق	540
سورۃالاعلیٰ	541
سورۃالغاشیہ	541
سورۃالفجر	542
سورۃالبلد	543
سورۃالشمس	544
سورۃالیل	545
سورۃالضحی	545
معنی ضَآلًّا	545
سورۃالم نشرح	546
فَانْصَبْ سے مراد	546
سورۃالتین	547
سورۃالعلق	547
سورۃالقدر	548
سورۃالبینہ	549
سورۃالزالزال	550
سورۃ العادیات	550
سورۃالقارعة	552
سورۃ التکاثر	553

Marfat.com

عنوان	صفحہ
سورۃ العصر	553
سورۃ الھمزہ	554
سورۃ الفیل	554
سورۃ قریش	555
سورۃ الماعون	556
سورۃالکوثر	556

عنوان	صفحہ
سورۃالکافرون، النصر	557
سورۃاللھب	557
سورۃالاخلاص	558
سورۃ الفلق	558
سورۃالناس	559
معروضات	560

Marfat.com

سُورَةُ فَاتِحه مَكِيّتهٌ

رکوع ۱ اٰیاتٌ ۷

اَلْحَمْدُ: زبان سے ادا کی ہوئی اُس صفت وثناء کو کہتے ہیں جو کسی کے ذاتی اور اختیاری کمالات کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ باقی تمام مخلوق میں سے کسی کی اگر تعریف کی جاتی ہے بوجہ کمالات کے، تو اس کو مدح کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے ملے ہیں۔ اپنے ذاتی اور اختیاری نہیں ہیں۔ قاضیؒ نے **حمد** کہا ہے، اُس صفت وثنا کرنے کے جو کسی کے اچھے فعل پر جو اُس نے اپنے اختیار سے کیا ہو، کی جائے۔ وہ فعل کسی کے حق میں نعمت ہو یا نہ ہو۔ اور مدح اس ثنا کو کہتے ہیں جو فعل جمیل پر اختیاری ہو، یا غیر اختیاری کی جائے۔ **شُکر:** احسان ہونے کے بعد زبان سے محسن کی تعریف۔ دل سے عزت اور قدر دانی اور ہاتھ پاؤں سے اُس کی خدمت کرنے کا نام شُکر ہے۔

لِلّٰہِ: اللہ ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کا نام پاک ہے۔ یہی اسم ذات ہے۔

رَبِّ: مصدر ہے تربیت کے معنی ہیں۔ معنی اسم فاعل تربیت کرنے والا۔ تربیت کہتے ہیں کسی شے کو آہستہ آہستہ تمامیت کی حد پر پہنچانا۔ رَبّ مطلقاً اللہ ہی کی ذات پاک پر بولا جاتا ہے، وہی متکفل ہے موجودات کی مصلحتوں کا۔

اَلْعٰلَمِیْنَ: جمع ہے عَالَم کی۔ صاحبِ قاموس لکھتا ہے عالم جمیع مخلوقات سے مراد ہے۔ یعنی تمام وہ مخلوق جو فلک الافلاک کے دائرے میں شامل ہے اور جمع سالم کی صورت میں واؤ نون اور یا نون سے صرف یہی لفظ عالم استعمال ہوتا ہے۔ امام راغبؒ نے مفردات میں لکھا ہے کہ عالم وہ شے ہے جس سے دوسری شے کا علم ہو جائے۔ مخلوق کی ہر نوع کو عالم کہتے ہیں۔ عالم الانسان، عالم الماء، عالم النار اور جمع سالم اس واسطے بنائی کہ انسان اس میں شامل ہے جو اشرف المخلوقات ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ: رحم سے مبالغے کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں احسان کرنا اور کسی پر دل نرم ہونا باری تعالیٰ سے احسان مراد ہوتی

Marfat.com

ہے یعنی بہت احسان کرنے والا۔

اَلرَّحِیۡمِ: بہت مہربان۔لکھا ہے کہ صفت رحمان کا ظہور اس جہان میں ہو رہا ہے۔مومن کافر موحّد مشرک۔دوست دشمن پر احسان کر رہا ہے اور صفت رحیم کا ظہور دوسرے جہان میں شروع ہوتا ہے،مرنے کے بعد ہی آغاز ہو جاتا ہے۔صرف مومن موحد پر احسان فرماتا ہے۔

یَوۡمِ: وقت معین مراد ہوتی ہے طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک اور عام مُدّت مراد لی جاتی ہے۔پھر رات دن کے تمام وقت کو بھی کہتے ہیں۔یہاں خاص یوم قیامت مراد ہے۔

اَلدِّیۡنِ: صاب قاموس نے اس کے تیس معنی لکھے ہیں۔گویا عربی میں یہ لفظ تیس معنی میں سے کسی ایک نہ ایک میں بولا جاتا ہے۔ہم یہاں دو معنی لکھ دیتے ہیں۔اول جزا،دوم حساب یعنی اعمال کی جزا یا اعمال کے حساب کے دن کا مالک ہے۔اُس دن جو کچھ ہوگا صرف اس کے اختیار سے ہوگا۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ: اس میں ضمیر منفصل صرف اِیّا ہے ک خطاب کے لئے ھا غائب اور ی متکلم کے لئے لاتے ہیں۔نَعۡبُدُ عبادت سے مضارع متکلم ہے۔عبادت کے معنی ہیں انتہا درجے کی عاجزی حد درجے کا خضوع۔یعنی تیرے ہی آگے ہم انتہا درجے کا خضوع کرتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں۔

اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ: عَوۡن، معُونۃ بمعنی مدد کرنا سے باب استفعال اِسۡتِعَانَۃٌ مدد طلب کرنا کا مضارع متکلم ہے۔یہ طلب معونت تمام حاجات میں مراد ہے یا عبادات کی ادائیگی میں۔تجھی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں ان دونوں فعلوں میں فاتحہ پڑھنے والے نے اپنے آپ کو تمام اہلِ توحید اور اہلِ ایمان میں شامل کر کے جمع کا لفظ کہا ہے۔

اِھۡدِ: ہدایت سے بنا ہے۔ہدایۃ کے معنی ہیں لطف اور مہربانی سے رہنمائی کرنا۔امام راغبؒ نے مفردات میں لفظ ہدایۃ کی بہت تفصیل کی ہے۔چنانچہ باری تعالیٰ کی ہدایت کے چار درجے ذکر کئے ہیں۔اول۔ہر مکلّف کی فطرت میں ہدایت قائم کر دی اور ہر خیر و شر اور نفع اور ضرر کی پہچان کی چیز عطا کر دی،یعنی عقل۔دوم۔انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے صحیفے اور کتابیں نازل فرما کر دین دنیا کی ہدایت فرمائی۔سوم۔بذریعہ توفیق کے جو صرف باری تعالیٰ ہی سے نصیب ہوتی ہے یعنی ایمان لانے کی سمجھ اور اپنے ہر حکم بجالانے کی جسمانی طاقت عطا فرما رکھی ہے۔چہارم۔ہدایت آخرت میں جنت کی طرف پھر یہ چاروں قسم کی ہدایت علی الترتیب حاصل ہوتی ہے۔بایں معنی کہ دوسری قسم کی ہدایت اُسی کو ہُوگی جس کو پہلی قسم کی ہدایت حاصل ہو جائے گی،دوسری نہ رکھنے والے کو تیسری نہیں مل سکتی۔

اَلصِّرَاطَ: رستہ،کھلا اور وسیع۔اس کی تفصیل سورۃ ابراہیم میں ہے۔

اَلۡمُسۡتَقِیۡمَ: باب استفعال اِسۡتِقَامَۃٌ سے اسم فاعل ہے۔اس کے معنی ہیں راست،درست مراد ہے طریقِ حق،ذات حق سبحانہ کا اپنا مقرر کردہ۔

Marfat.com

اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ: اِنۡعَام باب انعال سے فعل ماضی مخاطب ہے۔اس کے معنی ہیں نعمت دینا۔یعنی اُن لوگوں کا رستہ ہمیں (چلنے کو) دکھا، جن کو تو نے نعمت دی۔ یہاں قاضیؒ نے قدرے تفصیل کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی بے حساب و بے شمار ہیں۔تاہم اُن کو دو قسم میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ دنیوی اور اخروی۔ پھر دنیوی کی دو قسمیں ہیں۔ایک اس طرح کی کہ جن کے حاصل ہونے میں انسان کی کوشش کا ذرہ بھر بھی اثر نہیں ہوتا مثلاً پیدا کرنا، جان ڈالنا یہ بخشش کی نعمتیں ہیں۔ان کی دو قسمیں ہیں روحانی و جسمانی۔ روحانی میں ہیں روح کو روشن کرنے کے لئے عقل دینا اور عقل کے ماتحت قوتیں بخشنا۔جیسے فہم فکر نطق وغیرہ اور جسمانی میں ہیں بدن کو درست پیدا کرنا۔بدن کے اعضا تمام مکمل عطا فرمانا اور اعضاء کی مخصوص قوتیں ان میں ودیعت کرنا۔دوسری قسم کی وہ نعمتیں ہیں جن کے حصول میں انسان کی کوشش اور سعی کا اثر شامل فرما رکھا ہے۔اس کی بھی دو قسمیں ہیں جسمانی اور نفسانی، جسمانی اس طرح کہ جسم کو پاک صاف رکھنا، تندرست رکھنا، بالوں اور دانتوں کو خوبصورت رکھنا، خاص اور معین قسم کی زیبائش کرنا۔ان سب کا سامان یا تو بالکل قدرتی ہے یا قدرتی اشیاء کی ترکیب سے ہے جو بھی ہے نعمت میں شامل ہے۔اس کی دوسری قسم یعنی نفسانی اس طرح کہ نفس کو رذائل سے پاک کرنا، جیسے بغض، حسد، کینہ، بخل، جبن وغیرہ اور نفس میں عمدہ اخلاق اور اچھے ملکے پیدا کرنا۔زہد، تقوٰی، ورع، دیانت سیکھنا وغیرہ۔ان تمام امور حاصل ہونے کے اسباب مقرر فرما رکھے ہیں، وہ بھی نعمت میں شامل ہیں۔ یہ سب قسمیں بالتفصیل دنیوی نعمتیں ہیں۔یعنی اس زندگی میں حاصل ہوتی ہیں اور ان کا ظاہری اثر یہیں ہوتا ہے۔دنیوی نعمتوں میں مومن کے ساتھ کافر مشرک، صالح کے ساتھ فاسق اور فرمانبردار کے ساتھ نافرمانبردار شامل ہو رہے ہیں۔کوئی امتیاز نہیں۔ تقسیم اول کی دوسری قسم ہے اخروی نعمتیں۔وہ اس طرح ہیں کہ شرعی احکام کی تعمیل میں جو جو تقصیر واقع ہوئی ہے وہ مغفرت فرمائی جائے اور رضامندی نصیب ہو جائے اور علیین میں جگہ دی جائے۔یہ امور خواص کو موت کے بعد ہی حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس دعا میں یہی اخروی نعمتیں مقصود ہیں اور انہی کے حصول کی درخواست ہے۔کیونکہ دنیوی تمام قسم کی نعمتوں میں مومن کے ساتھ کافر مشرک شامل ہیں۔

اَلۡمَغۡضُوۡبِ: غضب سے اسم مفعول ہے۔اس کا باب مثل علم کی ہوتا ہے بمعنی غصے ہونا مراد ہے اُن کا رستہ نہ دکھا جن پر تیرا غصہ ہو چکا ہے۔مراد ہیں یہود۔

اَلضَّآلِّیۡنَ: مصدر ضلال سے اسم فاعل جمع ہے۔اس کے معنی ہیں رستہ بھول جانا۔یہاں مراد ہے دین حق کا مقرر شدہ رستہ بھول چکے ہوؤں کا رستہ بھی ہمیں نہ دکھا۔مراد ہیں نصارٰی۔

اٰمِیۡنَ: یہ کلمہ اسم ہے معنی فعل کے دیتا ہے اِسۡتَجِبۡ قبول فرما۔قاضی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس کے معنی پوچھے۔آپؐ نے فرمایا (اس کے معنی ہیں) کر، یعنی استجابت (قبولیت) کا فعل کر۔یہ کلمہ باتفاق علماء امت قرآن مجید میں شامل نہیں مگر بعد تلاوت فاتحہ اس کا پڑھنا سنت موکدہ ہے اور

Marfat.com

سب کا اس پر عمل ہے۔البتہ جماعت کی نماز میں آہستہ اور بلند آواز سے کہنے میں اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے پیرو آہستہ کہنے کو افضل جانتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیرو اونچی کہنے کو افضل جانتے ہیں۔ دلائل فریقین کی کتابوں میں ہیں۔

Marfat.com

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ

رکوع ۴۰ ایات ۲۸۶

الٓمٓ: یہ حروف ہیں۔ ان حروف کے متعلق جو سورتوں کے شروع میں ہیں علماء کبار کے دو قول ہیں۔ اول ان کا علم مخفی ہے اور ان کا راز چھپا ہوا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہر آسمانی کتاب میں کچھ اللہ کے بھید ہیں اور قرآن میں اس کے بھید سورتوں کے آغاز کے حروف مقطعات ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہر کتاب میں کچھ کلام منتخب ہوتی ہے، قرآن مجید میں منتخب کلام حروف مقطعات ہیں۔ علامہ شعبی سے ان کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ اللہ کے راز ہیں انہیں مت طلب کرو۔ ابوظبیان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے کہا علماء ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ حسین بن الفضل کا قول ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہیں۔ یعنی ان پر ایمان لانا کہ یہ اللہ کی نازل کی ہوئی کلام میں سے ہیں۔ ان کے معنی معلوم کرنے کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔

قَولِ دُوُم: اُن لوگوں کا قول ہے جن کا زعم ہے کہ ان کے معانی معلوم ہیں۔ یہ اللہ کے نام ہیں، یا سورتوں کے نام ہیں یا قرآن مجید کے نام ہیں۔ اور کئی قول ہیں مگر سب میں تکلف ہے اور بعید ہیں۔ البتہ مبرد کا قول قریب الفہم ہے اور محققین نے اسے پسند کیا ہے کہ کفار عرب کو متنبہ کیا ہے کہ تمہاری عربی زبان ان حروف سے مرکب ہے۔ قرآن بھی انہی سے مرکب ہے۔ پھر بقول شما محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کلام بنالیں، تم سے نہ بنے، وجہ؟ ان حروف کا کچھ بیان سورۃ مریم کے شروع میں ہے مگر یاد رہے کہ مقبول قول اول ہے۔

ذٰلِکَ: اسم اشارہ ہے بعید کے لئے بقول اصم مشارٌ الیہ وہ سورتیں ہیں جو مکہ میں نازل ہو چکی ہیں، یا اس اعتبار سے قرآنِ مجید کو بعید ٹھہرایا کہ بلحاظ الفاظ کے اگرچہ پاس ہے اور حاضر ہے مگر بلحاظ اپنے مطالب وضع معانی اور اسرار کے بہت دور ہے۔ للہذا البعید کا اشارہ ذکر فرمایا۔

Marfat.com

دِیگر. ذٰلِکَ. یہ کلمہ دو بناوٹیں رکھتا ہے ایک وضع لغوی، ایک وضع عرفی۔ بلحاظ وضع عرفی کے، اگرچہ مشارٌ الیہ بعید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر بلحاظ وضع لغوی کے قریب کے لئے بھی آ جاتا ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے۔

اَلْکِتٰبُ: دراصل مصدر ہے۔ مثل قیام وصیام کی۔ بقول بعض فعال بمعنی مفعول ہے، جیسے لباس بمعنی ملبوس۔ بمعنی مکتوب۔ پھر اگرچہ کتاب کا لفظ عام ہے مگر یہاں مراد قرآنِ مجید ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ. کتاب ہے جو ہم نے تیری طرف اتاری ہے۔

لَارَیْبَ: اس کے معنی ہیں شک بدظنی کے ساتھ۔ یعنی کسی بات میں یا کسی امر میں بدظنی رکھتے ہوئے شک کرنا۔ مراد ہے کہ اس میں شک کی گنجائش نہیں۔

هُدًی: هُدًی مصدر ہے۔ اس وزن پر قلیل مصدر آئے ہیں۔ مثل تُقیً و سُرًی کی، اس کے معنی ہیں راہ دکھانا۔ یہ اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ یعنی رستہ دکھانے والی ہے۔

لِلْمُتَّقِیْنَ: جمع کا صیغہ ہے مُتَّقِیْ سے۔ وَقَایَة سے باب افتعال اِتِّقَاء کا اسم فاعل ہے، اس کے معنی ہیں نفس کو ہر ایسے قول فعل سے بچائے رکھنا جو قیامت میں ضرر کا باعث ہو۔ متقی کے معنی ہیں بچائے رکھنے والا۔ مراد ہے یہ کتاب ایسے لوگوں کو راہ دکھاتی ہے جو نفس کو قیامت میں ضرر دینے والے قول فعل سے بچانے والے ہیں۔ بعض بزرگانِ دین نے تقوٰی کے معنی اپنے اپنے رنگ میں کئے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ معصیت پر اصرار نہ کرنا، اور طاعت پر مغرور نہ ہونا تقوٰی ہے۔ امام واقدی نے کہا کہ تقوٰی یہ ہے کہ انسان اپنے باطن کو حق تعالیٰ کے واسطے ایسا سجائے رکھے جیسا اپنے ظاہر کو خلقت کے لئے سجائے رکھتا ہے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ تقوٰی یہ ہے کہ تیرا مالک یعنی حق سبحانہ، وتعالیٰ تجھ کو ایسے مقام پر اور ایسی جگہ پر نہ دیکھے جہاں سے تجھے منع کر رکھا ہے۔

یُؤْمِنُوْنَ: اَمْنٌ سے باب اِفعال بنایا ایمان۔ اس سے یہ مضارع جمع غایب غائب ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں امن دینا۔ صاحب امن بنانا مراد ہوتی ہے دوسرے کے قول کی تصدیق کرنا۔ سچ مان لینا اور اس کی تکذیب سے اور مخالفت سے اس کو امن میں رکھنا۔ پھر ایمان باللہ کے معنی ہیں اللہ کی ہر فرمائی ہوئی نازل کی ہوئی بات کی تصدیق کرنا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امر کی تصدیق کرنا۔ یہاں مراد ہے کہ وہ ایمان لاتے ہیں غیب پر۔

بِالْغَیْبِ: مصدر ہے بمعنی اسم فاعل۔ پھر غیب سے وہ کچھ مراد ہے جو حواس کے تحت میں نہ آ سکے۔ بعض نے غائب اور غیب میں فرق کیا ہے، بایں طور کہ غائب وہ ہوتا ہے جو نہ تجھ کو دیکھے نہ تو اُس کو دیکھے۔ غیب وہ ہے جس کو تو نہ دیکھے۔ اللہ غیب ہے، غائب نہیں پھر اس کی مراد میں کئی قول ہیں، ابو مسلم اصفہانی کا قول ہے کہ وہ تنہائی میں بھی ایسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیسا مومنین کی موجودگی میں بخلاف منافقین کے۔ عام مفسرین کا قول ہے کہ غیب دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ جس پر کوئی دلیل ہے۔ دوسری قسم وہ جس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی دوسری قسم کا غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پہلی قسم کے غیب میں

Marfat.com

داخل ہے اللہ کا علم اس کی صفات کا علم، آخرت کا، نبوت کا، احکام کا اور تمام شرائع کا علم۔ وہ ان پر پورا ایمان لاتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ غیب سے مراد دل ہے۔ یعنی وہ دل سے ایمان لاتے ہیں نہ کہ منافقین کی طرح زبان سے علامہ نے کہا ہے کہ دل کا میلان اس طرف ہے کہ اس ایمان بالغیب سے ان امور پر ایمان لانا مراد لی جائے جن کا ذکر جبرئیل علیہ السلام کی حدیث میں ہے۔ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ۔ اس واسطے کہ شریعت میں ایمان مطلوب یہی ہے۔

يُقِيْمُوْنَ: باب افعال کے مصدر اِقَامَة سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں قائم رکھنا۔ یعنی وہ قائم رکھتے ہیں۔ اس کی تاویل چار طرح سے کی گئی ہے۔ اول اقامت سے مراد ہوتی ہے پورا حق ادا کرنا یعنی وہ نماز کا پورا پورا حق ادا کرتے ہیں، بایں طور کہ فرائض، واجبات سنن، اور آداب پورے بجالاتے ہیں۔ دوم۔ اس کی ادائیگی میں مداومت اور مواظبت رکھتے ہیں، سفر میں، حضر میں، صحت میں، مرض میں، شغل میں، فراغت میں، خوشی میں، غمی میں، فوت نہیں ہونے دیتے۔ سوم۔ کمر بستہ رہتے ہیں اس کے متعلق سستی اور کاہلی پاس نہیں آنے دیتے۔ چہارم۔ ادا کرتے اور پڑھتے ہیں۔

اَلصَّلٰوةَ: اس کے اشتقاق اور معنی میں بہت تفصیل ہے۔ ان اوراق میں اس کی ضرورت نہیں، مراد ہے نماز اور پھر پنج وقتی فرضی نماز۔ یہاں مراد ہے بقول مقاتل و جمہور فرائض اور نوافل مراد ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق جو روایت ہے وہ مقاتل کے قول کی موید ہے۔ امام نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ یعنی متقی لوگ پنج وقتہ فرضی نماز کی اقامت رکھتے ہیں۔ یہی چیز قابلِ ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حکم کی تعمیل کی قدر فرماتا ہے۔ باقی بندے کا اپنا ذوق شوق ہے۔ اس کا قدر الگ فرمائے گا۔ ثنا کا استحقاق تعمیل حکم میں ہے۔

رَزَقْنَا: رَازِقٌ مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں رزق دینا۔ رزق۔ قاموس میں اس کے ایک معنی لکھے ہیں وہ شے جس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے۔ راغب نے رزق کے معنی لکھے ہیں۔ عطا اور بخشش جاری رکھی ہوئی دنیوی ہو یا اخروی۔ یعنی جو کچھ آمدنی عطا ہورہی ہو، مال کی صورت میں ہو، تجارت سے ہو، یا دستکاری اور ملازمت سے، پیداوار کی صورت میں ہو، زراعت سے ہو، یا باغ سے، یہ سب آمدنی کی مجوزہ باعزت صورتیں رزقنا میں شامل ہیں۔ اور صاحب قاموس اور راغب کے معنی کی رو سے مفہوم ہوتی ہیں۔

يُنْفِقُوْنَ: اِنْفَاق باب افعال سے مضارع جمع غائب ہے۔ یہ باب نَفْقٌ سے بنا ہے۔ اس کے معنی راغب نے لکھے ہیں ختم ہونا۔ انفاق کے معنی ہوئے ختم کرنا۔ جسے کہتے ہیں خرچ کرنا۔ پھر مسلمان پر خرچ واجب اور فرض ہوتا ہے، یا نفلی ہوتا ہے۔ صاحب قاموس نے نَفِقَ و لَفِقَ کے معنی لکھے ہیں، ختم ہونا، فنا ہونا اور کم ہونا۔ اس سے انفاق کے معنی اور واضح ہو گئے۔ خرچ کر کے کم کرتے ہیں، اب معنی صاف ہو گئے کہ متقین کو جو کچھ آمدن ہوتی ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں جس سے کچھ کمی واقع ہوتی ہے۔

Marfat.com

بِالْاٰخِرَةِ: آخِرٌ کا مونث ہے۔ اور آخِرٌ، اول کے مقابل کا لفظ ہے۔ پیچھے آنے والا آخرۃ صفت واقع ہے اَلدَّار موصوف کی بِالدَّارِ الْاٰخِرَۃِ۔ دارِ آخرت کے ساتھ دوسرا جہان، جس طرح اس جہان کو دارِ دنیا کہتے ہیں یعنی وہ دوسرے جہان کو پورے یقین سے مانتے ہیں۔

یُوْقِنُوْنَ: اِیْقَانٌ مصدر باب افعال سے مضارع جمع غائب ہے۔ یقین سے یہ باب ہے، یقین کے متعلق امام نے لکھا ہے کہ کسی شے میں شک رکھنے کے بعد پورا علم حاصل کرنا یقین کہلاتا ہے، یعنی وہ آخرت کو پیش کئے جانے کے بعد پورے یقین سے مانتے ہیں۔

اَلْمُفْلِحُوْنَ: اِفْلَاحٌ مصدر باب افعال سے اسم فاعل جمع ہے۔ مصدر کے معنی ہیں دلی مراد حاصل کر لینا۔ معنی ہیں وہی لوگ ہیں دلی مطالب حاصل کرنے والے۔

کَفَرُوْا: کُفْرٌ مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں جانتے ہوئے انکار کرنا۔ یہاں یہی مراد ہیں۔ جنہوں نے انکار کر دیا، مراد یہود اس وقت کے ہیں، یا مشرکین اہل مکہ۔

سَوَآءٌ: اسم مصدر ہے بمعنی اِسْتِوَاء برابر۔ یعنی تیری تبلیغ ان کے حق میں مفید نہیں۔ ہو نہ ہو برابر ہے،

خَتَمَ: خَتْمًا و خِتَامًا سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں مہر لگانا۔ مہر لگائی جاتی ہے کہ کوئی شے نکل نہ پڑے۔ اس آیت کریمہ میں ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان فرمائی ہے۔ یعنی مہر لگا دی ہے اللہ نے اُن کے دلوں پر۔ امامؒ نے اس کے معنی میں دس طرح سے تاویل کی ہے۔ (۱) قوم نے جب اللہ تعالیٰ کے دلائل سے ہدایت قبول کرنے کی بجائے اعراض کیا، حتیٰ کہ یہ اعراض اُن کا طبیعتِ ثانیہ بن گیا، تو ان کا حال اُس شخص کی طرح ہو گیا جو کسی شے سے روکا جاتا ہے اور منع کیا جاتا ہے۔ گویا وہ ایمان سے بوجہ مُہر لگ چکنے کے روکے گئے ہیں۔ (۲) وہ کفر میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ جب تک اُن پر جبر اور قہر نہ کیا جائے، وہ ایمان نہیں لا سکتے۔ اس ترک جبر، اور قہر کا نام مہر لگانا فرما دیا ہے۔ گویا اُن کے ایمان نہ لانے پر مہر لگ چکی ہے۔ (۳) یہ گویا انہی کے الفاظ کو بالفاظ دیگر بیان فرمایا ہے انہوں نے کہا تھا۔ قلوبنا فی اکنہ مما تدعونا الیہ و فی اذاننا وقو دمن بیننا و بینک حجاب (جس امر کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے اس سے ہمارے دل پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے) یہ انہوں نے استہزا سے کہا۔ اللہ ذوالجلال نے ناراضگی سے کہا کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ (الایتہ) (۴) مہر سے مراد گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے شہادت ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے اور ان کے دل قرآن مجید محفوظ نہیں رکھیں گے۔ نہ کان ادھر جھکیں گے، نہ آنکھیں نشانِ قدرت دیکھیں گی۔ (۵) یہ خاص لوگوں کی حالت بیان فرمائی ہے جن کے قلوب کانوں اور آنکھوں پر اسی دنیا میں بطور عذاب کے مہر لگا دی اور پردہ ڈال دیا۔ (۶) حسن بصری کی تاویل ہے کہ کفار کے دلوں اور کانوں میں ایک خاص نشان لگا دیا ہے۔ جس سے ملائکہ کو پہچان ہو جاتی ہے کہ یہ کافر ہے ایمان نہیں لائے گا۔ اس تاویل کو ابو علی جبائی اور قاضی عیاض

Marfat.com

نے اختیار کیا ہے۔ بعید نہیں کہ مومنین پر بھی ملائکہ کی پہچان کے لئے ان کے مومن ہونے کی خاص علامت لگائی جاتی ہو۔

غِشَاوَةٌ : پردہ اس کے معنی عطاء نے لکھے ہیں جو شے کو ڈھانپ لے۔ ہمارے محاورے میں پٹی کہتے ہیں۔ آنکھوں کی پٹی۔

عَذَابٌ: شدید اور سخت نا قابل برداشت تکلیف کو عذاب کہتے ہیں۔

عَظِيْمٌ: عَظِیْمٌ اور کَبِیْرٌ میں اس طرح فرق کرتے ہیں کہ عظیم نقیض ہے حقیر کی۔ اور کبیر نقیض ہے صغیر کی۔ پھر حقیر صغیر سے کم ہے تو عظیم کبیر سے بڑا ہے۔ البتہ بعض نے حدیث قدسی کی بنا پر کہ اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ اِزَارِیْ یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے۔ کبیر کو عظیم سے بڑا مانا ہے۔ جیسے چادر ازار سے بڑی اور افضل ہوتی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ ان دونوں کے تقابل کی ضرورت نہیں، ان میں بڑائی الگ الگ جہت سے ہے۔ کبیر اپنی جہت سے بڑا ہے، عظیم اپنی جہت سے۔ ہاں مخلوقِ ارضی میں عظیم اُس شے کو کہتے ہیں جو اپنے جسمانی پھیلاؤ اور احاطے میں بہت زیادہ ہو، اور کبیر اُس شے کو کہتے ہیں جو طول اور بلندی میں یا قدامت اور عمر میں بڑی ہو۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات میں یہ دونوں صفتیں مثل دیگر صفات کے انتہا درجے کی ہیں۔ عظمت اتنی کہ ماسواء ذاتِ خویش سے عظیم اس کے سامنے سب کم، کبریائی یعنی علو اور قدامت اس قدر کہ سب موجودات اُس کے سامنے پست اور کم۔ یہاں مراد ہے بڑا عذاب۔ اس کی بڑائی کا اندازہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

يُخٰدِعُوْنَ : مُخَادَعَةٌ مصدر باب مفاعلہ سے مضارع جمع غائب ہے۔ لغت میں مُخَادَعَت کے معنی لکھے ہیں کہ جو کچھ دل میں ہو، اُس کے خلاف ظاہر کرنا۔ یہاں مراد ہے کہ بعض لوگ دل میں کفر رکھتے ہوئے زبان سے ایمان اور اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ اسلام میں ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ معنی ہیں مخادعت کرتے ہیں۔ اللہ سے اور اہلِ ایمان سے۔ امام نے مُخَادعة کے معنی کئے ہیں دوسرے کو نقصان اور ضرر پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہوئے زبان سے اُس کے سامنے سلامتی، درستی اور خیر خواہی کے الفاظ بولنا اس کے آگے کچھ تفصیل کی ہے۔ ہم یُخَادِعُوْنَ کے لغوی معنی پسند کرتے ہیں۔ ان میں کسی تاویل یا کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یعنی وہ اپنے ضمیر کے خلاف اللہ اور مومنین کے سامنے اظہارِ ایمان کرتے ہیں۔ ان کے اس اظہار میں جو ضرر مومنین کا مرکوز ہے وہ ان کا اپنا ضرر ہے جو اس وقت نہیں سمجھتے۔

خَلَوْا: خَلوٌ و خَلاءٌ و خلوة سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کے ساتھ علیحدگی میں جمع ہونا معنی ہیں جب وہ اپنے شیطانوں کے ساتھ جمع ہوتے ہیں۔ مسلمانوں سے علیحدہ۔

شَيٰطِيْنَ: جمع شَیْطٰن. اس کا وزن فیعال ہے بصریوں کے نزدیک اور کوفیوں کے نزدیک اس کا وزن فعلان ہے۔ پہلے کا مادہ شَطَنَ سے ہے۔ جس کے معنی ہیں دور ہونا یعنی حکم کی فرمانبرداری سے اور اللہ کی رحمت سے دور ہونے والا۔ دوسری صورت میں شَاطَ سے شیط ہے جس کے معنی ہیں ہلاک ہونا، یا غضب سے جل جانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شیطان ہر سرکش کو کہتے ہیں جن ہو یا انسان ہو یا کوئی چوپایہ ہو۔ لغت اس روایت کے موافق ہے۔

Marfat.com

یہاں مراد ان کے رئیس اور اسلام کے مخالفین ہیں۔

یَمُدُّھُمْ: مَدٌّ مصدر سے مضارع غائب ہے۔امام نے صاحب کشاف کا قول نقل کیا ہے کہ یہ لفظ مَدَّ الجَیشَ سے ہے، اُس نے لشکر کو مدد دی بایں طور کہ اور فوج شامل کی جس سے اُس کی کثرت ہوگئی اور اُسے قوت ہوگئی۔اُن کی مدد دیتا ہے۔

طُغْیَان: مصدر ہے۔اس کے معنی ہیں کفر میں غلو کرنا اور سرکشی میں حد سے بڑھنا۔

یَعْمَھُوْنَ: عَمَہٌ سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے اور عَمیٰ کے معنی قریب قریب ہیں۔عَمیٰ کے معنی ہیں بینائی نہ رکھنا اور ہر معاملے میں رائے نہ رکھنا۔عِمَہٌ کے معنی ہیں، معاملے میں، یا کسی خاص بات میں رائے قائم نہ کرسکنا۔مُتردّد اور متحیر رہنا۔گویا عَمیٰ عام ہے اور عَمَہٌ خاص۔معنی ہیں بڑھاتا ہے عمر اور مہلت دیتا ہے ان کو کہ وہ اپنی سرکشی اور کفری غلو میں مُتردّد اور متحیر ہو رہے ہیں۔

اِسْتَوْقَدَ: وُقُوْدٌ سے باب استفعال اِسْتِیقَاد سے فعل ماضی ہے۔وُقُوْدٌ کے معنی ہیں۔ آگ کا جلنا اور روشن ہونا۔اِسْتِیقَاد کے معنی ہیں آگ روشن کرنا۔اُس نے آگ روشن کی۔

صُمٌّ: جمع اَصَمٌّ . صِمَمٌ مصدر سے صفت کا صیغہ ہے۔اسم تفصیل نہیں ہے۔اس کا باب علم کے وزن پر آتا ہے۔اس کے معنی ہیں نہ سن سکنا۔اَصَمٌّ نہ سن سکنے والا۔

بُکْمٌ: جمع اَبکَمٌ کی۔بَکَمٌ مصدر ہے جس کے معنی ہیں طاقت گویائی نہ رکھنا۔اس کا باب ہے۔مثل علم کی۔اَبکم صفت کا صیغہ ہے۔ اصم کی طرح گنگ، گونگا۔

عُمْیٌ: جمع اَعْمیٰ کی۔عمیٰ بمعنی نابینائی۔اَعْمیٰ نابینا۔یہ بھی صفت مشبہ ہے مثل علم کی آتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ جس لفظ میں حلیے یا عیب، یا رنگ کے معنی ہوں اُس سے صفت مشبہ کا وزن افعال مذکر اور فعلاً مونث کے واسطے آتا ہے۔ یہ تینوں کلمے جسمانی عیب کے معنی رکھتے ہیں لہٰذا افعل سب سے صفت مشبہ ہے۔

صَیِّبٍ: صَوْبٌ مصدر سے ہے۔اس کے معنی ہیں بارش اُترنا۔صَیِّبٌ کے معنی ہیں بارش والا بادل۔یا بارش اس کے معنی کثیر بارش کے کئے ہیں۔

یَخْطَفُ: خَطْفٌ سے فعل مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں جھپٹ لینا۔یعنی وہ بجلی ان کی آنکھیں جھپٹ لے، اور ان کی بینائی کھودے۔امام نے اس دوسری مثال میں جو کچھ بیان کیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے۔مراد صیب سے ایمان اور قرآن ہے۔اس کے ظلمات، رعد اور برق وہ امور ہیں جو منافقین پر شاق اور دشوار ہیں۔جیسے نماز، روزہ، ترک ریاست، کفار اقرباء کے ساتھ جہاد۔اپنے قدیم دین کی ترک، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع۔یہ سب باتیں منافقین پر شاق تھیں۔جس طرح انسان یہ باتیں رکھنے والی بارش سے باوجود اس کے نفع کثیر رکھنے کے بہت بچتا ہے اسی طرح

Marfat.com

منافقین قرآن و ایمان سے بوجہ ان تکالیف شاقہ کے بچتے تھے۔ جب بوجہ ظاہری ایمان کے ان کو قدرے دنیاوی فائدہ پہنچتا ہے تو ایمان کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ یہی معنی ہیں جب روشنی ہوتی ہے تو چل پڑتے ہیں اور جب کسی وجہ سے یہ منافع رک جائیں تو یہ لوگ متردد ہو جاتے ہیں، گویا ایمان سے رک جاتے ہیں۔ یہی معنی ہیں جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں پھر علماء نے الگ الگ ان امور میں تشبیہ کی صورت قائم کی ہے۔ دین اسلام مثل بارش کے ہے، بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے، اسلام سے قلوب زندہ ہوتے ہیں۔ اسلام میں کفار اور معاندین کے جو شبہات ہیں وہ بارش کے ظلمات کے مثل ہیں اور جو اسلام میں وعدے اور وعیدیں ہیں وہ برق اور رعد کی مثل ہیں۔ اور جو فتنے اہلِ اسلام کی طرف سے کفار پر پڑتے ہیں وہ بمنزلہ صاعقہ کے ہیں۔ اس کے بعد یہاں پہلی مثال کے متعلق بھی کچھ لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم یہاں سُدِی کا قول نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ جب آنحضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لے آئے تو بعض ایسے لوگ اسلام لائے جو کچھ عرصہ کے بعد پورے کافر تو نہ ہو سکے مگر دل سے اسلام کے مخالف ہو گئے۔ زبانی مسلمان رہے۔ ان کے متعلق یہ مثال اول نہایت صحیح ہے بایں صورت کہ ان لوگوں نے ایمان لا کر نور حاصل کر لیا۔ پھر نفاق اختیار کر کے وہ نور ضائع کر دیا اور سخت حیرت میں واقع ہوئے کیونکہ دینی حیرت سے بڑھ کر کوئی حیرت نہیں۔ دنیاوی حیرت سے انسان دنیا کا کوئی نقصان اٹھاتا ہے جو ہر حالت میں قلیل ہے مگر دینی حیرت سے دائمی اور ابدی خسارہ پڑتا ہے جس کی کوئی تلافی نہیں ہو سکتی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ: اس آیت کریمہ میں عبادت کا حکم ہے۔ لکھا ہے کہ احکام کی کل آیتیں چھ سو سے قدرے کم ہیں۔ باقی توحید کے بیان میں، نبوت کے بیان میں، بُت پرستوں کے رد میں اور مشرکین کی قسموں میں، قیامت اور حالاتِ قیامت کے بیان میں ہیں۔ الیٰ آخر التفصیل۔

اَنْدَادًا: جمع نِدّ کی ہے۔ قاموس میں اس کے معنی مثل کے لکھے ہیں۔ امام نے اشتقاق کی رو سے کچھ مناسبت قائم کی ہے۔ مگر یہاں لغوی معنی بالکل درست ہیں۔ کسی مزید وجہ کی ضرورت نہیں۔

نَزَّلْنَا: تَنْزِيْل مصدر باب تفعیل سے فعل ماضی متکلم کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی ہیں تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا۔ ہم نے تھوڑا تھوڑا اُتارا۔

فَاْتُوْا: اَتیٰ اِتْيَان مصدر سے امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں آنا۔ اس کا باب ہے مثل ضَرَبَ کی۔ جیسے رَمیٰ يَرْمِيْ۔ بوجہ حرف ب کے متعدی ہو گیا۔ اب معنی ہیں لاؤ۔ یعنی بنا لاؤ اس کی کسی ایک سورت کی مثل۔

بِسُوْرَةٍ: لغت میں اس کے کئی معنی ہیں۔ منجد میں کتاب کا ایک مستقل حصہ لکھے ہیں۔ قاموس سے بھی یہی مطلب نکلتا ہے۔ یعنی قرآنِ مجید کا ایک مستقل حصہ، جس کا آغاز بسم اللہ سے ہوتا ہے، سوائے سورۃ توبہ کے۔ امام نے اس کی وجہ تسمیہ میں اس کے دوسرے معنوں سے کچھ اشتقاقی مناسبت بیان کی ہے۔ مثلاً سور فصیل شہر کو کہتے ہیں۔ سورۃ بھی اپنے اندر کے

Marfat.com

کلمات اور مضامین کے لئے بمنزلہ فصیل کے ہے۔ سور کے معنی منزلت اور درجہ ہیں۔ ہر ہر سورت پڑھنے والے کے لئے ایک خاص درجہ اور منزلت نصیب ہونے کا ایک خاص سبب ہے۔ اس واسطے اس کا نام سورۃ رکھا، سب سے طویل سورت بقرہ ہے اور چھوٹی سورت کوثر۔ کل سورتیں ایک سو چودہ ہیں۔ ان کا فائدہ یہ ہے کہ ایک کے بعد دوسری شروع کرنے سے نشاط پیدا ہوتا ہے۔ حفظ میں بہت آسانی ہے، نماز میں پڑھنے میں سہولت ہے۔ مسائل نکالنے میں آسانی۔ قصہ معلوم کرنے میں سہولت۔ ابتداءً پڑھنے میں دلچسپی رہتی ہے۔ ان کی ترکیب سے اس کا آسمانی ہونا ظاہر ہے۔ غرض ان کے تعین میں بیسیوں فائدے ہیں۔

مِنۡ مِّثۡلِهٖ: اس میں ہ کی ضمیر کے دو مرجع ہو سکتے ہیں۔ اول وہ کلام جو مَا نَزَّلۡنَا سے بیان فرمایا ہے۔ یعنی اس ہماری نازل کی ہوئی سورت یا کلام جیسی کوئی سورت تم بنا کر دکھاؤ۔ دوم عَبۡدِنَا کی طرف ہے یعنی تم اپنے کسی ناخواندہ شخص سے جو تمہارے زعم میں ہمارے بندے کے مثل ہو بنا دکھاؤ۔ مگر ہمارے نزدیک کفار کو انتہائی شرم دلانے کے لئے مرجع اول کی طرف راجع کرنا زیادہ موزوں ہے۔

شُهَدَآءَكُمۡ: جمع شَهِيۡد کی پختہ شہادت دینے والا۔ یہاں مراد ہیں اُن کے باطل معبود یعنی اس امر میں اپنے ادعائی معبودوں کو ساتھ کرلو۔ دوم اپنے رئیس، سردار اور زبانِ عربی کے مُسلّم ماہر بلالو۔ ہمارے نزدیک دوسری تاویل بہتر ہے۔

وَقُوۡدُهَا: ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔ واؤ کے پیش سے مصدر ہے۔ آگ جلانا۔

بَشِّرِ: بَشَارَة سے فعل امر ہے۔ بَشَارَة کے معنی ہیں مسرور کرنے والی خبر دینا۔ یعنی تو مومن صالحین کو یہ خوش کن خبر سنا دے۔ اصل لذت کی چار چیزیں ہیں۔ (۱) اعلیٰ ترین مکانِ سکونت کا ہونا (۲) عمدہ خوراک (۳) حسبِ منشا بیوی (۴) زیادہ سے زیادہ دیر تک ان اشیاء سے فائدہ اٹھانا۔ اس بشارت میں یہ چاروں باتیں بیان فرمادیں۔

لَا يَسۡتَحۡيٖۤ: اِسۡتِحۡيَاءٌ باب استفعال سے فعل مضارع غائب ہے۔ اس کے کئی معنی ہیں۔ عام مشہور معنی ہیں شرم کرنا، حیا کرنا۔ ایک معنی ہیں منقبض ہونا۔ ایک ہیں کسی امر سے رک جانا۔ یہاں یہی مراد ہیں، یعنی اللہ منکروں کے اعتراض سے مچھر، مکھی کی مثال دینے سے نہیں رکتا اور اسے چھوڑ نہیں دیتا۔ امامؒ نے اس لغوی معنی کو درست کیا ہے بایں صورت کہ حیا اُس خوف اور اُس ڈر کو کہتے ہیں جو انسان کو اس کام، یا حرکت سے لاحق ہوتا ہے جس سے عیب لگتا ہے اور ندامت ہوتی ہے۔ پھر اس کی ایک ابتدائی حالت ہے، اور ایک انتہائی۔ ابتدائی یہ ہے کہ اس کی طبیعت مرجھا جاتی ہے، دل بجھ جاتا ہے، جس کا اثر اُس کے چہرے اس کے ہاتھوں اور باقی جسم پر سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کی انتہا یہ ہے کہ وہ اس کام یا حرکت سے رک جاتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح غضب ہے کہ اس کی ابتدا ہے اور انتہا۔ ابتدا اس طرح ہے کہ غضب کے وقت دل میں جوش پیدا ہوتا ہے اور بدلہ لینے یا سزا دینے کی خواہش بھڑکتی ہے۔ انتہا یہ کہ اس شے یا شخص پر وہ خواہش پوری کر لیتا ہے۔ لہٰذا یہ قانون ہے کہ جب ایسی صفت انسان کی بیان ہوگی تو مراد ابتدائی حالت ہوگی اور جب اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

ذات کی طرف ایسی صفت نسبت کی جاتی ہے تو انتہا مراد ہوتی ہے۔اس لحاظ سے لَایَسْتَحْیِ کے معنی ہیں نہیں چھوڑتا۔نہیں رکتا۔انتہائی حالت مراد لیں گے اور غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ کے معنی ہیں ان سے بدلہ لے گا اور ان کو سزا دے گا۔امام رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی اس تفصیل اور اس قانون کے وضع کرنے سے معنی وہی نکالے ہیں۔جو قاموس میں باعتبار لغت کے لکھے ہیں۔رکنا لَایَسْتَحْیِ۔نہیں رکتا اور نہیں ترک کرتا۔

بَعُوْضَةً: مچھر۔اس کی جمع ہے بَعُوْض۔بَعْض بمعنی کاٹنا سے صفت مشبہ ہے۔بَعُوْضَةً بہت کثیر کاٹنے والا۔یہاں مراد ہے مچھر کا ایک دانہ۔اس کی بناوٹ میں باری تعالیٰ کی قدرت کے بے شمار نشان ہیں۔

فَمَا فَوْقَهَا: فوقیت سے یا تو جسم کی زیادتی مراد ہے یا کمی۔پہلی صورت میں مچھر سے کوئی بڑی شے ہو یا اس سے کوئی حقیر اور چھوٹی شے ہو مثال میں بیان کی جاسکتی ہے۔

اَلْحَقُّ: لغت میں اس کے چند معنی ہیں خلافِ باطل، سزاوار، درست در است، یہاں یہ معنی مراد ہیں اور واجب۔

اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ: جمع فَاسِقٌ کی ہے جو اسم فاعل ہے فِسْق سے۔اس کے معنی ہیں غلام کا، آقا کا حکم نہ ماننا۔مسلمان کا اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنا پھر اسلامی فرقوں کا ایسے شخص میں اختلاف ہے، خارجیوں کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔معتزلوں کے نزدیک نہ مومن ہے نہ کافر۔اہل السنّت والجماعت کے نزدیک مومن ہے۔

مِیْثَاقِهٖ: اس میں ہ کی ضمیر عہد کی طرف راجع ہے یعنی اس عہد کے پختہ کر لینے کے بعد توڑتے ہیں یا راجع ہے اللہ کی طرف یعنی بعد اس کے کہ اللہ نے پختہ کیا ہے اس کو۔

اَلْخٰسِرُوْنَ: جمع خَاسِرٌ۔اسم فاعل خَسَارَہ خُسْرَان مصدر سے جس کے معنی ہیں راس المال میں نقصان اٹھانا یہاں مراد ہے نعیم جنت سے محروم رہنا یا اعمال خیر کے ثواب اور اجر سے بوجہ کفر بے نصیب ہونا۔

اِسْتَوٰی: باب استفعال اِستِواء کا فعل ماضی ہے۔استوٰی کے کئی معنی ہیں۔اعتدال میں ہونا، یا چالیس سال کی عمر میں پہنچنا۔آسمان پر چڑھنا۔اس کا قصد کرنا۔اس طرف توجہ کرنا اس پر غالب آنا۔یہاں مراد ہے توجہ کرنا۔اَقْبَلَ اِلَیْهِ یعنی پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی۔

وَاِذْقَالَ رَبُّکَ: اور یاد کرو وہ وقت جب تیرے رب نے ملائکہ کو فرمایا۔ان ملائکہ کے تعین میں چند قول ہیں۔یعنی کن فرشتوں کو کہا۔اول تمام ملائکہ کو فرمایا۔دوم چونکہ خلافتِ ارض کا ذکر ہے اس واسطے صرف ملائکہ ارض کو فرمایا۔سوم ان ملائکہ کو فرمایا جو ابلیس کی سرکردگی میں جنات سے زمین کو صاف اور خالی کرانے کے واسطے مامور ہوئے تھے۔وجہ یہ ہے کہ جنات کو زمین پر رہتے ہزاروں سال گزرے۔جب فساد کرنے، خون بہانے اور دیگر فسق و فجور میں حد سے بڑھ گئے تو باری تعالیٰ کو زمین کا خالی کرانا منظور ہوا۔چنانچہ ابلیس کی سرکردگی میں بعض ملائکہ کی فوجیں بھیجیں، جن میں جنگ ہوئی۔آخر ان جنات کو پہاڑی گھاٹیوں کی طرف دھکیل دیا۔اور آبادی کے قابل زمین خالی کرالی۔ان فوجوں کے ملائکہ کو فرمایا تھا جن میں ابلیس

Marfat.com

بھی شامل تھا۔ چہارم عالین قسم کے ملائکہ کے سوا باقی ملائکہ کو فرمایا تھا۔ یہ چاروں قول علامہ نے لکھے ہیں۔ امام نے اس مقام پر جو کچھ لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے۔ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اُن ملائکہ سے تھا جنہوں نے ابلیس کے ساتھ ہو کر جنات سے جنگ کی۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کو زمین میں بسایا، جب وہ فساد اور خوں ریزی میں حد سے بڑھے تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے ساتھ ملائکہ کی فوجیں بھیجیں۔ مار کر ان کو جزائر میں بھگا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا تھا۔ جمہور صحابہ کرام اور تابعین عظام کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ملائکہ کی جماعت کو تھا بغیر کسی تخصیص کے۔

خَلِيفَةً: نائب قائم مقام۔ اس میں دو احتمال ہیں۔ اول مراد آدم علیہ السلام ہیں۔ دوم تمام اولادِ آدم مراد ہے۔ پھر ان کے خلیفہ ہونے میں یہ وجوہ ہیں۔ اول جنات سے زمین خالی کرائی تو آدم علیہ السلام ان کے قائم مقام ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی وجہ مروی ہے۔ دوم حضرت آدم علیہ السلام کو اس واسطے خلیفہ فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں اس کے پیغام پہنچانے میں اس کے خلیفہ بنیں۔ اس میں سب انبیاء علیہم السلام شامل ہیں۔ یہ وجہ ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ اور سُدّی سے مروی ہے اور جن کے نزدیک تمام اولادِ آدم مراد ہے تو ان کی وجہ یہ ہے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے خلیفہ اور جانشین ہوتے ہیں، یہ وجہ حسن بصری سے مروی ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ خلیفہ ایسا اسم ہے جو واحد جمع اور مذکر مونث میں سے ہر ایک کے واسطے بولا جاتا ہے۔

نُسَبِّحُ: تسبیح باب تفعیل کے مصدر سے مضارع متکلم کا صیغہ ہے۔ قاموس میں لکھا ہے سَبَّحَ تَسْبِيحًا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰه۔ یعنی جب کہتے ہیں فلاں نے تسبیح پڑھی تو مراد ہوتی ہے اس نے سُبْحَانَ اللّٰه کہا۔ یہاں مراد ہے ہم سُبْحَانَ اللّٰهِ پڑھتے ہیں۔ امام نے تسبیح کے معنی لکھے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس کی صفات کو اور اس کے افعال کو، عیوب اور نقائص سے بہت بعید ماننا۔ ہمارے نزدیک احکام کو الگ شامل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ ذات پاک کو عیوب سے بعید ماننے کا یہ مطلب ہے کہ مخلوق کے اجسام کے متعلق جو جو امور لازمہ اور واجبہ ہیں، ان سب سے ذات پاک بہت بعید ہے۔ کوئی امر اُس ذات تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی معنی ہیں کہ اس کی ذات پاک منزہ ہے۔ اس کی صفات میں اس طرح ہے کہ وہ سبحانہ وتعالیٰ جہل یعنی بے علمی اور بے خبری سے بہت بعید ہے۔ تمام مخلوق کے ذرے ذرے کو اس کا علم محیط ہے۔ کوئی شے اُس کے احاطۂ علمی سے باہر نہیں۔ اور کوئی شے اس کی قدرت سے باہر نہیں، اس کے صفات میں تغیر وتبدل نہیں۔ اس کے افعال میں اس طرح ہے کہ اس کا کوئی فعل نفع حاصل کرنے کے لئے یا کوئی ضرر دور کرنے کے لئے نہیں۔ نہ اس کے کسی فعل سے اس کا کمال بڑھتا ہے نہ کسی کام نہ کرنے سے اس کی شان گھٹتی ہے۔ اس کے احکام میں اس طرح کہ اس کے کسی حکم سے نہ مکلفین کو تکلیف مالایطاق ہے۔ نہ کسی حکم کے نہ دینے سے مکلفین سے بے توجہی ہے۔ ان سب امور کے اقرار اور اظہار کے واسطے لفظ سُبْحَانَ اللّٰه مقرر ہے۔ اس تسبیح کے لئے کلام سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مسلم کی صحیح میں مروی

۱۲۷۳۵۵

Marfat.com

ہے۔ یہ بہترین وظیفہ ہے۔ سو دو سو بعد نماز فجر اور اتنا ہی بعد نماز مغرب یا عشاء پڑھ لینا باعث اجر کثیر ہے۔

بِحَمۡدِكَ: زمخشری نے اس کو حال کی تاویل میں بنا کر ترجمہ کیا ہے۔ یعنی حَامِدِیۡنَ لَکَ تیری حمد کرتے ہوئے تیری تنزیہہ کرتے ہیں اور پاک مانتے ہیں۔

نُقَدِّسُ: تَقۡدِیۡس باب تفعیل سے فعل مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں پاک کرنا۔ اسی سے ہے بیت المقدس۔ یعنی ہم تجھ کو پاک مانتے ہیں۔ تیری ایسی صفات کرتے ہیں جو علوّ اور عزت میں تیرے شان کے لائق ہے۔ بقول مجاہد اس کے معنی ہیں کہ ہم تیری رضا چاہنے کے لئے اپنے نفسوں کو گناہوں سے پاک رکھتے ہیں۔ بقول ابو مسلم اس کے معنی ہیں کہ ہم اپنے افعال تیرے واسطے خالص کرنے کے لئے ریا۔ اور دیگر ناپسند آمیزشوں سے پاک کرتے ہیں۔ چہارم ہم اپنے قلوب پاک کرتے ہیں غیر کی طرف التفات کرنے سے امام نے یہ چاروں قول نقل کئے ہیں مگر راقم الحروف عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ، تعجب میں ہے کہ ان اصحاب اقوال ثلثہ کے نزدیک ان وجوہ کی کیا ضرورت پڑی۔ یہ ملائکہ کا قول ہے، امام رحمتہ اللہ علیہ نے بھی کسی محویت میں نقل فرما دیئے ہیں۔ صرف وجہ اول کافی ہے۔ ملائکہ کے متعلق قول مجاہد، قول ابو مسلم اور قول چہارم کی کوئی وجہ موزوں نہیں نکلتی کیونکہ وہ فطرتاً معصوم ہیں۔

عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ: عَلَّمَ مصدر تَعۡلِیۡم باب تفعیل سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھایا۔ پڑھائے اللہ نے آدمؑ کو۔ بقول علامہ اکثر نے تصریح کی ہے کہ یہ عربی لغت کا اسم ہے۔ اس کا وزن اَفۡعَلُ ہے اُدۡمَةٌ مادہ سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں گندمی رنگ۔ آدم کے معنی ہوئے گندمی رنگ والا۔ بعض نے اُدۡمَةٌ کے معنی کئے ہیں سفیدی۔ یعنی سفید رنگ۔ بعض نے اَدَمَةٌ مادہ سے بنا ہوا مانا ہے۔ جس کے معنی ہیں اُسۡوَہ اور قُدۡوَہ۔ خصلت قابل اتباع اور قابل تقلید۔ آدم کے معنی ہوئے امام اور پیشوا یا مادہ اَدِیۡم سے ہے جس کے ایک معنی ہیں بالائی سطح زمین بالائی سطح زمین سے بنا ہوا۔ بعض نے ادم واَدَمَةٌ سے مانا ہے جس کے معنی ہیں۔ الفت اور موافقت۔ آدم کے معنی ہوئے اُلفت کرنے والا اور موافقت رکھنے والا۔ بہر کیف خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اس خلیفۂ اول کا نام مقرر فرمایا ہے۔ اس کے اسمی مادے کی پڑتال اور اس کے عربی، غیر عربی ہونے کی بحث عبث نہیں تو زائد ضرور ہے۔ اس طرح کا نام نیکی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے رکھا۔

اَلۡاَسۡمَآءَ: جمع اسم کی ہے۔ یہ باعتبار اپنے مادے کے شے کی علامت اور دلیل ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے شے دوسری اشیاء سے الگ ہوتی ہے۔ تعلیم اسماء سے امام نے مراد لی ہے بقول بعض کے، اشیاء کے خواص اور صفات، یہ سب پڑھا دیئے اور بتا دیئے۔ قول دوم۔ تمام مختلف زبانیں جو اولاد آدم بولتے ہیں عربی، فارسی، عبرانی وغیرہ۔ علامہ نے کسی قدر بیان کے بعد وَالۡحَقُّ عِنۡدِیۡ کہہ کر لکھا ہے کہ تمام اشیاء آسمانی وارضی، جس جس نوع کی تھیں وہ پڑھائیں، اور بتائیں، منصب خلافت اسی کا مقتضی تھا۔ معنی ہوئے پڑھا دیئے اللہ نے نام صفات اور خواص اشیاء ہماری اور ارضی کے آدم کو۔

عَرَضَهُمۡ: عرض مصدر سے فعل ماضی ہے مثل باب ضَرَبَ کی۔ اس کے معنی ہیں ظاہر کرنا دکھانا پھر وہ اشیاء ملائکہ کے

Marfat.com

سامنے ظاہر کیں، دکھائیں، پیش کیں۔

اَنْبِئُوْنِیْ: اِنْبَاءٌ مصدر باب افعال سے امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں خبر دینا یا بتانا، کبھی مراد ہوتی ہے اس بات کی خبر دینا جس میں فائدہ عظیم ہو مگر یہاں پہلے ہی معنی مراد ہیں کہ مجھے ان کے اسماء کی خبر دو۔

اَبٰی: مصدر اِبَاءٌ و اِبَاءَۃٌ سے فعل ماضی ہے اس کے معنی قاموس میں لکھے ہیں مکروہ سمجھنا، ناپسند جاننا، معنی ہیں اس نے ناپسند سمجھا، اور نہ کیا۔ صراح میں اِبَاءٌ مصدر باب فَتَحَ سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں سر پھیرنا، نہ ماننا، علامہ نے اس کے معنی لکھے ہیں۔ کام پر طاقت رکھتے ہوئے ناپسندیدگی سے رُک جانا، نہ کرنا۔

اِسْتَکْبَرَ: باب استفعال اِسْتِکْبَار سے فعل ماضی ہے۔ باب اِسْتِکْبَار تَکَبُّر کے معنی میں آجاتا ہے جیسے یہاں ہے۔ ان پر دو کے معنی ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، اور سرکشی کرنا۔ اس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا، اور سرکشی کی۔

اَلْجَنَّۃَ: لغت میں اس کے معنی ہیں چاردیواری سے گھرا ہوا درخت دار قطعہ۔ مراد ہے باغ اس جنت میں کئی قول ہیں۔ اول ابوالقاسم بلخی اور ابومسلم اصفہانی کا قول ہے کہ یہ جنت زمین کے کسی علاقے میں تھی۔ دوم جبائی کا قول ہے کہ یہ جنت ساتویں آسمان پر تھی۔ قول سوم، جمہور کا قول ہے کہ یہ جنت وہی جنت ہے جو دارالجزاء اور دارالثواب ہے۔ قول چہارم، یہ تینوں قول ممکن ہیں مگر ان کے دلائل ضعیف ہیں اور باہم تعارض رکھتے ہیں اس واسطے بجائے کسی ایک پر یقین رکھنے کے توقف بہتر ہے۔ مگر راقم الحروف عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ، کے نزدیک جمہور کا قول تسلیم کرنا اور اس پر تعین رکھنا صحیح ہے۔

فَاَزَلَّھُمَا: اِزْلَال باب افعال سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں پھسلا دینا۔ پھسلا دیا اُن ہر دو کو شیطان نے۔

اِھْبِطُوْا: ھَبْط ھُبُوْط سے فعل امر جمع حاضر ہے اس کے معنی ہیں اُترنا۔ بلندی سے نیچے اُترنا۔ نیچے اُتر جاؤ۔ اور اگر وہ جنت زمین پر تھی تو معنی ہیں باہر نکل جاؤ۔

مُسْتَقَرٌّ: اِسْتِقْرَار مصدر باب استفعال سے اسم مصدر اور اسم ظرف مکان ہونے کا احتمال رکھتا ہے مگر یہاں اسم ظرف مکان ہی مراد ہے، قرارگاہ، جائے قرار۔

مَتَاعٌ: لُغت میں اس کے معنی ہیں چاندی سونے کے سوا دوسرا ہر قسم کا دنیاوی سامان جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور کچھ عرصے کے بعد خواب اور ناقابلِ استعمال ہوجاتا ہے۔ تمہارے لئے زمین میں قرارگاہ ہے اور برتنے کا سِامان ہے۔

فَتَلَقّٰی: تَلَقِّیْ باب تَفَعُّل سے فعل ماضی ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں پکڑ لینا، لے لینا، قبول کرنا یعنی پکڑ لئے، قبول کر لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات۔

اِسْرَآءِیْلَ: حضرت یعقوب علیہ السلام کا اسم مبارک تھا۔ اِسْرَا عبرانی زبان میں رجل یا عبد کے معنی ہمیں ہے اور اِیْل کے معنی ہیں اللہ۔ اللہ کا مرد، اللہ کا بندہ۔

نِعْمَتِیَ: نِعْمَتُ اُس منفعت کو کہتے ہیں جو دوسرے کو صرف بطور احسان کے پہنچائی جائے انسان کے حق میں تمام فائدہ

Marfat.com

مندا امور خواہ کسی قسم کے ہوں حق تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہیں۔میری نعمت یاد کرو۔

فَارْهَبُوْنِ: مصدر رَهْبٌ و رَهْبَةٌ سے امر حاضر جمع ہے۔نُون وقایہ اور یائے متکلم محذوف مفعول ہے۔بمعنی ڈرنا۔باب عَلِمَ سے۔حکم ہے،مجھ سے ڈرو۔

لَاتَلْبِسُوْا: لَبْسٌ مصدر سے نہی جمع حاضر ہے۔باب اس کا ضَرَبَ اور عَلِمَ سے آتا ہے۔اس کے ایک معنی ہیں خلط ملط کرنا۔حقیقت کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔

مَعَ الرّٰكِعِيْنَ: رکوع مصدر سے اسم فاعل جمع ہے۔رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔اس کے تین مطلب ہیں۔ اول اہلِ توراۃ کی نماز میں رکوع نہ تھا۔لہٰذا ان کو حکم ہوا کہ مسلمان ہو کر مسلمانوں جیسی نماز ادا کرو۔دوم انہیں کو حکم ہے کہ اسلام لانے کے بعد باجماعت نماز ادا کرو۔سوم رکوع کے ایک معنی خضوع اور تواضع کرنا ہے۔ان کو حکم ہے کہ تمرد اور استکبار چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ اُن جیسا خضوع اور تواضع اختیار کرو۔

بِالْبِرِّ: امام نے لکھا ہے کہ بِرٌّ تمام اعمالِ خیر کا جامع اسم ہے۔یعنی ہر قسم کے نیک عمل کو بر کہہ سکتے ہیں۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ: ھَا ضمیر کے مرجع میں تین احتمال ہیں۔اول اس کا مرجع صَلوٰۃ ہے یعنی نماز ایک ثقیل اور بھاری شے ہے۔دوم استعانت طلب کرنا دشوار شے ہے۔سوم تمام امور کی بجا آوری جو یہود کو یہاں تک فرمائے ہیں اُن کی طرف یہ ضمیر راجع ہے۔یعنی خشوع رکھنے والوں پر یہ تینوں امور دشوار اور بوجھل نہیں۔

فَضَّلْتُكُمْ: تفضیل مصدر باب تفعیل سے فعل ماضی متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں کسی کو کسی پر بڑائی دینا۔یعنی میں نے تم کو اہلِ عالم پر بڑائی دی۔فضیلت دی۔

لَاتَجْزِىْ: جَزْیٌ و جَزَآءٌ۔ بدلہ دینا ادا کرنا سے مضارع منفی غائب ہے،معنی ہیں کوئی شخص کسی شخص کی طرف بدلہ نہ دے گا،یا کچھ ادا نہ کرے گا۔

شَفَاعَةٌ: یہ کلمہ شَفْعٌ سے بنا ہے۔شَفْعٌ ضد ہے وَتْرٌ کی۔شفیع دوسرے شخص کو وتر سے شفع بنا دیتا ہے۔یعنی پہلے صاحب حاجت شخص اکیلا تھا۔وتر اور طاق اب اس کے ملنے سے شفع اور جفت بن گیا۔یہ کچھ تو شافع اور شفیع کی وجہ تسمیہ میں ہے۔ اب شَفَاعَة اس میں اسم ہے۔اس کے معنی ہیں کسی دوسرے کے واسطے کوئی شے مانگنا،یا سوال کر کے دلانا،یا اس کا کوئی کام،یا کوئی مطلب دوسرے سے پورا کرانا۔

عَدْلٌ: فدیہ،سربہا۔

نَجَّيْنَا: تَنْجِية و نَجَاتٌ اور اِنْجَاءٌ باب تفعیل اور افعال کے مصدر ہیں۔نَجَّيْنَا فعل ماضی متکلم ہے۔مصدر کے معنی ہیں خلاصی دلانا،بچانا۔ہم نے نجات دی تم کو۔بچایا تم کو۔

يَسُوْمُوْنَكُمْ: سَوْم مصدر سے فعل مضارع جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں مشکل اور بامشقت کام کی تکلیف دینا۔وہ

Marfat.com

تم کو مشکل کاموں کی تکلیف دیتے تھے۔

سُوْٓءَ: مصدر سَاءَ کی بمعنی سَیّیٔ سخت بدتر۔

یَسْتَحْیُوْنَ: اِسْتَحْیَاءٌ باب استفعال سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک زندہ چھوڑنا، جیتا رکھنا۔ دوم شرمگاہ دیکھنا۔ پہلے معنی حیات مادے سے ہیں۔ دوسرے حیاء سے، جس کے معنی ہیں فرج۔ شرمگاہ۔ ظالم حمل تلاش کرتے تھے۔ بچوں کو قتل کرنے کے لئے کہ بے خبری میں کوئی بچہ رہ نہ جائے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔

بَلَآءٌ: اس کے معنی ہیں امتحان لینا۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے تو کبھی اس سے نعمت مراد ہوتی ہے، اور کبھی ضرر اور کبھی دونوں۔ یہاں فرعونیوں کی تکلیفیں مراد لی جائیں، تو یہ امتحان ہے صبر معلوم کرنے کا۔ اور اگر نجات مراد لیں تو نعمت مراد ہے۔

فَرَقْنَا: فَرْقٌ، فُرْقَانٌ مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کا باب نَصَرَ کی طرح آتا ہے، اس کے معنی ہیں جدا کرنا اور جب ہم نے جدا کر دیا پانی یعنی سمندر کو اور درمیان میں عبور کی راہیں بنا دیں۔

فُرْقَانٌ: مصدر ہے بمعنی اسم فاعل، فرق کرنے والے یہاں مراد ہے عصا۔ ید اور دوسرے معجزات۔

بَارِئِکُمْ: بَارِئٌ۔ خالق مخلوق کو عیوب سے بری پیدا کرنے والا۔ خالق عام ہے یہ خاص ہے۔

اَلصّٰعِقَةُ: قاموس میں اس کے کئی معنی ہیں۔ موت، مہلک عذاب، عذاب کی سخت آواز، یہاں یہ تینوں مراد ہو سکتے ہیں۔

غَمَامٌ: بادل، ایک قول ہے سفید باریک بادل۔ بقول مجاہد ٹھنڈا باریک بادل۔

اَلسَّلْوٰی: بقول خلیل جمع ہے سَلْوَاةٌ کی۔ اور بقول کسائی واحد ہے اس کی جمع ہے سَلْوٰی اور بقول اخفش واحد اور جمع دونوں کی لئے آتا ہے۔ اور بقول ضعیف جمع ہے اس کا واحد کوئی نہیں۔ پرندہ ہے بٹیر جتنا یا بٹیر ہی ہے۔ شام سے ذرا پہلے آسمان کی طرف سے آتے حسبِ ضرورت پکڑ لیتے۔

اَلْمَنَّ: بقول علامہ اس کے معنی ہیں ترنجبین شیریں تُرشی لئے ہوتی تھی۔ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہر روز سوائے ہفتہ کے مثل شبنم کے گرتی۔ ہر ایک شخص بقدرِ ضرورت لے لیتا یا ایک صاع کے مقدار لینے کا حکم تھا۔ ہفتے کا حصہ بروز جمعہ لے لیتے۔ یہ اسم جنس ہے اس کا واحد نہیں ہے۔

رَغَدًا: بافراغت، کھلے طور پر، بغیر کسی پابندی کے۔

حِطَّةٌ: ترکیب میں خبر ہے مبتدا کی۔ جو مَسْئَلَتُنَا ہے یعنی ہمارا سوال حِطَّةٌ ہے۔ بقول اصم یہ اہلِ کتاب کا لفظ ہے۔ عربی کے اس کے معنی معلوم نہیں مگر ہمیں قفال کا قول درست معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی ہیں اَللّٰهُمَّ حط عنا ذنوبنا۔ یا اللہ ہم سے ہمارے گناہ معاف فرما دے۔ صاحبِ کشاف کی تاویل سے بھی یہی معنی نکلتے ہیں۔

رِجْزًا: سخت تر عذاب۔

Marfat.com

فَانۡفَجَرَتۡ: انفجار مصدر سے فعل ماضی مونث ہے۔ پھٹ جانا، پھوٹ پڑے۔

اُنَاسٍ: جمع اِنۡسٌ کی۔ انسان۔ علامہ نے لکھا ہے کہ جمع ہے۔ اس کا واحد اس کے لفظ سے کوئی نہیں۔

لَاتَعۡثَوۡا: مصدر عُثِیٌّ سے نہی حاضر جمع ہے اس کے معنی ہیں بہت زیادہ فساد کرنا، یا بے حد کفر و تکبر کرنا۔ یعنی فساد، کفر اور تکبر نہ کرو۔

بَقۡلٌ: سبز ترکاریاں۔ یہ جمع ہے بَقۡلَة کی اور بقل کی جمع آتی ہے بقُول۔

قِثَّآئِهَا: جمع ہے قِثَّاءَ ۃٌ کی۔ ککڑی۔ ککڑیاں۔

فُوۡم: جمع ہے فُوۡمَة کی۔ گندم۔ گیہوں اور باقی روٹی بنائے جانے والے غلے بھی اس میں شامل ہیں۔ مراد ہے اناج۔

عَدَسٌ: مسور۔ پھر اس میں تمام قسم کی دالیں شامل ہیں۔

بَصَلٌ: پیاز۔ واحد ہے بَصَلَة۔

وَبَآءُوۡ: امام نے اس کے معنی تین طرح کئے ہیں۔ اول بَوۡءٌ مصدر سے ماضی جمع مذکر غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں رجوع کرنا۔ انہوں نے رجوع کیا۔ مراد ہے آ گئے، ہو گئے اللہ کے غضب میں۔ دوم بَوۡءٌ کے معنی ہیں برابر کرنا۔ تَبۡوِیَةٌ مراد ہے برابر ہو گیا ان پر اللہ کا غضب۔ سوم بَآءُوۡا اِسۡتَحَقُّوۡا مستحق ہو گئے اللہ کے غضب کے۔

یَعۡتَدُوۡنَ: اِعۡتِدَآءٌ باب افتعال سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں حد سے بڑھنا۔ وہ معصیت میں حد سے بڑھ رہے تھے۔

وَالصّٰبِئُوۡنَ: صَ بَ ءَ. صُبُوۡءٌ مصدر سے جمع مذکر سالم اسم فاعل ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں ہو جانا۔ یعنی تبدیل مذہب کرنے والے مراد ہیں بقول مجاہد و حسن بصری مجوس سے ایک فرقہ تھا۔ بقول قتادہ ایک ملائکہ پرست قوم تھی۔ سورج کی طرف منہ کر کے ہر روز پانچ نمازیں پڑھتے تھے۔ قتادہ ہی کا قول ہے کہ مذہب پانچ ہیں۔ صرف ایک اللہ رحمٰن کا ہے باقی چار شیطان کے۔ اہلِ ایمان و توحید مذہب اللہ رحمٰن والے ہیں۔ (۲) صابئون ملائکہ پرست (۳) مجوس۔ آتش پرست۔ (۴) یہود۔ (۵) نصاریٰ۔

مِیۡثَاقَ: عہد۔

فَارِضٌ: بڑی عمر کی، بوڑھی۔

بِکۡرٌ: بچی۔ بالکل نو عمر۔

عَوَانٌ: درمیانی عمر کی۔

فَاقِعٌ: گوڑھا زرد رنگ۔

تَسُرُّ: سُرُوۡر مصدر سے مضارع مونث غائب ہے۔

Marfat.com

تَسُرُّ: سُرُوْر مصدر سے مضارع مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں خوش کرنا، خوش کرتی ہے دیکھنے والوں کو۔ علامہ نے لکھا ہے کہ سُرُوْر، حبور اور فرح کے معنی قریب قریب ہیں۔ سرور دل میں ایک لذت ہوتی ہے جو کسی نفع حاصل ہونے سے یا اس کی امید سے، یا کسی تعجب آمیز چیز سے حاصل ہوتی ہے۔ دل ہی تک یہ محدود رہتی ہے۔ حبور بھی ایک دلی لذت ہے، مگر اس کا اثر چہرے اور رخسارے سے نمایاں ہوتا ہے۔ فرحت بھی ایک لذت ہے دل میں مگر اس کا اثر ہاتھ پاؤں کی حرکت پر پڑتا ہے، جس سے چھچھوراپن پیدا ہوتا ہے۔ سرور اور حبور دونوں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، اہلِ جنت کو یہ دونوں چیزیں نصیب فرمائیں گے۔ مگر فرحت کا صیغہ صفت فَرِحٌ ہے۔ یعنی فرحت والا۔ اللہ عزوجل کو اس طرح کا شخص ناپسند ہے۔

تُثِيْرُ: اِثَارَةٌ سے مضارع مونث غائب ہے۔ اِثَارَةٌ۔ ثَوْرٌ و ثَوَرَانٌ مصدر بمعنی گرد اٹھنا سے، باب افعال ہے گرد اٹھانا۔ وہ گرد اُڑاتی ہے۔ مفسرین نے اس کلمۂ مبارک کے دو مطلب لکھے ہیں۔ اول لَا ذَلُوْلٌ کی نفی کے ماتحت رکھا ہے کہ نہ وہ ذلول ہے ذلت سے تابع کہ چھوٹا بڑا رسی پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے اور نہ وہ مٹی گرد اُڑاتی ہو۔ مراد ہے کہ زمین جوتنے میں بذریعہ ہل مٹی اُڑاتی ہو۔ یعنی نہ وہ ذلیل تابع ہو، اور نہ ہی زراعت کے کاروبار میں لگائی گئی ہو۔ دوسرا مطلب وہ گائے ذلول نہ ہو بلکہ نشاط اور خوش حالی میں دوڑتی بھاگتی اور اپنے سینگوں اور کھروں سے مٹی اُڑاتی پھرتی ہو۔ واقعی بعض دفعہ خوش حال گائے بیل نشاط میں ایسا کرتے دیکھے ہیں۔ ہمارے نزدیک دوسرا مطلب اولیٰ ہے۔

مُسَلَّمَةٌ: باب تفعیل سلام وتسلیم سے اسم مفعول مونث ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں، سلامتی دینا۔ یعنی سلامتی دی ہوئی بچی بچائی ہوئی عیوب سے یا بوجہ کام لئے جانے کے جسم پر داغ پڑنے سے یا رسی وغیرہ سے بندھی رہنے کی قید سے بلکہ آزاد چرنے والی ہو، یا خالص زرد رنگ میں دوسرے رنگ کا داغ رکھنے سے۔ یہ احتمال لَا شِيَةَ سے بھی موکد فرمادیا ہے۔

لَا شِيَةَ: یہ کلمہ مبارک مصدر ہے مثل عِدَة کی۔ اصل میں وَشْی تھا لفیف مفروق۔ اس کے معنی ہیں نشان یا ایک رنگ میں کسی دوسرے رنگ کا تھوڑا بہت حصہ۔ اس کے ایک معنی ہیں کپڑے پر رنگ دار پھول بنانا۔ مگر یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

فَادّٰرَءْتُمْ: دَرْءٌ بمعنی دور کرنا دفع کرنا سے باب تَفَاعُلٌ تدَارُءٌ بنا۔ پھر ت کو د بنا کر ادغام کیا، حسب ضرورت شروع میں ہمزہ لگا کر اِدَّارُءٌ بنا۔ اس کے معنی ہیں اختلاف کرنا اور دور کرنا۔ اس سے فَادّٰرَءْتُمْ فعل ماضی جمع مخاطب ہے۔ اس کے معنی ہیں اختلاف کیا تم نے اس میں، اور ہر ایک نے اپنے سے الزام دور کیا یا یوں سمجھے کہ فَادّٰرَءْتُمْ اصل میں تَدَارَءْتُمْ تھا، عربی علم صرف کا قاعدہ ہے کہ جس کلمے میں دال اور ت جمع ہوں تو ''ت'' کو ''د'' بنا کر ادغام کرتے ہیں چونکہ شروع کی تْ سے بنی ہوئی دال بوجہ ادغام ساکن ہے۔ ضرورتاً ہمزہ لگا کر اِدَّارَءْتُمْ پڑھا۔

اِضْرِبُوْهُ: اس میں ہٗ ضمیر کا مرجع نَفْسًا ہے۔ بتاویل شخص یا انسان۔ کیونکہ نفس مونث ہے اور ہٗ ضمیر مذکر۔ لہٰذا نفس کو شخص یا انسان مان کر مرجع ٹھہرایا۔ مارو اس کو۔

Marfat.com

قَسْوَۃً: مصدر ہے قَسْوٌ۔ قَسَاذَۃٌ۔ دل کی سختی اس کا باب مثل دعا یدعو کی آتا ہے۔

یُحَرِّفُوْنَ: تحریف باب تفعیل سے مضارع جمع غائب ہے۔ قفال نے تحریف کے معنی کئے ہیں کسی شے میں تغیر تبدل کرنا۔ ادل بدل کرنا۔ امام نے قاضی کا قول لکھا ہے کہ تحریف لفظ میں ہوتی ہے یا معنی میں۔ یہاں لفظی تحریف مراد لینا اولیٰ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اسی کی مؤید ہے کہ انہوں نے اس میں کمی زیادتی کی۔ ایک قول میں یہ فعل ان یہود علماء کا تھا جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے۔

اَمَانِیَّ: جمع اُمْنِیَّۃٌ۔ امام نے اس کے چند معنی کئے ہیں۔ اول انسان اپنے دل میں خیال پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کے واقع ہو جانے کا دل میں اندازہ لگاتا ہے اور اس کے متعلق دل میں باتیں بناتا ہے، ایسے خیال کو اُمْنِیَّۃَ کہتے ہیں۔ ہوتے ہوتے کثیر ہو کر اَمَانِیَّ بنتے ہیں۔ دوم مختلف قسم کے جھوٹ اپنے عالموں سے سن کر پلے باندھ لئے اور ان پر جم گئے۔ سوم اَمَانِیَّ سے مراد ہے جو کچھ پڑھتے ہیں۔ امام نے صاب کشاف کا قول نقل کیا ہے کہ مُنٰی بمعنی قَدَّرَ سے اس کا اشتقاق ہے۔ مقدر کیا کیونکہ متمنّی اپنے دل میں اندازہ کرتا ہے، اور تجویز کرتا ہے۔ اسی طرح بات گھڑنے والا اور کچھ پڑھنے والا کلمات کا باہم اندازہ لگاتا ہے۔ لہٰذا اَمَانِیَّ سے مراد ہوئی اُن کی قرأت اور پڑھائی۔ مگر ابو مسلم اصفہانی کا قول ہے کہ امانی کو تمنیٰ قلبی پر محلول کرنا اولیٰ ہے۔ قرآن مجید کی چند آیات تائید میں پیش کی ہیں۔ مطلب ہے کہ یہود اپنی کتاب توراۃ کو سوائے اپنی من گھڑت خیالی تمناؤں کے، یا سوائے چند جھوٹی سنی سنائی دل میں جمائی ہوئی باتوں کے یا سوائے صرف سرسری اس کے پڑھ لینے کے اور کچھ نہیں جانتے۔

وَیْلٌ: مصدر ہے۔ اس کے اس لفظ سے کوئی فعل نہیں آتا۔ اس کے معنی ہیں فضیحت اور حسرت بقول خلیل بہت سخت شر۔ بقول ابن مفضل غم۔ بقول دیگراں ہلاکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت میں ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں کافر چالیس خریف کے عرصے تک گرتا ہی چلا جائے گا۔

اِحْسَانًا: بِالْوَالِدَیْنِ متعلق ہے فعل مقدر کے وتُحْسِنُوْنَ یا اَحْسِنُوْا یعنی ہم نے کہا احسان کرو ماں باپ سے اچھی طرح۔

ذِی الْقُرْبٰی: قُرْبیٰ مصدر ہے مثل رُجعیٰ کی اس کے معنی ہیں رحم کی اور صلب کی قرابت، یعنی مادری پدری رشتہ دار۔

یَتٰمٰی: جمع یتیم کی۔ یتیم کے معنی ہیں منفرد ہونا، ایک قول ہے غافل ہونا۔ ایک قول ہے دیر کرنا۔ وہ بچہ منفرد ہوتا ہے یا اس پر احسان کرنے سے غفلت کی جاتی ہے یا دیر کی جاتی ہے پھر یتیم انسانوں میں وہ نابالغ لڑکی لڑکا ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو گیا ہو۔ بعد بلوغ یتیم نہیں شمار ہوتا۔ حیوانات میں جس کی ماں نہ ہو اور پرندوں میں جس کے دونوں نہ ہوں۔

حُسْنًا: اس میں اور بھی قرأتیں ہیں۔ اخفش نے اس کی تاویل کی ہے قَوْلاً ذَا حُسْنٍ نیز چونکہ حُسْنٌ مصدر ہے۔ لہٰذا قَوْلًا حُسْنًا مثل زَیدٌ عَدْلٌ کی بھی ہو سکتی ہے۔

لَا تَسْفِکُوْنَ: سَفْکٌ بمعنی خون کرنا۔ قتل کرنا سے فعل مضارع مخاطب منفی۔ اس کا باب مثل ضَرَبَ کی ہے۔ تم باہم

Marfat.com

خوں ریزی نہ کرنا یا اس طرح معنی ہیں کہ تم خوں ریزی نہ کرو گے۔

تَظٰهَرُوْنَ: مصدر تَظَاهُرٌ باب تفاعل سے مضارع جمع حاضر ہے۔ مصدر کے معنی ہیں باہم ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ تم باہم مدد کرتے ہو۔

اِثْم: گناہ۔ گناہ کا کام علامہ نے لکھا ہے ایسے کام کو جس کا کرنے والا ملامت اور مذمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اثم کہتے ہیں۔

اَلْعُدْوَانِ: مصدر ہے مثل غُفْرَان کی حد سے بڑھ کر زیادتی کرنا۔ ظلم کرنے میں حد سے بڑھنا۔

اُسٰرٰی: جمع اَسِیْر۔ اَسْرٌ بمعنی قید کرنا سے صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول ہے۔ ماسور قید کیا ہوا۔

تُفٰدُوْا: مصدر مُفَادَاةٌ سے مضارع جمع حاضر ہے۔ مصدر کے معنی ہیں کسی کو چھڑانے کے لئے کچھ معاوضہ دینا یعنی جب وہی تمہارے خود نکالے ہوئے بھائی بند دوسرے کے ہاتھوں قید ہو کر تمہاری طرف آتے ہیں تو فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو۔ یہ کون سا نیکی کا کام ہے۔

قَفَّيْنَا: تَقْفِيَةٌ۔ مصدر باب تفعیل سے فعل ماضی متکلم ہے۔ مصدر کے معنی ہیں پیچھے کر دینا، پیچھے بھیجنا۔ ہم نے موسیٰ کے بعد اس کے پیچھے پیغمبر بھیجے۔ روح المعانی میں ہے چار ہزار تھے۔ بقول بعض ستر ہزار۔ سب شرع موسوی پر تھے۔

اَلْبَيِّنٰتِ: جمع بَيِّنَةٌ کی۔ مونث بَيِّنٌ کی جو صفت مشبہ ہے بیان مصدر سے۔ ماضی اس کی بیان ہے واضح ہونا۔ بَیِّنَةٌ کے معنی ہیں بہت واضح ظاہر۔ اسم فاعل بہت ظاہر ہونے والی۔ بہت واضح ایسے کھلے معجزات تھے جو ہر ایک کے نزدیک معجزہ کہے جا سکتے تھے۔

رُوْحُ الْقُدُسِ: یہ اعزازی نام ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا۔ اس کی دو جزیں ہیں۔ روح اور قدس۔ یہاں یہ مراد ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ میں امام نے کچھ وجوہ لکھے ہیں۔ مگر ان وجوہ میں کچھ تکلف ہے۔ ہم ذکر نہیں کرتے۔ پروردگار کا فرمایا ہوا ہے۔ وجہ فرمائے تو خود فرمائے۔ ورنہ ہر ایک نکال لے۔ قُدُّسٌ اللہ عزوجل کا صفاتی اسم ہے۔ اس کی طرف الروح الامین کو بوجہ عزت وشرف کے مضاف فرمایا ہے۔ یعنی ذات پاک سے نسبت اضافت رکھنے والے شرف یافتہ روح سے ہم نے اس کی مدد فرمائے رکھی یا انجیل مراد ہے یا وہ اسم مراد ہے جس سے آپ مردہ زندہ کرتے تھے مگر مراد اول اصح ہے۔

لَاتَهْوٰٓى: علامہ نے لکھا ہے کہ هَوِیَ یَهْوٰی مثل رَضِیَ یَرْضٰی کی۔ مصدر هَوٰی اس کے معنی ہیں محبت کرنا۔ صراح میں اس کے معنی خواہش اور چاہت کے لکھے ہیں۔ یعنی پیغمبر وہ امور لائے جو تمہارے نفس نہیں چاہتے تھے۔

اِسْتَكْبَرْتُمْ: اِسْتِکْبَار باب اِستفعال سے فعل ماضی جمع مخاطب ہے۔ یہاں یہ بابت موافقت تفعل کے معنی ہیں استعمال ہوا ہے۔ بمعنی تَكَبَّرْتُمْ۔ تم نے تکبر کیا۔

غُلْفٌ: جمع اَغْلَف کی مثل حُمْر جمع اَحْمَر کی۔ اغلف کے معنی ہیں نہ سمجھنے والا یا جمع ہے غلاف کی۔ علامہ نے مراد لکھی

Marfat.com

ہے کہ ہمارے دل پیدائشی فطرتی ایسے پردوں میں ہے کہ جو کچھ (نیا دین اسلام) تو لایا ہے وہ ان میں سرایت نہیں کرتا۔ یا یہ کہ توراۃ کے علوم سے جو ہم محفوظ رکھتے ہیں۔ ڈھانپے ہوئے ہیں تیری باتیں ان میں نہیں پڑتیں۔ یا فطرت کی سلامتی سے ایسے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہمارے قلوب علوم کے خلاف ہیں۔ ہر علمی بات قبول کر لیتے ہیں۔ اگر تیری باتیں علمی ہوتیں تو ہمارے دلوں میں بیٹھ جاتیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قتادہ اور سدی کا یہی قول ہے یا یہ کہ دینیعلوم سے بھرپور ہیں اور بات نئے دین کی ان میں سماتی ہی نہیں۔ ہم اپنے پاس کے علوم کے سبب غیر سے مستغنی ہیں۔

بَغْيًا: مصدر ہے۔ اصل معنی اس کے طلب کرنا ہیں۔ پھر طلب کے انواع مختلف ہیں۔ اگر کسی کی نعمت کا زوال طلب کریں تو حسد ہوگا اور طلب تجاوز علی الغیر ظلم ہوگا۔ طلب شہوت خلاف حکم شرعی کے زنا ہوگا۔ طلب خواہش خلاف ارباب حکومت بغاوت ہوگا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں یعنی حسد، ترکیب ہیں مفعول لہٗ ہے۔ یعنی واسطے حسد کے۔

اُشْرِبُوْا: اِشْرَاب مصدر باب افعال سے فعل ماضی مجہول جمع ہے۔ صراح میں لکھا ہے اَشْرَبَ فِیْ قَلْبِهٖ حُبَّهٗ ڈالی اُس نے اپنے دل میں فلاں کی محبت۔ یہاں مراد ہے ڈال دی گئی اُن کے دلوں میں بچھڑے کی محبت۔

خَالِصَةً: خلص خلوص مصدر سے اسم فاعل مونث ہے جس کے معنی ہیں سادہ، اور بغیر ملاوٹ کے ہونا۔ اس کا باب ہے مثل نَصَرَ کی۔ یعنی دارِ آخرت تمہارے لئے مخصوص ہے تو مرنے کی تمنا کرو تا کہ جلد وہاں پہنچو۔

بِمُزَحْزِحِهٖ: زَحْزَحَةٌ مصدر باب رباعی مجرد مضاعف فَعْلَلَةٌ سے اسم فاعل ہے۔ مصدر کے معنی ہیں دور کرنا۔ معنی ہیں بڑی عمر دیا جانا۔ ان کو عذاب آخرت سے دور کرنے والا نہیں ہے۔

تَتْلُوْا: تِلَاوَة بمعنی قرآن مجید پڑھنا مصدر سے مضارع مونث غائب باب مثل نَصَرَ کی جو پڑھتے تھے شیطان سلیمان کے زمانے میں۔

اَلشَّيٰطِيْنُ: جمع ہے شیطان کی۔ یہاں شیاطین سے مراد لینے میں اختلاف ہے۔ (۱) اکثر قائل ہیں کہ شیاطین جن مراد ہیں۔ وہ اس طرح کی آسمانی چوری کی ہوئی خبریں کاہنوں کو بتاتے تھے وہ لکھ لیتے تھے۔ اس طرح کتابی صورت میں آکر پڑھی پڑھائی جانے لگیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں رائج ہوگئیں۔ ان کی وفات کے بعد مشہور کر دیا کہ آپ کی بادشاہی اسی کلام کی تاثیر سے تھی۔ (۲) بعض کا قول ہے کہ شیاطین انسانی مراد ہیں۔ وہ اس طرح کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے کچھ مخصوص علوم کسی مصلحت سے دفنا دیئے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد بعض منافق لوگوں نے اس مدفون علوم میں جادو کے الفاظ بکثرت شامل کر کے لوگوں میں اشاعت کی اور رواج دیا۔ (۳) ہر دو قسم کے شیاطین مراد ہیں۔ یعنی ان دونوں نے سحر کی اشاعت میں شامل ہو کر پڑھنے پڑھانے کا رواج دیا۔

عَلٰی مُلْكِ سُلَيْمٰنَ: یہاں عَلٰی حرف جار فِیْ حرف جار کے معنی دیتا ہے اور ملک سے مراد عہد اور زمانہ ہے۔ یعنی سلیمان کے عہد میں ان یہود نے کتاب اللہ اصل توراۃ کو پس پشت ایسا ڈالا کہ گویا جانتے ہی نہیں اور اُس علم سحر و طلسم وغیرہ

Marfat.com

کے پیچھے پڑے جو عہدِ سلیمان علیہ السلام میں جنات اور انسانی شیاطین نے جاری کر رکھا تھا اور باہم پڑھتے پڑھاتے تھے۔ یہود میں مشہور تھا کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معمول ہے اور اُن کی بادشاہی اسی کی تاثیر سے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی بریت فرمائی اور یہ شیاطین کا عمل بتایا۔ اگلے کلمات میں یہی بیان ہے۔

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ: شیاطین الجن والانس لوگوں کو جادو پڑھاتے تھے۔ سحر کے متعلق علامہ نے جو کچھ روح المعانی میں لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ سحر مصدر ہے اس کا باب مثل فَتَحَ کی استعمال ہوتا ہے۔ یہ ایک عمل ہوتا ہے جس کے سیکھنے اور حاصل کرنے میں شرکیہ قبیح الفاظ سے شیاطین کی مدح کر کے ان سے قرب حاصل کیا جاتا ہے اور ان کی پوجا کر کے اور بدکرداریاں اور جرائم اپنے اوپر لازم کر کے ان کو اپنا بنایا جاتا ہے۔ ان سے محبت رکھنے کو اور ہر قبیح قول فعل کو جو اُن سے قریب کرے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ جب ان وسائل سے یہ عمل حاصل ہو جاتا ہے تو اس سے وہ عامل، لوگوں کے سامنے ایسا عمل کر دکھاتا ہے جو بظاہر خرق عادت کی طرح ہوتا ہے۔ یعنی ولی کی کرامت اور نبی کے معجزے کے مشابہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اس عامل میں اور اس کے اس عمل میں ایک ذرے کا لاکھوں حصہ بھی طہارت اور پاکیزدگی کا شائبہ نہیں ہوتا۔ بخلاف صاحبِ ولایت اور صاحبِ نبوت کے کہ وہ خود اپنی ذات میں طہارت اور پاکیزگی کا مجسمہ ہوتے ہیں اور ان کا عمل جو حق تعالیٰ ان کے ہاتھوں ظاہر فرماتا ہے، وہ طہارت کا راہنما ہوتا ہے۔ اعمالِ جادو کے نمونے میں ساحرانِ فرعون کا عمل پیش نظر لایا جاسکتا ہے۔ جادو کے علاوہ شعبدہ بازوں یا ہتھ ناٹک کرنے والوں کے اعمال کو مجازاً سحر کہا جاتا ہے۔ ورنہ اُن سے حیرانی اور تعجب میں ڈال کر کچھ وصول کرنے کے سوا کوئی اور مقصود نہیں ہوتا۔ یہ تمام کام بقول علامہ نووی حرام ہیں۔ پھر سحر کے معنی جمہور نے یہ کئے ہیں کہ بدتر آدمی کا چند خاص قبیح اور بدتر عمل بجالا کر ایک کام کرنا سحر کہلاتا ہے۔ ساحر یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ پانی کے اُوپر چل لیتا ہے، ہوا پر اُڑ لیتا ہے۔ کسی کو مار دیتا ہے۔ اگرچہ حقیقتاً یہ تمام افعال حق تعالیٰ کے ہیں مگر ساحر کے کسب سے ہوتے ہیں۔ اس واسطے اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ جادو کا عمل کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ بقول علامہ تفتازانی اس میں کسی کا اختلاف مروی نہیں۔ جب کسی کے ساحر ہونے کا پورا یقین ہو جائے تو امام اعظم کا فتوی ہے کہ اُسے قتل کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو انہوں نے لکھا کہ ہر ساحر اور ہر ساحرہ کو قتل کر دو۔ چنانچہ تین ساحرہ عورتیں قتل کر دی گئیں۔ ایک روایت ہے کہ اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر اُن کی لونڈی نے جادو کیا، پکڑی گئی تو مان گئی۔ اس کے اقرار پر حضرت ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبدالرحمٰن بن زید کو فرمایا چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا امام رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کی بنا ان روایات پر ہے۔ جادو پڑھنے پڑھانے میں علماء کبار کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض کے نزدیک مباح ہے۔ بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ جمہور کا قول ہے، کہ پڑھنا پڑھانا دونوں حرام ہیں۔ بعض نے اس کی تعلیم و تعلم کو واجب قرار دیا ہے جس کے چند وجوہ بیان کئے ہیں۔ مگر جمہور کے اتباع سے علامہ نے ان وجوہ کو ضعیف ثابت کر کے وجوب کو باطل قرار دیا ہے، اور آخر میں اپنا فیصلہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ میرے

Marfat.com

نزدیک حق بات اس کا حرام ہونا ہے۔ یعنی جادو کا علم پڑھنا پڑھانا دونوں باتیں حرام ہیں۔
وَمَآ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَكَيۡنِ: اور یہ یہود پیچھے ہوئے سحر کے جو کتابوں میں مروج تھا اور اس چیز کے جو بابل میں ہاروت ماروت نام کے دو فرشتوں کی وساطت سے انسانی امتحان کے واسطے نازل فرمایا گیا۔ ان ملائکہ کا نزول حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانے میں واقع ہونا لکھا ہے۔ یہ دونوں فرشتے جو شے حق تعالیٰ کی طرف سے اس وقت کے انسانوں کو جس خداوندی ہدایت کے مطابق سکھانے پڑھانے کے واسطے نازل ہوئے تھے مکمل طور پر بجالائے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں فرمادیا ہے۔ یہ چیز یہود میں کسی طرح قائم رہی۔ چنانچہ تورات ترک کر کے یہ لوگ اسی میں مشغول ہو کر منہمک رہے۔ اس واقعہ کے متعلق علامہ نے روح المعانی میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ بِبَابِلَ میں ب۔ فِیۡ کے معنی دیتی ہے۔ بابل میں اور بابل بقول ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نواح کوفہ میں ایک شہر تھا۔ ایک قول ہے عراق میں تھا۔ مشہور اور صحیح قول اول ہے اور وہ اُتارا ہوا سحر ہی تھا۔ اس راقم کے نزدیک جس سحر پر وَمَآ اُنۡزِلَ کا عطف ہے، وہ شیاطین کا ساختہ تھا۔ اُس میں کلمات شرکیہ قبیح اور نجس ہوں گے۔ اس ملائکہ پر اُتارے ہوئے سحر میں وہ کلمات نہ ہوں گے۔ ویسے نام دونوں کا ایک ہی ہے وَهُمَا وَاحِدٌ علامہ کا قول ہے کہ وہ دونوں ایک ہی تھے۔ ایک قول ہے کہ ملائکہ پر نازل کیا ہوا اُس سحر سے قوی التاثیر تھا۔ مجاہد کا قول ہے کہ کم تاثیر تھا۔ صرف زوجین میں تفریق تک ہی محدود تھا مگر معتبر قول اول ہے یہ دو فرشتے سحر پڑھانے سکھانے کے واسطے نازل ہوئے اور اس تعلیم میں بندوں کا امتحان کرنا تھا جس نے سیکھا اور اس پر عمل کیا وہ کافر ہو گیا اور جس نے سیکھ کر اس کو استعمال نہ کیا یا سیکھنے سے باز رہا اور اس کے درپے نہ ہوا، اس نے اپنا ایمان بچالیا۔ گویا پاس ہو گیا اس امتحان کا راز صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ انسان کا امتحان جس چیز سے چاہے، جس طرح چاہے، اپنی مخلوق میں سے جس کے ذریعے چاہے اور جس وقت چاہے، لے لے۔ لشکر طالوت کا امتحان بحالتِ عطش دریا سے لیا۔ قومِ لوط علیہ السلام کا امتحان ملائکہ کو بصورت نوعمر لڑکے بھیج کر لیا۔ اس اُمت کے مومنین اولین کا امتحان بحالتِ احرام شکار سے بصورت اردگرد دکھا دینے کے لیا۔ اگرچہ اب بھی یہ حکم باقی ہے مگر امتحان میں وہی رضوان اللہ علیہم شامل ہو کر کامیاب ہوئے۔ اسی طرح وہ امتحان اس زمانے میں بذریعہ ملائکہ لیا۔ انسانی صورت میں آئے ہوں گے کچھ خرق عادت دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف اور اپنے اس علم کی طرف متوجہ کر لیا ہو گا جب لوگ سیکھنے کے واسطے اُن کی طرف آنے لگے تو خداوندی ہدایت کے مطابق یہ سیکھنے اور پڑھنے والے پر واضح کر دیتے تھے کہ ہم تمہارے امتحان کے لئے ہیں تو سیکھ کر کافر نہ بن۔ پھر سیکھنے والے سیکھتے تو اس سے میاں بیوی کے درمیان فساد ڈالنے کا کام لیتے۔ ان سے ضرر دہ باتیں سیکھتے، وہ ضرر بھی اللہ تعالیٰ کے اِذن سے ہی ہوتا تھا۔ اس میں، اس علم، یا اس عامل کا کوئی اختیار نہ ہوتا تھا۔ یہ فرشتے کہاں رہے؟ کتنا عرصہ رہے؟ اللہ اعلم بالصواب۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ تفاسیر میں کوئی ذکر نہیں۔ یہ ہے ان ہر دو فرشتوں کا قابل تسلیم اور قابل اعتبار ذکر۔ ایک اور ذکر ہے جو عام مفسرین نے اپنے تفسیروں میں تحریر کیا ہے اور عوام میں

Marfat.com

مشہور ہے کہ دوفرشتے نازل ہوئے۔زہرہ نامی ایک عورت پر عاشق ہوگئے۔اُس نے اُن سے چند سخت کبیرہ گناہ کرائے اور اُن سے آسمان پر چڑھنے کے کلمات سیکھے۔آخر ان کو ان کبائر کی سزا اسی جہان میں دینے کو چاہِ بابل میں گرفتار کیا گیا، اور زہرہ آسمان پر چڑھ کر چمکنے لگی۔امام نے علامہ نے اور دیگر محققین نے اس کی سخت تردید کی ہے۔قاضی عیاض کا قول ہے کہ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت سقیم، یا صحیح وارد نہیں ہوئی۔علامہ نے امام کے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ یہ روایت فاسد ہے۔مردود اور غیر مقبول ہے۔شہاب الدین عراقی کے یہ الفاظ ہیں کہ جو شخص ہاروت ماروت دو فرشتوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ یہ دونوں زہرہ کے ساتھ کبیرہ گناہ کرنے کے سبب یہاں عذاب دیئے جارہے ہیں وہ اللہ عظیم کا کافر ہے۔ملائکہ معصوم ہیں اور زہرہ ستارہ دوسرے ستاروں کی طرح روزِ ازل سے موجود ہے۔البتہ علامہ سیوطیؒ نے امام احمدؒ۔ابن حبان اور بیہقی سے بکثرت روایات اس قصے کی بیان کی ہیں اور لکھا ہے کہ ان پر اطلاع پالینے والا شخص اس قصے کی صحت کو یقین کر لینے کے قریب ہو جاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ قصہ ہٰذا کثیر روایات میں آیا ہے۔بقول علامہ محققین نے ان روایات کے بیان کی وجہ یہ لکھی ہے کہ درحقیقت ان روایات میں یہود کے خرافات اور تقولات، من گھڑت باتوں کی ہو بہو نقل ہے۔اس قصے کی صحت مقصود نہیں۔روایت کا سند اور متن کے رو سے صحیح ہونا، اصل واقعہ کے غیر صحیح ہونے کے منافی نہیں۔لہٰذا امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول شہاب الدین عراقی کا رد نہیں کرتا۔ہاں اُن کی تردید کرتا ہے جو قائل ہیں کہ کوئی روایت نہیں آئی۔روایات کثیرہ ہیں لیکن یہود کے اقوال کی حکایت ہیں۔

فِتْــنَةٌ: اس کے معنی بہت سے ہیں، جن میں سے ایک ہے امتحان۔یہاں یہی مراد ہے۔یعنی ہمارا وجود تمہارے لئے امتحان کی شے ہے۔

فَلَاتَكْفُرْ: مصدر کُفُرٌ سے فعل نہی حاضر ہے۔تو اس پر اعتقاد رکھ کر، یا اس پر عمل کرنے کو جائز سمجھ کر کافر نہ ہو۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا: اس کا تعلق فَلَمَّا جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ کے ساتھ ہے۔یعنی ان یہود کو علم ہے، یہ جانتے ہیں۔

اِشْتَرٰىهُ: شَرْیٌ و شِرَاءٌ بمعنی خریدنا اور بیچنا سے باب افتعل اِشْتِرَآءٌ سے فعل ماضی غائب ہے۔بمعنی خریدا یعنی جس نے اس سحر کو خریدا اُس کے واسطے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

خَلَاقٍ: لغت میں اس کے معنی حصہ، بہرہ، بقول مجاہد یہی مراد ہے۔بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما مراد ہے قوام، پختگی۔بقول قتادہ قدر اور عزت۔

مَـاشَرَوْابِهٖ: شِرَآءٌ مصدر بمعنی خریدنا اور بیچنا سے فعل ماضی جمع غائب۔یہاں معنی بیچنا مراد ہیں۔بہت بُری ہے وہ شے جس کے ساتھ انہوں نے اپنے نفس بیچے۔جادو سیکھ کر دنیا کمائی اور ایمان و آخرت گنوائی۔

لَمَثُوْبَةٌ: ثواب سے مَفْعُلَةٌ کے وزن پر مصدر میمی ہے۔یہ اصل میں مَثْوُبَةٌ تھا، واؤ کا ضمہ ماقبل کو دیا تو مَثُوْبَةٌ ہوا۔بقول بعض اسم مفعول مونث ہے۔مَفْعُوْلَةٌ مَثْوُوْبَةٌ تعلیل سے مَثُوْبَةٌ ہوا۔مراد اس سے اجر اور جزا۔اچھے بُرے اعمال کی

Marfat.com

جزا کو کہتے ہیں لیکن محاورے میں اعمال خیر کے اجر کو ثواب اور مَثُوبَة کہتے ہیں۔

لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا: تم رَاعِنَا کلمہ استعمال نہ کرو۔ یہود مدینہ وغیرہ کے نزدیک یہ سخت بے ادبی کا لفظ تھا۔ پہلے پہلے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں باہم آہستہ استعمال کرتے تھے۔ قبل اسلام انصار کی زبان میں بھی یہ لفظ مروج تھا۔ لیکن ان کے نزدیک اس میں بے ادبی نہ تھی۔ غالباً متکلم کو اپنی طرف ملتفت کرنے کے واسطے بولتے تھے۔ یہود نے سنا تو آواز سے کہنے لگے اور باہم ہنستے تھے۔ سعد بن عبادہ نے سنا تو یہود کو سخت ڈانٹا۔ انہوں نے کہا، مسلمان بھی بولتے ہیں۔ تب مومنین کو اس سے روکا گیا۔ ایک قول ہے کہ یہود یہ کلمہ رَعُوْنَتَه سے مشتق مانتے تھے۔ جس کے معنی ہیں جہل اور حُمق، تو رَاعِنٌ کے معنی لیتے جہالت اور حماقت والا۔ مثل لَابِنٌ دودھ والا۔ تَامِرٌ تمر والا انصار میں یہ خیال بھی نہ ہوتا تھا۔ بظاہر لفظ ایک ارادے دو۔ لہٰذا صاف ارادے والوں کو روک کر بد ارادہ رکھنے والوں کی زبان سی دی۔ اس صورت میں رَاعِـنَـا کی توجیہ اس طرح ہوتی ہے۔ صِـرْتَ رَاعِـنَـا۔ اس کی تنوین اُڑا کر صِـرْتَ بھی گرا دیا۔ یعنی ہو گیا تو رعونت والا۔ یا اس کی ترکیب ہے۔ یَارَاعِنُ۔ ضمہ کی بجائے فتحہ دے کر الف مدصوت کے واسطے بڑھایا گیا رَاعِنَا ہوا۔

مَایَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا: وُدٌّ و وِدَادٌ مصدر سے یَوَدُّ مضارع واحد غائب ہے۔ اس کا باب مثل سَمِعَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے سے محبت کرنا اور اس کے حاصل ہونے کی تمنا کرنا۔ جب اس کا ذکر کیا جاتا ہے تو ایک معنی قصداً مراد ہوتا ہے، دوسرے تبعاً اور اگر صرف ایک ہی معنی مراد ہوں تو بصورت معنی اول اس کا مفعول مفرد ہوتا ہے جیسے وَدِدْتُ بَـكْـرًا۔ میں نے بکر سے محبت کی اور بصورت معنی ثانی اس کا مفعول جملہ تاویلاً مفرد ہو گا جیسے وَدِدْتُ اَنْ اَحْـفَـظَ الْقُرْآنَ۔ میں تمنا رکھتا ہوں کہ قرآن مجید حفظ کروں۔ آیتِ کریمہ کے معنی ہیں کہ نہیں محبت رکھتے اور نہیں تمنا رکھتے۔ اہل کتاب کافر اور مشرک کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر وحی نازل کی جائے۔

مِنْ خَیْرٍ: اس کے چند معنی ہیں یہاں وحی مراد ہے یعنی نبوت اور رسالت۔ اے مومنین تم کو ملے۔ خَیْرٍ سے مراد وَحْیٌ کے سوا قرآن مجید، یا نصرتِ الٰہی، مدد یا وہ تمام فضائل جو رحمت عالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہیں لئے جا سکتے ہیں۔

مَانَنْسَخْ مِنْ آیَةٍ اَوْنُنْسِهَا: (الآیۃ) مَا یہاں اِنْ شرطیہ کے معنی میں ہے، اس کے معنی ہیں اگر نَـنْـسَخْ نَسْخٌ مصدر سے مضارع متکلم ہے۔ مِنْ آیَةٍ بوجہ مَا ممیز کی تمیز کے حالتِ نصبی میں ہے۔ نُنْسِ، نَسْیٌ و نِسْیَانٌ سے مضارع متکلم ہے۔ اس آیت کے مطلب میں امام اور علامہ نے کچھ تفصیل کی ہے۔ ہم ان دونوں سے اخذ کر کے لکھتے ہیں۔ النسخ کے معنی لغت میں ہیں شے کو ہٹا دینا۔ قفال نے معنی کئے ہیں نقل کرنا اور حالت بدلنا۔ نسخ آیت کے معنی ہیں کہ اس کی قرأت کی آخری حد بیان کر دینا۔ یعنی اس کی قرأت کو بند کر دینا کہ آئندہ نہ پڑھی جائے یا آیت کے حکم کی حد بیان کر دینا یعنی پڑھی جائے مگر اس کے اندر کا حکم تعمیل میں نہ رکھا جائے یا دونوں صورتیں کی جائیں یعنی قرأت اور حکم دونوں ختم کئے جائیں۔ یہ ہر سہ قسم کی آیات لکھے ہیں۔ پہلی قسم کی۔ الشیخ والشیخته اذازنیا فار جموها البته نکالا من

Marfat.com

اللّٰہ واللّٰہ عزیز حکیم ۔اس کا حکم باقی تلاوت بند۔ حالانکہ بروایت عمرؓ پڑھی جاتی رہی۔ دوسری قسم کی آیت وَالَّذِیْنَ یتوفون منکم ویذرُوْنَ ازواجاً وصیّة لازواجهم متاعا الی الحول غیر اخراج پڑھی جاتی ہے مگر سال کی عدت کا حکم منسوخ ہے۔ تیسری قسم کی آیت بروایت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، عشر رضعات معلومات یحرمن۔ موجود رہی، پھر اس کی قرأت اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے۔ اس کے بعد اصل نسخ کے واقع ہونے میں اختلاف ہے بایں طور کہ یہود وقوع نسخ کے منکر ہیں۔ بعض عقلاً نقلاً دونوں وجہ سے، بعض عقلاً وقوع کے قائل ہیں نقلاً منکر ہیں۔ جمہور مسلمان عقلاً ونقلاً وقوع نسخ کے قائل ہیں یعنی جمہور اہل السنّت والجماعت قرآن مجید میں بعض آیات کا بطریق مذکورہ بالا منسوخ ہونا صحیح جانتے اور مانتے ہیں اور اپنے قول کو ان آیات کے نسخ سے ثابت کرتے ہیں۔ اول۔ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ آیت مذکورہ پارہ دوم رکوع ۳۱۔ اس کا حکم منسوخ ہے۔ دوم۔ آیت سورۃ مجادلہ رکوع ۲۔ پارہ ۲۸۔ اس میں حکم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرنا چاہو تو پہلے کچھ صدقہ کرلیا کرو۔ پھر منسوخ فرمایا گیا۔ تلاوت قائم رکھی، حکم منسوخ فرما دیا۔ سوم۔ آیت سورۃ انفال رکوع ۹۔ پارہ ۱۰۔ کی آیت میں ایک مسلمان مجاہد کو دس کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے کا حکم فرمایا۔ پھر اس کو منسوخ فرما کر اپنے سے دگنے تک کے سامنے ثابت قدم رہنا مقرر فرما دیا۔ تلاوت باقی حکم منسوخ چہارم تبدیل قبلہ دوسرے پارے کے آغاز میں اس کی تفصیل۔ اس قسم کی آیات سے جمہور نے اپنا قول ثابت کیا ہے کہ قرآنِ مجید میں نسخ ہے۔ یہ کچھ تو نسخ کے متعلق ہے نُنْسِهَا میں نسیان سے مراد ہے کہ قلوب سے ان کو بھلا دینا۔ اس آیت کے الفاظ میں سے کچھ بھی حافظے میں نہ رہنے دینا۔ چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ جو صحیح روایات میں ثابت ہے۔ بعض نے نسخ سے ازالہ حکم مراد لی ہے۔ الفاظ قائم رکھے جائیں یا نہ اور اِنْسَاء سے مراد الفاظ کی قرأت منسوخ کرنا ہے۔ حکم رکھا جائے یا نہ۔ مگر اس کو علامہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا: نَاْتِ اِتْیَان مصدر سے مضارع متکلم ہے۔ اسکے معنی ہیں بسہولت آنا۔ یہاں بوجہ حرف بٓ متعدی ہے۔ ہم لاتے ہیں۔ خَیْر اسم تفضیل ہے بہت اچھا، اچھائی سے مراد ہے سہولت۔ تخفیف۔ طریق ادا میں نرمی، اور ثواب میں اضافہ آیت کے معنی ہیں۔ اگر ہم منسوخ کرتے ہیں کوئی آیت، یا اس کو حافظے سے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لاتے ہیں۔ یا مثل اُس کی لاتے ہیں۔

فَاعْفُوْا: عَفْوٌ مصدر سے امر جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں مجرم کو اس کے جرم کی سزا نہ دینا، معاف کردو، مجرم کو سزا نہ دو۔

وَاصْفَحُوْا: صَفْحٌ مصدر سے امر حاضر جمع ہے اس کے معنی ہیں مجرم کو جھڑکنا نہ ملامت کرنا۔ درگذر کرنا، مجرم سے درگذر کرو، اس کا جرم نہ جتلاؤ۔

هُوْدًا: جمع هائِد جیسے عَائِذ کی جمع عُوْذ۔ هَوْدٌ مصدر سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں توبہ کرنا اور حق تعالیٰ کی طرف واپس آنا۔ هُوْد کے معنی توبہ کرنے والے۔ قرآن مجید میں ان کا اپنا قول ہے اِنَّا هُدْنَآ اِلَیْكَ۔ ہم نے تیری طرف توبہ کی ہے۔

Marfat.com

نَصَارٰی: جمع نصران و نصرانة کی مثل ندامٰی جمع ندمان و ندمانة مددگاران اور نیز ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے۔ نصاریٰ اس کی طرف نسبت رکھنے والوں کو کہتے ہیں۔ نصرانی و نصرانیہ بھی کہتے ہیں۔

اَمَانِیُّهُمْ: جمع اُمْنِیَّةٌ جو تمنا کی جائے۔ مطلب ہے کہ دخول جنت صرف ان کی تمنا ہے۔ ورنہ اصل سبب میں سے کچھ نہیں رکھتے۔

هَاتُوْا: علامہ نے لکھا ہے کہ اس کے معنی ہیں حاضر کرو۔ پیش کرو۔ یہ کلمہ اسم فعل نہیں ہے۔ بقول ابوحیان باب مفاعلہ کا امر جمع حاضر ہے هَاتٰی یُهَاتِیْ مُهَاتَاة۔ ہاں اس کے ماضی مضارع کے استعمال میں اختلاف ہے۔

بُرْهَانَكُمْ: بُرْهَان صحت دعویٰ کے ثبوت اور دلیل کو کہتے ہیں۔

اَسْلَمَ وَجْهَهٗ: اَسْلَمَ مصدر اِسْلَام سے فعل ماضی غائب ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہیں مطیع کرنا۔ یہاں یہی مراد ہیں وَجْهَهٗ۔ وجہ بمعنی منہ۔ یہاں مراد ہے اپنا آپ یعنی جس نے اپنا آپ اللہ کے مطیع کر دیا۔

مُحْسِنٌ: مصدر اِحْسَان باب افعال سے اسم فاعل، اس کے معنی نیکی کرنا۔ جس میں ایمان اور عمل صالح شرط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے معنی فرمائے اللہ کی عبادت کر، گویا تو اس کو دیکھتا ہے اور اگر تو اس کو نہ دیکھتا ہو تو (سمجھ) وہ تجھے دیکھتا ہے۔ یعنی وہ اس پائے کا شخص ہو تو اس کے واسطے اس کے رب کے پاس اجر ہے اور اس کو کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔

ثَمَّ: اسم اشارہ مکان بعید کے واسطے۔

وَجْهُ اللّٰهِ: سے مراد ہے اللہ کی جہت۔

لَهٗ قٰنِتُوْنَ: قنوت مصدر سے اسم فاعل جمع۔ اس کے چار معنی ہیں۔ اول اطاعت کرنا یعنی سب اس کے مطیع ہیں۔ دوم سکوت، خاموش رہنا۔ یعنی سب اُس کے سامنے دم بخود اور خاموش ہیں۔ سوم طول قیام یعنی سب اس کے آگے طویل قیام میں ہیں۔ چہارم۔ دوام یعنی سب اسی کی وجہ سے اپنے بقا اور دوام میں ہیں۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ: بَدِیْع صفت مشبہ ہے بمعنی مُبْدِع۔ اس کے معنی ہیں بغیر نمونہ سابق کو کوئی شے ایجاد کرنا۔ نمونے پر بنانے کو اختراع کہتے ہیں۔ اِبْدَاع باب افعال سے ہے، جیسے اَلِیْم بمعنی مُؤلِم اِیلام سے۔ بہت درد دینے والا۔

وَاِذَا قَضٰٓی: قَضَاء سے فعل ماضی غائب۔ اس کا باب مثل رَمٰی یَرْمِیْ کی ہے۔ اس کے معنی ہیں حکم کرنا۔ یعنی جب کسی امر کا حکم کرتا ہے۔ علامہ نے معنی کیے ہیں ارادہ کرتا ہے اور لکھا ہے قَضٰی کے کئی معنی ہیں سب کا ماحصل یہ ہے کسی شے کو پورا اور مکمل کرنا، قَوْلًا یا فِعْلًا۔ ارادۃً مجازاً اس کے معنی ہیں۔ ابن سید نے قضا و قدر کے معنی ایک ہی رکھے ہیں مگر جمہور کے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ قدر سے مراد ہے امور کا ان کے واقع ہونے سے پیشتر پورا پورا اندازہ لگانا جس پر وہ واقع ہوں گے اور قضاء کہتے ہیں عین اندازے کو جاری کرنا یعنی ان امور کا وقوع شروع کرنا۔ تو معنی ہوئے جب کسی مقدر امر

Marfat.com

کے واقع کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ ارادہ کرتا ہے، قرآن مجید میں کلمہ قضٰی ان چند معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اول بمعنی خلقٌ پیدا کرنا۔ فرمایا ہے فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰت۔ پیدا کیا ان کو سات آسمان۔ دوم بمعنی امر حکم کرنا۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ حکم دیا تیرے رب نے کہ نہ عبادت کریو کسی کی سوائے اس کے۔ سوم بمعنی حکم فیصلہ کرنا اسی واسطے حاکم کو قاضی کہتے ہیں۔ چہارم بمعنی اِخبارٌ خبر دینا وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ اور خبر دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب توراۃ میں۔ اس معنی میں حرف اِلٰی اس کے بعد آتا ہے۔ پنجم بمعنی فَرَاغ مِنَ الشَّيْئِ کسی شے سے فارغ ہونا۔ وَقُضِىَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ۔ حکم سے فراغت دی گئی، اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری۔ اگر اس کے معنی پورا کیا گیا۔ کریں تو صاف ہیں، جیسے فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ۔ جب پورا کیا موسیٰ نے وقت مقرر۔

كُنْ فَيَكُوْنُ: ہو جا تو ہو جاتا ہے۔ امام نے اس کی چند تاویلیں لکھ کر ایک کو بہت قوی کیا ہے۔ ہم اسی کو نقل کر دیتے ہیں۔ کلمہ کُن سے مراد ہے کہ اشیاء کی تکوین میں، ان کے موجود کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نفوذ بہت ہی تیزی سے ہوتا ہے۔ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کی تخلیق میں سوچ، فکر، یا بناوٹ کی تکلیف میں دیر نہیں کرتا۔

بِالْحَقِّ: اس لفظ کے بہت سے معنی ہیں، جن میں سے یہاں قرآن مجید، یا اسلام مراد ہے بلکہ عام آپ کی لائی ہوئی ہر بات مراد ہے مگر یہ عموم قرآن اور اسلام سے باہر نہیں انہیں میں شامل ہے۔

وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ: لَا تُسْئَلُ۔ سوال مصدر سے مضارع مجہول منفی ہے۔ جحِيم۔ بہت سخت جوش مارتی، بھڑکتی ہوئی آگ۔ مراد ہے کہ اہلِ نار کی بابت تجھ سے سوال نہ ہوگا کہ کیوں ایمان نہ لائے۔ وغیرہ۔

اِبْتَلٰى: بَلَاءٌ کے ایک معنی ہیں آزمانا۔ اس کا باب آتا ہے مثل دَعَا کی۔ اس سے مصدر اِبتلا باب افتعال کا فعل ماضی ہے۔ بمعنی جب آزمایا۔

اِمَامًا: اس کے کئی معنی ہیں۔ یہاں پیشوا اور مقتدا مراد ہیں۔

مَثَابَةً: ثَابَ يَثُوْبُ ثَوْبًا و مَثَابَةً۔ لوٹنا۔ مَثَابَة مصدر میمی ہے، یا اسم ظرف ہے لوٹنے کی جگہ۔ اکثر مسلمان کئی کئی حج کرتے ہیں۔ بار بار جانے کی جگہ مراد ہے، یا ثواب کی جگہ مراد عبادت کا ثواب زیادہ ملنے کی جگہ۔ ایک نماز سے لاکھ نماز کا ثواب صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

ذُرِّيَّته: آدمی کی نسل، چھوٹی اولاد، پھر چھوٹی بڑی اولاد کو کہتے ہیں۔ صراح میں اس کے معنی نَسْلَ الثَّقَلَيْنِ لکھا ہے جن اور انسان کی نسل۔

اَلْقَوَاعِدَ: جمع قاعدۃ. بنیاد جس پر عمارت قائم ہوتی ہے۔

مَنَاسِكَنَا: جمع مَنْسَک مصدر ہے، یا اسم ظرف۔ نُسک عبادت کرنا۔ باب مثل نَصَرَ کی نیز نُسُک جمع نسیکۃ قربانی۔ مَنسک قربانی کی جگہ۔ بقول قتادہ اس کے معنی ہیں احکام حج بجا لانے کے مقام اور بقول عطاو جریج مقامات ذبح۔

Marfat.com

ایک قول ہے حج کے تمام احکام۔

وَتُبْ عَلَيْنَا : اور ہماری طرف رجوع فرما۔توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا۔توبہ مختلف ہوتی ہے، باعتبار توبہ کرنے والوں کے عام مسلمانوں کے لئے توبہ اس طرح ہے کہ پہلے گناہ سے شرمندگی اور ندامت ہو۔آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو۔حقوق العباد کی ادائیگی ممکن ہو تو کردی جائے۔ناممکن ہو تو نیت ادائیگی رکھی جائے۔خواص کی توبہ ہوتی ہے۔خیالات اور دلی وسواسوں سے رکنے کی کوشش۔عبادت میں فتور آنے سے اور کامل وجہ پر عبادت نہ ادا ہونے سے، خاص الخاص کی ترقی اور عروج کرنے کے واسطے۔

وَابْعَثْ: بَعْث مصدر سے امر حاضر ہے باب اس کا مثل منع کی ہوتا ہے۔قاموس میں اس کے معنی بھیجنا لکھے ہیں۔یعنی بھیج ان میں۔افراد ذریۃ یا افراد اُمت میں۔ذریۃ اور اُمت دونوں پہلے مذکور ہیں فِيْهِمْ کی ضمیر ہر در کی طرف راجع کر کے معنی ہو سکتے ہیں۔

اَلْحِكْمَةَ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں عدل۔علم۔حلم۔نبوت۔قرآن۔انجیل، یہ معنی اس کلمے کے قرآن مجید کے مختلف مقامات میں لئے گئے ہیں مگر یہاں مراد ہے دین اسلام کے تفصیلی احکام یا تعمیلی اعمال کے طریقے۔

مِلَّةِ: قاموس میں اس کے معنی شریعت اور دین لکھا ہے اور شریعت ابراہیم سے اعراض نہیں کرتا مگر وہی جو جاہل احمق بناتا ہے اپنے نفس کو۔

وَصّٰى بِهَا: تَوْصِيَة مصدر باب تفعیل سے فعل ماضی ہے۔توصیۃ وصیت سے ہے۔توصیت کے معنی علامہ نے کئے ہیں کہ ایک کام دوسرے کے پیش کرنا جس میں بہتری اور فائدہ اُس دوسرے کا ہو۔موت کا وقت ہو یا نہ ہو۔بِهَا سے مراد ملت ہے یا اسلام بتاویل کلمہ مراد ہے۔

شُهَدَآءَ: جمع شہید کی، یہاں اس کے معنی ہیں حاضر۔موجود شہود مصدر سے۔

وَالْاَسْبَاطِ: جمع سبط۔مثل اَحْمال جمع حِمل۔علامہ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ سبط اولادِ اسحاق علیہ السلام میں اسی طرح مستعمل ہے جس طرح اولاد اسماعیل علیہ السلام میں قبیلہ ہم نے عرب کے شعوب اور قبائل کی تفصیل سورۃ حجرات میں وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا (الآیۃ) کے ذیل میں کردی ہے۔پھر اولاد بنت کو سبط کہتے ہیں۔عربی میں اس کو حفیل بھی کہتے ہیں جس کی جمع حفدہ ہے۔نواسے مگر یہاں مراد اولاد یعقوب علیہ السلام ہے۔

بَيْنَ اَحَدٍ: اَحد اصل میں وَحَدٌ تھا۔علامہ نے اس موقع پر اس کلمہ کی وضاحت کی ہے۔ہم یہاں اس کا خلاصہ لکھ دیتے ہیں۔اَحد کلمہ دو طرح کا ہے۔ایک پہلا اسم عدد ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں وہی مراد ہے۔یعنی تو کہہ اللہ ایک ہے۔یعنی اسم عدد عربی کا آغاز اس سے ہوتا ہے۔دوسری قسم اَحد بقول علامہ تفتازانی ایک اسم ہے جو واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مونث میں سے ہر ایک کے لئے استعمال ہو جاتا ہے۔اس آیت میں دوسری قسم کا اَحَد مراد ہے اور جماعت کے معنی دیتا ہے۔

Marfat.com

یعنی ہم جماعت ورسل کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ اگر یہاں اَحَد اسم عدد میں تو معنی میں بہت تکلف کرنا پڑے گا۔

فِی شِقَاقٍ: قاموس میں اس کے معنی مخالفت اور عداوت کے لکھے ہیں۔ ابن عباسؓ کا قول یہی ہے ابن زید کا قول ہے مخالفت اور محاربت۔ حسن بصری کا قول ہے عداوت۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ: یہ مصدر ہے فِعْلَة کے وزن پر منصوب فعل مقدر سے۔ تقدیر یوں ہے، صَبَغَنَا اللّٰهُ صِبْغَةً۔ اللہ نے ہمیں اپنے رنگ سے رنگ دیا ہے۔ مکمل ایمان کے رنگ سے۔

اَتُحَآجُّوْنَنَا: تُحَاجُّوْنَ۔ مصدر مُحَاجَّةٌ۔ باب مُفَاعَلَة سے جو دراصل۔ مُحَاجَجَةٌ تھا، جیم اول کو ساکن کر کے ادغام کیا۔ مضارع جمع مخاطب ہے۔ مصدر کے معنی ہیں جھگڑنا۔ خصومت کرنا اس کے معنی ہیں کیا تم جھگڑتے ہو ہم سے؟

فِی اللّٰهِ: اے فی دین اللہ، یا فی شان اللہ۔ مطلب یہ ہے کہ یہود جھگڑتے تھے کہ یہودیت دینِ حق ہے۔ نصاریٰ جھگڑتے تھے کہ نصرانیت دین حق ہے۔ اللہ کی شان میں جھگڑنے سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل سے نبوت اٹھا کر بنی اسماعیل میں رکھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف بخشا اس میں جھگڑتے تھے۔

اَلسُّفَهَآءُ: مصدر سَفَهًا بمعنی بے عقل، جاہل ہونا سے صفت مشبہ جمع۔ باب عَلِمَ کی مثل ہوتا ہے۔ یہ جمع ہے سَفِیْه کی اس کے معنی ہیں جاہل۔ بداخلاق۔ بدرائے۔

وَسَطًا: قاضی نے لکھا ہے کہ وَسَطٌ اس جگہ کو کہتے ہیں جو عین درمیان ہو، اور چاروں جانب اس کے اطراف کا فاصلہ برابر ہو۔ گویا مرکز کو وَسَطٌ کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے کہ یہ اُمتِ مرحومہ تمام امتوں میں بجائے مرکز کے ہے۔ اس کے کسی حکم میں افراط وتفریط نہیں اور سب اُمتوں سے افضل اور بہتر ہے۔

شُهَدَآءَ: یہ لفظ شہادت سے بنا ہے۔ اس کے معنی سچی اور صحیح خبر بتانا اور فیصلہ کن اطلاع دینا ہے۔ شُهَدَآءَ جمع ہے شَهِیْد کی۔ مطلب یہ ہے کہ اس اُمت کے خواص اُمم سابقہ پر انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کرنے میں بطور شاہد پیش ہو کر شہادت دیں گے اور ان کی سچائی اور صفائی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت قبول فرمائی جائے گی۔

یَنْقَلِبُ: قَلْب کے ایک معنی ہیں پھر جانا۔ اس سے باب انفعال اِنْقِلَاب سے فعل مضارع غائب ہے۔ انقلاب کے معنی ہیں پلٹنا۔ ہٹ جانا۔ پھر جانا اور جو شخص تبدیلِ قبلہ کے سبب اسلام سے پھر جائے گا۔

عَقِبَیْهِ: عَقِبٌ کا تثنیہ ہے اس کے معنی ہیں ایڑی۔ مراد ہے اپنی ایڑیوں پر۔ یعنی فوراً بہت جلد، بلا تامل کھڑا کھڑا اسلام سے بدل جائے گا۔

تَقَلُّبَ: مصدر ہے باب تفعل کا۔ اس کے معنی ہیں ایک امر سے دوسرے میں پڑنا۔ یہاں مراد ہے رخ مبارک آسمان کی طرف تبدیل قبلہ کی وحی کی امید میں قدرے بلند کرنا۔

لَنُوَلِّیَنَّکَ: تَوْلِیَةٌ باب تفعیل کی مصدر سے مضارع متکلم موکد بنون ثقیلہ ہے۔ اس کے معنی ہیں والی بنانا، پورا اختیار

Marfat.com

دینا۔ ہم تجھے اُس قبلے کا پورا اختیار دے دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔

شَطْرَ: جہت اور سمت۔ طرف۔ اس کے اور بھی کئی معنی ہیں مگر یہاں یہی مراد ہیں۔ مسجد حرم کی طرف۔

اَتَیْتَ: اِتْیَان مصدر سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں آنا۔ حرف جار ب کے سبب متعدی ہوا بِکُلِّ میں یعنی تو اگر تمام آیات ان کے پاس لائے۔

اَھْوَآءَ: جمع ہے ھوا کی نفس کے میلان کی شے جس سے نفس لذت حاصل کرے مراد ہے خواہشات مذموم۔

لَیَکْتُمُوْنَ: کَتْم۔ کِتْمَان مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں چھپانا۔ ظاہر نہ کرنا یہ لوگ حق اور اصلیت چھپاتے ہیں۔

لَاتَکُوْنَنَّ: کون فعل ناقص سے فعل نہی واحد حاضر موکد بنون ثقیلہ۔ تو ہرگز ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

وِجْھَۃٌ: لغت میں اس کے معنی ہیں جانب۔ سمت۔ قاضی نے اس کے دو معنی کئے ہیں۔

اول۔ ہر اُمت کے لیے ایک ایک جہت بطور قبلہ مقرر ہے۔ دوم۔ اس امت کے ہر ہر ملک میں رہنے والوں کے لئے کعبے کی ایک ایک جانب ہے جس کی طرف وہ منہ کرتے ہیں۔

فَاسْتَبِقُوْا: اِسْتِبَاق باب افتعال سے فعل امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں آگے بڑھنا کوشش سے۔ تصرف کا خاصہ ملحوظ ہے۔ یعنی بہت کوشش سے کارہائے خیر کی طرف آگے بڑھو۔

اَلْخَیْرٰتِ: جمع ہے خَیْرَۃٌ کی۔ اس کے معنی ہیں بہت کثیر خوبی کی بات، اور ہر شے سے افضل کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے اسلامی اعمال اور اذکار کی تعمیل میں سبقت کرنا۔

حُجَّۃٌ: برہان۔ دلیل۔ سند ثبوت۔ یہاں مراد ہے اعتراضی حجت۔ یعنی ان کا اعتراض نہ رہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّ: بَلْوٌ اور بَلَاءٌ مصدر سے مضارع متکلم موکد بنون ثقیلہ۔ اس کے معنی ہیں آزمانا امتحان کرنا۔ باب اس کا مثل نَصَرَ کی ہوتا ہے۔ ہم ضرور آزمائیں گے تم کو۔

اَصَابَتْھُمْ: اِصَابَۃٌ باب افعال سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں پالینا، آملنا۔ یعنی جب آملتی ہے۔

اَلْمُصِیْبَۃُ: مذکورہ باب سے اسم فاعل مونث ہے بمعنی آملنے والی۔ نہ چوکنے والی۔ مراد ہے سخت تکلیف دہ حالت۔

صَلَوٰتٌ: جمع ہے صَلٰوۃٌ کی۔ اس کے معنی ہیں دعا اور مجد و بزرگی بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو مراد ہوتی ہے تزکیہ اور مغفرت۔ تزکیہ سے مراد ہے سیئات کو محو کر کے پاک کرنا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو پاک کردے گا، اور مغفرت فرمائے گا۔

شَعَآئِرِ اللّٰہِ: جمع ہے شَعِیْرَۃٌ کی۔ اس کے معنی ہیں علامت۔ یہاں اس کے معنی ہیں حج کے مناسک، اس کے اعمال اور مقامات حج۔

یَطَّوَّفَ: باب تفعیل سے مضارع غائب ہے۔ طواف کے معنی ہیں گرد گھومنا۔ صفا مروہ میں سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

Marfat.com

تَطَوَّعَ: امام نے ابومسلم کا قول نقل کر کے معنی کئے ہیں۔ اس نے کہا کہ تطوع باب تفعل ہے طاعت سے اور طاعَ و تَطَوَّعَ کے ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی اس نے اطاعت کی۔ تطوع کے معنی ہیں وہ شے یا عمل رغبت سے کرنا جو فرض واجب نہ ہو اور جو رغبت سے نیکی کرے گا۔

هُدًی: مصدر ہے راہ دکھانا اور راہِ راست بھی اس کے معنی ہیں۔ بالکل سیدھی راہ۔

يَلْعَنُ: لَعْنٌ مصدر سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں نیکی اور رحمت سے دور کرنا، یعنی خدا تعالیٰ ان کو رحمت سے دور کر دیتا ہے۔ اور دوسرے رحمت سے دور کئے جانے کی بددعا کرتے ہیں۔

تَوَّابٌ: توب وتوبۃ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ معنی ہیں ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

بَثَّ: بَثٌّ مصدر سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں پھیلانا اور بکھیرنا اور پھیلائے اس میں۔

دَآبَّةٍ: دَبٌّ دبیب سے اسم فاعل مونث۔ مگر یہ اسم ہے۔ جس کے معنی ہیں ہر زمین پر چلنے والا جاندار۔

تَصْرِيفِ: باب تفعیل اس کے معنی ہیں پھیر دینا کسی چیز کا اور رِیَاح جمع رِیح کی۔ چلنے والی ہوا۔ مراد ہے ہواؤں کے رخ بدلنے میں اور تیز و نرم کرنے میں، گرم سرد اور خوشبودار کرنے میں۔

اَلْمُسَخَّرِ: تسخیر باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔ تسخیر کے معنی۔ لکھے ہیں مطیع کرنا اور جو شے جس کام کے لئے موزوں ہے وہ کام بجبر اُس سے لینا۔ بادل جو مسخر ہیں زمین و آسمان کے درمیان۔

يَتَّخِذُ: باب افتعال اتخاذ سے مضارع غائب ہے۔ اصل میں اِءْتِخَاذٌ تھا۔ ہمزہ تعلیل سے ی بنا۔ پھر ی بقاعدئہ ادغام ت سے بدل کر ادغام ہوئی بمعنی پکڑنا۔ مقرر کر لینا۔ ٹھہرالینا۔

دُوْنِ: اس کے ایک معنی ہیں غیر یعنی غیر اللہ سے۔

اَنْدَادًا: جمع نِدٌّ بمعنی مثل۔ نظیر۔ مراد ہیں بت یا بڑے رئیس جن کا کہا مانتے ہیں۔ بقول صوفیاء کرام جو اشیاء مسلمان کے دل کو اللہ تعالیٰ سے اپنی طرف مشغول کرے وہ نِد ہے۔

تَبَرَّاَ: تبرّی باب تفعل سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں بیزار ہونا۔ جب ان کے سردار بروزِ قیامت ان سے بیزار ہو جائیں گے۔

اَلْاَسْبَابُ: جمع سَبَبٌ کی، وہ رسی جس کے سہارے کھجور وغیرہ پر چڑھتے ہیں۔ پھر اس سے مراد ہیں وہ تمام ملاپ کے ذریعے جو اپنے درمیان رکھتے تھے۔ یہ قتادہ۔ مجاہد، اور ربیع کا قول ہے۔ رشتے ناطے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جُریج کا قول ہے۔ عہد اور حلف جو یہاں کر رکھے تھے۔ غرض سب ٹوٹ جائیں گے اور بے اثر ہو جائیں گے۔

كَرَّةً: واپسی فَعْلَۃٌ کے وزن پر مصدر ہے۔

حَسَرٰتٍ: جمع ہے حَسْرَۃٌ کی۔ اس کے معنی ہیں کسی ہاتھ سے نکل چکے ہوئے امر پر رنج اور افسوس کرنا۔ بمعنی افسوس

Marfat.com

ناک غم کریں گے۔ اپنے کردنی کام نہ کیئے ہوئے اور ناکردنی کیئے ہوئے دیکھ کر جب ان کو دکھائے جائیں گے۔

حَلٰلًا: مصدر ہے بمعنی اسم مفعول۔ قاضی نے لکھا ہے، ہر وہ شے جسے شرع نے پاکیزہ ٹھہرا کر کھانے اور استعمال کرنے کی اجازت فرما رکھی ہے۔

طَيِّبًا: وہ حلال شے جسے صحیح المزاج شخص کھانا پسند کرے۔

خُطُوٰتِ: جمع خُطوَة کی۔ چلنے میں دو قدموں کے درمیان کا فاصلہ۔ یہاں مراد ہے اُس کی سی نافرمانی کرنا۔

اَلسُّوۡٓءِ: ہر بُرے قبیح فعل کو کہتے ہیں۔ ایک قول ہے سُوء وہ عمل جس پر شرعی حد نہیں۔ امام نے لکھا ہے سُوء میں تمام معاصی شامل ہیں۔ اعضاء کے ہوں یا دل، زبان کے۔

فَحۡشَآءِ: مذکورہ بالا معاصی میں سے جو بہت گندے اور سخت ہوں، یا جن پر شرعی حدود ہوں۔

اَلۡفَیۡنَا: اِلۡفَاءٌ باب افعال بمعنی پانا۔ جاننا۔ معلوم کرنا سے فعل ماضی متکلم ہے۔ ہم نے پایا، یہاں مراد ہے دیکھا سنا۔

یَنۡعِقُ بِمَا: نَعۡقٌ نَعِیۡقٌ سے فعل مضارع غائب ہے اس کے معنی ہیں گڈریے کا اپنے ریوڑ کو بھیڑ بکریوں کو بلانا۔ یعنی بلاتا ہے اُن کو جو آواز کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے کہ کس غرض کے لئے بلاتا ہے؟ کیا کہتا ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟ سب حیوانات کا یہی حال ہے۔ یہاں بلانے والے خود مشرک ہیں اور بتوں کو بلاتے ہیں۔ اُن کو حیوانات مان کر کلام کی ہے۔ یا بلائے ہوئے کافر ہیں اور بلانے والے ہادی اور پیشوا۔ کافر مطلب نہیں سمجھتے ہادی کی آواز سنتے ہیں۔

مَآ اُهِلَّ بِهٖ: اِهۡلَالٌ باب افعال سے فعل ماضی مجہول ہے۔ اِهۡلَال کے معنی ہیں آواز بلند کرنا ہر آواز بلند کرنے والے کو مُهِلٌّ کہتے ہیں۔ پھر حج یا عمرہ کے احرام باندھنے والے کو مُهِلٌّ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھتا ہے۔ لہٰذا ذبح کرنے والے کو بھی مُهِلٌّ کہتے ہیں۔ کیونکہ اہلِ عرب اپنے بتوں پر، اپنے استھانوں پر ذبح کرتے وقت اپنے بتوں کا نام بلند آواز سے لیتے۔ وہ ذبیحہ حرام کیا گیا۔ یعنی وہ ذبیحہ جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (امام وقاضی)

اس مقام پر ہم اپنے پاکستان کے اہل سنت والجماعت کے اہلِ اسلام کے ایک مروج خیرات وصدقے کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ ہے گیارھویں حضرت غوث پاک کی۔ ایک فریق اس کی اشاعت میں ترغیب دیتا ہے اور جتنا زیادہ ہو سکے اسے جاری کرنا پسند کرتا ہے۔ گیارھویں پیر صاحب کی۔ یہ دیگ پیر صاحب کی گیارھویں کی ہے۔ آج پیر صاحب کی گیارھویں پکائی ہے، دوسرا فریق از روئے تقویٰ یوں کہتا ہے کہ کہو خدائے پاک کی رضا کے لئے دیگ پکائی ہے۔ اللہ کے نام کی ہے۔ نیت خالص اللہ کی کرو۔ نام اللہ ہی کا لو۔ اللہ کی رضامندی ملحوظ رکھو۔ اُسی سے پہلے قبول کرواؤ جس نے اس کے عوض کچھ دینا ہے اور جس سے تم نے حضرت پیر صاحب کو دینے کے لئے کچھ لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول اُسی شے، اُسے صدقے اور اُسی خیرات کو کرتا ہے جو صرف خالص اس کی ذات پاک کے لئے ہو، اور اُس پر اُسی کا نام آئے۔ وہ بہت غیرت والا الصمد بے پرواہ ہے، صدقے خیرات ہی میں نہیں، بلکہ اپنی متعلقہ ہر شے میں اپنے ساتھ کسی کے نام تک کی

Marfat.com

شرکت کو دیکھ نہیں سکتا۔ اُسی کے منہ پر تھوپ دیتا ہے کہ جاؤ اسی سے اس کا معاوضہ لو۔ باوجود اس واضح اور صاف امر کے وہ فریق اول اس دوسرے فریق کے ہم خیال لوگوں کو کس کس بد اعتقادی سے مطعون نہیں کرتے اور نفرت کی کون سی وجہ ہے جو ان سے ہٹا رکھتے ہیں مگر ہائے ان کی مراد دل حاصل نہیں ہوتی۔ وہ کیا کہ فریق ثانی پاکستان میں دیکھا سنا نہ جائے۔ حالانکہ اس فریق اول بچارے کا اسلامی دنیا کے کسی خطے میں بایں صورت وشکل نام تک نہیں۔ کیا یہ اس کا ثبوت نہیں کہ مکہ معظمہ میں یہ حضرات باجماعت نماز پڑھنے سے محروم رہتے ہیں کہ امام ہمارے عقیدے کے نہیں۔ مدینہ منورہ میں بھی اسی طرح ان کی اسلامی دوستی اسی سے نمایاں ہو جاتی ہے کہ ان جیسے پورے مکمل عقاید رکھنے والے لوگوں سے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کو اللہ ذوالجلال نے پاک کر رکھا ہے۔ یعنی جن عقائد پر انہوں نے اپنے اسلام کی بنیاد قائم کر رکھی ہے۔ اور دوسروں کو ان عقاید نہ رکھنے کے سبب خارج از اسلام سمجھتے ہیں، ایسے عقاید رکھنے والے لوگوں سے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پاک اور صاف ہے۔ اگر کوئی ہے تو یہ اُس کے ساتھ مل کر باجماعت نماز کیوں نہیں پڑھ لیتے۔ اگر پڑھتے ہیں تو اپنے ہی دو چار نمازیوں کے ساتھ گھر میں۔ پھر حرم کی نماز سے محروم رہتے ہیں۔ شیعہ حضرات نے کربلا اپنا مقام متبرک بنا رکھا ہے۔ ان سے بغداد بھی نہ بنا۔

شِقَاقٍ: یہ اور مشاقہ مصدر ہے باب مفاعلہ کا۔ مخالفت اور دشمنی کرنا۔ یہ بہت بعید از حق مخالفت اور دشمنی میں ہیں۔

لَيْسَ الْبِرَّ: لَيْسَ فعل ناقص۔ البر۔ ہر پسندیدہ فعل بر ہوتا ہے۔ البِرَّ پر زبر ہے لَيْسَ کی خبر مان کر اور اس کا اسم اَنْ تُوَلُّوْا اپنے متعلقات سے مل کر بنتا ہے۔ بعض قاری رفع پڑھتے ہیں۔ اسم بنا کر اور خبر اَنْ تولوا۔

اَلْبِرَّ مَنْ: اس میں اَلْبِرَّ۔ لٰكِنَّ کا اسم ہے اور خبر من کا مضاف محذوف لٰكِنَّ البرَّ بر مَنْ اٰمَنَ (الایتہ) دوم بِرّ مصدر بمعنی بار نیکی کرنے والا۔ سوم۔ اصل میں ہے ذُوالبِرّ نیکی والا وہ ہے جو............ الخ۔ چہارم اَلْبِرَّ یحصل من اٰمَنَ. بِرّ حاصل کرتا ہے وہ شخص جو............ الخ۔

ذَوِى الْقُرْبٰى: قُرْبٰى مصدر ہے بمعنی قُرْبَة نزدیکی۔ رشتے ناطے کی مراد ہے رشتہ دار۔

اَلرِّقَابِ: جمع رقبۃ بمعنی گردن۔ یہاں مراد ہے غلام آزاد کرانے میں۔

اَلْبَاْسَآءِ: سختی، تنگی، مال کی کمی۔ تنگ دستی اور صبر کرتے ہیں سخت تنگی میں۔

وَالضَّرَّآءِ: اس کے معنی بھی سختی کے ہیں، لیکن قاضی نے ازہری کا قول نقل کیا ہے کہ سختی جسمانی مراد ہے مثل بیماری وغیرہ کی اور بَاْسَآء سے سختی مالی مراد ہے اور صبر کرتے ہیں بیماری میں۔

حِيْنَ الْبَاْسِ: حِيْنَ کے معنی وقت اور بَاْس شدید جنگ۔ اور صبر کرتے ہیں سخت جنگ میں۔

اَلْقِصَاصُ: صراح میں لکھے ہیں قاتل کو قتل کرنا اور زخم کے بدلے زخم کرنا۔

اَلْقَتْلٰى: جمع قتیل کی بمعنی مقتول یعنی مقتولین میں۔

Marfat.com

خَيْرًا: مال۔ایک قول ہے مالِ کثیر۔بہت مال ہو تب وصیت فرض تھی۔اب بوجہ آیاتِ وراثت حکم وصیت کا منسوخ ہے۔

اَلْــوَصِيَّةُ: اس کے لفظی معنی ہیں نصیحت کرنا۔فارسی میں اندرز کردن۔پھر کسی امر کے مقرر کر دینے کو کہتے ہیں جو موت کے بعد جاری کرنا مقصود ہو، یہاں یہی مراد ہے۔

جَنَفًا: مصدر ہے۔اس کے معنی ہیں کسی طرف مائل ہونا، جھک جانا۔وصیت میں شرعی ناجائز امر کی طرف جھکنا۔

صَوْمٌ: مصدر ہے بمعنی روزہ رکھنا۔اس کے اور بھی کئی معنی ہیں۔ابو عبید نے کہا ہے کھانے پینے کلام کرنے اور چلنے پھرنے سے رُکا رہنے والا صائم کہلاتا ہے۔صیام بھی اسی کی مثل ہے (صراح)

اُخَرَ: اخریٰ اسم تفضیل کی جمع۔دوسرے ان کے سوا دوسرے ایام کے روزے پورے کرلو۔

بَيِّنٰتٍ: جمع بَيِّنَة کی جو مونث ہے بین کی۔صفت مشبہ ہے اس کے معنی ہیں دلیل اور حجت۔سند۔

اَلْفُــرْقَانِ: مصدر ہے بمعنی فرق کرنا۔جدا کرنا۔کسی جگہ بمعنی فاعل آتا ہے، جیسے یہاں ہے۔حق و باطل میں فرق کر دینے والی۔

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا: باب استفعال۔اِسْتِجَاب کا امر غائب جمع مذکر ہے۔اس کے معنی ہیں قبول کرنا، مان لینا۔پس چاہئے کہ قبول کرلیں، مان لیں میرے احکام۔

اَلرَّفَثُ: فحش باتیں۔جماع کی باتیں۔لیکن یہاں مراد جماع ہے۔

بَاشِرُوْا: مُبَاشَرَة سے فعل ماضی جمع ہے۔اس کے معنی برہنہ ہو کر دو جسموں کا ایک دوسرے کے ساتھ لگنا لگانا، پھر مراد جماع ہے۔

وَابْتَغُوْا: بَغْیٌ سے باب افتعال اِبْتِغَاء کا امر حاضر جمع ہے بمعنی طلب کرنا۔چاہنا۔چاہو۔

حُــدُوْدُ: جمع حد کی۔اس کے کئی معنی ہیں ہر چیز کا اخیر۔یا روکنے والی۔روکنا۔حرام کرنا یعنی یہ احکام مذکورہ اللہ کی حدیں ہیں۔یہاں آ کر رُک جاؤ۔

تُدْلُوْا: اِدْلَاء سے نہی حاضر جمع ہے۔اس کے معنی ہیں ڈالنا۔نہ ڈالو۔مراد ہے حکام کو رشوت نہ دو۔

اَلْاَهِلَّةِ: جمع ہلال کی، تیسری تاریخ تک کا چاند۔دوسری طرف ۲۷ سے ۲۹ یا ۳۰ تک کا چاند ہلال، پھر قمر۔پھر ۱۳ سے ۱۶ تک بدر ہوتا ہے پھر قمر۔

مَوَاقِيْتُ: جمع مِيْقَات بمعنی عمل کا وقت مثل معیاد یعنی وعدہ چاند سے اوقات معاملات اور اوقات حج معلوم ہوتے ہیں۔

لَاتَعْتَدُوْا: عَدْوٌ سے اِعْتِدَآءٌ باب افتعال سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں حد سے بڑھنا یعنی تم حد سے نہ بڑھو۔

ثَقِفْتُمُوْهُمْ: مصدر ثَقْفٌ سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں پالینا۔مل پڑنا، جہاں تم مشرکین کو پالو، وہ

Marfat.com

تمہیں مل جائیں۔

اَلْفِتْنَةُ: اس کے معنی میں کئی قول ہیں۔اصل میں فتن امام نے لکھا ہے سونا خالص کرنے کے لئے آگ میں ڈالنا۔پھر اس سے مراد ہے مسلمانوں کو شدائد میں ڈال کر گھر سے اہل سے اور وطن سے نکالنا یہ اس کے قتل کر دینے سے بھی سخت ہے۔ ایک قول ہے فتنہ سے کفر مراد ہے، یہ قتل سے بھی سخت ہے۔ایک قول ہے سخت عذاب بروزِ قیامت۔یہ سبب کفر یہ قتل سے بھی سخت ہے۔اس سے اگلی آیت میں فِتْنَةٌ سے مراد کفر اور شرک ہے۔ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ عرب میں کفر شرک نہ رہے۔

فَاِنِ انْتَهَوْا: اِنْتِهَآء باب افتعال سے فعل ماضی جمع غائب ہے اس کے معنی ہیں رک جانا یعنی اگر وہ رک گئے۔

عُدْوَانَ: مصدر ہے زیادتی تجاوز۔یہاں مراد ہے ظالموں پر قاتلانہ حملہ۔

حَرَامُ: مصدر باب تفعیل کا بمعنی اس مفعول حرام کیا ہوا۔

حُرُمٰتُ: جمع حُرمة کی، حرمتِ نماز، حرمتِ روزہ، حرمتہ النفس، مکہ مکرمہ کی باقی حرمتوں کی مثل ہیں۔جب انہوں نے یہ مذکورہ حرمتیں محفوظ نہیں رکھیں، تم سے حرمت حرم یا دیگر حرمتوں کی توقع کیوں رکھیں۔حرمتیں سب مساوی اور یکساں ہیں۔

وَلَا تُلْقُوْا: اِلْقَآء باب افعال سے فعل نہی حاضر ہے۔اس کے معنی پھینکنا ڈالنا اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں۔

تَهْلُكَةِ: مصدر ہے مثل هَلْكٌ، هِلَاكٌ کی۔ہلاکت۔تباہی اور بِاَیْدِیْكُمْ میں بؔ زاید ہے اور اَیْدِیْ سے مراد اپنی جان ہے۔یا بؔ زائد نہ ہو تو تُلْقُوْا کا مفعول محذوف ہے۔یعنی اپنے ہاتھوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔اسراف سے یا جہاد چھوڑ کر دنیاوی عیش و آرام میں پڑ کر۔ترک جہاد ایک طرح کی ہلاکت ہے۔کیونکہ خوش حالی میں جبن پیدا ہوتا ہے جو ہلاکت کا سبب اولین ہے۔

اَلْعُمْرَةَ: زیارت کرنا۔مراد ہے اشہر حج کے بغیر دوسرے ایام میں زیارتِ کعبہ مکرمہ کے واسطے جانا۔

اُحْصِرْتُمْ: اِحْصَار باب افعال سے فعل ماضی مجہول ہے۔اس کے معنی ہیں روکنا۔یعنی اگر تم آگے جانے سے رستے میں روکے جاؤ۔دشمن نہ جانے دے، یا مرض یا کوئی اور سبب بن جائے۔

اِسْتَیْسَرَ: یُسْر سے باب استفعال اِسْتِیْسَار کا فعل ماضی ہے۔بمعنی آمادہ ہونا، تیار ہونا، سو جو قربانی کا حیوان تیار ہو، میسر ہو، اُس کا بھیجنا تم پر واجب ہے۔

هَدْیَ: وہ قربانی جو حرم میں لائی یا بھیجی جاتی ہے۔مصدر ہے بمعنی هُدی۔هدی بنائی ہوئی۔

مَحِلَّهٗ: مکانِ ذبح۔اسم ظرف ہے مکہ مکرمہ میں جہاں قربانی کے حیوانات ذبح کئے جاتے ہیں۔

فِدْیَةٌ: معاوضہ، سربہا۔

فُسُوْقَ: مصدر ہے غلام کا آقا کا حکم نہ ماننا۔یہاں مراد ہے حدودِ شرع سے نکل جانا ممنوعات کے ارتکاب سے۔

Marfat.com

تَزَوَّدُوْا: زَادٌ سے باب تفعیل تَزَوُّدٌ سے فعل امر حاضر ہے زاد کے معنی راغب نے لکھے ہیں کہ حاجت کے وقت کے واسطے زیادہ شے جمع کر رکھی ہوئی کو زاد کہتے ہیں۔ عام طور پر سفر خرچ کو کہتے ہیں۔ اس کے معنی ہیں خرچ راہ کا ساتھ لو۔

اَفَضْتُمْ: اِفَاضَةٌ باب افعال سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں میدانِ عرفات سے حاجیوں کا اکٹھا یک بار رواں ہو پڑنا۔ پس جب تم عرفات سے روانہ ہو پڑو۔

مِنْ عَرَفٰتٍ: جمع کی صورت میں ایک میدان کا نام ہے، مکہ معظمہ سے خاصے فاصلے پر۔ اس میدان کو موقف بھی کہتے ہیں۔ یعنی ٹھہرنے کی جگہ۔ حج میں حاجیوں کو اس میدان میں نویں تاریخ ذی الحجہ میں غروب آفتاب تک کے درمیان درمیان کچھ وقت ٹھہرنا فرض ہے۔ پھر بغیر مغرب کی نماز پڑھے۔ مغرب کے وقت میں یعنی سورج غروب ہوتے وہاں سے چل پڑنے کا حکم ہے۔ نمازِ مغرب مزدلفہ میں پڑھتے ہیں۔ اس کے نام کی وجہ قاضی نے لکھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا پتہ بذریعہ علامات بتایا گیا۔ جب آپؐ نے اسے دیکھا تو پہچان لیا۔ اسی وجہ سے عَرَفَه، یا عَرَفَات نام ہوا یا اس واسطے کہ تمام جمع ہونے والے یہاں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں یا اس واسطے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لے کر مقاماتِ حج پر جا رہے تھے۔ جب یہ میدان آپ کو دکھایا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے پہچان لیا ہے، یا حضرت آدم علیہ السلام، اور حضرت حوا، یہاں باہم ملے اور ایک دوسرے کو پہچانا۔ اس واسطے اس کا نام عرفات رکھا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ عرفہ کی جمع ہے مگر یہ صحیح نہیں بلکہ صورتِ جمع کی یہ وجہ ہے کہ اس میں بہت سی معرفتیں واقع ہوئی ہیں جو مذکور ہوئیں۔

مَشْعَرِ الْحَرَامِ: راغب نے لکھا ہے کہ مشاعر حواس کو کہتے ہیں۔ شعور کے معنی ہیں حواس سے معلوم کرنا۔ لَایَشْعُرُوْنَ یعنی وہ حواس سے بھی نہیں معلوم کرتے۔ مَشَاعِرِ حج کے مقامات جو حواس سے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا واحد ہے مَشْعَر ایک مقام۔ الحرام مصدر ہے۔ بابِ تفعیل کا بمعنی مفعول حُرْمَة سے یعنی حرمت والا بنایا ہوا۔ لہٰذا مَشْعَرِ الْحَرَام سے مراد ہے مزدلفہ پہاڑی۔ بہت حرمت والا مقام۔

اَفِیْضُوْا: فَیْضٌ سے باب افعال ہے اِفَاضَته سے امر حاضر جمع ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں عرفات سے چل پڑنا۔ بہت جلدی دوسری جگہ میں جانا۔ معنی ہیں اے قریش! تم بھی وہاں سے لوٹو جہاں سے اور لوگ لوٹیں، مزدلفہ پر نہ رُکے رہو۔ عرفات تک جاؤ اور وہاں سے لوٹو۔

لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ: ضَالٌّ کی جمع ہے۔ قاضی نے معنی کیے ہیں نہ جاننے والے ایمان اور طرق عبادت کو، مَنَاسِکَ۔ جمع مَنْسَکٌ کی۔ مصدر میمی ہے نَسَک کی طرح، مراد ہیں وہ تمام عبادتیں جن کا حج میں حکم دیا گیا ہے، یعنی جب تمام احکام حج ادا کر چکو۔ اور اگر اس کو اسم ظرف مانا جائے یعنی احکام حج ادا کرنے کی جگہیں۔ تو یہاں مضاف محذوف ماننا پڑے گا یعنی طَاعَاتِ مَنَاسِکَکُمْ اپنے مقاماتِ حج کی عبادتیں بجالا چکو۔

Marfat.com

مِنْ خَلَاقٍ: راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں وہ فضیلت جو انسان اپنے خلق کے ذریعے کمائے یعنی قیامت میں اس کے لئے ایسی کوئی فضیلت نہ ہوگی۔ بھلائی اور فائدے کا کثیر حصہ یعنی اس کو اعمال کا ثواب آخرت میں کچھ نہیں۔ کیونکہ دنیا میں ہی اُس نے مانگا ہے۔

اَلَدُّ الْخِصَامِ: لَدَدٌ بمعنی سخت خصومت کرنا۔ اَلَدُّ اسم تفضیل بہت خصومت کرنے والا، خِصَامِ مصدر باب مفاعلہ کی، مخاصمت کرنا۔

تَوَلّٰی: باب تفعیل تَوَلّی کے معنی منہ پھیرنا سے یہ فعل ماضی ہے۔ جب اس نے منہ پھیرا، اور تیرے پاس سے رخصت ہوا۔

حَرْثٌ: مصدر ہے بمعنی مَحْرُوْث اسم مفعول۔ وہ زمین جس میں کچھ بویا ہوا ہو۔ مزروعہ کھیت۔

اَلنَّسْلَ: قاموس میں ہے مخلوق اور اولاد۔ علامہ نے لکھا ہے ہر جاندار۔ راغب نے چند معنی لکھ کر آگے لکھا ہے اولاد کیونکہ وہ بھی اپنے باب سے منفصل ہوتی ہے۔

مِهَادُ: بچھانے کا بستر۔ یہاں مراد ہے نیچے کی آگ اَلْعِیَاذُ بِاللہ! جو کفار کے لئے بمنزلہ بستر کے ہوگی۔

یَشْرِیْ: شِرَآءٌ مصدر سے فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی ہیں بیچنا۔ اور جو شخص بیچ دیتا ہے اپنی جان یعنی جہاد میں خرچ کر دیتا ہے۔

مَرْضَاتِ: مصدر میمی ہے رضی و رضاء کی طرح راضی کرنا۔ یعنی اللہ کی رضا چاہنے کے لئے۔

رَءُوْفٌ: رَافَةٌ سے مبالغے کا صیغہ ہے۔ امام نے رَافَتہ کو رَحْمَتہ سے خاص مانا ہے۔ لکھا ہے رَافَةٌ ہے کسی سے ضرر اور مکروہ و ناپسند امر دور رکھنا، نہ پہنچنے دینا، اور پہنچے ہوئے کو دور کر دینا اور رحمت ہے۔ اس صفت کے ساتھ نفع اور فائدہ پہنچانا۔

اَلسِّلْمِ: لغت میں ایک معنی لکھے ہیں صلح۔ مگر مفسرین نے اس کے معنی کئے ہیں اسلام۔ یعنی اسلام میں داخل ہو۔ اس کی تاویل کی ہے کہ یہ منافقین کو حکم ہے کہ اے زبانی زبانی ایمان اسلام لانے والو! پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ دوم اہلِ کتاب کو حکم ہے کہ سب اسلام قبول کرو۔ اپنی پہلی کوئی شے ذہن میں نہ رکھو۔

کَآفَّةً: یہ اسم ہے سب کے لئے تمام کے لئے بولا جاتا ہے۔ یعنی کلھم سب کے سب۔ اس کے اصل معنی روکنے والا۔ حاجز۔ کَفٌّ سے ہے۔ پھر اسم بنالیا گیا تمام کے لئے پوری شے کے لئے معنی ہیں۔ پورے پورے اسلام میں، کوئی بات اسلام کی ماننے یا کرنے سے رہ نہ جائے۔

زَلَلْتُمْ: مصدر زَلُوْل سے فعل ماضی مخاطب ہے کیچڑ سے پھسلنا۔ پھر گناہ کو بھی ذلت کہہ دیتے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہے یعنی اگر تم خطا کر بیٹھو یا مطلب ہے کہ تم اسلام میں پورے داخل نہیں ہوئے۔

اَلْبَیِّنٰتُ: کسی امر کو واضح اور ثابت کرنے والی۔ سند۔ دلیل۔

ظُلَلٍ: جمع ظُلَّةٌ۔ وہ شے جس سے سایہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ سائبان۔

Marfat.com

اَلْغَمَام: ابر۔ بادل۔ غمامۃ کی جمع۔ جب بادل بہت گاڑھا ہو تو سائبان کی طرح ہو جاتا ہے۔

اَلْعِقَاب: بقول واحدی عذاب جو جرم کے پیچھے دیا جاتا ہے۔

اُمَّةً: امام نے قفال کے قول سے اس کے معنی کئے ہیں کہ امت اُس قوم کو کہتے ہیں جو ایک واحد شے پر متفق اور مجتمع ہو اور ایک دوسرے کی پیروی کرتے ہوں۔ یہ بات ظاہر نہیں ہوئی کہ حق پر تھے یا باطل پر۔ مفسرین کے اس میں تین قول ہیں۔ اول دین حق پر تھے، اکثر محققین کا یہی قول ہے، امام نے اس قول کو ثابت کیا ہے۔ قول دوم۔ لوگ دینِ باطل پر ایک امت تھے۔ بعض مفسرین کا یہ قول ہے۔ قول ثالث کہ لوگ عقلی طریقوں پر عمل پیرا ہونے میں ایک امت تھے، عقلی دلائل سے وجودِ صانع کے قائل تھے اور اس کی وحدت کے قائل ہو کر عقلی برائیوں سے اور قباحتوں سے پرہیز کرتے تھے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ: اَمْ۔ اس کے متعلق امام نے لکھا ہے کہ یہ حرف استفہام درمیان کلام کے استعمال ہونے والا ہے، شروع میں آ کر استعمال نہیں ہوتا۔ یہاں بھی امام نے تاویل سے اس سے پہلے مقدر مان کر ترجمہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ایمان والوں کو ہدایت دی اس حق کی طرف جس میں لوگوں نے اختلاف کیا تو انہوں نے اپنے ساتھ قوم کے ٹھٹھا کرنے پر صبر کیا۔ تم کیا انہیں کا طریقہ اختیار کرو گے، یا گمان رکھو گے کہ بغیر آنے کے کسی بات میں جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اَلْبَاْسَآءُ: بؤس۔ شدت+فقر۔ سکنت۔ مراد ہے مالی اعتبار سے سخت تنگی پیش آئی۔

اَلضَّرَّآءُ: ضرر سے جسمانی تکلیف۔ درد۔ مرض۔ بیماری۔ ضرر کے اعتبار سے سخت تکالیف پیش آئیں۔

کُرْهٌ: مصدر کراھۃ کے معنی میں ہے بمعنی مفعول۔ مکروہ۔ ناپسند۔

اَلْمَيْسِرِ: مصدر ہے موعد کی طرح بمعنی یُسر حاصل کرنا۔ مال حاصل کرنا۔ پھر اسم بنالیا ہے۔ قمار کے واسطے۔ یعنی جُوا۔

حَبِطَتْ: حَبط و حُبوط سے فعل ماضی مونث۔ اس کے معنی ہیں ثواب اور اعمال کا ضائع ہونا اعمال سے مراد اعمال نافع ہیں۔

اَلْعَفْوَ: اس کے ایک معنی لکھے ہیں زیادتی مال یعنی زائد حاجات ضروریہ ہے۔

تَتَفَكَّرُوْنَ: فِکر سے باب تَفَعُّلٌ کا مضارع جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں اندیشہ کرنا، سوچنا، غور کرنا، کسی بات کے آئندہ نافع یا مضر ہونے میں غور کرنا۔

لَاَعْنَتَكُمْ: اِعْنَاتٌ باب افعال سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں رنج میں ڈالنا اور مشکل کام میں ڈالنا یعنی تم کو مشکل میں اور رنج میں ڈالتا۔

تُخَالِطُوْ هُمْ: مُخَالَطَة باب مفعالہ سے فعل مضارع مخاطب ہے۔ اس کے معنی ہیں ملانا جلانا اس سے مراد ہے کہ یتامیٰ کا کھانا پینا، رہنا سہنا۔ حتیٰ کہ رشتہ کر دینا سب کچھ یہ اکٹھا کر دو، تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔

اَعْجَبَتْكُمْ: اِعْجَابٌ باب افعال سے فعل ماضی مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں خوش کرنا۔ اگرچہ تم کو وہ بہت ہی خوش

Marfat.com

لگنے والی ہو۔

وَلَا تُنْكِحُوْا: نکاح مصدر سے فعل نہی حاضر جمع۔ اس کے معنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقد ہے۔ شرعی صورت میں ایجاب وقبول کرنا کرانا۔ اہلِ اسلام کے واسطے اور غیروں کے واسطے ان کے دستور کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے معنی ہیں وطی کرنا مگر لفظ ہر دو معنی میں استعمال ہوجاتا ہے۔ یہاں عقد مراد ہے۔

خَيْرٌ: یہاں اسم تفضیل ہے مونث کے لئے یعنی اچھی ہیں، بہتر ہیں۔

تَتَذَكَّرُوْنَ: تَذَكُّرٌ۔ باب تفعل سے مضارع جمع مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں یاد کرنا۔ یہاں معنی ہیں نصیحت پکڑنا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

مَحِيْضِ: حیض کی طرح مصدر ہے۔ عورت کا ماہواری پلیدی سے ناپاک ہونا۔ مگر امام نے ثابت کیا ہے کہ اس کے معنی مقام حیض بھی ہیں۔

اَذًى: رنجش۔ ایک تکلیف۔ عطا، قتادہ اور سدی کا قول ہے گندگی۔ امام نے کہا ہے کہ ہر ناپسند شے اَذًى ہے۔ یہاں مراد ہے گندی جگہ۔

يَطْهُرْنَ: طہارت سے مضارع جمع مونث غائب ہے۔ حتیٰ کہ پاک ہوجائیں۔ یعنی حیض ختم ہوجائے اور غسل کرلیں۔

تَطَهَّرْنَ: تَطَهُّرٌ باب تفعل سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں پاک ہونا۔ جب خوب پاک ہوجائیں۔

يُؤْلُوْنَ: اِيْلَاء باب افعال کا فعل مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں قسم کھانا۔ پھر شرع میں ایلاء کہتے ہیں اپنی عورت سے وطی نہ کرنے کی قسم کھالینا۔ یعنی وہ لوگ جو عورتوں سے ایلا کرتے ہیں پھر امام نے لکھا ہے اَلِيَّه قسم۔ یمین حلف ہم معنی لفظ ہیں۔ اِيْلَاءٌ اَلِيَّه سے ہے۔

تَرَبُّصُ: باب تفعل کا مصدر ہے۔ بمعنی انتظار کرنا اور ٹھہرے رہنا۔

فَآءُوْا: فَيْئٌ سے فعل جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں رجوع کرنا۔ یعنی اگر مدت کے اندر اندر ہٹ آئے اور رجوع کرلے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ: جمع ہے مُطَلَّقَه کی۔ تَطْلِيْق باب تفعیل کا اسم مفعول ہے، بمعنی طلاق دی ہوئی یعنی وہ عورت جس پر طلاق واقع ہوئی ہو۔ پھر اس کی تفصیل ہے۔ اگر عورت متعلقہ سے قبل طلاق صحبت، یا وہ میل جو صحبت کے حکم میں ہے ہوچکا ہے یا نہیں۔ نہیں ہوا تو اس پر عدت نہیں۔ انہیں دنوں میں کسی سے نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر صحبت یا خلوتِ صحیحہ ہوچکی ہے تو اس پر عدت ہوگی۔ اگر حاملہ ہے تو جننے تک اور اگر حاملہ نہیں تو اگر حیض والی ہے تو تین حیض گزرنے اور اگر چھوٹی ہے یا بڑی جس کا حیض خشک ہوچکا ہو تو تین چاند کے مہینے بیٹھے۔

قُرُوْءٍ: جمع قُرْءٌ کی قُرْءٌ حیض اور طہر دونوں پر بولا جاتا ہے اور دونوں میں حقیقی طور پر ہوگا پھر عدت تین قروء ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلاق کے بعد تین حیض گزارے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین طہر یعنی پاکیزگی

Marfat.com

کے ایام گزارے۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ : جمع ہے بَعْلٌ کی، اور بُعُولت میں ''ت'' زائد ہے۔ گویا جماعت کے اعتبار سے لائی گئی ہے۔ بمعنی خاوند۔

تَسْرِيْحٌ: سَرْحٌ سے باب تفعیل ہے۔ مصدر ہے اس کے معنی ہیں چھوڑ دینا۔ یعنی چھوڑ دینا ہے خوبی اور بھلائی کے ساتھ۔

ضِرَارًا: باب مفاعلہ کی مصدر ہے مُضَارٌّ۔ واسطے ضرر پہنچانے کے۔

هُزُوًا: ہنسی مخول کرنا، مصدر ہے بمعنی مفعول یعنی ہنسی کی ہوئیں۔ اس کا باب مثل فَتَحَ اور عَلِمَ کی آتا ہے۔

لَاتَعْضُلُوْا : عَضْل سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں عورت کو خاوند کرنے سے روکنا نہ روکو ان کو کہ نکاح کریں اپنے خاوند سے۔

كِسْوَتُهُنَّ : كِسْوَةٌ لباس پہننے کے کپڑے۔

وُسْعَهَا : وُسْعٌ۔ وَسْع۔ وِسْع ان کے ایک ہی معنی ہیں۔ گنجائش، طاقت، مالی طاقت۔

وَلَا تُضَآرَّ: مُضَآرَّةٌ و ضِرَارٌ باب مُفَاعَلته سے امر غائب مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں ضرر دینا اور چاہئے کہ نہ ضرر دی جائے بچے کی ماں، بچے کے سبب۔ اور نہ بچے کا باپ، یا اس کا سربراہ ضرر دیا جائے بہ سبب بچے کے۔

فِصَالًا: مصدر ہے باب مفاعلہ کی مفاصلہ کی طرح الگ الگ کرنا۔ بچے کو ماں سے، اور ماں کو بچے سے الگ کرنا مراد ہے دودھ چھڑانا۔

تَرَاضٍ: مصدر ہے باب تفاعل کا۔ اس کے معنی ہیں باہم راضی ہونا کسی شے پر۔ یہاں مراد ہے دودھ چھڑانے پر میاں بیوی کا راضی ہونا۔

تَشَاوُرٍ: شَوْرٌ سے تَشَاوُرٍ باب تفاعل کا مصدر ہے۔ شَوْرٌ مصدر کے معنی ہیں شہد نکالنا تَشَاوُر کے معنی ہیں مشورہ کرنا۔ رائے معلوم کرنا۔ مشورے میں خالص رائے ہر ایک کی حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

تَسْتَرْضِعُوْا: اِسْتِرْضَاع باب استفعال سے جمع مذکر مخاطب ہے۔ استرضاع کے دو معنی ہیں ایک دودھ پلانے والی چاہنا۔ دوم۔ دودھ پلوانے کا غیر سے ارادہ کرنا۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی اگر ارادہ کرو کہ اپنی اولاد کو دایہ سے دودھ پلواؤ۔

مَآ اٰتَيْتُمْ : اِيْتَاءٌ باب افعال سے فعل ماضی جمع مخاطب ہے۔ اس کے معنی ہیں دینا یہاں مَا اٰتَيْتُم سے مراد ہے جو تم نے اپنے ذمے لازم قرار دیئے ہیں اور جس کے تم ضامن ہوئے ہو۔ دایہ کی ماہوار، یا بالمقطہ رقم۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ: تَوَفِّي باب تفعل سے مضارع جمع غائب مذکر مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں پورا پورا وصول کرنا، لینا یہاں مراد ہے روح قبض کیا جانا۔ یعنی وہ لوگ جن کے روح قبض کیئے گئے ہوں۔

يَذَرُوْنَ: وَذْرٌ مصدر سے جمع مذکر مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں ترک کرنا۔ چھوڑنا معنی ہیں چھوڑیں بیویاں۔

Marfat.com

اس مصدر سے صرف مضارع اور امر استعمال ہوتا ہے۔ ماضی قلیل شاذ۔طور پر استعمال ہوتا ہے۔

عَرَّضْتُمْ: تَعْرِیض باب تفعیل سے فعل ماضی معروف جمع۔ قاضی نے لکھا ہے کہ تعریض اور تلویح اس کلام کو کہتے ہیں جو مقصود کے لئے نہ حقیقی طور پر وضع کیا گیا ہو، نہ مجازی طور پر۔ جیسے کوئی حاجت مند کسی سے کچھ لینے کی غرض سے جائے، وہ پوچھے کیسے آئے؟ یہ کہے آپ کے سلام کو۔ یہ جملہ تعریض ہوگا۔ کنایہ یہ ہوتا ہے کہ مقصود کو اس کے مقررہ الفاظ کی بجائے اس کے لوازمات کے ذریعے ظاہر کرے۔ مثلاً کسی نے ایک شخص کے لمبے قد کو ظاہر کرنا ہے۔ طویل القامت کہہ دے تو اس میں صراحت ہے، اس کو تصریح کہتے ہیں اور اگر کہے کہ فلاں طویل النجاد ہے۔ لمبے پر تلے والا ہے تو یہ کنایہ ہوگا۔ امام نے کہا ہے کہ تعریض ایسے کلام کو کہتے ہیں جو مقصود اور مطلب کے سوا کوئی اور مطلب سمجھ لینے کا احتمال بھی رکھتا ہو مگر قرائن مطلب ہی کے لئے ہوں۔

خِطْبَه: خطب کے معنی کلام مخاطبت، رودررو کلام کرنا۔ خُطْبَه خ کے پیش سے وعظ کہنے کو، اور خطبہ خ کی زیر سے عورت سے نکاح کے سوال کرنے کو کہتے ہیں۔

اَكْنَنْتُمْ: اکْنَان باب افعال سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں چھپانا دل میں رکھنا۔

لَاتُوَاعِدُوْا: مُوَاعَدَةٌ مصدر باب مُفَاعَلَه سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں باہم وعدہ کرنا۔ عدت کے اندر اندر نکاح کر لینے کا وعدہ مت کر رکھو۔

فَرِیْضَةً: فرض سے صفت مشبہ ہے۔ مقرر کرنا۔ اس کے معنی ہیں مقرر کیا ہوا، بمعنی مفعول، پھر یہ اسم بنایا گیا ہے حق امر کے لئے۔

مَتِّعُوْا: مَتَاعٌ مصدر باب تفعیل سے امر حاضر جمع کا صیغہ ہے۔ یعنی متعہ دوان کو۔ یہاں متعہ مراد ہے تین کپڑے حسب مقدور۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک قمیص، ایک دوپٹہ اور ایک چادر۔ یہ اُس عورت کے حق میں ہے، جس کو صحبت سے پہلے طلاق دی گئی ہو، اور حق مہر کچھ مقرر نہ کیا گیا ہو۔

مُوْسِعِ: اِیْسَاع باب افعال سے اسم فاعل ہے۔ وسعت رکھنے والا۔ خوشحال۔ متوسط سرمایہ دار۔

مُقْتِرِ: قَتْرِ سے اِقْتَار باب افعال سے اسم فاعل ہے۔ عیال پر نفقہ تنگ کرنا۔ مراد ہے یہاں تنگ دست اپنی حیثیت سے وہ کپڑے متعے کے دے۔

صَلٰوةِ الْوُسْطٰی: وُسْطٰی مونث کا صیغہ ہے اَوْسَط سے۔ اس کے معنی ہیں درمیان کی۔ وہ نماز ہے عصر کی۔ دو دن کی، فجر اور ظہر کی، اور دو رات کی، مغرب اور عشاء کی۔ یا وُسْطٰی، فُضْلٰی کے معنوں میں ہے، بہت فضیلت والی۔ وہ بھی عصر کی ہے۔ اس کی فضیلت حدیث شریف میں مذکور ہے، ایک قول ہے کہ فجر کی نماز ہے۔ ایک قول ہے ظہر کی۔ ایک قول ہے مغرب کی نماز۔ ایک قول ہے عشاء کی نماز ہے۔ ہر ایک قول کی وجہ بن سکتی ہے درمیانی ہونے کے لئے۔

Marfat.com

قٰنِتِيْنَ: قنوت سے اسم فاعل جمع ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہیں فرمانبرداری کرنا، اور نماز میں قیام کرنا۔ بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہے دعا اور ذکر قول دوم مطیعین، قول ثالث ساکتین یعنی خاموش۔ چہارم خشوع کرتے ہوئے۔ پنجم طول القیام۔ قیامِ طویل ششم مداومت اللہ تعالیٰ کی عبادت پر۔ ان میں سے کوئی عملی صورت قائم رکھنے والے۔

رِجَالًا: جمع رَاجِلٌ۔ پیادہ۔

رُكْبَانًا: جمع رَاكِبٌ۔ سوار عام طور پر شتر سوار کو کہتے ہیں۔

اُلُوْفٌ: جمع الف کی بمعنی ہزار، کئی ہزار یا جمع ہے آلِفٌ کی۔ جیسے قُعُوْدٌ قَاعِدٌ۔ یعنی الفت رکھنے والے باہم مجمع الفت رکھنے والے تھے۔

فَيُضٰعِفَهٗ: باب مضاعفہ۔ مفاعلت سے فعل مضارع غائب ہے۔ امام نے لکھا ہے کہ تضعیف۔ اضعاف اور مضاعفۃ کے ایک ہی معنی ہیں۔ کسی چیز میں اتنی زیادتی کرنا کہ دوگنا ہو جائے، یا زیادہ۔ یہاں مراد ہے فَيُضَاعِفَهٗ، يُضَاعِفُ ثَوَابَهٗ۔ اس کا ثواب کئی گنا بڑھا دے گا۔

اَضْعَافًا: جمع ہے ضِعْفٌ۔ مقدار میں کسی شے کے برابر۔ دوسرے معنی ہیں شے کی مقدار سے ایک گنا، یا کئی گنا زیادہ۔

يَقْبِضُ: قبض سے مضارع غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں کسی شے کو پکڑ کر مٹھی بند کر لینا۔ ایک معنی ہیں تنگ روزی کرنا۔ یہاں یہی مراد ہیں کہ کسی قوم کی روزی تنگ کرتا ہے۔

يَبْسُطُ: بَسْطٌ مصدر سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں پھیلانا۔ وسیع کرنا۔ کسی قوم کی روزی وسیع کرتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ: رویتہ سے نفی حجد بلم ہے۔ اس کے معنی ہیں آنکھ سے دیکھنا۔ مگر کبھی بصیرت سے دیکھنا اور معلوم کرنا، اس کے معنی لئے جاتے ہیں جیسا کہ یہاں ہیں۔ معنی ہیں کیا تو نے نہیں جانا۔

اَلْمَلَاِ: اس کے معنی ہیں عزت والے لوگ۔ قوم اور رہط کی مثال چند آدمیوں کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ اصل اس کا مَلَاءٌ ہے۔ ایسے لوگ جو اپنے رعب سے لوگوں کی نظروں کو بھر دیں، بعض کا قول ہے کہ ایسی جماعت کہ جب جمع ہوں تو مکان کو بھر دیں۔ رجاج کا قول ہے کہ مَلَاءٌ رؤساء کی جماعت کو کہتے ہیں۔

اِبْعَثْ: بَعْثٌ مصدر سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں بھیجنا۔ لیکن یہاں معنی ہیں مقرر کرنا۔ معین کرنا، مقرر کرنا۔

تَوَلَّوْا: تَوَلِّيًا باب تفعل سے فعل ماضی جمع مذکر غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں اعراض کرنا، یہاں مراد ہے پھر جانا، نہ ماننا، پھر گئے، قائم نہ رہے۔

اَنّٰى: من این کے معنی میں ہے۔ یا کَيْفَ کے معنی ہیں۔ کہاں سے، یا کیسے۔

سَعَةً: مصدر ہے۔ اصل میں وَسْعَةٌ تھا۔ واؤ ایک قاعدے کے ماتحت گری ہوئی سمجھی، اس کے معنی ہیں سرمایہ داری، دولت مندی۔

Marfat.com

وَاسِعٌ: وَسُع د وَسُعَته سے اسم فاعل۔ بمعنی وسیع فضل ورحمت ورزق دینے والا، ایک قول ہے وَاسِعٌ بمعنی مُوسِعٌ۔ بہت وسیع کرنے والا رزق۔ مال کشادگی۔

تَبُوتُ: امام نے تابوت کے متعلق صاحب کشاف کا قول نقل کر دیا ہے کہ اس کا وزن فَعْلُوت ہے یا فاعول۔ فاعول خلافِ قیاس ہے لہٰذا فعلوت صحیح ہے۔ مادہ توب سے بنا ہے جس کے معنی ہیں رجوع کرنا۔ تابوت ایسا ظرف جس میں اشیاء رکھی جاتی ہیں۔ پھر جو چیز نکالتے ہیں اسی میں دوبارہ سہ بارہ رکھی جاتی ہے۔ خود اس کا مالک بار بار اس کی طرف رجوع کرتا ہے، چیز نکالنے اور رکھنے کے لئے یہی معنی ہیں رجوع کے۔ معنی ہیں صندوق، ٹرنک۔

سَكِينَةٌ: فَعِيلَه کے وزن پر سکون سے مصدر ہے، بجائے اسم کے واقع ہوا۔ اس میں کئی قول ہیں۔ (۱) جو کچھ تابوت میں رکھا تھا وہ باعثِ اطمینان تھا۔ (۲) تابوت خود سکینہ تھا، چونکہ دشمن لوٹ میں لے گیا تھا اس کا واپس آ جانا طالوت کی بادشاہی کی دلیل ہو گیا، تابوت کے اندر کچھ تحریرات تھیں، بقول ابو مسلم کچھ غیر معلوم اشیاء تھیں۔

بَقِيَّةٌ: کسی شے سے بچی ہوئی چیز باقی ماندہ شے۔ مراد ہے حضرت موسیٰؑ کے کچھ کپڑے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی دستار، یا الواحِ تورات کے ٹکڑے۔

الُ مُوسٰى: آل لغت میں اس کے معنی ہیں اَھل گھر کے افراد۔ متعلقین۔ عربی میں آل باعزت خاندانی شخص کے متعلقین پر استعمال کرتے ہیں۔ ہر شخص کے گھر والوں پر نہیں بولتے۔ یہاں حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارون علیہا السلام کی ذات مراد ہے، یا ان کے خاص متعلقین۔

مُبْتَلِيكُمْ: اِبْتلاء باب افتعال سے اسم فاعل ہے۔ بمعنی امتحان لینا۔ بے شک اللہ تمہارا امتحان لینے والا ہے۔

لَمْ يَطْعَمْهُ: طَعْم سے حجد بلم۔ اس کے معنی ہیں چکھنا اور جس نے اسے نہ چکھا۔

اِغْتَرَفَ: غَرْف سے باب افتعال سے فعل ماضی معروف ہے۔ اس کے معنی ہیں چلُّو میں پانی لینا، مگر جس نے ایک چلُّو پانی لیا۔

بَرَزُوْا: بَرْزٌ و بُرُوْزٌ سے فعل ماضی جمع غائب۔ اس کے معنی ہیں ظاہر ہونا۔ یہاں مراد ہے جب وہ دشمن کے سامنے ظاہر ہوئے۔

اَلرُّسُلُ: جمع رَسُوْل. اِرْسَال مصدر سے مُرْسَلُ اور رَسُوْل دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں بمعنی بھیجا ہوا۔

مُرْسَلُ: اسم مفعول ہے اور رسول صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول۔

فَضَّلْنَا: تَفْضِيل باب تفعیل سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں برگزیدہ کرنا۔ زیادتی بخشنا، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر زیادتی بخشی ہے۔

دَرَجٰتٍ: جمع دَرَجَته کی۔ اس کے لغوی معنی ہیں پاؤں رکھنے کی جگہ۔ لیکن یہاں مراد ہے، مقام فضیلت اور مقام قرب

Marfat.com

جوعطا فرمایا بالخصوص رحمۃ للعالمین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

اٰتَیْنَا: اِیْتَاءٌ باب افعال سے فعل ماضی متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں دینا۔اور دیئے ہم نے عیسیٰؑ بن مریم کو واضح معجزات۔

اَیَّدْنَا: اَیْد سے باب تفعیل تائید کا فعل ماضی متکلم ہے۔اَیْد کے معنی ہیں توانائی و توانا ہونا اور تائید کے معنی ہیں توانا کرنا۔ قوی کرنا اور ہم نے اس کو قوت دی، توانا کیا روح القدس سے۔

بِرُوْحِ الْقُدُسِ: قُدُس کے لغوی معنی ہیں پاک۔روح القدس میں کئی قول ہیں۔حسن بصری کا قول ہے کہ قدس اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور روح سے مراد جبرئیل۔زیادہ عزت کے واسطے اپنا روح فرمایا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک کلام تھی جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کرتے تھے۔تیسرا قول ابو مسلم کا ہے کہ مراد وہ روح پاک جو پھونکا گیا مگر قول اول اولیٰ ہے۔

شَآءَ: مصدر مَشِیْئَتہ سے فعل ماضی ہے،اس کے معنی ہیں چاہنا۔باب اس کا مثل فَتَحَ کی ہوتا ہے یعنی شَآءَ یَشَآءُ مَشِیْئَتہ اسی سے مصدر ہے شَیْئٌ بمعنی مفعول چاہی ہوئی۔

خُلَّةٌ: اس کے معنی ہیں دوستی۔مصدر ہے۔دوست کو بھی کہتے ہیں۔یہ لفظ واحد، تثنیہ، جمع مذکر مونث کے واسطے بولا جاتا ہے، یہاں مراد صداقت اور دوستی ہے۔

اَللّٰہُ: قاضی بیضاوی نے بہت تفصیل سے اس اسم پاک کی توضیح کی ہے۔جس میں سے قدرے یہ ہے۔اللہ اصل میں اِلٰہ تھا۔ہمزہ کو حذف کر کے الف ولام تعریف کا بطور عوض کے شروع میں لگایا،اور ادغام سے اللہ پڑھا۔اِلٰہ ہر معبود پر بولا جاتا ہے،مگر الف لام تعریف سے معبود برحق کے واسطے خاص ہوگیا۔کس لفظ سے بنا ہے اَلِہَ یَالَہُ سے مثل عَلِمَ یَعْلَمُ کی بمعنی حیران ہوا وہ حیران ہوتا ہے۔اللہ کی معرفت میں عقلیں حیران ہوتی ہیں۔اسی طرح کے ماخذ بنا کر بیان کیا ہے کہ اللہ اسم مشتق ہے۔ایک قول بیان کیا ہے کہ یہ اسم پاک خاص ذات پاک کا اسم علم ہے بایں وجہ کہ یہ موصوف ہوسکتا ہے، صفت دوسرے اسم کی نہیں ہوسکتا۔مگر قاضی نے اس قول کو باطل قرار دیا ہے کہ علم نہیں ہے تو صفت ہی۔مگر بوجہ غالب استعمال کے پاک ذات کے واسطے مثل علم کے ہوگیا ہے،مشتق ماننے کی قوی وجہ یہ ہے کہ اشتقاق کے معنی ہیں دو لفظوں کا ترکیب اور معنی میں مشترک ہونا۔سو یہ بات ہر ایک ماخذ میں اور اس اسم میں پائی جاتی ہے۔

اَلْحَیُّ: علامہ الوسی رحمۃ اللہ نے اس کی اصلیت میں دو قول نقل کیے ہیں۔اول لفیف مقرون یائی حَیِیَ دوم لفیف مقرون کی اور واوی سے حَیِوَ پھر اس میں واؤ کو حسب قاعدہ ی سے بدلا اور حیی پڑھا۔اس دوسرے قول کے سبب حیوۃ واؤ سے لکھتے ہیں۔اس کا وزن فَعْیِل یا فَیْعِلٌ ہے۔حَیِیٌ تھا۔پھر مخفف کیا گیا مثل مَیِّتٌ سے مَیْتٌ کی حَیٌّ پڑھا۔پھر علامہ نے حیات کی تفسیر جو طیبی نے کی ہے بایں طور کہ حیاتی ایک قوت ہے جو ہر نوع میں خاص اعتدال کے وقت پیدا ہوتی ہے اور اس سے تمام قواءِ حیوانیہ حاصل ہوتے ہیں کہہ کر رد کیا ہے کہ اس قسم کی حیات سے حق تعالیٰ منزہ ہے۔متکلمین کا قول

Marfat.com

ہے کہ وہ صفت جس کے ذریعے علم اور قدرت حاصل ہو حیات کہلاتی ہے۔ امام نے اس پر اعتراض کر کے ثابت کیا کہ ہر جنس جب اپنی ذات میں کامل ہو، تو اسے ذی حیات کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ذاتِ حق تعالیٰ کامل مطلق ہے۔ اُس کے کمال کو اس کی ذات میں، اس کی صفات سلبیہ، اور اضافیہ میں عدم نہیں لہٰذا حَیّ ہے۔ علامہ نے میٹھے لفظ سے اس کو باطل کر دیا ہے۔ پھر خود لکھا ہے کہ حیات اور صفت ہے ذات پاک میں حقیقی قائم۔ اس کی کنہ کو اس کی دوسری صفات کی طرح پہنچا نہیں جا سکتا اور علم وقدرت کے مجموعے سے زائد ہے۔ لہٰذا اَلْحَیُّ وہ ذات ہے جس میں وہ صفت قائم ہے۔

اَلْقَیُّوْمُ: علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا خلاصہ۔ قیام سے مبالغے کا صیغہ ہے۔ قَیُّوم اصل میں قَیْوُوْم۔ فَیْعُول کے وزن پر تھا عین کلمے کی واؤ کو ی بنا کر ادغام کیا۔ اس کے معنی بقول ضحاک دائم الوجود ہیں۔ ایک قول ہے قائم بذاتہٖ۔ مخلوق کی تدبیر اور رزق میں قائم۔ ایک جماعت قائل ہے کہ قیوم اسم اعظم ہے، وہ اس کے معنی کرتے ہیں، بذاتہٖ قائم، اور بغیرہ مقوم یعنی خود اپنے آپ قائم ہے، اور اپنے غیر کو پیدا کر کے قائم رکھنے والا ہے۔ مخلوق کا ہر موجود، اور ہر ہر ذرہ اسی کے رکھے قائم ہے۔

سِنَةٌ: جمع سَمَآءٌ کی۔ اس کے کئی معنی ہیں۔ ایک معنی ہیں آسمان، یہاں یہی مراد ہیں۔

بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ: اس کے معنی میں کئی قول ہیں۔ (۱) ھُم سے مراد اہلِ سمٰوٰت والارض ہیں، آگے سے مراد ہے امورِ دنیا، اور پیچھے سے مراد امور آخرت کے۔ (۲) ضحاک اور کلبی آگے سے مراد قیامت اور خلف سے مراد دنیا لیتے ہیں۔

کُرْسِیُّهٗ: تخت اس کے ایک معنی ہیں۔ امام نے اس میں چار قول لکھے ہیں۔ (۱) ایک بہت بڑی جسم دار شے جس میں آسمان وزمین سمائے ہوئے ہیں وہ ان پر حاوی ہے۔ حسن بصری کا قول ہے، کہ عرش وکرسی ایک ہی کچھ ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ کرسی آسمانوں کے اوپر ہے اور عرش کرسی کے اوپر ہے۔ (۲) کرسی سے مراد ہے غلبہ۔ قدرت اور تسلط یعنی ان صفات نے گھیر رکھا ہے۔ آسمان وزمین کو۔ (۳) مراد علم ہے، یہ معنی لغت میں بھی لکھے ہیں، یعنی اس کے علم میں زمین وآسمان گھرے ہوئے ہیں۔ (۴) قفال نے اختیار کیا ہے کہ مقصود اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو ایسی صورت سے اپنی صفات سمجھائی ہیں جس سے وہ اپنے بادشاہوں سے عادی ہیں۔ کرسی میں ایک شان ہوتی ہے۔

لَا یَئُوْدُهٗ: اَوْدًا مصدر سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں بہت بوجھل کرنا۔ نہیں بوجھ ڈالتی اور مشقت ڈالتی اس ذات پاک پر زمین وآسمان کی حفاظت۔

لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ: اِکْرَاهٌ مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں خلاف مرضی جبراً کسی سے کوئی کام کرانا اور دین سے مراد ہے اللہ کا دین۔ یعنی دین اسلام۔ مراد ہے کسی کو اسلام پر مجبور نہ کرو۔ یہ حکم اکارے دکارے کے لئے ہے۔ قوموں ملکوں کے واسطے جہاد کی صورت ہے۔ پہلے کہا جائے اسلام لاؤ نہیں تو جزیہ دو۔ آخر میں لڑائی ہے۔ مسلمان کو تعمیل ارکان پر جبر صحیح

Marfat.com

ہے۔ دین منوانے میں جبر منع ہے، دین کے اعمال کروانے میں منع ہیں۔

تَبَیَّنَ الرُّشْدُ: تَبَیَّنَ باب تَفَعُّل سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے معنی یعنی تَبَیَّنَ۔ اِسْتَبَانَ اور بَانَ کے ایک ہی معنی ہیں ظاہر ہونا۔ رشد کے معنی ہیں طریق مستقیم پر چلنا۔ مصدر ہے باب مثل نصر و علم کی۔ کامیابی کے رستے پر چلنا۔ رشد واضح ہو چکا ہے۔

غَیّ: رشد کے خلاف ہلاکت کا طریق اختیار کرنا۔ مہلک رستے پر چلنا۔

اَلطَّاغُوْتِ: سرکشی کرنا۔ حد سے تجاوز کرنا۔ یہ فَعَلُوْت کے وزن پر ہے۔ مثل جبروت، اس میں ت زائد ہے۔ طغا سے مشتق ہے۔ بعض کا قول ہے یہ اسم مصدر ہے مثل ملکوت وغیرہ کی۔ اس وقت بمعنی فاعل ہوگا۔ سرکشی کرنے والا، مراد شیطان۔ کاہن، ساحر۔ بت۔ سرکش جن وانس۔

اِسْتَمْسَکَ: مَسَکَ سے باب استفعال اِسْتِمْسَاک سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں مضبوطی سے پکڑنا۔ لغت میں اِمْسَاک۔ تَمَسَّکَ اِسْتِمْسَاک اور اِمْتِسَاک کے ایک ہی معنی لکھے ہیں۔ البتہ قاضی نے خاصہ طلب ملحوظ رکھ کر ترجمہ کیا ہے کہ اس نے اپنے نفس سے امساک طلب کیا گویا نفس کو خوب پکڑے رکھنے کی بابت کہا۔

بِالْعُرْوَۃِ: ڈول، کوزہ وغیرہ پکڑنے کی مٹھی کی علیحدہ بنی ہوئی جگہ۔

اَلْوُثْقٰی: اسم تفضیل مونث کا صیغہ وَثق و ثقۃ سے جس کے ایک معنی ہیں پختہ کرنا۔ مراد بہت پختہ اور مضبوط قبضہ کرنے کی جگہ یعنی ایمان بقول مجاہد۔ قرآن بقول انس بن مالک۔ اخلاص بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یا اعتقاد الحق، یا ایسا سبب جو رضاءِ الٰہی کے حاصل ہونے کا موجب ہو۔

اِنْفِصَامَ: نَصَمَ سے باب انفعال کا حاصل مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں ٹوٹنا اور الگ الگ ہونا یعنی اس پکڑنے کے سبب کو ٹوٹنا اور الگ ہونا نہیں کہ پکڑنے والا گر پڑے نقصان اٹھائے، اور اپنے مقصد سے محروم رہے۔

حَآجَّ: حجت سے باب مفاعلہ مُحَاجَّۃٌ سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں جھگڑنا، حجت بازی کرنا۔ اپنے اپنے دعوے پر دلیل لانا۔

بُہِتَ: بَھْتٌ سے فعل ماضی مجہول ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں متحیر ہونا، حیران ہونا۔ اس کا باب علم یا کرم کی طرح آتا ہے لیکن صاحب صراح نے لکھا ہے کہ اس لفظ کا مجہول زیادہ فصیح ہے۔ مثل اس کلمہ مبارک کی۔ اسی طرح مبہوت کہتے ہیں بَاھِتٌ یابَھِیْتٌ نہیں کہتے۔ یعنی وہ کافر مبہوت ہو گیا، بات نہ کر سکا، نہ جواب دے سکا۔

مَرَّ: مَرٌّ و مُرُوْرٌ سے فعل ماضی بمعنی گزرنا، گزرا۔ بقولے حضرت عزیز علیہ السلام تھے اور بقولے ارمیاء علیہ السلام تھے۔

قَرْیَۃٍ: یہ لفظ قَرْیٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں جمع ہونا۔ بمعنی شہر۔ اس کے تعین میں کئی قول ہیں۔ قوی قول بیت المقدس

Marfat.com

ہے جب بخت نصر ویران کر کے گیا یہ اس وقت کا واقع ہے۔

خَاوِيَةٌ : خَواءٌ سے اسم فاعل مونث ہے۔اس کے معنی ہیں خالی ہونا، گر پڑنا، باب مثل ضَرَبَ کی یا مثل علم کی آتا ہے۔ یہاں ''خ'' سے مراد دوسرے معنی ہیں یعنی گری پڑی تھی۔

عُرُوْشِهَا : جمع عَرْش۔اس کے ایک معنی ہیں مکان کی چھت۔وہ بستی گھروں کی چھتوں پر گری پڑی تھی بایں طور کہ پہلے چھتیں گریں، ان کے اوپر دیواریں گریں۔

اَنّٰى : مَتٰى کے اور کَيْفَ کے معنی میں آتا ہے۔کب زندہ کرے گا؟ یُحْيِ کا مفعول فیہ۔یا کیسے زندہ کرے گا حال ہوگا یُحْيِ کے فاعل کا۔

بَعَثَ : بَعْثٌ سے فعل ماضی ہے۔اس کے ایک معنی ہیں اٹھانا۔یعنی اس کو اسی طرح جیسا تھا تمام جسمانی، دماغی، روحانی قوی سے اٹھا کھڑا کیا۔احیا کے لفظ سے یہ باتیں مفہوم نہیں ہوتیں اس واسطے بعث فرمایا۔

لَبِثْتَ: لَبْثٌ سے فعل ماضی مخاطب ہے۔اس کے معنی ہیں ٹھہرنا۔تو کتنی مدت یہاں ٹھہرا ہے؟ قائل اللہ تعالیٰ ہے۔ایک قول ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

لَمْ يَتَسَنَّهْ : تَسَنٌّ سے نفی جحد بلم ہے اس کے معنی ہیں متغیر ہونا۔تَسَنٌّ اصل میں تَسَنُّنٌ تھا دوسرے نون کو ی بنایا مثل تقضي کی جو تَقَضُّضٌ تھا۔پھر تَسَنُّیٌ میں تعلیل کر کے تَسَنٍّ بنایا۔ماضی اس سے تَسَنّٰی ہے باب تفعیل۔یعنی تیرا کھانا پانی بدذائقہ نہیں ہوا، بگڑا نہیں۔

نُنْشِزُهَا: اِنْسازٌ باب افعال سے مضارع متکلم ہے۔صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں مردے کی ہڈیاں ان کے خاص مقام پر رکھنا، اور اُن کو ترکیب دینا۔

اَرِنِيْ: اِرَاءَةٌ باب افعال سے فعل امر حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں آنکھ سے دکھانا۔مجھے دکھا۔

لِيَطْمَئِنَّ: اِطْمِيْنَانٌ۔طَمَانٌ سے باب افعیلال کا مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں آرام کرنا، تسلی ہونا دل میں سکون آنا تا کہ میرا دل سکون پکڑے۔

اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ: چار پرندے مور۔مرغ، کوا اور چیل لئے۔

فَصُرْهُنَّ: یہ کلمہ مبارک صَارَ يَصُوْرُ صَوْرًا مثل قَالَ قَوْلًا سے امر حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں مائل کرنا۔اپنی طرف ان کو مائل کرلے۔اپنے ساتھ ملالے۔علامہ نے لکھا ہے، یہ لفظ مشترک المعنی ہے ہلانا۔مائل کرنا اور قطع کرنا ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔امام نے صُرْهُنَّ کے بعد قَطِّعْهُنَّ محذوف مانا ہے۔اُن کو ہلا کر ذبح کر کے ٹکڑے کر اور ہر پہاڑ پر کچھ کچھ حصہ ان کا رکھ۔

سَنَابِلَ: جمع ہے سُنْبُلَتٌ کی۔دانوں سے بھرا ہوا خوشہ۔جیسے مکی، باجرا اور جوار وغیرہ کے خوشے۔

Marfat.com

مَنًّا : فَعْلٌ کے وزن پر مصدر ہے۔ اس کے کئی معنی ہیں۔ مگر مراد اس سے یہاں احسان جتانا ہے۔ اس سے خرچ کیا ہوا ضائع ہو جاتا ہے۔

اَذًی : مصدر ہے۔ رنجیدہ کرنا، تکلیف دینا۔ اس پر فخر کر کے اور اسے کم درجہ جان کر۔

رِئَآءَ : مصدر ہے باب مفاعلہ کی جس طرح مُرَاءَۃٌ ہے دکھلاوے کی نیت سے عمل کرنا۔ مفعول لہ، ہے، یا حال ہے بمعنی فاعل مُرَاءٍ۔ یعنی دکھلاوے کے واسطے خرچ کرتے ہیں۔

صَفْوَانٍ: جمع صَفْوَانَۃٌ کی بڑا پتھر ہموار۔ بڑے بڑے ہموار پتھروں کی طرح جن پر مٹی ہو اور ان پر کوئی دانے بودے۔ بارش سے وہ مٹی ڈھل کر بہہ جائے گی۔ کچھ نہ اُگے گا۔

وَابِلٌ : موٹے قطروں والی شدید بارش وَبْل اس سے مصدر ہے۔ باب مثل ضَرَبَ کی آتا ہے۔ موٹی بارش برسنا۔

صَلْدًا: صاف ڈھلا ہوا، بغیر مٹی غبار کے۔ سخت ہموار جس زمین کے سخت ترنکڑے میں کچھ نہ پیدا ہو۔

اِبْتِغَآءَ : بابُ افتعال کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں طلب کرنا، چاہنا۔ یہاں مفعول لہ ہے یعنی نفس کو ایمان پر ثابت اور پختہ کرنے کے واسطے۔

رَبْوَۃٍ : پشتہ، بلند جگہ۔

اُکُلَهَا : پھر جو کھایا جاتا ہے۔

طَلٌّ: نرم نرم پھوار۔

اِعْصَارٌ : ہوا کا بگولا۔ چکراتی ہوئی ہوا کا بہت بڑا دائرہ جو آسمان کی طرف بلند ہوتا جاتا ہے۔

لَاتَيَمَّمُوْا: يَمَمٌ سے باب تفعل تَيَمُّمٌ سے فعل نہی ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں قصد کرنا۔ تم نہ قصد کرو۔ ردی شے دینے کا۔

تُغْمِضُوْا: غَمْضٌ سے اِغْمَاضٌ باب افعال سے مضارع مخاطب جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں چشم بند کرنا۔ یہاں مراد ہے پروانہ کرنا۔ جیسا کسی نے دیا آنکھیں بند کر کے لے لینا۔ احمق ایسا کر لے، کرلے۔ سلیم طبع ناقص قبول نہیں کرتا۔

اَلْفَحْشَآءَ : قباحت، برائی، بے حیائی، عرب میں بُخل کو بھی فحشا کہہ دیتے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہے۔ یعنی تم کو شیطان بخل کی طرف بلاتا ہے۔ یا بخل کا وعدہ دیتا ہے۔

اَلْحِکْمَۃَ : الحِکمۃ مصدر ہے پختہ کرنا۔ علامہ نے اس میں بہت سے اقوال لکھے ہیں۔ (۱) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قرآن کے ناسخ منسوخ، متشابہ، محکم، مقدم موخر، حلال حرام اور اُس کے امثال کا علم۔ (۲) قرآن مجید کے مسائل کا علم۔ (۳) قرآن مجید پڑھنا اور پورا صحیح غور کرنا۔ (۴) علم عمل اور قول میں پختگی۔ دینے سے مراد ہے علم عمل صحیح کی توفیق۔

يَذَّكَّرُ: يَتَذَكَّرُ تھا۔ ت کو ذ بنا کر ادغام کیا۔ نصیحت پکڑنا۔ باب تفعیل سے مضارع غائب ہے۔

Marfat.com

نَذَرْتُم: نَذْرٌ سے فعل ماضی مخاطب ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہیں ڈرنا اور ایک معنی ہیں عہد و پیمان کرنا۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں، یعنی عہد کرنا اللہ سے کسی کام کرنے پر یا کچھ مال خرچ کرنے پر۔ علامہ نے لکھا ہے کہ نذر دل کو کسی امر پر پختہ کرلینا اور ایک خاص وجہ سے کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلینا۔ کسی شرط سے ہو، یا بلا شرط۔ امام نے لکھا ہے کہ نذر وہ شے ہے جو انسان اپنے اوپر خود واجب کرلیتا ہے۔

اَنْصَارٌ: جمع ہے نَصِیر کی مثل حَبِیب کی جمع اَحْبَاب یا جمع ہے نَاصِر کی۔ مثل شَاهِد کی۔ جمع اس کی اشھاد ہے۔ معنی مددگار۔

نِعِمَّا: تَوْفِيَةٌ باب تفعیل سے مضارع مجہول ہے۔ اس کے معنی کسی شے کو پورا اور مکمل کرنا ہیں۔ یعنی ان کو صدقات کا پورا اور کامل ثواب دیا جائے گا۔

اُحْصِرُوْا: اِحْصَار باب افعال سے فعل ماضی مجہول ہے۔ اِحْصَار کے معنی ہیں روکنا۔ یعنی کوئی ایسا امر انسان کے پیش آجائے جس سے وہ تھوڑا بہت سفر نہ کر سکے، مرض ہو، بڑھاپا ہو، دشمن ہو، یا خرچ نہ ہو۔ حصہ فی سبیل اللہ۔ جہاد قول دوم دشمن کا خوف۔ مرض سے بیکار ہوئے ہوئے اللہ کے ذکر میں مشغول۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ: طَوْع مصدر سے باب استفعال نے مضارع جمع غائب منفی ہے۔ استطاعت کے معنی ہیں سکنا۔ طاقت نہیں رکھتے۔

ضَرْبًا: ضَرْبٌ کے بہت سے معنی ہیں۔ ضَرَبَ فِي الْاَرْضِ کے معنی لکھے ہیں تجارت کے واسطے یا جہاد کے واسطے نکلا۔ یہاں مراد تجارت کے واسطے ہے۔ یعنی وہ تجارت کے واسطے نہیں جاسکتے۔

اَلتَّعَفُّفِ: باب تفعل کا مصدر ہے۔ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں بتکلف پرہیزگاری کرنا۔ علامہ نے لکھے ہیں کہ کسی چیز کو ترک کرنا رکھنا یا وجود اس کے حاصل کر سکنے کی قوت کے، مطلب ہے کہ وہ اپنی حاجت پیش کر کے لوگوں سے اپنا مطلب لے سکتا ہے مگر نہیں لیتا۔ امام نے لکھا ہے عِفّت سے باب تفعل ہے۔ عِفّت کے معنی ہیں ترک کرنا اور رک جانا۔ تعفف سے مراد ہے سوال نہ کرنا۔ سوال سے رکے رہتے ہیں۔

سِيْمَا: علامت جس سے کوئی شے پہچانی جائے۔ اصل میں وسم ہے پھر واؤ کو عین کلمے میں یعنی درمیان کر کے ی بنا دیا اگر گرا بھی دیا، سِمَةٌ پڑھا۔ نشان۔ نشان میں کئی قول ہیں۔ جسم پر فاقے کا اثر۔ زردیٔ چہرہ۔ ناقص لباس۔ ضعفِ جسم۔ تواضع نرمی۔

اِلْحَافًا: باب افعال ہے چمٹ کر، پیچھے پڑ کر سوال کرنا۔

يَتَخَبَّطُ: خَبط سے تَخَبّط باب تفعیل کا فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی ہیں مجنون کی طرح حرکتیں کرنا کہ اس کو خبطی بنا دیا ہو شیطان نے۔

Marfat.com

اَلـرِّبٰوا: اس کے معنی ہیں زیادتی، زیادتی لینا۔ شریعت میں اس زیادتی کو کہتے ہیں جس کا کوئی عوض نہ دیا ہو۔ بالخصوص قرض دے کر۔

اَلْمَسِّ: چھوٹا۔ مراد ہے خون۔ یعنی شیطان جس شخص کو وساوس اور خیالاتِ فاسدہ میں ڈال کر پاگل اور بدحواس بنا دیتا ہے، جیسا یہاں یہ شخص ہوتا ہے، ویسا بروزِ قیامت سود خوار بدحواس ہوگا۔

فَانْتَهٰى: نَهْیٌ سے باب افتعال ہے۔ نہی کے تابع ہو گیا۔ یعنی مان لی۔ مراد ہے، رک گیا، وہ کام نہ کیا۔

یَمْحَقُ: مَحْق سے مضارع غائب ہے اس کے ایک معنی ہیں گھٹا دینا۔ اللہ گھٹاتا ہے سود کو، یہ گھاٹا آخرت میں ہے۔ بعض نے یہاں بھی لکھا ہے۔

فَاْذَنُوْا: علامہ نے معنی کیے ہیں، یقین رکھو، یقین جان لو کہ ویسے لوگ قتل کے مستحق ہیں دنیا میں اور آگ کے آخرت میں۔

تَدَایَنْتُمْ: دَیْن سے باب تفاعل سے تَدَایُنٌ سے فعل ماضی جمع حاضر۔ اس کے معنی ہیں باہم ادھار لین دین کرنا۔ جب تم ادھار سودا کرو۔

وَالْیُمْلِلِ: اِمْلَالٌ مصدر سے امر غائب ہے۔ اِمْلَالٌ اور اِمْلَاءٌ کے ایک ہی معنی ہیں، لکھوانا چاہئے کہ لکھوائے۔ بعض نے لکھا ہے اِمْلَال کے لام کو ی بنایا۔ پھر ی کی وجہ ماقبل الف کے ء جا کر پڑھا۔ گویا املاء کوئی الگ کلمہ نہیں۔

یَبْخَسْ: بَخْسٌ سے فعل نہی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کم کرنا یعنی چاہئے کہ لکھنے والا کوئی حق کم نہ کرے۔

لَاتَسْئَمُوْا: سَئَامٌ سَئَامَةٌ سے فعل نہی جمع حاضر۔ اس کے معنی ہیں تھکنا۔ اکتانا۔ کسی کام سے جی چرانا۔ یعنی تم تحریر سے تھکو نہیں۔ مراد ہے تحریر کرنے کرانے سے سستی نہ کرو۔

تُدِیْرُوْنَ: اِدَارَةٌ بابِ افعال سے فعل مضارع جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں دست بدست کوئی شے لینا دینا۔

رِهٰنٌ: جمع ہے رَهْن کی۔ مرہون شے۔ رَهْن وہ شے جو قرض کے عوض بطور امانت کے رکھی جاتی ہے۔ رِهَانٌ کے معنی مرہون اشیاء۔

مَا اكْتَسَبَتْ: اِكْتِسَابٌ سے فعل ماضی مونث ہے۔ كَسْبٌ اور اِكْتِسَابٌ دو کلمے ہیں، علامہ واحدی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کی آیات کی رو سے ثابت کیا ہے کہ دونوں کے معنی ایک ہیں کوئی فرق نہیں۔ بعض نے فرق کیا ہے بایں طور کہ کسب عام ہے اپنے لئے کرے، خواہ غیر کے لئے اور اکتساب خاص اپنے ہی لئے کرنے کو کہتے ہیں۔ صاحب کشاف کا قول ہے کہ نیک کرنے کو کسب، اور شر کرنے کو اکتساب کہتے ہیں۔

اِصْرًا: لغت میں اس کے معنی بوجھ اور مشقت کے ہیں۔ یہاں شدید اور بھاری حکم جیسے یہود پر پڑے مراد ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ آلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ

آیات ۲۰۰ رکوعات ۲۰

اَلتَّوْرٰيةَ: بقول علامہ الوسی، خلیل اور سیبویہ کے نزدیک اس کا وزن فَوْعَلَتٌ ہے۔ مثل صَوْمَعَةٌ کی۔ اصل اس کا وَوْرَيَة تھا۔ تعدلیل سے ی کو الف بنایا، اور پہلی واؤ کو ت بنایا توراۃ ہوا۔ لکھنے میں ی لکھتے ہیں تا کہ اصلیت کا پتہ ملتا رہے۔ فَرَّاء کے نزدیک اس کا وزن تَفْعِلَةٌ ہے۔ عین کو فتح دے کر الف بنایا وزن تَفْعلہ رہا۔ اور کوفیوں نے وزن ہی تفعلۃ بنایا۔ وَرْیٌ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں چقماق سے آگ نکالنا۔ یہ کتاب قرآن مجید کے بعد آسمانی کتابوں میں ضیاء اور نور ہے۔ یا توریہ سے مشتق ہے، جس کے ایک معنی ہیں تعریض سے بات کرنا۔ اس میں تلویحات، اشارات اور رموز ہیں۔

اَلْاِنْجِيْلَ: نَجْل سے مشتق ہے بمعنی ظاہر ہونا۔ یہ لوح محفوظ سے ظاہر ہوئی یا بمعنی وسیع ہونا یہ توراۃ سے بعض مسائل میں وسیع ہے وغیرہ۔ پھر علامہ نے لکھا ہے کہ پہلا عبرانی، دوسرا سریانی ہے پھر اشتقاق کے کیا معنی؟

اَلْاَرْحَامِ: جمع رَحِمٌ و رِحْمٌ کی بچہ دان۔ ماداؤں کے شکم میں بچے کی پیدائش کے لئے خاص عضو۔

مُحْكَمٰتٌ: اِحْكَام باب افعال سے اسم مفعول جمع مونث بمعنی پختہ کرنا مضبوط کرنا، اس کے معنی ہیں پختہ کی ہوئیں۔ یہاں مراد ہے وہ آیات قرآنیہ جو معنی میں واضح ہیں۔ اپنے مطالب پر کھلی دلالت کرنے والی ہیں، اپنی عبادت میں مضبوط اور شبہات واحتمالات سے محفوظ ہیں۔ امام نے چند اور اقوال بھی نقل کئے ہیں۔

اُمُّ الْكِتٰبِ: ان کے لفظی معنی معلوم ہیں۔ اہل عرب کسی چیز کے اصل کو ام کہہ دیتے ہیں، جیسے مکہ مکرمہ کو ام القری۔ بچوں کا ایک مرض ہے ام الصبیان۔ گویا یہ آیاتِ محکمات قرآن مجید میں بمنزلہ، اصل کے ہیں۔ یعنی محکمات خود بخود سمجھی جاتی ہیں اور متشابہات کی کچھ سمجھ محکمات کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اس واسطے یہ اصل کتاب ہیں۔

مُتَشٰبِهٰتٌ: تَشَابُهٌ باب تفاعل سے اسم فاعل جمع مونث ہے اس کے معنی ہیں ایک شے کا بعض باتوں میں دوسری شے کی مثل ہونا۔ ایک دوسری سے مشابہت رکھنے والی ہیں۔ لیکن یہاں کی مراد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ محکم واضح الدلالۃ ظاہر المعنی آیت۔ متشابہ وہ آیت جس کے معنی عقل اور نقل سے نہ سمجھے جائیں۔ یا محکم وہ جس میں فرائض اور وعدے وعید کا ذکر ہو۔ متشابہ وہ جس میں کوئی مثال ہو، قصہ ہو یا محکم وہ جس میں حلال حرام، حدود اور فرائض ہوں، اور متشابہ وہ جس پر صرف ایمان لانا مقصود ہو۔ ان کے سوا اور بھی چند قول ہیں۔ مگر مطلب یہی ہے۔

اُخَرُ: جمع ہے اُخْرٰی کی۔ یہ مونث ہے اٰخَرُ اسم تفضیل کا۔ پھر یہ اسم تفضیل نہیں ہے۔ بلکہ پھر کے معنی میں ہے یعنی غیر محکمات کے باقی متشابہات ہیں۔

زَيْغٌ: مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں استقامت سے کسی ایک جانب جھک جانا۔ گرحق سے باطل کی طرف کے جھکاؤ میں

Marfat.com

زیغ استعمال کرتے ہیں۔

تَاْوِیْل: مصدر ہے باب تفعیل کی اس کے ایک معنی ہیں تفسیر کرنا۔ واضح کرنا۔ کلام کے معنی بیان کرنا کلام بلحاظ الفاظ کے جس جس معنی کا احتمال رکھتا ہو وہ مراد لینا تاویل کہلاتا ہے اور کلامِ الٰہی کا مطلب اور معنی روایات اور آثار سے لینا تفسیر کہلاتا ہے۔

اَلرّٰسِخُوْنَ: رَسخ و رَسُوخ سے اسم فاعل جمع۔ اس کے معنی ہیں ثابت اور پختہ علم میں، علم سے مراد دینی اور شرعی علم ہے۔ یعنی علم دین میں کامل اور ماہر کہتے ہیں۔

اَلْمِیْعَادَ: اسم ظرف یا مصدر میمی ہے۔ ظرف کی صورت میں وعدہ کا وقت یا جگہ اور مصدر کی صورت میں وعدہ کرنا۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

وَقُوْدُ: آگ کا ایندھن۔ آگ میں جلانے کی شے۔

کَدَاْبِ: لغت میں اس کے معنی ہیں کسی شے میں بہت تکلیف اور رنج اٹھانا۔ پھر مراد ہے اس سے عادت اور شان۔ معنی یہ ہوئے کہ تکذیب دین میں ان کی عادت یا ان کی تمام دن رات کی محنت اور مشقت فرعون اور قوم فرعون کی طرح ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب میں اٹھا رہے تھے۔ اسی طرح یہ موجودہ یہود آنحضرت صلعم کے دین کی تکذیب میں اٹھا رہے ہیں۔

اَلْمِهَادُ: فراش۔ فرش نیچے ڈالنے اور بچھانے کی شے۔

فِئَةٌ: طائفہ۔ گروہ۔ جماعت۔

یُؤَیِّدُ: اَیْد سے باب تفعیل، تائید کا مضارع غائب ہے۔ قوت دینا۔ قوی کرنا۔ مدد دیتا ہے، قوت دیتا ہے۔

لَعِبْرَةً: نصیحت حاصل کرنا۔ وعظ لینا۔ علامہ نے لکھا ہے عُبُوْرٌ سے فِعْلَۃٌ کا وزن ہے۔ اس کے معنی ہیں عبور کرنا۔ وعظ لینے کو عِبْرَۃ کہا۔ کیونکہ وعظ لینے والا جہالت سے عبور کر کے علم کی طرف اور ہلاکت سے نجات کی طرف عبور کر کے جاتا ہے۔

اَلْاَبْصَارِ: جمع بَصَر۔ نظر۔ نگاہ۔ مجازاً مراد بصیرت ہے۔

اَلشَّهَوٰتِ: جمع ہے شَهْوَۃ کی۔ کسی لذت دار پسندیدہ شے کی طرف دل کا بہت زیادہ مائل ہونا یا کسی شے سے بہت شدید محبت کرنا اور اس کے لئے شدید رغبت رکھنا۔ یہاں مراد ہیں مُشْتَهِیَات۔ رغبت اور محبت میں آئی ہوئی اشیاء۔

اَلْقَنَاطِیْرِ: جمع قِنْطَار۔ مالِ کثیر، برابر چالیس اوقیہ سونے کے، یا ایک ہزار دو سو دینار کے، یا ستر ہزار دینار، یا اسی ہزار درہم کے۔

مُقَنْطَرَةِ: قاموس میں اس کے معنی ہیں مکمل۔ صراح میں لکھا ہے کہ گائے کی کھال سونے کی بھری ہوئی۔ مراد ہے کہ چمڑے کا تھیلہ نقدی سے بھرا ہوا۔ یہ معنی یہاں موزوں ہیں۔ یعنی چمڑے کے کئی تھیلے درہم و دینار سے مکمل بھرے ہوئے

Marfat.com

اپنے پاس ہونے پسند کرتے ہو۔

مُسَوَّمَۃً: سَوْمٌ سے باب تفعیل تَسْوِیم کا اسم مفعول مونث ہے۔اس کے ایک معنی ہیں مویشیوں کو چرنے کے واسطے چراگاہ میں چھوڑنا۔ایک معنی ہیں نشان لگانا۔یہ نشان خاص نسل کے گھوڑوں کو لگاتے ہیں۔باہر چھوڑے ہوئے گھوڑے پسند کرتے ہو یا خاص نسل کے نشان لگائے ہوئے۔

اَلْخَیْلِ: علامہ نے لکھا ہے یہ جمع خائِل کی۔جیسے طَیر جمع ہے طَائِر کی۔خُیَلاء سے بنا بمعنی فخر کرنا۔خائِل کے معنی ہیں فخر میں ڈالنے والا اور بعض کا قول ہے کہ اس کا کوئی واحد نہیں، بلکہ اسم جمع ہے۔

اَلْاِنْعَامِ: جمع نَعَمٌ کی، اونٹ گائے اور بھیڑیں یا اونٹوں کی صرف نَعَمٌ کہتے ہیں۔یعنی بہت سے اونٹوں کے گلے تمہیں پیارے لگتے ہیں۔

اَلْحَرْثِ: مصدر ہے بمعنی مفعول، مزرُدع کھیت زراعت کے بوئے ہوئے آباد۔

مَتَاعُ: باب تفعیل کا مصدر ہے۔بمعنی اسم فاعل، فائدہ دینے والا۔یہ تمام اشیاء دینوی زندگی میں نفع دینے والی ہیں۔اس جہان کی تمام اشیاء متاع ہی کے حکم میں ہیں۔

اَلْمَاٰبِ: مصدر اَوْبٌ و اَیَابٌ سے اسم ظرف لوٹ کر جانے کی جگہ۔اصل میں مَاْوَبٌ تھا وکی حرکت، ہمزہ کو دے کر واؤ کو الف سے بدلا۔مصدر میمی بھی ہوسکتی ہے۔

اُنَبِّئُ: نَبَأٌ خبر دینا سے باب تفعیل کے مصدر تَنْبِئَۃٌ یا تَنْبِیًا سے مضارع متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں خبر دینا۔میں تم کو خبر دوں۔

رِضْوَانٌ: اسم ہے جس کے معنی ہیں رضامندی۔ر کے پیش سے مصدر ہے، راضی ہونا یا دونوں مصدر ہیں۔

وَالْقٰنِتِیْنَ: قنوت سے اسم فاعل جمع مذکر ہے۔اس کے کئی معنی ہیں ابن جبیر نے اطاعت کرنے والے کئے ہیں۔زجاج نے عبادت طاعت پر مداومت کرنے والے کئے ہیں۔واجبات کو قائم رکھنے والے قاضی نے لکھے ہیں۔

وُفِّیَتْ: تَوْفِیَۃ وَفَاءٌ سے ماضی مجہول مونث غائب ہے۔اس کے معنی ہیں پورا پورا دینا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

بَغْیًا: اس کے معنی ہیں چاہنا۔یعنی اپنی بلندی اور ریاست چاہنا بوجہ حسد کے۔

غَرَّ: غُرُوْرٌ سے فعل ماضی غائب ہے۔اس کے معنی ہیں فریفتہ کرنا۔اپنے پیچھے لگائے رکھنا یعنی دین میں اپنے ہی افترا کے پیچھے لگے رہے اور اسی پر فریفتہ رہے۔

بَلٰغٌ: مصدر ہے باب تفعیل کا مثل تَبْلِیغ۔اس کے معنی ہیں پیغام پہنچانا۔یہاں مراد ہے خداوندی پیغام انسانوں تک پہنچانا۔

یَتَوَلّٰی: تَوَلّی باب تفعل سے فعل مضارع غائب ہے اس کے ایک معنی ہیں منہ پھیرنا۔منہ پھیرتا ہے۔

فَرِیْقٌ: فَرْق و فُرْقَان سے صفت مشبہ اس کا باب نَصَرَ کی طرح آتا ہے۔اس کے معنی ہیں جدا ہونا۔فَرِیْقٌ بمعنی مفروق ہے، جدا کیا ہوا اس کے معنی ہیں آدمیوں کی ایک جماعت۔فِرْقَہ بھی جماعت کو کہتے ہیں لیکن فریق سے کم تعداد کا

Marfat.com

ہوتا ہے۔

تَنْزِعُ: نَزْعٌ سے مضارع مخاطب ہے۔ اس کے معنی ہیں زور سے اور شدت سے کوئی شے کھینچ لینا۔ چھین لینا۔ تو لے لیتا ہے بادشاہی جس سے چاہتا ہے۔

تُوْلِجُ: وُلُوْجٌ داخل ہونا سے اِیْلَاجٌ باب افعال بمعنی داخل کرنا بنا۔ یہ کلمہ اس سے فعل مضارع مخاطب ہے تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو رات میں۔

اَلْحَیُّ مِنَ الْمَیِّتِ: یہاں ان دونوں کلموں کی مراد میں کئی قول ہیں۔ (۱) حَیّ سے مراد جاندار، اور مَیِّت سے مراد اس کی پیدائش کا مادہ مثل منی اور انڈے کی زردی وغیرہ کی۔ (۲) مراد مومن اور کافر۔ یعنی کافر سے مومن اور مومن سے کافر۔ (۳) طَیِّب خبیث سے اور خبیث طیب سے یا عالم جاہل سے اور جاہل عالم سے۔ ذکی بلید سے اور بلید ذکی سے۔ حَیٌّ حَیْوَاۃ سے صفت مشبہ ہے۔ فَیْعِلٌ کے وزن پر۔ اسی طرح میت موت سے۔ تعلیل سے یہ صورت بنی۔

لَایَتَّخِذِ: اَخْذٌ بمعنی پکڑنا سے باب افتعال بنا۔ ہمزہ کو ی بنایا اِیْتِخَاذ بنا۔ پھر ی کو ت بنا کر ادغام کیا۔ اس کے معنی ہیں پکڑنا، بنانا یہ نہی غائب ہے۔ یعنی مومنوں کو چاہئے کہ کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

تُقٰةً: مصدر ہے یہ اصل میں تَقْوِیَةٌ تھا وُقِیَةٌ ی کو تعلیل سے الف بنایا اور واؤ کو ت تقاۃ ہوا یہ وزن خلاف قیاس ہے۔ قیاس اتقاء ہے۔ ابو رجاء اور قتادہ نے اس کو تَقِیَّةً پڑھا ہے، معنی ہیں خوف کرنا۔ ڈرنا۔

یُحَذِّرُ: حَذْرٌ سے باب تفعیل تَحْذِیْرٌ سے فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی ہیں ڈرانا، خوف دلانا اور ڈراتا ہے تم کو اللہ اپنی ذات سے۔

مُحْضَرًا: اِحْضَار مصدر سے اسم مفعول، اس کے معنی ہیں حاضر کرنا، سامنے لانا یعنی سامنے لائی ہوئی ہوگی ہر نیکی اور بدی بھی۔

اَمَدًا: اس کے معنی ہیں آخری حد۔ کنارہ۔ غایت۔ اَبَدٌ میں اور اَمَدٌ میں یہ فرق ہے کہ اَبَد زمانۂ غیر محدود کو کہتے ہیں اور اَمَد دراز حد رکھنے والے زمانے کو کہتے ہیں۔ طویل مدت کو۔

اِصْطَفٰی: صَفْوٌ سے باب اِفْتِعَال اِصْتِفَاوٌ بنا۔ پھر بوجہ صاد کے ت کو ط بنایا اور واؤ کو ہمزہ اس کے معنی ہیں اختیار کرنا۔ برگزیدہ کرنا۔ صَفْوَۃُ الشَّیْئِ خالص اور بہترین شے۔ چن لیا۔ اختیار کر لیا۔ یعنی بنایا ان کو اپنی خلقت سے بہترین اور صفوۃ الخلق۔

اُعِیْذُ: عَوْذٌ کے معنی ہیں غیر کی پناہ لینا اور تعلق قائم کر لینا۔ اس سے باب افعال ہے اِعَاذَۃٌ یہ کلمہ اس سے فعل مضارع متکلم ہے میں اس کو اور اس کی ذریت کو راندے ہوئے شیطان کے ضرر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

مُحَرَّرًا: تَحْرِیْر مصدر سے اسم مفعول ہے۔ اسکے ایک معنی ہیں آزاد کرنا۔ رَجُلٌ حُرٌّ کہتے ہیں اس شخص کو جو خالص

Marfat.com

اپنی ذات کے اختیار میں ہو، کسی کا اس پر تعلق نہ ہو۔ یہاں اس کی تاویل میں یہ قول ہیں۔ (۱) خالص عبادت کے لئے (۲) عبادت خانہ کا خادم ہو۔ (۳) دنیا کے ہر معاملے سے الگ اللہ تعالیٰ کی طاعت کے لیے کیا ہوا۔

تَقَبَّلْ: تَقَبَّلْ سے امر حاضر ہے اس کے معنی ہیں خوش ہو کر رضامندی سے کوئی شے لینا، یعنی بخوشی مجھ سے قبول فرمالے۔

كَفَّلَ: تَكْفِيل۔ کسی کو اپنے عیال میں لینا، اور اس کے نان ونفقے کی ذمہ داری لینا۔

اَلْمِحْرَابَ: امام نے لکھا ہے بلند عزت والی جگہ۔ صدر البیت۔ گھر سے اور مجلس سے بہتر جگہ۔ مسجد میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ۔

ذُرِّيَّـه: ذُرِيَتـه نسل کو کہتے ہیں۔ واحد، جمع، مذکر، مونث پر بولتے ہیں۔ یہاں صرف ایک لڑکا مراد ہے۔ ذَرَأَ مادے سے ہے۔

بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ: مراد اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یعنی ان کی تصدیق کریں گے۔

وَسَيِّدًا: حَلِيمًا۔ مومنین کا علم وحلم میں اور عبادت وورع میں رئیس، یا اللہ کے نزدیک بہت باعزت، یا فقیہ عالم، یا جس پر غضب غالب نہ آئے یا ایسا متقدم جس کی طرف رجوع کیا جائے۔

حَـصُـوْرًا: اس کے لفظی معنی ہیں رکا ہوا، مفسرین کے کئی قول ہیں۔ عورتوں کی معاشرت سے عاجز تھے لیکن جمہور کا قول ہے کہ بوجہ عفت اور زہد کے عورتوں سے رکے رہے حَـصُوْر کے معنی نفس کو روکنے والا۔ حَـصَرٌ مصدر سے صفت مشبہ ہے۔ اس کا باب مثل عَلِمَ کی آتا ہے اس کے معنی ہیں بوجہ شرم کے کسی شے کو ترک کرنا۔ یہاں مراد ہے بوجہ حیا عورتوں سے کنارہ رکھنے والا۔

اِلَّا رَمْزًا: رَمز مصدر ہے، اس کے معنی ہیں مخاطب کو کوئی بات اشارے سے سمجھانا۔ ہونٹوں سے ہو، یا آنکھوں سے، بھووں سے، منہ، ہاتھ یا زبان میں سے کسی ایک سے یعنی بغیر کلام کے اشارے سے کام لیا جائے۔

اَلْعَشِيِّ: آفتاب ڈھلنے سے غروب تک کے وقت کو عَشِی کہتے ہیں۔ بعض طلوع فجر تک کے وقت کو بھی شامل رکھتے ہیں۔

اِبْـكَارِ: مصدر ہے باب افعال کا۔ اس کے معنی ہیں دن چڑھتے ہی کسی کام کے لئے نکلنا۔ پھر طلوع فجر سے ضحیٰ تک کے وقت کو بکرہ یا ابکار کہتے ہیں۔

اُقْنُتِيْ: قُنُوت سے فعل امر حاضر مونث ہے۔ قنوت کے معنی بقول مجاہد نماز میں طول قیام ہے، بقول قتادہ دائما طاعت میں رہنا۔ بقول سعید بن جبیر اخلاص فی العبادت، اور بقول بعض نماز میں تمام قنوت بجالاتی رہے۔

اَنْبَآءِ: جمع نَبَاءٌ۔ خبر عظیم۔

اَلْـمَسِيْحُ: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے۔ عبرانی زبان میں دراصل مشیح ہے بمعنی مبارک یا صدیق۔ عربی میں مسیح پڑھا۔ اس کی وجہ میں یہ قول ہے۔ یمن اور برکت کا ہاتھ پھیرا گیا۔ اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرنے والا۔ بیمار پر ہاتھ

Marfat.com

پھیرنے والا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بوقت ان کی ولادت کے پر پھیرا۔ وغیرہ مگر محققین کے نزدیک یہ کلمہ عبرانی ہے ان وجوہ کی ضرورت نہیں۔

عِیْسٰی : عبرانی میں ایشوع تھا جس کے معنی ہیں سردار۔ سید۔

وَجِیْهًا : رتبے والا۔ شرف اور قدر والا۔ دنیا میں نبوت اور تقدم علی الناس کی وجہ سے اور آخرت میں قبول شفاعت اور علو درجہ کی وجہ سے۔

كَهْلًا: عمر کا حصہ جو شباب اور شیخوخت کے درمیان ہوتا ہے۔ چالیس سال سے ساٹھ سال کی عمر کے شخص کو کُہل کہتے ہیں۔ اس کے بعد شیخوخت شروع ہوتی ہے۔ علامہ نے اس مقام پر بہت تفصیل سے انسانی عمر کے بالترتیب نام لکھے ہیں۔ جس سے عربی زبان کی وسعت معلوم ہوتی ہے، بوقت رفع آپ کی عمر تینتیس سال چھ ماہ تھی، بعد نزول کہولت تک پہنچیں گے۔

قَضٰی اَمْرًا : قَضٰی کے معنی ارادہ کرتا ہے۔ اَمْر اسے مراد شَیْئًا۔ جب کسی شے بنانے یا مٹانے کا ارادہ کرتا ہے۔

وَالْحِكْمَةَ: فقہ یا حلال حرام کا علم یا دینی علوم کی تفصیل۔

طَيْرًا: مصدر ہے بمعنی اسم فاعل طائر اُڑنے والا یا جمع ہے طائر کی۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

اَكْمَهَ: مادرزاد اندھا۔ جس کی آنکھیں نہ ہوں، یا جورات کو نہ دیکھ سکے۔

اَبْرَصَ: برص بیماری والا۔ کوڑھی بَرَصٌ مصدر سے صفتِ مشبہ ہے۔ اس کا باب مثل عَلِمَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں برص کی بیماری رکھنے والا۔

تَدَّخِرُوْنَ: ذخیرہ سے باب افتعال اِذتخار بنا۔ پھر بوجہ ذ کے ت کو د بنا کر ادغام کیا۔ یہ کلمہ اس سے جمع مذکر مخاطب ہے۔ اس کے معنی ہیں جمع رکھنا۔ یعنی جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔

اَلْحَوَارِيُّوْنَ: جمع ہے حَوَارِیٌّ کی اس کے معنی ہیں خالص اور خاص دوست۔ چونکہ وہ سفید پوش تھے یا کپڑے دھونے والے دھوبی تھے یا قلوب کے پاک اور اخلاق کے صاف تھے۔ اس واسطے حواری کہلائے۔

اَنْصَارِیْ : اَنْصَار جمع نَاصِر اور نَصِیر دونوں کی ہوسکتی ہے۔ مددگار معنی ہیں۔ کون ہیں میرے مددگار۔

وَمَكَرُوْا: مَکر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں بقول امام غیر کو ضرر پہنچانا۔ ایسی وجہ سے کہ وہ معلوم نہ کر سکے۔ بعض کے نزدیک بہت مضبوط تدبیر کو مکر کہتے ہیں۔

مُتَوَفِّيْكَ : امام نے یہاں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ تاویل نے یہاں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہاں تقدیم تاخیر ہے۔ بعض نے کہا ہے نہیں۔ جن کے نزدیک تقدیم تاخیر نہیں وہ مُتَوَفِّيْكَ کے معنی کرتے ہیں کہ میں تیری عمر پوری کروں گا۔ اس صورت سے تجھے پورا لوں گا ان کو قتل کرنے نہیں دونگا۔ بلکہ تجھے کچھ وقت اپنے پاس

Marfat.com

اٹھا کر بچائے رکھوں گا۔ان کی دوسری تاویل مُتَــوَفِّیکَ کہ میں تجھے مارنے والا ہوں۔تیسری تاویل مُتَــوَفِّیکَ و رَافِعُکَ میں واؤ حرفِ عطف ترتیب کا فائدہ نہیں دیتا۔یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ کرنے والا ہے۔چوتھی تاویل ہے کہ متوفی کے معنی ہیں شے پوری کی پوری لینا۔یعنی میں تجھ کو جسم اور روح کے ساتھ لوں گا اور اٹھاؤں گا۔ان کے سوا کچھ اور وجہیں بھی لکھی ہیں۔جن کے نزدیک کلام میں تقدیم تاخیر ہے۔اُن کے نزدیک تاویل یوں ہے۔اِنِّـی رَافِـعُکَ میں تجھے اپنی طرف زندہ اٹھا لینے والا ہوں اور کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔اور دنیا میں نازل کرنے کے بعد تجھے فوت کرنے والا ہوں۔

مُمْتَرِیْن: امتراء شک کرنے کو کہتے ہیں۔

نَبْتَهِلْ: بَهْل سے باب افتعال ہے۔اِبْتِهَـال سے فعل مضارع متکلم ہے۔ابتہال کے معنی بقول امام بہت توجہ سے دعا مانگنا۔بقول علامہ یہ نتَبَـاهَـلُ کے معنی ہیں۔یعنی بہت توجہ اور کوشش سے دعا کریں اور جھوٹوں پر لعنت کریں۔ابتہال اور تباھل کے معنی میں لعنت کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔

قَصَصُ الْحَقُّ: قَصَصْ مصدر ہے۔قَصَّ یَقُصُّ قَصًّا و قَصَصًا اس کے معنی ہیں پاؤں کے نشان پر چلنا۔قَصَص کے معنی ہیں ایسی خبر جس میں بہت سے معانی ایک دوسرے کے بعد آنے والے موجود ہوں۔یعنی یہ تمام بیان ایسی خبر ہے جس میں بہت سے معانی ایک دوسرے کے بعد آنے والے موجود ہیں۔

تَـعَالَوْا : تَـعَالِی سے امر حاضر ہے۔لفظی معنی ہیں بلندی پر چڑھنا۔پھر مراد ہے متوجہ ہونا، سامنے آنا، یعنی آؤ۔یعنی اس ارادے سے آؤ۔

سَوَآءٌ : مصدر ہے تَسْـوِیَتہٗ کی طرح باب تفعیل کا۔بمعنی اسم فاعل برابر۔عین نصف۔ہر دو جانب میں مساوی۔یعنی ہم تم دونوں کے لئے یکساں تورات اور قرآن میں اس کا حکم موجود ہے۔ہم وہ مان رہے ہیں تم بھی مان کر عمل کرو۔

تُـحَاجُّوْنَ: باب مُـفَـاعَلَه کے وزن پر مُحَاجَّةٌ سے مضارع جمع مخاطب ہے۔اپنی اپنی بات پر حجت اور ثبوت پیش کرنا۔پھر تنازع اور جھگڑنا میں استعمال کرتے ہیں۔یہاں یہی مراد ہے، یعنی ابراہیم علیہ السلام کے دین، مذہب اور طریق میں مجادلہ اور تنازع کیوں کرتے ہیں۔

حَـاجَـجْتُمْ: مذکورہ بالا فعل کا یہ کلمہ فعل ماضی جمع حاضر ہے۔یعنی تم نے تنازع اور جھگڑا اپنی معلوم شے میں تو کرلیا۔غیر معلوم میں کیوں کرتے ہو۔

اَوْلٰی: اسم تفضیل ہے وَلِـی یَلِیْ وَلْیًا باب سے اسکے معنی ہیں قریب آنا۔تو اَوْلٰی کے معنی ہیں بہت قریب آنے والا۔یعنی ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب، اور اس سے زیادہ حق رکھنے والے فلاں فلاں ہیں۔

لَوْ یُضِلُّوْ نَکُمْ: اِضلالٌ باب اِفعالٌ سے مضارع جمع غائب ہے۔ضَلالَت سے بمعنی گمراہی۔اِضلال کے معنی

Marfat.com

گمراہ کرنا کہ وہ تم کو گمراہ کر دیں۔ بقول ابن عباسؓ تم کو کفر کی طرف لوٹا دیں اور بقول ابن جریر تم کو ہلاکت میں ڈال دیں اور بقول ابو علی تمہیں شکوک میں ڈال دیں۔

خَلَاق : نصیب۔ حصہ۔ اجر۔ ثواب۔

رَبّٰنِیّٖنَ: جمع رَبَّانِیٌ۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ ربانی وہ شخص جو منسوب ہے۔ رب کی طرف بمعنی اُس کی ذات صفات کی معرفت رکھنے والا اور طاعت وعبادت میں مداومت رکھنے والا مبرد نے اس کے معنی کئے ہیں عالم لوگ۔ ربانی وہ عالم جو علم کو پالتا ہے اور ترقی دیتا ہے، اور لوگوں کو علم میں باخبر بنا کر پالتا ہے اور ان کی اصلاح کرتا ہے۔ ابن زید نے اس کے معنی کئے ہیں کہ حکومت میں عدل وانصاف کر کے لوگوں کی تربیت کرنے والے کو کہتے ہیں۔

ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ یہ عربی لفظ نہیں۔ عبرانی یا سریانی ہے۔ مراد اس سے عالم باعمل ہے، جو دوسروں کو تعلیم بھی دیتا ہے۔

اِصْرِیْ : اِصْر ۔ثِقل۔ بوجھ جو انسان کو لاحق ہوتا ہے اس عمل اور کام کے سبب جو اُس پر لازم اور واجب کیا ہوتا ہے۔ یہاں مراد ہے اس میثاق پر قائم رہنے کی تکلیف۔

لَنْ تَنَالُوْا: نَیْل مصدر سے مضارع جمع حاضر منفی بَلَنْ ہے۔ باب اس کا مثل خاف یخاف کی آتا ہے۔ مصدر کے معنی ہیں حاصل کرنا، پالینا۔

اَلْبِرَّ : قاموس میں اس کے بہت معنی لکھے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔ صلہ۔ بدلہ۔ جنت۔ خیر معنی ہوئے، تم صلہ۔ جنت یا خوبی بھلائی نہیں پاسکو گے جب تک اپنی پیاری اشیاء میں سے خرچ نہ کرو گے۔

اَلطَّعَام: لغت میں اُس شے کو کہتے ہیں جو بطورِ غذا کھائی جاتی ہے۔ بعض اوقات اس سے گیہوں مراد لئے جاتے ہیں مگر یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

حِلًّا : مصدر ہے حلال کے معنی ہیں۔ گویا مصدر بمعنی مفعول ہے۔ حلال کی ہوئی۔ حلال وہ کھانے پینے پہننے اور برتنے لینے کی شے جس کی ممانعت کا شرع میں حکم نہ ہو۔

مَنِ افْتَرٰی: فَرْی مصدر سے اِفْتِرَاءٌ مصدر باب افتعال سے فعل ماضی ہے۔ فَرْی اور افتراء کے معنی ہیں جھوٹ بنانا۔ بات گھڑنا۔ جس نے جھوٹ گھڑ لیا۔

بِبَکَّۃَ : مکہ اور بکہ ایک ہی ہیں۔ بقول بعض بَکتّہ خاص جگہ مسجد حرم کی اور مکہ سرزمین تمام شہر کی۔

وُضِعَ: ماضی مجہول وضع سے بنایا گیا۔ لکھا ہے پہلے ملائکہ نے بنایا۔ پھر آدم علیہ السلام نے، ان کے بعد شیث علیہ السلام نے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے۔ پھر عمالقہ نے پھر جرہم نے، پھر قصی نے، پھر قریش نے، پھر عبداللہ بن زبیر نے، پھر حجاج نے، اس کی عمارت اب تک چلی آتی ہے۔ اس کے بعد دیواریں مرمت ہوتی رہیں اور چھت بھی۔

مُبٰرَکًا: برکت سے باب مفاعلۃ مُبَارَکتہ کا اسم مفعول ہے۔ برکت دیا ہوا۔ کثیر المنافع بہت نفع مند۔

Marfat.com

هُدًى: مصدر ہے بمعنی راہ دکھانا۔ معنی اسم فاعل کے دیتا ہے۔ راہ دکھاتا ہے جنت کا، یا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا۔

مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ: یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ اَحَدُ هَا ۔ ان آیات میں سے ایک مقام ابراہیم ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر تعمیر کعبہ مکمل کی اور اس پر پاؤں کے نشان موجود ہیں۔

حِجٌّ و حَجٌّ: ہر دو کے معنی ہیں قصد کرنا۔ پھر شرع میں کعبہ مکرمہ کی طرف خاص حالت میں مخصوص اعمال بجالانے کے واسطے قصد کرنا۔ حج کرنا کے معنی میں مصدر ہے، باب اس کا مثل نَصَرَ کی ہوتا ہے۔

اِسْتَطَاعَ: باب استفعال سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں سکنا۔ طاقت رکھنا۔ مراد اس سے یہ ہے کہ قدرت رکھتا ہو۔ قدرت بدن کی ہو، مال کی ہو، یا دونوں کی ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک بدن کی قوت ہونے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مال کی قدرت ہونے سے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدن اور مال دونوں قوتوں کے ہونے سے فرض ہوتا ہے۔

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ: آیات سے یہاں مراد کلام الٰہی نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت کے دلائل اور براہین مراد ہیں۔

وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ: یہاں یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ معنی ہیں جاننے والا۔ بہت باخبر۔

تَبْغُوْنَ: بَغْیٌ سے فعل مضارع جمع حاضر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں چاہنا، طلب کرنا، یعنی تم اپنے ٹیڑھے اور کج جاری شدہ طریق کو طریقِ مستقیم بنانا چاہتے ہو۔

عِوَجًا: دین میں، رائے میں اور معاملاتِ دینوی میں کجی ہونا۔ ٹیڑھا پن ہونا۔

يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ: اِعْتِصَام باب افتعال سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں مضبوطی سے پکڑنا اور جو اللہ کے دین کو مضبوط پکڑتا ہے۔

تُقٰتِهٖ: تُقَاةٌ بقول علامہ اصل میں وُقَيَةٌ تھا۔ اس کی پہلی واؤ مضموم کوت سے بدلہ تُقْيَةٌ ہوا مثل تُهَمَة اور تُخَمَة کی دراصل وهمة اور وخمة تھا۔ پھری مفتوح کو الف سے بدلا تُقَاة ہوا۔ ڈرنا۔ خوف کرنا۔

بِحَبْلِ اللّٰهِ: حَبْل کے لغوی معنی ہیں رسہ۔ لیکن یہاں مراد ہے بقول ابن مسعود قرآن مجید یا صحابہؓ کی جماعت اور طاعت یعنی ان کو مضبوط پکڑے رہو۔ ایک قول ہے اللہ کا عہد۔ ایک قول ہے اللہ کا دین۔ ایک قول ہے خالص توبہ۔ بقول امام مطلب سب اقوال کا قریب قریب ہے۔

شَفَا: کنارہ۔ طرف۔ مراد ہے کہ عین جہنم کے کنارے پر تھے۔ روح نکلتے ہی گرتے۔ اب مسلمان کرکے بچالیا۔

اُمَّةٌ: بقول علامہ ایک جماعت جو خاص مقصد رکھتی ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے متبعین کو بھی اُمت کہتے ہیں بدیں وجہ کہ مجتمع ہوتے ہیں ایک پیشوا اور ایک دین پر۔ دین اور ملت کو بھی اُمت کہتے ہیں۔

Marfat.com

اِنَّ اِبْـرٰهِيْـمَ كَـانَ اُمَّةً: اے علٰے اُمت ۔ دین وملت ۔ دین اور ملت خاص پر تھا۔ زمانے کو بھی اِجت کہ دیتے ہیں وَالذِّكْرَ بَعْدَ اُمَّةٍ ۔ اُس نے یوسف علیہ السلام کا قول بعد مدت کے یاد کیا۔

اِلَى الْخَيْرِ : خَیر سے مراد ہے اِتباع قرآن وسنت ۔ ایک قول ہے خَیر سے مراد اسلام، معروف سے مراد طاعت اور منکر سے مراد معصیت ہے۔

تَبْيَضُّ : بَیَاض بمعنی سفیدی سے باب افعلال اِبْیِضَاض سفید ہونا سے مضارع مونث غائب ۔ سفید ہوں گے منہ۔ اسی طرح تَسْوَدُّ ہے سواد سے بمعنی سیاہی باب افعلال صیغہ مضارع مونث غائب سیاہ ہوں گے منہ۔

ثُقِفُوْا : ثَقْفٌ مصدر سے ماضی مجہول جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں ملنا، دیکھ پانا۔ اس کا باب مثل عَلِمَ کی ہوتا ہے جہاں کہیں دیکھے جائیں۔ پکڑے جائیں۔

اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ: امام نے یہاں دو حبل کی تاویل اس طرح کی ہے کہ ذمی کو امان دو قسم کی ملتی ہے۔ ایک شرعی جزیہ کی ادائیگی سے امان لینا، یہ صورت حَبْلٌ مِّنَ اللّٰه کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو امن ہوتا ہے۔ ذلت کے اثر سے بچے رہتے ہیں۔ دوسری صورت یہ کہ شاہِ وقت کی طرف سے خاص وقت تک امان ملے ۔ یہ صورت حَبْلٌ مِّنَ لِلنَّاس کی ہے۔ اس سے بھی ذلت کے اثر سے بچتے ہیں۔ ذلت کے اثر میں سے ہے قتل ہونا۔ گرفتار ہونا۔ اہل وعیال کا گرفتار ہونا۔ مال قبضے سے نکل جانا۔ یہ ذلت کی صورتیں اُن پر جہاں ملیں، جس حال میں ہوں، جب مغلوب ہو کر پکڑے جائیں، قائم ہیں۔ سوائے مذکورہ دو قسم کی امان کے۔

بَآءُوْا: بَوْءٌ . مَبَاءَةٌ سے فعل ماضی جمع غائب ہے مثل قَالُوْا کی ۔ اس کے بہت سے معنی ہیں ۔ ایک معنی ہیں رجوع کرنا۔ معنی ہیں آگے اللہ کے غضب میں۔

اٰنَآءَ الَّيْلِ: اٰنَآءٌ جمع ہے اِنًی کی مثل عَصًا ۔ بقولے مثل مِعیً ۔ بقولے جمع اَنْیٌ بقولے اِنْیٌ بمعنی ساعت گھڑی یعنی رات کی گھڑیوں میں اس کے معنی ہیں تمام دن یا تمام رات، یا دن اور رات کے جزو۔ گھڑی

يُسَارِعُوْنَ : سُرْعَت سے مسارعت باب مفعالہ کا مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کام کو جلدی سے کرنا۔ مسارعت عمدہ اور قابل تعریف عادت ہے۔ اس کے الٹ ہے اِبْطَاء دیر سے کام کرنا ۔ یہ بُری عادت ہے۔ ایک لفظ ہے عُجلت ۔ جلد بازی ۔ یہ مذموم عادت ہے۔ اس کے الٹ ہے اِنَاءَةٌ آہستگی سے کام کرنا ۔ یہ اچھی عادت ہے۔ حدیث میں ہے العجلۃ من الشیطٰن ۔ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ وَالْاِنَاءَةُ مِنَ الرَّحْمٰنِ اور آہستگی اللہ رحمان کی طرف ہے۔ مسارعت ایسے کام میں جلدی کو کہتے ہیں جس میں جلدی کرنا مفید ہو۔ عُجلت ایسی جلدی جو مضر اور نقصان دہ ہو۔

صِرٌّ: بقول ابن عباسؓ ۔ قتادہ ۔ سدی اور ابن زید ۔ شدید البرد ۔ سخت ترسرد ہوا۔ اور بقولے زہریلی سخت گرم ہوا۔ ابو بکر اصم نے اور ابو بکر انباری نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔

Marfat.com

بِطَانَۃً : مصدر ہے پھر اس کے معنی ہیں خاص راز دار۔ اپنے دل کی بات جسے بتائی جائے۔ یہ واحد جمع اور مذکر مونث کے لئے استعمال ہو جاتا ہے۔

لَایَاْلُوْنَکُمْ : اَلُوًا مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کوتاہی کرنا۔ ہمارے محاورے میں کہتے ہیں فرق نہ کرنا۔ اس کا باب مثل دعا یدعو کی ہے۔

خَبَالًا : اس کے معنی ہیں فساد۔ شر۔ ضرر۔ یعنی تمہارے ضرر اور نقصان میں کمی نہیں رکھیں گے۔

اَلْبَغْضَآءُ: شدید البغض۔ سخت عداوت۔

اَفْوَاهِهِمْ : افواہ جمع فم کی۔ منہ۔ فم اصل میں فوہ تھا۔ اس ہ کو بوجہ اضافت کی ہا لاحق ہونے سے جیسے فوھہ ثقل ہونے کے سبب حذف کیا۔ باقی واو رہی۔ یہ تنوین نہیں اٹھا سکتی لہٰذا ہاءِ محذوف کے عوض میم لگا دی۔ فم پڑھا۔

مَاعَنِتُّمْ : عَنَتٌ مصدر سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ باب اس کا عَنِتَ یَعْنَتُ مثل عَلِمَ کی ہے۔ عنت کے معنی ہیں ضرر۔ تکلیف۔ سخت مشقت یعنی وہ تمہارے ضرر دہ امور کو پسند کرتے ہیں۔

عَضُّوْا : عَضٌّ مصدر سے ماضی جمع غائب ہے۔ اس کا باب مثل علم کی ہے۔ اس کے معنی ہیں دانتوں سے کاٹنا۔

کَیْدُھُمْ : کَیْد۔ دوسرے کو ضرر پہنچانے کی تدبیر کرنا۔ سوچتے رہنا۔

غَدَوْتَ : غُدْوَۃ سے فعل ماضی مخاطب ہے۔ اس کے معنی ہیں سویرے سویرے نکلنا۔ جب تو سویرے نکلا تھا۔

مَقَاعِدَ: جمع ہے مَقْعَد کی بیٹھنے کی جگہ۔ پھر عام جگہ مراد لی جاتی ہے۔ یہاں جگہ مراد ہے جنگ اُحد میں صف آرائی کا بیان ہے۔

اَنْ تَفْشَلَا : فَشَلٌ سے فعل مضارع تثنیہ مونث غائب ہے۔ فَشَلَ کے معنی ہیں جنگ یا سختی میں بزدلی کرنا۔ کمزور بننا کہ دو قبیلے بنو مسلمہ خزرج سے اور بنو حارثہ اوس سے جنگ کے موقع پر بزدلی کریں۔

اَذِلَّۃٌ : جمع ذلیل کی۔ اغیار کی نگاہ میں۔ یہاں مراد کمی سامان اور کمی تعداد ہے، نہ کہ عام مشہور ذلت یعنی تم سامان جنگ اور تعداد میں کم تھے۔

اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ: کفایت مصدر سے مضارع غائب ہے۔ حاجت پوری کرنا۔ ضرورت نہ رہنے دینا۔ اس سے اوپر ہے غناء غنی کرنا۔ کہتے ہیں یہ کافی ہے۔ یعنی حاجت اس سے پوری ہو جائے گی۔ معنی ہیں کیا تم کو اللہ کفایت نہیں کرے گا۔

اَنْ یُّمِدَّکُمْ: اِمْدَاد مصدر باب افعال سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کوئی شے حالا بعد حال دینا۔ یعنی ٹھہر ٹھہر کر اضافہ کرتے رہنا۔ بڑھاتے رہنا۔

مِنْ فَوْرِھِمْ : فَوْر کے معنی ہیں ہانڈی کا جوش مارنا۔ پھر اس سے سرعت اور تیزی مراد لیتے ہیں۔ یعنی ابھی ابھی فوراً چڑھ آئیں۔ تم کو انتظام کا موقع نہ دیں۔ تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے امداد دے گا۔

Marfat.com

مُسَوِّمِیْنَ: تَسْوِیْم مصدر باب تفعیل سے اسم فاعل جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے کی علامت ظاہر کرنا۔ اپنی خاص علامت رکھنے والے۔

طَرَفًا: شے کی ایک جانب۔ یہاں مراد ہے فوج کا کچھ حصہ۔

یَکْبِتَھُمْ: کَبْتٌ مصدر سے مضارع غائب ہے۔ غیظ سے بھرے ہوئے واپس کرنا۔ یا ان کو بے مراد غیض سے بھرے ہوئے واپس لوٹائے گا۔

خَآئِبِیْنَ: خَیْبَۃ سے اسم فاعل ہے۔ اس کا باب خَابَ یَخِیْبُ مثل بَاعَ کی ہے۔ ناامید ہونا ناامید ہوتے ہوئے۔ خَیْبَتہ اُمید کے بعد ہوتی ہے اور یاس امید سے پہلے بھی اور بعد بھی خیبۃ کی ضد ظفر ہے اور یاس کی ضد رجا۔

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ: اس آیت کریمہ کے شان نزول میں اور مطلب میں علامہ نے اور امام نے جو کچھ لکھا ہے ہم یہاں اس کا خلاصہ مطلب لکھ دیتے ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ غزوۂ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ رخ مبارک زخموں سے لہولہان ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا سالم غلام آزاد کردہ حذیفہ خون دھوتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ کس طرح فلاح پائے گی وہ قوم جس نے اپنے نبی سے یہ سلوک کیا۔ تب یہ آیت اُتری۔ ایک قول ہے آپؐ نے کفار کے حق میں بددعا کا ارادہ فرمایا، یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول ہے آپ نے بدیں الفاظ لعنت کی۔ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ ابا سفیان اللهم انعن الحرب بن هشام اللهم العن صفوان بن امیه تب یہ آیت اُتری۔ قفال کا قول ہے کہ تکلیف اور رنج کے امور اُحد میں آپؐ کے پیش آئے، وہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لعنت یا بددعا کا وقوع ہوا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ امام نے اس کے معنی میں یہ توجیہ کی ہے کہ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ جملہ معترضہ ہے۔ اَوْیَتُوْبَ کا عطف اَوْیَکْبِتَھُمْ پر ہے۔ معنی ہوئے اللہ نے یہ انتظام امداد اس واسطے فرمایا تا کہ کفار کے ایک طائفے کو کاٹ ڈالے یا رنج سے بھرے ہوئے نامراد رکھ کر واپس لوٹائے، یا ان کی توبہ قبول فرمائے یا ان کو عذاب دے۔ کچھ اور وجوہ بھی لکھے ہیں۔ روح المعانی، کبیر، یا بیضاوی میں دیکھیں۔

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً: اَضْعَافًا جمع ضِعْف کی ہے۔ دو چند۔ مضاعفۃ مصدر باب مفعالہ کا۔ باہم ضعف بڑھانا۔ عرب میں دستور تھا کہ قرض خواہ اپنے مقروض سے بعد وقت مقرر شدہ کے رقم نہ ملنے پر کہتا کہ رقم بڑھا، تا کہ میں وقت بڑھاؤں۔ چنانچہ وہ مثلاً ایک سو کی بجائے دو سو دینا مان لیتا یہ سال دو سال اور مدت بڑھا دیتا۔ اسی طرح عدم وصولی کی حالت میں زیادہ کرتے جاتے۔ چنانچہ رقم کئی گنا بڑھ جاتی اس کی ممانعت فرمادی۔

وَسَارِعُوْنَ اِلٰی مَغْفِرَۃٍ: مُسَارَعَۃٌ سے امر جمع حاضر ہے یعنی ایسے امور میں جلدی کرو جن سے مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ بقول ابن عباسؓ وہ اسلام ہے۔ بقول علی کرم اللہ وجہہ وہ ادائے فرائض ہے۔ بقول عثمان غنی رضی اللہ عنہ اخلاص ہے۔ بقول ابوالعالیہ وہ ہجرت ہے۔ بقول ضحاک جہاد ہے بقول سعید بن جبیر وہ جماعت میں تکبیر اولیٰ ہے۔ بقول عکرمہ

Marfat.com

تمام طاعت کی تعمیل ہے۔ ایک قول میں پانچوں نمازیں ہیں۔ ہمارے نزدیک ان سب کا جامع ایک قول، قول اول ہے اسلام لانا۔ مسلمان بننا۔

اَلسَّرَّآءِ: خوش حالی۔ دولت مندی

اَلضَّرَّآءِ: تنگی۔ تنگدستی۔

اَلْـكٰـظِـمِيْنَ : کظم مصدر سے اسم فاعل جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں دروازے کا، نہر کا، یا بھری ہوئی مشک کا منہ بند کرنا۔ یہاں معنی ہیں اپنا آپ غیظ سے بھرا ہوا ہونے کے باوجود ضبط رکھتے ہیں۔ اس کا اجراء نہیں کرتے۔

فَاحِشَةً: فحش سے اسم فاعل مونث ہے۔ اس کا موصوف محذوف ہے فِعلَته فَاحِشَةً کبیرہ گناہ۔ زنا۔ بہت قبیح فعل۔ ظلم نفس سے مراد ہے صغیرہ گناہ۔

ذَكَـرُ اللّٰهَ : ذِکر مصدر سے فعل ماضی ہے۔ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ یاد سے مراد ہے اللہ کا عذاب۔ اللہ کی وعید۔ اُس کا جلال۔ اُس کی عظمت۔ یا مراد ہے اُس کی صفت وثنا۔

لَمْ يُصِرُّوْا: اِصرار باب افعال سے فعل نفی جحد بلم ہے۔ صِرٌّ سے ہے۔ اِصرَار کے معنی ہیں ایک بات پر جم جانا۔ پھر کسی قبیح امر پر پختہ ہو جانے اور بار بار کرنے کو اصرار کہتے ہیں۔ شرع میں کسی قبیح امر پر قائم رہنا بغیر استغفار اور توبہ کرنے کے اصرار ہوتا ہے۔ ان آیات سے ظاہر کیا گیا ہے کہ مومنین کے تین طبقے ہیں۔ مُتقِین۔ تَائِبِین ۔ مُصِرِّین۔ پہلے دونوں جنت میں داخل ہوں گے، تیسرے کے متعلق سکوت ہے۔ بالآخر بعد مدت ان کا جنت میں داخل ہونا ثابت ہے۔

سُـنَـنٌ: جمع سنت کی، اس کے معنی ہیں طریق۔ برتاؤ۔ یعنی جھٹلانے والی امتوں کے ساتھ فنا کرنے کے طرق برتاؤ گزر چکے ہیں۔ دوسرے معنی ہیں اُمت، جماعت۔ امتیں گزر چکی ہیں۔

بَيَانٌ لِّلنَّاسِ: کسی امر میں شبہ پڑ گیا ہو، پھر جس کلام سے وہ شبہ دور کیا جائے، وہ کلام بیان کہلاتا ہے۔

هُدًى: طریق رشد واضح کرنا جس پر چل کر دین و دنیا میں فلاح ہو۔

مَوْعِظَةٌ : ایسا کلام جو دین کے خلاف ہر امر کے روکنے کا سبب بنے۔

وَلَاتَهِنُوْا: وَهْنٌ بمعنی کمزور ہونا سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ یعنی تم جہاد میں دشمنانِ خدا تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے میں کمزور نہ ہو۔ جیو اور اپنے اعزہ کے شہید ہونے کا غم نہ کیجیو۔

نُدَاوِلُهَا: مُدَاوَلَه باب مفاعل سے مضارع متکلم ہے۔ قفال نے اس کے معنی کئے ہیں۔ کوئی شے یا کوئی حالت ایک سے اٹھا کر دوسرے پر ڈالنا۔ معنی ہیں کہ ایام حرب میں مومنین کے غلبے سے کبھی کفار کے غلبے کی حالت بنا دیتے ہیں۔

لِيُمَحِّصَ: مَحْصٌ سے تَمْحِيص باب تفعیل سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں پاک کرنا۔ عیب دور کرنا تاکہ پاک کرے مومنین کو گناہوں سے۔

Marfat.com

یَمْحَقَ : مَحْق سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں مٹا دینا۔محو کرنا۔معنی ہیں تا کہ کفار کو مٹا دے۔

رِبِّیُّوْنَ : صاحب کشاف نے اس کے معنی کیے ہیں رَبَّانِیُّوْنَ ۔واحدی نے فرّا سے معنی کیے اَوَّلُوْنَ پہلے لوگ۔زجاج نے معنی کیے ہیں کثیر جماعتیں جس کا واحد رِبِّیٌّ ہے۔ایک جماعت۔اخفش کا قول ہے۔رب پاک کی عبادت کرنے والے۔ابن زید کا قول ہے کہ رَبَّانِیُّوْن اماماں حکومت، اور سرداراں ولایت کو کہتے ہیں اور رِبِّیُّوْن رعیت کو کہتے ہیں۔غرض جو معنی لیں مطلب صاف ہے۔

اَلرُّعْبَ : دل کا خوف اور فزع۔گھبراہٹ۔

سُلْطَانًا : حجت اور برہان۔امراء کو سلاطین کہتے ہیں اس واسطے کہ لوگ ان کے وسیلے سے اپنے حقوق حاصل کرتے ہیں۔لیث نے کہا ہے کہ سلطان قدرت ہے۔بادشاہ کو کہتے ہیں کہ وہ قدرت رکھتا ہے۔حجت کو کہتے ہیں کہ وہ حق کو باطل پر غالب کرتی ہے۔

مَثْوٰی: انسان کی قرارگاہ۔ٹھکانا۔

تَحُسُّوْنَهُمْ : حَسٌّ مصدر سے مضارع جمع مخاطب ہے۔اس کے لفظی معنی ہیں انسان کی کسی حس کو نقصان پہنچا کر باطل اور بے کار کرنا۔پھر قتل میں استعمال کر لیتے ہیں۔جیسا یہاں ہے جب تم اُن کو قتل کرتے تھے۔

فَشِلْتُمْ : فَشَل مصدر سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں کمزور ہونا۔جب تم نے کمزوری ظاہر کی۔

تُصْعِدُوْنَ : اِصْعَادٌ مصدر باب افعال سے مضارع جمع حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں اونچے علاقے میں چلے جانا۔عام طور پر چلے جانے کو بھی کہتے ہیں۔یہاں یہی جانا مراد ہے۔جب تم جا رہے تھے۔

لَاتَلْوٗنَ: لَیٌّ سے مضارع منفی جمع حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں کسی کی طرف مڑ کر دیکھنا۔تم کسی کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتے تھے، مارے خوف کے بکھرے جا رہے تھے۔اصل میں لَاتَلْوِیُوْنَ تھا ی کا ضمہ واؤ کو دے کر ی کو گرا دیا۔

فِیْٓ اُخْرٰىكُمْ: اخرٰی کا صیغہ مونث ہے۔اس کے معنی ہیں فِیْ جَمَاعَتِكُمُ الْاُخْرٰی یعنی تمہاری پچھلی جماعت میں ہو کر۔یا اُخْرٰی کے معنی ہیں وَرَآءِ كُمْ۔تم کو پیچھے سے بلاتے تھے۔

فَاَثَابَكُمْ : اِثَابَةٌ باب افعال سے فعل ماضی ہے۔قاموس میں اس کے معنی جزا دینا لکھے ہیں یعنی تم کو غم کے عوض غم دیا بطور جزا کے۔

اِلٰی مَضَاجِعِهِمْ : جمع مَضْجِع کی۔ضجع سے اسم ظرف ہے۔اس کے معنی ہیں پہلو زمین پر رکھنا۔مضجع پہلو رکھنے کی جگہ۔لیٹنے اور دراز ہونے کی جگہ۔اپنی اپنی قتل گاہوں کی طرف بالضرور نکلتے۔

اِسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ: زَلٌّ و زَلَّةٌ سے اِسْتِزْلَال باب استفعال سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں پھسلانا۔غلط کام کرا دینا۔

Marfat.com

اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ: ضَرْبٌ مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔لغت میں اس کے معنی ہیں ایک شے دوسری پر مارنا۔ پھر اس کے معنی مارنا۔ مثال دینا۔ سفر کرنا وغیرہ ہیں، یہاں سفر کرنا مراد ہیں۔

غُزًّی: جمع غَازٍ ۔غَزْوٌ سے اسم فاعل جمع ہے۔اس کے معنی ہیں دشمن دین کے ساتھ لڑنا۔اس کا باب مثل دعا کی آتا ہے۔یا کفار کے ساتھ جنگ کرنے والے ہوں۔

فَظًّا: سخت خُو۔سخت مزاج۔نیک خلق کے الٹ۔

غَلِیْظَ الْقَلْبِ: سخت دل۔کلبی نے کہا ہے فَظًّا سخت کلام۔غَلِیْظَ الْقَلْبِ سخت افعال۔

لَانْفَضُّوْا: اِنْفِضَاضٌ باب انفعال کا فعل ماضی جمع غائب ہے۔اِس کے معنی ہیں ٹوٹ کر جدا جدا ہو جانا۔یہاں مراد ہے پاس نہ ٹھہرنا۔تیری ایسی طبع سے وہ تیرے پاس نہ ٹھہرتے، نہ بیٹھتے مانوس نہ ہوتے۔

وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ: خَذْلٌ خِذْلَانٌ مصدر سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں، چھوڑ دینا۔قاموس میں اس کے معنی ہیں مدد نہ کرنا۔چھوڑ دینے سے یہی مراد ہے۔اور اگر تمہاری مدد نہ کرے۔

اَنْ یَّغُلَّ: غُلُوْلٌ مصدر سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں غنیمت میں خیانت کرنا۔اس کا باب مَدَّ یَمُدُّ کی طرح آتا ہے۔نبی کی شان یہ نہیں کہ مال غنیمت اور فے میں سے کوئی شے بطور خیانت لے لے۔

سَخَطٍ: غصہ۔غضب۔

هُمْ دَرَجٰتٌ: بعض نے ضمیر هُمْ سے پہلے لام حرف مقدر مان کر معنی کئے ہیں لَهُمْ دَرَجٰتٌ ان کے واسطے درجے ہیں۔امام نے اس کی تاویل اس طرح کی ہے کہ نفوس انسانیہ بقول حکماء بہت مختلف ہیں۔بعض ذکی ہوتے ہیں بعض بلید۔بعض چمکیلے نورانی ہوتے ہیں بعض گدلے ظلمانی۔بعض خیر والے، بعض شر والے۔اس اعتبار سے معنی تو یہ ہوں گے کہ وہ درجات میں، یعنی وہ باہم صفات میں بہت مختلف ہیں۔

مِنْ اَنْفُسِهِمْ: علامہ نے معنی کئے ہیں۔مِنْ نَسَبِهِمْ اَوْمِنْ جِنْسِهِمْ عَرَبِیًّا مِثْلَهُمْ اَوْمِنْ بَنِیْ اٰدَمَ لَا مَلَکًا وَلَا جِنِّیًّا۔یعنی اہل مکہ کے خاندان سے یا اُن کی جنس سے اُن کی طرح عربی، یا بنی آدم سے، نہ ملائکہ سے اور نہ جنات سے۔

علامہ نے یہاں شیخ ولی الدین عراقی کا ایک فتویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے متعلق نقل کیا ہے۔چونکہ مسلمان کو اپنا ایمان سلامت رکھنے کے لئے اس کا جاننا اور ماننا ضروری ہے۔لہٰذا ہم یہاں اس کا ترجمہ کر دیتے ہیں۔

شیخ ولی الدین عراقی سے سوال کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کا، اور عربی ہونے کا علم رکھنا ایمان صحیح ہونے کی شرط ہے یا فرض کفایہ میں سے ہے؟ اُمت کے بعض افراد کے جان لینے سے دیگر اُمت کے مسلمانوں سے ساقط ہو جائے گا؟ شیخ نے جواب دیا کہ آپ کو بشر ماننا اور عربی ماننا ایمان صحیح ہونے کی شرط ہے۔پھر کہا اگر کوئی شخص کہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تمام خلقت کی طرف ہونے پر ایمان رکھتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم بشر سے تھے یا ملائکہ سے یا جنات سے یا کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عربی تھے یا عجمی، تو بے شک وہ قرآن مجید کی رو سے کافر ہو جائے گا۔

فَادْرَءُ وْا: دَرْءٌ مصدر سے فعل امر حاضر جمع ہے۔ اس کا باب مثل فتح کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں ہٹانا، روکنا، معنی ہیں روک لو، ہٹالو۔

وَيَسْتَبْشِرُوْنَ: بَشَارَة بمعنی خوش کن خبر سے باب استفعال اِسْتِبْشَار سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں بشارت طلب کرنا۔ یعنی وہ پس ماندگان سے ان کی ہدایت پر قائم رہ کر چلے آنے کی خوشخبری سے مسرور ہوتے ہیں۔

اِسْتَجَابُوْا: جَوْب مصدر سے باب استفعال اِسْتِجْوَاب بنا کر تعلیل سے اِسْتِجَابَةٌ پڑھا جس سے یہ فعل ماضی جمع غائب ہے۔ جس کے معنی ہیں مان لینا، قبول کرنا، یعنی جنہوں نے اللہ کے اور اللہ کے رسول کے فرمان مان لئے۔

فَزَادَهُمْ: اس میں زاد کی ضمیر فاعل راجع ہے لوگوں کے کلام کی طرف، یا قول مصدر کی طرف یا قائل کی طرف یا اللہ کی طرف۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ: حَسْب مصدر ہے بمعنی کافی ہونا۔ لیکن یہاں باب افعال اِحْسَاب کے اسم فاعل مُحْسِب کے معنی میں ہے۔ اس کے معنی ہیں اللہ ہم کو کفایت کرنے والا ہے۔ نِعْمَ الْوَكِيْل وکالت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ باب تفعیل استعمال ہوتا ہے توکیل وکیل بنانا۔ اس کے معنی ہیں اپنا کام دوسرے کے سپرد کرنا۔ وکیل بمعنی موکول اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں کام سپرد کیا ہوا۔ تمام جہان کے کام سپرد کیا ہوا۔

حَظًّا: نصیب۔ حصہ۔ نیک حصہ بالخصوص۔ نُمْلِي لَهُمْ اِمْلَاءٌ باب افعال سے مضارع متکلم ہے۔ مَلَاءٌ سے بنا ہے۔ اس کے معنی علامہ نے طویل وقت لکھے ہیں۔ اِمْلَاء کے معنی ہیں طویل وقت دینا۔ عمر دراز دینا۔ بے شک ہم ان کو عمر دراز دیتے ہیں۔

لِيَزْدَادُوْا: زیادة سے باب افتعال ہے اِزْتِيَاد۔ یہ فعل اس سے مضارع جمع غائب ہے۔ اصل میں لِيَزْتَيِدَ تھا۔ بوجہ ز کے ت کو د بنا کر تعلیل کی یزداد ہوا۔ معنی ہیں تاکہ زیادہ ہوں گناہوں میں۔

لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ: يَذَرُ اس قسم کا فعل ہے کہ اس کا ماضی، مصدر اور اسم فاعل استعمال نہیں ہوتا۔ امر مضارع اور نہی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی ہیں چھوڑ دینا۔ یعنی اللہ مومنین کو جس حالت میں کہ وہ ہیں اسی میں چھوڑے رکھنے والا نہیں۔

يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ: يَمِيْزَ مَيْزٌ مصدر سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں الگ کرنا، جدا کرنا۔ یہاں تک کہ گندے خبیث کو پاک طیب سے الگ کر دے۔

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ: اِطْلَاعٌ باب افعال سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں خبر دینا۔ واقف کر دینا۔ غیب وہ شے جو بغیر بتائے کسی وجہ سے بھی معلوم نہ ہو سکے۔ اب اس آیت کا مطلب علامہ نے اور امام نے یہ لکھا ہے کہ

Marfat.com

اے مومنین تم کو اللہ تعالیٰ منافقین کے باطنی غیب پر اطلاع نہیں دینا چاہتا۔ بایں طور کہ تمہارے دلوں میں ڈال دیا جائے کہ فلاں فلاں منافق ہے۔ لیکن غیب پر اطلاع دینے کے واسطے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم کرا دے گا۔ تم کو امتحان میں ڈال کر اور مشکل حکم دے کر دکھا دکھایا جائے گا جو پورا پورا ثابت ہوا وہ پاک طیب اور جو ثابت نہ ہوا وہ گندہ خبیث۔ تمہارے واسطے ان کی اطلاع کا یہی طریق ہے۔

سَیُطَوَّقُوْنَ: طَوق سے تَطوِیق باب تفعیل کا مضارع غائب مجہول جمع ہے۔ تَطوِیق کے معنی ہیں گلے میں طوق ڈالنا۔ وہ بخیل لوگ بروز قیامت اس مال کا جس پر انہوں نے بخل رکھا طوق بنا کر ڈالے جائیں گے۔

مِیْرَاثُ: اصل میں تھا مِوْرَاثُ بوجہ ر مکسور کے واؤ کو ی بنایا۔ مِیرَاث ہوا۔ یہ مصدر ہے مثل میعاد کی۔ پھر اس کے معنی ہیں متروکہ مال۔ مراد ہے اہالیان زمین و آسمان کے بعد سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔

قُرْبَانًا: مصدر ہے مثل غُفرَان اور رُجحَان کی۔ قریب کرنا۔ پھر اس سے مراد لیتے ہیں وہ شے جس سے اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

ذُوْقُوْا: ذَوق سے امر حاضر جمع ہے۔ ذَوق کے معنی راغب نے لکھے ہیں۔ منہ میں طعام ڈالنا پھر مراد لیتے ہیں چند لقمے کھانا۔ اسی کو کہتے ہیں چکھنا۔ پھر اس کے معنی کو اور وسیع کیا کہ ہر محسوسات کو اور حالات کے جاننے کو چکھنا کہہ دیتے ہیں۔

اَلْحَرِیْقِ: حَرق مصدر سے صفت مشبہ ہے۔ اس کے معنی ہیں جلانا۔ حَرِیق بمعنی اسم فاعل مُحرِق ہے۔ جلانے والا۔ معنی ہیں کہ اب تم جلانے والا عذاب جھیلو۔

بِالْبَیِّنٰتِ: جمع بَیِّنَۃ کی۔ بَیَان مصدر سے صفت مشبہ مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں واضح کرنا۔ کسی شے کو واضح اور ظاہر کرنے والی شے کو بَیِّنَہ کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہیں وہ دلائل اور سندات جن سے نبوت، رسالت اور دین حق واضح ہوتا ہے۔

لِلْعَبِیْدِ: جمع ہے عَبد کی، عَبد کے معنی قاموس میں لکھے ہیں۔ انسان، آزاد ہو یا رقیق دوسرے معنی ہیں مملوک۔ یہاں معنی ہیں انسان۔ یعنی اللہ انسان پر ظلم کرنے والا نہیں۔

اَلزُّبُرِ: جمع ہے زَبُور کی، اس کے معنی ہیں کتاب۔ علامہ نے لکھا ہے کہ زَبُور وہ کتاب جو حکمتوں پر مشتمل ہو۔ ایک قول لکھا ہے کہ زُبُر مواعظ اور زواجر کو کہتے ہیں۔ یعنی نصائح اور ہر برائی سے ڈرانے اور روکنے والی باتوں کے مجموعے کو زُبُر یا زَبُور کہتے ہیں۔

تُوَفَّوْنَ: تَوفِیَۃ مصدر باب تفعیل سے مضارع مخاطب مجہول جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں پورا پورا حق دینا۔ تم اپنے اعمال کے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے۔

زُحْزِحَ: زَحزَحَۃ مصدر رباعی سے ماضی مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں دور کرنا۔ معنی ہیں جو شخص نار جہنم سے دور رکھا گیا۔

Marfat.com

مَتَــاعٌ : اس کے کئی معنی ہیں، جن میں سے ایک ہیں ہر وہ شے جس سے حاجات میں فائدہ، اور نفع اٹھایا جاتا ہے۔ یہاں یہی مراد ہیں۔

الْغُرُوْرِ: علامہ نے لکھا ہے مصدر ہے بمعنی فریفتہ کرنا۔ چاٹ دے کر پیچھے لگا رکھنا یا جمع ہے غَارٌ کی۔ پیچھے لگا رکھنے والے۔

وَلَتُبْلَوُنَّكُمْ : بَلْوٌ و بَلَاءٌ مصدر سے مضارع متکلم موکد بنون ثقیلہ۔ اس کے معنی ہیں امتحان لینا آزمانا۔ اس کا باب آتا ہے مثل نصَرَ کی۔ دعا ید عو بَلَا یَبْلُوْ ہم ضرور تم کو آزمائیں گے۔

اَمْوَالِكُمْ : جمع مال کی جو شے ملک میں ہو اُسے مال کہتے ہیں صرف نقدی مراد نہیں لی جاتی۔

وَاَنْفُسِكُمْ : جمع نَـفس اس کے بہت سے معنی ہیں، جن میں سے ایک ہیں جسم۔ یہاں یہی مراد ہے یعنی تمہارے خود اجسام میں امراض۔ شکایات۔ خوف و ہراس۔ تکالیف۔ جہاد میں قتل، زخمی ہونا۔ بوجہ اعزہ و اقارب کی تکالیف کے غم و اندوہ میں ڈالنا یعنی ان امور میں سے کوئی بھیج کر امتحان لیں گے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ : سَمْعٌ مصدر سے مضارع جمع حاضر موکد بنون ثقیلہ۔ تم ضرور سنو گے۔

ذٰلِكَ : صبر اور تقویٰ کی طرف اشارہ ہے۔

عَزْمِ الْاُمُوْرِ: عَزْم مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں پختہ ارادہ کرنا۔ بمعنی مفعول مَعْزُوْمٌ اُمُوْر جمع امر کی، معاملہ، بات۔ یعنی بہت پختہ مضبوط کئے ہوئے امور میں سے ہے۔

مِيْثَاقٌ: قاموس میں اس کے معنی عہد کے لکھے ہیں مَوَاثِيْق جمع ہے۔

لَتُبَيِّنُنَّ: بَیَان مصدر باب تفعیل کا مضارع جمع حاضر موکد بنون ثقیلہ۔ اس کے معنی ہیں دل کی بات ظاہر کرنا۔ تم ضرور اس کو ظاہر کرو گے۔ بقول سدی و ابن جبیر یہ ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی طرف راجع ہے۔

بِـمَآ اَتَوْا : اَتـی و اِتـیَان مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ کشاف میں ہے کہ اَتـیٰ اور جَاءَ کے معنی بعض مقام پر فعَلَ کے لیے جاتے ہیں۔ یعنی اس نے کیا۔ لہٰذا یہاں اس کے معنی ہیں خوش ہوتے ہیں ساتھ ان کاموں کے جو انہوں نے کئے۔

بِمَفَازَةٍ: مصدر میمی ہے بمعنی فَوز کامیابی۔

فَـقِنَا: قِ وَ قْـیٌ وِقَایَۃٌ سے فعل امر حاضر ہے۔ اصل میں اِوْقِیْ تھا۔ تعلیل ہو ہوا کر قِ رہا اس کے معنی ہیں بچالے ہم کو آگ کے عذاب سے۔ اور اگر مختصر طور پر اس کی تعلیل سمجھنا چاہیں تو یوں ہے امر حاضر مضارع حاضر سے بنتا ہے۔ مضارع حاضر تھا تَقِیْ اس سے امر حاضر بنایا تو پہلے علامت مضارع گرا دی۔ اس کے مابعد کو دیکھا وہ متحرک ہے۔ آخر حرف کو ساکن کرنا تھا وہ ی ہے۔ اسے گرا دیا۔ ق رہ گیا۔

فَـقَدْ اَخْزَيْتَهٗ: خِزْیٌ سے اِخْزَاءٌ باب افعال کا فعل ماضی مخاطب ہے۔ اخذاء کے معنی بقول واحدی کثیر ہیں مگر باہم قریب قریب جیسے زجاج نے کئے ہیں کہ اللہ نے دور کر دیا۔ بقولے اس کی اہانت کی۔ بقولے اس کو فضیح کیا۔ بقولے

Marfat.com

ہلاک کیا اس کو۔ بقولے نہایت بے حیائی اور بے شرمی کے مقام پر اس کو کھڑا کیا۔ ابن انباری نے خِزْیٌ کے معنی کئے ہیں ہلاک کرنا تلف کر کے، یا حجت منقطع کر کے یا کسی مصیبت اور بلا میں ڈال کر۔ قاموس میں اس کے معنی فضیح کرنا لکھے ہیں، بے شک تو نے اس کو فضیح کیا۔

فَاغْفِرْ لَنَا : غُفْرَان مصدر سے صیغہ امر ہے بطور دعا کے۔ اس کے معنی ہیں ڈھانپ لے، اور معاف کر دے۔

كَفِّرْ عَنَّا : تَكْفِيْر مصدر باب تفعیل سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی بھی ڈھانپنا ہیں۔ یعنی ڈھانپ لے۔ تاکید کے طور پر الحاح کے واسطے عرض کیا ہے یا پہلے سے مراد ہیں ہو چکے ہوئے گناہ، اور اس سے نئے ہونے والے یا پہلے کلمے سے مراد ہیں وہ گناہ جو جانتے ہوئے کئے گئے اور اس دوسرے کلمے سے وہ گناہ جو بے علمی اور جہالت سے کئے گئے ہوں۔ ہمارے نزدیک یہ مطالب نکالنا تکلف، یا رد ہے۔ قابلِ اعتماد تاویل اول ہے۔ حالت عجز والحاح میں ذکر کر دیتے ہیں۔

تَوَفَّنَا: باب تفعل تَوَفِّی سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں فوت کرنا۔ یعنی فوت کر ہم کو۔

مَعَ الْاَبْرَارِ: جمع ہے بَرٌّ کی۔ جیسے رَبٌّ کی جمع اَرْبَاب۔ یا جمع ہے بَارٌّ کی مثل صاحب کی اس کی جمع ہے۔ اصحاب۔ بمعنی بہت نیکوکار۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کو ابرار کا متبع بنا۔

مِنْۢ بَعْضٍ : امام نے لکھا ہے کہ مِنْ یہاں کاف کے معنی میں ہے یعنی بعض تمہارے مثل بعض کے ہیں ثواب عذاب میں کوئی فرق نہیں کسی خاندان کے افراد میں، یا کسی امیر غریب میں، یا وضیع شریف میں، نیکی کا ثواب اور برائی کا عذاب سب کے لئے یکساں ہے۔ کسی بڑے کے لحاظ سے جو اس سے عقیدت رکھے ایک نیکی پر جو غیر عقیدت مند نے بھی کی ہو اگر فرضاً قبولیت کے مدارج میں برابر ہوں، تو بوجہ ایک کی عقیدت کے اس نیکی کا ثواب اس دوسرے غیر عقیدت مند سے زیادہ دیا جائے۔ یا ایک برائی کرنے کی سزا ہے کہ محض لحاظ سے برائی چھوڑ دی جائے یہ نہیں ہوگا۔ جو کچھ ہوگا رحمتِ عامہ سے ہوگا۔ اس کے بعد امام نے بقول قفال آیت اور حدیث سے استدلال کیا ہے جیسے فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّیْ یعنی فَلَیْسَ مِثْلِیْ ۔حدیث میں ہے مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا اَےْ مِثْلَنَا۔ علامہ نے اس مِن کی کچھ نحوی تاویلیں کی ہیں مگر معنی کچھ واضح نہیں ہوتے۔

لَا يَغُرَّنَّكَ: غُرُوْرٌ مصدر سے نہی غائب موکد با نون ثقیلہ ہے۔ امام نے لکھا ہے غَرَرْتُ الرَّجُلَ بِمَا يَسْتَحْسِنُهٗ فِي الظَّاهِرِ ثُمَّ يَجِدُهٗ عِنْدَ التَّفْتِيْشِ عَلٰى خِلَافِ مَايُحِبُّهٗ ۔عرب کہتے ہیں کہ میں نے بھلاوے میں ڈال دیا آدمی کو ایسی چیز سے جس کو ظاہر میں بہت خوبصورت سمجھتا تھا۔ لیکن جب اس کو غور سے جانچا اور گہری طرح پرکھا تو بالکل خلاف ظاہر کے نکلی (تو وہ سخت نقصان کر بیٹھا) اسی طرح کے بھلاوے کو ہماری زبان میں دھوکا کہتے ہیں۔ مراد ہے کہ اے امت مرحومہ کے پیروکارو! تم کو کفار کی خوش حالی، فارغ البالی، تجارت اور کمائی کے واسطے دوسرے علاقوں میں باامن وامان آمد و رفت رکھنا دھوکے میں نہ ڈالے کہ اللہ تعالیٰ ان پر خوش ہے، یہ حالتیں میری رضامندی پر موقوف نہیں۔

Marfat.com

اِصْبِرُوْا: صَبْرٌ مصدر سے فعل امر جمع حاضر ہے۔اس کے لغوی معنی ہیں روک رکھنا۔شرع میں اس سے مراد ہوتی ہے تکلیف مشقت اور مصیبت میں اپنے آپ کو جزع فزع سے روک رکھنا پھر صبر کے تین درجے ہیں اول مصیبت میں، دوم عبادت پر صبر کہ دوامی طور پر ادا کرتا رہے۔سوم منہیات پر صبر کہ ہر منع کی ہوئی شے سے اپنے آپ کو روکے رکھے۔کسی امر کا مرتکب نہ ہو۔

وَصَابِرُوْا: صبر سے مُصابرہ باب مفاعلہ کا فعل امر جمع حاضر ہے۔مقابلے میں صبر کرنا یہاں مراد ہے کہ جہاد میں جنگ کے شدائد پر دشمنوں کی نسبت تم زیادہ صبر دکھاؤ۔

وَرَابِطُوْا: مُرَابطہ مصدر باب مفاعلہ سے فعل امر حاضر جمع ہے۔اس کے معنی ہیں باندھنا یہاں مراد ہے سرحدوں، پر بارڈروں پر ہر وقت گھوڑے باندھے رکھو۔یعنی مقیم رہو۔حفاظت رکھو، خوب مستعدی سے تیار رہو۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

رکوعاتھا ۲۴ — ## سُورَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ — ایاتھا ۱۷۶

بَثَّ: بَثٌّ مصدر سے فعل ماضی غائب ہے۔اس کا باب نَصَرَ کی طرح آتا ہے۔اس کے معنی ہیں پھیلانا، بکھیرنا، پھیلائے اور بکھیرے ان دونوں سے۔

تَسَآءَ لُوْنَ: باب تَفَاعُل تَسَائُلٌ سے مضارع مخاطب جمع ہے۔اصل میں تھا تَتَسَآءَ لُوْنَ ۔ایک ت کو گرادیا۔اس کے معنی ہیں ایک دوسرے سے سوال کرنا۔یعنی تم اس کا نام لے کر سوال کرتے کراتے ہو۔

رَقِیْبًا: رَقُبٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔اس کا باب نَصَرَ کی طرح آتا ہے۔اس کے معنی ہیں حفاظت کرنا۔یعنی محافظ اور نگہباں ہے۔

وَلَاتَتَبَدَّلُوْا: باب تفعل تَبَدُّل سے فعل نہی جمع ہے۔اس کے معنی امام نے بقول صاحب کشاف استبدال کے لئے ہیں۔بدلوانا۔مطلب ہے کہ نہ بدلواؤ۔ہمارے نزدیک یہ گنجائش بھی ہے کہ اس تبدل کو اس کے خاصے تدریج میں سمجھا جائے۔یعنی نہ بدلو ایک دفعہ یا تھوڑا تھوڑا کر کے مگر علامہ نے تبدل کے معنی استبدال کے لکھے ہیں اور استبدال کے معنی طلبِ بدل۔یعنی بدلوانا۔ہم نے پہلے یہی معنی کئے ہیں۔

حُوْبًا: بڑا گناہ اور ظلم دونوں مروی ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔

اَنْ لَّاتُقْسِطُوْا: اِقْسَاط باب افعال کا مضارع منفی مخاطب جمع ہے۔اس کے معنی ہیں انصاف کرنا۔یعنی اگر تمہیں خوف ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے۔

مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ: یہ تینوں قسم کے عدد ہیں جن کے معنی دہرائے جاتے ہیں جیسے ایک ایک۔لہٰذا ان کے معنی بالترتیب یہ ہیں۔دودو، تین تین، چار چار، صرف ایک بار کہنے میں نہیں استعمال ہوتے۔ان کے لئے ہے اثنان۔ثلثہ۔اربعتہ۔

اَنْ لَّاتَعُوْلُوْا: عَوْلٌ مصدر سے مضارع منفی جمع حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں مائل ہونا۔جھکنا۔یعنی یہ امر زیادہ قریب ہے کہ تم جھکو ایک طرف۔امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے معنی کئے ہیں کہ تمہارا اعیال زیادہ نہ ہوجائے۔امام نے لکھا ہے کہ ابوبکر رازی نے اس معنی کو تین وجہ سے غلط ثابت کیا ہے۔صاحب نظم نے ایک وجہ اور شامل کردی ہے۔امام نے ان چاروں وجوہ کا جواب دے کر اپنے امام کا معنی ثابت کیا ہے۔علامہ نے اس معنی کی غلطی شہاب کی طرف منسوب کر کے شہاب کو غلط ثابت کیا ہے اور صاحب کشاف کا قول نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ امام رحمتہ اللہ علیہ کے معنی فُصحاءِ عرب کے استعمال کے مطابق ہیں۔یعنی کثرت عیال ہونے کے واسطے عَالَ یَعِیْلُ کے ساتھ عَالَ یَعُوْلُ بھی لے آتے ہیں۔غلط بتانے والے اس پر مطلع نہیں ہوسکے۔کسائی اَصْمعی اور ازہری اس امر کو بیان کرنے والے ہیں۔لہٰذا معنی ہوئے کہ زیادہ

Marfat.com

شادیاں نہ کرنا۔ زیادہ قریب ہے اس کے کہ تم کثیر العیال نہ ہو گے۔

صَدُقٰتِهِنَّ: جمع ہے صَدُقَتِهٖ بمعنی حق مہر۔ مثل صَدَاق۔

نِحْلَةً: امام راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں بطور تبرع اور احسان کے کسی کو کچھ دینا۔ پھر حق مہر کو بھی کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ۔ ابن زید۔ ابن جریج اور قتادہ نے اس کے معنی فریضہ کیے ہیں۔ یعنی جو اللہ تعالی کی طرف سے ان کے لئے فرض کیا گیا ہے۔ زجاج اور ابن خالویہ نے اس کے معنی تَدَيُّناً کیے ہیں یعنی دو ان کو مہر ان کے از روئے شرع کے اور دیانت کے۔ کلبی نے اس کے معنی عطیہ اور ہبہ کے کیے ہیں۔ یعنی دو ان کو مہر اُن کے اللہ کی طرف سے عطیہ ملا ہوا اور ہبہ عطا کیا ہوا۔ یہ خطاب خاوندوں کو بھی ہے اور والدین اور متولیوں کو بھی ہے تاکہ یہ خاوندوں سے وصول کر کے خود نہ کھا جائیں۔ ابو عبیدہ نے اس کے معنی کیے ہیں عن طیب نفس خوشدلی سے۔

فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا: كُلُوْا۔ اَكْلاً مصدر سے فعل امر حاضر جمع۔ اس کا باب مثل نَصَرَ کی ہے، اس کے معنی ہیں کھانا۔ کھاؤ۔ مراد ہے برت لو۔ هَنِيْٓـًٔا صفت مشبہ ہے۔ هَنُؤَ يَهْنُؤُ هَنَاءَةً سے اس کے معنی ہیں گوارا ہونا هَنَأَ الطَّعَامُ کھانا گوارا ہوا۔ یعنی اس سے معدے میں ثقل اور بوجھ واقع نہیں ہوا۔ هَنِيْٓـًٔا بسہولت ہضم ہونے والی۔ مَرِيْٓـًٔا مَرُؤَ يَمْرُؤُ مَرَاءَةً سے صفت مشبہ ہے، اس کے معنی ہیں طعام کا بہ لطف خاص ولذت تام حلق سے معدے میں اتر جانا۔ هَنِيْٓـًٔا کے معنی ہیں، ان خوبیوں سے معدے میں اُتر جانے والا کھانا۔ یہ سب کچھ لفظی اور لغوی توضیح ہے لیکن مراد یہاں ہے کہ عورت اپنے حق مہر میں سے جو کچھ اپنی خوش دلی اور رغبت سے خاوند کو دے تو وہ اسے بلا وسواس استعمال کرے۔

السُّفَهَآءَ: جمع ہے سَفِيْهٌ کی۔ سَفَاهَةٌ مصدر کا باب ہوتا ہے۔ سَفِهَ يَسْفَهُ مثل علم کی۔ یہ صفت مشبہ ہے۔ مصدر کے معنی ہیں بے خرد ہونا۔ صفت کے معنی ہیں بے عقل اور بے وقار شخص۔ مراد یہاں بقول مجاہد بروایت ضحاک عورتیں ہیں۔ بیویاں، مائیں، بیٹیاں، بہنیں، بہوئیں شامل ہیں۔ ابن عمر کا مذہب یہی ہے کہ ان میں سے کسی قسم کی عورت اپنے مال کی چابی بردار نہ بناؤ زہری اور ابن زید کا قول ہے کہ یہاں السُّفَهَا سے مراد اولاد ہے کہ اس میں سے کسی کو چابی بردار نہ بناؤ بالخصوص جب کہ نوعمر اور کم تجربہ کار ہو۔ ابن عباسؓ۔ حسن بصری۔ قتادہ اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ کوئی شخص جب جان لے کہ اس کی عورت یا اس کا لڑکا کم عقل اور مال ضائع کرنے والے ہیں تو ان میں سے کسی کو مال کی چابی بردار نہ بنائے چوتھا قول یہ ہے کہ یہاں سُفَهَآءَ ہیں۔ عورتیں لڑکے اور جن کا مال اس کے پاس ہے ان میں سے کسی کو چابی بردار نہ بنائے۔ امام کے نزدیک یہ قول اولی ہے یعنی مسلمان کا حق ہے کہ وہ کسی ایسے کو اپنا مال سپرد نہ کرے کہ وہ ضائع کر دے۔

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ: خَشْيَةٌ سے امر غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں خوف کرنا۔ ڈرنا۔ یعنی ڈرنا چاہئے ان لوگوں کو جو .... امام نے اس آیت کے خطاب میں تین قول نقل کیے ہیں۔

اوّل: کلام کا رخ اُن لوگوں کی طرف ہے جو قریب المرگ شخص کے پاس بیٹھے ہوں اور اُسے یہ کہہ رہے ہوں کہ اولاد

Marfat.com

وغیرہ تیرے کس کام آئے گی۔ فلاں فلاں کے حق میں وصیت کر جا۔ چنانچہ وہ تمام یا اکثر جائداد کی وصیت پر مستعد ہو گیا۔ ان کو روکا گیا ہے کہ اس کی اولاد کو محروم نہ کراؤ۔ اپنی اولاد کے متعلق تم ایسا پسند کر سکتے ہو؟ ڈرو۔

دوم : حبیب بن ابی ثابت نے اس آیت کا مطلب مُقسِم نامی عالم سے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ خود وصیت کرنے والے کو حکم ہے جو کسی غیر کو وصیت کرنا چاہتا ہے اور پاس بیٹھنے والا اپنے متعلق وصیت کی حرص رکھتا ہوا اس کو روکتا ہے کہ اولاد کے واسطے رہنے دے۔ بقول اول آیت میں حاضرین کو غلط وصیت سے روکا ہے۔ اس قول دوم میں حاضرین کو وصیت سے روکنے کی ممانعت ہے۔ قول اول اقرب الی القبول ہے۔

قَولِ ثالث: خطاب مُوصی کو ہے جو زیادہ وصیت سے اولاد کو محتاج چھوڑنا چاہتا ہے۔ اسے روکا گیا ہے کہ ایسا نہ کر۔ پہلے ہر دو اقوال میں حاضرین کو نصیحت ہے۔ اس میں موصی کو۔

نَصِيبًا: بعض کے نزدیک مصدر ہے۔ بعض کے نزدیک اسم جامد ہے۔ بمعنی حصہ معین اس کے کئی معنی ہیں۔ ایک یہ ہیں جو یہاں مراد ہیں۔

مَفْرُوضًا: اسم مفعول ہے مقرر کیا ہوا۔ فرض واجب کیا ہوا۔ فرض مصدر سے۔

سَدِيْدًا: علامہ نے اس کے معنی لکھے ہیں بقول الطبری شرع کے موافق منصفانہ، درست اور ٹھیک بات۔ بعض کا قول ہے کہ وہ بات جس میں کسی قسم کا خلل نہ ہو۔

سَيَصْلَوْنَ: صَلْیٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے کئی معنی ہیں جن میں سے ایک آگ میں داخل کرنا، آگ میں جلنا ہے۔ بعض کا قول ہے آگ کے قریب ہونا۔ یہاں مراد ہے جلنا۔ یعنی جلیں گے۔

سَعِيْرًا: سعر سے صفت مشبہ ہے یعنی مَسْعُور جلائی ہوئی بھڑکائی ہوئی۔ بعض کا قول ہے جہنم میں ایک وادی ہے۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ: وَصِيَّة سے اِيْصَاءٌ باب افعال کا مضارع غائب ہے۔ وَصِيَّة کے معنی راغب نے لکھے ہیں کسی دوسرے کو وعظ آمیز کوئی بات کہنا جس پر وہ بالضرور عمل کرے۔

قِيَامًا : اسم ہے اس شے کا جو سبب ہے بقائے حیات کا۔ مال انسان کے لئے قوی سبب زندگی ہے۔ معاش کا مسلم ذریعہ ہے۔

بَلَغُوا النِّكَاحَ: نکاح سے مراد یہاں بلوغ ہے یعنی حتی کہ وہ حد بلوغت کو پہنچ جائیں۔ لڑکی کے لئے حد بلوغت ہے حیض آ جانا۔ حمل ہو جانا۔ لڑکے کے لئے ہے احتلام ہو جانا، یا ان دونوں کا پندرہ سال کا ہو جانا۔ ایک روایت میں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک لڑکے کی بلوغت اٹھارہ سال، اور لڑکی کی بلوغت سترہ سال ہے۔ مگر فتوی پہلی عمر پر ہے یعنی پندرہ سال پر۔

اٰنَسْتُمْ : اِيْنَاس باب افعال سے فعل ماضی مخاطب جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں محسوس کرنا پھر عام کر کے واضح طور پر معلوم کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر تم خوب معلوم کر لو۔

رُشْدًا: صلاحیت دین اور حفاظت مال کی ہدایت و عقل۔ امور دینویہ کو بہترین طریق سے سرانجام دینے کا سلیقہ۔ اور

Marfat.com

اعمال اخرویہ کو بطریق صحیح بجالانے کی لیاقت کو رشد کہتے ہیں۔

اِسْــرَافًا: مصدر ہے باب افعال کا۔اس کے معنی علامہ نے لکھے ہیں مال کے خرچ میں مباح کی حد سے تجاوز کر کے غیر مباح تک پہنچ جانا۔یعنی اتنا خرچ کرنا کہ شرع نے اُتنــا مُبَــاح بھی نہیں رکھا۔مباح سے مراد ہے کہ اس کے کرنے سے گرفت نہ ہو۔

بِــدَارًا: مبادرۃ کی طرح باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔اس کے معنی ہیں جلدی کرنا۔یہ دونوں بتاویل اسم فاعل ہو کر حال ہیں یعنی مُسْرِفِین مُبَادِرِین اسراف کرتے ہوئے، جلدی کرتے ہوئے۔

فَلْيَسْتَعْفِفْ: اِسْتِعْفَاف مصدر باب استفعال سے امر غائب ہے۔یہ اپنے مجرد کے موافق یہاں معنی دیتا ہے۔اس کے معنی ہیں ترک کرنا۔رک جانا۔ہٹے رہنا۔سوال سے رکے رہنا۔یعنی اگر خوشحال ہے تو یتیم کے مال سے اسے رکے رہنا چاہیے۔

حَسِيْبًا: راغب نے لکھا ہے کہ حسب کفایت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے معنی لکھے ہیں رقیبًا محاسبًا علیہ محافظ حساب کرنے والا۔امام نے ابن انباری اور ازہری کا قول نقل کیا ہے کہ حسیب بمعنی محاسب ہے، یا بمعنی کافی ہے۔یعنی کافی ہے اللہ حساب لینے والا یا کفایت کرنے والا۔یہاں مراد ہے حکم کرتا ہے تم کو اللہ۔زجاج کا قول ہے کہ اس کے معنی ہیں فرض کرتا ہے تم پر اللہ۔

حَظِّ: اس کے معنی ہیں نصیب۔مقدر۔حصہ مقرر۔معین حصہ۔

كَلَالَةً: مصدر ہے مثل کلال کی بمعنی تھکانا۔لیکن مراد اس سے وہ شخص ہے جو والدین اور اولاد نہ رکھتا ہوا فوت ہو، دوم۔وہ وارث جو یہ دونوں رشتے فوت ہونے والے سے نہ رکھتا ہو اور ورثہ پائے۔لیکن یہاں مراد پہلے معنی ہیں۔

وَالّٰتِیْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ: الّٰتِیْ جمع ہے اَلَّتِیْ کی۔اسم موصول مونث ہے۔وہ عورت جو..........يَاْتِيْنَ، اِتْيَان مصدر سے مضارع مونث غائب ہے۔اس کے معنی ہیں آنا۔آسانی اور سہولت سے آنا، پھر یاد رکھئے کہ اَتـیٰ اور جَــآءَ کے معنی کبھی کسی مقام میں فَعَلَ کے لئے جاتے ہیں۔جیسے یہاں ہیں۔اَلْـفَاحِشَةَ بہت قبیح کام۔زنا وغیرہ۔معنی ہیں وہ عورتیں جو قبیح عمل کرتی ہیں، ان کو حد زنا نازل ہونے تک بعد تکمیل شہادت گھروں سے باہر نہ نکلنے دو۔یہ ان کے لئے قید خانہ ہے اور عام میل ملاپ بھی قیدی کی طرح نہ کرنے دو۔

وَالَّــذٰنِ: الآیۃ۔اَلَّذِیْ کا تثنیہ ہے۔اسم موصول مذکر ہے اور وہ دو مرد جو فعل قبیح کرتے ہیں..........الخ۔ان دو آیتوں کے مطلب میں ابو مسلم اصفہانی جمہور کے خلاف ہے، جمہور اہل سنت والجماعت یہ مطلب لیتے ہیں کہ پہلی آیت میں خاوند والی عورت ثیب کا حکم ہے حد زنا نازل ہونے سے پیشتر تک کے لئے اور اس آیت میں اگرچہ اسم موصول مذکر ہے۔مگر تغلیبا ہے۔مراد بکر زانی اور بکر زانیہ ہیں۔اس کی سزا زبانی سرزنش کی ایذا تک محدود فرمائی۔بہرحال دونوں آیتوں میں زانیہ کا اور زانی زانیہ کا ابتدائی حکم ارشاد ہے۔سورت نور کی آیت حد زنا سے اس کا حکم

Marfat.com

منسوخ ہوگیا۔ حسن بصری۔ قتادہ۔ سدی۔ ضحاک اور ابن جبیر وغیرہم کے نزدیک۔ بلخی۔ جبائی اور طبری بھی اسی طرف گئے ہیں۔ ابو مسلم اصفہانی یہ مطلب لیتا ہے کہ یہ آیتیں منسوخ نہیں بلکہ پہلی آیت دو عورتوں کے سحاق (جسے ہماری زبان میں چپٹی کھیلنا، یا کرنا کہتے ہیں) کے حکم میں ہے اور دوسری لواطت کے متعلق ہے۔ پھر اس مطلب کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر علامہ نے روح المعانی میں اور امام نے کبیر میں اس کی کوشش کو بے سود بنا دیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کے مطلب کی خامی کی ایک یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ سحاق، اور لواطت کی حدیں سورت نور کی آیت حد زنا کے نزول سے پیشتر بھی تھیں یا اس کے بعد ادھر منعطف ہوئی ہیں؟ اگر پہلے سے تھیں تو زنا جیسے اہم جرم کو بلا حد مانے رکھنا اور اس وقت کے قلیل الوقوع جرائم کی حدیں ماننا تم پر لازم آئے گا۔ اور اگر بعد میں یہ آیتیں اور ادھر منعطف ہوئی ہیں تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اور لواطت کی حد کیا زبانی ایذا ہی ہے؟ جو صحیح نہیں۔

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ: عَضْلٌ مصدر سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اس کے کئی معنی ہیں۔ ایک میں روک رکھنا۔ یہاں مراد ہے کہ عورت کو خاوند طلاق نہ دے، اور سب کچھ اس سے وصول کرنے کے سوا نہ چھوڑے۔ اس قسم کی رکاوٹ سے منع فرمایا ہے۔ صراح میں عَضْل کے معنی لکھے ہیں بیوہ کو خاوند کرنے سے روک رکھنا۔ مگر یہاں خاوندوں کو حکم ہے جو بلا وجہ عورتوں کو بلا ضرورت تنگ کرنے کے لئے طلاق سے روک رکھتے ہیں۔

بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ: فَاحِشَه حد سے بڑھی ہوئی بُرائی۔ یہاں بقول ابن عباس، قتادہ اور ضحاک و بعض دیگر مفسرین مراد ہے عورت کا نشوز اور بدخلقی اور اہلِ خاوند سے بدسلوکی اور بقول حسن بصری مراد ہے زنا۔

عَاشِرُوْهُنَّ: مُعَاشِرَت باب مفاعلہ سے امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں باہم مل جل کر رہنا سہنا۔ یعنی عورتوں کے ساتھ اچھے طریق سے رہو سہو۔

بُهْتَانًا: مصدر ہے بمعنی اسم فاعل اس کے معنی ہیں ایسا جھوٹ جو دوسرے کو حیران کر دے۔ زجاج نے کہا ہے ایسا باطل قول جو متحیر کر دے۔ یعنی بہتان باندھنے والے۔

اِثْمًا: یہ بھی مصدر ہے بمعنی اسم فاعل۔ یعنی گناہ کرنے والے ہو کر۔

وَقَدْ اَفْضٰى: اِفْضَآءٌ باب افعال سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس سے مراد بقول ابن عباسؓ مجاہد اور سدی جماع ہے اور بقول فرّا مراد خلوت صحیحہ ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے۔

مَقْتًا: ایسا بغض جس میں استحقار بھی شامل ہو۔ یعنی کسی دوسرے سے حقیر سمجھ کر بغض رکھنا۔

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ: امام نے اس کا مطلب سید مصنف حَلُّ الْعُقَد کا بیان کیا ہوا بلفظ اَحسنھا لکھ کر نقل کیا ہے یعنی مفسرین کی تاویلوں سے یہ احسن تاویل ہے۔ یعنی اپنے باپ دادا کی منکوحہ عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ مگر جو اس آیت تحریمہ کے نزول سے پیشتر ہو چکا وہ معاف ہے، اس پر گرفت نہیں (ہاں البتہ اگر سابقہ کسی کا نکاح اب بھی ہے تو الگ ہونا پڑے

Marfat.com

گا۔ یہ کہنا کہ کچھ وقت تک مہلت دی گئی غیر صحیح ہے) عرب میں یہ بات رائج تھی، روک دی گئی۔

حُرِّمَتْ: تَحْرِيْم باب تفعیل سے ماضی مجہول ہے۔ معنی ہیں حرام کی گئیں تم پر۔ یہاں چودہ قسم کی عورتیں حرام فرمائی ہیں۔ (۱) ماں (۲) بیٹیاں (۳) بہنیں (۴) پھوپھیاں (۵) خالائیں (۶) بھتیجیاں (۷) بھانجیاں (۸) دودھ پلانے والی مائیں (۹) دودھ شریک بہنیں۔ (۱۰) ساسیں (۱۱) اپنی مدخولہ عورتوں کی بیٹیاں (۱۲) اپنے نسلی بیٹوں کی بیویاں یعنی بہوئیں۔ (۱۳) بیک وقت دو بہنیں نکاح میں رکھنا (۱۴) جیتے جی خاوند والی عورت۔ ان کی قدرے تفصیل بھی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ دین اسلام کے قیام تک برابر حرام چلا آتا ہے کبھی کسی دین الٰہی میں یہ نکاح جائز نہیں رکھا گیا، البتہ بہن سے نکاح حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں ضرورت کی بنا پر جائز رہا۔

اُمَّهٰتُ: جمع ام کی۔ امام نے واحدی کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ ام اصل میں امھۃ ھا کو حذف کر کے ام پڑھا۔ اس کی جمع امت بھی پڑھ لیتے ہیں اور امھات بھی۔ اصلی ماں کا نکاح اس آیت سے حرام ہے اور دادی نانی کا اجماع امت سے۔ بعض کا قول ہے کہ اسی لفظ سے دادی نانی کی حرمت ثابت ہے۔ کچھ ہو یہ دونوں بھی حرام ہیں۔

بَنٰتُ: جمع بنت بیٹی۔ یہاں صلبی بیٹی مراد ہے، اور صلبی اولاد کی بیٹیاں بھی اس میں شامل ہیں۔

اَخَوٰتُ: جمع اُخت کی بہن، ماں باپ کی طرف سے یا صرف باپ، یا صرف ماں کی طرف سے ہو، حرام ہیں۔

عَمّٰتُ: جمع اعَمَّةُ پھوپھی، باپ کی بہن جس طرف سے ہو۔

خٰلٰتُ: جمع خالتہ ماں کی بہن خواہ کسی طرف سے ہو۔

بَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ: بھائی بہن کی بیٹیاں، خواہ ماں باپ کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے، یا ماں کی طرف سے۔

اَرْضَعْنَكُمْ: اِرْضَاع باب افعال کا صیغہ جمع مونث فعل ماضی ہے جنہوں نے دودھ پلایا ہو تم کو یعنی دودھ کی ماں اور دودھ شریک بہن، مل کر دودھ پیا ہو۔ یا فاصلے سے آگے پیچھے، پھر یہ دونوں رشتے مخصوص نہیں بلکہ حدیث شریف کی رو سے حرمت عام ہو جاتی ہے۔ حدیث میں ہے یَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ باب افعال کا صیغہ جمع مونث فعل ماضی ہے۔ جنہوں نے دودھ پلایا ہو تم کو۔ یعنی دودھ کی ماں، اور دودھ شریک بہن، مل کر دودھ پیا ہو، یا فاصلے سے آگے پیچھے، پھر یہ دونوں رشتے مخصوص نہیں بلکہ حدیث شریف کی رو سے حرمت عام ہو جاتی ہے۔ حدیث میں ہے یَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔ دودھ سے وہ سب رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ایک دفعہ کے چوسنے سے رضاع ثابت ہو جاتی ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ کے نزدیک پانچ دفعہ چوسنے سے۔ کس مدت کے اندر اندر دودھ پینے سے رضاع ثابت ہوتی ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تیس مہینے یعنی اڑھائی سال کے اندر پیا جائے۔ صاحبین امام ابو یوسف و محمد کے نزدیک دو سال کے اندر ہو۔ دوسرے ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک رحمتہ

Marfat.com

اللہ علیہ کے نزدیک ایک روایت میں دو سال ایک دو ماہ کے اندر ہو۔

وَاُمَّھٰتُ نِسَآئِکُمْ: نِسَآء سے یہاں مراد منکوحہ بیوی ہے۔ صحبت اس سے کی ہو، یا نہ کی ہو۔ اُس کی ماں یعنی ساس حرام ہو گئی۔ چاروں ائمہ کا یہ متفقہ فتویٰ ہے۔ ہاں شرط یہ ہے کہ نکاح شرعی طور پر صحیح ہو اور اگر نکاح فاسد ہو گا تو اس کی ماں یعنی ساس حرام نہ ہو گی۔ البتہ ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل صحبت یا خلوت صحیحہ اُسے چھوڑ دیا تو اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔

وَرَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ: رَبَائِبُ جمع رَبِیْبَة بمعنی اسم مفعول، پائی ہوئی ربیب وربیۃ کے معنی ہیں۔ بیوی کا پہلے خاوند سے بیٹا بیٹے۔ یہاں بیٹی مراد ہے کیونکہ گھر میں پلتی ہے۔ حُجُوْرِ جمع حِجر حَجر کے زبر اور زیر سے اس کے معنی ہیں گود۔ عام طور پر تربیت اور پرورش مراد لیتے ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ یعنی تمہاری بیویوں کی پہلے خاوندوں کی بیٹیاں جو تمہاری تربیت میں ہوں اگر بیویوں سے صحبت کر چکے ہو تو ربیبہ حرام ہے ورنہ نہیں۔

وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمْ: حَلَائِلُ جمع حلیلہ بمعنی بیوی اس کی حرمت میں آیت سے ظاہر ہے۔ البتہ جس عورت سے ایک شخص نے زنا کیا ہو، یا فاسد نکاح سے صحبت کی ہو تو وہ اس کے باپ پر حرام ہو گی مگر اور دلیل سے۔ ابن ہمام کا یہ قول ہے کہ حلیلہ کو اگر حل ازار یا حلول فراش سے مشتق مانیں تو بیٹے کی موطوءہ لونڈی، یا شبہ نکاح سے موطوءہ، یا زنا سے موطوءہ سب اس کے باپ پر حرام ہیں۔ مگر یہ صلبی بیٹے کی موطوءہ کا حکم ہے متبنیٰ کا یہ حکم نہیں۔

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ: نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے۔ ایک کو اگر طلاق دے دے تو دوسری سے عدت کے اندر نکاح ناجائز ہے۔ اس اجتماع کی ذیل میں علامہ نے روح المعانی میں لکھا ہے کہ ایک عورت کے ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی یا بھتیجی، خالہ یا بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے لَا یُنْکَحُ الْمَرْءَةُ عَلٰی عَمَّتِھَا وَلَا عَلٰی خَالَتِھَا وَلَا عَلَی ابْنَتِ اُخْتِھَا وَلَا عَلٰی اِبْنَةِ اَخِیْھَا کہ نہ نکاح کی جائے کوئی عورت اپنی پھوپھی پر، اور نہ اپنی خالہ پر، نہ اپنی بھانجی پر، نہ بھتیجی پر۔

وَالْمُحْصَنٰتُ: حصن بمعنی قلعہ سے باب افعال اِحْصَان سے اسم مفعول جمع مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں قلعے میں کر لینا۔ حفاظت میں رکھنا۔ یعنی حفاظت میں کی ہوئیں۔ مراد ہیں خاوندوں والی عورتیں یہ نکاح کے سبب یا خاوندوں کے سبب حفاظت میں ہیں گویا خاوندوں کی زندگی ان کے لئے ایک طرح کا قلعہ ہے۔

اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ: الفاظ صاف ہیں ہم مطلب لکھ دیتے ہیں۔ یعنی نکاح میں ہونے والی عورتیں حرام ہیں مگر وہ عورتیں جو بطور غنیمت کے گرفتار ہو کر بصورت لونڈی ملک میں آ جائیں، وہ اس مالک کے واسطے باوجود اپنا خاوند موجود رکھتی ہوئی کے صحبت کے لئے حلال ہیں۔ اس نکاح یا اس خاوند کی موجودگی کا کوئی اعتبار نہیں۔

کِتٰبَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ: مصدر مفعول مطلق ہے کتب اللہ کتابًا۔ اللہ نے محرمات کی تفصیل تمہارے واسطے لکھ دی ہے۔ یا

Marfat.com

اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی اس تحریر کولازم پکڑے رہو۔

اَنْ تَبْتَغُوْا : یہ تباویل مصدر مفعول لہٗ ہے یعنی یہ احکام اس واسطے ہیں کہ تم عورتیں طلب کرو عفت چاہنے کے لئے۔

غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ: سِفَاحٌ و مُسَافَحَۃٌ باب مفاعلہ سے اسم فاعل جمع ہے۔ اس کے اصلی معنی ہیں منی کا پانی ڈالنا، مراد ہے زنا کرنا۔ یعنی زنا کے ارادے سے عورتوں سے تعلق نہ بناؤ۔

اِسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ: مَتَاعٌ و مَتْعٌ سے باب استفعال استمتاعٌ سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں نفع اٹھانا۔ یعنی جو کچھ تم منکوحات سے نفع اٹھاؤ تو ان کے اجر یعنی ان کے مہران کو ادا کردو جو مقرر ہو چکے ہیں۔ اس آیت میں جمہور مفسرین کا یہی قول ہے کہ مالک خرچ کر کے مستقل دائمی نکاح کی تلاش رکھو۔ پھر اگر نکاح سے پورا فائدہ اٹھا چکے ہو کہ زوجین میں سے کسی کی موت ہوگئی تو پورا حق مہر ادا کر دو اور اگر صرف عقد نکاح کے ساتھ ہی یہ صورت پیش آ گئی تو آدھا مہر دو۔ البتہ بعض نے بالخصوص شیعہ نے اس آیت سے متعہ ثابت کیا ہے۔ متعہ سے مراد یہ ہے کہ کسی فارغ غیر منکوحہ عورت سے چند معین دن رات کچھ رقم مقرر کر کے فائدہ اٹھانا۔ متعہ شیعوں کا مسلم مسئلہ ہے۔ اہل سنت والجماعت میں اس کی بہت تفصیل ہے۔ آخری فیصلہ یہ ہے کہ چند مواقع پر جائز ہوا مگر پھر دائمی طور پر حرام کر دیا گیا۔ علامہ نے اس کے بیان میں قدرے تحریر کر کے حرمت کا فیصلہ دے دیا ہے۔ امام نے کسی قدر علامہ سے زیادہ وضاحت کی ہے۔ ہم یہاں اول علامہ کی تحریر کا خلاصہ لکھتے ہیں۔ پھر دیگر علماء کبار کے بیان کو حسبِ ضرورت لکھ کر آگے چلیں گے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں آئی ہے۔ اور وہ ایک دن، یا چند دن کی مدت متعین کے لئے نکاح کی صورت ہوتی ہے اور وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ الآیتہ سے مدت متعہ ختم ہونے کے بعد مرد کو رقم زیادہ کر دینے اور عورت کو دن زیادہ کر دینے کی اباحت کا ارشاد ہے۔ شیعہ اسی طرف گئے ہیں اور یہ آیت اُن کے نزدیک جواز متعہ کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔ اور ہم اہل سنت و الجماعت کے نزدیک اس بات میں کوئی نزاع نہیں کہ حلال ہوا، اور حرام ہوا۔ قاضی عیاض نے متعہ میں بقول علامہ بہت طویل کلام کی ہے۔ پسندیدہ صحیح بات یہ ہے کہ متعہ کی اجازت اور ممانعت دو دفعہ واقع ہوئی۔ یوم خیبر سے پہلے حلال تھا، یوم خیبر میں حرام کیا گیا۔ اور برابر اس کی حرمت چلی آ رہی ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ متعہ کے قائل تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایام خلافت میں حضرت ابن عباسؓ کی اباحت متعہ کے قائل ہونے پر سخت تعریفی کلمات سے روکا۔ بالآخر آپ بروایت ترمذی بیہقی وطبرانی اس جوازِ متعہ کے قول سے رجوع کر گئے اور ہٹ گئے۔ آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ متعہ اسی طرح حالت اضطرار میں مباح نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ بحالت اضطرار مباح فرمایا۔ حتی کہ آخر کار تا ابد حرام کر دیا گیا۔ شیعہ کا یہ قول کہ متعہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے حرام کیا ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ جس کسی کو متعہ کی حرمت کا علم نہ ہوا اور وہ اپنی جگہ متعہ کر

Marfat.com

لیتا حتیٰ کہ اس امر کی زیادتی ہوگئی تو حضرت فاروق نے سختی سے روکا۔ اور میں حرام کرتا ہوں فرمادیا۔ یہ معنی نہیں کہ اب حرام کیا بلکہ حرمت سابقہ کا بہ شدت اعلان کیا۔ گویا آپ حرمت ظاہر کرنے والے ہیں، نئی پیدا کرنے والے نہیں۔ نیز اس آیت کا نزول متعہ میں ماننا جیسا کہ شیعہ کا زعم ہے بالکل غلط ہے۔ اہلِ اسلام کے لئے صرف دو ہی قسم کی عورتوں سے تمتع حلال ہے ایک زوجہ، دوسری مملوکہ، چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْمَامَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ متعہ والی عورت مملوکہ نہیں، یہ بالکل بدیہی بات ہے۔ اسی طرح وہ زوجہ بھی نہیں کیونکہ زوجیت کے لوازمات اس کے لئے نہیں ہیں جیسے طلاق، عدت، نفقہ۔ لباس۔ میراث وغیرہ اس کی تصریح علماء شیعہ نے بھی کی ہے۔ یعنی وہ بھی مانتے ہیں۔ ابونصیر شیعہ نے اپنی کتاب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان سے متعہ والی عورت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا یہ چار بیویوں میں شامل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہ چار میں اور نہ ستر میں۔ مراد ہے نہ بیویوں میں اور نہ لونڈیوں میں جن کی تعداد ہی معین نہیں۔ حاصل کلام اس آیت سے متعہ حلال ہونے کی دلیل لینا۔ کچھ نہیں۔ حتیٰ کہ متعہ ناجائز اور حرام ہونے میں ائمہ کبار میں اور دنیا و اسلام کے علماء میں کوئی اختلاف نہیں سوائے شیعہ کے۔ امام مالک رحمۃ اللہ سے متعہ کے حلال ہونے کی نقل کرنا غلط ہے۔ اس کا کوئی اصل نہیں چنانچہ فتح القدیر کے صفحہ ۳۸۵ جلد ۲ میں لکھا ہے۔ نِسْبَتُہٗ اِلٰی مَالِکٍ غَلَطٌ۔ یعنی امام مالکؒ کی طرف متعہ کے جائز ہونے کی نسبت کرنا غلط ہے۔

طَوْلًا: وسعت۔ فراخ دستی۔ غنا۔ مالی وسعت۔

مِنْ فَتَیٰتِکُمْ: فَتَیَاتِ جمع فَتَاۃٌ اس کے معنی ہیں لونڈی۔ نوعمر باندی۔ یعنی جس کو آزاد عورت کے نکاح کی مالی گنجائش نہ ہو تو اس کو اجازت ہے کہ کسی دوسرے مسلمان کی مملوکہ باندی سے نکاح کرلے، اس کے حقوق آزاد جیسے نہیں ہوتے۔

مُحْصَنٰتٍ: اِحْصَان باب افعال کا اسم مفعول جمع مونث ہے۔ یہاں مراد ہے پاک دامن۔ عفیفہ لونڈی سے نکاح کرو۔

غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ: مصدر مُسَافَحَۃٌ باب مفاعلۃ سے اسم فاعل جمع مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں زنا کرنا۔ نہ ہوں وہ لونڈیاں زنا کرنے والی کھلم کھلا۔

وَلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ: مُتَّخِذَاتِ مصدر اتخاذ باب افتعال سے اسم فاعل جمع مونث اَخْدَان جمع خِدْن۔ حبیب۔ دوست۔ معنی ہیں کہ نہ ہوں مخفی دوست بنا کر زنا کرنے والی، مطلب ہے کہ بوقت ضرورت ایسی لونڈیوں سے نکاح کرو جو ظاہر اور مخفی دونوں صورتوں سے زنا نہ کرنے والی ہوں۔ عرب میں قبل از اسلام بعض لونڈیاں کھلے طور پر زنا کی مرتکب ہوتی تھیں اور بعض مخفی طور پر دوست بنا رکھتیں جن سے زنا کراتیں۔ پہلی قسم کے زنا کو مُسٰفِحٰتٍ فرمایا۔ دوسری کو مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ۔

اَلْعَنَتَ: بمعنی مشقت۔ گناہ۔ مراد ہے زنا۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ: قَتْل مصدر سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں تم اے مسلمانو! دوسرے مسلمانوں سے کسی کو قتل نہ کرو۔ یہ قول ہے حسن بصری۔ عطا سدی اور جبائی کا۔ یا اس کے معنی ہیں اے مسلمانو گناہ کے ارتکاب سے اپنے آپ کو

Marfat.com

ہلاک نہ کرو، یا اس کے معنی ہیں کہ اے مسلمانو غضب، رنج یا اور کسی ناراضگی سے اپنے آپ کو خودکشی سے قتل نہ کرو۔

عُدْوَانًا: مصدر ہے بمعنی حد سے بڑھنا۔ مراد ہے دوسرے پر ظلم کر کے اور وَظُلْمًا اپنی جان پر ظلم کر کے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا: اِجْتِنَاب باب افتعال سے مضارع جمع مخاطب ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک جانب رہنا۔ مراد ہے ترک کر رکھنا۔ یعنی اگر تم ایک جانب رہو گے چھوڑے رکھو گے۔

كَبَآئِرَ: جمع کبیرۃ شیخ الاسلام البارزی کا قول ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر وعید آئی ہو، یا اس کے واسطے کوئی حد ہو یا اس کے کرنے والے پر قرآنِ مجید میں یا حدیث میں لعنت وارد ہوئی ہو۔ اس کے علاوہ کبیرہ کی تعریف میں بہت سے قول ہیں مگر واحدی نے ان الفاظ سے فیصلہ کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ کبیرہ کی کوئی خاص معین تعریف نہیں کی گئی تا کہ عوام الناس باقیوں کو غیر کبیرہ جان کر ان کے ارتکاب کی زیادہ جرأت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے کبائر کو بندوں سے مخفی فرما رکھا ہے تا کہ وہ ہر روکی ہوئی بات سے اجتناب کرنے میں کوشش رکھیں۔ علامہ نے اس مقام پر صغائر کبائر کی بہت وضاحت کی ہے۔ صاحب شوق ادھر رجوع کریں۔

مَوَالِيَ: جمع مَوْلٰی اس لفظ کے بہت سے معنی ہیں مثلاً غلام کو آزاد کرنے والا۔ (۲) خود غلام آزاد کیا ہوا۔ (۳) حلیف۔ بذریعہ حلف ایک دوسرے کی مدد پر عہد کرنے والا (۴) چچازاد بھائی (۵) اہلِ ایمان کے واسطے ذاتِ حق تعالیٰ نے اپنی ذات کو مولیٰ فرمایا ہے۔ مددگار۔ (۶) عصبہ ایسا رشتہ دار، جو ترکے میں کوئی فرضی حصہ نہ رکھے مگر جو کچھ فرضی حصہ داروں سے بچے وہ لے جائے۔ یہاں اس آیت میں موالی سے ایسے عصبے ہی مراد ہیں۔

قَوّٰمُوْنَ: جمع ہے قَوَّامٌ کی مبالغہ ہے قائم میں۔ اس کے معنی ہیں کسی امر کا متکلف، متولی ایسا با اختیار جیسا حاکم اپنے ماتحتوں پر ہوتا ہے گویا خاوند عورت پر قَوَّام ہے۔ با اختیار حاکم ہے، یہ آیت نازل ہوئی سعد بن ربیع اور اس کی بیوی حبیبہ بنت زید کے بارے میں کہ ایک موقع پر حبیبہ نے اس کی نافرمانی کی تو سعد نے اس کے ایک اچھی چپت لگائی۔ حبیبہ اپنے باپ کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ بدلہ لے اپنے خاوند سے۔ یعنی یہ بھی اس کے منہ پر چپت لگائے۔ چنانچہ وہ اپنے باپ کے ساتھ بدلہ لینے کے ارادے سے واپس مڑی (اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی) آپؐ نے اُن کو واپس بلا کر فرمایا۔ یہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ آیت پڑھی، پھر فرمایا ہم نے ایک امر کا ارادہ کیا (یعنی میاں بیوی میں مساوات سمجھ کر بدلہ لینے کا فیصلہ دیا) اللہ تعالیٰ نے اس امر کا ارادہ فرمایا (یعنی میاں کا حاکمانہ اختیار عطا فرما کر عورت کو رعایا کے حکم میں کر دیا) (حاکم اور رعیت میں قانونِ الٰہی کی حد کے اندر بدلہ نہیں ہوتا) جو اللہ نے ارادہ فرمایا وہ بہتر ہے۔ (گویا حبیبہ اور اس کے باپ کو اس آیت سے) واضح فرمایا کہ سعد کی یہ چپت حد کے اندر ہے لہٰذا اس کا بدلہ نہیں۔

قٰنِتٰتٌ: جمع ہے قَانِتَۃ کی قنوت سے اسم فاعل مونث جمع ہے۔ اس کے بہت سے معنی ہیں۔ جن میں سے ایک

Marfat.com

ہیں اطاعت کرنا، حکم ماننا، یہاں یہی مراد ہیں یعنی نیک عورتیں حکم مانتی ہیں اللہ تعالیٰ کا اور خاوندوں کا جو خدائی حکم کے خلاف نہ ہو۔

بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ: زجاج نے یہاں بٌ سببیہ اور ما موصولہ مان کر ترجمہ کیا ہے۔ یعنی بہ سبب اس کے کہ جو حفاظت کی ہے ان کی اللہ نے حق مہر دلا کر اور خاوند پر خوراک لباس مکان لازم فرما کر۔ ان غایات کے سبب وہ خاوندوں کی عدم موجودگی اور غیر حاضری میں اپنے آپ کو محفوظ رکھتی ہیں۔ ایک قول میں ما مصدریہ بنا کر ترجمہ کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی حفاظت کے سبب کہ اللہ نے ان کو عفت اور عصمت سے رکھا ہے۔ اس طرح کہ ان کو حلال خاوند عطا فرما دیئے ہیں۔ اس شکریے میں وہ اپنے آپ کی حفاظت رکھیں اور زنا سے باز رہیں۔

نُشُوْزَهُنَّ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں خاوند کی نافرمانی کرنا اور اس سے بغض رکھنا۔ یعنی اگر تم عورت کے نشوز سے خوف رکھتے ہو۔ صورتِ اول ہے کہ ان کو نصیحت کرو اور سمجھاؤ۔ مصالحہ عورت فوراً سمجھے گی اور نصیحت قبول کرے گی۔

وَاهْجُرُوْهُنَّ: هَجْرٌ هُجْرَانٌ سے امر حاضر جمع ہے۔ اسکے ایک معنی ہیں عورت کو چھوڑ رکھنا۔ یعنی نصیحت نہ اثر کرے تو دوسری صورت اختیار کرو کہ ان کو اپنے بستروں سے، اپنی خواہ گاہ سے اپنی خلوت کے کمرہ سے الگ کردو۔

فِی الْمَضَاجِعِ: جمع مَضْجَعٌ کی۔ ضجع مصدر سے اسم ظرف ہے۔ پہلو زمین پر رکھنے کی جگہ اس کے معنی ہیں لیٹنے کی جگہ۔ بستر جبیر نے مراد لی ہے ترک جماع کرنا۔ یعنی چند روز صحبت نہ کرو۔ بعض کا قول ہے کہ کلام ترک رکھو۔ عکرمہ کا قول ہے کہ سخت کلامی شروع کردو۔ یہ باتیں اثر نہ کریں تو مناسب طور پر مار کر درست کرو۔ دوسری صورت ایک شریف النفس عورت کو بہت جلد درست کرے گی۔ تیسری صورت ہے مار یہ اکھڑ عورت کے لئے ہے۔

شِقَاقَ: مخالفت اور عداوت۔ مصدر ہے باب مفاعلہ کی۔

فَابْعَثُوْا: بَعث سے فعل امر جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں بھیجنا۔ یہاں مراد ہے مقرر کرنا، مقرر کرو۔ حکام کو حکم ہے، یا زوجین کے متولیوں کو۔

اَلْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی: جار۔ ہمسایہ۔ قربیٰ قرابت۔ رشتہ۔ مراد ہے رشتہ دار ہمسایہ۔

وَالْجَارِ الْجُنُبِ: اجنبی ہمسایہ۔ جُنُب کے ایک معنی لکھے ہیں۔ بعید دور۔ اس مرکب کے معنی لکھے ہیں غیر قوم کا، یا دور کے تعلق کا ہمسایہ۔

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ: ایک دکان پر مکان پر، کارخانے میں، یا کسی اور جگہ میں مل کر کام کرنے والے، بقول ابن عباسؓ رفیق سفر مراد ہے۔ ایک قول میں ہے کسی اچھے کام میں رفیق جیسے تعلیم میں، اعتکاف وغیرہ میں۔

مُخْتَالًا: باب افتعال سے اسم فاعل ہے فخر والا۔ متکبر۔ اس کا مصدر اِخْتِیَال ہے۔ اس کے معنی ہیں تکبر کرنا۔

قَرِیْنًا: دوست۔ ہم صحبت۔ ساتھ رہنے والا۔

Marfat.com

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ: مِثقالَ کا وزن مِفعال ہے ثقل سے۔ اس کے معنی خاص وزن کے لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے چودہ قیراط کا مثقال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مقدار کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں یعنی بمقدار ذرہ کے۔ اسی واسطے سدی نے معنی کئے ہیں وَزْنُ ذَرَّةٍ اور اس نے لکھا ہے کہ ذرہ وہ سرخ چیونٹی ہے جو نظر نہیں آتی۔ یعنی ذرہ بھر وزن کے برابر بھی ثواب میں کمی یا عذاب میں زیادتی نہیں کرے گا جو ظلم ہے۔

وَاِنْ تَکُ: اس میں ھِیَ ضمیر مونث مثقال ذرہ کی طرف راجع ہے۔ بتاویل زِنَۃُ ذَرَّۃٍ زِنَۃُ مونث ہے لہٰذا تَکُ فعل مونث اور اس میں ھِیَ ضمیر مونث لائی گئی ہے۔

تُسَوّٰی: تَسْوِیَۃٌ و سَوَآءٌ باب تفعیل کے مصدر سے مضارع مونث غائب مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں برابر کرنا۔ یعنی کافر خواہش کریں گے کہ کاش وہ زمین کے برابر کر دیئے جائیں۔

وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی: جمع مکسر ہے سَکْرَانُ کی۔ مست۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مستی کی حالت میں نماز شروع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ خمر کا استعمال اُس وقت مباح تھا۔ اس کے شانِ نزول میں ابو داؤد، ترمذی اور نسائی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک واقع کی روایت ہے۔ مدینہ منورہ میں ایک دفعہ عبدالرحمٰن بن عوف نے دعوت کی، ہم چند صحابہ کو مدعو کیا۔ کھانا کھایا اور شراب کا استعمال بھی کیا گیا۔ کچھ دیر بعد نماز مغرب کا وقت آ گیا۔ وہیں مکاں مجلس میں نماز شروع کی۔ امام خود انہیں کو بنایا۔ چونکہ شراب کا کچھ اثر ہو چکا تھا۔ فاتحہ کے بعد سورۃ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھی لَآ اَعْبُدُ کی جگہ اَعْبُدُ پڑھا اور ایک مقام پر نَحْنُ نَعْبُدُ پڑھا۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اب ستی لانے والی شے تو بالکلیہ حرام ہے البتہ علماء کرام نے بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما نیند کے مدہوش کو بھی نماز سے منع کیا ہے۔ اس وقت پڑھے جب جانتا ہو کہ کیا پڑھتا ہے۔ یہاں سے یہ شرط لگانا کہ ترجمہ جانتا ہو سمجھ کر پڑھے تب صحیح ہے۔ اگرچہ یہ افضل و اولیٰ ہے۔ مگر عوام الناس کے لئے اتنی ہوش کافی ہے، جس سے وہ جان لے کہ یہاں سُبْحٰنَکَ اللّٰهُمَّ پڑھتا ہے، یہاں الحمد اور قل یہاں التحیات وغیرہ۔

وَلَا جُنُبًا: لغت میں اُس مرد، عورت، واحد، تثنیہ اور جمع کو کہتے ہیں جو شرعی طور پر حدثِ اکبر سے ملوث ہے۔ ٹپک کر منی نکلنے سے یہ حالت ہوتی ہے، یا قبل و دبر میں سے کسی ایک میں حشفہ غائب ہونے سے یعنی یہ بھی اس حالت میں نماز پڑھے۔

مِنَ الْغَآئِطِ: غائط لغت میں نیچی جگہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ عموماً لوگ قضاء حاجت کے لئے نیچی جگہ میں جاتے ہیں۔ مراد لیتے ہیں قضاء حاجت سے فراغت۔ یعنی قضاء حاجت سے فارغ ہو کر آئے۔

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ: مُلَامَسَۃٌ باب مفاعلہ سے فعل ماضی جمع مذکر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک دوسرے کو چھونا۔ پھر مراد ہے جماع کرنا۔ یعنی تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو۔

صَعِیْدًا: روئے زمین۔ سطح زمین۔ اس سے زمین کی جنس کی ہر وہ شے مراد لیتے ہیں جو نہ پگھلے اور نہ جل کر راکھ بنے۔

Marfat.com

اس سے بشرطِ طہارت تیمم جائز ہے خواہ اس پر دھول نہ ہی ہو۔

طَیِّبًا: پاک۔ طَابَ۔ یطیب سے صفت مشبہ ہے اس کے معنی ہیں پاکیزگی رکھنے والا۔

فَامۡسَحُوۡا: مَسۡحٌ سے امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں ہاتھ پھیرنا۔ پس ہاتھ پھیرو اپنے مونہوں پر اور ہاتھوں پر۔ منہ کی حد معین ہے۔ البتہ یَدٌ میں وسعت ہے۔ انگلیوں کے سروں سے بغل تک کے عضو کو یَدٌ کہتے ہیں مگر وضو میں کہنیوں تک دھونے کا حکم قرآن مجید میں آچکا ہے۔ چونکہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے۔ اس لئے قیاساً کہنیوں تک ہی کرنا چاہئے تھا مگر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ جس کا ذکر ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس طرح روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کیا، اور کہنیوں تک مسح کیا یہی مذہب ہے احناف، شوافع اور جمہور کا۔

اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِیۡلَ: ضَلٌّ و ضَلَالَۃٌ بمعنی گمراہ ہونا سے مضارع جمع مذکر حاضر ہے۔ اس کا باب مثل ضَرَبَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ اہلِ کتاب ارادہ رکھتے ہیں کہ تم کو طریق مستقیم سے گمراہ کردیں۔

یُحَرِّفُوۡنَ: تحریف مصدر باب تفعیل سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کلام کو اس کے احتمالات میں سے بعید کے احتمال پر لے جانا اور ایسے معنی بیان کرنا جو اس کے اصلی معنوں سے بہت بعید ہوں اور زور دے کر انہیں کو ثابت کرنا۔ پھر یہود کی تحریف توراۃ میں کئی طرح کی ہوتی تھی۔ (۱) کلمہ کی بجائے دوسرا کلمہ رکھ دیتے تھے۔ (۲) شبہ ڈالنے کے واسطے غلط تاویل کر کے اصل و حقیقی معنی چھوڑ کر محض لفظوں کے ہیر پھیر میں حیلے کر کے باطل اور غلط معنی بیان کرتے۔ علامہ نے اور امام دونوں نے آگے لکھا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں اہل بدعت، بدعتی لوگ کرتے ہیں۔ خود ان موجودہ ایام میں یہی کچھ بڑی جرأت اور بے باکی سے ہو رہا ہے۔ عوام کو عقائد حقہ سے منحرف کر کے ترقی کا ڈنکا بجایا جارہا ہے۔ (۳) یہود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ دریافت کرتے، آپ جواب فرماتے وہ باہر جا کر کچھ اور شائع کرتے۔ آج کل اس کا بھی کسی قدر رواج ہے۔ اہلِ حق سے سنتے کچھ ہیں، باہر جا کر بیان کچھ اور کرتے ہیں۔

سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا: یہود کی دوسری گمراہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو کوئی بات فرماتے تو ظاہراً سَمِعۡنَا کہتے اور دل میں عَصَیۡنَا۔ (۲) بے باکی سے بعض بعض دونوں کلمے ظاہراً کہہ دیتے یعنی گستاخی کرتے۔ پہلے معنی دوسرے سے زیادہ صحیح ہیں۔ اتنی جرأت مسلمان کبھی نہ کرنے دیتے تھے اور نہ ان کو ہوسکتی تھی۔ امام نے بوجہ احتمال لکھ دیئے ہیں ضرورت نہ تھی۔

وَاسۡمَعۡ غَیۡرَ مُسۡمَعٍ: یہود کی تیسری گمراہی۔ غیر مُسۡمَعٍ دو رُخا کلمہ ہے۔ ایک رخ تعریف کا ہے، دوسرا مذمت کا۔ تعریفی رخ یوں ہے۔ آپ ہماری عرض سنیں، خدا کرے آپ کوئی نامناسب اور ناپسند بات کسی سے سننے نہ پائیں۔ اچھی اور عزت کی دعا ہے۔ مگر یہود یہ مراد نہ رکھا کرتے تھے۔ مُسۡمَعٍ اِسۡمَاعٌ باب افعال کا اسم مفعول ہے۔ سَمِعَ سے

Marfat.com

اِسۡمَعۡ فعل امر حاضر سُن سَمۡع کے معنی سننا۔ اِسۡمَاع کے معنی ہیں سننا۔ مُسۡمَعٍ سنایا ہوا۔ اس کلمہ کا تاریک اور مذمت کا رخ اس طرح ہے۔ (۱) آپ سے کہتے ہماری عرض سنیئے۔ دل میں کہتے تو نہ سُن سکے۔ غَیۡرَ مُسۡمَعٍ دل میں کہتے اور معنی یہی لیتے۔ (۲) غَیۡرَ مُسۡمَعٍ سے مراد لیتے کہ تو کوئی پسندیدہ بات نہ سنایا ہوا ہو۔ تیسرا احتمال بھی اسی طرح کا ہے۔ ہمیں تو یہ تکلف کے معنی دکھائی دیتے ہیں۔ یہود اتنی باتیں کیوں سوچتے۔ ہمارے نزدیک اُن کے زعم میں صرف ایک معنی تھا کہ قوتِ سامعہ میں بالکلیہ فرق آنے کی بدنیتی رکھتے تھے اور اِسۡمَعۡ غَیۡرَ مُسۡمَعٍ ادبی لحاظ سے ذرا آواز سے کہتے ہوں گے۔ کیونکہ اس کا روشن پہلو بہت نمایاں ہے۔ تاریک پہلو ان کے سیاہ دل میں تھا، پروردگار نے وہاں سے نکال کر ان کے سیاہ منہ پر مل دیا۔

رَاعِنَا: اس کلمہ کے متعلق سورۃ بقر میں لکھا گیا ہے۔ وہیں دیکھا جائے۔

لَـيًّا: مصدر ہے لَوٰی یَلۡوِیۡ لَیًّا سے اس کے کئی معنی ہیں جن میں سے ایک ہیں زبان کو ادائیگی حروف اور کلمات میں موڑنا پھیرنا۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ رَاعِنَا کی ادائیگی میں خصوصیت سے زبان میں موڑ پھیر کرتے ہوں گے۔

اَنۡ نَّطۡمِسَ: طَمۡسٌ سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں مٹا دینا۔ نشان تک نہ رہنے دینا۔ معنی ہیں کہ ایمان لے آؤ ہماری اس کتاب پر پیشتر اس کے کہ ہم منہ پر کے تمام حواس کو مٹا کر بالکل پشت کی طرح کر دیں یا مونہوں کو پھیر کر پیٹھ کی طرف بجائے پیٹ کے کر دیں۔ امام نے اور بہت سی تاویلیں کی ہیں۔

اِفۡتَرٰی: فَرۡیٌ سے اِفۡتِرَاء باب افتعال کا فعل ماضی ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہیں کاٹنا۔ قرآن مجید میں اس کے معنی ارتکاب کے ہیں کر گزرنا۔ کرنا۔ جیسے یہاں ہے۔ کبھی خود گھڑ لینا کے معنی میں آتا ہے۔ معنی ہیں وہ کھلے گناہ کا مرتکب ہوا۔

یُزَکُّوۡنَ: تَزۡکِیَه باب تفعیل کا مضارع جمع غائب ہے۔ اصل میں یُزَکِّیُوۡنَ تھا ی کا ضمہ ک کو دے کر ی کو گرا دیا۔ اس کے معنی ہیں پاک کرنا۔ یعنی یہود اپنے آپ کو پاک اور بے گناہ بتاتے ہیں۔ اسی طرح عیسائی بھی۔

فَتِيۡلًا: کھجور کی گٹھلی کی لمبی نالی میں باریک سی اتنی لمبی شے ہوتی ہے جسے فتیل کہتے ہیں۔ اسی گٹھلی کی پیٹھ پر ایک بہت چھوٹی سی گول گہرائی ہوتی ہے اسے نقیر کہتے ہیں اسی گٹھلی پر بہت باریک جھلی ہوتی ہے اسے قطمیر کہتے ہیں۔ ان تینوں کلمات کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

اَلۡـجِبۡـتِ: قاموس میں اس کے چند معنی لکھے ہیں جن میں سے ایک ہیں اللہ کے سوا جس کی پوجا کی جائے، علامہ نے راغب کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک بت تھا۔ پھر اللہ کے سوا ہر معبود پر بولا جاتا ہے۔ یہ اصل میں جِبۡـسٌ تھا س کو ت سے بدل دیا۔ وہ ذلیل شخص جس میں کچھ خیر و خوبی نہ ہو۔

اَلطَّاغُوۡتِ: ہر باطل شے کو کہتے ہیں۔ پرستش کی جاتی ہو یا نہ۔ ایک قول ہے کہ جِبۡت ساحر اور طَاغُوۡت شیطان سے مراد ہے۔ بہر حال ان دونوں سے کاہن۔ ساحر، یا کوئی بدترین اثر ڈالنے والا شخص مراد ہے۔

Marfat.com

نَقِيْرًا: فَتِيْلًا کے معنی میں اوپر قریب دیکھئے۔

اَلنَّاسَ: اس آیت میں یہاں ناس سے مراد سید ولد آدم مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی آپ کی شان نبوت پر حسد کرتے ہیں۔

نَضِجَتْ: نَضْجٌ سے فعل ماضی واحد مونث غائب ہے۔اس کے معنی ہیں پکنا۔ یہاں مراد ہے جل کر بے حس ہونا۔یعنی جب ان کے بدن کی کھالیں جل کر کوئلہ ہو جائیں گی تو اور کھالیں ہم پیدا کر دیں گے۔

ظِلًّا ظَلِيْلًا: ظَلِيْلًا دائما۔ ہمیشہ رہنے والا علامہ نے امام المرزوقی کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ لفظ یہاں اپنے لغوی معنی نہیں دیتا بلکہ ظِلًّا کا تابع ہے جیسے حسن بسن میں بسن تابع ہے۔

نِعِمَّا: اصل میں تھا نِعْمَ۔ مَانِعم فعل مدح ہے اور ما بمعنی الشیء معرفہ۔ یا بمعنی اَلَّذِیْ اس کا فاعل ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو تم کو امانات واپس کرنے اور عدل کرنے کا حکم کرتا ہے وہ بہت بہتر ہے۔

وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ: اور اپنے اہلِ اختیارات والوں کی اطاعت کرو۔ان میں شامل ہیں صلاحین حکام اور جج یعنی قاضی۔بعض کا قول ہے کہ مراد ہیں فوجوں کے جرنیل ایک قول ہے کہ مراد ہیں۔خلفاء راشدین۔ایک قول ہے کہ مراد ہیں عُلَماءِ اُمت۔مگر حکام، جج، اور سلاطین مراد لینا اولیٰ ہے۔

وَعِظْهُمْ: وَعْظ وَعِظَته مصدر سے فعل امر حاضر ہے۔ یہاں وعظ سے مراد امام نے لکھا ہے۔ عذاب آخرت سے ڈرانا اور قول بلیغ سے مراد ہے عذاب دنیا سے خوف دلانا اور ڈرانا۔معنی ہیں ان کو بطریق وعظ ونصیحت آخرت اور دنیا کے عذاب سے ڈرا۔

شَجَرَ بَيْنَهُمْ: مصدر شجر و شجور سے فعل ماضی غائب ہے۔اس کے معنی ہیں اختلاف کرنا اور گڑبڑ کرنا۔اپنے درمیانے اختلاف میں اور گڑبڑ میں۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ: نَزْع سے باب تفاعل تَنَازُعٌ سے فعل ماضی جمع حاضر ہے اس کے معنی ہیں کھینچنا۔یعنی اپنا مدعا کھینچ تان کر پورا کرنا۔علامہ نے لکھا ہے کہ خطاب اہلِ امر اور عامۃ المسلمین کو ہے کہ اگر تم باہم اختلاف کر بیٹھو فِیْ شَیْءٍ سے مراد ہے کسی دینی شے میں، کسی دینی معاملے میں علامہ المومنین کے باہمی اختلاف کا بھی یہی حکم ہے۔علامہ نے کوئی امر شرعی طور پر ثابت کرنے کے چار قسم کے مسلمہ دلائل اس آیت کریمہ سے بھی ثابت کئے ہیں۔اول کتاب اللہ یعنی قرآن کی آیاتِ کریمہ سے۔ دوم حدیث مسلم الثبوت سے۔سوم بصورت اتفاق کسی امر میں اختلاف واقع نہ ہونے کی حالت میں جب کہ قرآن وحدیث کے کلماتِ صریحہ سے وہ حکم ظاہر نہ ہو تو وہ صحابہؓ کا اجماع یا ائمہ مجتہدین کا اس مسئلے کے ثبوت کی دلیل بن کر اس مسئلے کو شرع میں ثابت کر دے گا۔جیسا کہ مثال کے طور پر رمضان المبارک میں بیس تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع، اور اتفاق یا آئمہ مجتہدین کا اجماع طلاق ثلاثہ بہ یک وقت دینے سے تینوں کا واقع ہونا ثابت ہو گیا

Marfat.com

ہے، چہارم۔ کسی نئے واقع ہونے والے امر کو اس قسم کے یا اس کی مثل کے ثابت شدہ امر پر قیاس کر کے جائز، یا ناجائز ہونے کا حکم لگانا۔ یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ ان ہر چہار قسم کے دلائل سے دینِ اسلام کی ہر چھوٹی بڑی بات پر جو حکم لگا ہے لگا ہے۔

تَـاوِیـْلًا: اَوْل سے باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں اصل کی طرف رجوع کرنا۔ علامہ نے لکھا ہے اس کے معنی آل اور انجام کی طرف رجوع کر نالیں، یا لفظ سے ایسے معنی مراد لیں جو ظاہر نہ ہوں تب مراد ہے کہ از روئے عاقبت اور انجام کے تمہارے واسطے یہ مذکور امر بہتر اور اچھا ہے۔ راغب نے لکھا ہے معنی اور ترجمہ کے لحاظ سے بہتر ہے۔ یا آخرت میں ثواب کی رُو سے بہتر ہے۔

یَزْعُمُوْنَ: زَعْم مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ علامہ نے قاموس کے حوالے سے اس کے معنی لکھے ہیں۔ کلام حق و باطل اور جھوٹی، اکثر طور پر مشکوک بات میں زعم استعمال کرتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ زعم کلام بے دلیل کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ قول حق کے لئے بھی بولتے ہیں۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ زَعَمَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَام اور ضمام بن ثعلبہ نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا زَعَمَ رَسُوْلُکَ آپؐ کے قاصد نے کہا ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے یہاں مراد ہے کہ وہ صرف دعویٰ رکھتے ہیں، اپنے ایمان کا قرآن مجید اور توراۃ پر۔ اس کا ثبوت عملی پیش نہیں کرتے۔

فَانْفِرُوْا: نَفْرًا مصدر سے امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں جنگ کے واسطے نکلنا۔ معنی ہیں جنگ کے واسطے نکلو۔ باب اس کا مثل ضَرَبَ کی آتا ہے۔

ثُبَاتٍ: جمع ثُبَۃٌ بمعنی مردوں کی جماعت دس سے اوپر اوپر معنی ہیں جماعت جماعت ہو کر دستہ دستہ بن کر نکلو، یا مجموعہ طور پر پوری فوج کی فوج نکلو۔

لَیُبَطِّئَنَّ: لَغًا سے تَبْطِیْئًا باب تفعیل سے مضارع غائب موکد بنونِ ثقیلہ ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ دیر کرنا۔ پیچھے رہ جانا یا دیر کرانا اور پیچھے رکھ لینا۔ یعنی تم میں وہ شخص بھی ہے جو خود جہاد سے پیچھے رہ جاتا ہے، یا اوروں کو رکھ لیتا ہے۔

یَشْرُوْنَ: شَرْیٌ سے مضارع جمع مذکر غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں بیچنا اور خریدنا۔ یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں جو بیچتے ہیں دنیاوی حیاتی بدلے آخرت کے، یعنی دنیا ترک کر کے آخرت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مراد ہیں خالص مومن۔ دوسرے معنی کریں یعنی خریدتے ہیں دنیاوی حیاتی بدلے آخرت کے یعنی آخرت چھوڑ کر دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ منافقین ہیں دونوں کو جہاد کا حکم ہے۔ منافقین کو اس طرح کہ نفاق ترک کر کے خلوص اختیار کرو اور جہاد میں شریک ہو کر درجات لو۔

وِلْـدَانٌ: جمع وَلِیْدٌ کی ہے بمعنی نوعمر بچہ۔ اس کو مولود بھی کہتے ہیں۔ اس کے معنی غلام بھی ہیں، اور لڑکا بھی۔ اس سے

Marfat.com

مونث ولیدۃ ہے۔ بچی۔لڑکی۔لونڈی۔اس کی جمع وَلَائِدُ آتی ہے۔

کُفُّوْا: کَفًّا سے فعل امر حاضر جمع ہے اس کے معنی ہیں رکنا اور روکنا۔لازم اور متعدی ہے۔یہاں متعدی ہے کہ روک رکھو اپنے ہاتھ۔جنگ کی اجازت نہیں۔

مَتَاعُ الدُّنْیَا: مَتَاع ہر اُس شے کو کہتے ہیں جس سے نفع اور فائدہ اٹھایا جائے مگر کچھ وقت کے بعد ناکارہ ہو جائے۔

بُرُوْجٍ: جمع بُرُج کی۔مجاہد۔قتادہ،اور ابن جریج نے اس کے معنی کئے ہیں محل۔سُدی نے اور ربیع نے آسمانی برج مراد لئے ہیں ابوعلی جبائی نے محلات کی بالائی منزل معنی کئے ہیں۔ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ بُرُوج کے معنی قلعے ہیں۔

مُشَیَّدَۃٍ: شَیْد سے باب تفعیل تَشْیِید کا اسم مفعول مونث ہے۔شَیْد کے معنی ہیں چونا تَشْیِید چونے گچ کرنا۔ مُشَیَّدَۃٌ چونے گچ کیا ہوا،بے حد مضبوط۔

بَرَزُوْا: بُرُوْزٌ سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔جس کے معنی ہیں نکلنا۔ظاہر ہونا۔معنی ہیں جب تیرے پاس سے باہر نکلتے ہیں۔

بَیَّتَ: بَاتَ سے تفعیل تَبْیِیت یا بَیَاتٌ مصدر سے ماضی معروف ہے۔اس کے معنی ہیں رات کو مشورہ کرنا یا رات کو ایک بات پختہ کر لینا۔

تَقُوْلُ: قول سے مضارع مخاطب ہے،یا واحد مونث غائب ہے۔پہلی صورت میں معنی ہیں کہ جو کچھ آپ ان کو فرماتے ہیں وہ رات کو اس کے خلاف مشورہ کرتے ہیں اور بات ٹھہراتے ہیں۔دوسری صورت میں معنی ہیں کہ وہ طائفہ جو آپ کے سامنے طاعت کا لفظ کہہ اٹھتا ہے کہ ہمارا کام ماننا ہے۔رات کو اپنے اس قول کے خلاف بات مقرر کر لیتے ہیں۔

اَذَاعُوْا: ذُیُوع ذَیَسَان بمعنی پراگندہ ہونا۔بکھرنا سے باب افعال اِذَاعَت سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔اِذَاعَت کے معنی ہیں خبر فاش کرنا۔پھیلانا۔وہ خبر فاش کرتے ہیں۔

یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ: نَبْط سے باب استفعال اِسْتِنْبَاط سے مضارع جمع غائب ہے۔اِسْتِنْبَاط کے اصل معنی ہیں کسی شے کو اُس کی اصلی جگہ سے نکالنا جیسے پانی کنوئیں سے اور جواہرات کان سے،پھر عام طور پر ہر چیز نکالی ہوئی سمجھی ہوئی کے طریقے کو اِسْتِنْبَاط کہہ دیتے ہیں۔اس کلام سے یہ استنباط ہوتا ہے یعنی سمجھا جاتا ہے۔مراد ہے کہ ان حالات سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اولی الامر اصل اصل بات سمجھ کر آگے بیان کرنے اور پھیلانے کی اچھی وجہ فرما دیتے۔گویا ان حالات سے جو کچھ صحیح استنباط ہوتا وہی لیا جاتا اور آگے پھیلایا جاتا۔

حَرِّضِ: تحریض باب تفعیل کا فعل امر حاضر ہے۔تحریض کے معنی ہیں ابھارنا،شوق دلانا۔مومنین کو جہاد پر رغبت دلا۔ابھار اور شوق دلا۔

بَاْس: خوف۔اصل میں اس کے معنی ہیں کراہت کی شے۔ناپسند۔طبع کے مخالف امر۔

تَنْکِیْلًا: باب تفعیل کا مصدر ہے لغوی معنی ہیں اس کے روکنا۔پھر مراد ہے ایک مجرم کو اُس کے جرم پر ایسی بُری اور سخت

Marfat.com

سزا دینا جسے دیکھ کر دوسرا شخص اس جرم کرنے سے رک جائے۔ آئندہ جرأت نہ کرے۔

یَشْفَعْ: شَفع و شفاعت سے مضارع واحد غائب ہے۔ شفاعت لفظ کی بناوٹ اس طرح ہے کہ پہلے ایک شخص اپنی ضرورت، حاجت اور مطلب میں تنہا ہوتا ہے۔ پھر دوسرے کسی کو اس مطلب کے پورا کرنے میں اپنے ساتھ ملا کر شفع یعنی جفت بن جاتا ہے۔ گویا اس کے ذریعے طاق سے جفت بنا، یعنی جو شخص اچھے مطلب میں صاحب مطلب کی دوسرے کے پاس سفارش کر کے مدد کرتا ہے اس کو اس کا وافر بدلہ ملے گا۔ علامہ نے شفاعت کے معنی اس طرح کئے ہیں۔ شفاعت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کو کوئی دنیاوی یا اخروی نفع کسی سے پہنچنے میں بذریعہ اپنی کلام کے درمیان میں واسطہ بننا یا اسی طرح کوئی ضرر یا نقصان کسی سے دور کرنے کا واسطہ بننا۔ اس درمیان میں آنے والے شخص کو شفیع کہتے ہیں جو صاحبِ حاجت کو شفع جفت بنا دیتا ہے مگر اب اشتقاق کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

کِفْلٌ: حصہ و نصیب۔ اس کے اور معنی بھی ہیں مگر یہاں یہی مراد ہیں۔

مُقِیْتًا: قُوت سے باب افعال اِقْوَات بنا کر تعلیل سے اِقَاتَتہ مثل اِقَامَت کی پڑھا اس سے یہ اسم فاعل ہے۔ راغب نے اِقَاتَۃ کے معنی لکھے ہیں اُس نے اس کے لئے وہ چیز تیار کی جسے یہ قوت بنائے گا۔ معنی ہوئے ہر شے کی قوت بنانے والا مگر اس معنی کی بجائے مُقِیْتاً کے معنی کئے گئے ہیں۔ مُقتدر قدرت رکھنے والا۔ اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ یا اس کے معنی ہیں وہ حفیظ جو ہر شے کو اُس کی حاجت کے مطابق دے کر محفوظ رکھتا ہے۔

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ: یہ تحیۃ مصدر باب تفعیل سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ تَحِیَّۃٌ اصل میں تَحْیِیَۃٌ تھا۔ یَی کا کسرہ ما قبل ح کو دیا۔ یَی کو دوسری یَی میں ادغام کیا۔ اس کے معنی ہیں سلامتی اور درازی عمر کی دعا دینا۔ لیکن مراد یہاں اسلامی دعا ہے یعنی السلام علیکم کہنا معنی ہیں جب تم دوسرے مسلمان کی طرف سے بلفظ اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ دعا دیئے جاؤ تو اس سے بہتر صورت میں جواب دو یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ سے اور اگر پہل کرنے والا یہ دونوں کلمے کہے تو جواب دینے والا وَبَرَکَاتُہٗ زیادہ کرے۔ اور اگر پہلا یہ تینوں کلمے کہے تو جواب دینے والا یہی تینوں دہرا دے۔ اگرچہ ایک روایت میں وَمَغْفِرَتُہٗ بھی آیا ہے مگر وہ ضعیف ہے۔ صحیح تینوں ہی کلموں تک کا جواب ہے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک صحابی کو جس نے آپ کے سلام کہنے میں تینوں کلمے کہے تھے اتنا ہی جواب فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ نے اضافہ ترک فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا تو نے میرے لئے زیادتی چھوڑی ہی نہیں میں نے وہی لوٹا دیا یعنی آخری حد سلام اور اجواب کی وبرکاتہٗ تک ہی ہے۔

حَسِیْبًا: یا تو مُحَاسِبًا کے معنی میں ہے یعنی حساب لینے والا، یا بمعنی حَسْبُ کے یعنی کافی ہے بس ہے۔ اس کے ہوتے کسی اور کی قطعاً ضرورت نہیں۔

اَرْکَسَهُمْ: فعل ماضی غائب باب افعال اِرْکَاس سے۔ رَکس اور ارکاس کے معنی ایک ہی ہیں۔ لوٹانا۔ اللہ نے ان کو بہ سبب ان کی بد عملی کے کفر کی طرف لوٹا دیا کہ پھر کافر ہو گئے۔

Marfat.com

حَصِرَتْ: حَصَرٌ مصدر سے فعل ماضی مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں تنگ ہونا۔ گھٹنا ان کے سینے گھٹے گئے۔ تنگ ہو گئے۔

مُرَاغَمٌ: اسم ظرف ہے رَغَام بمعنی مٹی سے۔ اہلِ عرب بولتے ہیں علیٰ رَغْم الف فلاں۔ فلاں کی ناک خاک آلودہ کر کے۔ اس کی خلاف مرضی۔ یہاں علامہ اور امام ہر دو مراد لیتے ہیں کہ فی سبیل اللہ ہجرت کرنے والا اپنے مقام ہجرت میں ایسا خوش حال ہوگا کہ اس کے وطنی دشمن اور مخالف سُن سُن کر شرمندہ ہوں گے۔ لیکن صراح میں اس کے معنی ہجرت گاہ لکھے ہیں۔ مہاجر زمین میں ہجرت گاہیں پالے گا لغت میں اس کے معنی بھاگ جانے کی جگہ بھی لکھا ہے۔ سب معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

وَسَعَةً: اور ہجرت گاہ میں علاوہ مراغم وغیرہ کے مالی وسعت اور دیگر اسبابِ زندگی کی فراخی بھی پائے گا۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ: ضَرْب مصدر سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ ضَرب کے چند معنی ہیں جن میں سے ایک ہیں سفر کرنا۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں، یعنی جب تم سفر کے لئے نکلو۔

اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ: قَصْر سے مضارع جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں چار رکعتی نماز میں نصف کرنا۔ یعنی ظہر، عصر اور عشاء کے فرض بجائے چار کے دو پڑھے جائیں۔ احناف کے نزدیک چار سنتوں میں قصر نہیں۔ سفر کی مقدار اڑتالیس میل ہے۔ یعنی وہاں جانا ہو تو اپنی آبادی سے نکل کر قصر شروع کر سکتا ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا: وَهْن مصدر سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں سست ہونا، یا سستی کرنا، اور سستی نہ کرو دشمن لوگوں کے ڈھونڈنے میں۔

تَاْلَمُوْنَ: اَلَم مصدر سے مضارع جمع حاضر ہے۔ اس کا باب مثل عَلِمَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں درد اٹھانا۔ درد والا ہونا بوجہ زخم کے، ضرب اور چوٹ سے بوجہ شکستگی اعضاء وغیرہ کے۔

بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ: اِرَاءَۃٌ باب افعال سے اَرَا فعل سے اَرَا فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں دکھانا۔ مگر یہاں مراد ہے بتا دینا، جتا دینا۔ اے اَعْلَمَکَ اللّٰہُ اصل بات کا علم دے دیا تجھ کو اللہ نے۔

لِلْخَآئِنِیْنَ: خیانتہ سے اسم فاعل جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں حق تلفی کرنا۔ حق سے کچھ کم کرنا تو خیانت کرنے والوں کی طرف سے خصیم نہ بن۔

خَصِیْمًا: مخاصما۔ خصومت کرنے والا۔ امام نے یہاں واحدی کا قول نقل کیا ہے خصم کسی شے کی ایک جانب کو کہتے ہیں۔ شے کا کنارہ۔ پھر دو مخالفت کرنے والوں کو مخاصمان کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنے اپنے دعوے اور ثبوت دعوے میں کنارے پر ہوتے ہیں۔ خصیم سے یہاں مراد ہے کسی کا طرفدار ہو کر خود مخاصم بننا۔

خَوَّانًا: مبالغہ کا وزن ہے۔ کثیر الخیانت۔ بہت خیانتی۔

Marfat.com

اَثِیْمًا: یہ بھی مبالغہ ہے۔ بہت کثیر گنہگار۔

یَسْتَخْفُوْنَ: خَفِیٌّ سے اِسْتِخْفَآءٌ باب استفعال کا مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں چھپنا۔ پردے میں ہو جانا۔ معنی ہیں لوگوں سے تو چھپ سکتے ہیں۔ اللہ سے نہیں چھپ سکتے۔

وَهُوَ مَعَهُمْ: اور وہ ان کے ساتھ ہے۔ اپنے علم، قدرت اور رؤیت سے۔ یا ایسی وجہ سے جو اس کے شایانِ شان ہے اور یہی معنی افضل ہیں۔

یَکْسِبْ: کَسْب سے فعل مضارع غائب ہے۔ امام نے لکھا ہے کسب ایسا کام کرنا جس سے کچھ فائدہ ہو۔ یا کوئی ضرر اور نقصان دور ہو۔

خَطِیْئَةً: یہاں مراد ہے صغیرہ گناہ۔ یا مراد ہے ایسا گناہ جو فاعل تک محدود رہے۔ یا ہر وہ گناہ مراد ہے جو ارادۃً کیا ہو، یا خطاءً۔

اَوْ اِثْمًا: اس سے یہاں کبیرہ گناہ مراد ہے۔ یا وہ جس کا اثر دوسرے پر پڑے، یا وہ گناہ جو ارادۃً اور قصداً کیا جائے۔

یَرْمِ: رَمْیٌ مصدر سے مضارع غائب ہے۔ اصل میں یرمی تھا ی بوجہ حالت جزمی میں ہونے کے گر گئی۔ اس کے معنی ہیں کسی بری الذمہ پر کوئی جھوٹی بات تھوپ دینا۔ یعنی پھر وہ گناہ کی بات کسی دوسرے بُری الذمہ پر لگا دے۔

اِحْتَمَلَ: حَمل سے باب افتعال اِحْتِمَال بمعنی اٹھانا۔ سر پر رکھنا سے فعل ماضی ہے، بے شک اس نے اپنے سر پر بہتان اور کھلے گناہ کا (بھاری بھرکم) بوجھ اٹھا لیا۔

بُهْتَانًا: بَهْتًا سے اسم ہے بمعنی ایسا جھوٹا اور غلط الزام کہ جس پر لگا ہے سنتے ہی حیران۔ مُتحیر اور مبہوت ہو جائے۔

لَهَمَّتْ: هَمٌّ سے فعل ماضی مونث غائب ہے۔ اس کا باب مثل مَدَّ یَمُدُّ کی آتا ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں قصد اور ارادہ کرنا۔ بے شک ان میں سے ایک گروہ نے ارادہ کیا کہ تجھ کو رستے سے پھیر دیں۔

مِنْ نَّجْوٰهُمْ: نَجْوٰی۔ بقول زجاج اس کلام یا تجویز کو کہتے ہیں جو صرف چند آدمیوں کے درمیان درمیان ہو، یا حرف دو کے درمیان ہو۔ اگر مصدر مانیں تو اس کے معنی ہیں سرگوشی کرنا۔ یعنی ان کی مجوزہ بات یا کلام میں، یا سرگوشی میں کوئی خیر و خوبی نہیں۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ: شَقٌّ سے باب مفاعلہ مُشَاقَّةٌ۔ شِقَاق سے مضارع غائب ہے۔ فک ادغام سے اس کے معنی ہیں مخالفت کرنا۔ یعنی جو شخص مخالفت کرتا ہے رسول کی۔

اِنٰثًا: مَارِدٌ اور مَرِیْد بقول راغب اُس جن اور انسان کو کہتے ہیں جو خیر خوبی سے بالکیہ خالی اور محروم ہو۔ ابلیس کو مرید اسی واسطے کہتے ہیں۔ علامہ نے مَادِر مَرِیْد اور مُتمرِّد کے معنی لکھے ہیں سرکش۔ نافرماں بردار۔

لَاَتَّخِذَنَّ: اِتِّخَاذٌ باب افتعال سے مضارع متکلم موکد بنون تاکید ثقیلہ ہے۔ اس کے معنی ہیں لے لینا۔ اپنے لیے خاص کر لینا۔ میں ضرور لے لوں گا۔

Marfat.com

نَصِيباً مَّفْرُوضًا: نَصِيب بمعنی حصہ۔ مفروض۔ مقرر کیا ہوا۔ الگ کیا ہوا۔

لَاُ مَنِّيَنَّهُمْ: مصدر تَمْنِيَةٌ باب تفعیل سے مضارع متکلم موکد بنونِ ثقیلہ۔ اس کے معنی ہیں آرزو میں ڈالنا۔ یا کسی کے دل میں آرزو ڈالنا۔ میں ان کو امیدوں میں رکھوں گا۔

فَلَيُبَتِّكُنَّ: بَتک بمعنی کاٹنا سے تَبْتِيک باب تفعیل سے مضارع جمع غائب ہے۔ موکد بنون ثقیلہ۔ وہ چوپایوں کے کان کاٹیں گے۔ مشرک اہلِ عرب جب کوئی ان کی اونٹنی پانچواں بچہ نر دیتی تھی۔ تو اس کے کان، یا تھوڑے سے چھوڑ کر کاٹ ڈالتے تھے۔ یا درمیان میں چیرا دے دیتے تھے۔ بطور نشان، اب نہ اس پر کوئی سوار ہوتا تھا، نہ بوجھ لادتا تھا۔ یہ شیطانی کام تھا۔ رحمانی حکم نہ تھا۔

مَحِيصًا: حَاصَ يَحِيصُ سے اسم ظرف ہے یا مصدر میمی۔ اس کے معنی ہیں بچ جانا۔ یعنی بچ جانے کی جگہ یا بچ جانا۔

مِنْۢ بَعْلِهَا: راغب نے لکھا ہے۔ زوجین میں سے مذکر کو بعل کہتے ہیں۔ اس کی جمع بُعُوْلَت آتی ہے۔

نُشُوْزًا: اس سے زوجین میں سے کسی ایک کی دوسرے کے ساتھ وہ برتاؤ کی حالت مراد ہے جو اس دوسرے کو کسی طرح پسند نہ ہو۔ بلکہ فساد بڑھے۔

اَلشُّحُّ: حرص سے بھری ہوئی بخیلی۔ یعنی ایسا بخل جس کے ساتھ حرص بھی ہو۔

مِنْ سَعَتِهٖ: مصدر ہے معنی ہیں اپنی غنی اور قدرت سے۔

وَوَصَّيْنَا: تَوْصِيَة باب تفعیل سے فعل ماضی متکلم ہے۔ راغب نے اس کے معنی قَالَ کے لکھے ہیں یعنی کہا۔ یہاں مراد ہے حکم دیا۔ فرمایا۔

غَنِيًّا: مخلوق کی ہر قسم کی اعانت سے اور ان کی عبادات سے بے پرواہ ہے۔

حَمِيْدًا: یہاں فعیل بمعنی مفعول ہے حَمِيْد بمعنی مَحْمُوْد تعریف کیا ہوا۔ کوئی تعریف کرے نہ کرے۔

قَوّٰمِيْنَ: جمع ہے قَوَّامٌ کی۔ مبالغہ کا صیغہ ہے قائم مقام اسم فاعل سے۔ معنی ہیں بہت پختگی سے قائم اور ثابت رہنے والے ہو جاؤ کہ ہر معاملے میں انصاف برتو۔

اَوْلٰى بِهِمَا: اَوْلٰى کے یہاں معنی ہیں اَشْفَقُ و اَرْحَمُ و اَرْفَقُ بِهِمَا۔ یہ ضمیر غنی اور فقیر کی طرف راجع ہے۔ مراد ہے کہ اے ایمان والو! تم معاملات میں غنی کے لحاظ کی خاطر یا فقیر کی فقیری کی خاطر انصاف میں فرق نہ ڈالو، خود اللہ تعالیٰ ان کے حق میں تمہاری نسبت زیادہ شفقت کرنے والا، زیادہ رحم کرنے والا اور زیادہ رفق کرنے والا ہے۔ تم انصاف کر کے حکم کی تعمیل کرو۔

تَلْوٗا: لَیّ مصدر سے مضارع جمع حاضر ہے۔ اس کا باب مثل ضَرَبَ کی آتا ہے۔ لَوٰى يَلْوِىْ تَلْوُوْن اصل میں تَلْوِيُوْنَ تھا ی کا ضمہ واؤ کو اس کی حرکت کسرہ گرا کر دیا اور ی کو گرا دیا تَلْوُوْن ہوا۔ اس کے معنی ہیں سر پھیرنا۔ یعنی عدل

Marfat.com

کرنے سے سر پھیرو گے۔

اَوْتُعْرِضُوْا: اِعْرَاض باب انفعال سے مضارع جمع حاضر ہے اعراض کے معنی ہیں منہ پھیرنا یہاں مراد ہے وہ خصومت کرنے والوں میں سے ایک کی طرف دھیان نہ کرنا یا تم اعراض رکھو گے۔

اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا: مصدر اِیْمَان باب افعال سے پہلا فعل ماضی جمع غائب ہے اور دوسرا اسی مصدر سے فعل امر حاضر جمع ہے۔ مراد ہے کہ اے ایمان لانے والو! اس میں خطاب مومن مسلمانوں کو ہے بذریعہ دوسرے کلمے امر حاضر کے حکم ہے کہ اپنے اس ایمان پر ثابت قدم اور پختہ ہو جس کی آگے تفصیل ہے۔ یا خطاب ہے منافقین کو کہ اے زبان سے ایمان لانے والو! دل سے صحیح ایمان لاؤ۔ آگے ایمان کی تفصیل فرمائی اور یا خطاب ہے اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ میں سے جو ایمان لا کر مسلمان ہوئے کہ اے ایمان والو! اب دین اسلام کے ہر امر کو اسی طرح مانو جس طرح ماننے کی اسلام میں ہدایت ہے۔ اپنے سابقہ مسلمات کو اسلام کے موافق نہ بناؤ۔

نَزَّلَ: باب تفعیل تنزیل سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس باب کا خاصہ ہے تدریج۔ آہستہ آہستہ ایک کام کرنا۔ قرآن مجید آسمان دنیا سے تئیس سال میں پورا اُترا بایں وجہ نَزَّلَ فرمایا۔ باقی کتابیں یک دفعہ اتاریں، اس واسطے انزل فرمایا۔ قرآن مجید کے حق میں بھی یہ لفظ فرمایا ہے، مراد ہے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک دفعہ نازل فرما دیا۔

اِزْدَادُوْ: زِیَادَة سے باب افتعال اِزْتَیَا کا فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس میں ت کو بوجہ ز کے دال بنا کر اِزْدِیَاد پڑھا اور اس سے اِزْدَادُوْ بنایا۔ اس کے معنی ہیں زیادہ ہونا، بڑھ جانا۔ پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے۔ یعنی یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر بچھڑا پوج کر کافر ہوئے۔ پھر ایمان لائے۔ پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا کفر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کر کے کفر میں اور بڑھ گئے۔

یَخُوْضُوْا: خَوْض مصدر سے یَخُوْضُوْا فعل مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں پانی میں چلنا اور بات شروع کرنا یعنی کوئی اور بات شروع کر دیں۔

یَتَرَبَّصُوْنَ: تَرَبُّص مصدر باب تفعیل سے مضارع جمع غائب ہے۔ بمعنی انتظار کرنا، یعنی وہ واقعات نا ملائم تم پر پڑنے کا انتظار کرتے ہیں۔

اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ: اِسْتِحْوَاذ باب استفعال کا مکمل نفی جحد بلم ہے۔ راغب نے اس کے معنی کئے ہیں اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ کہ شیطان نے ان پر پورا غلبہ پا کر چلائے پھرا۔ مراد ہے غلبہ پانا۔ یہاں مراد منافقوں کا قول ہے۔ کفار کو جب کبھی ایک آدھ دفعہ جنگ میں غلبے کی صورت ہوئی تو منافقوں نے ان کو اس طرح کا احسان جتایا کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے اور تمہارے قید کر لینے اور قتل کر دینے پر قادر نہیں ہو گئے تھے؟ لیکن تم پر رحم کیا اور کوئی آنچ نہ آنے دی۔ اس سے منافقوں کی نیت کفار میں اپنا اثر قائم کرنے کی تھی۔

Marfat.com

وَنَمْنَعْكُمْ: مَنع مصدر سے متکلم نفی حجد بلم ہے۔ معنی ہیں کیا نہیں بچایا تم کو مومنوں سے کہ نہ تم قتل ہوئے نہ قید۔ یہ ہمارا ہی احسان سمجھو۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ: خِدَاعٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں کہ دوسرا شخص جو کچھ چاہتا ہے یہ زبانی زبانی بالکل اس کی موافقت کرتا ہے اور دل سے سخت مخالفت رکھتا ہے اس کو مخادعت یا خداع کہتے ہیں۔ عام ترجمے میں اس کو دھوکا لکھتے ہیں قاموس میں مُخادَعَته کے معنی لکھے ہیں اپنے ضمیر اور دل میں جمی ہوئی بات کے خلاف ظاہر کرنا۔ اس طرح کہ دل میں کفر رکھ کر ایمان ظاہر کیا۔ یہ مخادعت مومنین سے تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے واسطے فرمائی۔

كُسَالٰى: جمع کَسْلان کی۔ صفت مشبہ کَسْل سے بمعنی سستی کرنا۔ یعنی سست سست، بے رغبتی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ گویا جبراً کھڑے کئے گئے ہیں۔

مُذَبْذَبِيْنَ: ذَبْذَبَةٌ مصدر مضاعف رباعی سے اسم مفعول جمع ہے۔ اس مصدر کے معنی راغب نے لکھے ہیں ایک معلق شے کی حرکت کی آواز کی نقل کرنا۔ پھر متحیر اور متردد ہونا کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ معنی ہیں کہ منافق لوگ دین کے معاملے میں متحیر اور متردد ہیں کیا کریں، کیا نہ کریں۔

سُلْطَانًا: مصدر ہے بمعنی غلبہ۔ لیکن یہاں مراد ہے حجت۔ سند۔ کسی امر کی دلیل۔

مُبِيْنًا: اِبَانَتهٌ باب افعال سے اسم فاعل ہے اصل میں تھا مُبْيِنٌ ی کا کسرہ ب کو دے کر مُبِین پڑھا۔ مصدر کے معنی ہیں واضح کرنا۔ روشن کرنا۔ مُبِین کے معنی ہیں روشن اور واضح کرنے والا۔ علامہ نے معنی کئے ہیں کہ اے مومنین! اپنے برادران مومنین کی بجائے کفار کو دوست بنا کر اللہ کے پاس اپنے عذاب کی واضح اور روشن سند بناتے ہیں۔

الدَّرْكِ: کسی مقام میں سیڑھیاں ہیں جہاں سے نیچے بھی اُتر سکتے ہیں اور اوپر بھی چڑھ سکتے ہیں۔ اوپر سے جانب نیچے کی سیڑھیوں کے مقام کو یعنی ہر ایک کو دَرَک کہتے ہیں۔ سب سے نچلی سیڑھی کو درکِ اسفل کہتے ہیں۔ جس کے نیچے اور کوئی مقام نہیں۔ اگر نچلی سیڑھی پر کھڑے ہو کر اوپر کی طرف چڑھیں تو ہر سیڑھی نچلی سیڑھی کے لحاظ سے درجہ کہلاتی ہے۔ سب سے اوپر کی سیڑھی کا مقام الدرجتہ الاعلیٰ ہے۔ ایک تالاب کے تصور سے دَرْک اور درجہ کی وضاحت جلد ذہن میں آسکتی ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ: باب افعال اِحْبَاب سے منفی مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں دوست رکھنا۔ یعنی نہیں دوست رکھتا اللہ۔ اس کا اسم فاعل آتا ہے۔ مُحِبٌّ اور اسم مفعول مَحْبُوب۔ خلاف قیاس مُحَبٌّ بہت قلیل آتا ہے۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے حبیب بمعنی مُحَبٌّ ہے۔

اَلْجَهْرَ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں ظاہر کرنا۔ بلند آواز سے سنانا۔ امام نے معنی کئے ہیں کہ کسی کو فضیح اور رسوا کرنے کے

Marfat.com

واسطے اُس کے قبائح بیان کرنا اللہ پسند نہیں فرماتا۔ سوائے مظلوم کے وہ ظالم کا ظلم اور قبائح بیان کر سکتا ہے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ مظلوم ظالم کے لئے بد دعا کر سکتا ہے۔ اُس کے ظلم کا ذکر یا اُس کی دیگر قباحتوں کا عام چرچا کر سکتا ہے تا کہ دوسرے اس سے بچیں۔

بَيْنَ ذٰلِكَ : بَيْن کے معنی ہیں درمیان ذٰلِکَ کا مشارٌ الیہ ایمان اور کفر ہے۔ یعنی یہ چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک اور راستہ نکالیں۔ حالانکہ ان کے درمیان تیسری راہ کوئی نہیں۔

اَعْتَدْنَا: عَتدٌ و عَتَادٌ سے باب افعال اِعْتَادٌ کا فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں وقت حاجت سے پیشتر تیار کر رکھنا۔ ہم نے پیش از وقت تیار کر رکھا ہے۔

اَلصّٰعِقَةُ: وہ آگ جو آسمان سے گر کر ہلاک کرتی ہے۔

قُلُوْبُنَا غُلْفٌ: قُلُوْبُ جمع قلب بمعنی دل۔ غُلْفٌ۔ امام نے اس کے معنی میں قفال کے قول سے دو وجہیں لکھی ہیں۔ اول جمع ہے غلاف کی اصل میں غُلُفٌ تھا مثل کُتُبٌ کی تخفیف کر کے غُلْف پڑھا۔ اس صورت میں معنی یہ کئے ہیں کہ ہمارے دل علم کی ظروف ہیں۔ علوم سے بھرے ہوئے ہیں۔ اپنے ان علوم کے سوا بھی کسی اور علم کی ضرورت نہیں۔ دوم جمع اَغْلَفُ کی۔ اَغْلف وہ شے جو غلاف میں ڈھانپی ہوئی ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں جو کچھ تم کہتے ہو نہیں سمجھتے۔

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا : طبع سے فعل ماضی ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں مہر لگانا۔ یعنی اللہ نے اُن کے کفر کے سبب ان کے قلوب پر مہر لگا دی ہے۔ اس واسطے ان میں اسلامی بات سرائت نہیں کرتی، نہ جیسا کہ یہ کہتے ہیں۔

وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ: شُبِّہَ تشبیہ باب تفعیل سے فعل ماضی مجہول ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں ایک شے کو دوسری شے کی مثل بنا دینا کہ دیکھنے والا اُس دوسری کو پہلی سمجھنے لگے۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں یعنی اُن یہود کے لئے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے تھے۔ ایک شخص کا ظاہری حلیہ حضرت جیسا بنا دیا۔ جس کو انہوں نے قتل کر کے مشہور کیا۔ اس واقعہ کا ذکر علامہ اور امام دونوں نے قدرے تفصیل سے کیا ہے۔ لکھا ہے کہ یہود جب آپ کے قتل کے درپے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا۔ رؤساء یہود خوف زدہ ہو گئے کہ عوام میں اس کی شہرت نصرانیت کی اشاعت کے باعث نہ ہو۔ انہوں نے ایک آدمی کو پکڑ کر قتل کر کے سولی پر لٹکایا کہ یہ عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔ اکثر لوگ روشناس نہ تھے مان گئے۔ دوم۔ یہود نے اپنے اس ارادے میں جان لیا کہ (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) مع اپنے چند اصحابوں کے فلاں مکان میں ہیں تو سردار نے ایک شخص طیطابوس نامی کو بھیجا کہ انہیں باہر نکالے، چنانچہ اس کے جانے پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا اور اُس کا حلیہ آپ جیسا بنا دیا۔ باہر نکلا تو انہوں نے قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ سوم۔ یہود نے ایک شخص کو آپ کی نگرانی پر مقرر کیا۔ موقع پر جب اس نے اطلاع دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا اور اس شخص کا حلیہ آپ جیسا بنا

Marfat.com

دیا۔ چنانچہ اسی کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ چہارم۔ جب یہود نے آپ کو گرفتار کرنے کا قصد کیا تو آپ نے اپنے دس اُس وقت کے اصحابوں کو فرمایا کہ کون تم میں سے جنت خریدتا ہے بایں طور کہ اس پر میرا حلیہ ڈالا جائے اور قتل کیا جائے۔ ان میں سے ایک نے کہا میں۔ چنانچہ اس کا حلیہ آپ کی طرح کر دیا گیا اور آپ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ پنجم۔ ایک شخص منافق تھا ظاہر کرتا تھا کہ میں اصحاب عیسیٰ علیہ السلام سے ہوں۔ ایک موقع پر یہود کو ساتھ لے کر گرفتار کرانے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھا لیا اور اس منافق کا حلیہ ویسا کر دیا جو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا گیا۔ ان کے بعد امام کہتا ہے کہ ان وجوہ میں تعارض ہے۔ اصل حقیقت امور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

اِلَّالَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ : ایمان مصدر سے مضارع غائب موکد بنون تاکید ہے۔ ضمیر اول کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے اور مَوْتِہٖ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں۔ اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوم خود اہلِ کتاب مرنے والا عیسائی ہو یا یہودی۔ یعنی کوئی اہلِ کتاب نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے آپ کے سچا رسول اور اللہ کا بندہ ہونے پر ضرور ایمان لائے گا۔ (مگر اس وقت کے ایمان سے فائدہ نہیں ہوگا) دوم۔ مگر وہ آپ کی وفات سے پیشتر آپ کے سچا رسول ہونے اور اللہ کا بندہ ہونے پر ایمان لائے گا۔ یہ آپ کے نزول کے بعد کے متعلق خبر ہے جو اہلِ کتاب موجود ہوں گے۔

لَاتَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ: غُلُوٌّ مصدر سے نہی جمع حاضر ہے۔ راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں حد سے تجاوز کرنا۔ معنی ہیں کہ تم اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو۔

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ: قول مصدر سے فعل نہی جمع حاضر ہے ثَلٰثَۃ بمعنی تین مراد ہے کہ تین اقانیم اشخاص اور تین اصل مان کر خدا نہ ٹھہراؤ۔ باپ، بیٹا اور روح القدس ان تینوں سے خدا نہ مرکب کرو، یعنی تثلیث کے قائل نہ بنو۔ اقانیم جمع ہے اقنوم کی۔ اس کے معنی ہیں شخص۔ مراد تین وجود۔ باپ مراد اللہ تعالیٰ۔ بیٹا مراد حضرت عیسیٰ اور روح القدس۔ ثَلٰثَةٌ ۔ بقول زجاج اس کا مبتدا اٰلِھَتُنَا ہے۔ یعنی یہ نہ کہو کہ ہمارے معبود تین ہیں۔ ذاتِ خداوند۔ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام دوم۔ اَلْاَقَانِیْم شخصیتیں مبتدا ہے۔ یعنی عبادت کے لائق اشخاص تین ہیں۔ سوم۔ بقول فراھمُ مبتدا ہے۔ وہ تین ہیں۔

لَنْ یَّسْتَنْکِفَ: اِسْتِنْکَاف باب استفعال سے مضارع موکد بلن واحد غائب ہے۔ اس کا مجرد نکف ہے۔ راغب نے اس کے معنی شے کو ایک طرف کرنا کئے ہیں۔ تنحیہ کے معنی لکھے ہیں انگلی سے آنسو رخسار سے صاف کرنا۔ بدکلامی۔ بُری کلام، غیب کی بات۔ اِسْتَنْکَفَ کے معنی باز رہا اپنی ناک کی خاطر اور حمیت کے باعث منقبض ہو گیا۔ معنی ہیں مسیح اللہ کا بندہ اور عبادت گزار ہونے سے عار نہیں کرتا اور نہ ہی مقرب فرشتے عباد اللہ ہونے سے عار کرتے ہیں۔

وَیَسْتَکْبِرْ: اور ناحق بڑائی طلب کرتا ہے۔ باب استفعال کا مضارع غائب ہے اِسْتِکْبَار بڑائی چاہا۔ یعنی بڑائی چاہتا ہے۔ محاورے میں ہے بڑا بنتا ہے۔

بُرْھَانٌ: راغب نے لکھا ہے کہ تمام قسم کے دلائل سے پختہ تر اور قوی تر دلیل کو بُرھَان کہتے ہیں۔ یہ ہمیشہ لامحالہ اپنے

Marfat.com

دعوے کوسچا ثابت کرتی ہے۔ پھرانہوں نے دلائل کی پانچ قسمیں لکھی ہیں۔اول وہ دلیل جو ہمیشہ سچ کی متقاضی ہوتی ہے۔ دوم جو ہمیشہ کذب کی متقاضی ہوتی ہے۔سوم وہ جو صدق کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ چہارم وہ جو کذب کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ پنجم وہ جو دونوں جانب مساوی ہوتی ہے۔

وَعْتَصَمُوْ ابِهٖ: اِعْتِصَام باب افتعال سے فعل امر جمع حاضر ہے۔اس کا مجرد عصم ہے اس کے معنی ہیں روکنا۔اس میں بِــهٖ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔معنی ہیں کہ انہوں نے اپنی ذات کو روک لیا۔ایسے قول فعل سے جو مہلک ہے۔ بوجہ اللہ کی ذات (پر ایمان لانے) کے۔ بعض نے یہ ضمیر نُوْرًا مُبِیْنًا قرآن مجید کی طرف راجع کی ہے۔مگر صاحب روح المعانی نے اسے خلاف ظاہر کہہ کر رکھ دیا ہے۔

اَنْ تَضِلُّوْا: ضَلٌّ و ضِلَالٌ سے مضارع جمع حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں طریق مستقیم سے ہٹ جانا پھر جانا۔یہی ہے گمراہ ہونا۔اس کی تین وجہ سے تاویل کی ہے۔اول اہل بصرہ نے لفظ کِرَاهَةَ لگا کر معنی کئے ہیں کِرَاهَةَ اَنْ تَضِلُّوْا۔ بیان کرتا ہے اللہ واسطے تمہارے (احکام) تمہاری گمراہی کی ناپسندی کے واسطے۔مبرد نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔اللہ کو تمہاری گمراہی ناپسند ہے۔دوم۔کسائی اور فرا وغیرہما اور اہل کوفہ اَنْ کے پہلے لام اور اس کے بعد لا مان کر معنی کرتے ہیں۔ لِئَلَّاتَضِلُّوْا تا کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔سوم۔یہاں کوئی کلمہ مقدر ماننے یا زیادہ کرنے کی حاجت نہیں بلکہ اَنْ تَضِلُّوْا مفعول ہے۔یُبَیِّنُ کا بیان کرتا ہے۔تمہاری گمراہی۔علامہ نے اس تاویل کو ضعیف صورت سے بیان کیا ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ

رکوعات ۱۶ آیات ۱۲۰

اَوْفُوْا : باب افعال اِیْفَاءٌ سے فعل امر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں عہد اور اقرار کو پورا نباہنا۔ معنی ہیں اے اہلِ ایمان اپنے عقد اور عہد پورے کرو۔

بِالْعُقُوْدِ: جمع عقد کی اس کے معنی علماء نے کئے ہیں مضبوط باندھنا۔ پھر اس سے پختہ عہد مراد لیتے ہیں۔ البتہ طبری نے عقد اور عہد میں فرق کیا ہے کہ عقد کم از کم دو آدمیوں میں ہوتا ہے اور عہد ایک بھی کر سکتا ہے۔ امام نے عقد کے معنی کئے ہیں ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ مضبوط باندھنا۔ پھر ان عقود میں کئی قول ہیں (۱) وہ عہد مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں سے ایمان لانے میں اور اطاعت کرنے میں لئے ہیں۔ (۲) وہ عہد مراد ہیں جو لوگ باہم مختلف صورتوں میں کر لیتے ہیں۔ (۳) عام مفسرین نے تمام قسم کے عہد مراد لئے ہیں۔ اللہ سے ہوں یا بندوں سے، دینی ہوں یا دنیوی۔ اور یہی صحیح ہے کہ تمام قسم کے اپنے عہد پورا کرو۔

بَهِيْمَةُ: ہر حیوان جو عقل اور تمیز نہ رکھتا ہو اسے بَهِيْمَة کہتے ہیں۔ راغب نے اس کے معنی بہت صاف کر دیئے ہیں یعنی وہ حیوان جس کے لئے نطق نہ ہو۔ لیکن عرفِ عام میں درندوں، پرندوں اور سم دار حیوانات کے سوا باقی چوپایوں کو بَهِيْمَة کہتے ہیں۔

اَلْاَنْعَامِ: جمع نَعَمٌ. نَعَمٌ خاص طور پہ اونٹ کو کہتے ہیں۔ اہلِ عرب کے نزدیک اونٹ بڑی نعمت ہے لیکن عرف میں اَنْعَام اونٹ گائے اور بھیڑ بکری کو کہتے ہیں۔ بغیر شمولیت اونٹ کے باقی دونوں کے مجموعے کو اَنْعَام نہیں کہتے۔ یعنی حیوانات تمہارے کھانے کو حلال ہیں۔ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَام میں ہرن اور گورخر بھی شامل ہیں۔ اسی طرح خرگوش بھی بوجہ کچلی دار نہ ہونے اور گھاس کھانے کے شامل ہے۔

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ : مُحِلِّي اصل میں تھا مُحِلِّيْن، اِحْلَالٌ مصدر باب افعال کا اسم فاعل غیر کا مضاف الیہ ہونے کے سبب حالت جری میں ہے۔ پھر ادغام کے واسطے لام اول کا کسرہ ح کو دے کر ادغام کیا، مُحِلِّيْن ہوا۔ چونکہ اب یہ مضاف ہے الصَّيْد کا اس واسطے ن گر گیا۔ اب الصَّيْد مضاف الیہ کے الف ولام کے بعد صاد مدغم ساکن ہے مُحِلِّي کی ی بھی ساکن ہے ملانے کے وقت گرا دی مُحِلِّي الصَّيْد ہوا۔ احلال کے معنی ہیں حلال کرنا۔ حکم ہے نہ حلال بنانے والے ہو جیو شکار کو۔

وَاَنْتُمْ حُرُمٌ: حُرُمٌ جمع ہے حَرَامٌ کی یعنی مُحْرِمٌ حج اور عمرے یا ان میں سے ایک کا احرام باندھنے والا۔ یعنی تم حالتِ احرام میں، یا خود حرم میں داخل ہونے کی حالت میں شکار کو حلال نہ بناؤ۔ ایسی حالتوں میں شکار کرنا حرام ہے۔ تفصیل فقہ میں ہے۔

Marfat.com

شَعَآئِرَ اللّٰهِ: جمع ہے شعیرۃ کی۔ اس کا وزن فعیلہ بمعنی مُفعلته ہے۔ مُشعِرۃ کسی شے کا علم بتانے والی شے گویا خود کسی امر کے متعلق اس پر علامت لگائی گی ہو تو اس کو شعیرہ کہا جا سکتا ہے جیسے ھدیٰ مکہ مکرمہ میں ذبح ہونے والی قربانی جس پر کوئی علامت ہوتی ہے منجملہ شعائر اللہ کے ہے۔ اسی طرح مناسک حج۔ مرامی جمار۔ طواف۔ سعی۔ باقی علامات حاجی کے جس سے اس کا احرام معلوم ہوتا ہے، وغیرہ مراد ہے۔ ان میں تعاون کرنا اور حجاج کے افعال میں آڑے آنا۔ یا مراد ہے کہ بغیر احرام کے حرم مکہ میں داخل نہ ہو۔ امام نے شعائر اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں دو قول ہیں۔ اول تمام اللہ کے اوامر و نواہی، یعنی بقول حسن بصری اللہ کا دین۔ مراد ہے کہ اللہ کے فرائض میں خلل نہ ڈالو۔ دوم شعائر سے چند خاص اشیاء مراد ہیں۔ پھر ان اشیاء میں پانچ وجوہ ہیں۔ اول۔ وہ امور جو بحالت احرام تم پر حرام ہیں نہ کرو۔ دوم۔ مشرکین حج کرتے تھے۔ مسلمانوں نے مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد ایام حج میں ان سے تعرض کرنے کا ارادہ کیا۔ بذریعہ اس آیت کے روک دیئے گئے اور آئندہ ہمیشہ کے واسطے یہ حکم جاری رہا۔

وَلَا الْهَدْيَ: وہ شے جو خاص بیت اللہ شریف کی طرف لے جائی جائے۔ قربانی وغیرہ سے مثل اونٹ، گائے اور بھیڑ کے جمع ھدیۃ کی۔

وَلَا الْقَلَآئِدَ: جمع ہے قلادۃ کی۔ اس کے معنی ہیں گلے میں پہننے کا زیور، خواہ کسی شکل کا ہو لیکن یہاں مراد ہے ایک ڈوری جس میں پرانا چمڑا یا کھجور کا چھلکا ہاتھ کی ہتھیلی جتنا یا قدرے بڑا پرو کر کعبہ میں قربانی ہونے والے اونٹ کے گلے میں ڈال لیتے تھے بطور نشان کے وہ اونٹ مراد ہیں، یا گائے یعنی حاجیوں کی ایسی چیز کو نہ چھینو، نہ روکو، نہ لوٹو، یہ تم پر حرام ہیں حلال نہ بناؤ۔

وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ: چاند کے بارہ مہینے ہیں جن میں سے چار حرام ہیں کہ ان میں اہلِ عرب قبل از اسلام بھی جنگ اور قتل و غارت نہیں کرتے تھے۔ اسلام میں یہ امر قائم رکھا۔ فرمایا کہ حرمت والے مہینوں کو بھی حلال نہ بناؤ اور ان میں جنگ و جدال نہ کرو۔ یہ حرمت والے مہینے چار ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ۔ المحرم اور رجب۔ پہلے تین حج کے تھے اور رجب میں عمرہ کے لئے آتے تھے یعنی زیارتِ کعبہ کے لئے۔

وَلَآ آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ: آمِّیْنَ اُمٌّ مصدر سے اسم فاعل جمع منصوب اصل میں آمِمُوْنَ تھا۔ حالت نصبی میں آمِمِیْنَ تھا۔ لقاعدۂ ادغام میم اول کو مدغم کیا آمُّوْن اور آمِّیْنَ ہوا۔ اس مصدر کے معنی ہیں قصد کرنا، ارادہ کرنا۔ بیت عربی میں مکان کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے بیت اللہ شریف۔ اَلْحَرَامَ کے معنی ہیں مُحَرَّم۔ حرمت دیا ہوا۔ عزت دیا ہوا۔ معنی ہیں اور نہ حلال بناؤ مال و اسباب اور ساز و سامان چھیننا اور لوٹنا اُن لوگوں کا جو گھر سے خانہ کعبہ بیت الحرام کے حج یا عمرے کے قصد سے جا رہے ہوں۔ مصدر ہے باب تفعیل کا بمعنی اسم مفعول مُحَرَّم۔ مُعَزَّز۔

فَاِذَا حَلَلْتُمْ: حلٌّ و حلالٌ سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں حلال ہونا۔ احرام سے نکلنا فارغ ہونا۔ جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ۔

Marfat.com

فَاصْطَادُوْا: صَیْد بمعنی شکار سے باب افتعال اِصْتِیَاد کا فعل امر جمع حاضر ہے۔ ص کی وجہ سے ت کو ط بنا کر اِصْطِیَاد پڑھا۔ اس کے معنی شکار کرنا ہیں۔ یعنی جب تم احرام کی حالت سے نکل چکو تو شکار کا موقع بنے، کرلو۔ اب وہ حرمت نہیں ہے۔ صرف احرام میں شکار حرام تھا۔ اب حلال ہے۔

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ: جَرْمٌ مصدر سے نہی غائب موکد بنون تاکید ہے۔ علامہ نے اس کے معنی کئے ہیں لَا یَحْمِلَنَّکُمْ نہ برانگیختہ کرے، نہ ابھارے تم کو۔

اَنْ صَدُّوْکُمْ: صَدٌّ مصدر سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں روکنا کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام جانے سے روکا۔ اس بغض سے تم تعدی کرو۔ شَنَاٰنُ۔ بغض۔ عداوت۔

عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ: اِثْم ایسا فعل جو ثواب سے دیر کرادے، یا ثواب کے کام سے روک دے۔ **عُدْوَانِ**۔ تجاوز کر جانا ان حدود سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں بندوں پر مقرر کی ہیں اور فرض کی ہیں، مراد ہے کہ ثواب سے روکنے والے کاموں پر، اور حدود سے تجاوز کرنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حُرِّمَتْ: تَحْرِیْم مصدر باب تفعیل سے فعل ماضی غائب مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں حرام کرنا۔ حرام کی گئی (مندرجہ ذیل اشیاء سے ایک ایک شے)

اَلْمَیْتَةُ: مردار۔ وہ حلال حیوان جو بغیر ذبح کئے مر گیا ہو۔

اَلدَّمُ: خون۔ مراد ہے بہنے والا۔ جما ہوا مثل کلیجی کی حلال ہے۔ البتہ تلی اکثر کے نزدیک مباح ہے۔ شیعہ حرام کہتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مکروہ مروی ہے۔

لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ: خنزیر کا گوشت۔ جمہور کے نزدیک لحم کا ذکر ویسے فرمایا ہے۔ اصل میں ہے خنزیر حرام کیا گیا ہے۔

وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ: مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔ اُهِلَّ۔ اِهْلَالٌ باب افعال سے ماضی مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں آواز بلند کرنا۔ اصل میں ہے ہلال دیکھ کر آواز بلند کرنا۔ پھر یہاں وہ ذبیحہ مراد ہے جو کسی استھان پر، یا بنام کسی بت کے ذبح کیا گیا ہو۔ مشرکین عرب میں اس کا رواج تھا بوقت ذبح اُس بت کا نام لیتے جس کے لئے ذبح کرتے۔

وَالْمُنْخَنِقَةُ: خَنق مصدر سے اسم فاعل مونث۔ گلا گھٹ کر مرنے والی۔ جس طرح سے گلا گھٹے۔ سب حرام ہیں۔

وَالْمَوْقُوْذَةُ: وَقْد مصدر سے اسم مفعول مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں ضرب لگانا۔ یعنی ضرب اور چوٹ سے مارا ہوا کھانے کا حیوان بھی حرام ہے۔ بندوق کی گولی شرے سے مرا ہوا حیوان، یا غلیل کے غلے سے مر جانے والا حیوان ائمہ کبار نے اسی میں شامل کر کے حرام کہا ہے۔ خواہ بسم اللہ پڑھ کر ہی چھوڑی ہو۔

وَالْمُتَرَدِّیَةُ: تَرَدِّیْ باب تفعّل سے اسم فاعل مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں کنوئیں میں گرنا یا بلند جگہ سے گرنا۔ معنی ہیں کہ بلند جگہ سے گر کر مرنے والا حیوان بھی حرام ہے۔

Marfat.com

وَالنَّطِيْحَةُ: نَطْحٌ مصدر سے صفت مشبہ ہے اس کے معنی ہیں سینگوں سے مارنا۔ معنی ہیں سینگوں کی مار سے مری ہوئی بھی حرام ہے۔

اَلسَّبُعُ: درندہ۔ یعنی جس کو درندے نے کاٹا ہو اور مرگئی ہو۔ ہاں اگر اس میں جان ہو اور مسلمان باقاعدہ ذبح کر لے تو حلال ہے۔

عَلَى النُّصُبِ: جمع نِصاب کی یا واحد ہے اس کی جمع ہے انصاب مراد بُت یا پتھر جو استھانوں پر گڑے ہوئے ہوں۔ مشرک وہاں ذبح کرتے تھے وہ حرام ہیں۔

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا: قِسْم بمعنی تقسیم کرنا سے اِسْتِقْسَام باب استفعال سے مضارع جمع حاضر ہے۔ اپنے خاصہ طلب میں استعمال ہو رہا ہے۔ تقسیم چاہنا معنی ہیں تمہارا تقسیم کرانا۔

بِالْاَزْلَامِ: جمع زَلَم کی یا زُلَم کی تیر پیکان وغیرہ نہ لگا یا ہوا۔ مشرکین مکہ یا دیگر ارد گرد کے لوگوں نے یہ طریق بنا رکھا تھا کہ کوئی بڑا کام کرنا ہوتا مثلاً سفر کو جانا۔ تجارت شروع کرنا، نکاح کرنا وغیرہ تو خادمانِ کعبہ کے پاس آتے انہوں نے سادے تین تیر جنہیں قِداح کہتے ہیں بنا رکھے تھے۔ ایک پر لکھا ہوتا اَمَرَنِیْ رَبِّیْ دوسرے پر نَهَانِیْ رَبِّیْ۔ تیسرا خالی ہوتا۔ آنے والے کے کہنے پر خادم البیت ایک تیر، تیردان سے کھینچتا اگر اس پر پہلا جملہ لکھا ہوتا تو وہ اپنے ارادے کا کام بے وسواس ہو کر شروع کر دیتا۔ اور اگر دوسرا جملہ ہوتا تو بالکلیہ رک جاتا۔ اگر خالی نکلتا تو تھیلے میں ڈال کر نئے سرے سے پھر نکالتا۔ اس طرح وہ اپنی قسمت معلوم کرتے۔ اس طریق کو محرمات میں ذکر فرما کر حرام کا حکم لگا کر روک دیا۔ دوسری صورت جو قمار کی تھی یوں ہوتی تھی کہ چند آدمی مل کر مساوی رقم ڈالتے اور اونٹ خرید کر ذبح کر کے گوشت بنواتے پھر خادم البیت کے پاس جاتے وہ موافق تعداد ان حصہ داروں کے اور تیر تھیلے میں ڈالتا جن پر لکھا ہوتا نصف۔ ربع ربع۔ تین تیر نکلنے والے تمام اونٹ بقدر اپنے نکلے ہوئے حصے کے لے لیتے ہیں باقی خالی رہ جاتے ہیں یا اور صورت بنائی ہوئی جس میں بعض محروم رہ جاتے تھے۔ یہ بھی اسی آیت سے حرام ہوئی۔ اسی طرح نجومیوں کاہنوں، راونوں اور جوتشیوں سے کوئی بات آئندہ کی یا گزری ہوئی یا وقتِ حاضر کی پوچھنا اور ماننا حرام اور کفر ہے۔ یہ غیر اللہ ہیں غیب نہیں جانتے۔ عام لوگ پیروں فقیروں کی خدمت میں یا مزاروں پر غیب کی خبریں دریافت کرنے نہیں جاتے۔ ورنہ پیروں سے مار کھا کر آئیں۔ اور صاحب مزار کی بابت جانتے ہیں کہ وہ بات نہیں کرتے اس واسطے پوچھنا ہو تو راونوں وغیرہ کے پاس جاتے ہیں۔ ان حضرات کی خدمت میں یا مزارات پر بعض لوگ صرف مراد لینے کو جاتے ہیں جو صحیح شرعی جائز وجہ اور صورت کے سوا شرک ہو جاتی ہے۔ اور اس غلط ناجائز صورت کرنے سے انسان مشرک ہو جاتا ہے، البتہ استخارہ شرع میں جائز بلکہ مستحب ہے اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور دعا سکھائی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے آئندہ کی خیر طلب کی جاتی ہے اور شر سے بچاؤ مانگا جاتا ہے۔ اس سے اپنا ربط زیادہ مضبوط کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض مواقع پر قرعہ بھی جائز ہے

Marfat.com

جب کہ قرعہ میں شامل ہونے والوں نے اس شے پر کوئی رقم نہ خرچ کی ہوئی ہو یا ان میں سے کوئی ایک اس تمام شے یا بعض میں خصوصی حق نہ رکھتا ہو، یعنی محروم ہونے والے کی کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو تو جائز ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ: ضرورت سے باب افتعال ہے ضرورت اور حاجت میں واقع ہونا۔ یہ کلمہ ماضی مجہول ہے۔ یعنی جو شخص ضرورت اور حاجت میں ڈالا جائے۔

فِي مَخْمَصَةٍ: ایسی بھوک جو پیٹ کو خشک کر کے کمر سے چپکا دے۔

مُتَجَانِفٍ: جنف سے تجانف باب تفاعل کا اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں مائل ہونا۔ نہ ہو مائل، ہونے والا گناہ کی طرف۔

اُحِلَّ: احلال مصدر باب افعال سے ماضی مجہول ہے۔ حلال کرنا۔ یعنی کیا کچھ حلال کیا گیا واسطے ان کے۔

مِنَ الْجَوَارِحِ: جمع جارحۃ۔ ہر شکاری درندے پرندے اور کتے کو جارحہ کہتے ہیں۔

مَا عَلَّمْتُمْ: مصدر تعلیم سے ماضی جمع حاضر معلوم ہے۔ اس کے معنی ہیں پڑھانا۔ علم سکھانا۔ یہاں مراد ہے کہ مذکورہ حیوانات میں سے کسی ایک کو شکار کا پورا طریق سکھا کر ساتھ رکھنا، یا اس سے شکار کرنا کو علامہ نے موصولہ مان کر ترجمہ کیا ہے اور پہلے مضاف مقدر مانا ہے اور شکار اس کا جس کو تم نے سکھایا ہے۔ یہ ما شرطیہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر تم سکھاؤ طریق شکار۔

مُكَلِّبِيْنَ: تکلیب باب تفعیل سے اسم فاعل جمع مذکر منصوب ہے۔ جمع مُکَلِّبٌ کی۔ مصدر کے معنی ہیں شکاری حیوانات کو شکار کی تعلیم دینا۔ مُکلّبین کے معنی ہیں حیوانات شکاری کو تعلیم دینے والے استاد۔

اَمْسَكْنَ: امساک باب افعال سے فعل ماضی جمع مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں روکنا۔ یعنی جو جو انہوں نے شکار کر کے تمہارے واسطے روک رکھا ہے۔ پورا ترجمہ ہے تمہارے واسطے طیب اشیاء حلال کی گئی ہیں اور وہ شکار بھی حلال ہے جو تمہارے سکھائے پڑھائے ہوئے کتے، چیتے، یا باز وغیرہ نے شکار کر کے تمہارے پہنچنے تک بغیر کھائے پکڑ رکھا ہو۔ وہ بھی کھا لو۔ ہاں چھوڑتے وقت اللہ کا اسم یعنی ذبح کرتے وقت جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ پڑھ لیا کرو۔

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ: الآیۃ۔ غذا میں سے جو کچھ کھایا جاتا ہے اسے طعام کہتے ہیں اور اُوْلُوا الْکِتٰب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ اہل کتاب حلٌّ بمعنی حلال۔ طعام سے یہاں مراد اہل کتاب کے ذبیحہ اور دیگر قسم کے طعام ہیں لیکن اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ مراد صرف ذبیحہ ہیں۔ پھر علماء میں اختلاف ہے کہ اگر یہ لوگ بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیں۔ جیسے حضرت عزیز یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ ذبیحہ حرام ہے۔ ربیعہ بھی اسی قول پر ہے۔ مگر اکثر اہل علم اس پر ہیں کہ حلال ہے۔ شعبی اور عطا کا یہی قول ہے انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبائح حلال فرمائے ہیں حالانکہ وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ حسن بصری کا قول ہے کہ بوقت ذبح مسلمان غیر اللہ کا نام سن لے تو وہ نہ کھائے اور اگر مسلمان کی عدم موجودگی میں ذبح کریں تو کھالے۔

Marfat.com

وَطَعَامُكُمْ: الایۃ۔ زجاج اور اکثر متاخرین نے یہ معنی کئے ہیں کہ اس میں خطاب مومنین کو ہے اور طعام بمعنی اطعام ہے۔ کھلانا۔ معنی یہ کئے ہیں کہ اے اہلِ ایمان! یہود و نصاریٰ کو کھلانا تمہارے واسطے حلال ہے۔ کوئی گناہ نہیں مگر اس کے ظاہر پر اعتراض ہے کہ طعام اطعام کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ جواب دیا ہے کہ بطریق توسع استعمال ہو گیا ہے۔ ان متاخرین میں سے بعض نے کہا۔ اچھا۔ اگر اس کو اپنے ظاہر پر رکھا جائے تو معنی ہیں اے اہلِ ایمان! تمہارا اطعام ان کے لئے حلال ہے۔ یہ کفار کو بیان کرنا ہے، وہ ہمارے بیان کے محتاج نہیں۔ پھر اس میں کیا حکمت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں اے مومنین! جب تم کو وہ لوگ اپنا طعام کھلائیں تو تم اس میں غور کرو۔ اگر وہ تمہارے دینِ اسلام میں حلال ہے تو تناول کر لو اور اگر تمہارے دین میں حلال نہیں وہ اگرچہ کہیں کہ ہمارا طعام تمہارے لئے حلال ہے تو تم انہیں جھٹلا دو اور کہہ دو کہ ہمارا طعام ہی تمہارے واسطے حلال ہے اور نہیں۔ یعنی جو اشیاء ہمارے لئے حلال ہیں۔ کیونکہ توراۃ، انجیل منسوخ ہیں۔ اب ان کے حلال و حرام کو پیشِ نظر رکھنا قابلِ اعتبار نہیں۔ امام نے معنی کئے ہیں کہ تمہارے لئے حلال ہے تم اپنے ذبیحہ سے ان کو کھلاؤ۔ جیسا ان کے ذبیحے تمہارے لئے حلال ہیں۔ گویا استعمال ذبیحہ کی اباحت جانبین سے ہے۔ بخلاف مناکحت کے کہ اہلِ ایمان کے لئے حلال، ان کے لئے حرام۔ صرف ایک جانب کے لئے اباحت ہے یعنی مسلمان مرد کے واسطے کتابیہ عورت سے نکاح حلال ہے۔ مسلمان عورت کے واسطے کسی عیسائی یا یہودی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ: الایۃ۔ اِحْصَان باب افعال سے اسم مفعول جمع مونث ہے۔ واحد اس کا مُحْصَنَه ہے۔ واحد اس کا مُحْصَنَه ہے۔ اس کے کئی معنی ہیں جن میں سے آزاد اور پاک دامن بھی ہیں۔ یہاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آزاد معنی لے کر حکم لگایا ہے کہ لونڈی کتابیہ سے نکاح جائز نہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پاک دامن معنی کر کے دونوں قسم کی کتابیہ عورتوں سے نکاح کے جواز کا حکم دیا ہے۔

مُحْصِنِيْنَ: اِحْصَان باب افعال سے اسم فاعل جمع مذکر حالتِ نصبی میں ہے اس کے معنی ہیں بیوی کرنا۔ نکاح کرنا۔ معنی ہیں پختہ نکاح کرنے والے ہوں۔

غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ: مُسَافَحَة باب مفاعلہ سے اسم فاعل جمع مذکر حالتِ نصبی میں ہے۔ اس کے معنی ہیں زنا کرنا۔ یعنی نہ ہوں زنا کرنے والے ظاہرًا صورت میں۔

وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ: مُتَّخِذِىْ اِتِّخَاذ مصدر باب افتعال سے اسم فاعل جمع مذکر مجرور بوجہ غیر کا مضاف الیہ ہونے کے، اس کے معنی ہیں بنانے والے، پکڑنے والے۔ اَخْدَان جمع خِدْن یعنی حبیب۔ دوست۔ مصاحب بشہوت۔ خدن مرد ہو یا عورت دونوں کو کہہ سکتے ہیں۔ مراد ہے مخفی صورت میں بھی یارانہ کرنے والے نہ ہوں۔ یعنی نہ ظاہرًا زنا کی صورت بنانے والے ہوں نہ مخفی اور پوشیدہ۔ امام نے شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ زنا کی دو قسمیں ہیں ایک سفاح کھلے طور کا۔ علانیہ صورت میں دو مُتَّخِذَاتِ اَخْدَان عورت کا کسی مرد کو خِدن بنا کر یا مرد کا کسی عورت کو خِدْن بنا کر مخفی زنا

Marfat.com

کرنا۔ دونوں صورتوں سے منع فرمایا ہے۔

بِالْاِیْمَانِ: کُفر بالْاِیْمَان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور مجاہد نے مراد لی ہے کفر باللہ۔ یعنی اللہ کا انکار جو کرتا ہے۔ کلبی نے کلمہ توحید اور کلمہ شہادت کا کفر مراد لیا ہے۔ قتادہ نے قرآن مجید مراد لیا ہے کہ اس میں تمام امور ایمان کے موجود ہیں۔ علامہ نے مُؤْمَنٌ بِہٖ مراد لی ہے۔ یعنی قابل ایمان امور۔ شرائع اسلام یعنی جو شرائع اسلام کا انکار کرے گا۔

فَاطَّهَّرُوْا: ف کے بغیر تھا اِطَّهَّرُوْا یہ تھا اصل میں تَطَهَّرُوْا۔ تَطَهُّرٌ باب تَفَعُّلٌ کا امر جمع حاضر ہے ت کو طا بنا کر ادغام کرنا چاہا تو شروع میں ہمزہ لگا کر اِطَّهُّرٌ پڑھا۔ اس کے معنی ہیں اچھی طرح پاک ہونا یعنی خوب پاک ہو لو۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى: الآیۃ۔ ان الفاظ کے معنی پچھلی صورت میں لکھے گئے ہیں وہیں دیکھیں۔

قَوّٰمِيْنَ: جمع قَوَّامٌ کی۔ قَائِم میں مبالغہ کا وزن ہے بمعنی بہت زیادہ قائم ہونے والا۔ یعنی ایمان والو! بہت مضبوط قائم ہو جاؤ۔ حقوقِ لازمہ کی ادائیگی میں یا اپنی ذات میں اعمالِ صالحہ کرنے پر اور دوسروں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے پر بہت پختگی سے قائم ہو جاؤ۔

اِذْهَمَّ: هَمٌّ مصدر سے فعل ماضی غائب ہے۔ هَمٌّ کے معنی ہیں قصد کرنا، ارادہ کرنا۔ جب ایک قوم کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ تم پر دراز دستی کریں۔ باب اس کا مثل نَصَرَ کی آتا ہے۔

نَقِيْبًا: نقب سے صفت مشبہ ہے۔ قوم کے حالات کی خبر رکھنے والا نگران حال۔

عَزَّرْتُمُوْهُمْ: تَعْزِیْرٌ باب تفعیل سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ علامہ نے راغب کے قول سے تَعْزِیْر کے معنی لکھے ہیں تعظیم کرتے ہوئے مدد کرنا یا صرف مدد کرنا۔ یعنی تم انبیاء (علیہم السلام) کی تعظیم کرتے ہوئے مدد کرو گے۔

قَاسِيَةً: قَسْوٌ و قَسَاوَةٌ سے اسم فاعل مونث ہے۔ سخت ہونے والا۔ غیر متاثر۔ اثر نہ قبول کرنے والا۔

يُحَرِّفُوْنَ: اس کے معنی گزر چکے ہیں۔

تَطَّلِعُ: اِطِّلَاعٌ باب افتعال سے مضارع واحد حاضر ہے۔ ت، ط بن کر ادغام ہوئی۔ اس کے معنی ہیں واقف ہونا۔ باخبر ہونا یعنی تو واقف ہوتا رہے گا۔

عَلٰى خَائِنَتِہ خَآئِنَةٍ: یہ مصدر ہے بمعنی خیانت۔ یعنی ان کی خیانت پر، یا اسم فاعل مونث ہے بمعنی نفس خائنتہ۔ یا طائفتہ۔ خائنتہ۔ یعنی خیانت کرنے والے نفس یا خیانت کرنے والے گروہ پر

اَغْرَيْنَا: اِغْرَآءٌ مصدر باب افعال سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں برانگیختہ کرنا۔ یہاں مراد ہے ڈالنا۔ ہم ڈال دیں گے ان کے درمیان عداوت اور بغض۔

سُبُلَ السَّلٰمِ: یعنی سُبُلَ دَارِ السَّلٰمِ یعنی دار السلام کے رستوں کی رہنمائی فرمائے گا، سَلَام سے پہلے دار مضاف محذوف ہے۔

Marfat.com

اَبْنَآءُ اللّٰهِ: اَبْنَآ جمع ابن کی بمعنی بیٹا۔ لفظی معنی ہیں اللہ کے بیٹے۔ لیکن اس کی دو طرح سے تاویل بھی ہے۔ اول نَحْنُ اَبْنَآءُ رُسُلِ اللّٰهِ ہم اللہ کے پیغمبروں کے بیٹے ہیں۔ یہ فخر رکھتے تھے۔ دوم نحن مخصوصون لِمُحَبَّتِهِ اللّٰه ہم اللہ کی محبت کے لئے مخصوص ہیں اپنے خاندانی اثر سے۔ روایت میں ہے یہود کے بعض اشخاص نے یہ لفظ استعمال بھی کر لیا تھا۔

اَحِبَّآءُهٗ: جمع حَبِیْب کی بمعنی محب اور بمعنی محبوب۔ یہاں بمعنی محبوب ہے یعنی ہم اللہ کے محبوب ہیں۔ حَبِیْب کی جمع اَحِبَّہ اور اَحْبَاب بھی آتی ہے۔

فَلِمَ یُعَذِّبُکُمْ: تَعْذِیْب باب تفعیل سے فعل مضارع غائب ہے۔ عَذَابٌ بھی اسی باب کا اسم مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں سخت ترین درد پہنچانا۔ معنی ہیں اگر تم محبوب خداوندی ہو تو تم کو یعنی تمہارے بڑوں کو عذاب کیوں دیتا رہا ہے۔ مراد ہے تم جھوٹے ہو۔ کوئی تم محبوب نہیں ہو اوروں کی طرح بندے ہو۔

اَلْمَصِیْرُ: صَیْرٌ اور صَیْرُوْرَۃٌ سے مصدر میمی ہے۔ بمعنی لوٹنا۔ مُڑ آنا۔

فَتْرَۃٍ: راغب نے فَتْرٌ و فُتُوْرٌ کے معنی لکھے ہیں تیزی کے بعد سکون ہونا۔ سختی کے بعد نرمی، قوت کے بعد ضعف۔ یہاں مراد ہے کہ ارسال رُسل اور وحی کے بند کرنے اور روک رکھنے کے بعد ہمارا رسول آیا۔

وَلَا تَرْتَدُّوْا: اِرْتِدَادٌ باب افتعال سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں دین سے پھر جانا یعنی اپنے دین سے نہ پھر جاؤ۔

اَدْبَارِ: جمع دُبُر۔ یہاں یہ بھی مراد لی ہے کہ اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے مکانات مصر وغیرہ کی طرف مت لوٹ کر جاؤ۔

جَبَّارِیْنَ: جمع جَبَّارٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جو لوگوں کو اپنے ارادے پر مجبور کرے اور ان پر پورا مسلط ہو، اور قاہر ہو۔ لوگ عمالقہ میں سے تھے۔ بنی اسرائیل کا مقابلہ اول انہیں لوگوں سے ہوا۔ ان کے قد و قامت کے متعلق تفاسیر میں یا حکایات میں بہت کچھ لکھا ہے۔ جن کو علامہ نے حدیث خرافہ لکھا ہے۔ یعنی بالکل بے ہودہ اور جھوٹ ہیں۔

اَنْتَ وَرَبُّکَ: یہاں رَبُّ سے ان کی مراد اللہ تعالیٰ تھا۔ کیونکہ اسی نے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا یا انہوں نے حضرت کا بڑا بھائی حضرت ہارون علیہما السلام مراد لیا تھا۔

یَتِیْهُوْنَ: تِیْہٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں سرگرداں ادھر ادھر پھرنا مراد ہے کہ یہ لوگ اس علاقے میں چالیس سال تک حیران پھرتے رہیں گے۔ یہ پھرانا ان کو تادیباً تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہما السلام بھی تیہ میں رہے۔ اس جنگل میں ان کے لئے بادل کا دھوپ سے سایہ ہوا کرتا تھا۔ کھانے کو دن رات من و سلوٰی اترتا۔ پینے کو ایک پتھر سے بارہ چشمے پھوٹتے۔ کپڑے بوسیدہ نہ ہوتے۔ رات کو وہاں ایک ستون جیسی شے قائم ہو جاتی جس سے ساری قوم میں روشنی رہتی۔ ان کے بال بڑھنے سے روک دیئے گئے۔ کپڑے گندے اور ناپاک نیلے نہ ہوتے نہ ہی پھٹنے پاتے۔ (روح المعانی)

Marfat.com

وَلَاتَاْسَ : اَسیٰ مصدر سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں غم کرنا۔ تو غم نہ کر، نافرمان قوم کی بدحالی پر۔ اس کا باب مثل رَضِی یَرْضٰی کی آتا ہے۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ : تلاوۃ مصدر سے فعل امر حاضر ہے۔ باب مثل نَصَرَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں قرآن مجید پڑھنا۔ عَلَیْهِمْ میں ضمیر علامہ نے یہود کی طرف راجع کر کے معنی کئے ہیں کہ تو یہود کو دو پسران آدم کی خبر پڑھ کر سنا۔ اس میں آپ کی رسالت کی تائید ہوگی۔ کیونکہ یہ قصہ صرف توراۃ میں تھا کہ آپ کے علم میں نہ آئی تھی۔ ضعیف قول سے اس ضمیر کو اس امت مرحومہ کے ابتدائی افراد کی طرف راجع کر کے بھی ترجمہ کیا ہے کہ تو ان کو ان دو کی خبر پڑھ کر سنا۔

نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ: نَبَاءٌ بڑے واقعہ کی خبر کو کہتے ہیں۔ اِبْنَیْ اصل میں اِبْنَیْنِ تھا تثنیہ ابن کا بمعنی بیٹا دو بیٹے۔ نون بوجہ اضافت گر گیا۔ اٰدَمَ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ مراد ہیں ہابیل وقابیل، اصل واقع تفاسیر میں ہے۔

قَرَّبَا: تقریب باب تفعیل سے فعل ماضی تثنیہ غائب ہے جب ان دونوں نے قریب کیں دو قربانیاں۔

قُرْبَانًا : مصدر ہے مگر معنی ہیں وہ ذبیح حیوان یا کوئی اور شے جس سے اللہ عزوجل کی درگاہ میں تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

لَاَقْتُلَنَّكَ: قتل سے فعل مضارع متکلم موکد بنون تاکید۔ میں ضرور ہی تجھ کو قتل کردوں گا۔

اَنْ تَبُوْٓاَ: بَوْءٌ مصدر سے فعل مضارع حاضر ہے اس کے ایک معنی ہیں رجوع کرنا، مراد ہے کہ میں چاہتا ہوں تو میرے قتل کا گناہ اور اپنا ذاتی گناہ لے کر واپس اللہ عزوجل کی طرف آئے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ: تَطْوِیْعٌ باب تفعیل سے فعل ماضی مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں آسان کردینا اور کسی کام پر کسی کو طاقت دینا۔ معنی ہیں اس کے نفس نے اُس کے لئے اپنے بھائی کا قتل آسان کردیا اس کے قتل پر اس کو قوت دے دی۔

یُوَارِیْ: مُوَارَاۃ باب مفاعلہ سے فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کو چھپانا کس طرح چھپائے اپنے بھائی کی لاش۔

یَبْحَثُ: بَحْث مصدر سے فعل مضارع غائب ہے باب مثل فَتَحَ کی ہے۔ اس کے معنی ہیں کھودنا۔ کریدنا۔ وہ کریدتا تھا زمین کو۔

سَوْءَ ةَ: اس کے معنی ہیں انسان کی شرمگاہ۔ لیکن یہاں معنی ہیں میت کا جسم۔ لاش جبائی نے گندی لاش معنی کئے ہیں۔

یٰوَیْلَتٰی: یہ جزع اور حسرت کا کلمہ ہے وَیْلَۃٌ اور وَیْلٌ کے ایک ہی معنی ہیں۔ ہلاکت الف، ی سے بدلا ہوا ہے۔ یعنی اے میری ہلاکت میرے پاس آ۔ مجھے ہلاک کردے۔ یہ تیرے آنے کا وقت ہے۔ گویا یہ تمام مطلب یَاوَیْلَتٰی سے ادا کردیا۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ: اَجْلِ کے معنی ہیں سبب۔ وجہ یعنی اس وجہ سے اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کسی شخص کو ناحق بغیر کسی حد شرعی کے قتل کردیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کردیا۔ چونکہ قتل ایک قسم کا ہی فعل ہے اور اس

Marfat.com

کی سزا قتل ہے۔ اور عزت و حرمت خونریزی کی مساوی ہے۔ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت ایک ہی ہے۔ لہٰذا ان وجوہ سے علامہ نے ایک کا قتل سب کے قتل سے برابر ٹھہرانے کی تاویل کی ہے۔

وَمَنْ اَحْیَاھَا: اِحْیَاءٌ باب افعال کا فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں زندہ کرنا اور جو کسی شخص کی زندگی کا سبب بنے گا اسی کو فرمایا ہے جو کسی کو زندہ رکھے گا، بایں صورت کہ قاتل کو اس کے قتل سے روک کر یا اس کو کسی اور وجہ سے بچا کر، تو گویا اس نے تمام لوگوں کو بچایا اور زندہ کیا۔

لَمُسْرِفُوْنَ: اِسْرَافٌ باب افعال سے اسم فاعل جمع مذکر ہے۔ اِسْرَافٌ کے معنی ہیں اعتدال کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حدِ اعتدال سے نکل جانا۔ یعنی پھر وہ نہ پرواہ رکھتے ہوئے حدِ اعتدال سے نکل جانے والے ہیں۔

یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ: حَرْبٌ سے مُحَارَبَۃٌ باب مفاعلہ سے مضارع جمع غائب ہے۔ حَرب کے لفظی معنی ہیں چھیننا اور لے لینا۔ پھر مراد لیتے ہیں جنگ کرنا۔ لکھتے ہیں اللہ عزوجل کا اسم پاک محاربۃ الرسول کی صورت میں آپ کی عظمت شان کے سبب اپنا محاربہ فرمادیا ہے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ اللہ سے جنگ کرنا ہے۔

اَنْ یُّقَتَّلُوْا: تَقْتِیْل باب تفعیل سے مضارع جمع مذکر مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں قتل کرنا کہ وہ قتل کئے جائیں۔ یہ حکم ڈاکوؤں کے متعلق ہے۔

اَوْیُصَلَّبُوْا: صَلِیْب سے تَصْلِیْب باب تفعیل کا مضارع جمع غائب مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں سولی چڑھانا یا سولی لٹکائے جائیں۔

اَوْتُقَطَّعَ: الایۃ تَقْطِیْع باب تفعیل سے مضارع مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کاٹنا ٹکڑے کرنا یعنی یا ان کے ہاتھ پاؤں باہم خلاف دائیں ہاتھ کے ساتھ بایاں پاؤں کاٹ ڈالو۔

اَوْیُنْفَوْا: نَفْیٌ سے مضارع غائب مجہول جمع ہے۔ اس کا باب مثل رَمٰی یَرْمِیْ کی آتا ہے۔ یہ اصل میں یُنْفَیُوْنَ تھا۔ ی کو الف بنا کر گرادیا۔ اس کے معنی ہیں نکال دینا اور دور کرنا۔ یہاں مراد ہے شہر بدر کرنا، جلاوطن کرنا۔ اس کے معنی قید کر رکھنا بھی آتے ہیں چنانچہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی معنی لئے ہیں کیونکہ قید خانہ بھی ایک جلاوطنی ہے بلکہ اس سے بھی سخت ہے۔

وَابْتَغُوْا: بَغْیٌ سے اِبْتِغَاء باب افتعال فعل امر جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں طلب کرنا۔ یعنی طلب کرو چاہو۔

اَلْوَسِیْلَۃَ: فَعِیْلَۃٌ کے وزن پر صفت مشبہ ہے اس کے معنی ہیں وہ شئے جو مقصود حاصل ہونے میں درمیانی واسطہ ہو۔ خداوند پاک کے نزدیک قرب حاصل کرنا مومن مسلمان کا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے واسطے وسیلہ تلاش کرو، طلب کرو۔ یہ وسیلہ معرفت اور ایمان کے بعد اس کی طاعات اور عبادات ہیں۔ علامہ اور امام نے یہی مراد لی ہے اور اصل صحیح ثابت کیا ہے۔ علامہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں جو کچھ اس موقع پر لکھا ہے اس کا ماحصل حسب ذیل ہے۔

وَسِیْلَہ وہ شے ہے طاعات میں سے اور ترک منہیات میں سے جن کے ذریعے اللہ عزوجل کے نزدیک قرب حاصل کیا

Marfat.com

جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ابن انباری نے نقل کی ہے کہ وسیلہ کے معنی حاجت ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں ایک عرب کا شعر پیش کیا ہے جس میں وسیلہ حاجت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ شعر عشرہ نامی شاعر کا ہے، جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے ان الرجال لھم الیک وسیلۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہاں وسیلہ کے معنی حاجت کے لئے ہیں کہ لوگوں کی تیری طرف حاجتیں ہیں۔ لہٰذا علامہ نے اس آیت کے معنی یہ کئے ہیں کہ طلب کرو اسی ذات کی طرف متوجہ ہو کر حاجتیں۔ بے شک اسی ذات پاک کے ہاتھ میں ہیں آسمان و زمین کی چابیاں۔ اس کے غیر کی طرف متوجہ ہو کر طلب نہ کرو ورنہ تم اس عاجز کمزور انسان کی طرح ہو گے جو کسی درندے سے ایک کمزور سے غیر خاردار درخت کی پناہ لیتا ہے۔ بھلا خاک بچے گا۔ بعض نے وسیلہ کے معنی جنت میں ایک منزل خاص کے کئے ہیں۔ یہ بھی ٹھیک ہیں مگر یہاں یہ مراد نہیں ہیں۔

بعض لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اولیاء اللہ سے امداد لینا۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے اور اپنے درمیان وسیلہ بنانا اور اللہ تعالیٰ کو ان کی قسم دے کر حاجت مانگنا جائز ہے۔ بعض ان میں سے کسی فوت شدہ بزرگ کو، یا کسی دور دراز جگہ میں رہنے والے کو پکارتے ہیں کہ اے فلاں اللہ سے دعا کر کہ فلاں میری حاجت پوری فرمائے۔ گمان رکھتے ہیں کہ یہ وسیلے کی صورت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے اگر تم کو واقعات اور حالات مشکلات میں ڈالیں تو اہلِ قبور سے مدد لو۔ مگر یہ سب کچھ حقانیت اور صحت سے کوسوں دور ہے اور خصوصاً یہ روایت افترٰی کی ہوئی ہے۔ اس کو نہ کسی عالم حدیث نے روایت کیا ہے اور نہ کسی معتبر حدیث کی کتاب میں پائی جاتی ہے۔ (روح المعانی)

مُقِيمٌ: اقامتہ سے اسم فاعل ہے بمعنی دائم ثابت جو نہ زائل ہوگا نہ منتقل ہوگا۔

نَكَالًا: باب تفعیل کا مصدر ہے دیکھو پارہ ۵۔ النساء میں

يُسَارِعُونَ: مُسَارَعَةٌ باب مفاعلۃ سے مضارع جمع غائب ہے۔ رغبت سے کسی کام میں جلدی کرنا۔ یعنی وہ کفر میں رغبت سے جلدی کرتے ہیں ذرا دیر نہیں کرتے۔

سَمّٰعُونَ: جمع ہے سَمَّاعٌ کی سامع میں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہودیوں کی نسبت ہے کہ اپنے عالموں سے بہت کچھ دروغ سنتے اور مانتے ہیں۔

لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ: معنی ہیں کہ آپ کا کلام سنتے ہیں اپنے ان دوسرے لوگوں کو سنانے بتانے کے لئے جو آپؐ کے پاس نہیں آئے۔ یا اس کے یہ معنی ہیں کہ یہود ان لوگوں کی باتیں سن کر قبول کرتے ہیں جو آپؐ کے پاس نہیں آتے۔ شیخ الاسلام نے بقول علامہ اسی دوسرے معنی کو پسند کیا ہے۔

يُحَرِّفُونَ: اس کے معنی پ ۵۔ ص ۴۴ النساء میں دیکھیں۔

اُوْتِيْتُمْ: اِيْتَآءٌ باب افعال سے فعل ماضی مجہول جمع مذکر حاضر ہے۔ عوام یہود کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہوتے تھے بڑوں کی طرف سے یہ فہمائش ہوتی تھی کہ اگر یہ کچھ تم کو کہا جائے، تو لے لینا۔ مان لینا۔

لَمْ تُؤْتَوْهُ: مذکورہ بالا باب سے فعل نفی حجد جمع مجہول ہے۔ اصل میں لَمْ تُؤْ تَيُوْا تھا۔ ی کو الف بنا کر گرا دیا۔ معنی ہیں اگر تم یہ کچھ نہ دیے جاؤ تو بچے رہنا۔

فَحْذَرُوْا: حَذَرٌ مصدر سے فعل امر جمع حاضر ہے۔ اس کا باب مثل عَلِمَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں پرہیز کرنا بچی رہنا۔ بچائے رکھنا۔ معنی سطر بالا میں ہیں۔

فِتْنَتَهٗ: اس کے معنی بقول حسن بصری وقتادہ ہیں اس عذاب اور بقول سُدی وضحاک ہلاک کرنا اور بقول زجاج فضیحت اور رسوائی۔ سب معانی مراد لینا موزوں ہے۔

خِـــزْیٌ: وہ انکساری اور ذلت جو دوسرے کی طرف سے لاحق ہو۔ ایک انکساری خود اپنے آپ میں ہوتی ہے۔ اس کو حیا کہتے ہیں اس کی مصدر ہے خِـزَانِيَةٌ اور پہلی انکساری کا مصدر خِـزْیٌ ہے۔ یہاں یہی انکساری اور ذلت مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر پڑے گی۔

اَكّٰلُوْنَ: جمع اَكّٰلٌ اسم فاس میں مبالغے کا صیغہ ہے۔ بہت کثرت سے کھانے والا۔

اَلسُّحْتُ: اس کے ایک معنی ہیں حرام مال۔ یہاں یہی مراد ہیں۔ اس کے تعین میں علامہ نے چند روایات ذکر کی ہیں۔ مگر اس کے لغوی معنی کے لحاظ سے پہلے مال حرام کو سُحت کہنے کی وجہ لکھی ہے اس کے لغوی معنی استیصال کرنا، ہلاک کرنا۔ زجاج نے مال حرام کو سُحت کہنے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ ایسے مال کا انجام صاحب مال کی ہلاکت اور استیصال ہوتا ہے اس واسطے سُحت ہے۔ جبائی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی برکت نہیں ہوتی اور نتیجہ ہلاکت اس واسطے یہ نام ہے۔ خلیل کا قول ہے کہ ایسے مال کے کمانے میں شرمساری کی صورت ہے اور انسانی مروت فنا ہوتی ہے اس واسطے یہ نام ہے۔ اس کے تعین میں لکھتے ہیں کہ مشہور معنی اس کے یہاں فیصلے اور حکم میں رشوت لینا ہے۔ حدیث میں ہے ایک صحابی نے عرض کیا مَـــا السُّحْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ کیا ہے سُحت یا رسول اللہ۔ قَالَ الرِّشْوَةُ الْحُكْمِ آپ نے فرمایا فیصلہ کرنے میں رشوت لینا۔ ایک حدیث میں ہے هَدَايَا الْاُمَرَآءِ سُحْتٌ حکام کو اور ججز کو تحفے بھیجنا سُحت ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو سُـحت کے متعلق فرمایا کہ ایک شخص کا بادشاہ کے پاس بڑا درجہ ہے۔ کسی دوسرے شخص کو بادشاہ کے پاس ایک حاجت پڑی اس نے صاحب رتبہ سے مدد چاہی۔ اس نے بغیر کچھ لئے بات تک نہ کی۔ جب کچھ مل گیا تب کام کر دیا۔ یہ لینا سُحت ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے چھ طرح کی آمدنی سُحت ہے۔ امام کا رشوت لینا۔ یہ باقی تمام قسموں سے زیادہ ناپاک ہے۔ کتوں کی قیمتیں لینا کسی شخص کے مادہ حیوان پر سانڈ چھوڑ کر اس سے اجرت لینا۔ زانیہ کا مہر یعنی زنا کا معاوضہ سینگیاں اور پچھنے لگانے کی اجرت۔ راول اور کاہن کی رقم شیرینی۔ یہ سب اقسام کی آمدنی بھی سُـحت میں شامل ہے۔

Marfat.com

قِسْط: راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں انصاف کی رو سے جو حصہ آئے وہ قِسْط ہوتا ہے پھر قسط مصدر بھی ہے جس کے معنی ہیں دوسرے کا قسط یعنی انصافی حصہ لے لینا جسے ظلم کہتے ہیں۔ لہٰذا قَسَطَ یَقْسِطُ کے معنی ہیں اُس نے ظلم کیا وہ ظلم کرتا ہے قَاسِطٌ ظالم اسی سے ہے قَاسِطُوْنَ ظلم کرنے والے۔ البتہ اِقْسَاط باب افعال اپنے خاصے تصییر میں آ کر انصاف کرنے کے معنی کر دیتا ہے۔ یعنی صاحب قسط کو قسط دلوا دینا۔ پھر مطلقاً انصاف کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔

یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ: اِحْبَاب باب افعال کا مضارع غائب ہے۔ محبت کرتا ہے مُقْسِطِیْنَ مُقْسِطٌ کی جمع ہے حالت نصبی میں بمعنی انصاف کرنا۔ یعنی محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں سے۔

یُحَكِّمُوْنَكَ: تَحْکِیْم باب تفعیل سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کو اپنے مال میں، یا اپنی خصومت میں حاکم بنانا۔ یا اس سے فیصلہ لینا اور کیسے حاکم بناتے ہیں تجھ کو۔ الخ

اَلرَّبّٰنِیُّوْنَ: جمع ہے رَبَّانِیٌّ کی۔ ایک قول ہے کہ یہ منسوب ہے رَبَّانٌ کی طرف رَبَّان صفت مشبہ ہے بقول راغب فَعَلَ ماضی سے قلیل طور پر اس وزن پر صفت کا صیغہ آ جاتا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ رَبٌّ مصدر کی طرف منسوب ہے۔ جس کے معنی ہیں پالنا گویا یہ شخص علم کو پالتا ہے۔ یا اس کے معنی ہیں اپنے نفس کو علم سے پالتا ہے۔ یہ دونوں معنی متلازم ہیں کیونکہ جس نے اپنے نفس کو علم سے پالا، اس نے علم کو اپنے نفس سے پالا۔ بعض نے کہا ہے اَلرَّبُّ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور الف ونون زاید ہے جیسے جسم سے جسمانی معنی ہیں اللہ والے۔ پہلی دونوں صورتوں میں معنی ہیں علم والے۔ تیسری صورت میں معنی ہیں اللہ کے بہت فرمانبردار۔ عارف باللہ۔ مرد خدا۔

اَحْبَارُ: جمع حَبْر عالم۔ فقیہ۔ بعض واحد کی ح پر فتح پڑھتے ہیں کسرہ۔

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا: اِسْتِحْفَاظ باب استفعال سے فعل ماضی مجہول جمع غائب ہے بمعنی حفاظت کرانا۔ ساتھ ان امور کے جن کی حفاظت کرائے گئے۔

اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ: اس میں اِنَّ کی خبر مقدر ہے مَاْخُوْذَةٌ مَقْتُوْلَةٌ یامُقَصَّةٌ ان میں سے کوئی ایک مطلب صحیح بنا دیتی ہے۔ یعنی بے شک ایک ہی شخص کو ایک شخص کے بدلے پکڑا جائے گا یا قتل کیا جائے یا بدلہ لیا جائے گا۔ اسلام سے پیشتر خاندانی عزت والے کے بدلے پست قوم سے دوگنا قصاص لیا جاتا تھا۔ اسلام میں ان آیات کے ذریعے مساوات کر دی۔ اسی طرح آنکھ پھوڑنے والے کی آنکھ پھوڑی جائے۔ کان کترنے والے کی کان کتری جائے۔ ناک کاٹنے والے کی ناک کاٹی جائے۔ دانت توڑنے والے کا دانت توڑا جائے۔

وَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ: تَصَدُّق باب تفعل کا فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں صدقہ دینا۔ یہاں مراد ہے معاف کر دینا۔ یعنی جو شخص جنائت کرنے والے مجرم کو اس سے بدلہ یا مالی دیت خوں بہا معاف کر دے گا۔

كَفَّارَةٌ لَّهٗ: كَفَّارَةٌ کے معنی راغب نے لکھے ہیں وہ شے جو گناہ کو ڈھانپ لے۔ اسی سے ہے قسم کا کفارہ روزے کا کفارہ

Marfat.com

وغیرہ اس میں لَـہٗ کی ضمیر متصدق کی طرف راجع ہے۔ معنی ہیں کہ معاف کرنے والے کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ جس مقدار کی معافی ہوگی۔ گناہوں کی معافی اسی مقدار کی ہوگی اور اگر یہ ضمیر جرم کرنے والے کی طرف راجع کی جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ معافی اس کے لئے کفارہ ہوگی بایں طور کہ قصاص یا مالی دیت ساقط ہو جائے گی اور بوجہ معافی اسے کچھ نہ دینا، یا نہ برداشت کرنا پڑے گا۔ بعض نے یہ معنی بھی کئے ہیں کہ جس جس جرم والے نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور قصاص یا دیت کی برداشت پر تیار ہو گیا۔ پھر اس کو معاف کیا گیا تو یہ اس کے لئے کفارہ ہوگا۔ اس صورت میں بھی ضمیر میں دونوں احتمال رہیں گے۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ: تَقْفِيَةٌ مصدر باب تفعیل سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں پیچھے بھیجنا۔ یہ محاورہ ہے اس کے معنی ہیں ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔

هُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ: یہ دونوں کلمات مفعول لہٗ ہیں۔ معنی ہیں واسطے متقین کی رہنمائی کے اور وعظ و نصیحت کے۔

وَالْيَحْكُمْ: حکم مصدر سے امر غائب ہے۔ معنی ہیں انجیل والوں کو چاہئے کہ جو کچھ اس میں اتارا گیا ہے اس کے مطابق فیصلے کریں۔

وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ: امام نے اس میں دو قول لکھے ہیں۔ اول خلیل کا اور ابو عبیدہ کا هَيْمَنَ يُهَيْمِنُ رباعی مجرد سے اسم فاعل ہے۔ ہیمنتہ کے معنی ہیں شے کی نگرانی کرنا۔ حفاظت کرنا، مراد ہے کہ یہ کتاب قرآن مجید پہلی کتابوں کے دعوؤں کی محافظ ہے گواہ ہے۔ دوم اٰمَنَ يُؤَامِنُ مُؤَمِنٌ اس اسم فاعل کے ہمزہ اول کو ھ سے اور دوسرے ہمزے یا الف کو ی سے بدل دیا تو مُهَيْمِنٌ ہوا بمعنی کتب سابقہ کے حق میں امین ہے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ خلیل اور ابو عبیدہ نے معنی کئے ہیں کہ قرآن مجید خود ہر قسم کے تغیر سے محفوظ ہو کر سابقہ کتب سماویہ کے لئے رقیب ہے۔ ان کی صحت و ثبات کی شاہد ہے۔ ابن عباس حسن بصری، مجاہد اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ ان کے برحق ہونے کی شاہد ہے۔

شِرْعَةً: وہ تمام امورِ دین جو قرآن مجید میں وارد ہیں۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ راغب نے اس کا معنی طریقۃ الٰہیہ بھی لکھا ہے۔ قاموس میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے شروع فرما رکھا ہے۔ یا طریق مستقیم۔

مِنْهَاجًا: دین میں واضح راستہ۔ ایک قول ہے کہ وہ تمام امورِ دین جو سنت سے ثابت ہے۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ: سبقت سے باب اِسْتِبَاق اِفْتِعَال سے فعل امر جمع حاضر ہے۔ یہ باب تسابق کے معنی میں آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں مقابلے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ اَلْخَيْرَات جمع ہے خَيْرَةٌ کی۔ ہر کثیر خیر اور فضیلت والی شے کو خَيْرَةٌ کہتے ہیں جس کی جمع خَيْرَات آتی ہے مطلب ہے کہ ہر کثیر النفع امور کے بجالانے میں ایک دوسرے سے مسابقت کرو۔

اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ: اِصَابَـةٌ باب افعال سے مضارع غائب ہے اس کے معنی ہیں پانا یعنی اصاب کے معنی ہیں وجد کے۔ تُصِيْبَنَا کے معنی ہیں پالے ہم کو۔ آ ملے ہم کو۔ دارہ مشہور ہے مگر مراد اس سے حوادثاتِ زمانہ اور مصائب دہر ہیں جو

Marfat.com

انسان پر محیط ہوتے ہیں، کہ پہنچے ہم کو کوئی مصیبت۔

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ: اس کی تاویل کرتے ہیں کہ یَجْتَهِدُوْنَ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ اپنے قول کو قسموں سے بہت پختہ کرتے ہیں یا اپنی قسموں کو اللہ کے نام پاک سے بہت پختہ کرتے ہیں۔ اجتہاد کے معنی ہیں اپنی قوت خرچ کر دینا۔ اپنا زور لگا لینا۔

مَنْ يَّرْتَدَّ: اِرْتِدَادٌ باب افتعال کا فعل مضارع ہے۔ اصل میں تھا یَرْتَدِدُو۔ پہلی دکو ساکن کر کے دوسری میں ادغام کیا۔ یَرْتَدُّ ہوا۔ پھر حالتِ جزمی میں یَرْتَدَّ پڑھا۔ اس کے معنی ہیں دین سے پھر جانا۔ ترک دین کا مرتکب ہونا۔ جو تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا۔

يُحِبُّهُمْ: اِحْبَاب باب افعال سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں محبت کرنا یعنی محبت کرے گا ان سے جو اس کی شان کبریائی کے لائق ہے۔

وَيُحِبُّوْنَهٗ: مذکورہ باب سے مضارع جمع غائب ہے۔ وہ نئے آنے والے مسلمان اس ذات پاک سے محبت کریں گے۔ محبت کے لغوی معنی ہیں کسی لذت دار چیز کی طرف مائل ہونا پھر لکھتے ہیں کہ لذ ت کا علم بذریعہ حواس ہوتا ہے یا بذریعہ عقل۔ بذریعہ حواس معلوم ہونے والی لذت کی محبت کا درجہ کم ہے اس محبت سے جو بذریعہ عقل معلوم ہونے والی لذت سے ہوتی ہے، پھر وجوہ محبت کے کم بیش ہونے کے سبب محبت کم بیش ہوگی۔ اسی طرح جتنا کسی چیز کا علم کم و بیش ہوگا اتنی محبت اس سے کم و بیش ہوگی۔ چلتے چلتے یہ سلسلہ ذات حق سبحانہ، وتعالیٰ کی بارگاہ تک منتہی ہوتا ہے جتنی اس ذات پاک کی معرفت زیادہ، اتنی اس سے محبت زیادہ، اس کی طرف اشارہ ہے یُحِبُّوْنَهٗ وہ اس ذات پاک سے محبت رکھیں گے۔ کشاف میں ہے کہ بندوں کی محبت اللہ سے یہ ہے کہ اس کی اطاعت کریں۔ اس کی رضا چاہتے رہیں۔ کسی ایسے قول فعل کے مرتکب نہ ہوں جس سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ وہ مسلمان اللہ جل شانہ کی طرف سچا میلان رکھیں گے اور اس کے اوامر کے بجالانے میں اور اس کے نواہی کے اجتناب میں اس کی اطاعت کریں گے اور اللہ جل شانہ کی محبت بندوں سے اس طرح ہے کہ ان کو ان کی اطاعت پر حسن ثواب عطا فرمائے، ان کو عزت بخشے ان کی تعریف فرمائے اور ان سے راضی ہو جائے۔

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ: جمع ذلیل ہے۔ مصدر ذُلٌّ اور ذِلٌّ و ذِلَّةٌ سے صفت مشبہ ہے اس کا باب مثل ضَرَبَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں خوار ہونا۔ راغب نے لکھا ہے کہ کسی دوسرے شخص کے سامنے اپنے آپ کو خود کم عزت رکھنا محمود ہے یعنی قابلِ تعریف بات ہے۔ یہی ان مومنین کی صفت ہے کہ یہ اپنے دیگر مومنین کے سامنے خود کم عزت رہتے ہیں متواضع رہتے ہیں۔ خواہ کتنے ہی معزز ہوں۔

اَعِزَّةٍ: جمع عزیز عزت لغت میں وہ حالت ہے جو انسان کو مغلوب ہونے سے روکے رکھتی ہے۔ عزیز وہ کوئی جو غالب رہے مغلوب نہ ہو۔ قاہر ہے مقہور نہ ہو۔ مراد ہے کفار کے متعلق بہت سخت ہوں گے۔

لَا يَخَافُوْنَ: خوف مصدر سے مضارع منفی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی علم میں آئی ہوئی۔ یا ظن میں بٹھائی بات

Marfat.com

سے کوئی تکلیف یا ناگوار امر پہنچنے کی توقع رکھنا۔

لَوۡمَةَ لَآئِمٍ: لَوۡم مصدر سے لَوۡمَةٌ فَعۡلَةٌ کے وزن پر مُرّۃ کے واسطے ہے۔ایک دفعہ ملامت کرنا۔لَوۡمٌ کے معنی ہیں کسی شخص کو کوئی ناپسند کام کرنے یا پسندیدہ کام ترک کرنے پر زبانی کلامی سرزنش کرنا۔اسی کو ملامت کرنا کہتے ہیں۔لَائِم اسی سے اسم فاعل ہے۔ ملامت کرنے والا۔یعنی وہ مومن جہاد کرنے میں، یا کوئی دینی کام کرنے یا حسب گنجائش کوئی بات ترک کرنے میں ملامت گر کی ملامت کا خوف نہیں رکھتے اور پرواہ نہیں کرتے۔صرف امورِ دین کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔

وَمَنۡ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ: تَوَلّٰی باب تفعل سے فعل مضارع غائب ہے۔اس کے چند معنی ہیں، جن میں سے ایک ہیں دوستی کرنا۔ یہاں یہی مراد ہیں۔یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ سے، اور اس کے رسولؐ سے اور مومنین سے دوستی کرے گا (وہ اللہ کے حزب میں ہوگا)

هُزُوًا: ہنسی۔ٹھٹھا۔مسخری۔

وَلَعِبًا: کھیل۔معنی ہیں اے ایمان والو! ان لوگوں کو جو تمہارے دین اسلام کو مسخری اور ہنسی کھیل کا ذریعہ بنائیں یہود میں سے اور کفار کو دوست نہ بناؤ۔

اَوۡلِيَآءَ: جمع ولی کی ہے۔جس کے ایک معنی ہیں دوست۔یہاں یہی مراد ہیں۔

اِتَّخَذُوۡهَا: اِتَّخَا باب افتعال سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں بنالینا۔پکڑ لینا۔ھا ضمیر کے دو مرجع ہو سکتے ہیں اول الصلواۃ۔دوم نادیتم کا مصدر مناداۃ۔ بلاوا مراد اذان ہے۔معنی یہ ہیں کہ جب اے مسلمانو! تم باہم ایک دوسرے کو نماز کے واسطے بلاتے ہو تو یہ یہود و کفار لوگ اذان کو یا خود نماز کو ہنسی و ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں گویا حقارت سے مسخری کرتے ہیں۔

هَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ مِنَّا: مِنَّا. نَقۡمٌ مصدر سے فعل مضارع جمع مخاطب ہے۔اس کا باب ضَرَبَ یا عَلِمَ کی مثل آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں بُرا سمجھنا۔عیب کی بات سمجھنا۔زجاج نے معنی کئے ہیں حد سے زیادہ مکروہ جاننا۔نہایہ میں لکھا ہے کہ ایسی کراہت کرنا کہ غصے اور غضب میں آجائے۔معنی ہیں کہ اے اہلِ کتاب تم ہم میں کوئی عیب کی بات، برائی یا کراہت کی بات جس سے غضب ناک ہو رہے ہو سوائے اس کے کچھ نہیں دیکھتے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس کتاب پر ایمان لائے ہیں، جو ہماری طرف اُتاری گئی اور جو پہلے اس سے اُتاری گئیں۔

مَثُوۡبَةً: مصدر میمی ہے اس کے معنی ہیں جزا۔بدلہ۔عام بدلہ نیکی کا ہو، یا برائی کا۔ثواب صرف نیکی کے بدلے کو کہتے ہیں۔

قِرَدَةً: جمع ہے قِرۡدٌ کی۔ بندر۔اس کی اور بھی کئی جمع ہیں۔لکھا ہے کہ یہ مسخ اصحاب السبت میں ہوا۔جوان بندر اور بڑی عمر کے خنزیر بنائے گئے۔

وَعَبَدَ الطَّاغُوۡتَ: اس کا عطف ہے لَعَنَهُ اللّٰهُ پر طاغوت کے معنی پارہ ٦ النساء ٣٦ پر دیکھیں۔یعنی وہ شخص جس پر

Marfat.com

اللہ نے لعنت کی ہے اور جس نے طاغوت کی عبادت کی ہے۔

شَرٌّ: یہاں اسم تفضیل ہے جو اصل میں اَشَرُّ تھا الف بوجہ کثرت استعمال حذف کیا گیا۔

وَاَضَلُّ: یہ بھی اسم تفضیل ہے بہت گمراہ۔ معنی ہیں کہ یہ لوگ ہیں بہت بدتر اپنے مکان اخروی کے اعتبار سے، اور گمراہ تر دین کے اعتبار سے۔

یُسَارِعُوْنَ: مُسَارَعَۃ باب مفاعلہ کا مضارع جمع غائب ہے اس کا مصدر سِرَاعًا بھی ہے۔ اس کے معنی ہیں جلدی کرنا۔ دوڑنا۔ وہ جلدی کرتے ہیں بھاگ بھاگ کر گناہ اور ظلم میں پڑتے ہیں۔

اَلسُّحْت: چند صفحے پیچھے دیکھیں۔

اَلرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَار: چند صفحے پیچھے دیکھیں۔

غُلَّتْ: غُلٌّ بمعنی طوق سے غَلٌّ مصدر کا فعل ماضی مجہول ہے بمعنی طوق کی طرح ہاتھ گلے میں باندھ دینا۔ پھر معنی ہیں بخل کرنا۔ مگر یہاں مراد ہاتھ گلے سے جکڑنا ہی ہے۔ یعنی ان گستاخ کافروں کے ہاتھ قیامت میں گلے سے جکڑے جائیں گے۔

اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ: قصد سے اقتصاد باب افتعال کا اسم فاعل مونث ہے۔ امام نے اقتصاد کے معنی لکھے ہیں۔ عمل میں اعتدال بغیر کمی بیشی کے یا بغیر غلو اور تقصیر کے۔ یعنی ایک جماعت ہے عین اعمال میں متوسط۔ وہ اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کرتے۔

یَعْصِمُکَ: عَصْم اور عِصْمت سے مضارع واحد غائب ہے اس کے معنی ہیں نگاہ رکھنا، بچائے رکھنا۔ معنی ہیں اللہ تجھے بچائے رکھے گا لوگوں سے۔ یہ آیت جنگ اُحد کے بعد نازل ہوئی۔

قِسِّیْسِیْنَ: جمع قِسِّیْسٌ کی۔ رئیس النصاریٰ عروہ بن زبیر کا قول ہے کہ نصاریٰ نے جب انجیل میں تغیر کیا اور قوم میں اختلاف پڑا تو صرف ایک شخص اصل حق پر جس کا نام قِسِّیْس تھا۔ قائم رہا۔ پس جو شخص اس کے طریق اور دین پر قائم رہا اس کو قسیس کہنے لگے۔ مراد ہے دوسروں کی نسبت دین میں قدرے مائل۔ بقول قطرب عالم کو کہتے ہیں رومی زبان کا لفظ ہے بمعنی عیسائی عالم۔

رُهْبَانًا: جمع راھب کی ہے جیسے رُکبان جمع راکب کی۔ یہ لفظ رَھْبَۃ سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں خوف کرنا۔ مطلب ہے حق تعالیٰ سے خوف کرنے والا۔ یعنی ان میں سے عالم ہیں اور راہب ہیں۔ اس واسطے مومنین کے ساتھ دوستی رکھنے میں یہود، اور مشرکین کی نسبت زیادہ قریب ہیں۔

اَعْیُنُهُمْ: جمع ہے عَیْنٌ کی۔ اس کے ایک معنی ہیں آنکھ۔ یہاں یہی مراد ہے۔ ھُمْ ضمیر راجع ہے قِسِّیْسِیْن اور رُھْبَان کی طرف۔ ان کی آنکھیں۔

تَفِیْضُ: فیض مصدر سے مضارع واحد غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں پانی کا اوپر سے گر کر بہنا۔

Marfat.com

مِنَ الدَّمْعِ: دَمْعٌ کہتے ہیں بہنے والے آنسو کو۔ مراد ہے کہ جب نجاشی شاہِ حبشہ نے اور اس کے درباریوں نے حضرت جعفر طیار سے قرآن مجید سنا تو اس کے اثر سے آنسو بہانے لگا۔ ان کا ذکر فرمایا ہے۔

فَاَثَابَ: ثواب بمعنی اجر سے باب افعال اِثَابَۃٌ سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں ثواب دینا اپنے خاصہ تصییر میں مستعمل ہو رہا ہے۔ ثواب والے بنایا ان کو اللہ نے۔ یعنی ثواب دے گا ان کو اللہ بہ سبب اس قول کے جو انہوں نے کہا۔

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ: لکھ لے ہم کو شہادت دینے والوں کے ساتھ۔

اَلْجَحِيْمِ: بہت سخت بھڑکنے والی آگ۔ ایک دوسری کے اوپر چڑھی ہوئی آگ کو کہتے ہیں یہاں مراد دوزخ ہے۔ بلکہ دوزخ کا ایک نام ہے۔

وَلَا تَعْتَدُوْا: اِعْتِدَاءٌ باب افتعال سے فعل نہی حاضر جمع ہے اس کے معنی ہیں حد سے بڑھنا اے ایمان والو! اللہ کی حلال کی ہوئی طیب چیزیں حرام نہ بناؤ اور حد سے نہ بڑھو۔

مُعْتَدِيْنَ: اسم فاعل ہے مذکور باب سے حد سے بڑھنے والے۔ اصل میں معتدیین تھا۔ تعلیل سے یہ صورت بنی۔

لَا يُؤَاخِذُ: اَخْذ سے مُؤَاخَذَۃ باب مفاعلہ کے منفی فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی ہیں گرفت کرنا نہیں گرفت کرے گا تم پر۔

بِاللَّغْوِ: لغو قسم وہ ہوتی ہے جس پر شرعی کوئی حکم عائد نہیں ہوتا۔ یعنی وہ قسم جو کسی گزشتہ امر پر اٹھائی ہو یہ ظن رکھ کر کہ ایسا ہی تھا گر وہ فی الواقع ایسا نہ ہو تو ایسی صورت میں اس پر کوئی گرفت نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدک جو قسم بلا قصد اور نیت کے اٹھائی جائے وہ لغو ہے۔ قسم لغو کے بالمقابل یمین غموس ہے۔ جانتے ہوئے جھوٹی قسم اٹھانا۔

بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ: اس میں مَا مصدریہ ہے۔ معنی ہیں معقید کم ساتھ تمہارے پختہ کرنے کے قسموں کو، یا بہ سبب تمہارے پختہ کرنے کے قسموں کو۔

فَكَفَّارَتُهٗ: فَعَّالَۃٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ اس کے معنی ہیں بہت ڈھانپنے والا اور مٹانے والا گناہ۔ ہٗ ضمیر عائد ہے حنث کی طرف۔ قسم توڑ بیٹھنے کی طرف۔ یعنی قسم توڑ دینے کے گناہ مٹا دینے کی صورت اسلام میں یہ ہے کہ دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا دو وقت کھلا دیں۔ لکھا ہے کہ اہلِ عرب کے نزدیک اول درجے کا کھانا گوشت روٹی ہے۔ درمیانے درجے کا کھانا گھی کے ساتھ روٹی کھانا ہے۔ کتاب میں لفظ ہے الخبر مع السمن۔ گھٹیا درجے کا کھانا کھجوروں کے ساتھ روٹی کھانا ہے۔ ہمارے ہاں یہاں بھی اول درجے کا کھانا گوشت روٹی ہے۔ درمیانے درجے کا کھانا دال، ساگ پات کے سالن سے روٹی کھانا ہے۔ گھٹیا درجے کا کھانا اچار، پیاز یا گڑ وغیرہ سے روٹی کھانا ہے۔ مگر کلماتِ حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کی اپنے اہل و عیال میں عموماً روزانہ خوراک کو اعلیٰ تصور کریں تو اس سے ذرا کم درجے کی مساکین کو کھلائی جائے بالکل گھٹیا کھلا کر دفع الوقتی نہ کی جائے اور اگر خشک اناج دینا چاہے تو صدقہ فطر کے مقدار پر پونے دو سیر یا آدھ پاؤ کم دو

Marfat.com

سیر گندم فی مسکین دے۔ ہاں یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ ایک مسکین کو ایک ہی مسکین کا خشک یا پکا ہوا کھانا دے۔ ایک کو اگر زیادہ کا دے گا تو ہرگز جائز نہ ہوگا۔ ہاں اگر دوسرے مسکین کو پہنچانے کے واسطے علیحدہ اس کو دے اور یہ جا کر اس کو پہنچا دے تو جائز ہے۔

وَاحۡفَظُوۡۤا اَیۡمَانَکُمۡ: حِفۡظ و حِفَاظَۃ سے امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں حفاظت کرنا یعنی حفاظت کرو اپنی قسموں کی۔ امام نے اس کی دو وجہیں لکھی ہیں۔ اول حفاظت سے مراد ہے کہ زیادہ قسمیں نہ کھاؤ۔ دوم یہ کہ ان کو پورا رکھو توڑ کر گناہگار نہ بنو۔

اَلۡخَمۡرُ: بقول راغب بعض کے نزدیک ہر مست کر دینے والی شے خمر ہے۔ بعض کے نزدیک جو مسکر انگور یا کھجور سے بنائی جائے وہ خمر ہے۔ چونکہ یہ اپنے سکر سے عقل کو ڈھانپ لیتی ہے اس واسطے اس کا نام خمر رکھا ہے۔ کیونکہ اس لفظ کے اصل معنی ہیں شے کو چھپانا۔

وَالۡمَیۡسِرُ: یُسۡر اور مَیۡسِرُ کے معنی ہیں غنیٰ۔ فراخ دستی۔ پھر مَیۡسِر سے قمار جوا مراد لیا جاتا ہے۔ اس سے بھی بعض کو غنیٰ حاصل ہوتا ہے۔

وَالۡاَنۡصَابُ: جمع ہے نُصُب کی بقول راغب نُصُب وہ پتھر جو کسی جگہ اہلِ عرب گاڑ دیتے۔ پھر اسے پوجتے اور اس کے پاس قربانیاں کرتے۔ قاموس میں ہے انصاب پتھر تھے جو کعبہ شریف کے قریب گڑے تھے جن کے پاس ذبح کرتے اور بلند آواز سے کلمات کفریہ پڑھتے۔

وَالۡاَزۡلَامُ: جمع زَلَمٌ تیر بے پر اور بے نوک جوئے کے لئے خدام کعبہ کے پاس کعبہ میں تیر ہوتے تھے۔ بعض سے مکہ اور اردگرد کے لوگ فال لیتے تھے۔ بعض سے تقسیم کراتے تھے۔

رِجۡسٌ: گندی اور پلید شے کو کہتے ہیں۔ گندگی اور پلیدی بقول راغب چار وجہ کی ہوتی ہے۔ اول انسانی طبیعت اس کی پلیدی اور گندگی کی قائل ہو اور اسے پلید سمجھے۔ دوم صحیح عقلِ انسانی اسے پلید سمجھے۔ یعنی عقل مندوں کے نزدیک وہ شے پلید اور ناپاک ہو۔ سوم۔ شرع اسلامی ہو۔

بَغۡضَآءَ: مصدر ہے۔ بُغۡض کے معنی ہیں اعراض رکھنے والی شے سے نفرت کرنا۔ یہ لفظ حُبّ کے مقابل کا ہے۔ حُب کے معنی ہیں رغبت رکھنے کے قابل شے کی طرف کھنچے رہنا۔

مُنۡتَھُوۡنَ: نھی سے اِنۡتِھَاء باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر ہے۔ اِنۡتِھَا کے معنی ہیں رک جانا اس امر سے جس سے روکا جائے۔ معنی ہیں کیا تم رکنے والے ہو ان گندے امور سے۔

فائدہ شراب کے متعلق پہلی آیت سورۃ بقرہ میں ہے یَسۡئَلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ کچھ لوگ رک گئے۔ دوسری آیت سورۃ نساء میں آئی لَاتَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ کچھ لوگ مزید رک گئے۔ آخر یہ سورۃ مائدہ کی آخری آیت نازل ہوئی جس

Marfat.com

سے بالکلیہ دائمی حرام ہوئی۔

جُنَاحٌ: انسان کی حقانیت سے باطل کی طرف مائل کر دینے والے امر کو جُناح کہتے ہیں۔ پھر عام طور پر ہر قسم کے گناہ کو جُناح کہنے لگے۔

فِيْمَا طَعِمُوْٓا: الایۃ۔ اس آیت کریمہ کے کلمات طیبہ کے معنی لکھنے کے بعد اس کا خلاصہ مطلب لکھیں گے طَعْمٌ سے طَعِمُوْا فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی میں کھانا پینا دونوں لئے جاتے ہیں۔ یعنی اس چیز میں جوانہوں نے کھائی یا پی۔

اِتَّقَوْا: اِتَّقَوْا۔ اِتِّقَاءٌ باب افتعال سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں آخرت میں ہر ضرر دینے والے کام سے ڈرنا۔ پھر عموماً خوف خدا رکھنا کے معنی لئے جاتے ہیں۔

اٰمَنُوْا: اٰمَنُوْا۔ ایمان باب افعال سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں دوسرے شخص کو اس کے جھٹلانے سے امن میں رکھنا۔ مگر مذہب اسلام میں اور قرآن وحدیث میں ایمان کہا گیا ہے۔ اس یقین کامل اور اذعان تام کو جوان تمام امور کے متعلق رکھا جائے جو ایسے یقین رکھنے کے لئے مقرر ہیں۔

عَمِلُوْا: عمل مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ عمل کہتے ہیں اس فعل کو جو انسان کسی خاص قصد اور نیت سے رکھتا ہے۔ فعل عام ہے کسی قصد سے کرے یا بلا قصد کرے۔

الصّٰلِحٰتِ: جمع صَالِحَتہ کی ہے۔ صلاح سے جمع مونث اسم فاعل ہے۔ اس کا باب مثل نَصَرَ اور کَرُمَ و فَتَحَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں اچھا کرنا۔ عمل صالح وہ عمل ہوتا ہے جو عین سنت کے مطابق بوجہ اللہ ہو۔

وَاَحْسَنُوْا: اِحْسَان مصدر باب افعال سے فعل ماضی ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں لوگوں کے ساتھ احسان کرنا۔ بھلائی کرنا۔ عام لوگوں کو فائدہ پہنچانا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ایمان کا انتہائی درجہ حاصل کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے طریق سے کرنا گویا عبادت کرنے والا اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ نہیں تو کم از کم یہ جانے کہ وہ مجھے دیکھتا ہے۔ یہ آیت کریمہ بھی خاص کوشش اور توجہ سے سمجھ میں آنے والی آیات میں سے ہے۔ اس کے مطلب میں ہم علامہ کی تفسیر میں سے علامہ طیبی کے معنی نقل کرنے پر کفایت کرتے ہیں۔ علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ مومنین سے دنیاوی متسلذات کی ترک اور طیبات کی تحریم مطلوب نہیں۔ بلکہ ان سے تو تقوٰی اور ایمان کے مدارج میں ترقی کرنا۔ اخلاص و یقین اور قدس و کمال کے مراتب عالیہ کا حاصل کرنا مطلب ہے۔ اس طرح کہ شرک سے کامل اتقار کھنے اور ایمانیات پر ایمان لاکر اعمالِ صالحہ کرنے پر ثابت قدم رہیں۔ حتیٰ کہ مشاہدے اور احسان کے رتبے سے مشرف ہوں۔ تب باعتبار محسن ہونے کے محبت حق تعالیٰ سے سرفراز ہوں۔ لہٰذا آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ان لوگوں پر جنہوں نے ایمان لانے کے ساتھ عمل صالحہ کئے۔ مباح مستلذات اور طیبات کے کھانے پینے میں جوانہوں نے کھائی پیں، کوئی گناہ نہیں جب انہوں نے شرک رکھا اور ایمانیات پر ایمان لاکر اعمال صالحہ کئے۔ پھر تمام منہیات کے تقوٰی پر اور ایمان پر قائم رہ کر زبانی تقوٰی سے درجۂ احسان پر سرفراز ہو گئے اور اس اعلان

Marfat.com

کی شمولیت کے امیدوار ہوئے۔ بے شک اللہ محسنین سے محبت رکھتا ہے۔

امام نے جو اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے ایک ہے تقویٰ اول سے مراد اتقا کفر و شرک سے ہے، دوسرے سے کبیرہ گناہوں سے اور تیسرے سے صغائر سے اتقا مراد ہے۔ حاتم اصم کا قول ہے کہ پہلے تقویٰ سے مراد ان معاصی سے تقویٰ کرنا ہے جو آیت کے نزول سے پیشتر تھے۔ دوسرے سے مراد خمر۔ میسر اور اس آیت کے دوسرے امور سے اتقا رکھے۔ تیسرے سے مراد یہ ہے کہ آئندہ جس امر سے روکا جائے اس میں پورا اتقا رکھے۔ بعض کا یہ قول ہے کہ یہ کلمات مبارکہ کا تکرار تاکید کے لئے ہے۔ تقویٰ اور ایمان کی ترغیب کے واسطے ہے۔

لَيَبْلُوَنَّكُمْ: بَلْوٌ و بَلَاءٌ سے مراد مضارع واحد غائب ہے موکد بنون تاکید اس کے معنی ہیں آزمانا۔ اس باب مثل نَصَرَ کی آتا ہے۔ معنی ہیں اے ایمان والو! تمہیں بالضرور اللہ آزمائے گا۔

اَلصَّيْدِ: مصدر ہے بمعنی مَصِيْدٌ شکار کیا ہوا۔ گویا مصدر بمعنی مفعول ہے۔

تَنَالُهُ: نَيل مصدر سے مضارع غائب مونث ہے اس کا باب مثل عَلِمَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں پکڑ لینا۔ یعنی پکڑ سکیں گے اس کو تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے۔ یہ امتحان صحابہ رضوان اللہ علیہم کا عمرۂ حدیبیہ میں ہوا۔ لکھا ہے جنگلی شکار ان کے قریب پھرتا تھا۔ مگر یہ ثابت قدم رہے۔

اِعْتَدٰى: عُدْوَان سے اِعْتِدَاء باب افتعال فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں حد سے تجاوز کرنا جس نے حد سے تجاوز کیا۔

حُرُمٌ: جمع ہے حَرَامٌ کی۔ حَرَام کے ایک معنی مُحْرِم کے ہیں۔ یعنی عمرے یا حج کا، یا دونوں کا احرام باندھنے والا۔ معنی ہیں۔ ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو۔ اسی طرح حرم کعبہ میں بغیر احرام کے ہوتے ہوئے بھی شکار نہ مارو۔

مُتَعَمِّدًا: جان بوجھ کر۔ قصد اور ارادے سے۔ ایک ہے کہ بھول کر کہ احرام یاد نہیں۔ ایک ہے خَطَاءً اپنی طرف سے نشانے پر تیر مارا شکار کو جا لگا۔ ان دونوں صورتوں کا حکم اور ہے، پہلی صورت قصد کا حکم آگے مذکور ہے۔

اَلنَّعَمِ: نَعَم سے مراد اونٹ گائے بھیڑ بکری ہے۔

هَدْيًا: وہ قربانی کا حیوان جو کعبہ مکرمہ کی قربان گاہ میں قربانی کیا جائے۔

لِيَذُوْقَ: ذَوْق مصدر سے فعل مضارع غائب ہے۔ ذَوْق کے معنی راغب نے لکھے ہیں، کہ کھانے کا مزہ منہ میں موجود ہونا ذَاقَ يَذُوْقُ ذَوْقًا بہت قلیل طعام کھانے کے لئے بولتے ہیں، کثیر ہو تو اَكَلَ يَاْكُلُ اَكْلًا کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ذوق کا استعمال عذاب اور سزا کے ساتھ استعمال ہوا ہے جیسا کہ یہاں ہے۔ اس کے پہلے کوئی فعل مقدر کرتے ہیں مثلاً جُوْزِيَ یا شَرَعْنَا یعنی ہم نے یہ حکم مشروع کیا تاکہ اپنے عمل کی سزا چکھے۔

وَبَالَ: وَبَال وَبِل سے ہے اس کے معنی ہیں ثقل۔ بوجھ۔ بارِ ثقیل۔ یہاں مراد سزا کی سختی ایک گونہ عذاب ہے۔

اَمْرِهٖ: اس میں ہ کی ضمیر اس شخص کی طرف راجع ہے جو حالتِ احرام میں یا حرم میں عمداً شکار کرتا ہے۔ معنی ہیں تاکہ وہ اپنے

Marfat.com

اس عمل کی سزا کی ثقالت جھیلے اور یا یہ ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اس صورت میں اَمْرِہٖ سے پہلے مضاف مقدر مانا جائے گا۔ جیسے وَبَالَ مُخَالَفَتِہٖ اَمْرِہٖ۔ یعنی اس کے حکم کی مخالفت کی سزا کی سختی۔

فَيَنْتَقِمُ: اِنْتِقَام باب افتعال سے فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی ہیں بدلہ لینا۔ پس بدلہ لے گا اس سے اللہ۔

وَلِلسَّيَّارَةِ: قافلہ۔ سفر کرنے والی متفقہ جماعت۔

قِيَامًا: قِیَامًا اصل میں تھا قِوَامًا۔ وہ شے جو کسی کو قائم درست اور بحال رکھنے کا ذریعہ ہو۔ اہلِ مکہ کے واسطے مکہ قوام بنایا یا الناس سے اہلِ عرب تمام مراد ہیں۔ اسی طرح شہر حرام حرمت والے مہینے، رجب، ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم۔

قَلَآئِدَ: جمع قِلَادَۃٌ گلے کا ہار۔ یہاں مراد ہے اونٹ کے گلے میں کوئی خاص نشان ڈال لیتے۔ اس سے معلوم کرتے کہ یہ لوگ کعبے کو جا رہے ہیں انہیں کچھ نہ کہتے۔

بَحِيرَةٍ: بحر سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں چیرے ہوئے کانوں والی اونٹنی۔ قبل از اسلام اہلِ عرب۔ اونٹنی جب پانچ بچے دے چکتی اور پانچواں نر ہوتا تو مالک اس کے دونوں کان چیر کر چھوڑ دیتا۔ بالکل آزاد ہوتی۔ کوئی اس کے مزاحم نہ ہوتا۔ معنی ہیں اللہ نے بحیرہ چھوڑنے کا حکم نہیں فرمایا۔ یہ تمہارے بڑوں کی فضول رسم ہے۔

وَلَا سَآئِبَةٍ: سَیْبٌ سے اسم فاعل مونث ہے۔ صراح میں لکھا ہے کہ یہ بَحِیْرَہ کی ماں ہوتی تھی۔ جب اونٹنی دس بچے دے چکتی اور دسواں بچہ مادہ ہوتا تو اس کو بَحِیْرَہ بنا دیتے، اور اس بڑی کو سَائِبَہ۔ یہ بھی آزاد ہوتی۔ اس کا دودھ یا اسی کا بچہ پیتا، یا مہمانوں کو پلاتے کسی پانی گھاس سے نہ روکی جاتی۔ اور نہ ہی سَائِبَہ چھوڑنے کا۔

وَلَا وَصِيلَةٍ: یہ بھیڑ ہوتی تھی دہرے بچے دیتی۔ جب خاص مقدار تک پہنچ جاتی تو اس کو وَصِیْلَہ کا حکم لگا کر اسے بھی اپنی خاصی باتوں کے ماتحت کر لیتے۔ فرمادیا ہے کہ وصیلہ چھوڑنے کا حکم بھی اللہ نے نہیں فرمایا۔

وَلَا حَامٍ: اسم فاعل ہے حمایتہ سے جس کے معنی ہیں ہٹانا۔ بچانا۔ حَامٍ کے معنی ہیں اپنی پیٹھ کو بار برداری سے بچا لینے والا۔ بقول فتراء وہ سانڈ اونٹ جس کے بچے کا بچہ سانڈ بن کر کام دینے لگا ہو، تو اس اونٹ کو حَام کہہ کر آزاد کر دیتے تھے اور بھی کئی قول ہیں، مطلب ایک ہی ہے۔ فرمایا ہے کہ ایسا سانڈ چھوڑنے کا بھی کوئی حکم نہیں دیا۔ جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ نے ان کا حکم دیا ہے۔ حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں جانتا ہوں اول جس نے سَوَائِب سیب بنائے اور پوجا کے پتھر گاڑے۔ اور اول جس نے دین ابراہیمؑ بدلا۔ صحابہؓ نے عرض کیا وہ کون ہے یا رسولؐ اللہ۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ عمرو بن لحی بنی کعب کا بھائی۔ الحدیث۔ (روح المعانی)

عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ: یہ عَلَیْکُمْ اسم فعل ہے۔ اس کے معنی ہیں لازم پکڑے رکھو اپنے آپ کو اور حفاظت رکھو اپنی معاصی کے اکتساب سے اور گناہوں پر اصرار سے۔

شَهَادَةُ: منجملہ اس کے معنوں کے ایک معنی ہیں گواہ بننا جو یہاں مراد ہیں۔ بوقتِ موت وصیت دو کا گواہ بننا یا دو کی شہادت لازم ہے۔

Marfat.com

ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ: ضَرۡب سے فعل جمع مخاطب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں سفر کرنا یہاں یہی مراد ہے۔ اگر تم سفر میں ہو۔

تَحۡبِسُوۡنَهُمَا: حَبۡس سے فعل مضارع جمع مخاطب ہے۔ روک لو ان دو گواہوں کو شہادت کے واسطے بعد نماز عصر کے۔ بعض کا قول ہے کہ خواہ بعد کسی نماز کے۔

قُرۡبٰی: قُرۡبٰی اور قُرۡبَة نزدیکی۔ خویشاوندی۔ رشتہ داری۔

وَلِلسَّيَّارَةِ: قافلہ۔ سفر کرنے والی متفقہ جماعت۔

فَاِنۡ عُثِرَ: عثور مصدر سے فعل ماضی مجہول ہے۔ عثور کے معنی ہیں اطلاع پانا۔ مطلع ہونا یعنی اگر باخبر کیا گیا۔ اطلاع دیا گیا۔ عثر وعثار کے معنی ہیں پھسلنا۔ پھسلنے والا اپنی پھسلنے کی جگہ کو دیکھتا ہے اور اس کا واقف ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عُثِرَ کے معنی اطلاع پانے کے لئے گئے ہیں۔ البتہ اس کا مصدر عثور آتا ہے۔

اِسۡتَحَقَّا اِثۡمًا: حَقٌّ سے اِسۡتِحۡقَاق باب استفعال کا فعل ماضی تثنیہ غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں حق طلب کرنا۔ مراد ہے حق دار ہونا۔ یعنی یہ دونوں حق دار ہو گئے ہیں گناہ کی سزا کے۔

لَشَهَادَتُنَآ: شہادت کے معنی گواہی دینا ہے۔ مگر یہاں اس کے معنی قسم کے ہیں۔ یعنی ہماری قسم زیادہ حق رکھتی ہے ماننے جانے کا ان کی قسم سے۔

وَمَا اعۡتَدَيۡنَا: اِعۡتدآءٌ سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں حد سے تجاوز کرنا، تعدی کرنا۔ یعنی ہم نے پہلے دو گواہوں پر تعدی نہیں کی۔

فَاٰخَرٰنِ يَقُوۡمٰنِ: یعنی دوسرے دو قسم کے لئے کھڑے ہوں۔ مراد ہے کہ وارث پہلوں کی شہادت اور قسم میں اگر پورا یقین نہ کریں تو ان کی قسم کے خلاف خود قسم کھائیں کہ جو بات مرنے والے کے مال کے متعلق ہم کہتے ہیں وہ پہلے دونوں کی بات سے زیادہ سچی ہے اور ان کی قسم سے ہماری قسم زیادہ معتبر ہے۔

عَلٰی وَجۡهِهَا: یہاں مراد ہے اصل اصل ٹھیک ٹھیک صحیح شہادت دیں گے۔

وَكَهۡلًا: انسانی عمر کے ایک حصے میں جب انسان پہنچتا ہے تو اسے کَھل کہتے ہیں اور اس عمر کو کہولت کہتے ہیں جو چونتیس سال کے اوپر اکاون سال تک ہوتی ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بوقت رفع چونتیس سال سے کچھ کم تھی۔ آسمان سے اتریں گے تو کہولت عمر کا وقت ان پر آئے گا۔

اَلۡاَكۡمَهَ: مادرزاد اندھا۔

يَسۡتَطِيۡعُ: استطاعت باب استفعال سے مضارع غائب ہے اس کے معنی ہیں طاقت رکھنا یعنی کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے کہ خوان آسمان سے نازل فرمائے۔

Marfat.com

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ

آیات ۱۶۵ رکوعات ۲۰

یَعْدِلُوْنَ: عَدْل مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔یہاں عدل کے معنی عدول لئے جائیں تو اس کے معنی ہوں گے عدول کرتے اور روگردانی کرتے ہیں۔اور اگر اس کے معنی برابر اور مساوی لئے جائیں تو معنی ہوں گے کہ وہ لوگ اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر اور مساوی بنا کر شریک کرتے ہیں۔

اَجَلاً: اجل کسی شے کے لئے مقرر کی ہوئی مدت کو کہتے ہیں۔

تَمْتَرُوْنَ: اِمْتِرَاءٌ باب افتعال سے مضارع جمع مخاطب ہے۔اس کے معنی ہیں شک میں پڑنا یعنی تم مر کر اٹھنے میں شک کرتے ہو۔

مُعْرِضِیْنَ: اِعْرَاض باب افعال سے اسم فاعل جمع ہے۔اس کے معنی ہیں بے رخی کرنا یعنی جب کوئی آیت ان کی طرف آتی ہے تو وہ اس سے بے رخی کرتے ہیں۔

قَرْنٍ: اس کے کئی معنی ہیں جن میں سے ایک ہیں اسی سال کی مدت یا کم وبیش۔یہاں یہی مراد ہے یعنی انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کتنی صدیوں کے لوگ ہم نے ہلاک کئے۔

مَكَّنَّا: تمکِین باب تفعیل سے ماضی متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں طاقت دینا۔پاؤں جمانا۔یعنی ہم نے ان کو زمین میں طاقت اور غلبہ دیا، جتنا کہ تم کو نہیں دیا۔

اَلسَّمَآءَ: اس کے معنی ہیں آسمان۔بادل اور بارش۔یہاں بارش مراد ہے۔

مِدْرَارًا: بہت برسنے والی بارش۔

قِرْطَاسٍ: کاغذ۔

لَلَبَسْنَا: لبس مصدر سے ماضی متکلم ہے۔لبس کے معنی ہیں کپڑے سے چھپانا۔پھر بولا جاتا ہے۔نفس کو کسی شے کے معلوم کرنے سے روک رکھنا۔اُس شے سے جو پردہ کی طرح ہو،اور کسی کو شبہ میں رکھنا یعنی ہم ان کے کہنے کے مطابق فرشتہ بھی رسول بنا کر بھیجتے تو بشری صورت میں بھیجتے۔تب ان پر ہم اشتباہ ڈالے رکھتے ساتھ اس طریقے کے جس سے یہ دوسروں کو شبہ میں رکھتے ہیں۔یعنی دوسروں کو کہہ کر رسول تمہاری طرح بشر ہے۔اشتباہ میں ڈالتے ہیں تو فرشتہ کو بشری صورت میں دیکھ کر خود اشتباہ میں پڑتے۔

اُسْتُهْزِءَ: هَزْء سے باب استفعال اِسْتِهْزَاء سے ماضی مجہول ہے۔اس کے معنی ہیں ہنسی ٹھٹھا کرنا۔معنی ہیں بے شک تجھ سے پہلے آنے والے پیغمبروں میں بھی ٹھٹھا کیا گیا۔ان کلمات میں اللہ ذوالجلال کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی گئی ہے کہ مخالفین کا یہ برتاؤ آپ سے انوکھا نہیں، پہلے شاندار انبیاء علیہم السلام سے بھی یہی برتاؤ ہوا۔

Marfat.com

فَحَاقَ: بقول بعض حِوْق و حُوْق سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں احاطہ کرنا۔گھیر لینا۔پس گھیر لیا ان لوگوں کو جنہوں نے انبیاء علیہم السلام سے ٹھٹھا کیا اس عذاب نے یا اللہ کی گرفت نے جس پر ٹھٹھا کرتے تھے۔حاق کے معنی میں اور قول بھی ہیں مگر مطلب ایک ہی ہے کہ ہلاک کئے گئے۔ان کلمات میں مستہزئین کو تنبیہ ہے کہ اپنی بدانجامی سے ڈرو۔

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ: عَاقِبَة اس کے ایک معنی ہیں انجام۔خاتمہ۔یہاں یہی مراد ہیں۔مُكَذِّبِيْنَ تکذیب مصدر باب تفعیل سے اسم فاعل جمع ہے۔اس کے معنی ہیں جھٹلانا۔معنی ہیں کہ ملک میں چل پھر کر یعنی سیاحت کر کے دیکھو کہ انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے والوں کا دنیاوی خاتمہ کس بدترین حالت میں ہوا۔

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهٖ: کتابتہ سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں لکھنا۔قرآن میں اس کے معنی اور بھی کئے گئے ہیں لازم اور واجب کرنا۔فرض کرنا۔یہاں بھی لازم کرنا کے معنی میں ہے یعنی لازم کر رکھی ہے۔مقرر کر رکھی ہے اپنی ذات پر رحمت کر اس جہان میں مخلوق کے ہر فرد پر رحمت رہے گی اور دوسرے جہان میں مخلوق کی خاص خاص جنس پر ہوگی۔

مَاسَكَنَ: سُكْنٰی سے فعل ماضی ہے یا سُكُوْن سے۔سُكْنٰی کے معنی ہیں قرار پکڑنا۔رہنا۔معنی ہیں اس کے ملک میں اور تصرف میں ہے جو جو شے رات میں یا دن میں قرار پکڑتی ہے اور موجود ہوتی ہے۔اگر سکون کے مصدر سے فعل ماضی مانیں تو سکون کے معنی ہیں حرکت سے رک جانا۔ٹھہر جانا معنی ہیں اللہ ہی کی ہے ہر وہ شے جو رات میں یا دن میں اپنی حرکت سے ساکن ہوتی ہے۔یہاں متحرک کو ساتھ ذکر نہیں فرمایا۔تقابل سے ظاہر ہے کہ ساکن اسی کی ہے تو متحرک بھی اُسی کی گویا سب کچھ اسی کا ہے۔

اَتَّخِذُ وَلِيًّا: اِتِّخَاذ مصدر باب افتعال کا مضارع متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں پکڑنا۔بنانا۔وَلِيًّا کے معنی یہاں معبود کے کئے ہیں۔اس صورت میں اَتَّخِذُ کے مرادی معنی اعبد کے ہوں گے۔یعنی میں غیر اللہ کی عبادت کروں،یا غیر اللہ کو معبود بناؤ۔دوسری مراد وَلِيًّا کے معین معنوں میں سے ایک معنی ناصر۔مددگار ہیں یعنی میں غیر اللہ کو اپنا مددگار بناؤ۔

وَهُوَ يُطْعِمُ: اِطْعَام باب افعال سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں کھانا کھلانا۔لیکن یہاں مراد ہے رزق دینا۔ يُطْعَمُ اسی باب سے مضارع غائب مجہول ہے۔معنی ہیں وہ رزق مخلوق کو دیتا ہے۔کسی سے رزق نہیں لیا جاتا یعنی کسی سے رزق لیتا نہیں۔

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ: اس اِلٰی کی ایک تاویل کی ہے کہ یہ فِی کے معنی میں ہے۔یعنی بالضرور تم کو جمع کرے گا یوم قیامت میں۔

مَنْ يُّصْرَفْ: صَرْف مصدر سے مضارع مجہول ہے۔اس کے معنی ہیں ہٹانا۔پھیرنا یعنی جس شخص سے اس دن عذاب ہٹایا جائے گا۔

يَمْسَسْكَ اللّٰهُ: مَسّ سے فعل مضارع غائب ہے۔فک ادغام سے مَسّ کے معنی بقول ابوحیان ہیں دو جسموں کا باہم ملنا۔لیکن یہاں معنی میں پہنچنا بذریعہ ب کے متعدی ہو کر پہنچانا کے معنی ہیں ہو گیا ہے۔معنی ہیں اگر پہنچائے اللہ ضرر

Marfat.com

یعنی مرض تنگدستی، یا کسی اور قسم کی تکلیف، تو کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں۔ علامہ نے کہا ہے کہ بؔ زائد ہے فعل خود متعدی ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ: خَیر سے فوائد کثیرہ مراد ہیں۔ یہاں جواب مقدر ہے کہ وہی محفوظ رکھنے والا اور روک رکھنے والا ہے تیرے پاس۔ کسی دوسرے کا بس نہیں۔

اَلْحَکِیْمُ: حِکْمَت سے مبالغے کا صیغہ ہے۔ بہت کثیر حکمت والا۔ حکمت علم کائنات کی ہر شے کو اس کی حقیقی اصلیت پر جاننا ہے، یا افعال کَمَا یَنْبَغِیْ کرنا۔

اَلْخَبِیْرُ: بندوں کے دقیق حالات کو اور مخفی امور کو جاننے والا۔

یَوْمَ نَحْشُرُھُمْ: حَشْرٌ مصدر سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں جماعت کو اُس کی قرارگاہ سے نکالنا۔ یعنی ڈرو اس دن سے جب ہم ان سب کو ان کی قرارگاہوں سے نکالیں گے۔

تَزْعُمُوْنَ: زَعْم سے مضارع جمع مخاطب ہے۔ اس کے معنی ہیں جھوٹی بات بیان کرنا یعنی جن کو تم جھوٹا گمان رکھ کر پوجتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زَعْم قرآن میں ہر جگہ کذب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

فِتْنَتُھُمْ: علامہ نے راغب کے حوالے سے لکھا ہے کہ فِتْنَۃٌ فتن سے ہے۔ اس کے اصل معنی ہیں سونے کو کھرا کھوٹا معلوم کرنے کے لئے آگ میں ڈالنا۔ پھر یہ مندرجہ ذیل معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ عذاب۔ امتحان۔ بلیۃ۔ مصیبت۔ کفر۔ گمراہی۔ معذرت۔ شرک۔ یہاں بعض نے شرک مراد لی ہے اور اس کا مضاف مقدر مانا ہے۔ یعنی ان کے شرک کا اخیر یہ ہوا کہ انہوں نے کہا اللہ کی قسم یعنی اے ہمارے رب! تیری قسم ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ یعنی انکار کیا۔ بعض نے عذر معنی کئے ہیں بعض نے جواب یعنی یہ بات جواب میں کہیں گے یا بطور عذر کے۔

وَمَنْ بَلَغَ: بُلُوْغ سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں پہنچنا یعنی تاکہ اس کے ساتھ تم کو ڈراؤں اور جس کسی کو تا قیامت یہ کلام پہنچتی رہے اُسے بھی۔

لَایُفْلِحُ: اِفْلَاح باب افعال سے منفی فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی ہیں دلی مراد حاصل کر لینا راغب نے لکھا ہے فلاح دو قسم کی ہے۔ دینوی اور اخروی۔ دینوی فلاح یہ ہے کہ سعادت ایسی حاصل کرنا جس سے حیاتِ دنیا عمدہ ہو جائے۔ اخروی فلاح یہ ہے کہ سابقین میں سے یا اصحاب الیمین میں سے ہو جائے۔

اَکِنَّۃً: جمع کِنَانٌ جیسے غِطَاء اس کے معنی ہیں پردہ یعنی ہم نے اس کے دلوں پر پردے پیدا کر دیئے ہیں کہ قرآن سن کر نہیں سمجھتے یا تاکہ نہ سمجھیں۔ یہ ان کے عناد اور فساد کے سبب بطورِ سزا فرمایا ہے۔

وَقْرًا: بوجھ کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے کانوں میں ثقل جو سننے کا مانع ہوتا ہے۔ یعنی بہرہ پن اور ہم نے ان کے کانوں میں بہرہ پن پیدا کر دیا جو حقانی بات نہیں سن سکتے۔ یہ ان کے اصرار علی العناد کی شامت سے ہے۔

یَنْھَوْنَ عَنْہُ: نَھْیٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے روکنا۔ منع کرنا۔ عَنْہُ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے یا رسول

Marfat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ معنی ہیں کہ وہ لوگ قرآن سننے سے دوسرے لوگوں کو روکتے ہیں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے جانے سے لوگوں کو روکتے ہیں۔

وَيَنْـئَوْنَ عَنْـهُ: نَاْیٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں دور رہنا یعنی بذاتِ خود آپ قرآن سے یا آپ کی ذاتِ مبارک سے دور رہتے ہیں۔ بعض نے یَنْئَوْنَ کو عَنْ حرفِ جار سے متعدی بنا کر معنی کیے ہیں۔ اس صورت میں صرف اس کے عَنْہُ کی ضمیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کی ہے۔ معنی ہیں اور آپ کی ذاتِ مبارک سے مخالفین کی ایذا دور کرتے ہیں مگر ایمان نہیں لاتے۔ یہ حضرت ابوطالب اور اس کے ہم خیالوں کے متعلق ہے کہ ایمان نہ لا کر بھی بوجہ قریبی رشتہ کے آپ کی ایذا ہی سے مخالفوں کو روکتے تھے۔

وُقِـفُـوْا: وَقْفٌ و وُقُوْفٌ مصدر سے فعل ماضی مجہول اس کے معنی ہیں کھڑا ہونا اور کھڑا کرنا۔ لازم اور متعدی آتا ہے۔ یہاں متعدی ہے یعنی جب وہ آگ پر داخل ہونے کے لئے یا دکھانے اور اطلاع دینے کے لئے کھڑے کیے جائیں گے اور تو ان کو دیکھے تو بدتر حالت ان کی دیکھے گا۔

بَدَا لَهُمْ: بَدْوٌ و بَدَاءٌ سے فعل ماضی واحد غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں واضح اور کھلے طور پر ظاہر ہونا اور خوب ظاہر ہوگا ان پر جو کچھ وہ دنیا میں چھپائے ہوئے تھے۔

بِلِقَـآءِ اللّٰـهِ: مصدر ہے۔ راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں کسی شے کے بالمقابل اور سامنے ہونا، مراد ہے اللہ کے سامنے پیش ہونا۔ اس سے اٹھنا۔ مردوں کا اٹھنا بھی مراد لیتے ہیں مگر پہلے معنی افضل ہیں۔

بَغْتَةً: مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں بغیر کسی اطلاع اور خبر دینے کے فوراً آنا۔ یعنی جب ان پر قیامت فوراً آجائے گی۔

حَسْـرَةً: اس غم کو کہتے ہیں جو کسی ضروری کرنے کے کام کو نہ کرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور جو ندامت ہوتی ہے۔ اس کے معنی ہیں اے ہمارے تقصیرات کے غم تو آ۔ اب تیرے آنے کا وقت ہے۔

فَرَّطْنَا: تفریط مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کام میں کوتاہی رکھنا۔ اپنی کوتاہیوں پر جو دنیاوی زندگی میں کیں حسرت کریں گے اور اسے بلائیں گے۔

كَانَ كَبُرَ: کِبْرِیَآءٌ مصدر سے فعل ماضی ہے۔ باب اس کا مثل کَرُمَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں بڑا ہونا۔ لیکن یہاں معنی ہیں بہت ناگوار اور شاق ہونا۔ یعنی اگر تجھ کو ان کا اسلام سے، یا قرآن سے اعراض بہت ناگوار اور بہت شاق ہے تو جواب اس شرط کا آگے ہے۔

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ: اِسْتِطَاعَةٌ باب استفعال سے فعل ماضی مخاطب ہے۔ اس کے معنی ہیں طاقت رکھنا۔ سکنا۔ یعنی اگر تو طلب کر سکتا ہے۔ یعنی تجھ کو کوئی سرنگ پالینے کی طاقت ہے یا کوئی سیڑھی آسمان پر چڑھنے کی پا سکتا ہے۔

نَفَقًا: طریق نافذ۔ آگے نکل جانے والا رستہ۔ زمین کے اندر جانے والی سرنگ۔ زمین کے اندر کسی خاص جگہ تک جانے

Marfat.com

کی راہ۔

سُلَّمٌ: سیڑھی۔ یا آسمان پر چڑھنے کی سیڑھی۔ یعنی یہ سامان حاصل کرسکتا ہے تو حاصل کرلے اور ان کی مرضی کی کوئی آیت ان کو لاکر دکھادے پھر یہ ایمان لے آئیں۔

یَسْتَجِیْبُ: اِسْتِجَابَۃٌ باب استفعال اس کے اور اِجَابَۃ کے ایک ہی معنی ہیں۔ قبول کرنا مان لینا۔ یعنی مان لیتے ہیں اور قبول کرلیتے ہیں وہ لوگ جو غور و تدبر سے قرآن سنتے ہیں۔

دَآبَّۃٍ: دَبٌّ و دَبِیْبٌ سے اسم فاعل مونث ہے۔ پھر زمین پر چلنے والے ہر جاندار کو کہتے ہیں۔

اُمَمٌ: جمع اُمَّۃٌ مختلف لوگوں کی جماعت جن کو کسی امر نے جمع کررکھا ہو، ایک دین نے یا ایک زمانے یا ایک مکان نے۔ وہ امر جامع کسی کے جبر سے ہو یا اپنے اختیار سے۔ یہاں مراد حیوانیت کی شراکت ہے۔

اَمْثَالُکُمْ: جمع مثل۔ راغب نے تفصیل سے لکھا ہے کہ ایک شے کو دوسری شے جیسی بتانا۔ اگر صرف اس کے جوہر اور ذات میں مشابہت رکھے تو اسے نِدّ کہتے ہیں اور اگر ایک شے دوسری شے کے ساتھ صرف کیفیت میں شرکت رکھے تو اسے شِبْہٌ کہتے ہیں اور یہ شے سے کمیت میں مشارکت رکھے تو اس کو اس کے مساوی کہتے ہیں اور اگر یہ اس کے طول عرض اور جسامت میں مشارکت رکھے تو اس کو اس کے ہم شکل کہتے ہیں اور اگر یہ شے ان مذکورہ تمام باتوں میں دوسری سے مشارکت رکھے تو اس کو اس کی مثل کہتے ہیں۔ اس تفصیل کا یہاں کوئی موقع نہیں کیونکہ ہر جنس کا جاندار اس معنی میں انسان کی مثل نہیں بلکہ مراد ہے کہ جانداروں کی ہر نوع انسانوں کی مثل ہے اپنے حالات محفوظ ہونے میں اور تمام امور معین ہونے میں اور تمام مصلحتیں ملحوظ ہونے میں۔ سب جاندار مثل انسان کی تقدیرات الٰہیہ اور تدبیراتِ ربانیہ کی لڑیوں میں منسلک ہیں۔

مَا فَرَّطْنَا: تفریط سے ماضی متکلم ہے تقصیر کرنا۔ یہاں معنی ہیں ترک کرنا۔ ہم نے کتابِ لوحِ محفوظ میں کوئی شے نہیں چھوڑ رکھی۔ بعض نے کتاب سے مراد قرآن مجید لے کر ثابت کیا ہے کہ اس میں تمام دنیا کے علوم شامل ہیں۔ بلخی نے ایک اور جماعت نے اسی معنی کو اختیار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں وہ تمام کچھ مذکور ہے جس کی دین اسلام کے یا دنیا کے متعلق حاجت اور ضرورت پڑتی ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی ہے یہ تمام کچھ مفصل مذکور ہے یا مجمل۔ یہاں ہم روح المعانی کی اصل عبارت نقل کردیتے ہیں:

والمراد من الکتب القران و اختارہ البلخی و جماعتہ فانہ ذکر فیہ جمیع مایحتاج الیہ من امر الدین والدنیا بل وغیر ذالک اما مفصلا و اما مجملا ۱۲

امام شافعی رحمتہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان پر دین کے متعلق کسی قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آتا جس کی صحیح ہدایت قرآن مجید میں نہ ہو۔ ابن جریر نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اس قرآن میں تمام علوم نازل

Marfat.com

کئے گئے ہیں اور ہمارے واسطے اس میں ہر شے بیان کی گئی ہے لیکن ہمارا علم قاصر ہے اس بات کے سمجھنے سے جو قرآن میں ہمارے واسطے بیان کی گئی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کتاب میں کوئی چیز چھوڑتا تو ذرہ۔ رائی کا دانہ اور مچھر کا ذکر چھوڑتا یعنی ان کا ذکر نہ فرماتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا اگر میری عقال (اونٹ کے گھٹنا باندھنے کی رسی) گم ہو جائے تو میں کتاب اللہ سے اسے پا لیتا ہوں۔ اور مرسی نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں تمام اولین و آخرین کے علوم اس حیثیت سے جمع ہیں کہ ان پر کسی کے علم کا اصل اصل اور حقیقی احاطہ نہیں ہے سوائے اللہ عزوجل کے جس کا یہ کلام ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان علوم پر علمی احاطہ ہے یعنی آپؐ کے علم میں ہیں سوائے ان علوم کے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی ذات کے لئے خاص فرما رکھے ہیں ہم یہاں مرسی کی اصل عبارت روح المعانی سے نقل کر دیتے ہیں۔ وقال المرسی جمع القران علوم الاولین والاخرین بحیث لم یحط بھا علما حقیقته الا المتکلم به ثمّ رسول الله صلی الله علیه وسلم خلاما استاثر الله تعالیٰ به۔ مذکورہ بالا اردو عبارت اسی کا مطلب خیز ترجمہ ہے، یا اس کی ترجمانی ہے۔ اس سے آگے علامہ نے ایک واقعہ محی الدین ابن عربی کا نقل کیا ہے کہ میں نے ان کے بعض سے سنا۔ سچ جھوٹ کی ذمہ داری سنانے والے پر ہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی قدس اللہ سرہٗ ایک دفعہ دراز گوش سے گر پڑے۔ پاؤں ٹوٹ گیا۔ لوگ آئے کہ اٹھائیں۔ آپ نے فرمایا ذرا دیر ٹھہرو۔ وہ ٹھہر گئے پھر اجازت دی۔ اٹھائے گئے کسی نے اس کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے اس واقعہ کے متعلق کتاب اللہ میں غور کیا تھا تو اس کو سورۃ فاتحہ میں پا لیا۔ علامہ لکھتا ہے کہ یہ ایسی بات ہے کہ ہماری عقلیں یہاں تک نہیں پہنچ سکتیں۔ بلکہ فاتح سے بعض نے سلاطین آلِ عثمان کی مدت سلطنت اور فتوحات کا استخراج کیا ہے۔ علامہ لکھتا ہے کہ یہ کوئی عجیب بات نہیں فاتح شریف ام الکتاب قرآن کی ماں ہے اس سے عجائبات پیدا ہوتے ہیں۔ الفقیر الراقم عبدالرحمٰن کی ذات والا صفات میں جمیع علوم اولین و آخرین بلکہ سوائے ان کے اور علوم کثیرہ کے بلکہ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہونے کے دعوے کی بنیاد بریلوی حضرات اصلحنا اللّٰہُ وَ ایاھم کی یہی اقوال اور بیانات ہیں یہ دعویٰ انہیں اقوال و بیانات تک محدود رہنے دیا جاتا تو قابلِ قبول بھی تھا۔ کیونکہ بلخی کا اور ایک جماعت کا قول ہے۔ ابن جریر اور دیگر علماء کبار کے بیانات اس کے شاہد ہیں۔ او پر مرسی کا قول کیسا واضح ہے، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام قرآنی علوم کا عالم تسلیم کرنے میں اور علوم مختصر بذات اللہ تعالیٰ کو مستثنیٰ کر کے آپ کی علمی شان کو اور اپنے ایمان کو کس خوبی سے واضح کیا اور محفوظ رکھا ہے۔ اس مرسدی و بلخوی قول اور ابن جریری بیان میں جو اس آیت کریمہ کی تاویل میں پھیلا اور بجتا ہے علامہ نے روح المعانی میں اور امام نے تفسیر کبیر میں کوئی لے دے نہیں کی البتہ بریلوی حضرات نے اس میں بہت وسعت دے رکھی ہے جو عوام و خواص کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ان بزرگواروں سے دو امر قابل دریافت ہیں۔ اول یہ کہ کیا آپ کے پیشواؤں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطۂ علمی سے کوئی علم مستثنیٰ کیا ہے کہ یہ علم حق سبحانہ وتعالیٰ

Marfat.com

سے مختصر ہے اور اپنے اس وسعت کے دعوے میں اس استثناء کا ذکر آپ مجالس بیان میں فرمایا کرتے ہیں۔ یقیناً آپ کی طرف سے بیان نہیں ہوتا۔ دوم یہ کہ اس وسعت کے دعوے اور ذاتی وعطائی کے فرق رکھنے میں کس مفسر یا محدث کا قول آپ کا پشتیبان ہے یا خود اپنا استخراج ہے۔ اگر کسی کا قول اتنی وسعت کا ہے تو آپ نے اپنی تحریر یا تقریر میں کبھی ظاہر فرمایا ہے؟ پورا یقین ہے کہ آپ کی طرف سے دونوں امر میں سکوت ہے۔ جس طرح آپ کے اکابر نے کوئی علم مختصر بذات حق سبحانہ وتعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی احاطے سے مستثنیٰ نہیں کیا اسی طرح آپ کی اس تجویز کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی میں آپ کے ساتھ اہل السنّت والجماعت کا کوئی محدث، مفسر، مجتہد، فقیہ، یا کوئی علم کلام کا امام شامل نہیں۔ صرف آپ منفرد ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل السنّت والجماعت کے محدثین، مفسرین، مجتہدین اور ائمہ کلام کی جماعت کے ساتھ رکھے۔ آمین۔

اَرَءَیْتَکُمْ: فرا نے کہا ہے کہ اہل عرب اس کلمے کے دو طرح معنی کرتے ہیں۔ اول اس میں رویت عینی مراد لے کر معنی کرتے ہیں اَرَءَیْتَکَ کیا تو نے دیکھا ہے اپنے آپ کو؟ تثنیہ میں کہتے ہیں اَرَءَیْتَکُمَا تم دونوں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے؟ جمع میں کہتے ہیں اَرَءَیْتَکُمْ کیا تم سب نے اپنے آپ کو دیکھا ہے؟ دوم اس کو اَخْبِرْنِیْ کی بجائے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ تم مجھے بتاؤ۔

بِالْبَاْسَآءِ: حسن بصری نے اس کے معنی کئے ہیں بہت سخت فقیری اور تنگ دستی۔ یہ کلمہ مونث کے وزن پر ہے اس کا مذکر کوئی نہیں آتا۔ یہ اسم تفصیل کے معنی دیتا ہے صفت مشبہ نہیں۔

اَلضَّرَّآءِ: اس کے معنی میں امراض۔ جسمانی دردیں۔ صحت کی خرابیاں۔ اس کا مذکر بھی استعمال نہیں ہوتا۔

تَضَرَّعُوْ: ضراعۃ سے باب تفعیل تَضَرُّعٌ کا فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں عاجزی کرنا، زاری کرنا۔ معنی ہیں سختیوں کے حالات میں انہوں نے عاجزی اور فروتنی نہ کی۔

فَلَمَّانَسُوْا: نِسْیَان مصدر سے فعل ماضی جمع مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں بھول جانا۔ لیکن یہاں مراد ہے ترک کر دینا، چھوڑ دینا۔ سو جب انہوں نے چھوڑ دیا وہ کچھ جس سے ان کو وعظ کیا گیا۔

مُبْلِسُوْنَ: اِبْلَاس مصدر باب افعال سے اسم فاعل جمع مذکر ہے۔ اِبْلَاس کے معنی ہیں غم حسرت اور ناامیدی۔ راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں وہ غم جو کسی امر سے ناامید ہو جانے کے بعد ہوتا ہے۔ یعنی فوراً وہ نجات اور رحمت سے ناامید ہونے کے غم میں پڑ جانے والے ہیں۔

دَابِرُ: اصمعی نے اس کے معنی اصل یعنی جڑ کے کئے ہیں۔ اکثر نے اس کے معنی کئے ہیں سب سے آخری یعنی قوم کے آخری شخص کو کاٹ دیا گیا۔ ہلاک کیا گیا یا معنی ہیں قوم کی جڑ تک اکھیڑ دی گئی۔ دوبارہ دنیا میں ان کے ہونے کا امکان ہی نہ رہا۔

نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ: تَصْرِیْف مصدر باب تفعیل سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے یہاں معنی ہیں بار بار بیان کرنا۔

Marfat.com

دہرانا۔ اٰیات جمع 'اٰیۃ کی۔ مراد ہے قرآن مجید کی آیت۔ معنی ہیں دیکھ ہم کس طرح آیات کو دہرا دہرا کر بیان کرتے ہیں۔ طریق بیان بدل بدل کر۔

یَصْدِفُوْنَ: صُدُوْف مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ امام نے لکھا ہے کہ مَسّ کے معنی ہیں دو چیزوں کا ایک دوسری کے ساتھ جڑنا۔ معنی ہیں کہ عذاب ان کے ساتھ چمٹے گا۔ عذاب ان کے اجسام کے ساتھ جڑے گا۔

خَزَآئِنُ اللّٰهِ: جمع خزانۃ۔ اس کے معنی ہیں وہ جگہ جہاں کوئی شے محفوظ رکھی جاتی ہے اور ہاتھ وہاں نہیں پہنچتے۔ مشرکین کہتے آپ رسول ہیں تو ہمارے لئے دولت و مال عام کرا دیجئے، رزق عام ہو جائے۔ ہم خوش حال ہوں۔ تب یہ آیت اتری۔

وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ: بعض مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیب کی خبریں پوچھتے کہ ہم پیشتر باخبر ہو جائیں تاکہ نقصان سے بچیں اور فائدے کے لئے تیار رہیں۔ تب آپ کو رسول مانیں۔

وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ: پھر مشرکین کہتے کہ یہ کیسے رسول ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے، اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ نکاح کرتے ہیں اولاد رکھتے ہیں۔ اس کا جواب دلوایا کہ کہیئے میں فرشتہ نہیں کہ لوازمات انسانی مجھ میں نہ ہوتے۔ سمجھایا کہ نہ کھانا، نہ پینا، نہ خریدنا، بیچنا نہ نکاح کرنا، نہ اولاد جننا ملائکہ کی صفت ہے۔ میں اس جنس سے نہیں ہوں۔ میں بنی آدم سے ہوں اور یہ سب امور لوازمات آدمیت سے ہیں مجھ میں یہ سب باتیں نبوت و رسالت کے منافی نہیں کہ تم اعتراض کرو۔

وَاَنْذِرْ بِهِ: اِنْذَار باب افعال سے امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں خوفناک واقعہ کی خبر دینا۔ امام نے لکھا ہے موضع خوف سے اطلاع دینا۔ یعنی بذریعہ قرآن عذاب آخرت سے ڈرا۔ بِـــــہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ ان کو عذاب کی صورتوں کی خبریں سنا۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ: طَرْد مصدر سے فعل نہی حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں اپنے پاس سے دور کرنا۔ یہاں مراد ہے اپنے پاس سے نہ دور کر۔ نہ اٹھا۔ قریش نے چاہا کہ غریب صحابہؓ کو ہمارے آنے کے وقت اٹھا دیا کریں۔ تب یہ آیت اُتری۔

فَتَنَّا: فِتْنَة سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے بہت سے معنی ہیں جن میں سے ایک ہیں امتحان کرنا۔ یہاں یہی مراد ہیں۔ اسی طرح ہم نے ان کے بعض کو ان کے بعض سے آزمایا۔ امیر غریب بنا کر۔ مومن کافر بنا کر۔ وغیرہ وغیرہ قسم کا فرق رکھ کر کہ ان کا شکر و صبر دیکھیں۔

بِاٰيٰتِنَا: جمع آیت کی ہے۔ قرآن مجید کے ایک خاص حصے کو آیت کہتے ہیں جو دو گول دائروں کے درمیان ہوتا ہے، مگر امام نے بہت وسعت دی ہے۔ بلحاظ اس کے لغوی معنی کے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ اللہ کے ماسوا جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور ہستی کے آیات ہیں۔ یعنی ہستی حق تعالیٰ کے واسطے علامات ہیں۔ اس ذات پاک کی کبریائی، جلال و اکرام کی صفات کے لئے اور اس کی وحدانیت کے لئے آیات ہیں۔

Marfat.com

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ: زجاج نے مبرد سے نقل کر کے بیان کیا ہے کہ سلام کے چار معنی ہیں۔ اول سلامتی۔ دوم۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اسم ہے۔ سوم۔ بمعنی اسلام۔ چہارم۔ عرب میں بہت بلند ایک قسم کا درخت ہے جس کا یہ نام ہے۔ پھر اس کے معنی ہیں کہ سَلٰمٌ باب تفعیل کا مصدر ہے۔ یعنی سَلِمْتُ عَلَيْكُمْ سَلْمًا ۔ میں تم کو سلامتی کی دعا دیتا ہوں کہ تمہاری ذات میں۔ تمہارے دین واہل ومال میں سلامتی رہے۔

عَلٰى نَفْسِهٖ: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے واسطے کلمہ نفس استعمال فرمایا ہے۔ مراد اس کی ذاتِ پاک ہے۔ امام نے یہاں ذاتِ مقدس حق تعالیٰ مراد لے کر لکھا ہے کہ نفس جسم اور خون کے مجموعے کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک در پاک ہے۔

وَلِتَسْتَبِيْنَ: اِسْتِبَانَة باب استفعال سے مضارع غائب ہے۔ راغب نے لکھا ہے کہ بَانَ و اسْتَبَانَ و تَبَيَّنَ کے ایک ہی معنی ہیں ظاہر ہونا۔ یوں سمجھئے کہ لفظ بان میں باب استفعال استبان اور باب تفعل تَبَيُّـــــنٌ موافقت مجرد میں استعمال ہوتے ہیں۔ ترجمہ ہے اور تا کہ ظاہر ہو جائے راستہ مجرموں کا۔

نُهِيْتُ: نَهْيٌ سے ماضی متکلم مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں روکنا۔ بے شک میں روکا گیا ہوں۔

يَبْعَثَ: بَعْث سے مضارع غائب ہے۔ یہاں اس کے معنی ہیں بھیجنا، اتارنا۔ معنی ہیں وہ اللہ قادر ہے کہ تم پر عذاب اُتارے۔

مِنْ فَوْقِكُمْ: تمہارے اوپر سے جانب آسمان سے بجلی، اولے، بہت کثیر بارش، رعد یا سورج کی سخت تر حرارت وغیرہ سے۔ فَوْق کے دوسرے معنی ہیں بادشاہ۔ حکام وقت۔ ان کے ذریعے سے تم کو عذاب دے۔

مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ: پاؤں کے تلے سے، خسف اور زلزلے وغیرہ سے۔ دوسرے معنی ہیں تمہارے نچلوں سے۔ تمہارے کمین سے تمہارے عذاب کی صورت بنا دے۔

يَلْبِسَكُمْ: لَبْس مصدر سے مضارع غائب ہے۔ اس کے چند معنوں سے ایک معنی ہے خلط ملط کرنا۔ یہاں یہی مراد ہے۔ یعنی تمہارا، بہبودی کا معاملہ تم پر خلط ملط ہو جائے۔ جس سے تم باہم لڑنے جھگڑنے لگو، حتیٰ کہ کشت وخون تک کی نوبت پہنچے۔ یہ حالت بھی ایک نوع عذاب کی ہے۔

شِيَعًا: جمع ہے شِيْعَـــة کی۔ اس کے معنی ہیں وہ جماعت جو کسی ایک بات پر متفق ہو رہی ہو، یہاں مراد ہے کہ تم مختلف رائے ہو کر گروہ گروہ بن جاؤ، اور باہم عناد وفساد رکھ کر خونریزی کرو۔ اس آیت کریمہ میں عذاب کی تین صورتیں فرمائی ہیں۔ آسمان کی طرف سے، زمین کی طرف سے، یا خود باہمی خانہ جنگی سے۔ ابوالشیخ نے حسن بصری سے نقل کر کے لکھا ہے کہ پہلی دو قسم کے عذاب کفار ومشرکین کے لئے ہیں۔ تیسرا خانہ جنگی کا اس اُمت میں رہے گا چنانچہ اسلامی فرقے آپس میں کر رہے ہیں۔ یہاں علامہ نے روح المعانی میں ابن جریر سے ایک روایت نقل کی ہے۔ حسن مذکور سے اس نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور وضو کیا (یہاں روایت میں نماز کا ذکر نہیں) اور اپنے رب

Marfat.com

سے سوال کیا کہ ان (اُمت کے مسلمانوں) پر (کثرتِ گناہ کے سبب) ان کے اوپر سے یا ان کے نیچے سے عذاب نہ بھیجے اور آپ کی اُمت کو گروہ گروہ نہ بنائے، اور بنی اسرائیل کی طرح ان کو آپس میں لڑا کر قتل و غارت نہ کرائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اور کہا یا محمدؐ آپ نے اپنے رب سے چار باتیں مانگی ہیں۔ دو آپ کو دی ہیں دو نہیں دیں۔ ان پر نہ اوپر سے عذاب آئے گا نہ نیچے سے کہ ان کی بیخ کنی کر دے۔ یہ عذاب اپنے نبی کو جھٹلا دینے اور اپنے رب کی کتاب رد کر دینے والی قوم کا ہے۔ لیکن یہ (مسلمان) لوگ گروہ ہوں گے، اور باہم خانہ جنگی رکھیں گے۔ یہ دونوں عذاب (گروہ گروہ ہونا اور خانہ جنگی کرنا) کتاب اللہ ماننے والوں اور انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنے والوں کے لئے ہیں۔ حدیث بیان کی ہے امام احمد۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ الترمذی۔ ابن ماجہ اور حاکم رحمہم اللہ نے، اور صحیح کہا ہے اس کو حاکم نے اور لفظ حاکم کے ہیں۔ ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آپ فرماتے تھے۔ بے شک میرے رب نے میرے لئے زمین سکیڑ لی، حتیٰ کہ میں نے اس کے تمام مشرقی مغربی مقامات دیکھے۔ یعنی تمام مشارق و مغارب دیکھے اور مجھے سونے چاندی کے دونوں خزانے عطا فرمائے اور بے شک میری اُمت کی بادشاہت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین میرے واسطے سکیڑی گئی اور بے شک میں نے اپنے رب سے اپنی اُمت کے واسطے سوال کیا کہ عام قحط سالی سے اس کو ہلاک نہ کرے۔ سو یہ بات مجھے دے دی۔ یعنی قبول فرمائی اور میں نے سوال کیا اس ذات پاک سے کہ ان میری امت کے افراد پر مسلط نہ فرمائے کوئی غیر دشمن یہ بات بھی مجھے عطا فرما دی۔ اور میں نے سوال کیا اس ذات پاک سے کہ ان کے بعض کو ان کے دوسرے بعض سے عذاب نہ چکھائے۔ یہ بات روک لی اللہ نے مجھ سے، یعنی قبول نہ فرمائی اور فرمایا۔ یا محمدؐ! جب میں جاری کر دوں ایک امر تو وہ ہٹایا نہیں جاتا۔ بے شک میں نے مان لی ہے تیری دعا تیری امت کے حق میں کہ نہ ہلاک کروں گا اس کو عام قحط سالی سے اور نہ غالب کروں گا ان پر کوئی دشمن ان کے غیر سے جو ان کا عام استیصال کرے اگرچہ اس کے اطراف سے چڑھ آئے۔ یہاں تک کہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو گرفتار کریں گے۔

اور حدیث امام احمد و طبرانی وغیرھما نے ابوبصرہ الغفاری سے روایت کی ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی آپؐ نے فرمایا میں نے اپنے رب پاک سے چار سوال (عام امت کے واسطے) کئے۔ تین قبول فرما کر مجھے دے دیئے اور ایک سے مجھے منع فرما دیا۔ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے۔ یہ دعا مجھے عطا فرما دی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان پر کوئی غیر دشمن غالب نہ فرما۔ یہ بات بھی مجھے عطا فرما دی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو قحط سالی سے ہلاک نہ کر جیسے اور امتیں ہلاک ہوئیں۔ یہ بات بھی مجھے عطا فرما دی اور میں نے سوال کیا اللہ تعالیٰ سے کہ ان میں اختلاف ڈال کر گروہ گروہ نہ بنا، اور نہ چکھا ان کے بعض کو عذاب ان کے بعض کا۔ یعنی ان کو دینی اختلاف اور خانہ جنگی سے محفوظ رکھ تو اس سے مجھے روک دیا یعنی یہ دعا منظور نہ فرمائی۔ علامہ نے لکھا ہے کہ اس

Marfat.com

امر میں بہت سی روایتیں ہیں جن میں اُمت کی فرقہ بندی اور خانہ جنگی رہنے کی اطلاع ہے۔ ایک دعا قبول نہ فرمانے میں کدائی اختیار کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کو غالی محب ٹھیک طور پر ذہن میں رکھ کر حد کے اندر رہنے اور رکھنے کی طرف لوٹیں۔

وَيُذِيقَ: اِذَاقَة باب افعال کا مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں ذائقہ چکھنا۔ کھانے کی قلیل مقدار کھلا کر نمونہ بتانا۔ یہاں مراد ہے، عذاب آخرت کا نمونہ دنیا میں چکھانا۔ معنی ہیں تمہارے بعض کو تمہارے ہی بعض کے ہاتھوں عذاب کا مزہ چکھائے قتل وغارت اور گرفتار کرا کر۔

يَفْقَهُوْنَ: فِقْهٌ سے مضارع جمع غائب ہے۔ فِقْهٌ کے معنی ہیں کلام کا مطلب کلام کرنے والے کی مرضی کے مطابق سمجھنا۔ معنی ہیں تاکہ وہ ہمارے دہرا دہرا کر بیان کرنے سے ہمارا مطلب سمجھیں۔

وَكَذَّبَ بِهٖ: تَكْذِيب باب تفعیل کا فعل ماضی ہے اور بِهٖ کی ضمیر کا مرجع بقول ازہری اور بروایت حسن بصری قرآن مجید ہے۔ بلخی اور جبائی نے تصریف الآیات مانا ہے اور اکثر مفسرین نے عذاب قرار دیا ہے، معنی ہیں تیری قوم نے قرآن کو، یا آیات کے بیان کرنے کو یا عذاب کو جھٹلا دیا ہے۔

مُسْتَقَرٌّ: اِسْتِقْرَارٌ باب استفعال سے اسم ظرف ہے۔ ظرف زمان یعنی وقت استقرار، اور وقت وقوع ہر خبر جو بیان کی گئی ہے اس کے وقوع کا ایک وقت مقرر ہے۔

يَخُوْضُوْنَ: خَوْض مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ خوض کے معنی ہیں فضول باتوں میں پڑنا، بعض محققین کا قول ہے کہ خوض کے معنی ہیں پانی میں چلنا۔ پھر عام بے فائدہ باتوں میں پڑنے کو خوض کہتے ہیں۔ یعنی جب ہماری آیات میں خوض کرتے ہیں بایں طور کہ جھٹلاتے ہیں، استہزا کرتے ہیں، یا طعن کرتے ہیں تو تو ان کے پاس نہ بیٹھ، اٹھ جا۔

بَعْدَ الذِّكْرٰى: الذِّكْرٰى مصدر ہے بمعنی تَذْكِير، یاد کرانا، یعنی جب ہماری طرف سے یاد کرایا جائے تو اُٹھ جا۔

اَنْ تُبْسَلَ: اِبْسَالٌ باب افعال سے یا بَسْلٌ مجرد سے مضارع غائب مونث ہے۔ ان ہر دو کے معنی ہیں روکنا۔ کہ نفس اپنی کرتوت میں روک رکھا جائے کے خوف سے ان کو ڈرا اور خوف دلا۔

وَاِنْ تَعْدِلْ: عَدْل مصدر سے مضارع غائب مونث ہے۔ اس کے ایک معنی لکھا ہے سر بہا یعنی فدیہ، یعنی وہ مجرم نفس اگر مکمل اور پورے سے قدرے زائد فدیہ بھی پیش کرے گا تو قبول نہیں کیا جائے گا۔

اُبْسِلُوْا: باب افعال اِبْسَال سے فعل ماضی مجہول جمع غائب۔ قید کیے گئے۔ روکے گئے۔

اِسْتَهْوَتْهُ: یہ کلمہ باب استفعال اِسْتِهْوَاءٌ سے فعل ماضی ہے هَوٰى فى الارض سے بنا ہے۔ هَوٰى کے اک معنی ہیں بلندی سے زمین کے نچلے حصے میں اور گہرائی میں گرنا۔ بت پرست مشرک کی مثال فرمائی ہے کہ جس کو شیاطین، توحید کی بلندی سے شرک کے بہت گہرے گڑھے میں گرائے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

مَلَكُوْتَ: مصدر ہے مثل رَحَمُوْت و رَغَبُوْت کی۔ اس کے معنی ہیں بہت بڑی بادشاہی، مکمل بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔ ہم دکھاتے تھے ابراہیم کو مراد ہے عجائبات خاصہ اور آیاتِ مختصہ۔

جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ: جَنٌّ مصدر سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں ڈھانپ لینا۔ یعنی جب ڈھانپ لیا اس کو رات نے اور چھا گئی۔

رَاٰ كَوْكَبًا: ایک ستارہ دیکھا، زہرہ تھا، یا مشتری۔

فَلَمَّآ اَفَلَ: اُفُوْل مصدر سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں ستاروں کا غائب ہونا۔ غروب ہونا جب وہ ستارہ غروب ہو گیا تو کہا میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

بَازِغًا: بَزْغٌ مصدر سے اسم فاعل مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں بہنا خون وغیرہ کا یہاں مراد ہے چمکنے والا نور پھیلانے والا۔

وَجَّهْتُ: تَوْجِيْهٌ باب تفعیل کی مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کی طرف رخ پھیرنا منہ کرنا۔ میں اپنا رخ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کا اور زمین کو ایجاد کیا ہے۔

وَحَآجَّهٗ: مُحَاجَةٌ باب مفاعلہ سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں خصومت کرنا۔ جھگڑنا اور اس کی قوم نے اس کے ساتھ جھگڑا کیا۔

تُحَآجُّوْنِّیْ: مذکورہ مصدر اور باب سے فعل مضارع ہے کیا تم جھگڑتے ہو مجھ سے۔

وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا: لَبْسٌ سے فعل نفی جحد بلم اس کے ایک معنی ہیں ملا دینا۔ خلط ملط کرنا۔ یعنی انہوں نے اپنے ایمان اور توحید میں شرک اور دیگر کبائر کی ملاوٹ نہیں کی۔

وَاجْتَبَيْنَا: اجتباد باب افتعال سے ماضی متکلم ہے اس کے معنی ہیں چن لینا۔ اختیار کر لینا، ہم نے ان کو چن لیا۔ انتخاب کر لیا۔

وَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا: بِهَا کی ضمیر راجع ہے کتاب۔ حکم اور نبوت تینوں کے مجموعے کی طرف یا صرف نبوت کی طرف۔

فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ: هُدٰى مصدر اور اقتدہ میں ہ سکتہ کی ہے۔ علامہ نے کشاف کے حواشی سے بحوالہ قطب رازی نقل کیا ہے کہ اقتداء کے مامور یہ تمام انبیاء مذکورین علیہم السلام کے اخلاق فاضلہ اور اوصاف کاملہ ہیں۔

قَرَاطِيْسَ: جمع قرطاس بمعنی کاغذ۔ یہاں مراد ہے کہ اے یہود تم نے اس توراۃ کو پرزے پرزے بنا رکھا ہے کچھ ظاہر کرتے ہو، بہت کچھ چھپاتے ہو۔ خصوصاً نعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

قُلِ اللّٰهُ: یہ جواب فرمایا ہے قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى کا۔ کیونکہ یہود بوجہ شرمندگی کے جواب نہیں دیں گے۔ ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ تو کہہ دے اللہ نے نازل کی تھی۔

مُبٰرَكٌ: بہت زیادہ فائدہ اور نفع والی۔ ہر دو جہان کے منافع پر مشتمل ہے اور علوم الاولین و الآخِرِیْنَ الخرین کی حامل ہے۔ علامہ نے امام کا قول نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ اللہ کا جاری کیا ہوا طریق ہے کہ جو مسلمان شخص اس کتاب میں پورا غور

Marfat.com

وفکر کر کے پڑھتا ہے اور سمجھ کر اس پر پورا عمل کرتا ہے اور تمسک رکھتا ہے تو اُس کو اس کے ذریعے دنیا کی عزت اور آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ دنیا میں اس کی خدمت کا ثمرہ الحمد للہ ہم نے مشاہدہ کرایا ہے۔ اس ذات پاک سے ہم سوال کرتے ہیں کہ آخرت کی سعادت سے محروم نہ فرمائے۔ آمین انہ ھوالبر الرحیم۔

غَمَرَاتِ: جمع غَمْرَة بہت بڑا پانی جو اپنی تہ زمین کو چھپا لیتا ہے۔ پھر غَمَرَات شدائد اور سخت تر تکالیف کو کہتے ہیں۔ یہاں تکالیف ہی مراد ہیں۔ سَکَرَاتُ الْمَوْت۔

عَذَابَ الْهُوْنِ: حقیر اور ذلیل بنانے والا عذاب۔

فُرَادٰی: جمع ہے فَرْدٌ کی غیر قیاسی۔ راغب نے جمع فرید لکھی ہے۔ مثل اسیر کہ جمع اس کی اُسارٰی ہے۔

خَوَّلْنَا: تَخْوِیْل مصدر باب تفعیل سے ماضی متکلم ہے اس کے معنی ہیں عطا کرنا۔ دنیا جو ہم نے تم کو عطا کیا۔

اَلْاِصْبَاح: مصدر ہے بمعنی صبح امام نے لیث کا قول نقل کیا ہے۔ اس نے کہا ہے اَلصُّبْحُ وَ الصَّبَاحُ شروع دن کا وقت اس کو اِصْبَاح بھی کہتے ہیں۔ فالق الاصباح کے معنی کئے گئے ہیں کہ صبح کے اندھیرے کو پھاڑنے والا ہے۔ ایک روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، قتادہ اور ضحاک سے کہ فالق کے معنی ہیں پیدا کرنے والا۔ یہ معنی زیادہ موزوں ہیں۔ یعنی صبح پیدا کرنے والا۔

سَکَنًا: ہر اُس شے کو سَکَنٌ کہتے ہیں جس کے ساتھ انسان سکون پکڑتا ہے آرام اور راحت حاصل کرتا ہے۔ رات کو سکون، آرام اور راحت حاصل ہونے کی شے بنایا۔

حُسْبَانًا: ابو الھیثم نے اس کو حساب کی جمع لکھا ہے۔ جیسے رِکَاب اور شِهَاب کی جمع رُکْبَان اور شُهْبَان ہے۔ صاحبِ کشاف نے اس کو حَسَبَ کی مصدر مثل غُفْرَان اور کُفْرَان مانا ہے۔ معنی ہیں سورج اور چاند کے حرکتی دوروں کو معین اور مقرر حساب سے بنایا۔

فَمُسْتَقَرٌّ: ابن کثیر اور ابن عمرو نے اس کو قاف کی زیر سے پڑھا ہے باقی تمام قاری قاف کی زبر سے پڑھتے ہیں۔ امام نے ابوعلی فارسی کا قول نقل کیا ہے۔ انہوں نے سیبویہ کا قول لکھا ہے کہ قَرَّ اور اِسْتَقَرَّ کے ایک ہی معنی ہیں، یعنی اس نے قرار پکڑا۔ لہٰذا قاف کی زیر سے اسم فاعل ہے باب استفعال کا بمعنی قرار پکڑنے والا۔ اس کی خبر مِنْکُمْ اس کے پہلے مقدر مان کر ترجمہ کریں گے تم میں سے بعض قرار پکڑنے والے ہیں اور باقی قُرَّاء کی قرأت قاف کی زبر سے اسم مفعول تو ہو نہیں سکتا۔ پس اسم ظرف ہے قرار کی جگہ جیسے مَقَرٌّ ہے۔ اب اس سے پہلے لَکُمْ مقدر ہے۔ یعنی واسطے تمہارے قرار گاہ ہے۔

مُسْتَوْدَعٌ: اِسْتِیْدَاعٌ باب استفعال سے اسم مفعول ہے بوجہ متعدی ہونے کے یا اسم ظرف ہے مثل مستقر کی۔ معنی ہیں تم میں سے کوئی ودیعت رکھا ہوا ہے، یا واسطے تمہارے مکان ودیعت ہے۔ مستقر اور مستودع سے مراد لینے میں کئی قول ہیں۔ اول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ مستقر سے مراد رحم ہے جہاں بچہ ٹھہرتا ہے اور مستودع سے پشت مرد

Marfat.com

مراد ہے جہاں منی ٹھہرتی ہے۔اس کا قرار رحم کی نسبت کم ہے۔دوم اس کے الٹ۔سوم مستقر موت کے بعد کی قرارگاہ۔ مستودع جہان دنیا کی قرارگاہ ان کے سوا اور بھی تاویل کی گئی ہے۔

خَضِرًا: زجاج نے خَضِرٌ صفت مشبہ اَخضَرُ کے معنی میں لیا ہے۔لیث کا قول ہے کہ کلام اللہ کی خَضِرٌ سے مراد زرع ہوتی ہے یعنی کھیتی اگائی۔امام نے کہا ہے کہ نہایت پیداوار کو دو قسم کیا ہے۔**فالق الحب والنّٰی**۔حب سے جو کچھ اگتا ہے وہ زرع ہے اور نوی سے جو کچھ اُگتا ہے اسے شجر کہا ہے۔یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حب وہ بیج ہوتا ہے جس کے گرداگرد کوئی لطیف اور نرم مادہ نہیں ہوتا جیسے تمام قسم کے غلے،اور نوی ہر وہ بیج ہے جو خاص قسم کے لطیف مادے کے اندر ہوتا ہے خواہ کتنا صغیر اور دقیق ہو جیسے پسل اور بڑ کے بیج تمام امام کی تقسیم کچھ بن سکتی ہے۔

مُتَرَاكِبًا: تَرَاكُبٌ باب تفاعل سے اسم فاعل ہے۔اس کے معنی ہیں ایک دوسرے پر جڑ دینا جیسے خوشوں میں دانے بہت مضبوطی سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

طَلْعِهَا: کھجور کے درخت کا پہلا شگوفہ جو پھل سے پیشتر نکلتا ہے۔

قِنْوَانٌ: جمع قِنْوٌ کی خوشہ۔خرما۔گچھا کھجور کا۔

دَانِيَةٌ: دُنُوٌ سے اسم فاعل مونث ہے۔قریب ہونے والے۔

ثَمَرِهٖ: جمع ثَمَرَۃٌ کی۔اصل میں تھا ثُمُرٌ تخفیف کر کے ثَمَرٌ پڑھا۔دوسری وجہ امام نے یہ بھی ہے کہ ثمرۃ کی جمع ثمار اور ثمار کی جمع ثم ہے۔لہٰذا ثمرٌ ثَمَرَۃ کی جمع الجمع ہے بمعنی بہت زیادہ پھل۔

وَيَنْعِهٖ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں میوے کا پکنا۔اس کا باب یَنَعَ یَیْنَعُ مثل فَتَحَ کی آتا ہے،اس کے پھلوں کو دیکھو اور ان کے پکنے اور تیار ہونے کو دیکھو اور غور کرو۔

وَخَرَقُوْا: خَرْقٌ سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں خود بنالینا۔گھڑ لینا۔جھوٹ بنالینا۔معنی ہیں انہوں نے اس ذات پاک کے واسطے بیٹے بیٹیاں خود تراش لئے۔

بَدِيْعُ: اِبْدَاع باب افعال سے بمعنی اسم فاعل ہے جیسے اَلِيْم بمعنی مُؤلِم۔اِبْدَاع کے معنی ہیں کوئی ایسی شے ایجاد کرنا جس کا اس سے پہلے کوئی نمونہ یا مثال موجود نہ ہو۔معنی ہیں اللہ آسمانوں کو اور زمین کو بغیر نمونے اور مثال کے جو ان سے پہلے موجود ہو پیدا کرنے والا ہے۔

دَرَسْتَ: دَرْسٌ مصدر سے فعل ماضی مخاطب ہے۔اس کے چند معنوں سے ایک معنی بکثرت پڑھنا اور حفظ کر لینا ہے۔ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ آپ فلاں سے پڑھ کر یاد کر لیتے ہیں اور ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ: جَهْد کے معنی ہیں کوشش اور پختگی۔اَيْمَانَ جمع يَمِيْن کی بمعنی قسم۔جهد یمین کلبی اور مقاتل کا قول ہے کہ اللہ کی قسم کھانا جہد یمین ہے۔ان کے نزدیک یہ آخری حد ہے زجاج کا قول ہے کہ قسم کو بعض الفاظ سے مضبوط کرنا۔

Marfat.com

حَشَرۡنَا: حَشۡرٌ سے فعل ماضی متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں ایک جماعت کواُس کی قرارگاہ سے نکالنا۔یہاں مراد ہے مردے نکال کھڑے کرنا۔ہم نکال کھڑے کریں۔

قُبُلاً: جمع قَبِیۡلٌ بمعنی کفیل۔یعنی ثواب ملنے اورعذاب ہونے کے ذمے دار۔ درم قُبُلاً جمع قَبِیۡل جوجمع ہے قَبِیۡلَت کی۔ مراد ہے کہ قبیلہ قبیلہ اورجنس جنس کی مخلوق ان کے لئے اکٹھا جمع کریں۔سوم قُبُلاً مصدر ہے۔بمعنی ان کے عین سامنے فرشتے کردیں۔

شَیٰطِیۡنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ: شیطان سرکش حدود سے نکلے ہوئے متکبر کو کہتے ہیں۔پھر یہاں ایسے ہی جنات اور انسانوں کوانبیاء علیہم السلام کا دشمن فرمایا ہے۔دوسرے معنی یہ ہیں کہ شیاطین سے ذریعہ ابلیس مراد ہے۔پھراس ذریۃ میں سے کچھ جنات کے بگاڑ پرمقرر ہے، کچھ انسان کے بگاڑ پر۔تو یہاں شیاطین الجن والانس سے وہی دوطرح کی ذریۃ مراد ہے جوانبیاء علیہم السلام کی دشمن ہے۔مگر پہلے معنی اولیٰ ہیں کیونکہ انسان کی دشمنی ظاہر ہے۔

زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ: زُخۡرُف کے معنی ہیں زینت دار مزین۔یہاں مراد ہے بہت سجی ہوئی دلکش کلام۔

غُرُوۡرًا: مصدر ہے مفعول لہ یعنی واسطے دھوکا دینے کے۔معنی ہیں جن شیاطین انسانی شیاطین کو بذریعہ وساوس کے باطل اورغلط باتوں میں ڈالتے ہیں دھوکا دینے کے لئے یا مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یغرون غرورا خوب دھوکا دیتے ہیں یا مصدر حال ہے بمعنی اسم فاعل غارین دھوکا دینے والے ہوکر۔

وَلِتَصۡغٰی: صَغۡوٌ و صَغۡیٌ ناقص یائی وواوی دونوں مستعمل ہیں۔یہ مضارع مونث غائب ہے۔اس کے معنی ہیں مائل ہونا، جھک جانا اورتاکہ جھک جائیں اس دھوکے یا باطل مزین کلام کی طرف آخرت نہ ماننے والوں کے دل۔

وَلِیَرۡضَوۡہُ: اورتاکہ اس کواپنی ذات کے واسطے پسند کرلیں رِضیً سے فعل امر غائب ہے۔

وَلِیَقۡتَرِفُوۡا: قَرۡف سے باب افتعال اِقۡتِرَاف کا فعل امر غائب ہے۔اِقۡتِرَاف کے معنی علامہ نے لکھے ہیں کوئی اچھا یا بُرا کام کرنا۔پھر بُرا کام کرنے میں عموماً بولا جاتا ہے پس تاکہ وہ جوبُرائی کرسکتے ہیں کرلیں۔

مُقۡتَرِفُوۡنَ: مذکورہ باب سے اسم فاعل جمع ہے۔جوبُرائی کرنے والے ہیں۔

مُفَصَّلًا: تَفۡصِیۡل مصدر باب تفعیل سے اسم مفعول ہے اس کے معنی ہیں جدا جدا کرنا۔دوچیزوں کے درمیان فاصلہ کر کے ان کوظاہر کرنا۔یہاں مراد ہے کتاب کوتفصیل بنا کرنازل کیا ہے۔حق وباطل میں حلال وحرام میں، غرض ہرشے کواس کی ضد سے واضح فرق کرکے اس میں بیان کیا ہے۔

فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ: کَوۡنٌ فعل ناقص سے نہی حاضر موکد۔بنون تاکید ہے۔معنی ہیں توہرگزنہ ہو۔مِرۡیَۃٌ بمعنی شک سے باب افتعال اِمۡتِرَاءٌ کا اسم فاعل جمع سالم مجرور ہے۔معنی ہیں، شک کرنے والوں سے۔یعنی توہرگزنہ ہوشک کرنے والوں سے امام نے لکھا ہے بظاہر خطاب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر مراد اُمت کا ایک ایک فرد ہے۔

Marfat.com

حَکَمًا: امام نے واحدی کا قول نقل کیا ہے کہ حَکَمٌ اور حَاکِمٌ کے ایک ہی معنی ہیں فرق اتنا ہے کہ حاکم کا حکم عام ہوتا ہے، صحیح وغیر صحیح۔ حَکَمٌ کا حکم صحیح ہی ہوتا ہے۔

وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ: تَمَّت تَمَامٌ مصدر سے فعل ماضی واحد غائب ہے اس کے معنی ہیں کامل ہونا، پورا ہونا۔ امام نے اللہ کے کلام قرآن مجید کے کامل ہونے کی توجیہ کی ہے، اول کہ یہ کافی وافی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت کرنے کے واسطے معجزہ ہونے میں دوم یہ کامل ہے کافی ہے ہر مسلمان مکلف عاقل بالغ کے واسطے تا قیامت علمی اعتقادی اور عملی ہر چیز بتانے کے واسطے جس کی اسے اس جہان میں حاجت پڑتی ہے۔

صِدْقًا وَّ عَدْلًا: یہ ہر دو کلمے بطور تمیز کے ہیں تَمَّتْ کے واسطے یعنی تیرے رب کا قرآنی کلام کامل اور پورا ہو چکا ہے باعتبار اور عدل کے یعنی سچا ہونے میں اور باانصاف ہونے میں۔ کلام الٰہی کے سچا ہونے میں امام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے یا وعید کے خلاف ہونا محال ہے یعنی یہاں تک اس میں سچائی ہے کہ باوجود اپنی قدرت کے اسے محال بنا رکھا ہے۔ وعدے اور وعید کے خلاف قدرت رکھتے ہوئے اس کے واقع ہونے کو محال بنا دیا ہے۔

عَدْلًا: کلامِ الٰہی کی صفتِ انصاف میں کامل ہونے کی امام نے یہ توجیہ کی ہے کہ قرآن مجید کے مضامین اجمالی طور پر دو قسم میں منقسم ہیں اَخبَار یا اَحکَام جن کو تکالیف بھی کہا گیا ہے۔ بذیلِ اخبار شامل ہے ہر وہ امر جس کا ہونا یا نہ ہونا بتایا گیا ہے۔ ہر وہ خبر جو ذاتِ حق تعالیٰ کی ہستی اور وجود کی ہے۔ ہر وہ خبر جو اس کی صفات وجودی کی ہے جیسے قادر ہے سمیع علیم بصیر ہے۔ ہر صفتِ تقدیس و تنزیہہ کی خبر جیسے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ لَاتَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اللہ کے تمام قسم کے افعال کی خبر مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی کیفیت اور تدبیر کی خبر۔ عالمِ ارواح اور عالم اجسام کی خبر، اللہ تعالیٰ کے وعدے وعید ثواب وعقاب کی خبر مقدمین کے احوال کی خبر اور تمام آنے والے غیوب کی خبر، یہ تمام عنوانات قسم خبر کے تحت میں ہیں۔ قسم دوم تکالیف۔ اس سے مراد ہر امر و نہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے کی طرف عائد ہوا ہے۔ بندے سے ذوی العقول کا ہر ہر فرد مراد ہے اور ذوی العقول میں ملائک، جن اور انسان شامل ہیں۔ ان کو جو احکام دیئے جا چکے ہیں وہ سب قسم تکالیف کے تحت ہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ قسم اول یعنی اخبار درجۂ صدق میں اور قسم دوم یعنی تکالیف درجۂ عدل وانصاف میں کامل مکمل ہیں۔ دوسری تاویل اس میں یہ ہے کہ کلامِ الٰہی میں جو کلام وعدے وعید اور ثواب عقاب میں ہے وقوع کے اعتبار سے سچ ہے اور بعد وقوع کے عین عدل وانصاف میں کامل اور تام ہے۔

یَخْرُصُوْنَ: خَرْصٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں ظن اور تخمینہ سے بات کہنا اسی سے ہے۔ درخت پر پھل کے وزن وغیرہ کا اندازہ لگانا۔ پھر اس سے مراد لی جاتی ہے جھوٹ بولنا۔ معنی ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

قَرْیَة: بستی یا گاؤں کو کہتے ہیں اور باشندوں کو بھی قریہ کہہ دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں دونوں معنی مراد لئے گئے ہیں۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں یعنی گاؤں۔

Marfat.com

يَشْرَحْ صَدْرَهٗ: شَرْحٌ سے فعل مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں واضح کرنا، ظاہر کرنا۔ یہاں مراد ہے کہ اسلام کی ہر بات ماننے اور عمل کرنے کو اس کا دل کھل جاتا ہے۔یعنی اسلام کے واسطے اس کا سینہ کشادہ کر دیتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ شرح صدر کیسے ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ سینے میں ایک نور ڈالا جاتا ہے، جس سے وہ کھل جاتا ہے اور فراخ ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ اس کی علامت کیا ہے؟ فرمایا ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع رکھنا اور اس دار الغرور سے دوری رکھنا۔ اور موت آنے سے پہلے موت کے واسطے تیاری کرنا۔

ضَيِّقًا: تنگ جس میں کوئی شے نہ سمائے۔

حَرَجًا: امام نے واحدی سے اس لفظ کے معنی میں دو روایتیں نقل کی ہیں۔ اول عبید بن عمیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ یہاں کوئی قبیلہ بنی بکر کا آدمی ہے؟ ایک شخص بولا ہاں میں ہوں۔ آپ نے فرمایا تم میں حرجہ کس کو کہتے ہیں؟ اس نے کہا بہت کثیر ایک دوسرے میں پھنسے ہوئے جھنڈ دار درختوں والی زمین کے قطعے کو کہتے ہیں جس کے اندر جانے کی کوئی راہ نہ ہو، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کافر کا دل ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس کے اندر رُشد و ہدایت کی بات داخل نہیں ہوتی۔ دوسری روایت ابو الصلت ثقفی کی ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک موقع پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ میرے پاس بنی کنانہ کا وہ شخص لاؤ جس کو انہوں نے چرواہا بنا رکھا ہو۔ چنانچہ وہ ایک شخص کو لائے آپ نے فرمایا۔ نوجوان تم میں حرجہ کس کو کہتے ہیں؟ اس نے کہا حرجہ اس درخت کو کہتے ہیں جس کے گرد اتنے گھن کے درخت ہوں کہ اس اندر کے درخت تک نہ کوئی چرنے والا چوپایہ جا سکے نہ کوئی وحشی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اسی طرح کافر کا دل ہوتا ہے کہ اس تک بھلائی اور نیکی کی کوئی بات نہیں پہنچتی۔

يَصَّعَّدُ: صُعُوْد مصدر سے باب تفعل کا فعل مضارع ہے۔ اصل میں تھا يَتَصَعَّدُ ت کو ص بنا کر ادغام کیا۔ اس کے معنی ہیں تکلف سے اوپر چڑھنا۔ معنی ہیں کہ کافر کو اسلام ماننا، اور اس پر عمل کرنا یوں معلوم ہوتا ہے گویا اس کو آسمان پر چڑھنا پڑتا ہے۔

اَلرِّجْسَ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مراد ہے شیطان جوان پر مسلط کر دیتا ہے، مجاہد کا قول ہے کہ ایسی حالت جس میں کوئی خیر و خوبی نہ ہو۔ عطا کا قول ہے کہ رجس سے مراد ہے عذاب۔ زجاج کا قول ہے کہ دنیا میں لعنت اور آخرت میں عذاب۔ معنی ہیں ایسے ہی بناتا ہے اللہ عذاب ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔

يَذَّكَّرُوْنَ: اصل میں تھا يَتَذَكَّرُوْنَ۔ ت کو ذ بنا کر ادغام کیا۔ باب تفعل تَذَكُّرٌ سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں یاد کرنا۔ واسطے یاد کرنیوالے نصیحت پکڑنے والے لوگوں کے۔

دَارُ السَّلٰمِ: مراد جنت ہے اور اَلسَّلَامِ اللہ تعالیٰ کا نام مبارک ہے۔ اضافت اپنی طرف زیادہ عزت کی وجہ سے کی

Marfat.com

ہے۔ یا سَلَام کے معنی ہیں سلامتی۔ یعنی سلامتی کا گھر آفات سے مصائب اور تکالیف سے، ہر قسم کی بلا اور رزایا سے۔ یا دار السلام اس وجہ سے ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کی دعا صرف سلام کے لفظ سے ہوگی۔

یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ: مَعۡشَر۔ صراح میں اس کے معنی جماعت مردم لکھے ہیں۔ علامہ نے لکھا ہے ایسی جماعت جن کی بات ایک ہو۔ طبری نے لکھا ہے قوم میں سے ایک پوری جماعت جس میں مختلف طائفہ کے لوگ شامل ہوں۔ معنی ہیں اے جماعت جنات۔

قَدِاسۡتَكۡثَرۡتُمۡ: اِسۡتِکۡثَار باب استفعال سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں کثرت حاصل کرنا۔ معنی ہیں اے شیاطین تم نے انسانوں کو گمراہ اور نافرمان بنا کر اپنی کثرت بڑھالی۔

اَوۡلِيٰٓـؤُهُمۡ: جمع ولی کی ہے اس کے معنی ہیں دوست، محب یا مددگار۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں معنی ہیں شیاطین کے انسان دوست اور محب کہیں گے۔

نُوَلِّیۡ: تَوۡلِیَتہ مصدر باب تفعیل سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں کام سپرد کرنا۔ یہاں معنی ہیں سپرد کرنا۔ یعنی اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض دوسروں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے جیسے تم ہو گے ویسے تم پر مسلط کئے جائیں گے۔ مراد ہے حکام۔

وَاَهۡلُهَاغٰفِلُوۡنَ: یہاں غَافِلُوۡنَ سے مراد انبیاء علیہم السلام کی تعلیم اور تبشیر و انذار سے غفلت میں ہوں اور بے خبر ہوں اور ہلاک کئے جائیں۔ ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ تعلیم کانوں تک پہنچادی جاتی ہے۔ موقع دے کر پھر ہلاک کئے جاتے ہیں۔

مَعۡرُوۡشٰتٍ: عرش مصدر سے اسم مفعول مونث جمع ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ و نَصَرَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں لکڑیوں کی مچان بنا کر انگور کے درختوں کو اونچا رکھنا۔ ایسے انگور کے درخت معروشات کہلاتے ہیں اور غیر معروشات یا تو عام باغات کے درخت مراد ہیں یا خود ایسے انگور کے درخت مراد ہیں جن کو مچان کی ضرورت نہیں ہوتی یا غیر معروشات سے زمین پر بچھی ہوئی بیلیں مراد ہیں۔ قاضی بیضاوی نے یہ معنی بھی لکھے ہیں۔

اُكُلُهٗ: وہ پھل جو کھایا جاتا ہے۔

حَصَادِهٖ: یہ مصدر ہے۔ اس کا باب مثل نَصَرَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کھیتی کاٹنا۔ باغ کے پھل چننا۔ کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔ یعنی کچھ خیرات کرو۔

حَمُوۡلَةً: حمل مصدر سے صفتِ مشبہ ہے۔ اس کے معنی ہیں بوجھ اٹھانا۔ حمولت وہ حیوان چوپائے جو بوجھ اٹھانے کے کام آتے ہیں یعنی لدو بوجھ اٹھانے والے، جیسے گدھا، گھوڑا، خچر وغیرہ۔

فَرۡشًا: جو بوقت ذبح زمین پر لٹائے جاتے ہیں۔ بعض نے معنی کئے ہیں حمولت بڑے قد کے اونچے اور فرشا قد کے چھوٹے چھوٹے حیوانات۔

اَزۡوَاجٍ: جمع ہے زَوۡج کی۔ ہر اس حیوان کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اس کی جنس کا دوسرا بھی ہو جس سے یہ مل سکتا ہے۔

Marfat.com

یعنی نر مادہ۔ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کا زوج کہتے ہیں۔ اسی واسطے آٹھ فرمایا ہے۔ اگر ایک جانب کو زوج کہا جاتا تو چار فرماتے۔

مِنَ الضَّأنِ: اسم جنس ہے بھیڑ اور چھترا۔ دنبہ۔ دنبی۔ کبش اور نعجہ۔

مِنَ الْمَعْزِ: بکرا، بکری۔ یہ بھی اسم جنس ہے۔ تیس بکرا۔ ماعزہ بکری۔

فَمَنِ اضْطُرَّ: ضَرُوْرَت سے اضطرار باب افتعال کا فعل ماضی مجہول ہے۔ ت کو ط بنا کر اُضْطُرَّ پڑھا۔ جس کے معنی ہیں حاجت مند بنانا۔ یعنی جو حاجت مند بنایا گیا۔

اَلْحَوَايَا: جمع ہے حَاوِيَۃٌ کی یا حَاوِيَاء کی۔ یا جمع ہے حَوِيَّۃٌ کی۔ جیسے بَلِيَّۃٌ کی بَلَايَاء اور عَطِيَّۃٌ کی عَطَايَاء۔ اس کے معنی ہیں انتڑیوں کے اوپر کی گول گول چربی۔ معنی ہوئے انتڑیوں کے اوپر کی گول گول چربیاں بھی پیٹھ سے ملی ہوئی چربی کی طرح یہود کے لئے حلال ہیں۔

اَلْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ: کسی دعوے کی دلیل اور سند کو حُجَّۃ کہتے ہیں اور بَالِغَہ کے معنی ہیں اپنی متانت، مضبوطی، اور اثباتِ دعوٰی میں آخری حد تک پہنچنے والی۔

هَلُمَّ: اسم فعل ہے۔ اہلِ حجاز کے نزدیک اس کی گردان نہیں ہوتی۔ بنی تمیم اس کو مونث تثنیہ اور جمع بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ یہ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ یہاں متعدی ہے۔ یعنی اپنے گواہ لاؤ۔ حاضر کرو۔

يَعْدِلُوْنَ: عدل مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں برابر کرنا، مساوی کرنا، یعنی وہ اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر کرتے ہیں اور اس کا شریک بناتے ہیں۔

تَعَالَوْا: عُلُوٌّ سے باب تَفَاعُل تَعَالُوٌ بنا کر تعلیل کرنے سے تَعَالِي ہوا۔ اس سے یہ امر حاضر جمع ہے، اس کے معنی ہیں بلندی پر جانا۔ اصل میں یہ ایسی صورت کے لئے ہے جب کہ ایک شخص اونچائی پر کھڑا ہو کر نچلے کو کہے کہ اوپر آ جا۔ یعنی ایسے موقع پر بولا جاتا ہے۔ پھر عام طور پر بلانے پر استعمال ہونے لگا یہاں ایسا ہی ہے۔ یعنی آؤ میں تمہیں سناؤں۔

مِنْ اِمْلَاقٍ: باب افعال کا مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں تنگ دست ہونا اور تنگ دستی۔ معنی ہیں تنگ دستی کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو۔

اَلْفَوَاحِشَ: جمع فَاحِشَۃ کی، زنا۔ اہلِ عرب کھلے طور پر زنا کو برا سمجھتے تھے مخفی کو نہیں لہٰذا دونوں قسم سے روکا گیا۔ بعض نے کہا کہ صرف زنا ہی کو خاص نہیں کیا بلکہ عام ظاہری باطنی فحش کے قریب نہ جانے سے روکا ہے۔

اَشُدَّہٗ: بیضاوی میں محشی نے قاموس کے حوالے سے لکھا ہے کہ اُشُدَّہٗ و اَشُدَّہٗ قوت اپنی تک پہنچے۔ یہ قوت اٹھارہ سال سے تیس سال تک کی عمر میں ہو جاتی ہے۔ یہ واحد ہے جمع کے وزن پر آیا ہے یا جمع ہے اس کے لفظ سے واحد کوئی نہیں۔ یا شِدَّۃ کی جمع ہے تو اس کی جمع اَفْعُل آتی نہیں۔ لہٰذا واحد ہی مانا جائے۔

تَمَامًا: مصدر ہے اِتْمَامًا کے معنی میں باب تفعیل کا مفعول لہ واقع ہے۔ یعنی عزت اور نعمت پوری کرنے کو کتاب دی۔

Marfat.com

وَتَفۡصِيۡلًا: مصدر ہے بمعنی اسم مفعول مُفَصَّلاً یعنی بالتفصیل بیان کی ہوئی دین کی ہر بات۔

اَنۡ تَقُوۡلُوۡا: یہاں اَنۡ کے پہلے لام اور اس کے بعد لاَ مقدر مان کر ترجمہ کیا گیا ہے۔لِاَنۡ لَّاتَقُوۡلُوۡا تاکہ تم (اے اہلِ مکہ) نہ کہو۔الایتہ۔اہلِ بصرہ نے اَنۡ کے پہلے کَرَاھَةَ مضاف مقدر مان کر ترجمہ کیا ہے۔تمہارے اس قول کو مکروہ جاننے کے واسطے ہم نے اے اہلِ مکہ،تم پر کتاب نازل فرمادی۔

صَدَفَ عَنۡهَا: صَدۡفٌ و صُدُوۡفٌ مصدر سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں اعراض کرنا اور روکنا۔یعنی خود آیات سے اعراض کیا اور دوسروں کو روکا۔

يَصۡدِفُوۡنَ: صَدۡف سے مضارع جمع غائب ہے۔معنی وہی اعراض کرنا اور روکنا۔اعراض کرتے ہیں اور روکتے ہیں۔

يَنۡظُرُوۡنَ: نظر مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے ایک معنی صراح میں چشم داشتن کے لکھے ہیں۔انتظار کرنا۔یہاں یہی مراد ہیں۔معنی ہیں ہم نے توحید اور رسالت کے ثبوت میں دلائل اور براہین بیان کر کے ان کفار کے اعتقادات کا بطلان ثابت کر دیا ہے۔اب بھی یہ ایمان کو ترک کئے ہوئے ہیں،گویا نزول ملائکہ کی،یا براہِ راست اللہ کے کسی حکم کی،یا اس کے عذاب کی،یا علاماتِ قیامت میں سے کسی علامت آجانے کے انتظار میں ہیں۔

كَانُوۡا شِيَعًا: جمع شِيۡعَةٌ کی ہے۔اس کے معنی ہیں فرقہ،گروہ۔

قِيَمًا: مصدر ہے بمعنی اسم فاعل۔بہت مضبوط قیام رکھنے والا۔گویا مجسم قیام ہے۔

وَنُسُكِيۡ: نُسُک عبادت۔اور اللہ تعالیٰ کا ہر طرح کا حق جو بندے پر ہے یا ذبیحہ،معنی ہیں میری عبادت یا تمام حقوق اللہ کی ادائیگی کے یا میری قربانی صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔کوئی اور مطلب وغرض نہیں۔

مَحۡيَايَ وَ مَمَاتِيۡ: یعنی میری زندگی اور فوتیدگی کے تمام اعمال اللہ رب العالمین کے واسطے ہیں۔فوتیدگی کے اعمال سے مراد وہ اعمال ہیں جو اس وقت سے پیشتر کرنے کا حکم ہے۔

اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ: مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان سے یہ ہے کہ اس اُمت مرحومہ کے مسلمانوں سے پہلا مسلمان ہوں۔

خَلٰٓئِفَ الۡاَرۡضِ: جمع ہے خَلِيۡفَه کی۔جس کے معنی ہیں دوسرے کا قائم مقام۔اس کے اور بھی کئی معنی ہیں مگر یہاں یہی مراد ہے۔یعنی تم کو فوت ہونے والوں کا جانشین بنایا۔

دَرَجٰتٍ: جمع دَرَجَةٌ کی اس کے معنی ہیں اوپر کی بلند جگہ۔فرمایا کہ بلند کیا تمہارے بعض کو بعض پر۔عزت۔دولت۔جاہ اور حکومت کی رو سے درجوں اور رتبوں میں۔

لِيَبۡلُوَكُمۡ: بَلۡوٌ و بَلَاءٌ سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں آزمانا۔اس کا باب مثل نَصَرَ کی آتا ہے۔معنی ہیں تاکہ آزمائے اور امتحان کرے تمہارا ان اشیاء میں جو عطا کی ہیں تم کو۔

Marfat.com

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ

اٰيٰتها ۲۰٦ رکوعاتها ۲۴

الٓمّٓصٓ: یہ حروفِ مقطعات ہیں۔ان کا بیان سورۃ بقرہ کے شروع میں اوراس کی جلد دوم میں سورۃ طٰہٰ کے آغاز میں لکھا جاچکا ہے۔

حَرَجٌ: یہاں اس کے معنی ہیں تنگی یعنی مخالفین کی مخالفت اوران کے اعتراضات کے سبب آپ کے دل میں تنگی نہ پیدا ہو۔

وَذِكْرٰى: مصدر ہے بمعنی تَذْكِيْر یادکرانا مصدر باب تفعیل کا ترکیب میں منصوب ہے۔اپنے فعل تَذَكَّرَ کے مقدر ہونے سے گویا مفعول مطلق ہے۔یعنی تاکہ تو خوب ڈرائے اورفعل مقدر تُذَكِّرَ کا عطف تُنْذِرَ پر ہے۔یعنی لِتُذَكِّرَ ذِكْرٰى۔اس تاویل میں ذکریٰ کی اعرابی حالت کا بیان ہے۔دوم۔چونکہ یہ تُنْذِرَ پر معطوف ہے جو بوجہ اَنْ مقدر کے مصدر کی تاویل میں ہوکر مجرور ہے۔لہٰذا ذِكْرٰى بھی حالت جری میں ہے۔معنی ہیں لِلْاِنْذَارِ وَالتَّذْكِيْرِ یعنی کفار کو تیرے ڈرانے اور مومنین کو نصیحت دینے کے واسطے کتاب نازل کی ہے۔

بَاْسُنَا: اس کے کئی معنی ہیں۔ایک ہیں عذاب یہاں یہی مراد ہے کہ ان کے پاس ہمارا عذاب آیا۔

بَيَاتًا: اصل میں مصدر ہے بَاتَ يَبِيْتُ کی بَيْتًا۔راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں رات کو ہیں رات میں داخل ہونا۔یعنی ہماراعذاب رات میں ان پر داخل ہوا۔ترکیب میں یہ مصدر حال بن کر مستعمل ہے۔بمعنی اسم فاعل جمع بَائِتِيْنَ وہ رات میں داخل ہونے والے تھے۔رات کو ان سوتوں پر عذاب نازل ہوا۔

اَوْهُمْ قَآئِلُوْنَ: قَيْلُوْلَةٌ سے قَالَ يَقِيْلُ مثل بَاعَ يَبِيْعُ کی ہے۔اس کا اسم فاعل بھی مثال بَائِع قائل ہی ہے۔اس کے معنی علامہ نے قاموس کے حوالے سے نصف النہار لکھے ہیں،یا نصف النہار میں آرام کرنا اور لیٹنا۔نیند آئے یا نہ آئے۔ لیث نے قیلولہ کے معنی نصف النہار کو سونے کے لکھے ہیں یا عذاب بوقت دوپہر ان آرام کرتے ہوؤں پر آیا۔

مَعَايِشَ: جمع مَعِيْشَةٌ لغت میں اس کے معنی لکھے ہیں ہروہ شے جس سے زندگی قائم اور بحال رہتی ہے۔مراد ہے کھانے پینے پہننے اور سکونت کا سامان۔

مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ: اس کے معنی ہیں سامنے سے۔اس میں چاروں جہالت ابلیس نے ذکر کردیے ہیں۔آگے پیچھے سے اور دائیں بائیں سے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آگے سے مراد قیامت ہے۔قیامت کے متعلق ان کے اعتقادات گنواؤں گا۔پچھلی طرف سے مراد ہے دنیا کو دنیا میں بہت گرفتار کر کے غافل کروں گا۔دائیں طرف سے نیکیاں مراد ہیں یعنی نیکیاں ان پر بھاری بنادوں گا یا ترک کرار کھوں گا ان سے۔بائیں طرف سے مراد برائیاں ہیں۔یعنی برائیاں کراؤں گا۔امام نے لکھا ہے ملائکہ نے چاروں طرف گھر جانے سے رحم کھایا اور سوال کیا نجات اس کی کیسے ہوگی؟ باری تعالیٰ نے فرمایا اس کے لئے دو طرف ہیں۔اوپر کا ہاتھ اٹھا کر معافی مانگے۔دوم نچلا۔سجدے میں پڑ کر عاجزی

Marfat.com

کرے۔ معاف کر دیا جائے گا۔

مَذْءُ وْمًا: ذَأَمَ يَذْءَ مُ ذَامًا یعنی عیب لگانا سے اسم مفعول ہے۔ عیب کیا ہوا۔ بعض نے اس کے معنی کئے ہیں مذمت کرنا۔ مذمت کیا ہوا۔

مَدْحُوْرًا: دَحر و دُحُور مصدر سے اسم مفعول ہے۔ اس کے معنی ہیں بھگا دینا اور دور کرنا۔ دور کیا ہوا اور بھگا دیا ہوا۔

لِيُبْدِىَ: اِبْدَاءٌ مصدر باب افعال سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں ظاہر کرنا۔ تاکہ ظاہر کرے وہ جسمانی ستر جو انہوں نے چھپایا ہوا تھا۔

مَاوٗرِىَ: موارات مصدر باب مفاعلہ سے فعل ماضی مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں چھپانا جو چھپایا گیا تھا۔

سَوْاٰتِهِمَا: سَوْءَ ةٌ کے ایک معنی جو یہاں مراد ہیں مرد و عورت کے جسم کا وہ حصہ ہے جسے ننگا کرنا صحیح فطرت کا انسان بُرا معلوم کرتا ہے۔ شرگاہ۔ مطلب ہے کہ شیطان نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے دل میں ایسا وسوسہ ڈالا جس سے اس نے ارادہ کیا تھا کہ ان کا جسمانی پردہ اتروادے اور ستر برہنہ کروادے۔

وَقَاسَمَهُمَا: قَسَم سے باب مفاعلہ مُقَاسَمَة سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں قسم اٹھانا اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسم اٹھائی۔

وَدَلّٰهُمَا: صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں اَوْقَعَهُمَا یعنی ان دونوں کو وسوسے کے کام میں ڈال دیا۔ امام نے اس کے دو معنی کئے ہیں۔ اول بے جا طمع میں ڈالا ان کو۔ دوم بمعنی جرأت دلانا۔ معنی ہیں جرأت دلائی ان کو۔ تَدْلِيَته باب تفعیل کا فعل ماضی ہے۔ قاضی نے اس کے معنی لکھے ہیں شے کو اوپر سے نیچے ڈالنا۔ پھینکنا۔ بھیجنا ہیں۔ پس گرا دیا ان کو۔

يَخْصِفَانِ: خَصْف مصدر سے مضارع تثنیہ غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک شے کو دوسرے کے ساتھ جوڑنا، سینا۔ یہاں مراد ہے جسم پر چپکانا۔ جنت کے پتوں میں سے اپنے خاص جسم کے حصے پر چپکانے لگے۔

رِيْشًا: اس کے لفظی معنی ہیں جمال وحسن۔ پھر مراد ہے زینت کا لباس۔ بعض نے اس کے معنی مال کے کئے ہیں۔ یہ زینت کا سبب ہے، یا خود زینت ہے۔

وَقَبِيْلُهٗ: قَبِيل کے معنی ہیں جماعت۔ یہاں مراد ہے ذریتہ شیطان۔

فَحْشَآءَ: قباحت میں حد سے بڑھا ہوا فعل۔ بعض نے زنا معنی کئے ہیں۔

اِدَّارَكُوْا: تَدَارُك باب تفاعل سے فعل ماضی ہے۔ اصل میں تھا تدارکوا۔ ت کو دبنا کرادغام کیا۔ ہمزہ ابتداء میں لانا پڑا۔ اس کے معنی ہیں آملنا۔ یعنی جب یہ دوزخ میں جانے والے پہلوں کو جا ملے۔

لَاتُفَتَّحُ: تُفْتِيح باب تفعیل سے مضارع مونث غائب مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں کھلونا۔ اُن کے لئے یعنی ان کی دعاؤں کے لئے، ان کے اعمال کے لئے اور ان کے ارواح کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھلوائے جائیں گے۔

Marfat.com

سَمِّ الْخِيَاطِ : خِيَاط سینے کی سوئی۔ سَمِّ کا ناکا۔ جَمَل اونٹ۔ بعض اس کو میم کی جزم سے پڑھتے ہیں جس کے معنی ہیں کشتی باندھنے کا موٹا رسہ۔ یعنی کفار جنت میں اس وقت داخل ہو سکیں گے جس وقت سوئی کے ناکے سے اونٹ گزر جائے گا یا کسی کا رسہ گزرے۔ جیسے ان کا گزرنا محال، ویسے ان کا دخول جنت محال۔

مِهَادٌ: فراش۔ فرش۔ اس کی جمع مُهُدٌ و مُهُدٌ و اَمْهِدَةٌ ہے۔

غَوَاشٍ: جمع ہے غَاشِيَة کی۔ جس کے معنی ہیں اوپر کی ڈھانپ لینے والی شے۔ مراد ہے کفار کے اوپر نیچے آگ ہی آگ ہوگی۔

مِنْ غِلٍّ: حقد۔ کینہ۔ دلی نفرت۔ عداوت۔

اُوْرِثْتُمُوْهَا: باب افعال اِيْرَاث سے فعل ماضی مجہول جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں وارث؟ بنانا یعنی تم وارث بنائے گئے ہو جنت کے۔

حَقًّا: حق کے بہت معنی ہیں جن میں سے ایک ہیں موجود اور ثابت یہاں یہی مراد ہیں۔ یعنی ہم نے انعامات کے تمام وعدے موجود پالئے ہیں۔ تم نے بھی وعیدی عذاب موجود پالئے ہیں؟ کفار کہیں گے ہاں۔

اَنْ لَعْنَةُ اللّٰهِ: یہاں اَنْ اَنَّ کا مخفف ہے یا تفسیر یہ ہے اس اعتبار سے لَعْنَةُ کی ت پر ضمہ پڑھا جاتا ہے۔ معنی ہیں بے شک اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔ دوسری تاویل میں معنی ہیں کہ لعنت ہے............ الخ۔

حِجَابٌ: وہ شے جس کے ساتھ کوئی چیز چھپائی جائے۔ پردہ۔ وہ شے جو دو چیزوں کے درمیان آڑے آ جائے۔ اور ایک کا دوسری پر اثر نہ پڑنے دے۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ یعنی جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حجاب قائم کیا جائے گا۔

عَلَى الْاَعْرَافِ: جمع عُرُف۔ بلند جگہ۔ مراد ہے حجاب کی چوٹیوں پر۔ یعنی اس حجاب کی چوٹیوں پر کئی جگہ آدمی ہوں گے۔

رِجَالٌ: جمع رَجُلٌ کی۔ مراد۔ آدمی ان چوٹیوں پر کے آدمیوں کے متعلق امام نے کبیر میں، اور علامہ نے روح میں بہت قول نقل کئے ہیں۔ اول۔ وہ لوگ جن کی نیکیاں دوزخ میں جانے سے روکنے والی ہیں اور ان کی بدیاں جنت میں جانے سے روکتی ہیں۔ بالآخر یہ مغفرتِ خداوندی سے جنت میں جائیں گے۔ دوم۔ بصیغہ تحریض لکھا ہے کہ وہ جماعت انبیاء علیہم السلام ہوگی۔ خصوصی امتیاز کے واسطے ان بلند تر مقامات پر مشرف فرمائے جائیں گے۔ سوم۔ زہری نے حکایت کی ہے کہ ہر امت میں سے لوگوں کے اعمال کی شہادت دینے والے ہوں گے۔ چہارم۔ بقول مسلم بن یسار جن پر قرض رہ گیا ہوگا۔ پنجم۔ بقول حسن بصری جن لوگوں میں عجب اور خود بینی ہوگی وہ ہوں گے۔ غرض کچھ اور بھی قول ہیں مگر علامہ کا فیصلہ ہے کہ قولِ اول ارجح ہے یعنی بہتر اور قوی ہے۔

بِسِيْمَاهُمْ : مادہ سَوْم سے ہے۔ اس کے معنی ہیں علامت۔ پہچان کا نشان۔ یعنی وہ اصحابِ اعراف ہر ایک کو اہلِ جنت و اہلِ نار سے، ان کے نشانات سے پہچانیں گے۔

Marfat.com

جَمْعُكُمْ: جَمْعٌ کے معنی ہیں جماعت الناس۔ لوگوں کی جماعت۔ یہاں مراد ہے خدام۔ پیروکار۔ تابعدار یعنی تمہارے خادموں، تابعداروں اور پیروکاروں کی جماعت نے تم کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ یا جمع سے مراد ہے مال جمع کرنا۔ یعنی تمہارے مال جمع کرنے نے تم کو فائدہ نہ دیا۔

اَفِيْضُوْا: اِفَاضَته باب افعال سے فعل جمع امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں پانی بہانا۔ گرانا۔ یعنی اہل نار اہلِ جنت کو کہیں گے اوپر سے ہم پر پانی بہاؤ اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے کچھ گراؤ۔

لَهْوًا: اپنے آپ کو ایسے شغل میں مصروف رکھنا جس میں مصروفیت پسندیدہ نہ ہو لَهو ہوتا ہے۔

لَعِبًا: ایسے طریق سے فرحت طلب کرنا جس سے طلب نہ کی جاتی ہو لعب کہلاتا ہے۔

غَرَّتْهُمْ: غُرُوْر سے فعل ماضی مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں باطل طمع میں لگانا۔ دھوکا دینا۔ اس کے معنی فریفتہ کرنا بھی لکھے ہیں۔ معنی ہیں حیاتِ دنیا نے ان کو فریفتہ کر کے اپنے پیچھے لگا رکھا۔

نَنْسٰىهُمْ: نِسْيَان مصدر سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں بھول جانا۔ آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسے انہوں نے بھلائے رکھا اس دن میں حاضر ہونے کو۔

وَمَا كَانُوْا: اس کا عطف کَمَا کے مَا پر ہے **كَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا** الایۃ۔ اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔

يَجْحَدُوْنَ: جَحْد سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں جانتے ہوئے انکار کرنا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ: نظر مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی انتظار کرنا بھی ہیں۔ یہاں یہی مراد ہیں۔ وہ نہیں انتظار کرتے مگر اس کے آخری نتیجے کا۔

تَاْوِيْلَهٗ: کسی امر کا نتیجہ انجام۔

اِسْتَوٰى: باب استفعال کا فعل ماضی ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں غالب آنا۔ مسلط ہونا۔

اَلْعَرْشِ: لغت میں ہے تخت شاہی۔ یہاں مراد ہے فلک الافلاک جو جمیع ماسوائے ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کو محیط ہے۔ اِسْتَوٰى علی العرش کی کیفیت اسی کی ذات پاک کو معلوم ہے وہ اِسْتِقْرَار اور تمکن سے منزہ ہے۔

يُغْشِى: اِغْشَاءٌ باب افعال سے مضارع غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں اُڑھا دینا۔ یعنی رات پر دن کو اُڑھا دیتا ہے۔ رات کے اندھیرے پر دن کی روشنی پھیل جاتی ہے۔

حَثِيْثًا: صفت مشبہ ہے حَثٌّ سے بمعنی اسم فاعل حَاثًّا۔ یا بمعنی اسم مفعول مَحْثُوْثًا۔ مصدر کے معنی ہیں جلدی کرنا۔ یعنی دن رات کو طلب کرتا ہے جلدی کرتا ہوا یا جلدی کرایا ہوا ہو کر۔

مُسَخَّرٰتٍۭ: تَسْخِيْر باب تفعیل سے اسم مفعول جمع مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں غلبے سے مطیع رکھنا۔ اس کے ایک معنی ہیں بغیر معاوضہ دیئے کام پر لگائے رکھنا۔ یہاں پہلے معنی ہیں غلبے سے مطیع رکھنا۔ یعنی ان اجرامِ فلکیہ کو اپنی قدرتِ

Marfat.com

قاہرہ سے مسخر کر رکھا ہے۔

تَبٰرَكَ اللّٰهُ: باب تفاعُل تبارُکَ کا فعل ماضی ہے۔ زجاج نے کہا ہے کہ یہ باب برکت سے ہے۔ برکت کے معنی ہیں کثرت الخیر یعنی خیر و خوبی کی کثیر مقدار رکھنا۔ پھر اس باب تبارک سے مضارع، امر اور اسم فاعل وغیرہ استعمال نہیں ہوتے۔ امام نے کہا ہے کہ برکت کے دو معنی ہیں۔ ایک بقا اور ثبات دوم کثرت آثارِ فاضلہ۔ پہلے معنی کے رو سے مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ہی باقی اور ثابت و دوائم ہے۔ دوسرے معنی کے رو سے مطلب ہے کہ اللہ رب العالمین ہی کی طرف سے تمام کمالات اور خیرات انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا تبارک سے اسی ذاتِ پاک کی ثنا کی جاتی ہے۔

تَضَرُّعًا: ضَرَعٌ سے تَضَرُّعٌ باب تَفَعُّل کا مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں عاجزی کرنا۔ یہ ترکیب میں حال ہے۔ یعنی دعا کرو اپنے رب سے عاجزی کرتے ہوئے۔

خُفْيَةً: مصدر ہے مثل خَفَآءٌ کی۔ اس کے معنی ہیں چھپانا۔ مراد ہے چھپا کر دعا کرو۔ ابن مبارک۔ ابن جریر اور ابوالشیخ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ مسلمان مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دعا کیا کرتے تھے اور ان کی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ ایک ہمس دھیمی سی آواز ان کے اور ان کے رب کے درمیان ہوتی تھی۔ انہیں سے ایک اور روایت ہے کہ مخفی اور علانیہ دعا میں ستر درجے کا فرق ہے۔ یعنی وہ قریب اور یہ بعید ہے۔ ابی موسیٰ اشعری سے ایک حدیث ہے انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو فرمایا جو بحالت سواری بلند آواز سے تلبیہ یا تکبیر اور کلمات دعائیہ پڑھتے تھے کہ نرمی کرو اپنی جان پر۔ تم بہرے یا غیر موجود کو نہیں بلا رہے۔ تم سمیع بصیر کو بلاتے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہاری راحلہ سواری کی گردن سے بھی تمہارے زیادہ قریب ہے۔ معنی یہ کہ دعا میں اپنا چلانا کم کرو۔ یہیں سے ایک جماعت نے دعا میں بلند آواز کرنے کو مکروہ لکھا ہے اور انتصاف میں لکھا ہے کہ مخفی دعا کرنے کیواسطے یہی اشارہ کافی ہے کہ خفیہ کے لفظ مبارک کو تضرُّع کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ جس دعا میں تضرع اور عاجزی وخشوع نہ ہو وہ فائدہ نہیں دیتی۔ اسی طرح جس دعا میں اخفاء نہ ہو اور خفیہ نہ ہو اس میں فائدہ کی امید رکھنا پسندیدہ نہیں۔ اسی مقام پر صاحب روح المعانی نے لکھا ہے (اے مخاطب) تو اپنے وقت کے بہت سے لوگوں کو دیکھے گا جو دعا میں بہت اونچا چلانے پر اعتماد رکھتے ہیں خصوصاً بڑی بڑی مسجدوں میں حَتّٰى يَعْظُمُ اللَّغَطُ یہاں تک کہ شور پیدا ہو جاتا ہے، وہ نہیں جانتے کہ اس عمل میں انہوں نے دو بدعتیں جمع کر لی ہیں۔ بلند کرنا آواز کا دعا میں اور بلند آوازی مسجد میں۔

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ: اِحْبَاب باب افعال سے نفی مضارع غائب ہے۔ نہیں محبت کرتا مُعْتَدِيْنَ اِعْتِدَاء باب افتعال سے اسم فاعل جمع مذکر ہے۔ مصدر کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنا۔ معنی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ خلاف ورزی کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ ابن جریر نے ابن جریج سے نقل کی ہے کہ دعا میں بلند آواز کرنا اِعْتِدَاء ہے۔ حکم کی خلاف ورزی ہے۔ اب وہ مسلمان غور کریں جو بعد نماز بہ آواز بلند درود شریف پڑھتے ہیں۔ درود شریف دعا ہے اور دعا

Marfat.com

میں بلند آوازی حکم کی خلاف ورزی ہے جسے اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔ نیز یہ بات واضح ہے کہ ان نمازیوں میں بحالتِ سلام تضرع۔ خشوع اور عجز کا اظہار نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسلام کی اس مروجہ صورت میں دعا کے دونوں حکم موجود نہیں۔ اِخفاء اور تَضَرُّع بتائیں جب ایک حکم نہ ہونے سے دعا درجے سے ساقط رہتی ہے، دونوں نہ ہونے سے کیا ہوگی؟

خَوۡفًا وَّطَمَعًا: دونوں مصدر ہیں۔ خوف کے معنی ہیں ظنی علامات سے، یا یقینی سے کسی آنے والی تکلیف اور ضرر کی انتظار میں رہنے کی حالت کو خوف کہتے ہیں۔

طَمَعٌ: نفس کا کھنچے رہنا۔ کسی چیز کی طرف شہوت اور رغبت سے۔ علامہ نے لکھا ہے۔ خوف ناپسند امر کی توقع رکھنا جو آنے والا ہے۔ طمع محبوب شے حاصل ہونے کی توقع رکھنا۔ ترکیب میں حال ہیں خائفین طامِعین یا مفعول لہٗ ہیں یعنی واسطے خوف کے اور طمع کے۔

بُشۡرًا: مخفف ہے بُشُرٌ کا جو جمع ہے بَشِیۡرٌ کی۔ خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔

اَقَلَّتۡ: اقلال مصدر باب افعال سے فعل ماضی مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں اٹھانا۔ پورے کا پورا اٹھانا۔ جب وہ اٹھا لیتی ہیں بادل کو۔

سُقۡنٰهُ: سَوق مصدر سے ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں ہانک کرلے جانا۔ یہاں مراد ہے، لے جانا ہم اس کو لے جاتے ہیں۔

نَكِدًا: قَلِیۡلًا بہت قلیل، غیر مفید۔ جس میں کوئی خیر و خوبی نہ ہو۔

اَلۡمَلَاُ: بقول فرآء بالخصوص مردوں کی جماعت۔ اکثر نے اس کے معنی لکھے ہیں معززین کی جماعت جو اپنے رعب سے دل بھر دیتے ہیں۔ اپنے ظاہری حسن و جمال سے نگاہیں بھر دیتے ہیں اور اپنے پیروکاروں سے مجلسیں اور ڈیرے بھر دیتے ہیں۔

رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ: جمع ہے رِسَالَت کی مصدر ہے یہ جمع ہے باعتبار احکام اور اوامر و نواہی مختلفہ کے۔

عَمِیۡنَ: عَمِیٌّ کی جمع ہے جو صفت مشبہ ہے۔ دل اور عقل کا اندھا۔ یہ اصل میں عَمِیِّیۡنَ تھا۔ تخفیف سے عَمِیۡنَ پڑھا۔ دل اور عقل کے اندھے لوگ تھے۔

سَفَاهَةٍ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں جہالت۔ کم عقلی۔ ہم تجھے دیکھتے ہیں جہالت اور بے عقلی میں۔

بَسۡطَةً: مصدر ہے توسع۔ فراخی۔ یا قد کی بہت لمبائی۔ یعنی خلقت میں تم کو قدوں میں بہت لمبائی دی۔

اٰلَآءَ اللّٰهِ: علامہ نے اس کے واحد میں چند وجہیں لکھی ہیں۔ اول اَلۡیٌ مثل حَمۡل و اَحۡمال کی۔ گویا اصل میں تھا اٰءۡ لَاءٌ دوسرے ہمزے کو الف بنا کر پڑھا آلاءٌ ہوا۔ دوم اُلۡیٌ مثل قُفۡلٌ اقفالٌ کی۔ آلاءٌ میں مثل اول کی تخفیف ہوئی۔ سوم اِلۡیٌ مثل معیٌ جمع اَمۡعَا جمع میں تخفیف مثل اول کی ہے اس کے معنی ہیں نعمتیں۔ انعامات۔

رِجۡسٌ: عذاب یا لعنت۔

Marfat.com

غَضَبٌ: بعض نے اس کے معنی لعنت کے لیے ہیں۔ ویسے غضب انتقام لینے کیواسطے دلی حرارت کے جوش میں آنے کی حالت کو کہتے ہیں۔

بَوَّءَ: بَوَّاءٌ مصدر باب تفعیل سے فعل ماضی ہے۔ سکونت و رہائش کی جگہ دی تم کو زمین میں۔

تَنْحِتُوْنَ: نحتٌ مصدر سے فعل مضارع حاضر ہے۔ پتھر وغیرہ تراشنا۔ تم پہاڑوں کے پتھر تراشتے تھے گھر بنانے کو۔

لَا تَعْثَوْا: عثو مصدر سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ علامہ نے عَثٰی سے لکھا ہے فساد کرنا۔ مفسدین حال ہے تاکید کے لئے معنی ہیں فساد نہ کرو۔

اَلرَّجْفَةُ: زلزلہ سخت۔ آسمانی سخت آواز۔

جٰثِمِیْنَ: جُثُوْم مصدر سے اسم فاعل جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں سینہ زمین پر رکھنا۔ مراد ہوتی ہے ہلاک ہونا۔ پس وہ ہلاک ہونے والے ہوگئے۔

لَنُخْرِجَنَّکَ: اِخْرَاج مصدر سے مضارع متکلم موکد بہ لام تاکید و نون ثقیلہ۔ ہم بالضرور تجھ کو نکالیں گے۔

مِلَّةٌ: طریقہ۔ دین کا خاص راستہ۔ مذہب۔

اِفْتَحْ: فَتَاحَةٌ سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں فیصلہ کرنا۔ فیصلہ کا حکم سنانا۔ اے ہمارے رب فیصلہ فرما ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق حق۔

کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا: غِنیً مصدر سے مضارع نفی جحد بلم ہے۔ اس کا باب مثل رَضِیَ کی ہوتا ہے، اس کے معنی ہیں کسی جگہ زمانہ طویل تک بسنا۔ بعض نے کہا ہے کہ خوش حالی میں کسی جگہ رہنا سہنا۔ ہلاکت کے بعد یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ یہاں بسے ہی نہیں ان کا کوئی نشان تک نہ رہا۔

اٰسٰی: مُوَاسَات باب مفاعلہ سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی صاحب صراح نے لکھے ہیں بمال و تن کسی سے ہمدردی کرنا۔ یہاں مراد ہے افسوس کرنا۔ کافر ہلاک ہونے والے لوگوں پر میں افسوس کیسے کروں۔

اَلْبَاْسَآءِ: ضرر۔ تکلیف۔ امراض جسمانی۔

یَضَّرَّعُوْنَ: اصل میں یَتَضَرَّعُوْنَ تھا۔ ت کو ض بنا کر ادغام کیا۔ اس کے معنی ہیں عاجزی کرنا۔ زاری کرنا۔

حَتّٰی عَفَوْا: عَفْوٌ مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کثیر ہونا۔ یہاں یہی مراد ہیں، یعنی حتّٰی کہ وہ بہت کثیر ہوگئے مال اولاد اور سرمائے میں۔

بَغْتَةً: مصدر ہے۔ اس کی ماضی بغت ہے۔ اچانک۔ بلا اطلاع آنا۔ آپڑنا۔

بَیَاتًا: مصدر ہے بَاتَ فعل ماضی۔ اس کے معنی ہیں رات کو دشمن پر حملہ کرنا۔ معنی ہیں ہمارا عذاب ان پر رات میں فنا کرنے کو آجائے۔

Marfat.com

اَوَلَمْ یَهْدِ: ہدایت سے نفی جحد بلم ہے۔ یہاں اس کے معنی علامہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور مجاہد سے تبیین کے کئے ہیں اور کیا واضح نہیں کیا۔ ان لوگوں کے لئے جو وارث ہوئے زمین کے اس کے اہل کے بعد۔

حَقِیْقٌ: لغت میں اس کے معنی ہیں جدیر۔ لائق۔ بعض نے حریص لکھے ہیں۔ یعنی میں اس لائق ہوں یا اس پر حریص ہوں کہ اللہ کے متعلق حق حق اور ٹھیک ٹھیک کہوں۔

ثُعْبَانٌ: سانپ۔ نر ہو یا مادہ۔ بالکل عصا اپنی مقدار کا سانپ بنا تھا۔

اَرْجِئْهُ: اِرْجَاء باب افعال سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں موخر کرنا۔ یہاں مراد ہے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو۔

اَلْمَدَآئِنِ: جمع مَدِیْنَۃ کی ایسی آبادی جس کے مکانات کی تعداد قَرْیَہ کے مکانات کی تعداد سے بہت کثیر ہو۔ المصر الجامع۔ بڑا شہر بڑے بڑے شہروں میں جا کر جادوگر جمع کر کے لائیں۔

حٰشِرِیْنَ: حَشْر مصدر سے اسم فاعل جمع ہے اس کے معنی ہیں اکٹھا کرنا۔ جمع کر کے لانے والے۔

وَاسْتَرْهَبُوْا: رَهْب سے باب استفعال اِسْتِرْهَاب سے فعل ماضی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں خوف دلانا۔ ڈرانا۔ لوگوں کو خوف دلایا اور ڈرایا۔

تَلْقَفُ: لَقْفٌ مصدر سے مضارع مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں جلدی سے نگلنا۔ معنی ہیں جو کچھ انہوں نے گھڑا تھا جلد جلد نگلتا جاتا تھا۔

اٰذَنَ: اِذْن مصدر سے مضارع متکلم ہے ف کلمے کا ہمزہ الف بنا ہے۔ پیشتر اس کے کہ میں اذن دیتا تم کو۔

مَاتَنْقِمُ: نَقْم سے مضارع منفی واحد حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں عیب لگانا۔ طعن دھرنا۔ یعنی تم ہم میں یہی عیب پاتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے ہیں۔

اَفْرِغْ: اِفْرَاغ سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں بہانا گرانا۔ بہادے ہم پر صبر یعنی صبر کثیر دے۔

سِنِیْنَ: جمع سَنَۃٍ مراد ہے اس سے قحط کا سال۔ دوسرے سال کو **عَام** کہتے ہیں۔ سَنَۃٌ صرف قحط کے برس کے لئے خاص ہے۔ بے شک ہم نے آلِ فرعون کو قحط سالیوں میں پکڑا۔

مَهْمَا: اصل میں تھا مَا اِنْ شرطیہ کے معنی میں۔ یعنی اگر دوسرا مَا تاکیدی ہے۔ اب پہلے ما کا الف ہ سے بدلا مَهْمَا ہوا۔ یعنی اگر تو ہمارے پاس کوئی جادو کرنے کو لائے گا تو ہم اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ یعنی یہاں مَهْمَا کے معنی ہیں۔ اگر۔

یَعْكُفُوْنَ: عَكْف و عُكُوْف مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں قائم ہو جانا۔ لازم کر لینا۔ یعنی وہ اپنے بتوں کی عبادت پر قائم تھے۔ اسی مادے سے اعتکاف ہے۔

مُتَبَّرٌ: تَتْبِیْر باب تفعیل مصدر سے اسم مفعول ہے۔ اس کے معنی ہیں ہلاک کرنا، توڑ پھوڑ دینا۔ یعنی بے شک یہ قوم جس

Marfat.com

دین اور بت پرستی پر ہے وہ فنا ہونے والی اور مٹ جانے والی ہے میرے ہاتھوں۔علامہ نے یہاں لکھا ہے عَلٰی یَدِیْ ۔ میرے ہاتھ پر۔

یَسُوْمُوْنَکُمْ: سَوْمٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے ایک معنی ہیں تکلیف دینا۔یعنی تم کو بدترین عذاب کی تکلیف دیتے تھے۔

بَــلَاءٌ: لغت میں اس کے معنی لکھے ہیں امتحان لینا۔اختیار کرنا یعنی آزمانا تکالیف سے یا انعامات سے۔علامہ نے لکھا ہے نعمت یا محنت۔نجات کی صورت میں نعمت اور ایام ابتلاء میں محنت تھی اللہ کی طرف سے بہت عظیم۔

مِیْقَاتُ: کام کا وقت یا کام کی جگہ۔معنی ہیں اس کے رب کا مقررہ کام۔کام کا وقت چالیس رات مکمل اور پورا ہو گیا۔

تَجَلّٰی: تَجَلِّیْ باب تفعل سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں ظاہر ہونا۔جب جلوہ فرمایا اُس کے رب نے پہاڑ پر۔

دَکًّا: مصدر ہے بمعنی مَدْکُوْک ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا۔اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

خَرَّ: خُرُوْرٌ مصدر سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں گرنا۔موسیٰ (علیہ السلام) گر پڑا۔

صَعِقًا: صَعْقَةٌ سے صفت مشبہ ہے۔بمعنی صَاعِق اس کے معنی ہیں بے ہوش ہونا۔یعنی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

اَفَاقَ: اِفَاقَةٌ باب افعال سے فعل ماضی ہے۔علامہ نے یہاں لکھا ہے کہ اِفَاقه کہتے ہیں انسان میں عقل وفہم جو کسی سبب سے زائل ہو چکی ہو، دوبارہ واپس آ جائے۔اس واپس آنے کو افاقہ کہتے ہیں۔یعنی جب اس میں عقل وفہم واپس آ گیا۔ہوش میں آیا۔

سَاَصْرِفُ: صَرْفٌ مصدر سے فعل مضارع متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں پھیر دینا۔ہٹا رکھنا۔میں اپنی آیات سے ہٹا رکھوں گا ان لوگوں کو جو تکبر کرتے ہیں یعنی ان کو ایمان کی توفیق نہ دوں گا۔

سَبِیْلَ الرُّشْدِ: راغب نے اس کے معنی میں بعض کا قول نقل کیا ہے کہ رشد کہتے ہیں ہر دینی اُخروی اور ہر دنیاوی امر کی سمجھ رکھنا۔رَشَد کہتے ہیں صرف امور اخرویہ کی سمجھ رکھنا۔یعنی وہ طریق رُشد کو جس سے دین و دنیا دونوں سنورتے ہیں اپنا طریق نہیں بناتے بلکہ مرضی کے اور رواجی کام کرتے ہیں۔

سَبِیْلِ الْغَیِّ: غَیٌّ ۔فاسد اور ردی اعتقاد کے ذریعے جہالت میں رہنا اور صحیح سمجھ بوجھ نہ رکھنا۔

لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ: اس کی ترکیب میں دو وجہ ہیں۔اول لِقَاء کا اور مضاف الیہ ہے۔گویا اصل کلام اس طرح ہے لِقَآءِ هِمُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ ۔یعنی اپنے دار آخرت کے ملنے کو جھٹلاتے ہیں۔دوم اس مصدر کا فاعل اور مفعول ہر دو محذوف ہیں اور آخرت ظرف ہے مضاف الیہ اس صورت میں کلام اس طرح ہے لِقَاءِ هِمُ ما وعده الله تعالیٰ فی الاخرة من الجزاء ۔یعنی وہ جھٹلاتے اور انکار کرتے ہیں اپنے ملنے کا۔اس جزا سزا کو جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

مِنْ حُلِیِّهِمْ: جمع ہے حَلْیٌ کی۔زیور۔یہاں چاندی سونے کے زیور مراد ہیں۔

Marfat.com

خُوَارٌ: خاص کر بچھڑے اور گائے کی آواز۔ گویا خُوَارٌ اسم صوت ہے۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيۡۤ اَيۡدِيۡهِمۡ: سُقِطَ ماضی مجہول ہے سُقُوْط مصدر سے گرنا۔ مگر صراح میں سُقِطَ فِي يَدِهٖ بصیغہ مجہول کے معنی لکھے ہیں پشیمان ہونا۔ یہاں اَيۡدِيۡ جمع ہے۔ لہٰذا معنی ہیں کہ سب کے سب وہ پشیمان ہوئے۔ گویا اہلِ عرب کا یہ محاورہ ہے کہ جب کسی شخص کی پشیمانی کی خبر دینا ہو تو کہتے ہیں سُقِطَ فِيۡ يَدِهٖ وہ پشیمان ہوا۔ امام اور علامہ ہر دو نے اس محاورے کے کچھ وجوہ لکھے ہیں جو بوجہ طوالت کے ترک کئے گئے ہیں۔

وَرَاَوۡا: رُؤۡيَة سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں آنکھ سے دیکھنا مگر یہاں مراد ہے یقین سے جلد معلوم کر لینا اور انہوں نے جان لیا کہ گمراہی میں پڑ گئے ہیں۔

غَضۡبَانَ: غَضَب سے صفت مشبہ ہے۔ غضب ناک حال میں۔

اَسِفًا: بقول ابودرداء و محمد القرظی۔ عطاء اور الزجاج شدید الغضب اور بروایت ابن عباس حسن بصری اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ حزین غمناک ہو کر۔ ابو مسلم کے نزدیک ہر دو کے معنی ایک ہی ہیں اَسِفًا سے تاکید کی گئی ہے یعنی جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف بہت غضب ناک ہو کر لوٹے۔

بِئۡسَمَا خَلَفۡتُمُوۡنِيۡ: خلافته مصدر سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کام میں دوسرے کا قائم مقام ہونا یا دوسرے کو کسی کا قائم مقام کرنا۔ لازم ہے اور متعدی بھی۔ اگر خطاب حضرت ہارون علیہ السلام اور مومنین کو مانا جائے تو معنی ہیں تم نے میری قائم مقامی بُری طرح کی ہے کہ تم نے میرے عہد کی روایت نہیں رکھی اور تم نے سامری اور اس کے تبعین کو روکا نہیں۔ اور خطاب بچھڑا پوجنے والوں کو مانیں تو معنی ہیں کہ تم نے میری غائبانہ حالت میں بچھڑا پوجنے کا فعل بہت بُرا کیا۔ جب تم مجھ سے توحید معلوم کر چکے ہو اور شرک کی نفی جان چکے ہو۔

اَعَجِلۡتُمۡ اَمۡرَ رَبِّكُمۡ: عُجۡلَته سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے کو اس کے وقت سے پہلے کرنا۔ عُجۡلَته مذموم ہے بُری سمجھی جاتی ہے۔ سُرۡعَته بہتر سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ سرعت کہتے ہیں، کسی شے کو اس کے خاص اوقات کے آغاز میں کرنا۔ اس کے معنی ہیں تم نے اپنے رب کے حکم میں جلد بازی کی ہے۔ اس کا وعدہ تھا کہ تیس دن کے قیام کے بعد کتاب دی جائے گی۔ پھر کسی حکمت سے دس دن بڑھا کر چالیس مقرر فرمائے۔ ابھی پورے نہ گزرے تھے کہ کچھ قوم گمراہ ہوئی۔ انہیں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ خطاب ہے۔ اَمۡر سے مراد وعدہ ہے۔

فَلَا تُشۡمِتۡ: اِشۡمَاتٌ مصدر باب افعال سے فعل نہی حاضر ہے۔ یہ باب شَمَاتَته سے بنا ہے، اس کے معنی ہیں اپنے دشمن اور مخالف کی مصیبت اور بلا میں خوش ہونا۔ معنی ہیں کہ میرے ساتھ ذلت آمیز سلوک کر کے میرے مخالفوں کو خوش نہ کر۔

الۡمُفۡتَرِيۡنَ: فَرۡيٌ سے اِفۡتِرَاءٌ باب افتعال کا اسم فاعل جمع مذکر ہے۔ فَرۡی کے معنی ہیں چمڑے کو سینے اور سنوارنے کے

Marfat.com

لئے کاٹنا۔ اِفْرَاءٌ باب افعال کے معنی ہیں سنوارنے یا بگاڑنے کے لیے کاٹنا۔ اسی طرح اِفْتِرَاءٌ باب افتعال بھی دونوں امر کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن بگاڑنے اور خراب کرنے کے واسطے دھوڑی۔ چمڑا کاٹنے میں اس باب کو زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ پھر کلمہ افتراء یا اس کے مشتقات قرآن مجید میں بقول راغب جھوٹ شرک اور ظلم میں سے کسی ایک کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ یہاں جو معنی لیں ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم مفترین کو جزا دیتے ہیں۔

اَلسَّیِّاٰتِ: جمع ہے سَیِّئَۃٌ کی۔ یہ مونث ہے سَیِّیٔ کی۔ اس کے معنی ہیں قبیح اور بُری بات۔ تمام معاصی اور کفر مراد ہے۔ یعنی جو کفر اور معاصی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

سَکَتَ: سکُوت سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں خاموش ہونا۔ چونکہ خاموشی میں ایک گونہ سکون بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں سَکَتَ سے سِکَنَ کے معنی مراد لئے ہیں۔ جب موسیٰؑ سے غضب میں سکون ہوا۔

وَفِیْ نُسْخَتِهَا: نَسْخٌ کے کئی معنی ہیں ایک معنی ہیں ایک کتاب سے حرف بحرف نقل کرنا۔ لہٰذا نسخہ اس کتاب کو کہتے ہیں جس سے نقل کی گئی ہو اور جو نقل کی ہوئی کتاب (توراۃ) مراد ہے یعنی ان الراح کے نسخے میں جن سے نقل کی گئی، یا اس نقل کی ہوئی کتاب کے نسخے میں ہدایت اور رحمت تھی اپنے رب سے ڈرنے والے لوگوں کے لئے۔

وَاخْتَارَ: خَیْر سے باب افتعال اختیار سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں اچھا جان کر الگ کر لینا۔ چن لینا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے ستر آدمی توبہ کرنے کے لئے کوہ طور پر لے جانے کو منتخب کئے۔ لکھا ہے بارہ سبط تھے۔ ہر ایک میں سے چھ چھ اشخاص لئے بہتر ہوئے۔ کالب اور یوشع کو جانے والوں کے برابر ثواب مل جانے کے وعدے پر چھوڑا اور باقیوں کو لے گئے۔

اَلرَّجْفَۃُ: زلزلہ۔ مصدر ہے فَعْلَۃ کے وزن پر مرۃ کے واسطے۔

فِتْنَتُکَ: فِتْنَه کے کئی معنی ہیں ایک ہیں امتحان میں ڈالنا۔ یہاں یہی مراد ہیں۔ تو نے ہی ان کو امتحان میں ڈالا ہے۔

اِنَّا هُدْنَآ اِلَیْکَ: ہَوْدٌ مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے مثل قَوْل سے قُلْنَا کی۔ اس کے معنی ہیں نرمی اور رفق سے رجوع کرنا۔ عرف عام میں توبہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ہم تیری طرف توبہ کر کے رجوع کرتے ہیں یا رجوع کر لیا ہے۔

اِصْرَهُمْ: اس کے معنی ہیں ایسے امور اور ایسی پابندی اور دشواری جس سے نیکیاں اور کارہائے خیر جو باعث ثواب اور درجات ہوں نہ ہو سکیں۔ اس کے ایک لغوی معنی ہیں ثقل۔ بوجھ۔

وَالْاَغْلٰلَ: جمع غُلٌّ مجرم کے گلے میں لوہے کا طوق ڈال کر کسی اونچی شے سے باندھ دیا جاتا ہے کہ بیٹھ نہ سکے۔ منجد میں اس کا نقشہ خوب دکھایا ہے۔

وَعَزَّرُوْهُ: تعزیر باب تفعیل سے فعل ماضی ہے۔ تَعْزِیْر کے دو معنی ہیں۔ اوّل۔ عزت اور تعظیم دل میں رکھ کر مدد کرنا۔

Marfat.com

دوم کسی کو اس کے نامناسب فعل پر حد سے کم درجے کی تادیب کرنا، یہاں اوّل معنی مراد ہیں۔ یعنی اس کی باعزت وتعظیم مدد کی۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ: قطع سے تَقطِیع باب تفعیل سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں کاٹنا، چونکہ یہ فعل ایک مفعول چاہتا ہے۔ اس لئے اس کو تصییر کے معنی میں کر کے معنی کئے ہیں۔ یعنی کر دیا ہم نے ان کو بارہ قبیلے۔

اَسْبَاطًا: جمع سے سِبطٌ کی اس کے معنی ہیں ولد الولد۔ اولاد کی اولاد۔ پھر ولد البنت، دختر زادہ کو کہتے ہیں اور حَفِید ولد الابن، پوتے کو کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے ذکر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد کے ایک ایک خاندان کو سِبط اور سب کو اَسباط کہتے ہیں، یہاں یہی مراد ہیں۔ ہم نے ان کو بارہ اسباط (قبیلے) بنا دیا۔

فَانْۢبَجَسَتْ: بَجسٌ سے اِنبجاس باب انفعال سے فعل ماضی مونث غائب ہے۔ اِنبجاس کے معنی ہیں چشمے سے تھوڑا تھوڑا پانی پھوٹ کر نکلنا۔ یعنی اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹے جن سے تھوڑا تھوڑا پانی نکلتا تھا۔

اُنَاسٍ: جمع ہے اِنسیٌّ کی۔ ایک انسان۔ مراد ہے ان اسباط کے ہر ہر انسان نے اپنی اپنی پینے کی جگہ معلوم کر لی اور اگر اس کو اسم جمع مانا جائے تو پھر معنی ہوں گے ہر سبط نے اپنی جگہ معلوم کر لی۔ قاضی بیضاوی نے اسم جمع مان کر ترجمہ کیا ہے۔

حِطَّةٌ: قاموس میں لکھا ہے کہ ایک شخص دوسرے سے سوال کرے اپنے اوپر سے بوجھ اُتر وا دینے کا، تو کہتے ہیں اِستَحطَّهُ وِزرَهُ۔ اس عبارت کی بجائے حِطَّةٌ اسم مقرر ہو گیا ہے تو حِطَّةٌ کے معنی ہوئے کہ میں تجھ سے اپنا بوجھ اُتر وانے کا سوال کرتا ہوں۔ مراد ہے کہ یا اللہ میں تجھ سے اپنے گناہوں کا بوجھ اُتر وانے کا سوال کرتا ہوں۔

یَوْمَ سَبْتِهِمْ: سَبت اگرچہ جمع سے اگلے دن کا نام ہے مگر یہاں مصدر ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ کی طرح آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں ہفتہ منانا۔ معنی ہیں ان کے ہفتہ منانے، چھٹی اور ناغہ کرنے کے دن، جو ہفتہ ہی ہوتا تھا۔

شُرَّعًا: جمع ہے شارع کی۔ مثل رُکَّعًا کی جو جمع ہے راکع کی۔ قاموس میں لکھا ہے۔ پانی سے سر اوپر اُٹھا اُٹھا کر تیرنے والی۔

لَا یَسْبِتُوْنَ: سَبت مصدر سے مضارع منفی غائب ہے یعنی جس دن ہفتہ نہیں مانتے تھے کوئی مچھلی نہیں آتی تھی۔

نَبْلُوْهُمْ: بَلاءٌ مصدر سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں آزمائش کرنا۔ اسی طرح اُن کو ہم آزماتے تھے۔

مَعْذِرَةً: مصدر میمی ہے اور مفعول مطلق ہے۔ عذر کے معنی راغب نے لکھے ہیں کسی چھوٹے بڑے گناہ کو بخشوانے کی وجہ ڈھونڈنا۔ عربی میں عذر ذال کی جزم اور پیش دونوں سے بولتے ہیں۔ عذر تین طرح سے ہوتے ہیں۔ اول گناہ کرنے سے انکار کر دینا کہ میں نے نہیں کیا۔ دوم۔ یوں کہے کہ میں نے تو اس واسطے کیا ہے۔ گویا یہ جرم نہ سمجھ کر کیا ہے۔ سوم کہے کہ کر بیٹھا ہوں آئندہ نہ کروں گا۔ یہ معذرت کی قسم توبہ ہے۔ اسی واسطے کہتے ہیں ہر توبہ معذرت ہے اور ہر معذرت توبہ نہیں۔ یعنی یہ ہمارا وعظ بطور معذرت کے ہے درگاہ خداوندی میں۔

بَئِیْسٍ: بُؤسٌ بَأسٌ بَأسَاءُ مصدر سے بُؤسَ یَأبُسُ بَئِیسٌ صفت مشبہ ہے۔ بہت شدید سخت۔

Marfat.com

عَتَوْا: عُتُوٌّ مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں تکبر کرنا۔معصیت میں حد سے گزرنا جب انہوں نے تکبر کیا اور حد سے بڑھ گئے۔

تَاَذَّنَ: اِذن سے باب تفعیل تَاَذُّنٌ سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی مثل اِیْذَان باب افعال کی ،ہمیں اطلاع دینا، باخبر کرنا۔قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں قسم کھا کر اطلاع دینا۔معنی ہیں جب قسم کھا کر تیرے رب نے اطلاع دی کہ ضرور مسلط کرے گا ان پر قیامت تک وہ شخص جو ان کو سخت عذاب کی تکلیف دے گا۔

العِقَابِ: راغب نے لکھا ہے العُقُوبَة و المُعَاقَبَة و العِقَابُ یہ تینوں کلمے عذاب کے معنی میں خاص کرآتے ہیں اور العَاقِبَة و العُقبُ و العُقبٰی ثواب کے معنی میں خاص ہیں۔

خَلْفٌ: مصدر ہے بمعنی اسم فاعل۔بد جانشین کو کہتے ہیں۔جمع کے واسطے بھی آ جاتا ہے۔اچھے جانشین کو خَلَفٌ بفتح لام بولتے ہیں۔

عَرَضَ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں نقدین کے سوا باقی قسم کا متاع۔سامان۔

دَرَسُوْا: دَرْس مصدر سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں پڑھنا۔یعنی ان سے کتاب میں عہد لیا گیا اور انہوں نے اسے پڑھا۔اَلَمْ یُؤخَذْ اِستفہام انکاری ہے۔کیا نہیں لیا گیا؟ مراد ہے لیا گیا۔جو پڑھے ہوؤں نے پڑھا۔

نَتَقْنَا الْجَبَلَ: نَتَق مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں کھنچا اور اکھیڑنا۔اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ اکھیڑ کر سائبان کی طرح کھڑا کر دیا۔

فَانْسَلَخَ: سَلْخٌ سے اِنسلاخ باب انفعال سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں گزرنا۔نکلنا۔یہاں اس کے معنی ہیں ان آیات سے بوجہ کفر کرنے اور اعراض کرنے کے نکل گیا۔

اَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ: اِتْبَاعٌ باب افعال سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں پیچھے لگنا۔یعنی شیطان اس کے پیچھے ہو لیا۔

اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ: حمل مصدر سے مضارع حاضر ہے۔اس کے ایک معنی ہیں حملہ کرنا۔سختی اور تندی سے دفع کرنا۔

یَلْهَثْ: لَهثٌ مصدر سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں کتے کا زبان نکال کر ہانپنا۔معنی ہیں اے مخاطب تو اگر کتے پر حملہ کر کے سختی سے اس کو بھگائے یا بلا حملہ بھگائے ،وہ ہر حال میں ہانپتا ہی دکھائی دے گا۔ایسا خسیس ضعیف القلب ہے۔

اَلْقَصَصَ: صراح میں اس کے معنی خبر لکھے ہیں نیز خبر دینا۔یہاں پہلے معنی مراد ہیں یعنی یہ خبر ان کو بیان کر دے۔

ذَرَاْنَا: ذَرْءٌ سے فعل ماضی متکلم ہے اس کے معنی ہیں پیدا کرنا۔بے شک ہم نے پیدا کیے ہیں ،جہنم کے لئے بہت کثیر جن اور انسان۔ذُرِّیَّته اسی مادے سے ہے بمعنی نسل ،اولاد۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ: اِستِدْرَاج باب استفعال سے مضارع متکلم ہے۔اس کے لغوی معنی ہیں ایک ایک سیڑھی کر کے اوپر چڑھانا ،یا نیچے اتارنا۔یہاں نیچے اتارنا ،گرانا مراد ہے۔ہم کفار کو مہلت دے کر آہستہ آہستہ گراتے ہیں۔

Marfat.com

اُمۡلِیۡ لَھُمۡ: اِمۡلَاءٌ مصدر باب افعال سے مضارع متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں مدت دراز تک چھوڑے رکھنا۔یعنی میں ان کو چھوڑے رکھتا ہوں۔

کَیۡدِیۡ: خفیہ تدبیر۔میری خفیہ تدبیر بیضاوی میں اس کے معنی پکڑ۔گرفت کئے گئے ہیں مگر اول اولیٰ ہیں۔

مَتِیۡنٌ: مَتَانتہ سے صفت مشبہ ہے۔اس کا باب مثل کَرُمَ کی آتا ہے۔اس کے معنی ہیں بہت قوی و مضبوط ہونا۔بہت مضبوط اور قوی ہے میری خفیہ تدبیر۔

مِنۡ جِنَّۃٍ: راغب نے جِنَّۃ کے معنی جنون لکھے ہیں اور کیا انہوں نے غور وفکر نہیں کیا۔ان کے صاحب کو (مراد ذات مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے) جنون کا مرض نہیں ہے۔

مَلَکُوۡتَ: مبالغہ ہے ملک میں۔اس کے معنی ہیں ملک عظیم۔ت مبالغے کی ہے مثل رحموت جبروت کی۔

یَعۡمَھُوۡنَ: عَمَہٌ سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں بے بصیرتی۔کسی امر میں تردد رکھنا متردد اور حیران رہتے ہیں۔

اَیَّانَ: یہ کلمہ مرکب ہے اَیُّ آنِ سے۔اس کے معنی ہیں کب۔کس وقت۔

مُرۡسٰا: مصدر میمی ہے مثل اِرۡسَاء کی۔اس کے معنی ہیں قائم کرنا، ثابت کرنا۔مراد ہے، کہ اس کے ثابت اور قائم کرنے کا کون سا وقت ہے۔

لَا یُجَلِّیۡھَا: تَجۡلِیَۃٌ مصدر باب تفعیل سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں ظاہر کرنا، پردہ اٹھانا یعنی نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت میں مگر وہی خود۔

حَفِیٌّ: حَفَادَۃٌ مصدر سے صفت مشبہ ہے۔اس کا باب مثل رَضِیَ یَرۡضٰی کی آتا ہے۔اس کے معنی ہیں کسی شے کا حال معلوم کرنے میں بہت زیادہ پوچھ گچھ کرنا۔لہٰذا حَفِیٌّ کے معنی ہیں سوال کر کرا کر اچھی واقفیت بہم پہنچا لینے والا۔معنی ہیں یہ تجھ سے قیامت کی بابت سوال کرتے ہیں۔گویا کہ تو نے بار بار سوال کر کے اس کی واقفیت بہم پہنچائی۔یہ قاضی بیضاوی کی پہلی تاویل کا خلاصہ ہے۔اور بھی اس کی تاویلیں ہیں۔

تَغَشّٰھَا: تَغَشِّی باب تفعل سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں ڈھانپ لینا۔اسی مادے سے غشیان لفظ ہے۔جس کے معنی ہیں مجامعت کرنا۔یہاں تغشّی کے معنی بھی جمع کرنا ہیں۔یعنی جب اس سے جماع کیا۔

یَبۡطِشُوۡنَ: بَطۡشٌ سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں غلبے اور قہر سے پکڑنا۔شدت سے پکڑنا۔یعنی کیا ان کے ہاتھ ہیں کہ قہر اور شدت سے پکڑ سکیں۔

ثُمَّ کِیۡدُوۡنِ: کَیۡد مصدر سے فعل امر جمع حاضر ہے۔اس کا باب مثل بَاعَ یَبِیۡعُ کی آتا ہے معنی ہیں پھر میرے ضرر میں خفیہ تدبیر کر لو اور مجھے کچھ مہلت نہ دو۔مجھے پروا نہیں اللہ میرا حافظ ہے۔

یَتَوَلّٰی: تَوَلِّی باب تفعیل سے فعل مضارع ہے۔اس کے ایک معنی ہیں دوستی کرنا۔یعنی اللہ صالحین نیک بندوں سے

Marfat.com

دوستی رکھتا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ: امام نے یہاں لکھا ہے کہ عَفْوٌ لغت میں زائد شے کو کہتے ہیں اور اُس شے کو جو سہولت سے مل جائے۔لیکن یہاں مراد ہے حقوق مافیہ میں آسانی اور فراخی۔اخلاق میں نرمی اور خندہ روئی۔معاملات میں صدق وصفائی۔

بِالْعُرْفِ: اس کے معنی ہیں شناختگی ونیکوئی۔یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی نیکی کا امر کرتے رہے۔

یَنْزَغَنَّ: نَزْغٌ سے مضارع غائب موکد بنون ثقیلہ ہے۔اس کے معنی راغب نے لکھے ہیں کسی کام کو بگاڑنے اور گنوانے کے واسطے اس میں دخل دینا اور گھس جانا۔قاضی نے اس کے ساتھ نَسْغٌ اور نَخسٌ لکھ کر معنی غرز کے کئے ہیں۔معنی ہیں حیوان کو چلانے کے لئے سختی سے لکڑی چبھونا، یہاں مراد ایسا وسوسہ لیا ہے جس سے تبلیغی فریضے میں فرق پڑے۔معنی ہیں اگر تجھے شیطان سے کوئی وسوسہ پڑے۔

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ: عَوْذٌ سے باب استفعال اِسْتِعْوَاذ یعنی اِسْتِعَاذَة سے امر حاضر ہے۔عوذ کے معنی ہیں دوسرے کی طرف التجا کرنا اور تعلق پیدا کرنا۔اِسْتِعَاذہ کے معنی ہیں پناہ چاہنا۔یعنی تب تو پناہ چاہ لیا کہ اللہ سے وہ سنتا ہے جانتا ہے۔

طَآئِفٌ: طواف سے اسم فاعل ہے۔اس کے معنی ہیں گرد گھومنا۔معنی ہیں گھومنے والا یعنی دل کے گرداگرد گھومنے والا۔ مراد ہے وسوسہ۔

تَذَكَّرُوْا: تَذَكُّرٌ سے فعل ماضی ہے۔یاد کرنا۔یعنی یاد کر لیتے ہیں۔تعوذ کا حکم یا شیطان عداوت یا خالف شرع ہونا۔اس واسطے بچ جاتے ہیں۔

لَوْلَا اجْتَبَیْتَهَا: جَبْیٌ سے اِجْتِبَآءٌ باب افتعال سے فعل ماضی مخاطب ہے۔اس کے معنی ہیں جمع کرنا۔راغب نے اِجْتِباء کے معنی کئے ہیں چن کر جمع کرنا۔یہاں یہ باب یعنی اِجْتِباء خود گھڑ لینا، بنالینا کے معنی میں ہے۔اہلِ عرب اس معنی میں استعمال کر لیتے ہیں۔بات یہ ہے کہ قریش عناد سے کوئی سوال کرتے یا آیت لانے کی بابت کہتے، اور وہ سوال یا بات پوری نہ ہوتی تو طنزاً کہتے۔آپ خود کیوں نہیں گھڑ لیتے؟ بنا کر بتا دیتے، یہی معنی ہیں لَوْلَا اجْتَبَیْتَهَا کے۔

بَصَآئِرُ: جمع بَصِیْرَت کی ہے اس کے معنی لغت میں لکھے ہیں عقل۔فطنة۔شاہد، حجتہ۔یہاں اس کے معنی حجتہ ہیں یا شاہد۔یعنی یہ قرآن مجید حجتہ اور سندات ہے یا بمنزلہ شواہد کے ہے۔

بِالْغُدُوِّ: جمع ہے غدْوَةٌ کی۔اس کے معنی ہیں طلوع فجر سے طلوع شمس تک کا وقت یعنی آغاز۔دن اور آخر دن کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرو۔

وَالْاٰصَالِ: جمع اصِیْل عصر سے غُروبِ آفتاب تک کا وقت۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ

رکوعات ۱۰ ایات ۷۵

اَلْاَنْفَالُ: جمع نفل کی۔ بعض نے اس کے معنی غنیمت کے کیے ہیں۔ بعض نے فرق کیا ہے، جو مال بغیر قتال حاصل ہو وہ فیئ اور نفل ہے۔ اور جو مال بعد قتال کے فتح سے حاصل ہو وہ غنیمت کہلاتا ہے۔

ذَاتَ بَیْنِکُمْ: ذات مونث ہے ذو کا، امام رحمۃ اللہ علیہ نے ذَاتَ بَیْنِکُمْ سے وہ اقوال مراد لئے ہیں جو فتح بدر پر چند مسلمانوں کے درمیان غنیمت کے متعلق واقع ہوئے۔ مراد ہے اپنے درمیان باتوں کی اصلاح کرلو۔ بگاڑ کی کوئی بات نہ ہونے پائے ذات البین سے باہمی درمیان میں واقع ہونے والی باتیں اسی طرح مراد لی جاتی ہیں جس طرح ذات الصدور سے سینے کے بھید مراد لئے جاتے ہیں۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ: طوع سے اطواع باب افعال کا مصدر ہے جو تعلیل سے اِطَاعَت بنا۔ اس سے اَطِیْعُوْا فعل امر جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں فرمانبرداری کرنا، حکم ماننا۔ یعنی اگر ایمان لائے ہو تو اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم مانو۔ بجالاؤ۔

وَجِلَتْ: وَجَلٌ مصدر سے فعل ماضی مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں ڈرنا، خوف کرنا یعنی اللہ کا ذکر سن کر ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

حَقًّا: مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی اِیْمَانًا حَقًّا بہت پختہ ایمان والے ہیں، یا خود مصدر ہے فعل محذوف کا حَقَّ حَقًّا اس کے کئی معنی ہیں۔ ایک ہیں ثابت کرنا یہاں یہی مراد ہیں۔ یعنی بہت پختگی سے ثابت کیا۔

یُسَاقُوْنَ: سوق مصدر سے مضارع غائب جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں ہانک کرلے جانا، معنی ہیں گویا کہ وہ موت کی طرف ہانک کرلے جائے جاتے ہیں۔

ذَاتِ الشَّوْکَۃِ: شَوْکَۃٌ واحد ہے شوک کا۔ اس کے معنی ہیں کانٹا، ہتھیار، تیزی قوت۔ لڑائی کے سامان سے قوت اور بھڑکاؤ۔ یہاں مراد ہے جنگی ساز و سامان والی جماعت، یہ جماعت تھی ابوجہل کی سرکردگی میں، اور ایک جماعت تھی غیر ذَاتِ الشَّوْکَۃِ وہ تھا۔ قافلہ ابوسفیان کا۔ بعض مسلمان اس سے الجھنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی جماعت کو توڑنا تھا، چنانچہ مقام بدر پر ایسا ہی ہوا۔

دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ: دَابِرٌ کے معنی ہیں ہر شے کا آخری جزو۔ اصل معنی ہیں اور تاکہ کاٹ دے کفار کے آخری سرغنے تک، یا جڑ۔

تَسْتَغِیْثُوْنَ: اِسْتِغَاثَۃ مصدر باب استفعال سے مضارع جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں غَوْث طلب کرنا۔ غوث: کے معنی ہیں فریادرس۔ یعنی فریادرس طلب کرنا۔ مراد ہے کہ جب تم اپنے رب سے فریادرسی چاہتے تھے۔

فَاسْتَجَابَ لَکُمْ: اِسْتِجَابَتہ باب استفعال سے فعل ماضی ہے۔ یہ باب اس مادے میں اِجَابَتہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی قبول کرلینا۔ منظور کرلینا۔ تمہارا استغاثہ منظور کرلیا۔

Marfat.com

مُرْدِفِيْنَ: اِرْدَاف باب افعال سے اسم فاعل جمع ہے ایک دوسرے کے پیچھے ہونے والے۔ اتارنے میں یہ ترتیب رہی۔

وَلِتَطْمَئِنَّ: اِطْمِیْنَان مصدر سے مضارع مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں آرام کرنا سکون ہونا، تاکہ سکون ہو تمہارے قلوب کو۔

یُغَشِّیْکُمْ: تَغْشِیَۃٌ مصدر باب تفعیل سے فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی ہیں ڈھانپ لینا جب کہ ڈھانپتی تھی تم کو نیند خفیف سی۔

النُّعَاسَ: شروع شروع کی ہلکی ہلکی نیند۔

الرُّعْبَ: اس کے معنی ہیں خوف۔

فَوْقَ الْاَعْنَاقِ: فَوْقَ کے معنی عَلٰی کے ہیں اور اَعْنَاق جمع عُنُقٌ کے بمعنی گردن، گردنوں پر مارو۔

کُلَّ بَنَانٍ: بَنَان جمع ہے۔ بَنَانَۃٌ کی بمعنی انگلی کا پورا۔ مراد ہے انگلیوں کے پوروں پر مارو، راغب نے اس کے معنی انگلیاں لکھی ہیں۔

شَآقُّوا اللّٰهَ: مُشَاقَّۃٌ و شِقَاقٌ مصدر باب مفاعلہ سے فعل ماضی جمع مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں عداوت رکھنا۔ یہاں مراد ہے مخالفت کرنا۔ یہ مار اور قتل کے تمام احکام اس واسطے دیئے گئے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی۔

زَحْفًا: مصدر ہے حال بمعنی اسم فاعل زَاحِفِیْن۔ اس کے معنی ہیں بوجہ کثیر ہونے کے آہستہ آہستہ چلنا۔ یعنی جب تم دشمنوں کو ملو، اور وہ بوجہ کثرت کے تمہاری طرف آہستہ آہستہ آرہے ہوں۔ زحف لشکر کو بھی کہتے ہیں۔

فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ: لَا تُوَلُّوا۔ تَوْلِیَۃٌ مصدر باب تفعیل سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں پھیرنا۔ اَدْبَار جمع ہے دُبُرٌ کی۔ اس کے معنی ہیں مؤخر الیٰ۔ شے کا پچھلا حصہ۔ یہاں مراد پشتیں ہیں۔ یعنی اس وقت ان کی طرف پشتیں نہ پھیر لو۔ بھاگ کر۔

مُتَحَرِّفًا: تَحَرُّف باب تفعّل سے اسم فاعل ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع البیان کے حوالے سے تَحَرُّف کے معنی لکھے ہیں درمیان سے ہٹ کر یا ٹل کر ایک طرف ہو جانا۔ معنی ہیں مگر جو شخص لڑنے کے ارادے سے ایک مقام سے دوسرے مقام میں، یا ایک جماعت سے دوسری جماعت کے ساتھ ہو کر لڑنے کو چلتا ہوا اپنی پشت دشمنوں کو دکھادے تو اسے معاف ہے۔ وہ اللہ جل جلالہ، کے غضب میں نہیں آئے گا۔

اَوْ مُتَحَیِّزًا: تَحَیُّزٌ باب تفعل سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک طرف ہونا۔ مراد ہے کہ یا وہ شخص مسلم مجاہدین کی ایک جماعت سے الگ ہو کر دوسری جماعت میں شامل ہونے کے واسطے مخالفین کی طرف پشت کرے تو اسے بھی معاف ہے فِئَۃٌ سے یہی دوسری اہل اسلام کی جماعت مراد ہے۔

فِئَةٍ: گروہ۔ جماعت۔ آخر کی ہا اس یاء کی عوض ہے جو اس کے درمیان سے گری ہوئی ہے، گویا فَیْئٌ سے یہ لفظ بنا ہے۔

Marfat.com

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ: اِبْلَاءٌ مصدر باب افعال سے مضارع غائب ہے۔اس کے کئی معنی ہیں۔ایک ہیں جنگ میں اپنی شجاعت اور بہادری دکھانا۔مگر یہاں امام نے اس کے معنی لکھے ہیں۔انعام دینا۔یعنی تاکہ بدر میں مومنین کو مدد فرما کر، اور غنیمت کے ساتھ اجر و ثواب جزیل عطا فرما کر نعمت عظمیٰ بخشے۔قاضی فیاض کا قول بھی نقل کیا ہے کہ یہاں بَلَاءٌ کے معنی نعمت کرنے پر مفسرین کا اتفاق ہے۔علامہ نے روح المعانی میں یہاں بَلَا کے معنی عطا کے کیے ہیں۔سند میں ایک شعر لایا ہے۔معنی ہیں تاکہ عطا کرے مومنین کو بہت اچھی نیت۔

مُوْهِنُ: وَهْن سے باب افعال اِيْهَان کا اسم فاعل ہے۔وَهَنَ اور اَوْهَنَ کے معنی ایک ہی ہیں کمزور کرنا۔بے شک اللہ تعالیٰ مومنین کے متعلق کفار کی تدابیر اور تجاویز کمزور کر دینے والا ہے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا: اِسْتِفْتَاحٌ باب استفعال سے مضارع جمع حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں فتح طلب کرنا۔اس میں خطاب مشرکین کو ہے۔معنی ہیں اگر تم نے فتح مانگی ہے تو وہ آ گئی ہے۔مشرکین کے طلب فتح کا بیان اس طرح ہے کہ جب یہ لوگ اس موقع پر نکلنے کو تیار ہوئے تو کعبہ مکرمہ کے پردوں سے چمٹ کر دعا کرنے لگے کہ یا اللہ دونوں جماعتوں سے جو جماعت تیرے نزدیک عزت والی ہے، ہدایت والی ہے اور اعلیٰ ہے تو اس کی مدد کر۔مراد ہے ایک ان کی اپنی جماعت جو قریباً ایک ہزار تھی، اور ایک آنحضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی جماعت جو تین سو تیرہ تھے۔ایک روایت میں ہے کہ جب میدان بدر میں دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو ابوجہل نے یوں دعا کی۔اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمارا دین قدیمی ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین نیا ہے۔ان دو دینوں سے جو تجھے محبوب ہے اور جو تیرے نزدیک بہت پسند ہے تو اُس کے پیروکاروں کو آج فتح دے۔یہی دعائیں مراد ہیں طلب فتح سے۔سو ان کی دعا قبول ہوئی۔محبوب اور پسندیدہ جماعت فتح یاب ہوئی۔بعض نے لکھا ہے کہ خطاب اس میں مومنین کو ہے۔

يَتَخَطَّفُ: تَخَطُّفٌ مصدر باب تفعل سے فعل مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں جاری سے جھپٹ لینا لوگ تم کو لوٹ مار جاتے۔

يَحُوْلُ: حَوْل مصدر سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی بقول راغب کسی شے کا متغیر ہونا یا کسی شے سے الگ ہونا۔متغیر ہونے کی صورت میں کہتے ہیں حَالَ الشَّيْئُ یعنی فلاں شے متغیر ہوگئی اور جب الگ ہو تو کہتے ہیں حَالَ الشَّيْئُ بَيْنَ هٰذَا وَهٰذَا یعنی ان دو میں فلاں شے حائل ہوگئی۔یہاں مراد ہے قرب۔یعنی اللہ حائل ہوتا ہے بندے کے اور اس کے دل کے درمیان۔یعنی اللہ ان ہر دو میں سے ہر ایک سے بہت قریب ہے بہ نسبت ان دونوں کے آپس میں قریب ہونے کے۔مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بندے کے دل پر پورا متصرف ہے، جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔بندے کے اپنے بس میں نہیں۔حالانکہ بندے کے اندر دل ہے۔مگر دل کے اور بندے کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔دل پر صاحبِ دل کا تصرف نہیں، مالک دل کا تصرف ہے۔مثلاً ارادوں کا فسخ کرنا، مقاصد کا بدلنا۔رشد و ہدایت کا

Marfat.com

قبول کرنا۔ یہ یا اس قسم کی دیگر باتیں صاحبِ دل کے اختیار میں نہیں مالکِ دل کے اختیار میں ہیں۔

فَاٰوٰکُمْ: اِیْـوَاءٌ باب افعال سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں جگہ دینا۔ اتارنا۔ تم کو جگہ دی، ٹھکانا دیا۔ مدینہ منورہ قیام گاہ بنانے کی طرف اشارہ ہے۔

لَاتَخُوْنُوْا: خَوْنٌ و خِیَانَتہ مصدر سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں نقص ڈالنا، پھر خیانت کرنا مشہور ہے۔ امانت میں ہو، یا راز کی بات میں ہو، یا عہد میں ہو۔ یہاں خیانت سے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ترک اور سنت رسولؐ کی ترک مراد ہے یا ان احکام پر عمل نہ کرنا مراد ہے۔ جن کا حکم اللہ نے یا رسول نے دیا ہے۔ بعض نے ابوالبابہ کے واقعہ کو اس کا شانِ نزول لکھا ہے۔ کلبی نے اس کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود بنی قریضہ کا پچیس دن تک محاصرہ کیا، آخر انہوں نے صلح کی درخواست کی کہ اپنے بھائیوں کی طرف ملک شام کے شہر اذرعات میں چلے جائیں۔ آپؐ نے منظور نہ فرما کر حکم دیا کہ سعد بن معاذ کے فیصلے پر قلعے سے نکل آؤ۔ انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ ابوالبابہ کو ہمارے پاس بھیجئے۔ یہ ان کا خیر خواہ تھا کیونکہ اس کا مال اور اہل وعیال ان میں تھا۔ آپؐ نے اس کو بھیج دیا۔ یہود نے اس سے سعد کے متعلق مشورہ لیا۔ اس نے اپنے حلق پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ وہ تم کو قتل کا حکم دے گا۔ لیکن اسی جگہ کھڑا کھڑا جان گیا کہ یہ میں نے اللہ اور اللہ کے رسول کی خیانت کی ہے۔ سیدھا واپس سور نبویؐ میں آیا اور اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ اور کہا اللہ کی قسم نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیوں گا حتی کہ اللہ میری توبہ قبول فرمالے یا مر جاؤں۔ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، آپؐ نے فرمایا میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے مغفرت مانگتا۔ اب اس نے جو کیا ہے خود کیا ہے۔ میں بھی اسے نہ کھولوں گا جب تک اللہ اس کی توبہ قبول نہ فرمالے گا۔ چنانچہ بلا کھائے پئے سات دن گزر گئے حتی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تب اللہ نے توبہ قبول فرمائی۔ جب اس کو یہ خبر دی گئی تو کہا میں آپؐ کے ہاتھ مبارک سے کھولوں گا، آپؐ تشریف لائے اور کھولا۔ اس نے عرض کیا اب اس جگہ کے گھر کو چھوڑتا ہوں جس میں مجھ سے یہ گناہ ہوا، اور سب مال سے الگ ہوتا ہوں، آپؐ نے تیسرا حصہ صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اور باقی اس کے پاس رہنے دیا۔

فِتْنَۃٌ: قاموس میں اس کے کئی معنی لکھے ہیں جن میں سے ایک ہے عذاب اور محنت، یعنی مال اور اولاد محنت اور عذاب کا سبب ہیں۔

فُرْقَانًا: مصدر ہے بمعنی اسم فاعل فَارِقٌ فرق کرنے والا حق باطل میں، صحیح اور غلط میں۔ یہاں اس کے معنی بقول ابنِ جریج وابن زید ہیں ہدایت اور نور اور بقول مقاتل شکوک وشبہات سے بچاؤ اور بقول محمد بن اسحاق نیک شہرت اس جہان میں۔

لِیُثْبِتُوْکَ: اِثْبَاتٌ سے فعل مضارع غائب ہے۔ یہاں اس کے معنی ہیں محبوس کر رکھنا تاکہ تجھ کو مکان سے باہر نہ نکلنے دیں۔ پابند کر کے، سخت زخم پہنچا کر، یا کسی اور وجہ سے۔

Marfat.com

یَمْکُرُوْنَ: مَکْرٌ سے مضارع جمع غائب ہے۔ راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں دوسرے کو کسی خفیہ تدبیر سے روک دینا کہ وہ اپنا مقصد پورا نہ کرسکے۔ یہ قوت اللہ تعالیٰ میں سب سے بہتر ہے۔

اَسَاطِیْرُ: راغب نے بقول مبرد اسطورۃ کی جمع لکھا ہے۔ لغت میں اس کو سطر کی جمع الجمع لکھا ہے۔ یعنی سطر کی جمع سُطُور و اَسطار ان کی جمع اَساطِیر ہے اس کے معنی ہیں قطار میں حروف کو لکھنا۔ یہاں مراد ہے گزشتہ لوگوں کی عجیب عجیب بے ترتیبی کہانیاں۔

مُکَآءً: تفعِلَۃ کے وزن پر ہے۔ اس کے معنی ہیں تالی بجانا۔ معنی ہیں ان کی نماز سیٹیوں، اور تالیوں کے سوا اور کچھ نہ تھی۔

حَسْرَۃً: افسوس، پشیمانی۔ کسی ضائع ہو چکی ہوئی شے پر غم کرنے اور اس پر نادم ہونے کو حسرۃ کہتے ہیں۔

یَرْکُمَہٗ: رَکْم مصدر سے مضارع غائب ہے اس کے معنی ہیں چند اشیاء کو باہم جوڑنا۔ ملانا نیچے اوپر جمع کرنا۔ اس کا باب مثل نَصَرَ کی آتا ہے۔

غَنِمْتُمْ: غَنْمٌ. غُنْمٌ. غَنَمٌ. غَنِیْمَۃٌ. اِن اوزان پر اس فعل کے مصادر آتے ہیں۔ یہ فعل ماضی جمع حاضر ہے، اس کے معنی ہیں غنیمت حاصل کرنا۔ جو مال کفار سے جنگ میں غلبے سے ملے اسے غنیمت کہتے ہیں۔ یعنی جو کچھ تم غنیمت میں حاصل کرو۔

بِالْعُدْوَۃِ: اس کے ایک معنی ہیں وادی کا کنارہ۔ وادی کی ایک جانب۔

اَلدُّنْیَا: یہ کلمہ مونث کے واسطے ہے اَدْنیٰ مذکر سے۔ یہ دُنُوٌّ سے ہے بمعنی بہت قریب یہاں مراد ہے کہ تم وادی کے مدینے سے قریب کے کنارے پر تھے۔

اَلْقُصْوٰی: اَقْصٰی اسم تفضیل کا صیغہ مونث ہے قَصْوًا سے بمعنی دور ہونا۔ معنی ہیں وہ دور کے کنارے پر تھے۔

اَلرَّکْبُ: شتر سوار جب کہ دس سے زیادہ ہوں۔ یہاں وہ قریش کا قافلہ مراد ہے، جو ابو سفیان کی قیادت میں چالیس افراد کی جمعیت سے ملک شام سے مال خرید کر مکے کو جا رہا تھا۔

اَسْفَلَ: اسم تفضیل ہے سَفَل مصدر سے اس کے معنی ہیں نیچا ہونا۔ اس کے معنی ہیں بہت نیچے ہونے والا یعنی قافلہ سمندر کی طرف تم سے نچلی جانب تھا۔

تَوَاعَدْتُّمْ: وَعْدٌ سے تَوَاعُدٌ باب تفاعل کا فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں باہم وعدہ کرنا۔ یعنی اگر تم اس جنگ میں آنے کے لئے ان سے وعدہ کرتے تو ایسے فوری مکمل اجتماع میں خلافِ وعدہ کر بیٹھتے۔

بَیِّنَۃٍ: بَیِّنَۃ کہتے ہیں واضح اور روشن سند و ثبوت کو عقلی ہو، خواہ نقلی محسوسات میں سے ہو یا غیر محسوسات سے۔ بَانَ یَبِیْنُ سے صفت مشبہ مونث ہے۔

لَفَشِلْتُمْ: فَشَلٌ مصدر سے معنی فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں جنگ میں بزدلی دکھانا کمزور ہونا۔ تو تم

Marfat.com

بز دلی کرتے۔

سَلَّمَ: اس کے ایک معنی ہیں بچانا جو یہاں مراد ہیں یعنی اللہ نے بزدلی اور کمزوری سے تم کو بچالیا۔

رِیْحُکُمْ: اس کے معانی میں سے ایک معنی ہے قوت، غلبہ، یہاں یہی مراد ہے۔ یعنی تنازع کرنے سے تمہارا غلبہ زائل ہو جائے گا۔

بَطَرًا: مصدر ہے بمعنی اسم فاعل جمع ترکیب میں حال۔ دولت اور خوش حالی میں پھولے اور فخر کرنے والے۔

وَرِئَآءَ: مَرَائِی دکھلاوا کرتے ہوئے نکلے۔ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔

تَرَآءَ ت: تَرَآءٍ باب تفاعل سے فعل ماضی مونث غائب ہے۔ ایک دوسرے کو دیکھنا جب ہر دو گروہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

نَکَصَ: نُکُوْص مصدر سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں پچھلے پاؤں لوٹنا۔ واپس ہو جانا۔

کَدَأْب: دَأْبٌ کے معنی ہیں دائمی، ہمیشہ کی ایک حالت پر قائم کی ہوئی عادت۔

شَرَّ الدَّوَآبِّ: اسم اَشَرّ کا مخفف ہے۔ بہت شر رکھنے والا۔ دَوَاب جمع دَابَّـه کی، ہر زمین پر چلنے والا جاندار۔ سب جانداروں سے بُرے اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو کفر کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

تَثْقَفَنَّهُمْ: ثَقْفٌ سے مضارع حاضر موکد بنونِ ثقیلہ ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے کو پکڑ لینے اور قابو پالینے میں پوری مہارت رکھنا۔ پھر عام پکڑ لینے میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی اگر تم ان پر قابو پالو اور غلبہ حاصل کرلو۔

فَشَرِّدْبِهِمْ: تَشْرِیْد مصدر باب تفعیل سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں مضطرب اور بے چین کر کے الگ کرنا، جدا کرنا۔ یعنی ان گرفتار شدہ سے ایسا عبرت ناک برتاؤ کرو کہ ان کے پس ماندے ان سے الگ ہو جائیں، اور عبرت پا کر ویسا اقدام نہ کریں۔ معنی ہیں عبرت دلا دے ان کے ساتھ۔

خِیَانَةً: یہاں اس سے مراد نقض عہد ہے۔ یعنی اگر کسی قوم سے نقض عہد کا خوف ہو تو وہ عہد ان کی طرف پھینک دو بایں طور کہ سنا دو آج سے ہمارے تمہارے درمیان کوئی عہد نہیں۔

جَنَحُوْا: جَنْحٌ و جُنُوحٌ مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں مائل ہونا، جھکنا، اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تُو بھی مائل ہو جا۔ یعنی اگر کوئی کافر قوم معاہدہ کرنا چاہے تو کرلو۔

اَلَّفَ: تَالِیف باب تفعیل سے فعل ماضی واحد حاضر ہے۔ یہ اُلفت سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں چند چیزوں کو مضبوطی سے جوڑنا۔ یہاں مراد ہے ان کے قلوب کو باہم محبت سے ملانا۔ یعنی تُو اُن کے (اہلِ مدینہ کے) دلوں میں باہم محبت ڈالنے کے لئے بہت سی دولت بھی خرچ کرتا تو نہ ڈال سکتا۔

حَرِّضِ: تحریض باب تفعیل سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کو کسی کام کرنے پر ابھارنا، رغبت دلانا، شوق دلانا۔ جہاد پر مومنین کو رغبت دلا۔ اجر اور ثواب بیان کر کے شوق دلا۔

Marfat.com

يُثْخِنَ: اِثْخَان باب افعال سے فعل مضارع غائب ہے۔اس کے ایک معنی ہیں بہت کشت وخون کرنا یہاں تک کہ اول قتل عام کرلے زمین میں۔

عَرَضَ الدُّنْيَا: عَرَضٌ۔ ہرناپائدار۔مٹ جانے والی شے کوعَرَضٌ کہتے ہیں۔مراد ہے دنیاوی ساز وسامان، مال واسباب۔

اَلْاَسْرٰى: جمع ہے اَسِیر کی مثل مَرْضٰی جمع مریض کی۔بمعنی قیدی۔

فَاَمْكَنَ: اِمْكَانَ باب افعال سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں قدرت دینا،غلبہ دینا،اصل میں تھا اَمْكَنَكَ مِنْهُمْ۔تجھے ان پر غلبہ دیا۔

اٰوَوْا: اِيْـوَاءٌ باب افعال سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں اتارنا۔جگہ دینا۔مکان دینا،اور جنہوں نے مہاجرین کو رہائش کے لئے مکان دیئے۔

وَلَايَتِهِمْ: وَلَايَـةٌ مصدر ہے،واؤ کے کسرے سے پڑھیں،یا فتحہ سے،اس کے معنی ہیں قریب ہونا رشتے میں ہو یا بلا رشتہ۔بعض نے نسبی قرابت کے لئے واؤ مفتوح پڑھی ہے اور سیاسی اور شاہی قرب کے لئے زیر پڑھی ہے۔زجاج کا قول ہے کہ مدد اور نسب کے واسطے واؤ کے زبر سے اور شاہانہ مدد کے واسطے کسرے سے۔لہٰذا معنی یہ ہیں کہ جو مسلمان دارالحرب سے ہجرت کرکے تمہارے ملک دارِاسلام میں نہ آجائیں تم پر ان کی مدد یا رشتہ کا ورثہ وغیرہ ان کے لئے کچھ نہیں۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

رکوعات ۱۶ سُوۡرَةُ التَّوۡبَةِ مَدَنِيَّةٌ ایات ۱۲۹

امام رازی نے اس سورۃ کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰہ شریف نہ لکھے جانے کی چھ وجہیں لکھی ہیں۔ وجہ اول۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عثمانؓ سے دریافت کیا، ان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپؐ نے نہیں فرمائی۔ وجہ دوم۔ ابی بن کعب سے مروی ہے کہ اس سے پہلی سورۃ میں عہدوں کا ذکر ہے، اور اس میں عہد اٹھا لینے کا۔ اس واسطے درمیانی فصل چھوڑ دی گئی۔ سوم۔ صحابہ کرامؓ میں سے بعض کا قول ہے کہ یہ دو سورتیں ہیں۔ بعض قائل ہیں کہ ایک ہے، تاکہ ہر دو کی تاویلی صورت بن سکے۔ بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ چہارم۔ ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ سے، بسم اللہ نہ لکھی جانے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا بسم اللہ امان ہے۔ اور یہ سورۃ تلوار اٹھانے میں نازل ہوئی ہے اس واسطے نہیں لکھوائی گئی۔

(ف): علم قرأت میں اس سورۃ کے پڑھنے کا طریق یہ ہے کہ اگر تلاوت کرنے والا اوپر کی سورت کو ختم کر کے اس سورت کو شروع رکھنا چاہتا ہے تو درمیان میں کچھ اور نہ پڑھے صاف بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ سے شروع کر دے اور سورت بالا ختم کر کے کسی اور وقت میں تلاوت کرے، تو اَعُوۡذُ اور بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھے۔

بَرَآءَةٌ: بچاؤ اور ترک قتال کی ذمہ داری اور عہد کی پابندی اب سے اٹھالی گئی ہے۔

عٰهَدۡتُّمۡ: مُعَاهَدَةٌ باب مفاعلہ سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں دو شخصوں کا کسی بات پر کچھ وعدہ کر لینا۔ یہاں مراد ہے، جن مشرکین سے عہد ہو چکا ہے ان سے اب بریت ہے۔ آئندہ سے گویا کوئی عہد نہیں۔

فَسِيۡحُوۡا: سِيَاحَةٌ و سَيۡحٌ سے فعل امر جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں زمین میں چلنا پھرنا۔ مراد ہے تم ہماری طرف سے بے خوف و خطر جہاں چاہو چلو پھرو کوئی مسلمان چار ماہ تک تمہارے مزاحم نہ ہوگا۔ ان آیات کے متعلق بیان یہ ہے کہ فتح مکہ کے اگلے سال حج کے واسطے مسلمانوں کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمائی جن کا امیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ ان کے روانہ ہو چکنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سورۃ توبہ کی تیس یا چالیس آیات علی الاعلان حجم میں پڑھ کر سنانے کے واسطے پیچھے روانہ فرمایا۔ یہ ۹ سنہ ہجری میں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف نہ لے گئے کہ حج میں مشرکین ہوں گے، ننگے اور برہنہ طواف کرنے والے بھی ہونگے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو حج کے احکام اور فرائض سمجھائے کہ مسلمانوں کو بتائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سفر میں اپنی ناقہ عضبا نامی سواری کے لئے مرحمت فرمائی۔ جب حضرت علیؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے قریب پہنچے تو ناقہ بلبلائی صدیق اکبر آواز سن کر رک گئے کہ آواز ناقہ عضبا کی ہے۔ حضرت علیؓ ملے تو دریافت کیا کہ آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور۔ حضرت علیؓ نے کہا مامور ہو کر آیا ہوں۔ سفر ختم ہوا، چنانچہ ذی الحج کی سات تاریخ کو حضرت صدیق اکبرؓ نے خطبہ دیا اور مسلمانوں کو مناسکِ حج بتائے اور حضرت علیؓ نے قربانی کے روز منیٰ میں جمرہ عقبہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا، لوگو! میں تمہاری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

السلخ: [illegible] کھال [illegible] وغیرہ کا الگ ہونا یہاں [illegible]

[illegible] میں [illegible] بیٹھا جائے۔ یہاں مراد ہے ان کے دوسرے علاقوں میں [illegible] پر قبضہ کرنے کے واسطے ان کے راستوں پر بیٹھو کہ وہ دوسرے علاقوں میں جا کر فساد

Marfat.com

کے اسباب مہیا نہ کرلیں۔

اِسْتَجَارَكَ : اِستجارۃ باب استفعال کا فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں پناہ طلب کرنا۔ اگر مشرکین میں سے کوئی تجھ سے پناہ چاہے تو پناہ دے دے۔

مَاْمَنَهٗ: اسم ظرف ہے امن کی جگہ۔ پھر اسے اس کے ٹھکانے پر پہنچادے۔ یعنی اس کے امن کی جگہ تک۔

اِلًّا: اِلٌّ عہد کو کہتے ہیں۔ فراء کا قول ہے کہ اِلّ قرابت اور رشتے کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا حلف اور قسم کو کہتے ہیں یعنی وہ نہ رعایت رکھیں گے قرابت عہد یا قسم وغیرہ اٹھائی ہوئی کی۔

ذِمَّةً: عہد کو کہتے ہیں اس کی جمع ذمم یا ذمام ہے۔

تَاْبٰى: اِبَاءٌ مصدر سے مضارع مونث غائب ہے۔ اس کا باب فتح کی طرح آتا ہے۔ انکار کرنا منہ سے چکنی چپڑی باتیں بنا کر تم کو خوش کر لیتے ہیں۔ ان کے دل تمہاری خوشی نہیں چاہتے۔

نَكَثُوْا: نَكْثٌ مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں توڑنا عہد کا۔ اگر وہ قسموں سے مضبوط کیے ہوئے اپنے عہد توڑ دیں، وفا نہ کریں تو ....

اَئِمَّةَ: یہ جمع ہے امام کی جیسے مثال جمع امثلۃ، اصل میں تھا اَءْمِمَةٌ۔ پہلی میم کی حرکت ہمزہ کو دی اور ادغام کر دیا۔ ہمزہ یا بنایا اَئِـمَّـه ہوا۔ مراد ہیں کفار کے وہ روٴسا اور مشرکین کے سرغنے، یا اس وقت کے عام مشرکین مراد ہیں، وہ دوسروں کے لئے گویا امام و پیشوا بنے ہوئے تھے۔

وَلِيْجَةً: امام نے ابوعبیدہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ ایک شے میں کوئی دوسری شے جو اس پہلی شے کی جنس سے نہ ہو داخل کی جائے تو اس دوسری شے کو ولیجہ کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے باطنی اور دلی دوست۔ یعنی انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسولؐ اور مومنین کے سوا اور کسی کو باطنی دوست نہیں بنایا۔

اَنْ يَّعْمُرُوْا : عِمَارَةٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ باب مثل نَصَرَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں آباد کرنا، بسانا۔ پاک صاف اور بارونق رکھنا۔

مَسٰجِدَ اللّٰهِ: جمع مسجد کی ہے۔ سجدے کی جگہ۔ یہاں مراد صرف مسجد حرام ہے۔ خانہ کعبہ کلمہ جمع ذکر کرنے کے اسرار یہ ہیں بقول علامہ وقاضی بیضاوی کہ یہ مسجد باقی تمام دنیا کی مساجد کے واسطے بمنزلہ کعبہ کے ہے کہ سب کا محرابی رُخ اسی کی طرف ہے اور سب کے لئے بطور امام کے ہے۔ دوم۔ اس واسطے کہ مسجدِ حرام کے چاروں رُخ شرقی، غربی، شمالی اور جنوبی برابر مسجد ہیں۔ نمازی جس رخ پر کھڑا ہو کر نماز پڑھے پڑھے، دوسری کسی مسجد میں یہ وصف نہیں۔ فقیر راقم عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ کے نزدیک ایک وجہ سوم کا احتمال بھی ہے۔ کوئی مسلمان روئے زمین کی لاکھ مسجد میں ایک ایک نماز پڑھے اور مسجدِ حرام میں ایک نماز پڑھے، تو یہ ایک نماز ان لاکھ کے برابر ہوگی۔ مسجدِ حرام کو مساجد اللہ سے تعبیر کئے جانے میں ان اسرار کا احتمال

Marfat.com

موزوں ہے۔ بہر حال مراد یہاں مسجدِ حرم ہی ہے۔ مشرکین اسی مسجد کی آبادی اور تعمیر پر فخر کرتے تھے۔

سِقَايَةَ: مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں پینے کو پانی یا کوئی اور چیز پینے کی دینا۔ یہاں مراد ہے آبِ زمزم کا انتظام جس میں حجاج کو تکلیف نہ ہو۔ یہ سقایتہ کا عہدہ قریش میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تایا (والد کے بڑے بھائی) تھے۔

اِقْتَرَ فْتُمُوْهَا: اِقْتِرَافٌ باب افتعال سے فعل ماضی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں کرنا کمانا۔ یعنی ان اموال سے جو تم نے کما کر جمع کیا ہو۔

كَسَادَهَا: كَسَاد مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں تجارتی سامان کی سرد بازاری ہونا۔ خریداروں کا گھٹنا، اور قیمتوں کا گر جانا۔

فَتَرَ بَّصُوْا: تَرَبُّصٌ مصدر باب تفعل سے فعل امر جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں انتظار کرنا یعنی تم اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔

يَوْمَ حُنَيْنٍ: حُنَيْنٍ مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے۔ مکہ معظمہ سے تین میل دور۔ فتح مکہ کے بعد معلوم ہوا کہ کچھ عرب قبیلے جمع ہو رہے ہیں۔ آپؐ نے ادھر توجہ فرمائی، دس ہزار مسلمان پہلے آپؐ کے ساتھ تھے۔ دو ہزار مکہ کے نئے مسلمانوں میں سے شامل ہوئے۔ اب اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہوئی۔ ادھر ہوازن ثقیف اور کچھ لوگ قبیلہ حشم کے تھے جن کی تعداد چار ہزار تھی، جب دونوں جماعتیں ملیں تو مسلمانوں میں سے کسی نے کہا آج ہم بوجہ قلت کے مغلوب نہیں ہوں گے۔ جنگ شروع ہوئی ہوازن اور ثقیف مشہور تیرانداز تھے۔ تیروں کی بارش شروع ہوئی۔ مسلمانوں نے بھی کسر نہ رکھی۔ مگر حق تعالیٰ کو بعض مسلمانوں کا اپنی کثرت پر عجب پسند نہ آیا۔ تیروں کی بارش کی تاب نہ لا کر بعض مسلمان بھاگ نکلے۔ بعض آگے پیچھے ہو گئے، صف بندی ٹوٹ گئی۔ مگر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار اپنے مقام سے نہ ہٹے۔ لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، چچا۔ ابوسفیان بن حارث چچا زاد بھائی اور چند دیگر اصحاب ساتھ رہے۔ آپؐ نے چچا عباس کو فرمایا۔ یہ بہت بلند آواز تھے۔ چچا مسلمانوں کو بلا یہ کہہ کر کہ يَا عِبَادَ اللّٰهِ يَا اَصْحَابَ الشَّجَرِ۔ يَا اَصْحَابَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ۔ اے اللہ کے بندو! اے مقام حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! اے سورۃ بقرہ کے ماننے والو! سنتے ہی مسلمان یک لخت جمع ہو گئے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ سے امداد ہوئی۔ اُدھر مسلمان جمع ہو کر حملہ آور ہوئے۔ آن کی آن میں مکمل فتح نصیب ہوئی۔ سب اسی کا ذکر ہے۔

اَعْجَبَتْكُمْ: اِعْجَاب باب افعال سے فعل ماضی غائب مونث ہے۔ عُجْب بنا دیا تم کو تمہاری کثرت نے۔ تم اپنی کثرت پر خوش ہونے لگے۔ عجب کے معنی ہیں خود بینی، اپنے آپ کو کچھ سمجھنا۔

بِمَا رَحُبَتْ: رَحْبٌ مصدر سے فعل ماضی مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں فراخ ہونا۔ حرف مَا مصدریہ ہے۔ یعنی زمین باوجود اپنی وسعت کے تمام پر تنگ ہو گئی۔

Marfat.com

سَكِيْنَتَهٗ : راغب نے سَكِيْنَته کے معنی مندرجہ ذیل لکھے ہیں۔ایک قول ہے کہ سکینہ ایک فرشتہ ہے جو مومن کے دل کو تسکین دیتا ہے اور امن میں رکھتا ہے۔بقول بعض عقل مراد لیتے ہیں جب وہ شہوات کے میلان سے سکون دے،اور بقول بعض سکینہ سے وہ حالت مراد ہے جس سے دوسرے کا رعب زائل ہو جائے۔یہاں یہی معنی ہیں۔بالمقابل دشمن کا رعب تمہارے قلوب سے زائل کر دیا۔

عَيْلَةً: فقر۔تنگ دستی۔مصدر ہے عالی یعیل کا۔

لَا يَدِيْنُوْنَ: وہ دین حق (اسلام) کے حق ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے،یا معنی ہیں کہ وہ دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔

جِزْيَةَ : سالانہ ٹیکس غیر مسلم پر اس کے مال و جان کی حفاظت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بالغ پر ایک دینار مقرر فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے غیر مسلم فقراء پر سالانہ بارہ درہم متوسطین پر چوبیس اور اہلِ ثروت پر اڑتالیس درہم سالانہ مقرر کئے۔

يُضَاهِئُوْنَ: مضاھاۃ۔دوسری شے کے مشابہ ہونا۔مشابہت کو کہتے ہیں یعنی وہ مشابہ کرتے ہیں اپنے اقوال۔

اَحْبَارٌ: جمع حَبْر اہلِ کتاب کا عالم مسلمان ہو گیا ہو یا نہ۔پھر عام طور پر یہود کے عالم کو حَبْر کہتے ہیں۔بعض نے حِبر کہا ہے۔ح کی زیر سے۔

رُهْبَانٌ: جمع رَاهِب کی وہ شخص جس کے دل میں خوف اور خشیت چھائی ہوئی ہو اور اس کے چہرے اور لباس سے ظاہر ہو۔پھر عام استعمال میں نصاریٰ کے عالم کو کہتے ہیں۔

نُوْرَ اللّٰهِ: اس مقام پر نُور سے وہ دلائل مراد ہیں جو آنحضرت صلعم کی رسالت،اور نبوت پر دلالت کرتے ہیں،یہ امام کا قول ہے۔پھر اس کے وجوہ لکھے ہیں یعنی دلائل کی قسمیں لکھی ہیں۔اول۔معجزات۔یہود اور نصاریٰ معجزات کو رسالت کا ثبوت نہیں تسلیم کرتے،حالانکہ دونوں فریق حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کے معجزات کو ثبوتِ رسالت میں پیش کرتے ہیں۔ دوم قرآنِ عظیم جو آپؐ کی زبان مبارک سے ظاہر ہوا۔حالانکہ آپؐ نے تمام عمر میں کسی انسان سے کچھ نہ پڑھا،نہ مطالعہ کیا، نہ کسی کتاب کو دیکھا،یہ اعظم المعجزات ہے۔سوم آپؐ کی شریعت مبارک کا ماحصل اللہ کی عظمت ماننا اور اس کی ثنا کرنا،اس کی طاعت اور عبادت کے واسطے مطیع رہنا۔نفس کو حُبِ دنیا سے ہٹائے رکھنا۔آخرت کی سعادتوں اور بلند درجات کو حاصل کرنے میں لگے رہنا،اور ان کی طرف کامل رغبت رکھنا عقل کامل دلالت کرتی ہے کہ ان وجوہ کے سوا اللہ عزوجل کے مقبول ہونے میں کوئی اور طریق نہیں۔چہارم آپؐ کی شریعت مبارک تمام عیوب سے پاک ہے۔اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو اللہ عزوجل کی شان کے لائق نہیں۔اس میں غیر اللہ کے پکارنے بلانے کی کوئی صورت جائز نہیں رکھی گئی۔آپؐ کی شریعت تمام ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔آپؐ کے طریق کے سوا دنیا کو حقیر جاننے اور اس کی طرف التفات نہ کرنے کا کوئی اور طریق نہیں۔اگر آپ کا مقصد دنیا طلبی ہوتا تو شریعت میں یہ قبولیت نہ ہوتی۔یہ دونوں گروہ (یہود و نصاریٰ) ان دلائل کے ابطال کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں،ان کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص آفتاب کے نور کو پھونکوں سے بجھانا چاہتا ہے،

Marfat.com

جیسے اس کی کوشش لاحاصل ویسے ان کی سعی بے سود۔

لِیُظْهِرَهٗ: اِظْهَارٌ باب افعال سے مضارع غائب ہے۔ جب اس کا صلہ علٰے ہوتا ہے تو اس کا مادہ ظُھر ہوتا ہے بمعنی پشت، خاصہ تصیر میں رکھ کر معنی کئے جاتے ہیں۔ پشت پر بٹھانا، سوار کرنا۔ مراد غالب کرنا۔ معنی ہیں کہ دینِ حق کو تمام ادیان کی پیٹھ پر چڑھا دے۔ سب پر غالب کر دے۔ اور اگر بغیر علٰے کے استعمال ہو تو مادہ ظہور سے ہوتا ہے بمعنی ظاہر کرنا یہاں مراد اول معنی ہے۔

یَکْنِزُوْنَ: کَنْزٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں مال جمع کر کے محفوظ رکھنا۔ وہ لوگ جو مال اکٹھا کر کے جمع رکھتے ہیں اور فی سبیل اللہ خرچ نہیں کرتے۔ خرچ فی سبیل اللہ میں تمام مالی حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ دیگر صدقات وخیرات بھی شامل ہیں جن کی طرف وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ فرما کر حکم دیا ہے۔ جمع کرنا سے مراد ہے سرمایہ بنا کر اور بڑھانے میں لگے رہنا۔

یُحْمٰی: حَمْیٌ مصدر ہے جس کے معنی ہیں سخت گرم ہونا۔ باب افعال اِحْمَآءٌ کا مضارع مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں تپانا۔ گرم کرنا۔ جس دن کہ اس مال یعنی چاندی سونے کو تپایا جائے گا۔

فَتُکْوٰی بِهَا: کَیٌّ سے مضارع مجہول مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں داغ لگانا، اس کے ماتھے، ان کی پسلیاں اور ان کی پشتیں داغی جائیں گی۔

جِبَاهُهُمْ: جمع ہے جَبْهَة کی پیشانی۔

اَلدِّیْنُ الْقَیِّمُ: الدِّین سے یہاں مراد ہے حکم اور فیصلہ اور قَیِّم سے مراد ہے ہمیشہ قائم رہنے والا، نہ زائل ہونے والا۔ یعنی سال کے قمری بارہ مہینے اور ان میں سے چار (ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم اور رجب) حرمت والے ہیں۔ ان میں جنگ لڑائی حرام ہے۔ یہ فیصلہ دائمی ہے، اور اٹل ہے۔

کَآفَّةً: امام نے لکھا ہے فَرَاء کا قول کہ یہ لفظ واحد استعمال ہوتا ہے فاعلت کے وزن پر۔ ترکیب میں مصدر ہے۔ مثل خاصۃ وعامۃ معنی ہیں۔ جمیعا۔ سب کے سب مل کر قتال کرو۔ دوسرے اس کے معنی ہیں ان سب کے سب سے قتال کرو نہ کہ بعض سے دوستی رکھ کر لڑنا چھوڑ رکھو۔

اَلنَّسِیْٓءُ: مصدر ہے مثل نذیر، نکیر کی۔ اس کے معنی ہیں تاخیر کرنا، پیچھے کر دینا۔ قمری مہینوں کے اعتبار سے حج مختلف موسموں میں آتا تھا۔ بعض دفعہ سخت گرما میں واقع ہوتا تھا جس میں لوگ نہیں آسکتے تھے۔ اس لئے قریش نے شمسی مہینوں کو جاری کر دیا۔ اس صورت میں حج کسی موقع پر محرم میں ہوتا، کبھی صفر میں کبھی اصل مہینے میں۔ اسی طرح حرمت والے مہینے بدلتے رہتے۔ باری تعالیٰ نے یہ عیب کفر میں اور زیادتی کرنا فرمایا۔

اِنْفِرُوْا: نِفَار. نُفُوْر سے امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں جنگ کے واسطے نکلنا۔ معنی ہیں جنگ کے واسطے نکلو۔

Marfat.com

اِثَّاقَلْتُمْ: تثاقلتم۔تم بھاری ہو گئے۔نہ نکلے۔باب تفاعل ہے۔ت کوث بنایا،اورث کوث میں ادغام کیااور پہلے ہمزہ لگا کر اثاقلتم پڑھا۔

غَارٌ: پہاڑ میں بہت بڑے گڑھے کو کہتے ہیں۔

خِفَافًا: جمع خفیف ہلکا پھلکا نشاط اور چستی کے سبب،شوق اور رغبت کے سبب،یا اہل وعیال نہ ہونے یا کمی کے سبب،یا اسلحہ کی کمی کے سبب۔

ثِقَالًا: جمع ثقیل بوجھ اور بھاری ہوتے ہوئے بوجہ کم رغبت رکھنے کے،یا بہ سبب کثرت اہل وعیال کے،یا بہ سبب کثرت اسلحہ کے یا سوار اور پیدل یا نوجوان اور ادھیڑ،یا کمزور اور قوی،یا بیمار اور تندرست،ان حالات میں سے کوئی۔

عَرَضًا: ناپائدار اور مٹ جانے والی شے۔مراد دنیاوی ساز و سامان۔معنی ہیں کہ اگر دنیاوی سامان سہل الحصول ہوتا اور سفر متوسط ہوتا۔

قَاصِدًا: متوسط،درمیانہ،نہ قریب نہ بعید اس کا ہر ایک قصد کر لیتا ہے۔

الشُّقَّةُ: بقول قاضی بیضاوی اس کے معنی ہیں ایسی مسافت جو مشقت سے طے ہو۔لغت میں ہے مسافت اور فاصلہ جس کا مسافر قصد کرتا ہے۔ایسا رستہ جو طے کرنے والے پر مشکل ہو،سفر بعید۔

رَیْبِ: امام نے اس کی تفصیل اس طرح کی ہے کہ اعتقاد پورے یقین سے یا غیر یقین سے۔سو یقین اگر مطابق واقع کے نہ ہو تو وہ علم کہلاتا ہے اور ایسے یقین والے کو عالم کہتے ہیں اور اگر یقین کامل نہ ہو کسی امر کے ہونے نہ ہونے کا تو ان دونوں باتوں کو ضدین کہتے ہیں۔ان میں سے جس طرف کا یقین غالب ہوگا اسے ظن کہتے ہیں اور طرف مغلوب کو وہم اور اگر دونوں طرف برابر ہوں تو اسے شک کہتے ہیں اور ریب۔شک رکھنے والا شخص اس امر میں متردد ہوتا ہے کسی طرف یقینی حکم نہیں لگا سکتا۔

یَتَرَدَّدُوْنَ: تَرَدُّدٌ باب تفعل سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے ایک معنی ہیں کسی بات میں شک رکھنا۔بالخصوص جب کہ حرف فی اس کے متعلق ہو جیسے یہاں ہے۔فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ یعنی اپنے شک میں ادھر۔اُدھر سے ادھر بہک رہے ہیں۔

اِنْۢبِعَاثَهُمْ: باب انفعال کے وزن پر مصدر ہے۔اس کے معنی ہیں چلنا۔یہاں مراد ہے جنگ کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نکلنا اللہ نے ناپسند رکھا۔

ثَبَّطَ: تَثْبِیْط آدمی کو روک دینا اور ہٹا دینا اس کام سے جس کا ارادہ رکھتا ہو۔

خَبَالًا: ہر شے میں شر اور فساد کے ہونے کو کہتے ہیں۔مفسرین کے اقوال اس کے معنی میں امام نے نقل کیے ہیں۔کلبی نے شر لکھے ہیں۔یمان نے لکھا ہے الامکرا ضحاک نے کہا ہے الاغدرا۔

Marfat.com

وَلَاْ اَوْضَعُوْا: اِیْضَاعٌ باب افعال کا فعل ماضی جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں اونٹ دوڑانا، معنی ہیں کہ اگر یہ لوگ جنگ میں شامل ہوتے تو اختلاف ڈالنے کے لئے با اثر مسلمانوں کی طرف دوڑتے پھرتے، یا اونٹ دوڑاتے پھرتے۔

خِــلٰلَکُمْ: جمع خَلَل کی۔دو شے کے درمیان کا فاصلہ۔یہاں مراد ہے تمہارے درمیان۔اس کے پاس کبھی اس کے پاس جاتے، چغلی کھانے اور اتفاق میں فرق ڈالنے کے واسطے۔

فِتْنَۃَ: اس کے معنی کئی مقام پر لکھے گئے ہیں۔یہاں اس سے مراد ہے وہ اختلاف جو الفت کے بعد افتراق کا سبب بنے۔ یعنی یہ لوگ تمہارے اتفاق میں افتراق چاہتے ہیں۔

سَمّٰعُوْنَ لَھُمْ: منافقین کے جاسوس ہیں۔ان کو پہنچانے کے لئے تمہاری باتیں سنتے ہیں۔دوسرے معنی یہ ہیں کہ تم میں ایسے آدمی ہیں جو ان کی باتیں سن کر دل میں اثر ڈال لیتے ہیں۔

وَقَلَّبُوْا: تَقْلِیْب باب تفعیل سے ماضی جمع غائب ہے اس کے معنی ہیں اُلٹ پلٹ کرنا۔تَقْلِیب اُمور سے مراد ہوتی ہے کسی حیلے اور تدبیر کو کامیاب بنانے کے لئے باتیں سوچنا۔یہاں مراد ہے کہ تیرے نقصان کے واسطے اپنے حیلوں اور تدبیروں میں بہت اُلٹ پلٹ کی ہے۔اپنی طرف سے کافی سوچ بچار کی ہے۔

وَلَا تَفْتِنِّیْ: اِفْتِنَان مصدر باب افتعال سے فعل نہی حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں فتنے میں ڈالنا مجھے فتنے میں نہ ڈال۔ اس کے متعلق امام نے مندرجہ ذیل وجوہ بیان کئے ہیں۔روایت میں ہے کہ جُدّ بن قَیس نامی ایک منافق شخص نے جنگِ تبوک کے واسطے تیاری کے مواقع پر آپ کی خدمت میں یہ لفظ کہے تھے۔اس کا مطلب تھا کہ پیچھے رہنے کی اجازت مل جائے۔امام کے وجوہ اس جملے کے مطلب میں یہ ہیں۔اول مطلب ہے کہ مجھے اجازت فرما دیجئے نہ فرمائی اور میں بلا اجازت رہ گیا تو وہ رہنا میرے لئے فتنہ ہوگا۔یعنی عذاب اور ذلت ہوگی۔سو اس فتنے میں مجھے نہ ڈالئے۔دوم فتنہ سے مراد ہلاکت یعنی موسم سخت گرم ہے، مسافت بہت دور ہے۔میری جان کا خطرہ ہے ہلاکت میں مجھے نہ ڈالئے۔سوم اہل وعیال اور مال کی حفاظت کا انتظام پورا نہیں، ان کے ضائع اور ہلاک ہونے کا خوف ہے۔مجھے مال وعیال کے تلف اور ضائع ہونے کے فتنے میں نہ ڈالئے۔چہارم انصار مجھے جانتے ہیں کہ میں عورتوں پر بہت بے بس ہوں۔سو رومی عورتوں کے ملک میں لے جا کر مجھے فتنے میں نہ ڈالئے۔

فِی الْفِتْنَۃِ سَقَطُوْا: سُقُوْط سے فعل ماضی جمع غائب ہے اس کے معنی ہیں گرنا۔بلند مکان سے سطح پر گرنا، یا سطح سے نیچے گڑھے میں گرنا۔مراد ہے کہ یہ وقوع فتنہ سے بچتے ہیں مگر سن لو وہ اس نافرمانی اور تمرد سے فتنہ عذاب اور ہلاکت میں پڑ گئے ہیں۔

کُسَالٰی: جمع کَسْلَان کی۔سست۔کاہل۔

وَلَا تُعْجِبْکَ: اِعْجَاب مصدر باب افعال سے نہی حاضر ہے۔اس کے ایک معنی ہیں تعجب میں ڈالنا تجھ کو تعجب میں

Marfat.com

نہ ڈالے ان کا مال اور ان کی اولاد۔

وَتَزْهَقَ: زُهُوق مصدر سے مضارع مونث غائب ہے اس کے معنی ہیں بمشکل تمام نکلنا۔ ان کی جانیں بمشکل تمام نکلیں گی، یا بقول راغب اس مال و اولاد پر حسرت اور افسوس کرتی ہوئی نکلیں گی۔

يَفْرَقُوْنَ: فَرَقٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ باب اس کا مثل عَلِمَ کی ہے۔ اس کے معنی ہیں ڈرنا، خوف کرنا، خوف کرتے ہیں، ڈرتے ہیں تبھی تو زبانی اظہار اسلام کر کے بچاؤ کرتے ہیں۔

مَلْجَأً: وہ جگہ اور مکان جس میں انسان اپنا بچاؤ کر سکتا ہے۔

مَغٰرٰتٍ: جمع ہے مغارۃ کی وہ جگہ جس میں انسان داخل ہو کر چھپ سکتا ہے۔

مُدَّخَلًا: زجاج نے کہا ہے کہ اصل میں مُدْتَخَلٌ تھا ت کو دال کر کے ادغام کیا۔ وہ مسلک اور رستہ جس میں انسان چلتا ہوا اوجھل ہو جائے۔ امام نے ان کا مطلب لکھا ہے کہ اگر منافق لوگ اس قسم کے مواضع، مکانات اور جگہیں پالیں تو اے اہل اسلام! وہ ان مواضع میں جا بسیں۔ امام نے ان مواضع سے مراد یہ بھی لکھی ہے کہ مَلْجَاء سے قلعہ۔ مغارات سے پہاڑوں کی غاریں اور مُدَّخَلًا سے زمین کی سرنگیں۔

يَجْمَحُوْنَ: بہت تیز دوڑتے ہیں کسی وجہ سے منہ نہیں موڑتے۔ یعنی ان مقامات کی طرف جاتے وقت نہ رکیں گے۔ اسی سے ہے جَمُوْح وہ گھوڑا جو بھاگتے وقت لگام سے نہ رُکے۔

يَلْمِزُكَ: لَمْزٌ سے ہے۔ اس کے معنی ہیں سامنے روبرو برائی اور عیب نکال کر خفیف کرنا ھَمْزٌ پسِ پشت عیب اور برائی نکالنا۔ بعض نے دونوں کے معنی ایک ہی لکھے ہیں۔ یعنی تیرے روبرو صدقات تقسیم کرنے میں تجھ پر عیب لگاتا ہے۔

يَسْخَطُوْنَ: سَخط سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کا باب عَلِمَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں غصے میں ہو جانا۔ یعنی کچھ نہ دیئے جائیں تو غصے ہو جاتے ہیں۔

لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ: جمع فقیر۔ اصمعی نے اور ابو عمرو نے فقیر اور مسکین میں اس طرح فرق کیا ہے کہ مسکین وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو اور فقیر وہ جس کے پاس کچھ ہو۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ فقیر وہ جس کے پاس نہ مال ہو نہ کوئی کسب۔ مسکین وہ جس کے پاس گزارے سے کم مال ہو، یا ایسا کسب ہو جس سے گزارہ نہ ہو سکے۔ پوری تفصیل کتبِ فقہ میں ہے۔ کچھ ذکر تحفتہ الاحادیث حصہ دوم میں لکھا گیا ہے۔

يُحَادِدِ اللّٰهَ: لیث نے کہا ہے کہ حَادَدْتُهٗ خالفۃ میں نے اس کی مخالفت کی۔ محادات مخالفت اور دشمنی کو کہتے ہیں۔ ابنِ عباسؓ نے مخالفت کے معنی کئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے جنگ کرتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ عداوت رکھتا ہے۔

نَخُوْضُ: خَوض سے ہے۔ جس کے معنی ہیں پانی یا کیچڑ وغیرہ میں گھس جانا جس سے آلودگی ہو جائے، پھر ہر آلودگی والی بات میں پڑنا خوض ہوتا ہے۔ یہاں اس سے مراد ہے عام سرسری گفتگو کہ ہم عام بات چیت کرتے تھے۔

Marfat.com

مُنکَر: ہر قبیح اور بُری بات اور ہر بُرا عمل اس میں داخل ہے۔

مَعرُوف: ہر قسم کی نیک بات اور نیک عمل کو معروف کہتے ہیں۔ ہر مشروع بات۔

خَلَاق: امام نے اس کے معنی نصیب لکھے ہیں۔ یعنی وہ کچھ جو انسان کے لئے مقدر کیا گیا ہے۔ راغب نے اس کے معنی کئے ہیں کہ جو خوبی انسان حاصل کر لیتا ہے اپنے خلق کے سبب، یہاں پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں۔

قَومِ نُوحٍ: (الایۃ) قوم نوح کو پانی میں غرق کیا۔ عاد کو ہوا سخت سے، ثمود کو سخت کڑک، صاعقہ سے۔ قوم ابراہیمؑ کو نعمت سلب کر لینے سے نمرود کے دماغ میں ایک مچھر چڑھا دینے سے اصحاب مدین کو بادل کے سائے میں لا کر۔ قوم لوطؑ کو الٹا کر ہلاک کیا۔

مُؤتَفِکٰتِ: جمع مُؤتَفِکتہ اوندھی کی ہوئی۔

وَاغلُظ: غِلظَۃ سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں تیز مزاج ہونا۔ سختی برتنا۔ ان کے ساتھ خشونت اور سخت مزاجی برتو۔

اَلمُطَّوِّعِینَ: باب تفعیل تَطَوُّعٌ سے اسم فاعل جمع مذکر ہے۔ اصل میں تھا مُتَطَوِّعِینَ ت کو ط بنا کر ادغام کیا۔ یہ صورت بنی۔ اس کے معنی ہیں رغبت اور محبت سے فی سبیل اللہ خرچ کرنا۔ یعنی وہ منافق لوگ جو مومنین بہ شوق و رغبت فی سبیل اللہ خرچ کرنے والوں پر طعن کرتے ہیں۔

مُخَلَّفُونَ: مُخَلَّفٌ کی جمع ہے اس چھوڑ دیئے ہوئے کو کہتے ہیں جو کسی طرف جانے والوں نے ساتھ نہ لیا ہو۔ تَخلِیف سے اسم مفعول جمع ہے۔

بِمَقعَدِهِم: بمعنی مکان لیں اسم ظرف مان کر تو معنی ہوں گے مدینہ میں رہ جانے کے سبب، یا مصدر میمی مانیں بمعنی بقعودھم تو مطلب ہوگا کہ اپنے بیٹھنے کے سبب خوش ہو رہے ہیں۔

خِلَافَ: اس کو اگر باب مفاعلہ کی مصدر مانا جائے تو بمعنی مخالفت لے کر مفعول لہٗ بنایا جائے گا۔ یعنی حضرت رسول اللہ صلعم کی مخالفت کے واسطے اور اگر اس کے معنی خَلف کے لیں تو معنی ہونگے کہ حضرت رسول اللہ صلعم کے معہ مومنین جنگِ تبوک کے واسطے تشریف لے جانے کے پیچھے۔

فَلیَضحَکُوا: یہ لفظ اور اس سے اگلا لفظ ظاہراً امر غائب ہیں مگر معناً مضارع ہیں یعنی ہنستے ہیں تھوڑا دنیا میں، روئیں گے بہت آخرت میں۔ زجاج نے معنی کئے ہیں کہ اپنی بداعمالیوں کا انجام سنتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں۔

وَلَا تَقُم عَلٰی قَبرِہٖ: زجاج نے کہا ہے کہ جب میت دفن کی جاتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرتے۔ معنی ہیں اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر۔

مَعَ الخَوَالِفِ: جمع ہے خَالِفَتہ کی۔ وہ عورت جو گھر میں پیچھے رہتی ہے۔ معنی ہوئے کہ یہ لوگ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہنے میں راضی ہو گئے۔

Marfat.com

طُبِعَ: مہرلگائی گئی۔امام نے لکھا ہے کہ طَبِعَ اور خَتَمَ کے لفظ سے مراد ہے کہ دل میں کفر کرنے کی طرف کا قوی داعیہ (قوی سبب) پیدا ہونا جو ایمان حاصل ہونے کو مانع ہو۔یہ اس واسطے کہ بغیر داعی (کسی فعل کرنے کی رغبت دلانے اور کرا لینے کا قوی میلان) کے کسی فعل کا واقع ہونا محال ہے۔تو کفر کرنے کا قریب تر مضبوط و پختہ داعیہ حاصل ہونے کے وقت دل کفر پر مہر لگائے ہوئے کی طرح ہو جائے گا اور حسن نے کہا ہے کہ مہر سے مراد دل کے کفر کی طرف مائل ہونے میں اس حد تک پہنچ جانے سے ہے کہ گویا وہ ایمان کے لئے مر چکا ہے۔

مُعَذِّرُوْنَ: تَعْذِیر باب تفعیل سے اسم فاعل جمع مذکر ہے اس کے معنی ہیں صاحب عذر ہونا۔یعنی اپنے آپ کو صاحب عذر ظاہر کرنے والے دیہاتی عرب آئے۔

اِنَّھُمْ رِجْسٌ: گندی شے جو کسی طریق سے طہارت قبول ہی نہیں کرتی۔راغب نے لکھا ہے کہ کسی شے کا رجس ہونا چار جہت سے ہوتا ہے۔اول انسانی سلیم طبیعت اسے رجس یعنی گندگی سمجھے اور گھن کرے۔دوم عقل سلیم اس کو رجس سمجھے۔سوم شرع اسلام کو رجس فرمائے۔چہارم تینوں کسی شے کو رجس قرار دیں۔مثلاً مراد جو طبعاً عقلاً اور شرعاً رجس ہے۔شراب اور میسر جوا جو عقلاً اور شرعاً رجس ہے وغیرہ بقول بعض بد بودار شے کو کہتے ہیں۔

اَجْدَرُ: اسم تفضیل جَدَلۃ مصدر سے ہے اس کے معنی ہیں کسی بات کے اہل ہونا۔اس کے لائق ہونا یعنی دیہاتی عرب حدود اللہ نہ جاننے کے زیادہ اہل ہیں۔

مَغْرَمًا: مصدر میمی ہے،غرْمًا اور غَرَامَۃً بھی مصدر ہیں۔اس کے معنی ہیں دل نہ چاہتے ہوئے کچھ رقم مجبوراً دینا۔یعنی بعض عربی دیہاتی اپنے اسلامی خرچ کو تاوان اور چٹی سمجھتے ہیں۔

اَلدَّوَآئِرَ: جمع ہے دائرۃ کی۔اس کے ایک معنی ہیں حادثہ،ضرر دینے والا واقعہ۔دوائر سے مراد ہیں حادثات زمانہ۔یعنی یہ لوگ تمہارے لئے حوادثاتِ زمانہ کا انتظار کرتے ہیں۔

دَآئِرَۃُ السَّوْءِ: سَوْءٌ اسم مصدر ہے سَاءَ یسوء کا برائی والا ہونا۔بڑا ضرر دہ ہونا۔ان کے اوپر پڑنے والا ہے حادثہ بہت بُرا۔

قُرُبٰتٍ: جمع ہے قُرْبَۃ کی۔اس کے معنی ہیں وہ نیک کام مالی خرچ کے ہوں یا دوسری اطاعت کے جن سے تقرب الٰہی حاصل کیا جاتا ہے۔

صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ: جمع ہے صلوٰۃ کی اس کے ایک معنی ہیں دعا۔یہاں مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے کے واسطے۔یعنی بعض عرب دیہاتی اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے کو تقرب الی اللہ کا سبب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا ملنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔

مَرَدُوْا: مَرْدٌ مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں ثابت رہنا،قائم رہنا،یعنی وہ قائم رہے نفاق پر۔

لَاتَعْلَمُھُمْ: تو ان اشخاص کو نہیں جانتا یا تو ان کے نفاق کو نہیں جانتا۔

Marfat.com

مُرْجَوْنَ: رَجَآءً سے باب افعال اِرْجَاء سے اسم مفعول جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں تاخیر کرنا۔ کسی امر کو پیچھے رکھنا۔ یعنی کچھ اور ہیں جن کی قبولیت توبہ کا حکم ابھی موخر ہے نازل نہیں ہوا۔

ضِرَارًا: باب مفاعلہ کا اسم ہے۔ دوسرا ہے مُضَارَّۃٌ۔ اس کے معنی ہیں مخالفت کرنا ضِرَارًا مفعول لہٗ ہے۔ مخالفت کرنے کے واسطے۔

مَسْجد ضِرَار کا واقعہ: روایت میں ہے کہ قُبا میں بنی عمرو بن عوف نے ایک مسجد بنائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپؐ اس میں نماز پڑھیں کہ برکت ہو۔ چنانچہ اس میں نماز پڑھی جب ان کے شریک برادران بنی غنم بن عوف نے دیکھا تو حسد سے اپنی اور مسجد بنا کھڑی کی۔ اس کے بنانے میں ان کو یہ خیال بھی تھا کہ ابو عامر راہب دشمن خدا اور رسول اور دشمن اسلام ملک شام سے آیا کرے گا تو یہیں ٹھہر سکے گا۔ یہ ابو عامر عیسائی ہو کر راہب بنا تھا۔ ملک شام میں قیصر روم سے مسلمانوں کے خلاف مدد لینے گیا تھا۔ ان چند منافقوں کو کہلا بھیجا تھا کہ تیاری رکھو میں مدد کے لئے آؤں گا۔ انہوں نے ایسے ناقص ارادوں سے یہ برائے نام مسجد بنائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اس میں آپ ایک نماز ادا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے فرمایا وہاں سے آ کر پڑھوں گا۔ لیکن بیضاوی میں لکھا ہے کہ آپؐ کپڑا پکڑ کر تشریف لے جانے لگے تب یہ آیتیں نازل ہوئیں اسی وقت مالک بن دخشم، معن بن عدی، عامر ابن السکن اور وحشی کو طلب فرما کر حکم فرمایا کہ ان ظالم لوگوں کی مسجد کی طرف جاؤ، اسے گرا دو اور جلا دو۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور وہاں گڑھا بنایا گیا جہاں شہری محلوں کا گند کوڑا پھینکا جاتا ہے۔

یہ عامر راہب شخص جنگِ اُحد میں مخالفین کے ساتھ تھا۔ شکست پا کر کہہ گیا کہ ہر مخالف جماعت کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑوں گا۔ چنانچہ جنگ حنین تک ایسا ہی کرتا رہا۔ اس میں شکست کھا کر ملک شام کی طرف قیصر سے مدد لینے گیا۔ آخر قنسرین میں اکیلا جا مرا۔

اِلَّا الْحُسْنٰی: یہاں حُسْنٰی صفت ہے موصوف محذوف کی الخصلتہ الْحُسْنٰی یا الارادۃ الْحُسْنٰی۔ انہوں نے کہا ہم نے اچھے ارادے اور اچھی خصلت کے ساتھ بنوائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو ارادوں اور خصلتوں کو خوب جانتا ہے ان کو جھٹلا دیا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔

بُنْیَانَہٗ: بُنْیَان مصدر ہے مثل غفران کی۔ یعنی اپنی تعمیر کی بنیاد تقویٰ اور رضاء الٰہی پر رکھی۔

اَسَّسَ: اَسَاس بمعنی کسی عمارت کی بنیاد سے۔ تَاسِیْس باب تفعیل سے فعل ماضی ہے۔ بنیاد رکھی۔

شَفَا: لغت میں اس کے معنی ہیں غروب ہونے والے ہلال کا باقی کنارا جو ابھی نظر آتا ہو۔ ہر شے کے کنارے کو بھی شَفَا کہتے ہیں۔

جُرُفٍ: جمع جَرَفَۃٌ کی دریا کا وہ کنارا جس کے نیچے سے پانی نے اسے کاٹ رکھا ہو۔ تھوڑی دیر بعد خود بخود اپنے بوجھ

Marfat.com

سے گر پڑتا ہے۔

ھَارٍ: ھَوْرٌ مصدر سے اسم فاعل ہے۔ اصل میں ھَائِرٌ تھا مثل قائل کی لیکن قلب سے واؤ کو رکی جگہ اور رکو واؤ کی جگہ رکھ کر تعلیل سے ھَارٍ پڑھا۔ مصدر کے معنی ہیں عمارت وغیرہ کا گر پڑنا۔ ھَارٍ کے معنی ہیں گر پڑنے والا۔ یعنی گر پڑنے والے کنارے پر جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی۔

فَانْھَارَبِہٖ: مصدر اِنْھِیَارٌ باب اِنفعال سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں گر پڑنا۔ معنی ہیں وہ لے گرا بنانے والے کو جہنم میں۔

لَایَزَالُ بُنْیَانُھُمْ: زَوَال مصدر سے مضارع منفی ہے اور فعل ناقص ہے۔ یعنی نہیں زائل ہوگا۔ ہمیشہ رہے گا۔ بُنْیَانُ مصدر یہاں اس مفعول کے معنی میں ہے بنائی ہوئی عمارت۔

رِیْبَۃً: لغت میں اس کے معنی شک اور قلق نفس اور اضطراب نفس لکھے ہیں، یہاں تینوں مراد ہیں۔ یعنی یہ ان کی مسجد کا بننا پھر اس کا گرایا اور جلایا جانا، ان کے دلوں میں قلق۔ اضطراب اور شک کا سبب مرتے دم تک بنا رہے گا۔

اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ: قَطع سے باب تفعل ہے۔ تَقَطُّعٌ سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں ٹکڑے ہو جانا۔ یعنی مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تب کہیں شک اور قلق دور ہو۔ جب دل ہی نہ رہا شک کہاں رہے۔

فَاسْتَبْشِرُوْا: اِستِبْشار باب استفعال سے فعل امر جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں خوش ہونا۔ یعنی اپنے اس سودے سے خوشی مناؤ۔

اَلسَّآئِحُوْنَ سَیْحٌ سیاحت سے اسم فاعل ہے۔ مختلف علاقہ جات اور شہروں میں چلتے پھرتے رہنا۔ طلب علم کے لئے ہو، یا دیگر نتائج کے لئے ہو۔ تجارت کا سفر اس میں شامل نہیں۔ مفسرین نے یہاں روزہ رکھنے والے معنی کئے ہیں۔ ابنِ عباسؓ نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں لفظ سیاحت کا کوئی صیغہ وارد ہے وہاں روزہ ہی مراد ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ میری اُمت کی سیاحت روزہ رکھنا ہے۔

اَوَّاہٌ: لغت میں اس کے معنی لکھے ہیں کثیر التَّاَوُّہِ۔ التَّاَوُّہُ کے معنی لکھے ہیں اظہار درد بذریعہ آہ۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام بصورتِ تَاَوُّہ بہت کثیر اظہارِ درد کرتے تھے۔

حَلِیْمٌ: قلیل غضب والا۔ بہت کم غضب میں آنے والا۔

لَایَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِھِمْ عَنْ نَّفْسِہٖ: رَغْبٌ و رَغْبَۃٌ سے فعل مضارع منفی منصوب معطوب ہے اَنْ یَتَخَلَّفُوْآ پر اور لا کو زائد مانا ہے۔ لغت سے معلوم ہوا ہے کہ رغبہ سے رغب فعل حرف فِیْ۔ عَنْ اور بِ کے صلے سے مختلف معنی دیتا ہے۔ مثلاً رغب فِیْہِ اس نے اس میں رغبت کی اور چاہ لیا۔ رغب عنہُ اس نے اس سے اعراض کیا منہ پھیر لیا اور نہ چاہا، رغب بِزَیْدٍ عَنْ بَکْرٍ اُس نے زید کو فضیلت دی بکر پر گویا بِ کے مجرور کو عَنْ کے مجرور پر فضیلت ہوگی۔ یہاں کلام پاک میں

Marfat.com

رغبة کے فعل کا صلہ ب ہے بانفسھم عن نفسہ ھم سے مراد ان کی اپنی ذات ہے اور ہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مراد ہے۔ لغت کی رو سے معنی یہ ہوئے کہ اہل مدینہ اور حوالی مدینہ کے دیہاتیوں کو نہیں صحیح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں پیچھے رہ جائیں اور اپنے نفوس کو آپ کی ذات مبارک سے فضیلت دیں۔ اس طرح کہ آرام سے گھر بیٹھے رہیں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں ہوں، یا جہاد کے سفر میں ہوں۔

ظَمَأٌ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں سخت پیاس لگنا۔ اس کا باب مثل علم کی ہوتا ہے۔

نَصَبٌ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں کام کرتے یا سفر کرتے تھک جانا اس کا فعل ماضی ہے۔ نصب

مَخْمَصَةٌ: خمص فعل ماضی کا ایک مصدر ہے۔ عرب کہتے ہیں خمصۃ الجوع مخمصۃ بھوک نے اس کا پیٹ پشت کے ساتھ لگا دیا۔ یہاں مراد ہے سفر جہاد کے دوران میں سخت بھوک۔

ولا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا: وطِیَ یطاءُ وطئًا سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں پاؤں سے روندنا اور مؤطئا اسم ظرف ہے۔ معنی ہیں اور وہ کسی ایسی جگہ جہاد کے لئے نہیں چلتے جدھر جانے سے کفار کو غضب آتا ہے مگر ان مجاہدین کا ثواب لکھا چلا جاتا ہے۔

وِلَا یَقْطَعُوْنَ: قطعٌ سے مضارع منفی جمع غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں کاٹنا۔ یہاں مراد ہے راستہ طے کرنا۔

وَادِیًا: علامہ نے لکھا ہے وادیًا اسم فاعل ہے۔ ودی یدی ودیا بمعنی بہنا۔ اس کے معنی ہیں بہنے والا۔ مراد سیلاب۔ پھر مراد لیتے ہیں سیلاب بہنے کی بہت فراخ زمین جو بیشوں اور وسیع جنگلوں میں نیچان دور تک چلی جاتی ہو۔ پھر اس سے زمین مراد لیتے ہیں پانی کے پہاڑ کی اگر چہ نہ ہو۔ یہاں زمین ہی مراد ہے۔

لِیَنْفِرُوْا: نفر سے امر غائب جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں جنگ کے لئے نکلنا۔ یعنی سب کے سب مومنوں کو جنگ کے واسطے نہیں نکل جانا چاہئے۔

فِرْقَةٌ وَّطَآئِفٌ: فرقہ کے معنی ہیں ایک بڑی جماعت۔ طائفہ تھوڑی جماعت مگر جوہری نے ان ہر دو میں کوئی فرق نہیں لکھا، اور تھوڑی بہت کی قید نہیں لگائی۔

لِیَتَفَقَّهُوْا: فقہٌ سے باب تفعل تفقّہٌ سے امر غائب جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں مشقت اور تکلیف سے علم دین میں سمجھ حاصل کرنا۔ معنی ہیں تاکہ وہ دین میں پوری سمجھ حاصل کرلیں۔ صاحب روح المعانی نے اس مقام پر فقہ کے متعلق چند قول نقل کئے ہیں۔ اول امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول۔ وہ فرماتے ہیں کہ عصر اول میں فقہ نام تھا آخرت کے علم کا۔ نفسانی باریک اور دقیق آفتوں کی معرفت کا اعمال خیر کو فاسد کرنے والے امور کا۔ دنیا کے حقیر ہونے کے پورے یقین رکھنے کا۔ نعیم آخرت کی قوی اطلاع یابی کا، اور دل پر خوفِ الٰہی کے غلبہ پا جانے کا۔ دوسرا قول۔ فرقد سنجی نے حسن بصری سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے بتایا۔ اس نے کہا دوسرے فقہاء آپ کے خلاف کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے اپنی آنکھ سے کوئی فقیہہ دیکھا ہے دنیا میں نہ میلان رکھنے والا۔ آخرت میں پوری رغبت رکھنے والا۔ اپنے دین میں پوری

Marfat.com

بصیرت والا۔ اپنے رب کی عبادت میں مداومت رکھنے والا۔ پرہیزگار مسلمانوں کی عزتوں میں نہ پڑنے والا۔ ان کے اموال سے مستغنی۔ ان سب کا خیرخواہ فقیہہ ہوتا ہے، (اے فرقد تیرے فقہاء ایسے ہی لوگ ہیں) آگے علامہ کہتا ہے۔ ان تمام باتوں میں حسن نے یہ نہیں کہا کہ وہ فتاووں کے مسائل بھی یاد رکھتا ہو۔ یہ فقیہہ کی تعریف حسن بصری سے بہت ربتے اور پتے کی بات ہے۔ علامہ کا قول ہے کہ عام طور پر فقیہہ ہمارے نزدیک وہ عالم ہے جو فقہ میں آخری حد تک پہنچا ہوا ہو۔

يَلُوْنَكُمْ: وَلْيٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں نزدیک ہونا اس کا باب مثل حَسِبَ يَحْسَبُ کی آتا ہے۔ اصل میں يَوْلِيُوْ نَكُمْ تھا۔ تعلیل سے يَلُوْنَكُمْ ہوا، جو کافر تمہارے نزدیک ہیں بلحاظ آبادی اور سکونت کے اول اُن سے لڑو۔

زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا : زَيْدٌ مصدر سے فعل مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں زیادہ ہونا اور کرنا لازم اور متعدی ہوتا ہے، یہاں متعدی ہے۔ معنی ہیں کہ اس نئی سورت نے ان میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے، ایمان کی حقیقت میں اور بڑھنے گھٹنے میں علماءِ اسلام کے بہت سے تفصیلی اقوال ہیں۔

يُفْتَنُوْنَ: فِتْنَةٌ و فَتْن سے مضارع مجہول جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں فتنے بلا، یا عذاب میں ڈالنا، آزمائش کرنا۔ معنی ہیں کہ یہ نہیں دیکھتے کہ سال میں ایک دوبار، مراد ہے چند بار عذاب، یا بلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں، یا آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔ علامہ نے نقل کیا ہے کہ جب بندہ بیمار پڑ کر تندرست ہو جاتا ہے اور پہلے سے کچھ بہتر نہیں ہوتا تو ملائکہ کہتے ہیں ہم نے اس کی دوا کی ہے مگر دوا نے اس کو کچھ نفع نہیں دیا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ: اس میں خطاب عرب کو ہے۔ مراد ہے، اے اہلِ عرب! تمہارے پاس رسول عظیم القدر آیا ہے تمہاری جنس سے اور تمہاری نسب سے عربی مثل تمہاری۔ یہ علامہ کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ یہ معنی عبدابن حمید وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کئے ہیں۔ ایک قول ہے کہ خطاب تمام بنی نوعِ انسان کو ہے کہ اے لوگو! بے شک تمہاری طرف رسول عظیم القدر تمہاری جنسِ نوع البشر سے آیا۔ ابن عباسؓ۔ ابن محیصن اور زہری نے اس کو اَنْفَسِكُمْ پڑھا ہے۔ نِفَاسَةٌ سے اسم تفضیل ہے۔ مراد ہے شرف اور رتبہ یعنی شرف اور بلند رتبہ رکھنے والوں سے۔

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ: شاق ہے، ناگوار ہے آپ پر۔ تمہارا تکلیف دہ امر میں واقع ہونا شاق ہوتا ہے۔

مَاعَنِتُّمْ : عَنَتٌ مصدر سے فعل ماضی جمع مخاطب ہے۔ اس کا باب مثل عَلِمَ کی آتا ہے۔ شاق امر میں واقع ہوتا ہے۔

رَءُوْفٌ : رَأْفَةٌ سے صفت مشبہ ہے۔ ایسا مہربان جو ہر قسم کے ضرر سے بچانے کا خیال رکھنے والا ہو۔ رأفـــہ کے معنی ہیں محبت کے ساتھ ضرر سے بچانا۔

رَحِيْمٌ : رَحْمَت سے صفت مشبہ یا مبالغہ کا وزن ہے۔ اس کے معنی ہیں محبت کے ساتھ ہر قسم کا نفع اور فائدہ پہنچانے والا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَۃُ یُونُس مَکِّیَّۃٌ

رکوعات ۱۱ آیات ۱۰۹

کِتٰبِ الْحَکِیْمِ: حَکِیْم بمعنی حاکم۔حکم کرنے والی اعتقاداتِ حقہ میں اور افعال صحیحہ میں، یا بمعنی محکم ہے مضبوط۔
قَدَمَ صِدْقٍ: بقول امام اس کلمہ مبارک میں اہلِ لغت کے اور اہلِ تفسیر کے چند قول ہیں۔اہلِ لغت میں سے واحدی نے لیث اور ابوالھیثم کا قول نقل کیا ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ قَدَمَ سے مراد ہے سبق کرنے والا۔اپنے ہم طریق سے تیز چل کر آگے بڑھنے والا۔یعنی اسلامی اوامر ونواہی میں پیش پیش رہنے والا۔ابن انباری نے کہا ہے کہ قدم سے مراد وہ عمل ہے جو اپنے افضل وقت میں بلا تاخیر بجالایا جائے۔بعض کا قول ہے کہ مراد مقامِ صدق ہے۔لغت میں قدم کے معنی لکھے ہیں کسی امر اچھے یابُرے میں سبقت رکھنا۔اچھا ہو تو قَدَمَ صِدْقٍ کہتے ہیں، بُرا ہو تو قدم سُوْءٍ کہتے ہیں۔صراح میں قَدَمَ صِدْقٍ کے معنی لکھے ہیں اچھا اور نیک اثر باقی رہا ہوا۔مفسرین نے اس کے معنی کئے ہیں اعمال صالحہ بجالائے ہوئے۔بعض نے معنی کئے ہیں ثواب اور اجرِ عظیم،بعض نے مراد لی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ خاصہ۔معنی ہیں کہ مومنین کو بشارت دیں کہ ان کے واسطے ان کے رب کے پاس اجرِ عظیم ہے، یا ان کے اعمالِ صالحہ ان کے رب کے پاس محفوظ ہیں جن کا اجر حاصل کریں گے۔یا ان کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید درجات جنت کی شفاعت ہوگی۔
یُدَبِّرُ الْاَمْرَ: تَدْبِیْرٌ باب تفعیل سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی قاضی بیضاوی نے لکھے ہیں امور کے انجام میں نظر کرنا تاکہ ان کا نتیجہ اچھا ہو۔معنی ہیں امورِ کائنات کو اپنی حکمت کے اقتضاء سے مقدر کرتا ہے جس سے ان کا انجام بہت اچھا ہوتا ہے۔
ضِیَآءً: مصدر ہے مثل قِیَام کی یا جمع ہے ضَوْءٌ کی مثل سَوْط و سِیَاطٌ کی بمعنی روشنی یہاں شمس کی صفت ہے بمعنی ذات ضِیَاءٍ سورج کی روشنی والا بنایا۔اس کی ی، واؤ سے بدلی ہوئی ہے۔
نُوْرًا: روشنی، ضَوْء زیادہ قوی اور تیز روشنی کو کہتے ہیں۔نُوْر ہلکی اور تیز دونوں قسم کی روشنی کو کہتے ہیں۔مراد ہے ذَاتَ نُوْرٍ۔ چاند کو نور والا بنایا۔
حَمِیْمٌ: واحدی نے کہا ہے کہ حَمِیْم آگ سے گرم کیا ہوا جو انتہائی حرارت کو پہنچ گیا ہو۔
وَقَدَّرَہٗ: تقدیر سے فعل ماضی ہے۔مقرر کیں۔ہٗ کی ضمیر سورج چاند دونوں کی طرف تاویل کُلَّ وَاحِدٍ منہما۔ان ہر دو میں سے ہر ایک کی منزلیں مقرر کی ہیں۔بعض نے کہا ہے، کہ مہینے اور سال اللہ تعالیٰ کے قمری معتبر ہیں جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔اس واسطے یہ ضمیرہٗ قمر کی طرف راجع ہے۔اور چاند کی منزلیں مقرر کیں۔
لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا: رَجَاء سے فعل مضارع منفی ہے۔رَجَاء کے معنی ہیں کسی آنے والے فائدے کی امید رکھنا۔ آنے والے ضرر کی توقع کو بھی رجا کہہ دیتے ہیں۔کبھی عام توقع کو بھی رجا کہہ دیتے ہیں۔معنی ہیں ہماری ملاقات کی امید

Marfat.com

نہیں رکھتے۔ یا ہمارے عذاب کی امید نہیں رکھتے۔ یا ہمارے حضور میں پیش ہونے کی امید نہیں رکھتے۔

وَطْمَاَنُّوْا: طَمَانٌ و اِطْمِینَانٌ سے فعل ماضی جمع غائب ہے اس کے معنی ہیں آرام کرنا۔ یعنی وہ دنیاوی زندگی میں آرام کر بیٹھے اور کسی قسم کا فکر اخروی پاس نہ آنے دیا۔

مَاْوٰی: اِرْآءٌ و اُوِیًّا سے اسم ظرف ہے۔ اس کے معنی ہیں مکان میں اُترنا۔ مَاْوٰی کے معنی اُترنے کی جگہ۔ پھر مراد ہے جائے قیام دوامی۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا: یہاں دَعْویٰ دُعَآءٌ کے معنی میں ہے۔ یعنی ان کے سوال کرنے کے کلمات۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ: سُبْحَانَ مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں پاکیزگی کرتا ہوں اللہ کی۔ اَللّٰهُمَّ میں م، یا حرفِ ندا کے عوض ہے۔ اس کے معنی ہیں یا اللہ تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں۔ اہلِ جنت کو جب کسی شے کی خواہش ہوگی تو یہ کلمات کہیں گے۔

تَحِيَّتُهُمْ: باب تفعیل کا مصدر ہے تفعلة کے وزن پر۔ تعلیل سے تَحِیَّة بنا۔ اس کے معنی ہیں زندگی کی دعا دینا۔ یعنی آپس میں ان کی دعا، اور ان ملائکہ کی ان کے حق میں دعا، جن کو ان کی زیارت کی اجازت ملے گی، اور ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے سلام کے کلمۂ مبارک سے ہوگی۔

لِلْمُسْرِفِيْنَ: اِسْرَاف مصدر باب افعال سے اسم فاعل مجرور۔ امام رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اِسْرَاف کے معنی کئے ہیں کہ خسیس اور حقیر غرض کے لئے کثیر مال خرچ کرنا۔ پھر کہا ہے کہ دنیا کی ہر شے خسیس ہے صرف اسی کے حصول میں مال خرچ کرنا اسراف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ غیر ضروری مواقع پر خرچ کرنا اسراف ہوتا ہے۔ امام نے کفار کے مسرفین ہونے میں ایک عمدہ وجہ لکھی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواس، عقل، فہم اور قدرت عطا کی ہے کہ ان کے ذریعے سعادت اخروی حاصل کرے۔ کفار ان قیمتی، نایاب اور نہ مل سکنے والے جواہرات کی خواہشاتِ نفسانی دنیاوی کے حصول پر خرچ کر دیتے ہیں جو اخروی اشیاء کے بالمقابل خسیس اور حقیر ہیں۔

تِلْقَآءِ: اسم ہے لِقَاء مصدر سے۔ اس کے ایک معنی اپنے پاس سے، کے ہوتے ہیں جبکہ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِهٖ کی صورت میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے تو کہہ دے کہ میری طاقت نہیں کہ اس کو اپنے پاس سے بدل دوں۔

وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ: دِرَایَةٌ مصدر مجرد سے اِدْرَاءٌ افعال کے وزن سے ماضی منفی ہے۔ اس کے معنی ہیں بتانا۔ تو کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں تم کو یہ قرآن پڑھ کر نہ سناتا۔ اور اللہ تم کو دین کی کوئی بات اس کے ذریعے نہ بتاتا۔

اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ: باب تفعیل کے مصدر تَنْبِئَةٌ تَنْبِیئًا سے مضارع جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں خبر دینا۔ یعنی تم اللہ کو خبر دیتے ہو۔

وَازَّيَّنَتْ: اصل میں تھا تَزَيَّنَتْ ت کو ز بنا کر ز میں ادغام کیا اور ہمزہ وصل شروع میں لگایا۔ اِزَّيَّنَتْ ہو گیا۔ معنی ہیں اور

Marfat.com

مزین ہوگئی۔

یُسَیِّرُکُمْ: تَسْیِیر باب تفعیل سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں چلائے رکھنا۔ جو چلائے رکھتا ہے جنگل اور سمندر میں۔

عَاصِفٌ: بہت سخت تیز ہوا۔

بَغْیُکُمْ: بغیٌ اس کے ایک معنی ہیں طلب کرنا۔ اپنی خواہش اور مرضی بطریق غلط پوری کرنا۔ جب سیاسی معاملے میں ہو تو اسے بغاوت کہتے ہیں۔

اَلْحُسْنٰی: حُسْن مصدر سے اسم تفضیل اَحْسَنُ کا صیغہ مونث ہے۔ یہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ صاحب کشاف نے مَثُوْبَتہ موصوف مقدر مان کر ترجمہ کیا ہے۔ اجر اور ثواب بہت اچھا ہے۔ بقول ابن انباری اہلِ عرب اس سے حالتِ محبوبہ اور خصلتِ مرغوب فیہا مراد لیتے ہیں۔

وَزِیَادَۃٌ: زیادہ مصدر ہے۔ زَادَ یَزِیْدُ زَیْدٌ و زِیَادَۃٌ سے۔ اس کا باب مثل بَاعَ کی ہے۔ معنی ہیں وہ شے جو اصل شے کے ساتھ بڑھائی جائے۔ پہلی شے کی جنس سے ہو، یا غیر جنس سے یہاں اہلِ جنت کے واسطے نعیم جنت کے ساتھ ایک زائد نعمت ہوگی جس کو وَزِیَادَۃ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور یہ ہے رُوْیَتِہ باری تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف۔ بعض کا قول ہے کہ دس سے سات سو گنا تک زیادہ ہے۔

لَا یَرْھَقُ: رَھَقٌ سے مضارع منفی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے پر دھول پڑنا۔

قَتَرٌ: غبار، دھول، معنی ہیں کہ ان کے چہروں پر غبار یا جرائم کی ذلت پڑی ہوئی نہ ہوگی۔

مِنْ عَاصِمٍ: عَصْمٌ مصدر سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں حفاظت کرنا، بچائے رکھنا۔ باب مثل ضَرَبَ کی ہے۔ اس کو اللہ کے عذاب سے اور اس کی گرفت سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

اُغْشِیَتْ: اِغْشَآءٌ باب افعال سے ماضی مجہول مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں پہنانا۔ یہاں مراد ہے چہروں پر چڑھا دینا۔ تھوپ دینا۔ کالی سیاہ رات کے کئی ٹکڑے ان کے مونہوں پر تھوپے ہونگے۔

قِطَعًا: جمع قطعۃ ٹکڑا۔ کئی ٹکڑے۔

نَحْشُرُھُمْ: حَشْرٌ سے صیغہ مضارع متکلم مع الغیر۔ اس کے مصدری معنی ہیں ایک مقام پر چاروں طرف سے اکٹھا کرنا۔ جمع کرنا۔

مَکَانَکُمْ: مکان اسم ظرف ہے۔ کسی شے کے ہونے کی جگہ یعنی جس جگہ کوئی شے ہو وہ جگہ اس شے کا مکان ہے۔ کفار کو حکم ہوگا اَلْزَمُوْا مَکَانَکُمْ ٹھہرے رہو اپنی جگہ میں۔

فَزَیَّلْنَا: امام نے یہاں واحدی کا قول نقل کیا ہے۔ اس نے کہا ہے زَیْلٌ۔ تَزْیِیْلٌ اور مُزَایَلَۃٌ کے معنی ہیں تمیز کرنا، الگ

Marfat.com

الگ کرنا۔ زَیَّلْنَا تَزْیِیْل سے فعل ماضی متکلم ہے، ہم نے تفریق ڈال دی ان کے اور ان کے شریکوں کے درمیان۔ علیحدگی کر دی۔

رُدُّوا: رَدٌّ سے ماضی مجہول جمع مذکر، یعنی لوٹائے گئے شرکاء سے ہٹ کر اپنے حقیقی مالک اللہ کی طرف۔

نَبْلُوا: بَلَاءٌ سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں آزمانا۔ ہم آزمائیں گے ہر نفس کو اس کے کیے ہوئے اعمال سے۔

لَایَھِدِّیْ: اصل میں یَھْتَدِیْ تھا، باب افتعال اِھْتِدَاء سے مضارع غائب ہے، بمعنی ہدایت قبول کرنا۔ یعنی جب تک اس کو ہدایت نہ دی جائے وہ ہدایت نہیں پاتا۔ اس کے پیچھے کیوں لگا جائے، اور اس کا اتباع کیوں کیا جائے۔

وَلٰـکِنْ تَصْدِیْقَ: تَصْدِیْق مصدر ہے بمعنی اسم فاعل مُصَدِّق پہلی کتابوں کی سچائی ماننے والا ہے۔ یا بمعنی اسم مفعول ہے مُصَدَّق کُتب سابقہ مثل تورات وانجیل کا تصدیق کیا ہوگا۔ یعنی ان میں اس کی تصدیق ہے۔

وَتَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ : تَفْصِیْل مصدر بمعنی فاعل ہے۔ مُفَصِّل اور کتاب مصدر بمعنی مفعول ہے مَکْتُوْب یعنی جو کچھ اس میں ثابت کیا گیا اور لکھا گیا ہے اسے بالتفصیل بیان بھی کرتا ہے۔

تَاْوِیْلُهٗ: اس کے معنی ہیں انجام۔ نتیجہ۔ کلام کا اصل مقصد اور غرض۔ یہاں مراد ہے کہ قرآن مجید میں ہر کلام کی جو غرض اور جو مقصد ہے وہ تو ابھی ان کے پاس آیا ہی نہیں۔ مثلاً بہت سی اسی جہان میں واقع ہونے والی خبریں اس میں مذکور ہیں، ان کی انتظار کرتے، ہوتی ہیں یا نہیں۔ انہوں نے جھٹ انکار کر دیا۔

بَیَاتًا: رات میں دشمن پر دھاوا کرنا۔ یہ مصدر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں رات کو کسی جگہ اُترنا۔ اس کا عذاب اگر رات کو آجائے۔

مَـاذَا: اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ پورا ایک اسم ہے۔ اس کے معنی ہیں کیوں اور کیا؟ دوم یہ دو کلمے الگ الگ ہیں مَا بمعنی استفہام اور ذَا بمعنی اَلَّذِیْ۔ یعنی کیا وجہ ہے کہ مجرم عذاب جلدی چاہتے ہیں۔

وَیَسْتَنْبِئُوْنَکَ : اِسْتِنْبَآءٌ باب استفعال سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں خبر پوچھنا۔ تجھ سے خبر پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے۔

وَمَا تَکُوْنُ فِیْ شَاْنٍ: شَاْن کے معنی ہیں امر یا حال یعنی تو جس امر اور جس حال میں ہو اور تو اس حال یا اس امر میں ہو کر قرآن سے کچھ پڑھے۔

وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ: یہاں مِنْهُ کی ضمیر کا مرجع مفسرین نے شَاْن بنایا ہے یا قرآن، یا اللہ ان کے رو سے معنی درست ہوتے ہیں۔

وَمَـاظَنُّ الَّذِیْنَ: اس میں مَا استفہامیہ مبتدا اور ظَنُّ خبر۔ یعنی کیا ظن ہے اللہ پر جھوٹ افترا باندھنے والوں کا کہ میں بروز قیامت ان کے ساتھ کیا کرنے والا ہوں۔

اِذْتُـفِیْضُوْنَ فِیْهِ: اِفَاضَةٌ باب افعال کے مصدر سے مضارع جمع مذکر مخاطب ہے، اس کے ایک معنی ہیں شروع ہونا۔ جب تم شروع ہو جاتے ہو اور لگ جاتے ہو اس کام میں۔

Marfat.com

وَمَا یَعۡزُبُ: مصدر عُزُوۡبٌ سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں دور ہونا، غائب ہونا، چھپا رہنا۔تیرے رب سے یعنی تیرے رب کے علم سے چھپا نہیں رہتا۔باب مثل نَصَرَ و ضَرَبَ کی آتا ہے۔

مِثۡقَالُ: ایک وزن ہے یہاں مراد ہے ذرے کے وزن کی کوئی شے۔

ذَرَّۃٍ: باریک چیونٹی، یا وہ غبار کے باریک اجزاء جو مکانوں میں روشندانوں سے سورج کی کرن میں بہت تیز اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔

اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ: اَوۡلِیَاء جمع وَلِیٌّ کی۔وَلِیٌّ سے صفت مشبہ ہے اس کے معنی ہیں قریب اور نزدیک ہونا۔وَلِی کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ سے روحانی قرب اور نزدیکی رکھنے والا۔یہاں اَوۡلِیَاء سے وہ خالص مومن مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ سے روحانی قرب اور نزدیکی رکھتے ہیں۔علامہ نے یہاں اس مقام پر کچھ تفصیل لکھی ہے جس کا مختصر ذکر یہ ہے۔اس آیت کریمہ سے ظاہراً ثابت ہوا کہ اَوۡلِیَاءَ اللہ مومنین متقین ہی ہوتے ہیں۔مبین المعین میں لکھا ہے کہ ولی وہ شخص ہوتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس بندے کے ہر معاملے کا کارساز اور متولی ہوتا ہے۔اس شخص کا اپنا تصرف نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اپنا وجود۔اپنی ذات اپنا فعل، اپنا وصف کچھ نہیں رکھتا۔سب کچھ فنا کر چکتا ہے۔اس صورت میں ولی بمعنی اسم مفعول ہے۔یعنی دوست بنایا ہوا، اور قریب کیا ہوا۔یہ درجہ پایا ہے ہمیشہ عبادت کرنے، اور اطاعت میں مستقیم رہنے اور اس کی معرفت کے سمندر میں ڈوبا رہنے سے اور اس کی ذات کے انوار کے مشاہدہ کرتے رہنے سے، یا ولی بمعنی فاعل ہے اللہ سے قربت حاصل کرنے والا اور اس سے دوستی پیدا کر کے قائم رکھنے والا بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت ہمیشہ کرنے والا ہو۔بشرطیکہ درمیان میں کوئی معصیت اس سے واقع نہ ہو، قیشری نے کہا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں معنوں کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت پر مداومت رکھنا وَلِیُ ہونے کی شرط ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ درمیان میں معصیت واقع ہونا وَلِیُ ہونے کے منافی ہے۔چنانچہ اکثر فضلاء کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ایک قول ہے کہ اولیاءَ اللہ معصیت سے محفوظ ہوتے ہیں۔اس کے معنی ہیں کہ ان سے معصیت کا امکان ہے مگر صدور نہیں ہوتا۔بعض کا قول ہے کہ معصیت کا صدور ولی ہونے کے منافی نہیں۔ سند میں حضرت جنید قدس سرہٗ کا قول پیش کرتا ہے کہ آپ سے سوال ہوا، عارف زنا کرتا ہے؟ فرمایا ہاں (وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقۡدُوۡرًا) لیکن یہ سوال جواب امکانی صورت تک ہیں۔بحث یہ ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے ولی کی ولایت قائم رہتی ہے یا نہیں، بعض نے کہا ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے ولی کی ولایت قائم نہ رہنے میں کوئی شبہ نہیں، اس بنا پر کہ اس حالت میں اس میں تقویٰ نہیں رہتا جو اجماعی طور پر ولایت کی شرط ہے۔دیگر معصیت سے اس پر فسق کا لفظ عائد ہوگا جو ولایت کے منافی ہے۔

لَاخَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ: خوف کے معنی راغب نے لکھے ہیں کہ ظنی یا یقینی علامات اور آثار سے کسی ناپسند امر کے واقع ہونے کی توقع رکھنا۔معنی ہیں کہ اولیاءِ اللہ کو کسی ناپسند امر واقع ہونے کی توقع نہ ہوگی۔

Marfat.com

وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ: حَزَنٌ و حُزْنٌ سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں کسی مرغوب اور دل پسند شے کے تلف ہونے یا کھوئی جانے سے غم کرنا۔یعنی ان کو کوئی غم نہ ہوگا۔

اَلْبُشْرٰى: مصدر ہے بمعنی بشارۃ۔خوش خبری دارین میں۔اس جہان میں اچھی خوابوں کی ذریعے اور بوقت مرگ ملائکہ کے اس کو مغفرت کی اور جنت کی خبر دینے کے ذریعے۔

لَايُفْلِحُوْنَ: فَلَاحٌ سے جمع مذکر مضارع منفی۔فلاح کے معنی ہیں اپنے مقصود اور مطلوب تک پہنچنا۔

كَبُرَ: كِبَرٌ و كُبْرٌ مصدر سے فعل ماضی ہے۔اس کے ایک معنی ہیں شاق ہونا۔ناگوار ہونا۔اگر شاق ہے تم پر اور ناگوار ہے تم کو۔

مَقَامِىْ: اسم ظرف ہے قیام کی جگہ۔مراد ہے وجود۔یعنی میرا وجود۔میری ہستی۔علامہ نے یہی معنی مراد لئے ہیں۔یا مصدر میمی ہے یعنی میری سکونت۔میری رہائش یعنی اگر تم کو یہ صورتیں شاق ہیں۔

تَذْكِيْرِىْ: باب تفعیل کا مصدر مضاف ہے۔اس کے معنی ہیں یاد کرانا۔آخرت کے حالات۔عذاب ثواب کا ذکر کرنا۔تم کو ناپسند ہے۔

فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ: اِجْمَاع باب افعال سے فعل امر جمع حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں امور کو جمع کرنا پھر مراد ہے ایک امر پر پختہ ارادہ کر لینا۔عزم کرنا۔یعنی میرے متعلق اپنے ایک امر پر عزم کرلو۔

وَشُرَكَآءَكُمْ: یہاں واو بمعنی مع ہے اور شُرَكَاء مفعول معہ ہے۔یعنی اپنے شرکاء سمیت تم ایک امر کا عزم کرو۔

غُمَّةً: مَسْتُوْر۔چھپا ہوا۔مخفی۔پھر تمہارا وہ معاملہ چھپا نہ رہے۔

ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَیَّ: قَضَآءٌ مصدر سے امر جمع حاضر ہے۔اس کے ایک معنی ہیں ادا کرنا قرض وغیرہ کا۔یہاں یہی مراد ہے۔یعنی اسے میری طرف ادا کردو۔میرے ساتھ کر گزرو۔

لِتَلْفِتَنَا: لَفْتٌ مصدر سے مضارع واحد حاضر ہے۔اس کے ایک معنی ہیں کسی سے منہ پھیرنا۔دوسرے کسی کی رائے بدلنا۔تاکہ تو ہم کو ہمارے مذہبی طریقے سے پھیرے،یا ہماری رائے بدلے۔

اَلْكِبْرِيَآءُ: اس کے معنی ہیں عظمت اور تجبر۔بڑائی۔مجاہد نے اس کے معنی بادشاہی کے کئے ہیں۔زجاج نے اس کی وجہ لکھی ہے کہ دنیاوی تمام مطالب سے بادشاہی بڑا مطلب ہے۔لہٰذا یہاں اس کے معنی بادشاہی کے ہیں۔

اَلْقُوْا: اِلْقَاءٌ باب افعال سے فعل امر جمع حاضر ہے۔اصل میں اَلْقِيُوْا تھا تعلیل سے اَلْقُوْا ہوا اس کے معنی علامہ نے لکھے ہیں کسی شے کو ایسی طرح پھینکنا کہ دیکھنے والا اس کو دیکھ سکے۔پھر عام طور پر پھینکنے کے واسطے استعمال کرتے ہیں۔یہاں پہلے معنی مراد ہیں یعنی ایسے پھینکو کہ لوگ دیکھ سکیں۔

ذُرِّيَّةٌ: ذَرْءٌ سے ہے اس کے معنی ہیں پیدا کرنا۔اس کا باب مثل فَتَحَ کی آتا ہے ذُرِّيَّةٌ کہتے ہیں انسان اور جن کی نسل کو۔

Marfat.com

یہاں مراد ہے بنی اسرائیلی نوجوان یعنی شروع شروع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نوجوان بنی اسرائیل ایمان لائے۔ بڑی عمر کے لوگ فرعون کے خوف سے الگ رہے مگر آہستہ آہستہ مسلمان ہوتے گئے۔

وَمَلَاْئِهِمْ: یہاں ھِــمْ کی ضمیر کا مرجع فرعون ہے۔ جمع کی ضمیر دنیاوی بڑی حیثیت والوں کے واسطے عربی اور دوسری زبانوں میں مروج ہے بطور محاورہ کلامِ الٰہی میں بھی فرمایا گیا ہے۔ بعض نے اس کا مرجع ذُرِّيَّة ہی کو بنایا ہے۔ یعنی اپنے بڑے عزت داروں کے اور فرعون کے خوف سے ڈرتے ہوئے بھی ایمان لے آئے۔

اَنْ يَّفْتِنَهُمْ: فَتْن سے مضارع واحد غائب ہے۔ اس کے معنی جیسا کہ راغب نے لکھا ہے، سونا آگ میں ڈالنا کھرا کھوٹا معلوم کرنے کو۔ پھر انسان کو آگ میں ڈالنے میں بھی بولا جاتا ہے۔ اسی طرح عذاب۔ امتحان اور بلاء وشدت کے معنی میں بھی آجاتا ہے۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں عذاب۔ بلا اور شدت۔

لَعَالٍ: عُلُوٌّ سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں بلند ہونا۔ یہاں مراد ہے غلبہ کرنا۔ یعنی وہ قاہر اور بہت جابر تھا ملک مصر میں۔

فِتْــنَةً: یہاں مراد ہے فتنہ کی جگہ، یعنی ہم کو فرعون اور فرعونیوں کے عذاب اور شدائد کا محل نہ بنا کہ ہم پر ان کی ہر سختی بوجہ مسلمان ہونے کے واقع ہو۔

اَنْ تَبَوَّاٰ: تَبَوُّءٌ باب تفعل سے مضارع تثنیہ مخاطب ہے۔ اصل میں تھا تَتَبَوَّءَانِ۔ نُون بوجہ ان کے اور ایک ت تخفیف سے حذف ہو کر ایسا بنا۔ اس کے معنی ہیں جگہ بنانا۔ ٹھہرنے کا مکان مقرر کرنا۔ یعنی اپنی قوم مسلمان کے واسطے گھر مقرر کرو کہ ان میں نمازیں پڑھا کریں۔

لِيُضِلُّوْا: لِكَیْ يُضِلُّوْا۔ اِضْلَال باب افعال سے مضارع جمع غائب ہے اس کے معنی ہیں گمراہ کرنا تاکہ گمراہ کریں تیری راہ سے۔

اِطْمِسْ: طَمْس مصدر سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی علامہ نے ہلاک کرنا لکھے ہیں بعض نے معنی کئے ہیں، ان کی صورت غیر نافع بنا دینا۔ لغت میں مٹا دینا۔ محو کرنا اور ہلاک کرنا لکھے ہیں، یعنی ہلاک کردے ان کے مال کو، اور محو کردے ان کا سامان آرائش۔

جٰوَزْنَا: مُجَاوَزَةٌ باب مفاعلۃ سے ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک جگہ سے گزر کر دوسری جگہ جانا۔ یہاں مراد ہے عبور کرانا۔ پار اُتارنا۔ ہم نے بنی اسرائیل کو دریا عبور کرا دیا۔

فَاَتْبَعَهُمْ: اِتْبَاعٌ باب افعال سے فعل ماضی ہے یہ تبع کے ہم معنی ہے۔ پیچھے لگنا۔ بعض نے لکھا ہے کہ اِتْبَاعٌ کے معنی ہیں آگے نکل جانے والوں کے پیچھے نکل کر ان کو جا ملنا۔ معنی ہیں پیچھے سے جا ملا ان کو فرعون اور اس کا لشکر۔

بَغْيًا وَّعَدْوًا: یہ ہر دو مصدر ہیں اسم فاعل کے معنی میں ہو کر حال بَاغِيْنَ وَ عَادِيْنَ، ظلم کرتے اور تعدی کرتے یا مفعول لہ ہیں واسطے ظلم اور تعدی کرنے کے۔

Marfat.com

نُنَجِّیکَ: تَنجِیَۃٌ باب تفعیل کے مصدر سے مضارع متکلم ہے۔اس کے ایک معنی ہیں ہم نجات دیں گے تیرے بدن کو کنارے ڈال کر۔یہ نجات سے مشتق ماننے کی صورت میں ہے۔بعض نے نَجوَۃَ سے مشتق مان کر معنی کئے ہیں۔نجوۃ کے معنی ہیں بلند جگہ۔ہم تیرا بدن بلند جگہ پر ڈالیں گے تاکہ بنی اسرائیل دیکھ لیں اور تو اپنے پچھلوں کے واسطے ایک نشان بنے۔

اَلْمُمْتَرِیْنَ: اِمْتِرَاءٌ باب اِفْتِعالٌ سے اسم فاعل ہے۔اس کے معنی ہیں شک اور تردد،یعنی تو شک کرنے والوں سے نہ ہو۔

حَقَّتْ: حَقٌّ سے فعل ماضی ہے۔اس کے بہت سے معنی ہیں۔ایک معنی ہیں ثابت کرنا۔وہ لوگ جن پر حکم تعذیری تیرے رب کا ثابت ہو گیا۔

کَلِمَۃُ رَبِّکَ: یہاں کلمہ کے معنی ہیں حکم۔

اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ: یہاں اِلَّا کے معنی لٰکِنْ کے ہیں۔لیکن یونسؑ کی قوم جب ایمان لائی ہم نے حیاتِ دنیا میں اُن سے ذلت کا عذاب اٹھایا۔

قُلِ انْظُرُوْا: نظر مصدر سے فعل امر جمع حاضر ہے۔یہاں اس کے معنی غور اور فکر کرنا ہیں۔تو کہہ کہ غور کرو آسمان وزمین میں کیا کیا عجائبات ہیں۔

حَقًّا: مصدر مفعول مطلق ہے فعل مقدر کا۔حَقَّ حَقًّا۔یہاں مراد ہے ہم ضرور نجات دیں گے مومنین کو۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

رکوعات ۱۰ سُورَةُ هُودٍ مَكِّيَّةٌ ایات ۱۲۳

اُحْكِمَتْ: اِحْكَام مصدر سے فعل ماضی مجہول ہے۔ چار وجہ سے اس کے معنی کئے گئے ہیں، اول اس کے معنی ہیں مضبوط اور پختہ کرنا۔ یعنی اس کی آیات بہت پختہ بنائی گئی ہیں بلحاظ الفاظ اور معانی کے۔ دوم۔ احکام سے مراد ہے بچانا۔ محفوظ رکھنا۔ یعنی اس کی آیات نسخ۔ تغییر اور تبدیل سے بچائی گئی ہیں۔ سوم۔ اِحْكَام سے مراد ہے شبہات۔ شکوک اور اعتراضات سے بچائی ہوئی۔ حجج براہین اور دلائل سے۔ چہارم۔ اِحْكَام۔ حکمت سے باب افعال بنایا ہے تصییر خاصے میں استعمال ہوا ہے صاحبِ حکمت ہونا، اس کی آیات میں بہت حکمتیں ہیں۔ حکمت والی ہیں۔

فُصِّلَتْ: تَفْصِيل باب تفعیل سے ماضی مجہول ہے۔ اس کے معنی الگ الگ کرنا ہیں۔ یعنی اس میں مضامین الگ الگ مذکور ہیں۔ یا سورۃ سورۃ ہے، یا اتارے جانے میں الگ الگ رہی۔

لَدُنْ: ظرف مبنی ہے غایۃ زمان یا مکان کے اول کے معنی دیتا ہے۔ حکیم خبیر کے پاس سے ہے۔

اَنْ لَّاتَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ: یہاں اَنْ کے پہلے ل مقدر ہے لِئَلَّا تاکہ تم عبادت کرو سوائے اللہ کے کسی اور کی۔

يُمَتِّعْكُمْ: تَمْتِيع باب تفعیل سے مضارع غائب ہے منفعت دینا، فائدہ پہنچانا۔ وہ منفعت دے گا تم کو بہت اچھی۔

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى: اَجَلٍ راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں کسی شے کے واسطے مقرر اور متعین کی ہوئی مدت۔ مُسَمًّى تَسْمِيَه باب تفعیل سے اسم مفعول ہے، اس کے معنی ہیں نام رکھنا۔ یہاں مراد ہے مقرر اور مقدر کرنا یعنی مقدر کی ہوئی مدت تک۔

يَثْنُوْنَ: ثَنْيٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے اصل میں تھا یَثْنِیُوْنَ۔ تعلیل سے یَثْنُوْنَ ہوا۔ اس کے ایک معنی ہیں پھیرنا۔ یعنی وہ پھیر لیتے ہیں اپنے سینے اور آپ کی طرف پیٹھ کرتے ہیں، یہاں مِنْهُ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ علامہ نے یَثْنُوْنَ کے معنی میں تین احتمال نکالے ہیں۔ اول ثَنْيٌ سے مجازاً اعراض عن الحق مراد لی ہے۔ یعنی وہ حق سے اعراض کرتے ہیں۔ دوم۔ مجازاً اس کے معنی اخفا کے لئے ہیں۔ یعنی اپنا کفر۔ اعراض، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت سینوں میں چھپاتے ہیں۔ سوم۔ اپنے اصلی اس معنی میں جو شروع میں بیان ہوئے۔ ان ہر سہ احتمال کی بنا پر مِنْهُ کی ضمیر کے دونوں مرجع قائم رکھ کر معنی ہو سکتے ہیں۔

يَسْتَغْشُوْنَ: اِسْتِغْشَآءٌ باب استفعال سے مضارع جمع غائب ہے۔ یہ باب یہاں اپنے خاصے اتخاذ میں استعمال ہوا ہے۔ مادہ غِشَآءٌ سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں پوشش، لباس، یعنی جب وہ اپنے کپڑوں کے فراش اور لحاف وغیرہ میں لپٹتے ہیں (اور دلوں میں کچھ باتیں ڈالے رکھتے ہیں اور کچھ ظاہر بھی کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

Marfat.com

دَآبَّةٍ: مصدر دبیب سے اسم فاعل مونث کے وزن پر ایک اسم ہے۔ دابّہ ہر جاندار کو کہتے ہیں نر ہو یا مادہ۔ عاقل ہو یا غیر عاقل۔ دبیب کے معنی ہیں آہستہ آہستہ چلنا۔ ہر زمین پر چلنے والا جاندار۔ پھر عرف میں چوپائے حیوان کو، یا خاص گھوڑے کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں مراد پہلے ہی معنی ہیں۔ یعنی زمین پر کے ہر ذی روح جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

رِزْقُهَا: لغت میں رزق کے معنی لکھے ہیں وہ شے جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے۔ یہاں مراد ہے قوت جینے کی خوراک۔

مُسْتَقَرَّهَا: اِسْتِقْرَارٌ باب استفعال سے اسم ظرف ہے۔ اس کے معنی ہیں قرار پکڑنا ٹھہرنا جائے قرار ٹھہرنے کی جگہ۔ مراد یہاں ہے جنس زمین مادہ مغوی وغیرہ کے ٹھہرنے کی جگہ۔ جیسے صُلب ریڑھ کی ہڈی وغیرہ۔

مُسْتَوْدَعٌ: اِسْتِیْدَاع مذکور بالا باب سے ظرف مکان ہے۔ اس کے معنی ہیں امانت رکھنا۔ امانۃ اس کے رکھنے کی جگہ۔ مراد ہے ماداؤں کے رحم وغیرہ۔ جہاں سے بھی بچے بن کر نکلتے ہیں۔ قاضی بیضاوی نے ان کے معنی لکھے ہیں زندگی اور موت میں ان کی جگہیں، یا زمین میں ان کی جگہیں اور ان کے مادوں کی جگہیں جہاں تیار ہوتے ہیں۔

عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ: اس کا عرش پانی پر تھا۔ علامہ نے یہاں بہت کچھ لکھا ہے اور شروع میں دو قول نقل کیے ہیں، اول قاضی بیضاوی کا کہ آسمان و زمین پیدا کرنے سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا یعنی پانی اور عرش کے درمیان کوئی شے حائل نہ تھی، یہ مطلب نہیں کہ پانی کی سطح پر عرش تھا، اس سے خلا ممکن ہونے کا استدلال کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اس عالمِ موجودہ کے اجرام سے عرش کے بعد اول پانی کا وجود ہوا۔ علامہ ابوالسعود کا قول ہے کہ آسمان زمین پیدا کرنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ عرش کے نیچے پانی کے سوا اور کچھ نہ تھا فاصلہ تھا۔ اس آیت سے خلا ثابت نہیں ہوتا، اور یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ عرش کے بعد پانی پہلے بنا۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرش اور پانی کا وجود آسمان و زمین کی خلقت عرش اور پانی کے بعد ہوئی۔

اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ: اُمَّة کے ایک معنی ہیں وقت۔ مراد ایام۔ مَعْدُوْدَة کے معنی ہیں گنے ہوئے۔ یہاں معنی ہیں گنتی کے دن، کچھ دن۔

حَاقَ بِهِمْ: حَیْقًا مصدر سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں گھیر لینا اور لازم ہو جانا۔ چمٹ جانا معنی ہیں وہ عذاب جس کو ٹھٹھا کرتے تھے ان کو گھیر کر چمٹ جائے گا۔

نَزَعْنَا: نَزْعٌ سے ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں درشتی اور سختی سے نکالنا۔ یہاں مراد ہے سلب کرنا۔ خلاف مرضی لے لینا۔ ہم سلب کر لیتے ہیں اس سے۔

لَيَـئُوْسٌ: یَأْسٌ سے مبالغے کا وزن ہے۔ اس کے معنی ہیں نا امید ہونا۔ وہ بہت نا امید ہوتا ہے اس پہلی حالت میں ہو جانے سے۔

كَفُوْرٌ: کُفْرَان سے مبالغے کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی ہیں ناشکری کرنا۔ پہلی دی ہوئی نعمتوں کا بہت ناشکر گزار۔

Marfat.com

نَعْمَآءَ: خوش حالی۔ دولت مندی۔

بَيِّنَةٌ: مونث ہے بَیِّنٌ سے۔ یہ بیان سے فَیْعِلَۃٌ کے وزن پر ہے۔ بَیْیِنَۃٌ۔ ی کو ی میں ادغام کیا۔ اس کے معنی ہیں حُجت۔ دلیل۔ جیسے مَیِّتٌ۔ سَیِّدٌ۔

يَتْلُوْهُ: تُلُوٌّ مصدر سے مضارع غائب ہے۔ اس کا باب مثل دعا یدعو کی ہوتا ہے۔ اس کے معنی ہیں پیچھے چلنا۔ یعنی اپنے رب کی طرف سے برہان وحجت پر ہونے والا جس کے پیچھے ایک گواہی دینے والا بھی ہے۔

اِمَامًا: وہ شخص جس کی امورِ دین میں اتباع کی جائے اور احکام شرع میں اقتداء کی جائے۔ پھر کتاب کو بھی کہا جاتا ہے اتباع اور اقتدا کی وجہ سے۔

اَلْاَشْهَادُ: جمع شاھد کی، مثل اصحاب جمع صاحب کی، یا جمع شَہِید کی مثل شریف کی جس کی جمع اشراف ہے۔ اس کے معنی ہیں شہادت دینے والے ملائکہ، یا انبیاء علیہم السلام، یا خود اپنے اعضاء جسمانی مراد ہیں۔

لَا جَرَمَ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں۔ حق ہے۔ ضروری ہے۔ لامحالہ۔

اَخْبَتُوْا: اِخْبَاتٌ باب انعال سے فعل ماضی معروف ہے۔ اس کے معنی ہیں مطمئن ہونا، وہ اپنے رب کی طرف مطمئن ہوگئے۔

اَلْمَلَاُ: باعزت جماعت۔ چونکہ ایسی جماعت دوسروں کے قلوب ہیبت سے بھر دیتی ہے۔ اس واسطے اسے مَلَاءٌ کہتے ہیں۔

اَرَاذِلُنَا: جمع ہے اَرْذَل کی۔ یہ اسم تفضیل نہیں ہے بلکہ اسم ہے مثل رَذْل اور رَذِیْلٌ کی۔ اسی کے ہم معنی اَرْذَل یا رَذِیْل کے معنی ہیں کمینہ خسیس، یا ہر شے سے ردی۔ یعنی تیرے پیچھے ہمارے کمینے اور خسیس لوگ ہولئے ہیں۔

بَادِیَ الرَّاْیِ: بُدُوٌّ سے اسم فاعل ہے۔ اس کا باب مثل دَعَا یَدْعُوْ کی آتا ہے، اس کے معنی ہیں ظاہر ہونا۔ اس کے معنی ہیں ظاہر رائے والا جس میں کوئی باریکی اور گہرائی نہ ہو۔ اس کے پہلے حرف ندا یا مقدر ہے۔

اَرَءَيْتُمْ: بطور محاورہ اس کے معنی کرتے ہیں اَخْبِرُوْنِیْ مجھے خبر دو۔ بتاؤ

فَعُمِّيَتْ: تَعْمِیَہ باب تفعیل سے ماضی مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں کوئی امر، کوئی بات دکھائی نہ دینا، چھپا دینا۔ یعنی میری نبوت اور اس کے دلائل تم سے چھپائے رہے۔

اَنُلْزِمُكُمُوْهَا: اِلْزَام باب انعال سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں لازم کر دینا۔ یہاں مراد ہے خلاف مرضی چمٹا دینا۔ کیا ہم تم کو خواہ مخواہ وہ بات چمٹا دیں اور جبراً منوائیں۔

تَزْدَرِیْ: ذَرْیٌ سے باب افتعال بنا کر اِزْتِرَاءٌ ت کو ز کی خاطر د بنایا اِزْدِرَاءٌ اس کے معنی ہیں حقیر جاننا خوار جاننا جن کو تمہاری نگاہیں حقیر دیکھتی ہیں۔

اَنْ يُّغْوِيَكُمْ: اِغْوَاءٌ باب انعال سے مضارع ہے۔ اس کے معنی ہیں گمراہ کر دینا کہ تم کو بدراہ اور گمراہ کرے تمہارا رب۔

فَلَا تَبْتَئِسْ: اِبْتِئَاسٌ باب افتعال سے فعل نہی ہے۔ اس کے معنی ہیں اندوہگیں ہونا، غمناک ہونا، تو غمناک نہ ہو، اندوہ نہ کر۔

Marfat.com

قَدْ جٰدَلْتَنَا: مُجَادَلَة باب مفاعلہ سے ماضی مخاطب ہے۔ جدل کے معنی ہیں رسی وغیرہ کا بٹنا۔ گویا دونوں مجادلہ کرنے والے اپنی رائے کو پورا مضبوط کرتے اور بٹتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اس کے معنی ہیں پچھاڑنا۔ انسان کا دوسرے کو جِدَالَه پر گرانا۔ جِدَالَه کہتے ہیں سخت زمین کو۔ یہاں مراد ہے ہر روز کثرت سے توحید پر زور اور بت پرستی کی تردید نبوت کا اعلان اور انکار پر سخت وعید۔

اِجْرَامِیْ: اِجْرَامٌ باب افعال کا مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں جرم کرنا۔ گناہ کا مرتکب ہونا۔ یعنی میرے گناہ کرنے کا وبال میرے اوپر ہے۔

بِاَعْيُنِنَا: جمع عَيْن اس کے ایک معنی ہیں آنکھ۔ یہاں علامہ نے اس کی تاویل میں لکھا ہے کہ یہاں بطور مثال کے کشتی بنانے میں کفار کے توڑنے اور خراب کرنے سے حفاظت کرنے اور بچائے رکھنے کو بِاَعْيُنِنَا کے کلمۂ مبارک سے فرمایا۔ یعنی ہماری نگرانی اور حفاظت میں بنا۔ جمع کا لفظ مبالغہ کے لئے ارشاد ہے۔ بعض کا زعم ہے کہ اَعْيُن سے رقبا مراد ہیں۔ یعنی قدرتی بہت کثیر محافظوں کی حفاظت میں کشتی بنا۔ بعض کا قول ہے عَيْن سے کنایہ ہوتا ہے حفاظت اور اَعْين کنایہ ہے بہت زیادہ حفاظت سے، یا کنایہ ہے کامل حفاظت سے، یا مراد اَعْين سے ملائکہ ہیں۔ ہمارے ملائکہ کی حفاظت میں بنا، یا لکھا ہے کہ یہ کلمہ متشابہات سے ہے اس کی تاویل اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ الدر المنثور میں اس مقام پر سفیان بن عُيَيْنَه کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کلمہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات پاک کے واسطے بیان فرماتا ہے اس کا پڑھ لینا ہی اس کی تفسیر ہے۔ کسی کو جائز نہیں کہ عربی میں یا فارسی میں اس کی تفسیر کرے، وہ متشابہات سے ہے اس کا حق پڑھنا اور ماننا ہے۔

وَوَحْيِنَا: اور ہماری وحی اور ہدایت کے مطابق بنا۔

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ: اور وہ (حضرت نوحؑ) کشتی بناتا تھا۔ امام نے نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی دو سال میں بعض کے نزدیک چار سال میں بنائی۔ تین سو ہاتھ بعض کے نزدیک ایک ہزار دو سو ہاتھ طول میں پچاس ہاتھ بعض کے نزدیک چھ سو ہاتھ عرض میں اور تیس ہاتھ بلندی میں تھی، تین منزل تھی، نچلی منزل میں درندے جنگلی وحشی اور سانپ نیولے کی قسم کے جاندار تھے۔ دوسری منزل میں چوپائے، تیسری میں مومنین مع ان کی ضروریات کے۔ اس کے بعد امام رازی اپنی رائے لکھتا ہے کہ ان باتوں میں کوئی تعجب نہیں، البتہ ان کے ماننے اور چھان بین کرنے میں کچھ فائدہ نہیں، قرآن مجید ان امور میں خاموش ہے۔ جس بات کا ہمیں یقین ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ اس پر چڑھانے کا حکم تھا کشتی میں اس کی پوری گنجائش تھی۔ مومنین اَسّی تھے یا کم وبیش، قرآن مجید میں قلیل فرمایا گیا ہے، یعنی قلیل نفر ایمان لائے۔

فَارَ: فَوْرٌ و فَوَرَانٌ سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں ابلنا، ہانڈی اور دیگ وغیرہ کی اندر کی شے کا بلند ہو کر کناروں تک آنا۔

اَلتَّنُّوْرُ: روٹی پکانے کی خاص جگہ۔ لکھا ہے یہ تنور حضرت حوا کا تھا، ان کے بعد حضرت نوحؑ کا ہوا۔ اس سے پانی ابلا۔ یہ

Marfat.com

تنور کوفے کی زمین میں تھا۔ بعض کہتے ہیں مراد تنور خاص نہیں بلکہ وہاں کے تمام تنور مراد ہیں۔ یعنی خلافِ عادت تنوروں سے پانی پھوٹا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عکرمہ اور زہری سے روایت ہے کہ مراد تنور سے زمین ہے، زمین سے پانی پھوٹا۔ قتادہ سے مروی ہے کہ اونچی زمین مراد ہے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ عجمی زبانوں میں تنوران دو معنوں میں استعمال نہیں ہوا یعنی بمعنی زمین اور بلند جگہ۔

مِنْ کُلٍّ: کُلٍّ میں تنوین عوض مضاف الیہ ہے۔ اے مِن کُلِّ نَوعٍ۔ ہر جنس سے۔

زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ: جوڑا دو کا۔

مَجْرِيهَا: اسم ظرف ہے، جاری کرنے کا وقت۔ یا مصدر میمی ہے، جاری کرنا۔ چلانا۔

مُرْسٰهَا: اسم ظرف ہے اِرْسَاءٌ سے۔ اس کے معنی ہیں ٹھہرنا۔ رُکنا۔ ٹھہرانے یا روکنے کا وقت۔ یا مصدر میمی ہے ٹھہرانا۔ یعنی اللہ کے نام کے ساتھ ہے اس کشتی کا چلانا اور ٹھہرانا۔

مَعْزِلٍ: عَزْلٌ سے اسم ظرف مکان ہے۔ اس کے معنی ہیں الگ ہونا یعنی الگ جگہ میں۔ علیحدہ تھا باپ سے بھائیوں سے اور باقی ایمانداروں سے، یا دوسرے کفار سے الگ جگہ میں تھا۔

سَاٰوِيْ: اِوَاءٌ مصدر سے مضارع متکلم ہے۔ اس کا باب آتا ہے مثل ضَرَبَ کی اور رَمٰی یَرْمِیْ کی۔ اس کے معنی ہیں پناہ لینا۔ یعنی میں پناہ لوں گا پہاڑ پر۔

حَالَ: حَوْلٌ مصدر سے فعل ماضی ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں دو چیزوں کے درمیان آڑے آنا۔ درمیان میں حائل ہو جانا۔ یعنی باپ بیٹے کے درمیان پانی کی موج حائل ہو گئی۔

اِبْلَعِيْ: بَلْعٌ سے امر مونث حاضر ہے۔ اس کا باب مثل عَلِمَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کوئی چیز نگل جانا۔ یہاں مراد ہے پانی کو خشک کر لینا۔ غیر معمولی طور پر فوراً جذب کرنا کہ اے زمین فوراً جذب کر لے اپنا پانی۔

اَقْلِعِيْ: اِقْلَاعٌ باب انعال سے امر مونث حاضر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں روکنا۔ بارش کا بند ہونا۔ اے آسمان اپنا پانی روک لے۔

غِيْضَ: غَيْضٌ سے ماضی مجہول ہے۔ اس کا باب ہے مثل بَاعَ يَبِيعُ کی۔ اس کے معنی ہیں کم کرنا، ہونا، پانی کم کیا گیا۔

وَاسْتَوَاتْ: اِسْتِوَاءٌ باب اِفْتِعَالٌ سے ماضی مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں قرار پکڑنا۔ وہ کشتی جودی پہاڑی پر جا ٹھہری۔ لکھا ہے موصل کے پاس یا شام میں یہ پہاڑ ہے۔ حضرت نوحؑ بروایت قتادہ دس رجب کے بعد سوار ہوئے، چھ مہینے کشتی پانی پر گھومتی پھری۔ محرم کی دس تاریخ پر جودی پہاڑ پر جا لگی۔ لکھا ہے کہ عوج بن عوق آدم علیہ السلام کے گھر پیدا ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک زندہ رہا۔ حضرت نوحؑ کے زمانے کا طوفان اس کی کمر تک آیا۔ جب حضرت نوحؑ کشتی بنا رہے تھے ساگوان کی لکڑی کی ضرورت پڑی اس نے ملک شام سے لا کر دی اس کی برکت سے غرق ہونے سے

Marfat.com

بچ گیا۔ یہ قصہ روح المعانی میں علامہ نے لکھ کر اپنی تحقیق سے لکھا ہے کہ عوج کا قصہ اس کا قد، عمر، اور دیگر امور اس کے متعلق صحیح نہیں ہیں۔ حق یہ ہے کہ طوفان میں ایک کافر بھی نہ بچا تھا۔

بُعْدًا: مصدر ہے اس کے معنی ہیں دوری۔ اس کا باب مثل کَرُمَ و عَلِمَ کی آتا ہے۔ کہتے ہیں، بُعْدَ بُعْدًا بہت ہی دور ہوا، حتیٰ کہ اس کے لوٹ آنے کی امید منقطع ہوگئی۔ یعنی ظالم لوگ بہت ہی دوری میں ہیں۔ بعد کے دوسرے معنی ہیں ہلاکت اور موت۔ یعنی ظالموں کے لئے موت اور ہلاکت ہے۔ یہ بطور بددعا کے ہے۔

اس آیت کریمہ یعنی وَقِيلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِىْ مَآءَكِ .... لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ تک کے خاص اثر کے متعلق دو قصے صاحب روح المعانی نے اس مقام پر بیان کئے ہیں۔ اول۔ قریش نے عزم پختہ کرلیا کہ قرآن مجید کی مثل کچھ کلام مرتب کیا جائے۔ چنانچہ چند خاص الخاص اشخاص نے چالیس یوم کا چلہ نیکوکاری اور خصوصی غذا میں ذہنی صفائی حاصل کرنے کے لئے پورا کر کے کام شروع کیا۔ خدا جانے کیا بنایا اور کتنا بنایا۔ جب ان کے کانوں میں یہ آیت بھی پڑی تو آپس میں کہنے لگے یہ کلام مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں۔ سو چھوڑ دیا وہ کچھ جو شروع کر رکھا تھا، اور اس عزم سے ہٹ گئے۔

دوسرا قصہ: ابن مقنع نام کا ایک شخص اس وقت فصاحت و بلاغت کے انتہائی درجے پر تھا۔ یہاں تک کہا جاتا تھا کہ وہ اپنے وقت میں سب سے زیادہ فصیح تھا۔ اس نے قرآن مجید کے معاوضے کا نہ صرف ارادہ کیا، بلکہ کچھ کلام مرتب بھی کرلیا اور اس کو فصل دار بنا کر سُوَر نام رکھا۔ ایک روز چلتے ہوئے یہ آیت کسی پڑھنے والے سے سن لی اتنا متاثر ہوا کہ گھر آ کر اپنا تیار کردہ کلام مٹا دیا اور کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ اس کلام کا کبھی معاوضہ نہیں ہو سکے گا اور یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔

لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ: اس کی دو تاویلیں ہیں۔ ا۔ یہ تیرے اس اہل میں سے نہیں تھا جس کو عذاب سے بچائے رکھنے کا میں نے تجھے وعدہ دیا تھا۔ ۲۔ یہ تیرے اہل دین میں سے نہیں تھا۔

عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ: اصل میں ہے ذُوعَمَلٍ۔ غَيْرُ صَالِحٍ کے معنی ہیں فاسد، خراب۔ یعنی وہ فاسد اور خراب عمل والا تھا۔ مبالغہ کے واسطے اس کو عَمَل فرمایا۔ گویا وہ مجسم بدعملی تھا۔

وَاُمَمٌ: اصل میں ہے مِمَّنْ مَّعَكَ اُمَمٌ۔ تیرے ساتھ کے لوگوں سے گروہ ہوں گے۔ جو دنیا میں نفع اٹھائیں گے اور آخرت میں بوجہ کفر و شرک سخت عذاب جھیلیں گے۔

اَلسَّمَآءَ: اس کے لغت میں کئی معنی ہیں جن میں سے ایک ہیں بارش۔ یہاں یہی مراد ہیں۔ مِدْرَارًا۔ دَرٌّ سے مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے مِقْدَام۔ دَرٌّ کے معنی ہیں بہنا۔ معنی ہیں لگاتار برسنے والی بارش۔

اِلَّا اعْتَرٰىكَ: اِعْتِرَاءٌ باب افتعال سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں پہنچانا۔ یعنی ہمارے کسی معبود نے تجھے جنون پہنچا رکھا ہے۔ دیوانہ بنا دیا ہے۔

بِسُوْٓءٍ: اس کے معنی ہیں برائی۔ یہاں مراد ہے جنون، پاگل پن۔

Marfat.com

مُفتَرُونَ: اِفتِرَاءٌ باب افتعال سے اسم فاعل جمع ہے اصل میں مُفتَرِیُونَ تھا تعلیل سے مُفتَرُونَ ہوا۔ خود کوئی بات بنانا۔ یعنی خود تم نے اپنی طرف سے بُت سفارشی شریک بنالئے ہیں۔

عَنِیدٌ: عُنُودٌ سے صفت مشبہ ہے۔ اس کے معنی ہیں حق اور اصل بات کو رد کر دینا۔ نکمی اور ردی بات کو سراہنا۔ تعریف کرنا۔ عنید باطل کی تعریف کرنے اور حق کو رد کر دینے والا۔

اُتبِعُوا: اِتبَاعٌ باب افعال سے ماضی مجہول جمع مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کے پیچھے لگا دینا، اس جہان میں لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی ہے۔

اَنشَاءَ کُم: اِنشَاءٌ باب افعال سے فعل ماضی ہے۔ لغت میں اس کے معنی پیدا کرنا ہیں، اس نے پیدا کیا تم کو۔

وَاستَعمَرَکُم: اس کے معنی ہیں بسانا آباد کرنا۔ بسایا اور آباد کیا اس میں تمہیں۔

مَرجُوًّا: رَجَا۔ یَرجُو سے اسم مفعول ہے امید رکھا ہوا۔ کہ معاملات میں تیرے مشوروں سے ہم فائدہ اٹھائیں گے اور تجھ کو اپنا سردار مانیں گے۔

اَرَأَیتُم: مجھے بتاؤ۔ بطور محاورہ اس کے یہی معنی ہوتے ہیں۔

تَخسِیرٍ: خسران میں ڈالنا۔ خسارے میں ڈالنے کے سوا اور کسی بات میں تم مجھے نہیں بڑھاتے۔

عَقَرُوهَا: عَقرًا مصدر فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں تلوار سے اونٹ کی ٹانگیں کاٹ ڈالنا۔ یہاں یہی مراد ہیں۔ انہوں نے اس ناقہ کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔ اس کا باب آتا ہے مثل ضَرَبَ کی۔

خِزیٌ: بہت بڑی ذلت جو رسوائی کی حد تک پہنچ جائے۔

صَیحَةٌ: بعض کے نزدیک صاعقہ مراد ہے۔

جٰثِمِینَ: مردے۔ بے حرکت۔ منہ کے بل گرے ہوئے۔

رُسُلُنَا: جمع رسول۔ تین سے جمع شروع ہوتی ہے۔ لہٰذا تین تھے۔ بعض نے کہا بارہ تھے۔ ضحاک نے کہا نو تھے۔ ابنِ عباس نے کہا تین تھے۔ ایک جبرائیل، میکائیل، اسرافیل۔ (کبیر)

سَلٰمٌ: ملائکہ نے کہا سَلامًا یعنی سَلَّمنَا عَلَیکَ سَلامًا۔ جواب میں کہا گیا سَلامٌ یہ نکرہ موصوف ہو کر مبتدا ہے سَلامٌ کَامِلٌ تَامٌ عَلَیکُم اے نازل۔ امام لکھتا ہے یہ السلام علیکم سے افضل ہے۔ السلام سے مراد ہے حقیقت اور ماہیت سلام کی تم پر ہو، اور سَلامٌ کے معنی ہیں کامل اور پورا پورا اسلام تم پر ہو۔

عِجلٌ: گائے کا بچھڑا۔

حَنِیذٍ: حَنذٌ مصدر سے صفت مشبہ بمعنی مفعول اس کے ایک معنی ہیں گوشت بھوننا۔ بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت۔ قاضی بیضاوی نے بصیغہ تمریض ایک معنی لکھے ہیں جس سے گوشت بھونتے وقت چربی رستی ہو، مراد ہے چربی دار موٹا بھنا ہوا۔

Marfat.com

اَوْجَسَ: وَجْسٌ مجرد سے اِیْجَاس باب افعال کا فعل ماضی ہے محسوس کرنا۔ دل میں رکھنا۔

خِیْفَۃً: اس کے معنی ہیں خوف ڈر۔ مصدر ہے خَافَ کا۔ ان سے خوف محسوس کیا اور دل میں رکھا۔

یٰوَیْلَتٰی: وَیْل فراء نے کہا ہے کہ اصل وَیل وَیْ ہے بمعنی خِزْی ذلت۔ اس کے نزدیک وَیْلَکَ کے معنی ہیں وَے لک اے ذلت ہے تیرے واسطے۔ پھر وَےْ اس شخص کے حق میں کہتے ہیں جو قریب الہلاک ہو اور وَیْل اس شخص کے حق میں کہتے ہیں جو ہلاکت میں پڑ چکا ہو، اور آخر کا الف ی کا عوض ہے۔ اصل میں تھا یَاوَیْلَتِیْ۔

بَعْلِیْ: بَعْل کے معنی ہیں خاوند۔ قاضی نے لکھا ہے قائم بالامر یعنی اصل میں کارمختار کو کہتے ہیں۔ پھر خاوند کو کہنے لگے۔

شَیْخًا: خاص مدت کی عمر تک پہنچا ہوا شخص فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم کتاب الکراہتیہ کے تفصیلی بیانات میں انسانی عمر کے مدارج اس طرح لکھے ہیں پندرہ سال تک مُحْتَلِم ہونے یعنی احتلام ہونے تک کے عمر والا غلام کہلاتا ہے۔ اس کے بعد تیس یا چالیس سال کی عمر تک شباب اور فتی کہلاتا ہے۔ اس کے بعد پچاس ساٹھ تک کھل اور اس کے بعد آ کر عمر تک شیخ کہلاتا ہے۔

اَلرَّوْعُ: خوف اور گھبراہٹ، راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں دل میں پڑا ہوا خوف۔ جب ابراہیمؑ سے دلی خوف جاتا رہا۔

اَلْحَلِیْمُ: اس صفت کا مالک جس کے سبب اپنے غیر سے بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ تاخیر اور دیر کرتا ہے اور معاف کر دیتا ہے۔

اَوَّاہٌ: راغب نے لکھا ہے اَوَّاہٌ وہ شخص جو تَاَوُّہٌ زیادہ کثرت سے کہتا ہے اور تَاَوُّہٌ غم حزن ظاہر کرنے والی بات کو کہتے ہیں۔ نیز اَوَّاہٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ کا ڈر بہت ظاہر کرتا ہو۔

مُنِیْبٌ: اِنَابَۃ باب افعال سے اسم فاعل ہے اس کے معنی ہیں رجوع کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا۔

غَیْرُ مَرْدُوْدٍ: یعنی نہ ادا کیا ہوا اور نہ ہٹایا ہوا۔

سِیْٓءَ بِھِمْ: سَوْءٌ مَسَاءَۃٌ مصادر سے ماضی مجہول غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں اندوہگیں کرنا۔ غم میں ڈالنا۔ ان آنے والے خوبصورت نوخیز لڑکوں کے سبب وہ اندوہگیں کیا گیا اور غم میں ڈالا گیا۔

ضَاقَ بِھِمْ ذَرْعًا: ضَیْقٌ مصدر سے فعل ماضی غائب ہے اس کے معنی ہیں تنگ ہونا۔ تنگ ہو گیا۔ ان کے سبب از روئے ذَرْع کے۔ ذِرْع انگلیوں کے سرے سے کہنی تک کے طول کو کہتے ہیں۔ پھر محاورہ ہے کسی کام کی طاقت نہ رکھنے میں بولتے ہیں۔ یعنی ان کی مہمانی اور ٹھہرانے کی اپنے میں طاقت بہت مشکل دیکھی۔

یَوْمٌ عَصِیْبٌ: بہت سخت تکلیف والا۔ اصل اس کے معنی باندھنا ہیں۔ اس کو بمعنی فاعل لیں، تو معنی ہیں دشواریوں کو باندھ رکھنے والا۔ اور اگر مفعول کے معنی میں لیا جائے تو معنی ہیں دشواریوں میں بندھا ہوا۔

یُھْرَعُوْنَ اِلَیْہِ: اِھْرَاعٌ باب افعال سے مضارع مجہول ہے اس کے معنی ہیں دوڑنا۔ اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے، ایسی تیزی سے آئے گویا ان کو دھکیل کر دوڑایا جاتا ہے۔ ان کے اندھا دھند دوڑے آنے کو ایسا فرمایا۔

Marfat.com

بَنَاتِیْ: جمع بِنت بیٹی۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ مفسرین نے اس کی دو تاویلیں کی ہیں۔ اپنی صاحبزادیوں کے متعلق فرمایا کہ یہ موجود غیر بیوی دار دو تین اشخاص ان دو تین سے شادی کر لیں۔ لکھا ہے پہلے ان کی طرف سے سوال ہوتا تھا آپ نہیں مانتے تھے، اور مطلب بھی بیان کئے ہیں۔ دوم۔ انہیں آنے والوں کی بیویوں کو اپنی بیٹیاں فرما کر ان کی صحیح راہنمائی فرمائی۔

وَلَا تُخْزُوْنِ: اِخزَاءٌ باب افعال سے فعل مضارع منفی ہے جس کا نون محذوف ہے اور موجودہ نون وقایہ اوری متکلم کی ہے معنی نہی کے ہیں یا خود فعل نہی ہے خزیٌ مصدر سے یا خِزاتیہ سے۔ ان ہر دو کے معنی ہیں بے قدر کرنا۔ بے عزت کرنا پھر یہ بے قدری وغیرہ انسان خود اپنے آپ کی رکھے تو اسے شرمیلا پن یا تواضع کہتے ہیں۔ کسر نفی یہی ہے۔ جیسے خَـزِیَ زَیْدٌ نَفْسَهٗ زید نے اپنے آپ کو خفیف کیا۔ اَخزیٰ زَایْدٌ نَفْسَه بھی کہتے ہیں معنی وہی ہیں اس کا مصدر خزایۃ مانتے ہیں یا دوسرا شخص حقیر اور ذلیل کرے جیسے یہ کلمہ مبارکہ ہے تو اس کے مصدر خزی مانتے ہیں اسی سے اِخـزا ہے۔ معنی ہیں تم مجھے خفیف نہ کرو۔ شرمندہ نہ کرو۔ اوپر زید کی مثال میں اِخزَاء خِزَایَۃٌ سے ہے۔

رَجُلٌ رَّشِیْدٌ: یعنی کوئی ہدایت کرنے والا جو تم کو روکے۔

لَوْ اَنَّ بِکُمْ قُوَّۃً : لَوْ حرفِ شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے۔ یعنی اگر مجھے تمہارے روکنے کی قوت ہوتی تو روکتا اور اتنے دلیر نہ ہوتے۔ دوم۔ تمنّی کے واسطے بھی ہو سکتا ہے۔ ہائے کاش مجھے قوت ہوتی۔

اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ: کسی مضبوط قلعے میں جا رہتا۔

بِقِطْعٍ: ٹکڑا۔ رات کا پچھلا حصہ۔

مَنْضُوْدٍ: نَضَدٌ مصدر سے اسم مفعول ہے۔ اس کے معنی ہیں سامان کا نیچے اوپر رکھنا۔ یہاں مراد ہے وہ پتھرا کٹھے رکھے ہوئے ہیں۔

لَاتَعْثَوْ: عَثْوٌ سے ہے فساد تام پورا فساد۔ معنی ہیں مت مچاؤ فساد۔

بَقِیَّتُ اللّٰهِ: فَعِیْلَۃ کے وزن پر بمعنی اسم مفعول ہے اللہ کی باقی رکھی ہوئی شے تمہارے واسطے بہتر ہے۔

صَلٰوتُکَ: تیری نماز۔ مراد ہے دین تیرا۔

رَزَقَنِیْ مِنْهُ: ضمیر مجرور ذات پاک جل جلالہ کی طرف راجع ہے یعنی رزق دے مجھ کو اپنی طرف سے۔

لَایَجْرِ مَنَّکُمْ: جَـرَمٌ مصدر سے فعل نہی غائب موکد بنون ثقیلہ۔ اس کے معنی ہیں برانگیختہ کرنا۔ کوئی کام کرانا۔ یعنی میری مخالفت اور عداوت تم سے ایسے کام نہ کرا دے جن سے تم کو وہی سزا ملے جو قوم نوحؑ قوم ہودؑ اور قوم صالحؑ کو ملی۔

رَهْطُکَ: رَهْـطٌ۔ جماعت گروہ۔ تین سے دس تک۔ بعض کے نزدیک سات تک کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد تعداد نہیں آپ کی برادری کے افراد مراد ہیں۔

ظِهْرِیًّا: ظَهر پشت کے معنی میں ہے یٓ نسبت کی ہے اور ظٓ کا کسرہ تغیراتِ نسبت میں سے ہے۔ ظِهریٌّ کے معنی ہیں پس

Marfat.com

پشت ڈالا ہوا۔ مراد ہے توجہ میں نہ رکھا ہوا۔

مَكَانَتِكُمْ: مصدر ہے۔ علامہ نے معنی کئے ہیں پوری طاقت اور قوت۔ یعنی تم کفر پر اور میری مخالفت پر پوری قوت سے اڑے رہو۔ ابن زید نے مَكَانَة کے معنی حالت کے کئے ہیں، یعنی تم اپنی موجودہ حالت پر قائم رہ کر عمل کرتے جاؤ۔

وَارْتَقِبُوْا: رَقُوْبٌ سے باب افتعال اِرْتِقَاب کا امر حاضر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں انتظار کرنا۔ یعنی تم عذاب کی انتظار کرو۔

رَقِيْبٌ: بمعنی راقب انتظار کرنے والا۔ جیسے ضریب و صریم بمعنی ضارب اور صارم یا بمعنی حُراقب جیسے عشِیر۔ ندیم بمعنی مُعَاشر و مُنَادِم۔ یا بمعنی مُرتَقِبٌ جیسے فقیر و رفیق بمعنی مفتقر اور مرتفع۔

جٰثِمِيْنَ: جُثُوْم سے اسم فاعل جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں آدمی یا پرندے کا اپنا سینہ زمین پر رکھنا پھر مراد لیتے ہیں ہلاک ہونا۔ معنی ہیں ہلاک ہونے والے۔

لَمْ يَغْنَوْا: غِنٰی سے نفی جحد بلم ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں مکان میں رہنا۔ بسنا۔ گویا وہ اس بستی میں بسے ہی نہیں۔

بَعِدَتْ: یہ کلمہ بَعَدٌ مصدر سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں ہلاک ہونا۔ جیسا کہ ہلاک ہوئے ثمود۔ اسی مادے سے ایک مصدر ہے بُعْد اُس کا باب کَرُمَ کی طرح آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں دور ہونا۔ اس کا باب عَلِمَ کی طرح آتا ہے۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ ان دونوں بابوں کے دونوں معنوں کے واسطے بُعْدٌ مصدر آجاتا ہے۔ البتہ بَعَدٌ صرف بَعِدَ يَبْعَدُ باب کا مصدر آتا ہے۔

اَلْوِرْدُ: اس کے چند معنی ہیں جن میں سے ایک ہیں وہ پانی جس پر مویشی اور انسان وارد ہوتے ہیں۔

اَلْمَوْرُوْدُ: وُرُوْد سے اسم مفعول ہے۔ وارد کیا ہوا۔ یہاں وِرْد کی صفت ہے۔ یعنی وہ ورد مورود بہت برا ہے جس پر فرعون اپنی قوم کو لے کر وارد ہوگا۔ بہت برا اس واسطے ہے کہ وِرْد پر پیاس بجھانے اور جگر ٹھنڈا کرنے جاتے ہیں۔ یہ وِرْد فرعونیوں کا حمیم ہوگا، یا آگ اعاذنا اللہ منہا۔ جس سے جلن اور تیز ہوگی۔

حَصِيْدٌ: حَصْد و حَصَاد سے صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول ہے مَحصُوْد۔ اس کے معنی ہیں کھیتی کاٹنا۔ معنی ہیں کچھ مکانات ان بستیوں کے قائم ہیں، کچھ کاٹی ہوئی کھیتی کی طرح برباد ہیں۔

تَتْبِيْبٌ: تَبَبٌ مادے سے باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اسی باب کا مصدر تِتباب بھی آیا ہے، اس کے معنی ہیں ہلاک کرنا۔ یعنی ان کے جھوٹے معبودوں نے ان کو ہلاکت اور تباہی میں ہی زیادہ کیا۔

يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ: شُهُوْدٌ مصدر سے اسم مفعول ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں حاضر ہونا۔ یعنی وہ دن ہے جس میں مخلوق حاضر کی جائے گی۔

يَوْمَ يَاْتِ: امام نے دلیل سے ثابت کیا ہے کہ یہاں یَاْتِیْ کا فاعل ہے شے خوفناک۔ بہت بہت ہیبت ناک جو سب پر

Marfat.com

ثقیل ہو۔یعنی ایسی شے جس روز واقع ہوگی۔

زَفِیْرٌ: مصدر ہے لمبا سانس نکالنا۔گدھے کی ابتدائی آواز۔

شَهِیْقٌ: گدھے کی ہینگ کا آخری آواز۔اس کی لمبی ہینگ کے دو حصے ہوتے ہیں، پہلے کو زَفِیْر اور دوسرے کو شَهِیْق کہتے ہیں۔یہاں مراد ہے کہ اہلِ نار کے شدت کرب اور غم میں ایسی کریہہ آوازیں ہوں گی۔

لَمُوَفُّوْهُمْ: تَوْفِیَةٌ اور وَفَاءٌ مصدروں سے یعنی باب تفعیل سے اسم فاعل ہے۔اصل میں مُوَفِّیُوْنَ تھا تعلیل سے مُوَفُّوْ ہوا۔اس کے معنی ہیں پورا پورا دینا۔ہم ان کو ان کا نصیب پورا پورا دینے والے ہیں۔

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا: (الآیۃ) اس آیت کی موجود قرأت ابن عامر، حمزہ، حمص اور ابو جعفر کی ہے۔اس قرأت کے رو سے اس آیت کی تخریج بہت مشکل ہے۔یعنی اس کے مقدر اور محذوف نکال کر مرکب تام بنانا دشوار ہے۔حتیٰ کہ مبرد نے جو مشہور نحوی ہے اس قرأت کو لحن کہہ دیا ہے۔علامہ نے کہا ہے کہ مبرد کی کتنی جسارت ہے کہ متواتر قرأت کو لحن کہہ دیا۔کسائی کی طرح کیوں نہ کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا کہ اس قرأت کی وجہ کیا ہے۔اس کے بعد علامہ نے اس قرأت کے وجوہ علماء سے ایک ایک کر کے لکھے ہیں اور ساتھ ہی جس جس نے اس وجہ کو ضعیف قرار دیا ہے اس کا نام اور وجہ ضعف لکھ دی، ان وجوہ میں سے ایک وجہ ابو حیان کی نقل کی ہے۔اس نے کہا ہے کہ ان سب وجوہات سے جو نقل کی گئی ہیں اس کلام منزل من اللہ کا دامن صحت پاک ہے۔یعنی یہ وجوہ اس لائق نہیں کہ اس آیت کے معنی اور مطلب بنانے میں ملحوظ رکھی جائیں۔بلکہ اس نے کہا ہے کہ مجھے ایک وجہ ظاہر ہوئی ہے، جو قواعد عربیہ میں جاری اور تکلف سے عاری ہے۔وہ یہ کہ لَمَّا یہاں مثل لَمْ کی جازمہ مانا جائے اور اس کا فعل مجزوم معنوی دلالت کے سبب محذوف سمجھا جائے۔اس کے فعل کا حذف عرب میں مروج ہے جو فصیح اور موافق طبع ہے۔وہ فعل محذوف یُتْرَكُوْا یا یُهْمَلُوْا ہے (علامہ نے یہاں یُوَفُّوْا اَعْمَالَهُمْ محذوف نکالنا ان دونوں سے اولیٰ لکھا ہے) ابنِ حیان نے لکھا ہے کہ یہاں لَمَّا جازمہ قرار دینے میں ابنِ حاجب استادِ نحو بھی میرے موافق ہے۔چنانچہ میں نے اس کی تحقیق کرتے وقت کتاب التحریر میں اس کا قول دیکھا ہے۔اس نے کہا کہ لَمَّا اس آیت میں جازمہ ہے اور اس کا فعل بوجہ اس پر دلالت موجود ہونے کے محذوف ہے۔پھر اس نے کہا کہ اس وجہ مذکورہ بالا کے سوا اور کوئی وجہ جو اس سے زیادہ حقیقی اور اصلی نامعلوم وجہ سے مشابہت رکھنے والی ہو میں نہیں جانتا۔اگرچہ بعض نفوس اس کو قرآن مجید کے اور مقام پر نہ آنے کے سبب بعید سمجھتے ہیں۔ختم ہوا کلام ابو حیان کا۔اس توجیہ تفصیلی کی رو سے آیت کے معنی یہ ہیں۔

ترجمہ: بے شک تمام ایمان اور کفر میں مختلف ہونے والے مومن اور کافر مہمل بلا کسی ذمہ داری کے نہیں چھوڑے گئے (بلکہ قسم ہے) بالضرور وہ اپنے اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ ثواب وعذاب کی صورت میں دیئے جائیں گے۔علامہ نے لَمَّا کا فعل جو تجویز کیا ہے اس کی رو سے معنی کئے ہیں۔بے شک تمام مومنین اور کفار نے اب تک اپنے اپنے اعمال کے بدلے نہیں پائے............ بلکہ قسم ہے............ بالضرور............

Marfat.com

فرا نے اس کی توجیہہ اس طرح کی ہے کہ یہاں لَمَّا اصل میں لَمِنْ مَّا تھا۔ مِنْ حرف جار اور ما موصولہ یا موصوفہ ہے۔ ایسا ما ذوی العقول پر مثل مَنْ کی استعمال ہو جاتا ہے۔ پھر نون کو میم سے بدلا۔ پھر تین میمیں جمع ہوئیں۔ ایک کو یعنی درمیانی کو حذف کیا لَمَّا ہوا۔ اس توجیہہ کا ایک جماعت نے اتباع کیا ہے جن میں سے نصر شیرازی بھی ہے معنی یہ ہیں کہ بے شک سب یہ لوگ ہیں کہ واللہ ضرور تیرا رب ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ راقم عبدالرحمٰن بن محمد نواں کوٹی ثم القصوری کے نزدیک ابوحیان کی توجیہہ اقرب الی القبول ہے۔

وَمَنْ تَابَ مَعَكَ: اس کا عطف ہے اسْتَقِمْ کی ضمیر انت پر۔ مراد ہے اَنْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ۔ یعنی استقامت رکھ تو اور وہ شخص جس نے توبہ کر لی شرک سے تیرے ساتھ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے یا یہ واؤ بمعنی مع ہے۔ یعنی توبہ کر لینے والے کے سمیت استقامت رکھ، یا مَنْ تَابَ جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا اور مَعَكَ خبر ہو کر جملہ معطوف بنا۔ معنی ہیں تو استقامت رکھ اور شرک سے توبہ کر لینے والے مسلمان تیرے ساتھ ہیں۔

وَلَا تَطْغَوْا: طغیان سے ہے حد مقرر سے آگے نکل جانا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے لئے تواضع رکھو اور کسی پر تکبر نہ کرو۔ بعض نے کہا ہے کہ قرآن میں تجاوز نہ کرو کہ اس کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا بیٹھو۔ بعض نے کہا ہے کہ اسلام میں جس کام کو حکم دیا گیا ہے اور جو جو حد مقرر کی گئی ہے اس سے تجاوز نہ کرو۔

وَلَا تَرْكَنُوْا: رُكُوْن مصدر سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں ناجائز امر کی طرف بہت قلیل سا جھکاؤ رکھنا۔ یعنی تم نہ میلان رکھو ظالموں کی طرف تھوڑا سا بھی۔

طَرَفَيِ النَّهَارِ: طَرَف کا تثنیہ ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے کا آخری کنارا۔ ایک جانب نَهَار طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کا وقت یا طلوعِ آفتاب سے غروب آفتاب تک کا وقت، نماز قائم رکھ دن کی دونوں جانب میں فجر وظہر وعصر۔ عصر کا ایک جانب ہونا ظاہر ہے۔ ظہر زوال کے بعد ہوتی ہے زوال بھی ایک جانب ہے۔ لہٰذا تین نمازیں اس حکم کی تعمیل میں ہیں۔

وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ: زُلَفًا جمع ہے زُلْفَةٌ کی جیسے ظُلْمَه کی جمع ظُلَمٌ اندھیرے۔ زُلْفَةٌ کے ایک معنی ہیں رات کا کچھ حصہ۔ لَیل غروب آفتاب سے طلوع فجر تک کا وقت۔ مراد ہے رات کے اوقات میں بھی نماز قائم رکھو۔ نماز مغرب اور عشا حکم پاک کے اس حصے میں ہیں۔

ذِكْرٰى: مصدر بمعنی یاد کرنا۔ مراد یہاں ہے مَوْعِظَه نصیحت قاموس میں اس کے ایک معنی عبرت لکھے ہیں۔

اُولُوْا بَقِيَّةٍ: ذُوْ کی جمع اُولُوْ ہے۔ بَقِيَّةٌ اس کے معنی قاموس میں اِبْقَاء اور فَهْم کے لکھے ہیں۔ یعنی پہلے زمانے کے لوگ عقل فہم والے کیوں نہ ہوئے۔ یا بری خصلتیں چھوڑنے والے کیوں نہ ہوئے کہ لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے۔

مَآ اُتْرِفُوْا: اِتْرَاف مصدر باب افعال سے فعل ماضی مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں دولت اور ثروت کا سرکش بنانا۔ یعنی

Marfat.com

وہ ظالم لوگ اس نعمت وثروت کے پیچھے ہولئے جس نے ان کو سرکش بنا رکھا تھا۔

بِظُلْمٍ: یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ کسی قوم یا شہر پر محض شرک یا کفر کرنے سے عذاب استیصال عام فنا ہی اور تباہی نازل نہیں کی جاتی۔ یہ سخت عذاب ان لوگوں پر نازل ہوتا ہے جن کے باہمی معاملات لین دین گندے اور خراب ہو جائیں اور ایک دوسرے کی ایذا ہی زور پکڑ جائے، اور باہم کم کیا جائے۔ نیز لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بنا سہولت نرمی و درگذر پر رکھی ہوئی ہے اور حقوق العباد کی بنا تنگی اور گرفت پر رکھی گئی ہے۔ بندے کی حق تلفی مضر ہے۔

وَلِذٰلِکَ خَلَقَهُمْ: ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ رحمت کے واسطے ان کو پیدا کیا ہے۔ قول دوم اختلاف کے واسطے ان کو پیدا کیا ہے۔ قول سوم رحمت والوں کو رحمت کے واسطے اور اختلاف والوں کو اختلاف کے واسطے پیدا کیا۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی قومیں ہدایت اور جنت کے واسطے پیدا فرمائیں اور کئی قومیں ضلالت اور دوزخ کے لئے پیدا فرمائیں۔

وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰی: هٰذِهٖ سے مراد یہ سورت ہے پھر اس سورت میں تین امور خاص ہیں۔ اول الحق اس سے اشارہ ہے ان براہین کی طرف جو توحید عدل، نبوت ثابت کرتی ہیں۔ دوم مَوْعِظَة اس سے اشارہ ہے دنیا سے نفرت دلانے کی طرف، اور اس کے حالات کی قباحت ظاہر کرنے کی طرف۔ سوم ذِكْرٰی اس سے اشارہ ہے اعمال باقیات صالحات کے ارشاد کی طرف۔

نُکتہ: علوم خداوندی اور معرفت ہائے الٰہیہ سے اور ان کے براہین اور دلائل سن کر کامل فائدہ حاصل کرنا دو شے پر موقوف ہے۔ ایک قابل۔ قبول کر لینے والی شے۔ دوم موجب قبولیت کو واجب اور لازم کر دینے والی شے۔ اول یعنی قابل دل ہے۔ اس کو فُؤاد کہتے ہیں۔ اس کے متعلق فرمایا ہے، لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ۔ دوم موجب وہ ہیں حق موعظہ اور ذکریٰ۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ: الآیۃ۔ کُلًّا کی تنوین مضاف الیہ محذوف کے عوض ہے وہ نَبَاءٍ ہے یعنی ہر خبر جو ہم اخبار انبیاء علیہم السلام سے تجھ پر بیان کرتے ہیں (اس واسطے ہیں) کہ تیرا دل مضبوط اور ثابت رکھیں۔

اِعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ: اپنی طاقت اور بساط کے مطابق ہمارے نقصان اور ہماری تکلیف دہی میں کرلو جو کرنا ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ یُوْسُفَ مَکِّیَّةٌ

رکوعات ۱۲ ایات ۱۱۱

اَلْمُبِیْنِ: اِبَانَتہ باب افعال سے اسم فاعل ہے۔علامہ نے اس کو لازم قرار دے کر معنی کئے ہیں۔یعنی ظاہر ہے اپنے معجزہ ہونے میں، اپنے مطالب اور معانی واضح ہونے میں۔اس کے حقائق اور وقائق عرب پر مشتبہ نہ رہے۔متعدی مان کر معنی کئے ہیں ظاہر کرنے والی ہے یہود کے سوالات کے جوابات کو شرائع اور احکام کو، ہردو جہان کے اسرار اور مخفیات کو، حلال و حرام اور دین کی ہر ضروری بات کو۔

نَقُصُّ: قَصَصٌ مصدر سے مضارع متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں خبر بتانا۔ہم تجھے خبر بتاتے ہیں بہت اچھا بتانا۔

یٰۤاَبَتِ: اصل میں تھا یَا اَبِیْ ی کی بجائے ت کمسور لگا کر پڑھا۔اے میرے باپ!

یَجْتَبِیْ: اِجْتِبَآءٌ باب افتعال سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں اختیار کرنا۔انتخاب کرنا اسی طرح انتخاب کرے گا تجھے تیرا رب۔

تَـاْوِیْـلِ: اول سے باب تفعیل کا مصدر ہے۔راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں کسی شے کو اس کی اصل غایت کی طرف لوٹانا۔یہاں مراد ہے خوابوں کی تعبیر۔حسن بصری نے مراد لی ہے۔امور کے انجام اور نتائج۔زجاج نے مراد لی ہے آسمانی پہلی کتابوں کے اور انبیاء علیہم السلام کی احادیث موجودہ کے مطالب و معانی سکھائے گا۔

وَاِخْوَتِہٖ: کشاف سے امام نے برادرانِ یوسفؑ کے نام مع ان کی والدات کے اسماء نقل کئے ہیں۔جو جو یہ ہیں۔یہودا۔روبیل۔شمعون۔لادی۔ریالون۔یشجر۔دنیتہ۔دان۔نفتالی۔جاد۔آشر۔پہلے سات حضرت یعقوبؑ کی خالہ زاد لیا نامی کے بطن سے تھے۔پچھلے چار دو لونڈیوں زلفہ و بلہہ نامی کے بطن سے تھے۔جب لیا فوت ہوئیں تو اس کی بہن راحیل سے حضرت نے نکاح کیا۔اس کے بطن مبارک سے بنیامین اور یوسفؑ پیدا ہوئے۔

عُصْبَۃٌ: بقول فراء دس سے اوپر کی جماعت کو کہتے ہیں۔اس واسطے کہ امور ایسی جماعت کے دخل کے سبب قوی اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔دس سے چالیس تک جماعت عُصْبَہ کہلاتی ہے۔بقول مجاہد دس سے پندرہ تک۔بقول مقاتل صرف دس کی جماعت۔بقول زجاج وابن قُتَیبہ جماعت صرف بلا لحاظ نفر اور رَھط کی طرح اس کا واحد اس لفظ سے کوئی نہیں۔ایک ضعیف قول میں ہے کہ تین کو نفر اور نو تک کو رَھط دس یا زاید کو عُصْبَہ کہتے ہیں۔

ضَـلٰـلٍ: مصدر ہے اس کے ایک معنی ہیں۔سیدھا راستہ کھو بیٹھنا۔علامہ نے یہاں مراد لی ہے رائے میں غلطی کرنا۔یعنی ہمارا باپ یوسف اور اس کے بھائی کو ہم پر ترجیح دینے میں رائے میں خطا کر گیا ہے۔اور ہم ہر ایک کو قابلیت کے مطابق اس کے درجے پر رکھنے میں طریق عدل پر نہیں۔

مُبِیْنٍ: یہ امر ظاہر ہے۔

Marfat.com

اِطْرَحُوْا: طَرْحٌ سے امر حاضر جمع ہے۔اس کے معنی ہیں ڈال دینا۔پھینکنا۔یہاں مراد ہے چھوڑ آنا۔

اَرْضًا : یہاں حرفِ جار محذوف ہے۔دور کی زمین میں چھوڑ آؤ۔

يَخْلُ: خُلُوٌّ سے مضارع غائب مجزوم بوجہ جواب امر۔اس کے معنی ہیں خالی ہونا۔خالی ہو جائے گا تمہارے واسطے رخ تمہارے والد کا۔

غِيَابَةِ: شے کا وہ حصہ جس میں انسان چھپ سکے۔

اَلْجُبُّ: پانی کے واسطے کنوئیں کا سارا گہرا گڑھا۔اگر لیپ کر درست کر لیا جائے تو اسے بئر کہتے ہیں ورنہ جُبّ۔غِيَابَة بقول الھــروی نادرست کیے ہوئے کنوئیں میں پانی سے اوپر ایک طرف ایک طاق (پنجابی آلا) یا غار جس میں انسان چھپ سکے۔یہ ان کی ابتدائی تجویز تھی، آئندہ کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ بئر میں ڈالا۔

يَلْتَقِطْ: اِلْتِقَاط باب افتعال سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں ضائع ہونے سے بچانے کے واسطے کوئی گری ہوئی شے اٹھانا۔

اَلسَّيَّارَةِ: مونث ہے سَيَّارٌ سے اس کے معنی ہیں قافلہ۔اکثر چلتے رہنے والے لوگ۔یعنی کوئی قافلہ نکال لے جائے گا۔

لَاتَاْمَنَّا: اَمْنَةٌ سے فعل مضارع مخاطب ہے۔اصل میں تھا لَا تَاْمَنَا۔نون کی حرکت گرا کر ادغام کیا۔اس کے ایک معنی ہیں اعتماد کرنا۔یہاں یہی مراد ہیں۔اے ہمارے باپ! کیا وجہ ہے کہ آپ یوسف پر ہمارا اعتماد نہیں کرتے۔

يَرْتَعْ: رَتْعٌ سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں اپنی مرضی اور خواہش سے کھلے طور پر خوب سیر ہو کر کھانا پینا۔یعنی خوب کھائے پئے اور کھیلے بھاگے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ: الایۃ۔سو جب اسے باپ سے اجازت لے کر اپنے ساتھ لے گئے اور کسی جُبّ کے طاق میں ڈالنے پر متفق ہو گئے۔تو کیا کیا۔یہ نہیں فرمایا یعنی لَمَّا کا جواب مفسرین نے لَمَّا کا جواب مقدر مانا ہے۔بعض نے کہا ہے فَعَلُوْا مَا فَعَلُوْا ہے۔کیا سو کیا۔بعض نے کہا عَظُمَتْ فِتْنَتُهُمْ ہے۔بہت بڑھ گئی ان کی تکلیف (یوسف علیہ السلام کے متعلق) اشارہ یہ ہے کہ بہت بدسلوکی کا برتاؤ کیا۔بعض نے کہا ہے کہ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ الایۃ اس کا جواب ہے۔واؤ زائد ہے۔مگر بقول علامہ لَيْسَ بِشَيْءٍ۔کچھ نہیں۔

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ: تَنْبِئَةً یا تَنْبِيْئًا باب تفعیل سے مضارع مخاطب موکد۔بنون ثقیلہ،اس کے معنی ہیں خبر دینا۔کوئی بات بتانا۔مراد ہے کہ ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ تو ان کو ان کے اس معاملے کی اور برتاؤ کی خبر دے گا۔جب یہ نہ جانتے ہوں گے کہ تو یوسف ہے۔اس وقتی شان کے سبب پہچان نہ سکیں گے۔

عِشَـآءً: بقول راغب مغرب اور نمازِ عشاء کے درمیانے وقت کو عشاء کہتے ہیں۔یعنی غروب آفتاب سے ڈیڑھ دو گھنٹے تک کا وقت۔

Marfat.com

نَسْتَبِقُ: اِسْتِبَاق باب افتعال سے مضارع متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ ہم دوڑ میں یا تیراندازی میں بڑھنے کے لئے گئے۔

بِدَمٍ كَذِبٍ: کذب مصدر ہے بمعنی مکذوب۔جھوٹ بنایا ہوا خون۔

سَوَّلَتْ: تَسْوِيل مصدر سے ماضی ہے۔امام نے اس کو سُوْلٌ مادے سے مانا ہے۔جس کے معنی لکھے ہیں وہ حاجت اور مطلب جس کے پورا کرنے میں انسان حرص رکھتا ہے اور اس مصدر کے معنی لکھے ہیں کہ انسان اپنے مذکورہ مطلب کو زینت دے اور سجائے اور اس کو پورا کرنے کی بدترین صورت کو احسن صورت میں ظاہر کرے۔

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ: خبر ہے مبتدا محذوف کی یعنی اَمْرِیْ یاصَبْرِیْ۔اب میرا کام صبر جمیل ہے۔یا میرا صبر صبر جمیل ہے،یا یہ مبتدا ہے خبر محذوف کا جو اَمْثَلُ یا اَجْمَلُ و اَوْلٰی ہے۔ یعنی اب صبر جمیل میرے لئے بہتر اور افضل ہے۔

اَلْمُسْتَعَانُ: اِسْتِعَانَه باب استفعال سے اسم مفعول ہے۔اس کے معنی ہیں عَوْن طلب کرنا یعنی اللہ ہی مدد طلب کیا ہوا ہے۔ اصل میں مُسْتَعْوَنٌ ہے تعلیل سے مُسْتَعَان ہوا۔

وَارِدَهُمْ: وہ شخص جو کنوئیں پر جائے اور ان کے لئے پانی لائے۔وُرُوْد سے اسم فاعل ہے۔اس کے ایک معنی ہیں پانی پر آنا۔یعنی ان اہلِ قافلہ نے اپنے پانی لانے والے کو اسی کنوئیں پر بھیجا۔

اَدْلٰى دَلْوَهٗ: علامہ واحدی نے لکھا ہے اَدْلٰی باب افعال سے ہے۔اس کے معنی ہیں ڈول کنوئیں میں لٹکانا اور دَلٰی یَدْلُوْا کے معنی ہیں ڈول کھینچنا۔یعنی اس نے اپنا ڈول لٹکایا۔

يٰبُشْرٰى: یہ مصدر ہے بشارت خوش خبری۔گویا خوشی میں پھول کر بشارت کو اپنے لئے بلاتا ہے۔اے بشارت میرے پاس آ تیرے آنے کا وقت ہے۔بعض نے لکھا ہے کہ بُشْرٰی اس کے رفیق ہم سفر کا نام تھا۔مدد کے لئے اسے بلایا۔

بِضَاعَةً: قدرے مال۔

غُلٰمٌ: علامہ نے لکھا ہے کہ دو سال کے لڑکے کو بالغ ہونے تک غلام کہا جاتا ہے۔

وَاَسَرُّوْهُ: اِسْرَار باب افعال کے مصدر سے ماضی جمع غائب ہے اس کے معنی ہیں چھپانا۔انہوں نے اس کو چھپایا۔اس فعل میں جمع غائب کی ضمیر اس وارد اور اس کے خاص رفقاء کی طرف لوٹتی ہے۔یعنی انہوں نے باقی قافلے والوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کا حاصل کر لینا چھپالیا۔یا خود ان کو چھپالیا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ضمیر یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرف راجع ہے۔انہوں نے حقیقت یوسف کی قافلے والوں سے چھپالی۔

وَشَرَوْهُ: مصدر شِرَاءٌ سے فعل ماضی جمع مذکر ہے۔اس کے معنی ہیں خریدنا اور بیچنا۔پہلی صورت میں معنی ہیں قافلے والوں نے خرید لیا۔دوسری صورت میں معنی ہیں کہ بھائیوں نے بیچ دیا ہے۔

بِثَمَنٍ: کسی شے کا اصل عوض جو اسے شے کے ماہر بشرطیکہ وہ خود خریدار نہ ہوں مقرر کریں،اس کی قیمت کہلاتا ہے،اور جو

Marfat.com

عوض خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان بوقتِ بیع مقرر ہو کر سودا ہو جائے وہ ثمن کہلاتا ہے۔

بَخْسٍ: راغب نے اس کے ایک معنی لکھے ہیں حقیر اور ناقص شے یہاں ہی مراد ہیں، یا مصدر ہے بمعنی فاعل یا بمعنی مفعول یعنی ناقص یا مفقوص۔ ردی قیمت سے۔ بقول مقاتل کھوٹی اس طرح کہ ان کے پاس کا سکہ ان کے ہاں نہ چلتا ہو۔ جان بوجھ کر لے لیا۔ بقول ابن عباسؓ وضحاک وبعض دیگر۔ مراد ہے حرام مول سے کیونکہ یہ مول ان پر حرام تھا۔

مَعْدُوْدَةٍ: قلیل درہموں سے۔ زیادہ سے زیادہ چالیس تک لکھے ہیں۔ چند گنتی کے درہموں سے۔

فِيْهِ: اس میں ہ کی ضمیر دو طرف راجع ہو سکتی ہے۔ اول ناقص مول کی طرف یعنی برادرانِ یوسف۔ اس مول میں کوئی خاص رغبت رکھنے والے نہ تھے۔ دوم۔ حضرت یوسف کی طرف کہ کاروانی یوسفؑ میں راغب نہ تھے۔ کہ شاید اس کا کوئی اور مالک نکل آئے جو ہم سے واپس لے لے، یا اس کے سبب ہم پر کوئی واقعہ آ پڑے۔

مِنَ الزَّاهِدِيْنَ: زُهْد مصدر سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے میں رغبت نہ رکھنا۔ پھر دنیا میں رغبت نہ رکھنا مراد لی جاتی ہے۔ یہاں رغبت نہ رکھنا مول میں یا یوسفؑ میں مراد ہے۔ راغب نے لکھا ہے کہ زَاهِد قلیل شے پر راضی ہو جانے والا۔ پھر یہی کلمہ مبارکہ لکھ دیا ہے۔

لِامْرَاَتِهٖ: اس کے معنی ہیں عورت۔ یہاں مراد ہے بیوی۔ اپنی بیوی کو کہا۔

مَثْوٰىهُ: مَثْوٰى اسم ظرف ہے بمعنی قیام گاہ کو بھی باعزت رکھیو۔ اس کو ہی نہیں بلکہ اس کی قیام گاہ بھی باعزت ہو بایں طور کہ مکان کمرہ عمدہ سامان اور قیمتی فرش فروش سے آراستہ رکھنا خاوند کے حکم سے زلیخا نے تکریم اور عزت میں چار چاند لگا دیئے۔

وَلَدًا: چونکہ لاولد تھا۔ متبنیٰ بنانے کا خیال ظاہر کیا۔ یا ہم اس کو ولد (بیٹا) بنالیں گے۔

لَا يَعْلَمُوْنَ: نہیں جانتے کہ قضاءِ الٰہی غالب رہتی ہے۔

مَكَّنَّا: تَمْكِيْن باب تفعیل سے ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں قدرت دینا، ایک جگہ قائم کر دینا۔ اسی طرح ہم نے یوسفؑ کو ایک جگہ قائم کر دیا۔ اور عزت بنا دی ورنہ ظاہری حالات اس پر ایسے تھے کہ ہاتھوں ہاتھ نکلتا ہوا معمولی برتاؤ میں رہتا۔

تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ: ان ہر دو کلمات کے معنی پچھلے حصے میں آ چکے ہیں۔ مراد ہے خوابوں کی تعبیر یا سابقہ کتب سماویہ کے اور انبیاء علیہم السلام سابقین کے ارشادات کے معانی مطالب اور اسرار و رموز تاکہ ہم اسے سکھائیں اور پڑھائیں۔

اَشُدَّهٗ: علامہ نے اس کے معنی لکھے ہیں جسمانی نشوونما کی آخری عمر جہاں پہنچ کر خصوصی نَمُوّ ختم ہو جاتا ہے۔ تیس سے چالیس سال کی عمر ہوتی ہے۔ اَشُدّ کی تعیین میں علامہ نے بہت سے قول نقل کئے ہیں۔ بقول فراء بصریوں کے نزدیک واحد ہے اگرچہ وزن جمع کا ہے۔ سیبویہ کے نزدیک جمع شدۃ کی ہے مثل نعمت اور انعم کی۔ امام نے لکھا ہے کہ اس خریدار کا نام قطفیر تھا یا اطغیر، اسی کو عزیز کا خطاب تھا۔ شباب اور جوانی کی اپنی آخری حد کو جس کا اندازہ تینتیس سال تک ہے پہنچا۔

حُكْمًا: بمعنی حکمت۔ شرع میں ایسے علم کو کہتے ہیں جس کے مطابق پورا پورا عمل ہو، یا مراد ہے فیصلوں کی استعداد۔

Marfat.com

وَعَلَّمَا: یہاں علم سے مراد ہے تعبیر خواب یا جو اوپر مذکور ہے۔

رَاوَدَتْهُ: باب مفاعلہ مُرَاوَدَة سے فعل ماضی مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں رفق، اور نرمی سے کوئی شے طلب کرنا۔ باب مفاعلہ کا ظہور جانبین سے ہوتا ہے۔ یہاں یہ طلب صرف ایک جانب سے ہے۔ ایک جانب سے ہونے والے سے بھی آ جاتا ہے۔ جیسے قرض خواہ کا لفظ مطالبہ وغیرہ۔ یہ طلب ایک ہی جانب سے ہوتی ہے اگرچہ باب مفاعلہ ہے۔ معنی ہیں اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف کی رہائش تھی نرمی اور رفق سے اپنے مطلب کا مطالبہ کیا۔ امام راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں کہ تو غیر سے تنازع کرے اپنے ارادہ پورا کرنے میں جب کہ اس کا ارادہ تیرے خلاف ہو، مگر امام نے بطور محاورہ اس کے معنی جماع کرنے کے کیئے ہیں۔ یعنی اس عورت نے اس سے جماع کا ارادہ کیا۔

اَبْوَابَ: جمع باب کی چونکہ وزیر کی کوٹھی تھی کئی دروازے اور کھڑکیاں ہوں گی سب بند کر دیں۔

غَلَّقَتِ: تغلیق باب تفعیل سے فعل مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں بہت کثیر دروازے بند کرنا یا ایک ہی دروازے کو بار بار یا بہت مضبوطی سے بند کرنا۔

هَيْتَ لَكَ: علامہ نے لکھا ہے اس کے معنی ہیں جلدی آ۔ اسم فعل بمعنی امر حاضر ہے۔ امام نے واحدی کا قول لکھا ہے۔ اسم فعل ہے بمعنی آ۔ ادھر آ۔ اس میں لَكَ متعلق ہے محذوف کے یعنی اَقُوْلُ لَكَ تجھے کہتی ہوں۔ اصل میں تھا هَيْتَ آ۔ اَقُوْلُ لَكَ تجھے کہتی ہوں یا ایک سوال مقدر مانیں لِمَنْ تَقُوْلِيْنَ کسے کہتی ہو؟ اَقُوْلُ لَكَ تجھے کہتی ہوں۔ لَكَ جار مجرور هَيْتَ کے متعلق نہیں ہو سکتا بوجہ اسم فعل ہونے کے۔

مَعَاذَ اللّٰهِ: مَعَاذَ مصدر ہے میمی عوذ وعیاذ سے۔ پناہ اور حفاظت چاہنا۔ یہاں فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے اَعُوْذُ مَعَاذَ اللّٰهِ یعنی میں تیرے اس ارادے سے بچنے کے لئے اللہ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ وہ مجھے بچا لے۔

اِنَّهٗ رَبِّیْ: اس میں ہٗ ضمیر شان ہے اور رَبِّیْ سے مراد آقا اس کا خاوند فرما کر متنبہ کیا ہے۔ اور اس کے احسان کا ذکر فرما کر اپنے دور رہنے کی ظاہری وجہ پیش کر دی ہے۔ یعنی بے شک میرے اس آقا نے میری رہائش بہت بہتر رکھی ہے پھر میری طرف سے خیانت کیسے ممکن ہے۔ یہ معنی مجاہد۔ سدی اور ابو اسحاق نے کیئے ہیں۔ دوسرے معنی ہٗ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ جو اِنَّ کا اسم ہے۔ رَبِّیْ اس کی خبر اول اَحْسَنَ مَثْوَایَ خبر ثانی۔ یا رَبِّیْ بدل ہے ہٗ ضمیر کا۔ معنی ہیں بے شک میرے اس خالق تعالیٰ نے میرا ٹھکانا اور قیام گاہ بہت اچھی بنائی ہے، پھر اس منعم حقیقی کے خلاف حکم کیوں کروں۔

لَا یُفْلِحُ: اِفْلَاح باب افعال سے مضارع منفی ہے۔ اس کے معنی ہیں بامراد ہونا۔ کامیاب ہونا۔ ظالم بامراد نہیں ہوتے۔ یہاں ظالموں سے مراد زانی ہیں۔ سید سلیمان منصور پوری نے الجمال والکمال تفسیر سورۃ یوسف میں اس کلمہ کے ماتحت عمدہ تفصیل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زانی شخص اپنی جان پر ظلم کرتا ہے عذابِ دنیاوی واخروی لیتا ہے۔ ۲۔ اپنے جسم پر ظلم کرتا ہے صحت بگاڑتا ہے۔ بدترین امراض میں مبتلا ہوتا ہے۔ ۳۔ اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے اس کی حق تلفی کرتا

Marfat.com

ہے، اپنی اولاد پر ظلم کرتا ہے اُن کے لئے بے حیائی کی راہ کھولتا ہے۔ ۵۔ اپنے خاندان پر ظلم کرتا ہے۔ ۶۔ اپنے سسرال پر ظلم کرتا ہے۔ ۷۔ زانیہ عورت پر ظلم کرتا ہے کنواری ہے کو ذلیل اور بے رغبت بنا تا ہے۔ بیاہی ہو تو اس کی خانہ بربادی کرتا ہے۔ ۸۔ زانیہ کے ماں باپ اور اقرباء پر ظلم کرتا ہے۔ ان کو ذلیل کرتا ہے۔ ۹۔ زانیہ کے خاوند پر ظلم کرتا ہے اسے سخت ذلیل کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ: هَمٌّ مصدر سے فعل ماضی مونث غائب ہے اس کا باب مثل مَدَّ يَمُدُّ کی آتا ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں کسی شے کا قصد کرنا۔ یعنی اس نے اپنی تمام قسم کی تیاری سے یوسفؑ کا قصد کیا اور برائی اس سے چاہی۔

وَهَمَّ بِهَا: اس کلام کے متعلق امام نے لکھا ہے کہ بہت مہتم بالشان ہے اسی واسطے علامہ نے روح المعانی میں اور انہوں نے اپنی تفسیر کبیر میں آپ کے اس ھَمّ اور قصد میں ان آثار اور روایات کا جو واحدی نے اپنی کتاب بسیط میں لکھی ہیں رد کر کے محققین کی رائے کے مطابق معنی واضح کئے ہیں کہ ہم کے معنی قصد ہی کے ہیں۔ تو آپ نے اس کا قصد کیا ہٹانے اور اپنے سے دور رکھنے کا۔ تبھی تو جب ذرا نزدیک ہونے لگی بھاگ نکلے۔

لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰی: لَوْلَا حرف شرط ہے۔ اس کا جواب ہوتا ہے۔ یہاں اس کا جواب آگے مذکور نہیں۔ امام نے وَهَمَّ بِهَا اس کا جواب مقدم مانا ہے۔ زجاج لَوْلَا کا جواب مقدم لانا شاذ اور فصیح کلام میں استعمال نہ ہوا بیان کرتا ہے۔ نیز کہتا ہے کہ اس کے جواب پر حرفِ لام آتا ہے۔ یعنی لَهَمَّ بِهَا ہوتا۔ امام نے اس کی دونوں باتوں کا جواب دیا ہے۔ تقدیم جواب درست ہے مگر اس سے منع کا حکم تو نہیں ثابت ہوتا۔ سیبویہ نے تقدیم تاخیر کے متعلق لکھا ہے کہ اہم کو مقدم کیا جاتا ہے۔ یہاں یوسفؑ کے هَمّ کی نفی سے اور کون سا امر اہم تھا۔ اس واسطے مقدم فرما دیا۔ جواب پر حرفِ لام کا آنا ٹھیک ہے۔ مگر بغیر لام کے قرآن مجید میں دوسری جگہ فرمایا ہے، اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ لَوْ لَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا۔ اس میں جواب مقدم ہے اور ان کادت کے شروع میں لام نہیں ہے۔ امام نے اس آیت سے زجاج کے دونوں اعتراض ساقط کر دیئے ہیں۔

بُرْهَانَ رَبِّهٖ: بُرْهَان کے معنی قاموس میں حُجت لکھے ہیں۔ یہاں مراد ہے محققین کے نزدیک زنا کی حرمت اور زانی کے عذاب کا علم مکمل ہونا بُرهان تھا۔ دوم۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے نفوس اخلاق ذمیمہ سے پاک بنائے ہیں چنانچہ ان کے نزدیک ہر قبیح امر کی قباحت بہت واضح اور ظاہر ہوتی ہے اس وضاحت اور ظہور کو بمنزلہ برھان فرمایا اور بھی کئی وجوہ بیان کئے ہیں مگر ان کو علامہ اور امام نے ضعیف گردانا ہے اس واسطے چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا: کے متعلق شعرانی نے اپنی کتاب الجواہر والدرر میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے شیخ سے اس هَمّ کی بابت سوال کیا کہ یہ کیا هَمّ تھا جو مبہم رکھا گیا ہے، اور مفسرین نے اس میں دو باتیں نکالی ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے درجات کے لائق نہیں۔ یعنی یوسف علیہ السلام کے متعلق۔ شیخ نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ میں نے کہا شیخ اکبر قدس اللہ سترہٗ نے کہا کہ بلحاظ زبان کے دونوں هَمّ ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر چہ یہ قاعدہ اکثر یہ ہے مگر کلیہ نہیں۔ لہٰذا حق یہ ہے

Marfat.com

کہ عورت کا ھَمَّ یہ تھا کہ زور اور غلبے سے اپنی مراد یوسفؑ سے حاصل کرے، اور یوسفؑ نے ھَمَّ یہ کیا کہ اس سے پوری قوت اور ضبط سے بچے اور دور رہے۔ لہٰذا ھَمَّ ہر دو مطلب میں مشترک اور حکم میں مختلف ہیں۔ یہ شیخ اکبر ابن عربی کی تاویل اقرب الی الصواب ہے۔

کَذٰلِكَ: اس کے متعلق میں علامہ نے چند قول لکھے ہیں۔ ابن عطیہ نے کہا ہے کہ فعل محذوف کے متعلق ہے جَرَتْ اَقْدَارُنَا یعنی ایسے ہی جاری ہیں ہماری تقدیریں۔ بعض نے اس کی تاویل کی ہے ایسی پختگی اور مضبوطی کی طرح ہم نے اس کو مضبوط رکھا۔ اکثر مفسرین نے اس کو بطور خبر مانا ہے یعنی اس کی عصمت یا اس کا معاملہ ایسا تھا۔ الامر یا عصمتہٗ مثل ذالک۔

السُّوْٓءَ: زنا سے پیشتر کے امور متحرک مثل معانقہ وغیرہ۔ ہاتھ منہ سے برائی کی ہوئی۔

وَالْفَحْشَآءَ: زنا۔ بہت قبیح اور گندے گناہ۔

مُخْلَصِيْنَ: اخلاص باب افعال سے اسم مفعول ہے۔ اس کے معنی ہیں خالص کر لینا چُن لینا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ ہمارے عبادت اور اطاعت کے لئے خاص کئے ہوئے بندوں سے تھا۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ: اِسْتِبَاقٌ باب افتعال سے فعل ماضی تثنیہ ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں دوڑنا۔ وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے۔ یوسفؑ باہر نکلنے کو اور زلیخا اسے روکنے کو، آپ آگے تھے زلیخا پیچھے۔ مراد ہے مکان کا اصل دروازہ وہ ایک ہی ہوتا ہے۔

قَدَّتْ: قَدٌّ سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں چیرنا اور پھاڑنا۔ یعنی اس عورت نے اس کا قمیص پھاڑ دیا۔ نازک قمیص ہوگا زلیخا نے پیچھے سے پکڑا کہ یوسف تھم جائے گا، آپ نہ تھمے، پھٹ گیا تو فوراً چھوڑ دیا۔

اَلْفَيَا: اِلْفَاءٌ باب افعال سے فعل ماضی تثنیہ ہے اس کے معنی ہیں پالینا، جاملنا، دیکھ لینا یعنی ان دونوں نے عورت کا خاوند دروازے پر موجود پایا۔

هِيَ رَاوَدَتْنِيْ: اس میں هِيَ ضمیر ہے یہ غائب کے واسطے نہیں جو پاس موجود ہو اس کے واسطے بھی استعمال ہو جاتی ہے۔ یہاں اسی طرح ہے۔

شَاهِدٌ: شہادت مصدر سے اسم فاعل ہے۔ بمعنی گواہ۔ روایت میں ہے کہ ایک شیر خوار بچے سے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر شہادت دلوائی۔ حدیث شریف میں ہے چند بچے مہد میں بولے، فرعون کی بیٹی کی ماشطہ کا بیٹا ۲۔ یوسف علیہ السلام کی شہادت دینے والا ۳۔ صاحب جریج ۴۔ عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام۔ ایک قول ہے کہ زلیخا کا چچازاد بھائی ایک شخص اس وقت اس کے خاوند کے ساتھ تھا، اُس نے اس جھگڑے میں دخل دے کر یہ فیصلہ دیا۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ اس کے ماموں کا شیر خوار بچہ تھا۔ اس موقع پر وہ بولا اور یہ شہادت دی۔ قتادہ کا قول ہے کہ وہ ایک بہت دانا شخص تھا زلیخا کا رشتہ دار بادشاہ وقت کا مشیر تھا اس نے یہ شہادت دی۔

Marfat.com

مِنْ قُبُلٍ: قُبُل کے معنی ہیں جسم کا اگلا حصہ۔ چھاتی پیٹ وغیرہ۔ یہاں قمیص کا اگلا حصہ مراد ہے۔

مِنْ دُبُرٍ: جسم کا پچھلا حصہ۔ یہاں قمیص کا پچھلا حصہ مراد ہے۔

اِنَّهٗ: اس میں ضمیرہٗ کے مرجع میں چند قول ہیں۔ ا۔ یہ قمیص کا پھٹنا اور چرنا ۲۔ یہ تیری طرف سے پہلے الزام لگانا اور سزا کی تجویز کرنا۔ ۳۔ بقول زجاج صرف ماجزاالا یۃ مرجع ہے۔

کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ: کَیْدَ اس کے ایک معنی ہیں اپنا مطلب اور مقصد نکالنے کا کوئی سبب اور حیلہ بنانا کہ دوسرا اس کو نہ سمجھ سکے۔ یہ عزیز مصر کا قول بطور حکایت منقول ہے اس نے زلیخا کے ساتھ دوسری عورتوں کو شامل کر کے کہا کہ تمہارے حیلے بڑے عظیم ہوتے ہیں۔

مِنَ الْخَاطِئِیْنَ: خِطْاءٌ سے اسم فاعل جمع ہے راغب نے اس کو بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ لکھتا ہے اس کے معنی ہیں جہت سے عدول کرنا اصل مطلب سے ہٹ جانا اس کی قسمیں ہیں۔ اول جس شے کا ارادہ کرنا اچھا نہ ہو وہ ارادہ سے کر لے۔ یہی فعل مع ارادہ خطا ہے اور اسی پر انسان کو گرفت ہے۔ اس کا باب آتا ہے مثل عَلِمَ کی یہ اسی معنی میں ہے۔ یعنی بے شک تو ارادے سے بُرا کام کرنے والوں میں سے بُرائی کرنے والی ہے۔ دوم۔ کسی اچھے کام کا ارادہ کرے مگر اس کے ارادے کے خلاف وہ کام غلط ہو جائے یہ خطا بُر دئے حدیث معاف ہے اس پر گرفت نہیں اس کو باب افعال میں استعمال کرتے ہیں اَخْطَاءَ یُخْطِیْ اِخْطَاءً اس نے غلطی کی یہاں یہ معنی مراد نہیں۔ سوم۔ بُرے فعل کا ارادہ کرتا ہے لیکن فعل خلاف اس کے ارادے کے جو واقع ہو گیا ہے وہ اچھا ہے۔ لہٰذا یہ ارادے میں خطا ہے، فعل میں درستی ہے۔ یہاں پہلی قسم کی خطا مراد ہے۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ: نِسْوَة فعلته کے وزن پر جمع قلت ہے مکسر اس کا اس لفظ سے واحد کوئی نہیں۔ بعض نے اِمْرَأَة کہا ہے۔ ابن السراج نے اسے اسم جمع کہا ہے بہر حال لفظ مونث لفظی ہے حقیقی نہیں۔ مونث غیر حقیقی کے واسطے فعل مذکر آ سکتا ہے لہٰذا قال فرمایا، یہ وجہ نکالنا تکلف ہے قواعدِ نحو یہ کے واسطے کلام اللہ بھی مخرج ہے اس کے ماتحت علم نحو بنا ہے۔ نحو کی ماتحتی میں اس کو رکھنا ایک گونہ جسارت ہے۔

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا: شغاف سے فعل ماضی ہے۔ شغاف دل کے اوپر کا پردہ۔ اس کے معنی ہیں دل کے پردے کے اندر تک پہنچ جانا۔ یعنی یوسف ازروئے محبت اس کے دل کے پردے کے اندر تک پہنچ چکا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ شغاف دل کا نقطہ ہے۔ بقول بعض اس کے معنی ہیں اندرونِ دل۔ مراد ہے یوسفؑ کی محبت اِمْرَءَ ة العزیز کے اندرونِ دل میں پہنچ گئی ہے۔ علامہ نے کتاب اسرار البلاغت کے حوالے سے محبت کے بالترتیب درجے لکھے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔ ابتدائی درجے کا نام هوی ہے۔ پھر عَلاقه دل سے چمٹی ہوئی۔ پھر کَلَف شدید محبت پھر عشق بہت بڑھی ہوئی محبت۔ پھر شغف۔ جس محبت میں لذت کے ساتھ کچھ درد بھی ہو اس کو لوعۃ اور لاعج بھی کہتے ہیں۔ پھر شَغَف شغاف قلب میں پہنچی

Marfat.com

ہوئی محبت پھر جوانی اندرونی محبت۔ پھر تسیم جو محب کو محبوب کا غلام بنا دے، پھر تبل جو محب کو بیمار کر دے، پھر قذر جو محب کو دیوانہ بنا دے۔ پھر ھیُوم جو محب کو ناکارہ اور خود سرا بنا دے۔ اس میں حُبًا فاعل ہے بصورتِ تمیز یعنی اس کی محبت شغافِ قلب تک پہنچی ہے۔

تُرَاوِدُ: مُرَاوَدَۃٌ اور رَوَادٌ باب مفاعلہ سے مضارع مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی سے بُرائی چاہنا۔ یعنی برائی چاہتی ہے نرمی اور اظہارِ رفق و شیرینی سے۔

فَتٰهَا: تازہ نوجوان۔ اس کی جمع ہے فتیۃ عام طور پر مملوک، غلام اور خادم پر بولا جاتا ہے۔

لَنَرٰىهَا: رویۃ سے مضارع متکلم ہے۔ یہاں رویت بصری کے علاوہ رویۃ علمی مراد ہے۔ یعنی ہم اسے جانتی ہیں۔

بِمَكْرِهِنَّ: اس کے معنی ہیں حیلہ۔ خفیہ تدبیر۔ اور بدتدبیری کی سزا۔ لیکن یہاں مراد ہے ان عورتوں کا گلہ۔ غیبت۔ طعن۔ جب زلیخا نے ان عورتوں کا طعن اور گلا سنا۔

اِعْتَدَتْ: اِعْتَادٌ باب افعال سے فعل ماضی مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے پر پیٹھ یا پہلو کو ٹیک کر بیٹھنا۔ مراد ہے تکیہ لگا کر بیٹھنے کی جگہ۔ بڑا تکیہ۔ بعض نے مراد لی ہے دعوتِ خاصہ جس میں فروٹس وغیرہ ہوں کہ چھری کی ضرورت پڑے۔

سِكِّيْنًا: چھری۔ کارد۔ دعوتوں میں کاردیں بہت تیز رکھی جاتی ہے فروٹس کاٹنے کے واسطے یا گوشت کے لئے۔

اَكْبَرْنَ: اِكْبَارٌ باب افعال سے فعل ماضی جمع مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں بڑا جاننا اور عورتوں نے ان کو نوع انسانی سے بالاتر جانا۔

حَاشَ لِلّٰهِ: حرف استثناء پھر اس معنی سے نقل کر کے تنزیہہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ معنی ہیں اللہ کے واسطے ہے تنزیہہ۔ وہ منزہ ہے پاک ہے۔

فَاسْتَعْصَمَ: استعصام باب استفعال سے فعل ماضی ہے۔ عصمت چاہنا۔ اس نے عصمت چاہی۔ یہ اپنی عصمت پر ہی قائم ہے۔

مِنَ الصّٰغِرِيْنَ: صَغَرٌ و صُغْرٌ و صَغَارٌ مصادر سے اسم فاعل جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں ذلیل و خوار ہونا۔ اس کا باب مثل عَلِمَ کی آتا ہے۔ ضرور کم عزت لوگوں میں سے ہو جائے گا۔

اَصْبُ: صَبْوَۃٌ و صُبُوٌّ مصدر سے مضارع متکلم مجزوم ہے۔ اس کے معنی ہیں حالتِ جوانی نادانی کی طرف یا کودکانہ حالت کی طرف مائل ہونا۔ یہاں مراد ہے ان کی خواہش کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔

فَاسْتَجَابَ: اِستجابتہ باب استفعال سے فعل ماضی ہے۔ یہ بمعنی اَجَابَ کے آتا ہے بمعنی دعا قبول کرنا۔ اس کے رب نے اس کی دعا قبول فرمالی۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ: بَدْوٌ کے معانی کے بیان میں یہ لفظ ملتا ہے۔ بَدَا لَهٗ کہتے ہیں جب اس کی نئی رائے پیدا ہوئی ہو۔ یعنی

Marfat.com

یوسف علیہ السلام کی عصمت کے دلائل اور براہین معلوم کر چکنے کے بعد ان کی نئی رائے کچھ وقت تک قید میں رکھنے کی قائم ہوئی۔

فَاَنسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ: اس سے پہلے ہے اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ۔ امام نے اس کا مطلب لکھا ہے کہ بادشاہ کے پاس میرے مظلوم ہونے کا ذکر کر۔ کہ بے گناہ بطور ظلم کے قید خانہ میں ڈالا گیا ہے۔ آیتِ مذکورہ میں دو قول ہیں اول یہ کہ اَنسٰهُ ضمیرہٗ یوسف کی طرف راجع ہے۔ اسی طرح ضمیر مجرور رَبِّهٖ کی یوسف کی طرف راجع ہے تو مطلب یہ ہوا کہ شیطان نے یوسف کو اپنے حقیقی رب کا ذکر یاد سے بھلا دیا۔ دھیان سے بات اٹھ گئی ورنہ ظاہر تھا کہ اپنی بے گناہی اور تکلیف کا ذکر بادشاہِ ملک کے سامنے کیا فائدہ؟ مالکِ حقیقی کی طرف سے سب کچھ ہوتا ہے۔ اسی نسیان کے سبب قید خانہ میں چند سال پڑے رہے۔ اگرچہ عوام کے لئے ظاہری اسباب کی طرف رجوع کرنا شرعاً جائز ہے۔ مگر صدیقین کے لئے ناپسند ہے۔ مشہور قول ہے حسنات الابرار سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن۔ جو باتیں نیکوکار لوگوں کے واسطے نیکیاں گنی جاتی ہیں وہی مقرب لوگوں کے حق میں سَیِّئَات ہو کر ناپسند شمار ہوتی ہیں۔ یوسفؑ مقربین سے تھے اتنی بات کرنا ناپسند ہوا کہ کیوں اس شخص کو کہا کہ بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرتا۔ قول دوم۔ ہٗ ضمیر منصوب اَنْسٰهُ میں اس شخص نجات پانے والے کی طرف راجع ہے۔ اسی طرح ضمیر مجرور رَبِّهٖ کی اس کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ شیطان نے اس کو بھلا دیا کہ اپنے بادشاہ کے پاس یوسف کا ذکر کرے۔ اس واسطے مدت تک قید میں رہا۔ بعض نے کہا کہ قولِ اول زیادہ صحیح ہے اور اولیٰ ہے۔ وجہ اور اولویت میں یہ روایت نقل کی ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ علیه وسلم رحمه الله یوسف لولم یقل اذکرنی عند ربک مالبث فی السجن آنحضرت صلعم نے فرمایا اللہ رحم فرمائے یوسف پر اگر یہ نہ کہتا کہ اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کر جیل میں نہ رہتا۔

بِضْعَ سِنِيْنَ: بِضع تین سے نو تک کی تعداد پر استعمال ہوتا ہے۔ یعنی تین سے نو تک جو تعداد مراد لی جائے صحیح ہوگی۔ یہاں معنی ہیں چند سال قید میں رہے۔

سِمَانًا: جمع ہے سَمِيْنَة کی موٹی گوشت اور چربی سے بھری ہوئی۔ سِمَنٌ و سِمَان مصدر سے صفت مشبہ مونث ہے۔ اس کا باب مثل سَمِعَ کی آتا ہے۔ صفت مشبہ سَمِيْن ہے اس کی جمع بھی سِمَان ہے مثلِ کِرَامٌ جمع کریم کی۔

عِجَافٌ: جمع ہے عَجْفَاءُ کی خلافِ قیاس کیونکہ یہ صفت مشبہ کا وزن ہے مونث اَعْجَفُ یہ اسم تفصیل نہیں بلکہ مثل احمر کی صفت مشبہ ہے۔ یہ جمع سِمَان کی موافقت کے واسطے ہے، اس کے معنی ہیں لاغر۔ دبلی پتلی۔ مصدر عجف سے ہے باب اس کا مثل عَلِمَ کی آتا ہے۔ لاغر اور کمزور ہونا۔

سُنْۢبُلٰتٍ: جمع سُنْبُلَة کی بھٹہ۔ باجرے اور جوار وغیرہ کا دانوں سے بھرا ہوا سٹہ۔

خُضْرٍ: جمع خَضْرَاءُ کی مونث اخضر کی، صفت مشبہ ہے سبز رنگ کے، ہرے۔

يٰبِسٰتٍ: جمع يَابِسَة کی ہے یُبس مصدر سے اسم فاعل مونث۔ اس کے معنی ہیں خشک ہونا۔ اسکا باب مثل حَسِبَ کی

Marfat.com

آ تا ہے۔ خشک سوکھے ہوئے۔

تَعْبُرُوْنَ: صراح میں اس کا مصدر عبارۃ لکھا ہے۔ اس کے معنی ہیں خواب کی تعبیر بتانا۔ اس کا باب مثل نَصَرَ کی آتا ہے۔ یہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اگر تم خوابوں کی تعبیر بتاتے ہو، تو میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔

اَضْغَاثُ: جمع ہے ضِغْثٌ کی اس کے معنی ہیں ہرے اور سوکھے گھاس کا ایک مٹھا۔ یہاں مراد ہے بکھرے ہوئے خیالات کا خواب۔

اَحْلَامٌ: جمع حُلْم کی خواب۔ سپنا۔ یہ مصدر بھی ہے۔ اس کا باب مثل نَصَرَ کی آتا ہے، معنی ہیں خواب دیکھنا۔

وَادَّکَرَ: باب افتعال سے فعل ماضی ہے۔ اصل میں تھا اِذْتَکَرَ بوجہ ف کلمے ذال کے تؔ کو دال سے بدل کر ادغام کیا اِدَّکَرَ ہوا، اس کے معنی ہیں یاد کرنا یعنی اس نے یاد کیا۔

اُمَّةٍ: اس کے ایک معنی ہیں مجموعہ اوقات کثیر کا۔ مراد مدتِ طویل۔

تَزْرَعُوْنَ: امام نے لکھا ہے کہ یہ مضارع جمع حاضر امر حاضر کے معنی میں ہے یعنی اِزْرَعُوْا کھیتی بوؤ۔

دَاَبًا: مصدر ہے اس کے معنی ہیں کام میں لگا تار مشغول رہ کر رنج اٹھانا۔ یہاں یہ حال کے معنی میں ہے دَائِبِیْنَ۔ لگا تار کھیتی باڑی کے کام میں سات سال محنت کرتے رہو۔

شِدَادٌ: جمع ہے شَدِید کی۔ اس کے ایک معنی ہیں قوی۔ مضبوط۔ یہاں مراد ہے بہت سخت قحط کے سال۔

یُغَاثُ: غَیْث مصدر سے مضارع مجہول ہے غَاثَ یَغِیْثُ مثل بَاعَ یَبِیعُ کی۔ اس کے معنی ہیں بارش برسنا۔ یعنی اس آٹھویں سال میں لوگ خوب بارش برسائے جائیں گے، اس صورت میں یہ کلمہ ثلاثی مجرد اجوف یائی ہے۔ یا غوث سے باب افعال اَغَاثَتَه کا مضارع مجہول ہے۔ اصل میں یُغْوَثُ تھا۔ تعلیل سے یُغَاثُ ہوا۔ اس کے معنی ہیں فریاد کو پہنچنا یعنی ارزانی اور فراخی سے لوگوں کی مدد کی جائے گی۔ اس صورت میں ثلاثی مزید فیہ اور وادی ہے۔

یَعْصِرُوْنَ: عَصْرٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں انگور کا رس نکالنا۔ یعنی انگور خوب پھلیں گے جن سے لوگ بہت کثرت سے رس نکالیں گے۔ مراد ہے کہ انگور، گنا، زیتون اور تل وغیرہ پھل بہت کثرت سے ہوں گے۔

اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ: تو اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا۔ حضرت یوسفؑ کے اس صبر اور توقف کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں یوسفؑ کے صبر، اور عزت نفسی پر تعجب کرتا ہوں۔ اللہ اس کو مغفرت فرمائے۔ جب موٹی اور لاغر گائیں (دیکھنے کی تعبیر) پوچھا گیا۔ اگر اس کی بجائے میں ہوتا تو نہ بتاتا جب تک جیل سے نکلنے کی شرط نہ کر لیتا۔ اور تعجب کرتا ہوں اس سے جب اس کے پاس قاصد آیا تو کہا واپس جا۔ اگر اس کی جگہ میں ہوتا اور جتنی دیر وہ ٹھہرا تھا میں رہتا تو جلد مان لیتا اور دروازے کی طرف ان سے آگے چلا جاتا۔ عذر نہ چاہتا وہ بہت بردبار اور تحمل والا تھا۔

فَاسْئَلْهُ: امام نے کہا کہ اس میں بہت ہی لطیفے ہیں۔ یعنی بہت دقیق رموز ہیں۔ اول۔ تو بادشاہ سے درخواست کر کہ وہ ان

Marfat.com

عورتوں سے میری بابت دریافت کرے جو اپنے ہاتھ کاٹ چکی ہیں۔ دوم۔ صرف عزیز مصر کی عورت کہا۔ نام نہیں لیا۔ سوم۔ عورتوں نے آپ کی طرف قبیح اور شنیع عمل اور فعل نسبت کئے آپ نے کہا مابال النسوۃ التی۔

بَالُ: اس کے ایک معنی ہیں حال۔ یعنی کیا حال ہے ان عورتوں کا جو اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔

اِنَّ رَبِّیْ: رَبِّیْ سے مراد رب پاک جل وعلا ہے یا بطور مجاز ظاہر مراد بادشاہ ہے۔

حَصْحَصَ: حَصْحَصَته مصدر سے فعل ماضی ہے۔ باب رباعی مجرد۔ اس کے معنی ہیں باطل سے حق ظاہر ہونا۔ یعنی اب حق بات ظاہر ہوگئی ہے۔

لِیَعْلَمَ: یہ یوسفؑ کا قول ہے تو اس فعل کا فاعل عزیز مصر ہے کہ وہ یقیناً جان لے۔ یہ بات یوسفؑ نے قاصد کو اس کے دوبارہ بعد عورتوں کی پرسش وغیرہ کئے جانے کے وقت کہی۔ یا عزیز مصر کی عورت کا قول ہے اس نے اپنے بیان کے بعد بادشاہ کے سامنے عورتوں کی موجودگی اور یوسفؑ کی غیر حاضری میں کہی۔ اس وقت اس کا فاعل یوسفؑ ہوگا۔ زلیخا کا مطلب ہے کہ یوسفؑ جان لے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں اپنی ضد پر اڑ کر بہتان تھوپ کر خیانت نہیں کی۔ اپنی غلطی مان کر اس کی بریت کردی ہے۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ: تَبْرِءَۃً باب تفعیل کے مصدر سے منفی مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں بری کرنا کسی تہمت، یا کسی عیب سے۔ اور میں اپنے نفس کو بری الذمہ نہیں بناتا، یا نہیں بناتی، یوسفؑ کا قول ہے یا عزیز مصر کی عورت کا۔ نفس کی تین قسمیں ہیں۔ نفسِ امارہ۔ نفس لوامہ، نفس مطمئنہ۔ نفس اَمَّارَۃ۔ ہر وقت بُرائی اور معصیت کا حکم دیتا رہنے والا۔ نَفسِ لَوَّامَہ کوئی گناہ ہو جانے کے وقت اپنے آپ کو ملامت کرنے والا کہ یہ گناہ کیوں ہوا۔ پہلے کی نسبت یہ نفس اچھا اور بہتر ہے۔ نفسِ مُطْمئنَّه ۔ دین اسلام کی ہر بات پر اطمینان رکھنے والا، اسلام کے ہر عمل کو اطمینان سے ادا کرتے رہنے والا۔ ہر منع کی ہوئی بات کو با اطمینان ترک کئے رکھنے والا۔ یہ خواص کا نفس ہے۔

نوٹ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت یوسفؑ کے پاس آکر یہ دعا سکھائی کہ پڑھا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ عِنْدِکَ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا وَّارْزُقْنِیْ مِنْ حَیْثُ لَا اَحْتَسِبُ: اور جب بعد رہائی بادشاہ کے پاس گئے تو داخل ہونے کے وقت یہ دعا پڑھی، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ بِخَیْرِکَ مِنْ خَیْرِہٖ وَاَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ وَقُدْرَتِکَ مِنْ شَرِّہٖ۔

مَکِیْنٌ: ذو مکانته بلند رتبے اور درجے والا۔

اَمِیْنٌ: اَمَانَۃٌ یا اَمْنٌ سے۔ ہر امر میں قابل اعتماد یا ہر قسم کے خطرے سے محفوظ اور مامون ہے۔

مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ: تَمْکِیْن باب تفعیل سے ماضی متکلم ہے اس کے معنی ہیں قدرت دینا، اختیار دینا ہم نے اختیار دے دیا یوسفؑ کو مُلک مصر میں۔

Marfat.com

يَتَبَوَّءُ: مادہ بَوَاءٌ سے باب تفعّل ہے۔ بَوَاءٌ کے معنی ہیں جگہ کا ہموار اور درست ہونا۔ يَتَبَوَّءُ کے معنی ہیں اپنے اُترنے ٹھہرنے، رہنے اور قیام کرنے کے واسطے جو ہموار جگہ پسند کرتا کر لیتا پورا خود مختار تھا، نہ کوئی رکاوٹ تھی، نہ کسی کی اجازت کی ضرورت۔

مُنْكِرُوْنَ: انکار باب افعال سے اسم فاعل جمع ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں نہ پہچاننا، بھائی اس کو نہ پہچاننے والے تھے۔ بھائیوں کی پہچان میں نہ آیا کہ یہ یوسف ہے۔ بوجہ رعب شاہی کے نظر بھر کر نہ دیکھ سکے۔ بلکہ حق سبحانہ، کی طرف سے ہی نہ سمجھایا گیا۔

وَلَا نُضِيْعُ: اِضَاعته باب افعال سے منفی مضارع متکلم ہے۔ ہم نہیں ضائع کرتے، اُجر اور معاوضہ تین وجہ سے ضائع کیا جاتا ہے۔ ۱۔ عجز کی وجہ سے پورا ادا ہی نہیں کر سکتا۔ ۲۔ جہالت اور بے علمی کے سبب کام کے مقدار سے لاعلمی ہو، یا اجر اور معاوضے کا مقدار معلوم نہ ہو۔ ۳۔ بخل کی عادت ہو۔ پیسہ نکالنے کو دل ہی نہیں چاہتا۔ اللہ عزوجل کی ذات ان عیوب سے بلکہ ہر قسم کے عیوب سے پاک اور منزہ ہے۔

بِجَهَازِهِمْ: تیار کر دیا ان کو ان کے سامان کے ساتھ۔ جَهاز مسافر کے سفر کا سامان بوقت روانگی ان کا سامان تیار کر دیا۔

اُوْفِ: اِيْفَاءٌ باب افعال سے مضارع متکلم ہے۔ اصل میں اُوْفِي تھا۔ اس کے معنی ہیں پورا پورا دینا۔ میں ہر شخص کا مقرر ماپ پورا ماپ کر دلواتا ہوں۔

سَنُرَاوِدُعَنْهُ: مُرَاوَدَةٌ سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں اپنا مطلب نکالنے کے واسطے کوئی حیلہ اور نرمی برتنا۔ ہم اس کو ساتھ لانے کے لئے اس کے باپ سے کوئی حیلہ کریں گے۔

فِتْيَانِهِ: فِتْيَان اور فِتْيَةٌ جمع فَتىً مثل صبیان و صِبْيَةٌ۔ ابو علی فارسی نے کہا ہے قلیل مقدار کے لئے فِتْيَةٌ کہتے ہیں اور زیادہ تعداد ہو تو کثیر تعداد کے واسطے فِتْيَان استعمال کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں مقرر کئے ہوئے اپنے خدمتگاروں کو کہا۔

بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ: ان کی ادا کی ہوئی قیمت ان کے واپسی کے سامان میں ان سے مخفی طور پر رکھوا دی۔

بِضَاعَةٌ: مال کا وہ حصہ جو تجارت میں لگایا جاتا ہے۔ ادا کی ہوئی قیمت کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ بِضَاعته سے وہ سب سامان مراد ہے جو انہوں نے غلے کے عوض دیا تھا۔

رِحَــال: جمع رَحْل۔ زین کی قسم کی ہر وہ شے جو اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہونے کے واسطے یا بوجھ لادنے کے واسطے کسی جاتی ہے۔ کجاوہ، شغدف وغیرہ۔ علامہ نے بحر کے حوالے سے لکھا ہے سوار کا جو سامان اونٹ پر لادا جاتا ہے اسے رحال کہتے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہے، بھائیوں کا سامان واپس کرنے کے امام نے یہ چند وجوہ لکھے ہیں۔ ۱۔ بھائی جب دیکھیں گے تو واپس آنے میں شوق رکھیں گے بوجہ عزیز مصر کی بخشش اور سخاوت کے۔ ۲۔ یہ خیال کر کے کہ شاید بوجہ قحط کے برادران کے پاس اور گنجائش نہ ہو اور دوبارہ واپس نہ آ سکیں۔ ۳۔ مزید گنجائش دینے کے لئے واپس کر دیا۔ ۴۔ والد سے اور بھائیوں سے ایسے مشکل وقت میں غلے کا معاوضہ لینا نامناسب جان کر واپس کر دیا۔ ۵۔ فتراء نے یہ وجہ لکھی ہے کہ واپس

Marfat.com

جا کر دیکھیں گے تو سمجھیں گے بھول کر اشیاء واپس آ گئی ہیں جلد واپس کرنے کو آئیں گے۔ ۶۔ مخفی کر کے واپس کرنے میں ان کو ممنون ہونے کا خیال نہ آئے گا۔ ۷۔ اس سے بھائی سمجھیں گے کہ چھوٹے بھائی کی طلب مزید احسان کے لئے ہے کوئی تکلیف دینے کی وجہ سے نہیں۔

اٰمَنُکُمْ: اَمْنًا مصدر سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں امانت دار بنانا یعنی میں تم کو امانتدار نہیں بناتا اس پر۔

وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا: مَیْرًا مصدر سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں اہل کے واسطے گیہوں وغیرہ باہر سے لانا اور ہم وہاں سے اپنے اہل کے واسطے غلہ وغیرہ لائیں گے۔

مَوْثِقًا: مصدر میمی ہے بمعنی مفعول موثوق حلف اٹھا کر عہد پختہ کیا ہوا۔

اَنْ یُّحَاطَ بِکُمْ: اِحَاطَةٌ باب افعال سے مضارع مجہول ہے اس کے معنی ہیں گھیرا جانا۔ یعنی اس بھائی کو لے کر آنا مگر جب تم گھیرے میں کر لئے جاؤ، بے بس ہو جاؤ تو معذور ہو گے۔

لَاتَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ: میرے بیٹو! ایک دروازے سے مصر میں داخل نہ ہونا، مفسرین نے لکھا ہے کہ نظرِ بد ہو جانے کا خیال آیا۔ امام نے اس حکم دینے کی وجہیں لکھی ہیں۔

۱۔ وہی وجہ جو لکھی جا چکی ہے یعنی بدنظری کی۔ ۲۔ اہلِ مصر میں حسد نہ پیدا ہو جائے۔ ۳۔ شاہِ مصر کو بدظنی نہ ہو جائے۔ میرے نزدیک وجہ اول وجیہہ ہے۔

بَدنظری: نظر ہو جانا۔ امام نے اس کو صحیح مانا ہے اور لکھا ہے کہ ابو علی جبائی نے جو معتزلیوں میں بڑا عالم ہے نظر ہونے کا سخت انکار کیا ہے۔ مگر اپنے اس انکار میں کوئی دلیل یا سند تو کجا کوئی شبہ ڈال دینے والی بات بھی بیان نہیں کر سکا۔ تسلیم کرنے والوں کی طرف سے امام نے لکھا ہے کہ نظر کا ہونا حق ہے۔ اس میں چند وجہیں لکھی ہیں۔ اول وجہ یہی یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں کو فرمانا۔ ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر دو نواسوں حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو یہ کلمات پڑھ کر پناہِ خداوندی میں دیتے تھے۔ اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّةٍ میں تمہاری حفاظت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کلمات کامل مکمل کے ذریعے ہر ایک شیطان کے شر سے، اور ہر ڈسنے والے گزند پہنچانے والے جاندار کے ضرر سے، اور ہر آنکھ ضرر دینے والی، بد اثر ڈالنے والی کے اثرِ بد سے۔ ۳۔ عبادہ بن صامت بیان کرتا ہے کہ ایک وقت میں پہلے پہر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ درد سے بڑی تکلیف میں تھے۔ پھر اسی روز پچھلے پہر حاضر ہوا دیکھا تو آپ کو صحت تھی آپؐ نے فرمایا میرے پاس جبرائیلؑ آیا تھا۔ مجھے دم کیا بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ یُّؤْذِیْکَ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ وَّحَاسِدٍ اَللّٰهُ یَشْفِیْکَ۔ اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں ہر اُس شے سے جو تجھے ایذا دے اور ہر ایک چشم زخم سے اور حاسد سے اللہ تجھے شفا دے۔ ۴۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت جعفرؓ برادرِ کلاں حضرت علیؓ کے بیٹے گورے چٹے تھے، اسماءؓ نے کہا، حضرت ان کو بہت جلد نظر لگتی ہے میں ان کو نظر کا دم کر دیا کروں؟

Marfat.com

آپ نے فرمایا کر دیا کر۔ ۵۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم ام سلمہ کے گھر تشریف لے گئے، ان کے گھر ایک بچہ تھا جسے کچھ شکایت تھی گھر والوں نے کہا حضرت اسے نظر ہو گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم اس کو نظر کا دم کیوں نہیں کر دیتے؟ ۶۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا نظر کا لگنا برحق ہے۔ اگر کوئی شے تقدیر سے آگے بڑھ جانے والی ہوتی تو نظر تقدیر سے آگے بڑھ جاتی۔ ۷۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کی نظر ہو جائے اس سے وضو کرایا جائے۔ وہ پانی وضو کا کسی برتن میں ڈال کر (اس میں اور پانی ملا کر) نظر لگے ہوئے شخص کو نہلایا جائے۔ کبیر۔

خلاصہ: نظر لگنا اہل السنّت والجماعت کے نزدیک برحق ہے۔

اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ: اکثر لوگ (یعقوبؑ کا علمی شان) نہیں جانتے، یا مشرکین جو اکثریت رکھتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو کس طرح وہ علوم ارشاد فرماتا ہے جو اُن کو دنیا اور آخرت میں نفع دینے والے ہوتے ہیں۔

اٰوٰی: اُتارا اپنے پاس بھائی کو۔

فَلَا تَبْتَئِسْ: بَاْسٌ سے اِبْتِئَاسٌ باب افتعال سے فعل نہی حاضر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں غم کرنا۔ بھائی کو فرمایا تو غم نہ کر ان باتوں سے جو یہ کرتے رہے ہیں۔

اَلسِّقَایَۃَ: پینے کا خاص شاہی برتن۔ بہت قیمت دار۔

اَلْعِیْرُ: لغت میں ایسے قافلے کو کہتے ہیں جس کی اکثر سواریاں گدھے ہوں۔ پھر ہر قسم کے قافلے کو کہتے ہیں۔

تَفْقِدُوْنَ: فَقْدٌ مصدر سے مضارع جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے کو گم کر بیٹھنا تم کیا شے گم کر بیٹھے ہو۔

صُوَاعَ: مُنجد میں لکھا ہے بمعنی جام جس میں پینے کی شے پی جاتی ہے۔ امام راغب نے لکھا ہے برتن تھا جس سے بادشاہ پینے کی اشیاء پیا کرتا تھا۔ انہوں نے پیمانہ بھی لکھا ہے مگر یہاں جام کے معنی ہیں صحیح ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے یہ اپنا خاص الخاص جام برادران کی خاطر دعوتی ظروف میں بھیج رکھا ہوگا، بوقت تیاری سامانِ برادر میں رکھوا دیا۔

حِمْلُ بَعِیْرٍ: بصورتِ انعام ایک اونٹ کے بوجھ برابر غلہ دیا جائے گا۔

زَعِیْمٌ: کفیل۔ انعام دلا دینے کا ذمہ دار۔

اَوْعِیَتِھِمْ: جمع دِعَاءٌ۔ برتن جس میں کوئی شے جمع رکھی جاتی ہے۔ یہاں مراد ہے ان کی بوریاں وغیرہ جن میں ان کا سامان اور غلہ بھرا ہوا تھا۔

کِدْنَا ۔ کَادَ یَکِیْدُ کَیْدًا: حیلہ کرنا۔ کسی کے خلاف کوئی ایسا کام کرنا جس کو سمجھ کر وہ اپنا بچاؤ کر سکے، عربی میں ایسے کام کو کید کہتے ہیں۔ کید کیا ہم نے، یا تدبیر کی ہم نے یوسفؑ کی غرض پوری کرنے کے لئے علامہ نے درد المرتضیٰ کے حوالے سے کِدْنَا کے معنی اَرَدْنَا لکھے ہیں، ہم نے ارادہ کیا۔ ذات حق کی طرف سے ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ ایسا ہوہی جاتا ہے۔ وہ حکم جو یوسف کو، بھائی اپنے پاس رکھنے کے واسطے فرمایا کید سے تعبیر کیا۔ یعنی یوسفؑ کی تجویز ہمارے الہام سے

Marfat.com

تھی، بھائی نہ سمجھ سکے۔

فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ: اس میں ھا ضمیر کے مرجع میں بحث ہے۔ زجاج نے اس کو محذوف علیٰ شرطیۃ التفسیر مانا ہے اور اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا کو اس کی تفسیر کہا ہے۔ پھر اس قول کو بتاویل جملۃ یا کلمۃ بنا کر ضمیر مونث کی توجیہہ کر دی ہے۔ لیکن ابو علی فارسی نے نحوی قاعدے کے رُو سے اس کی تردید کر دی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ان ہر دو ضمیر کا مرجع (اجابتہ ہے یعنی جوابی صورت) یعنی یوسفؑ نے ان کی گفتگو اور اس کا جواب مخفی رکھا، اور ان سے نہ کہا اور کچھ ظاہر نہ کیا۔

مَعَاذَ اللّٰهِ: مَعَاذ مصدر میمی ترکیب میں مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مَعَاذًا ہم اللہ سے بہت بہت پناہ طلب کرتے ہیں۔

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا: یَاسٌ سے باب استفعال اِسْتِيْئَاس کا فعل ماضی جمع غائب ہے، یہاں موافقت مجرد میں مستعمل ہے یعنی یَيْئَس کے معنی میں جس کے معنی ہیں نا امید ہونا۔ پس جب وہ نا امید ہو گئے۔

خَلَصُوْا: خُلُوْصًا، خَلَاصًا مصدر سے فعل ماضی ہے اس کے ایک معنی ہیں الگ ہونا۔ یعنی وہ اور لوگوں سے الگ اور علیحدہ ہو بیٹھے۔

نَجِيًّا: مصدر ہے بمعنی اسم فاعل حال مُتَنَاجِيْنَ۔ سرگوشی کرنے کے واسطے کہ والد کو کیا جواب دیں گے۔

مَافَرَّطْتُّمْ: تَفْرِيْط باب تفعیل سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں تقصیر کرنا اپنی ذمہ داری میں پورا نہ اُترنا۔

فَلَنْ اَبْرَحَ: بَرَاحًا و بَرَحًا مجرد سے اِبْرَاحٌ باب افعال سے مضارع نفی مستقبل تاکید بلَنْ ہے۔ بَرِحَ فعل ناقص بھی ہے اور تام بھی۔ یہاں تام فعل سے باب افعال ہے۔ بصورت تام بَرِحَ کے معنی علامہ نے لکھے ہیں ذَهَبَ اور بمعنی ظَهَرَ گیا اور ظاہر ہوا۔ یہاں اَبْرَحَ کے معنی ہیں اُفَارِقَ۔ اَلْاَرْضَ سے مراد ہے ارضِ مصر۔ یعنی ارضِ مصر سے سوائے ان باتوں کے ہرگز نہ نکلوں گا۔ باپ اجازت فرما بھیجے، یا اللہ تعالیٰ حکم فرمادے۔

بَلْ سَوَّلَتْ: تَسْوِيْل باب تفعیل سے فعل ماضی مونث غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں سہل کرنا۔ آسان کرنا۔ زینت دینا۔ بلکہ یہ بات تمہارے واسطے تمہارے نفوس نے سہل اور آسان کر دی ہے۔

يَآسَفٰى: اَسَفٌ کے معنی ہیں شدید غم کسی کھوئی ہوئی شے پر، اور الف یاء متکلم کے عوض ہے بعض کہتے ہیں الف ندبہ کا ہے اس کی ہ محذوف ہے۔ معنی ہیں اے میرے غم شدید آ۔ تیرے آنے کا وقت ہے۔

فَهُوَ كَظِيْمٌ: كَظْمٌ مصدر سے صفت مشبہ ہے۔ بمعنی اسم مفعول مَكْظُوْم یا بمعنی اسم فاعل کاظم۔ کظم کے ایک معنی ہیں کسی شے کو بھر کر منہ بند کرنا مثل مشک وغیرہ کی۔ لہٰذا کظیم کے معنی بصورت اول ہیں غیظ وغضب سے بھرا ہوا۔ اپنے بیٹوں پر ان کے اس معاملے کے سبب، یا اندوہ اور شدتِ غم سے بھرا ہوا بنیامین کے ماخوذ ہونے پر، اور ایسے شدید وقت میں اپنے بڑے بیٹے کے وہاں رک جانے پر ایسا گھٹ کر رہے کہ کسی انسان سے حرف تک نہ کہا، اور بصورت اسم فاعل کاظم کے معنی

Marfat.com

ہیں غیظ وغضب یا غم اور اندوہ سے پُر ہونے پر ایسے منہ بند رکھنے والے کہ کسی کے سامنے بات تک نہ کی۔

امام لکھتا ہے کہ انسان کے جسم میں بہت عزت والے اعضاء تین ہیں۔ زبان، آنکھیں اور دل۔ حضرت یعقوب کے یہ تینوں اعضاء غم سے پورے پورے متاثر تھے۔ چنانچہ زبان سے یہ لفظ نکلے یَآ اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ اے افسوس یوسف پر۔ آپ کی آنکھوں کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَابْیَضَّتْ عَیْنَاہُ مِنَ الْحُزْنِ۔ غم سے اس کی ہر دو آنکھیں سفید ہو گئیں، بینائی جاتی رہی۔ دل کا تاثر اس جملہ سے فرمایا ہے وَھُوَ کَظِیْمٌ اور وہ اپنے اندر غم کو روک رکھنے والا تھا، یا غم سے بھرا ہوا تھا۔

تَفْتَؤُ: فَتْؤٌ سے مضارع حاضر ہے یہ فعل ناقص ہے۔ باب مثل عَلِمَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں رکنا۔ یہ فعل ناقص بھی ہے، اس کا صرف ماضی اور مضارع استعمال ہوتا ہے۔ یہاں فعل ناقص ہی ہے۔ یہ اکثر منفی استعمال ہوتا ہے مفسرین یہاں لا مُقدر مان کر معنی کرتے ہیں۔ لَاتَفْتَؤُ۔ تو نہیں ٹلتا، ہٹتا نہیں رکتا یوسف کے ذکر سے اور اس کی یاد سے۔

حَرَضًا: مصدر ہے بمعنی حَرِضٌ صفت مشبہ۔ اس کے معنی ہیں سخت مریض، قریب المرگ بعض نے لکھا ہے وہ شخص جسے) مرض اور غم نے نحیف اور لاغر کر دیا ہو۔

اَشْكُوْا: شِكَايَة شَكْوىٰ مصدر سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں کسی کے سامنے اپنے درد، رنج اور مرض کا اظہار کرنا۔ ایک معنی ہیں کسی کی بدسلوکی یا ظلم وغیرہ کا دوسرے کے سامنے ذکر کرنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

بَثِّىْ: بَثٌّ اس کے اصل معنی ہیں کسی شے کو اُڑانا بکھیرنا۔ پھر اس سے مراد لی جاتی ہے غم شدید نا قابل برداشت۔ یہ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے یا بمعنی اسم فاعل۔ جسم کے روئیں روئیں میں بکھیرا ہوا غم، یا بدن کے ہر حصے میں درد بکھیرنے والا غم۔

حُزْنِىْ: حُزْن حَزَن بمعنی غم۔ معنی ہیں کہ میں اپنے درد اور غم کا اظہار اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی کرتا ہوں۔

فَتَحَسَّسُوْا: تَحَسُّسٌ باب تفعّل سے فعل امر جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں حواس کے ذریعے کوئی شے معلوم کرنا۔ معنی ہیں مصر کے طرف جا کر غلہ لاؤ اور یوسف کی دیکھ بھال بھی کرو۔

لَاتَيْئَسُوْا: يَاسٌ مصدر سے فعل نہی جمع حاضر ہے اس کا باب مثل عَلِمَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں نا امید ہونا۔ کسی کام کے ہونے سے امید توڑ بیٹھنا۔ تم امید نہ توڑو، نا امید نہ ہو۔

رَوْحِ اللّٰهِ: علامہ نے معنی کئے ہیں کشادگی، حصول مطلب۔ حق سبحانہ، وتعالیٰ کی طرف سے حصول مراد۔ اصمعی نے روح کے معنی لکھے ہیں نرم نرم ہوا کے جھونکے۔ ابن عباسؓ نے اس کے معنی کئے ہیں اللہ کی رحمت۔ قتادہ نے اس کے معنی کئے ہیں اللہ کے فضل سے۔ معنی ہیں یوسفؑ کے مل جانے، بنیامین کے رہا ہو جانے اور بڑے بھائی کے واپس آ جانے کے مطالب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل جانے کی امید نہ توڑو۔

اَلضُّرُّ: سخت بھوک سے ضعف اور نحافت پہنچی ہے ہم کو، اور ہمارے اہل کو تنگ دستی اور فاقہ سے ضعف ونحافت لاحق ہے۔

Marfat.com

بِضَاعَةٍ: لغت میں اس کے معنی لکھے ہیں تجارتی مال۔ یہاں مراد ہے عوض غلہ، جو کچھ غلہ کے عوض دینا ہے۔

مُزْجٰةٍ: مونث ہے مُزجیٰ کی، لغت میں اس کے معنی لکھے ہیں قلیل شے۔ ردی شے۔ معنی ہیں کہ ہم غلہ لینے کو جو کچھ لائے ہیں وہ قلیل نا قابل ذکر، اور چلنے اور برتنے کے نا قابل ہے۔

اَوْفِ: اِیْفَاء باب افعال سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں پورا پورا دینا۔ یعنی ہم کو باوجود قیمت پوری نہ ادا کرنے کے عامتہ الناس کی طرح پورے تول کا غلہ دے۔

وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا: تَصَدَّقْ باب تفعل سے فعل امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں محض لوجہ اللہ کوئی شے دوسرے کو دینا۔ یہاں بھائیوں نے انتہائی تنگی کا اظہار کر دیا ہے، یہ تنگی کی آخری حد ہے کہ نبی کے نو بیٹے پورے جوان تنومند افلاس سے تنگ آ کر صدقہ مانگتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ یوسفؑ کو کنعان سے لا کر عزیز مصر بنایا۔ بھائی تنگی سے اتنے عاجز ہوئے کہ صدقہ مانگنے کی نوبت آئی۔ انہوں نے اس عزیز مصر کی احسان مندی اور سخاوت دیکھ کر یہ لفظ کہے۔ اگر یوسفؑ کی بجائے کسی اور خاندان کا ہوتا تو یعقوبؑ، اسحاقؑ اور ابراہیم خلیل علیہم السلام کی کسر شان تھی۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کامل مہربانی اور رحمت سے یہ تضرع کے الفاظ ان بھائیوں کی زبان سے لاعلمی سے ان کے باپ جائے بھائی کے حضور میں نکلوائے کوئی کسرِ شان نہ ہوئی۔ ہمارے نزدیک سورۃ یوسف کا یہ اعلیٰ وارفع سربستہ راز ہے۔

اٰثَرَكَ اللّٰهُ: ترجیح دی اللہ نے تجھے۔ اِیثَار مصدر سے ہے۔ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں برگزیدن۔ اختیار کرنا۔ فضیلت دینا۔ تجھے فضیلت دی ہے ہم پر۔

لَاتَثْرِيْبَ: ترجیح دی اللہ نے تجھے۔ اِیْثَار مصدر سے ہے۔ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں برگزیدن۔ اختیار کرنا۔ فضیلت دینا۔ تجھے فضیلت دی ہے ہم پر۔

اَلْعِيْرُ: ابو الھیثم نے کہا ہے کہ ہر وہ چوپایہ جس پر سفر میں چلا جاتا ہے جیسے اونٹ، گدھے، خچر ان کو عِیر کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ان اونٹوں کو جن پر بوجھ لدا ہوا ہو عیر کہتے ہیں، بعض نے کہا ہے کہ قافلے کو عیر کہتے ہیں۔ اس سورۃ میں اس کے معنی قافلہ ہی کے ہیں۔

تُفَنِّدُوْنِ: باب تفعیل ہے تَفْنِيْد۔ ابوبکر بن انباری کا قول ہے کہ جب بہت غم کے سبب آدمی کی عقل میں فتور آ جائے تو کہتے ہیں اَفْنَدَا لرّجل باب افعال سے، اور جب بڑھاپے کے سبب آدمی زیادہ باتیں کرے تو کہتے ہیں فَنَّدَ الرّجل باب تفعیل سے۔ یعنی اگر تم میری بات کو بڑھاپے کی بات نہ کہو۔

ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ: امام نے یہاں ضَلَالٌ کے معنی مراد لئے ہیں۔ اول اپنی پرانی تکلیف، اور اپنے قدیمی رنج میں ہے۔ دوم۔ قتادہ نے یہاں محبت مراد لی ہے۔ یعنی اپنی پرانی محبت میں ہے مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔

Marfat.com

عَرْشٌ: شاہی بلند و بالا تخت۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے خاص تخت پر والدین کو بٹھایا۔

خَرُّوْا: خُرُوْرٌ مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں منہ کے بل گرنا۔ یعنی زمین پر گر پڑے۔

سُجَّدًا: جمع سَاجِدِین یعنی سجدہ کرتے ہوئے۔ ان کے گرنے اور سجدہ کرنے کے وجوہ نکالنے یا والدین کی شمولیت میں تکلفات کرنا خدا جانے کہاں تک مقبول ہے۔ بظاہر اظہارِ واقع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے واقع کا ذکر فرمایا ہے۔

مِنَ الْبَدْوِ: اس کے معنی ہیں صحرا۔ یہاں مراد ہے دیہاتی اور صحرائی آبادی۔ یہ لفظ بادیہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کھلی زمین جس میں چھپنے اور پوشیدہ ہونے کی جگہ نہ ہو۔

نَزَغَ: نَزْغٌ مصدر سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں فساد ڈالنا۔ بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان بگاڑ اور فساد ڈال دیا۔

لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ: لَطِیْف مبالغہ کا وزن ہے مصدر لُطْفٌ ہے۔ اس کا باب مثل نَصَرَ و کَرُمَ کی آتا ہے۔ لَطِیف کے معنی ہیں بندوں پر مہربانی کرنے والا۔ بہت نرمی اور مہربانی سے مخلوق کو ان کے منافع دینے والا۔ یا بہت دقیق اور مخفی امور کو جاننے والا۔ علامہ نے لکھا ہے یہاں اس کے معنی ہیں مخفی امور کو جاننے والا، ان کی تدبیر کرنے والا۔ ان کی مشکلات کو آسان کرنے والا اور اپنی مشیت اور ارادے کو ان میں نافذ کرنے والا۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ: اے ابتداءً آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فاطر کے معنی میں عجیب استشہاد کیا۔ فرماتے ہیں۔ فاطر کے معنی (پورے پورے) یاد نہ تھے۔ اتفاقاً دو بدوی شخص ایک کنوئیں کا جھگڑا میرے پاس لائے جن میں سے ایک نے اپنے دعوے میں کہا اَنَا فَطَرْتُهَا وَ اَنَا ابْتَدَاْتُ حَفْرَهَا ۔ اس نے لفظ فطر بول کر بتایا کہ اس کی ابتدائی کھدائی میں نے ہی کی ہے۔ یعنی ابتداء میں نے اسے بنایا اور اس کی کھدائی شروع کی۔ معنی یہ ہوا کہ اے آسمانوں اور زمین کو ابتداءً پیدا کرنے والے اور بنانے والے۔

اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ: اَنْبَاءٌ جمع نَبَاءٌ بہت عظمت اور بڑائی والی خبر۔ اَلْغَیْب ہر وہ شے جو کسی بیرونی یا اندرونی حس سے، یا سوائے ذاتِ حق کے بتانے کے کسی وجہ سے مخلوق کو معلوم نہ ہو سکے، یہاں یہ بھی واضح ہو کہ غیب کے مقابلے میں شہادت ہے۔ شہادت ہر وہ شے ہے جس کے معلوم ہو جانے کے واسطے ذاتِ حق نے حواسِ ظاہریہ، باطنیہ، یا دوسرے اسباب پیدا فرما رکھے ہیں۔ لہٰذا اشیاءِ شہادت انسان جن اور فرشتے کے علم میں اُن حواس اور اسباب کی وساطت سے آسکتی ہیں جو اس کے لئے بنائے گئے ہیں۔ اپنی ذات کے شان میں فرماتے ہیں عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ یعنی غیب اور شہادۃ دونوں قسم کی مخلوق کو جانتا ہے، اور مخلوق یعنی حیوان، جن، انسان اور ملک صرف شہادۃ قسم کی مخلوق کو معلوم کر سکتے ہیں۔ غیب قسم میں سے جس کو چاہتا ہے، جتنا، یا جو چاہتا ہے معلوم کرا دیتا ہے۔ اپنے اس قدر کے علم سے وہ بزرگوار نہ عالم الغیب کہلا سکتے ہیں اور نہ اپنے غیب جاننے کا دعوٰی ہی کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام مخلوق علم میں آسکنے کے اعتبار سے دو قسم کی ہے۔

Marfat.com

غیب اور شہادۃ۔ان دونوں قسموں کی تعریف بیان کر دی گئی ہے۔ان کا علم ہونے نہ ہونے کا بھی بقدرِ ضرورت بیان کر دیا گیا ہے۔عقل مند کو اپنا اعتقاد درست کرنے کے واسطے یہ کافی ہے۔معنی یہ ہوئے کہ یوسفؑ کا تمام واقعہ بوجہ مدت شدید گزر جانے کے اب قسم غیب میں شامل ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم اس کو بذریعہ وحی تیری طرف بھیجتے ہیں۔عین واقعہ میں (اے حبیب) تو ان کے پاس نہ تھا۔یعنی اس واقعہ کا بالتفصیل بیان کرنا آپؐ کی رسالت کا ایک بُرہان قاطع ہے۔

وَلَوْ حَرَصْتَ: حرص مصدر سے ماضی واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔حرص کے معنی امام نے لکھے ہیں کہ کسی شے کو اپنی انتہائی ممکن کوشش سے طلب کرنا۔قصہ یوسفؑ بیان کرنے کے بعد آنحضرتؐ کے خیال مبارک میں تھا کہ یہ لوگ سُن کر مسلمان ہو جائیں گے۔آپؐ گویا ان کے مسلمان ہونے میں انتہائی ممکن کوشش فرماتے تھے۔مگر وہ ایمان لانے والے نہ ہوئے۔ذاتِ حق نے آگاہ فرما دیا۔

حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ: یہاں حَتّٰی غایتہ کے لئے ہے مغیا محذوف کی جس پر سیاق وسباق دلالت کرتے ہیں۔چنانچہ بعض نے جو مقدر مانا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ان کفار کو اپنے کفر وانکار میں خوش حال با آرام جیتے رہنا دھوکے میں نہ ڈالے،ان سے پہلے کفار کو یہاں تک مہلت ملی کہ خود ان کے وقتی پیغمبر دنیا میں ان کے برخلاف مدد خداوندی سے،یا ان کے ایمان لانے سے ناامید سے ہو بیٹھے تب ہماری نصرت ان پیغمبروں کے پاس پہنچی۔

ابن جوزی نے یہ عبارت مقدر کی ہے۔وَمَا ارسلنا من قبلک الا رجالًا فَدَعَوْا قَومِهم فکذبوهم و صبروا وطال دعاءهم وتکذیب قومهم اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ۔قرطبی نے یہ مقدر کیا ہے وما ارسلنا من قبلک الا رجالًا ثم لم نعاقب اممهم حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ۔زمخشری نے یہ مقدر کیا ہے وما ارسلنا من قبلک الا رجالًا فتراخی النصر حَتّٰی اِذَا .... الخ۔علامہ نے ان کو نقل کر کے لکھا ہے کہ پہلا مقدر جس کا اوپر ترجمہ کیا گیا ہے اولیٰ ہے۔اگرچہ اس میں محذوفات کی کثرت ہے۔اب اس کو بھی نقل کر دیا جاتا ہے۔لَا یغرن تمادیهم فیما هم فیه من الدعت والرخاء فان من قبلهم قد اُهلوا حَتّٰی ییٔس الرسل من النصر علیهم فی الدنیا اومن ایما نهم لا نهما کهم فی الکفرو تماد یهم فی الطغیان من غیر وازع۔

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا: ظَنٌّ مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں گمان کرنا لیکن علامہ نے یہاں اس سے وہم کرنا مراد لی ہے۔کُذِبُوْا کِذْبٌ سے ماضی مجہول ہے جمع مذکر غائب۔اس جملہ میں تین ضمیر ہیں جمع کے جن کا مرجع رسل ہے۔یعنی ان رسولوں نے وہم کر لیا کہ وہ جھٹلائے گئے۔

بَاْسُنَا: بَاْسٌ کے ایک معنی ہیں عذاب یہاں یہی مراد ہے ہمارا عذاب ہٹایا نہیں جا سکتا۔

قَصَصِهِمْ: قَصَصٌ مصدر ہے بمعنی مفعول مقصوص اس کے معنی ہیں کسی خبر کا بیان کرنا۔خبر سنانا معنی ہیں ان کی سنائی ہوئی خبر میں ھم ضمیر کے مرجع میں تین قول ہیں اول انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کی سنائی ہوئی خبروں میں مواقع عبرت

Marfat.com

ہیں۔ دوم حضرت یوسف علیہم السلام اور ان کی امتوں کو سنائی ہوئی خبروں میں مواقع عبرت ہیں۔ دوم حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کی عزیز مصر اور اس کی بیوی کی دو قبیلوں اور شاہِ مصر کی بیان کی ہوئی خبریں۔ سوم مذکورہ دونوں قوموں کی مجموعی بیان کی ہوئی خبروں میں عبرت ہے۔

عِبۡرَۃٌ: اس کے معنی ہیں عِظت۔ وعظ۔ نصیحت کا بیان۔ مقام غور۔ جائے تامل یہاں عِبۡرَۃ سے مراد ہے مقام غور و تامل بایں طور کہ اس قصے میں غور و تامل کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے) کہ حضرت محمد صلعم کا عروج و اقبال باوجود قریش کی رکاوٹوں کے ایک دن ظاہر ہوگا۔

اُولِی الۡاَلۡبَابِ: اُولِی جمع ذُوق کی حالت جری میں اُولُوا سے اُولِیٰ بنا ہے۔ اَلۡاَلۡبَاب جمع لُبّ۔ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں۔ خِرَد۔ عقل۔ عقل والوں کے لئے۔

یُفۡتَرٰی: فِرۡیٌ سے باب افتعال ہے۔ مضارع مجہول۔ فِرۡیٌ کے معنی ہیں دروغبافتن یعنی اپنے پاس سے جھوٹ گھڑ لینا، بنا لینا۔ اِفۡتِرٰی کے یہی معنی ہیں۔ یعنی یہ قصہ من گھڑت جھوٹ نہیں بنایا جاتا۔

تَصۡدِیۡقَ: باب تفعیل کے وزن کا مصدر ہے بمعنی اسم مفعول۔ یعنی یہ قصہ مُصَدَّق ہے۔ تصدیق کیا ہوا آسمانی کتابوں سے بالخصوص توراۃ سے۔

تَفۡصِیۡلَ: باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی اسم فاعل۔ بیان کرنے والا ہے ہر شے کو جس کی دین اسلام میں حاجت ہوتی ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ

رکوعات ٦ ایات ٤٣

آیٰتُ الْکِتٰبِ: یہاں کتٰب سے مراد سورۃ ہے۔ یعنی یہ آیات سورۃ کی ہیں۔

عَمَدٍ: جمع عِمادٍ کی۔ چھت کے نیچے کا ستون اور خیمے کے نیچے کی چوب۔ فراء نے جمع عمود کی کہا ہے اور عمود اس کو کہتے ہیں جس پر کسی شے کا سہارا ہو۔ یعنی آسمان کے نیچے کوئی ستون نہیں، قدرت کے سہارے کھڑا ہے۔ بعض کا قول ہے اسم جمع ہے۔ یہ قول راجح ہے ایک قرأت میں عُمُدٍ پڑھتے ہیں جمع عِمَاد کی جیسے شہب جمع شہاب کی، یا جمع ہے عمود کی مثل رُسل جمع رسُول کی۔

اِسْتَوٰی: امام نے اس کے ذیل میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے اِسْتَوٰی کے معنی ہیں کسی کے اوپر جم کر بیٹھ جانا۔ قرار پکڑنا۔ مگر اس قسم کے اِستوٰی سے ذاتِ حق پاک در پاک ہے۔ اس واسطے یہاں اِسْتَوٰی سے مراد ہے کہ عالمِ اجسام یعنی تمام جسمانی مخلوق عرش سے لے کر فرش تک بلکہ تحت الثرٰی تک اس کے قہر کے نیچے قدرت تدبیر اور حفاظت کے تحت میں ہیں۔

سَخَّرَ: باب تفعیل تَسْخِیْر سے ماضی کا صیغہ ہے۔ تسخیر کے معنی ہیں کسی شے سے بزور اور بہتر وہ کام پورا پورا لینا جس کے لئے وہ پیدا کی گئی ہے۔

لِاَجَلٍ مُّسَمًّی: اس کے معنی میں امام نے ابنِ عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ سورج کے ایک سو اسّی درجے ہیں۔ ہر روز نئے درجے میں ہوتا ہے چھ ماہ میں پورے کر کے پیچھے لوٹتا ہے دوسرے چھ ماہ میں یہ دورہ ختم کرتا ہے جس سے ایک سال پورا ہوتا ہے۔ چاند کے اٹھائیس درجے ہیں ان سے مہینہ بنتا ہے اَجَلٍ مُّسَمًّی سے یہی مراد ہے۔ دوسرا قول آغازِ قیامت تک ان کی حرکت ہے آگے ختم۔

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ: تَدْبِیْر باب تفعیل سے فعل مضارع ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں امور کے انجام اور نتیجے میں غور و فکر کر کے سرانجام دینا۔ یہاں مراد ہے تصرف کرنا۔ یعنی ہر امر میں تصرف فرماتا ہے۔

بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ: لِقَاءٌ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ ایک اس کا مصدر مُلَاقَاۃٌ ہے۔ دوسرا یہ لِقَاءٌ آمنے سامنے ہونا۔ یعنی تا کہ تم اپنے رب کے حضور میں حاضر ہونے کا یقین کرو۔

مَدَّ الْاَرْضَ: مَدٌّ مصدر سے فعل ماضی ہے اس کے ایک معنی ہیں پھیلانا، وسیع کرنا اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور وسیع کیا۔

رَوَاسِیَ: جمع رَاسِیَۃٌ۔ رَسْوٌ و رسُوٌّ مصدر سے اسم فاعل مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں مضبوط اور مستحکم ہونا۔ رَوَاسِیْ صفت ہے جبالٌ محذوف کی۔ یعنی مضبوط مستحکم پہاڑ اس میں قائم کئے۔

وَاَنْهٰرًا: جمع نَهْرٌ کی اس کے معنی ہیں جاری پانی کے بہنے کی مستقل مقرر جگہ۔ عام زبان میں اس کے معنی ہیں دریا۔

Marfat.com

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ: اِغْشَاءٌ باب افعال سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں پردہ ڈالنا۔ یہاں معنی ہیں پہنانا یعنی پہناتا ہے دن کورات۔دن پر رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔روشن جو سب تاریک ہو جاتی ہے۔

قِطَعٌ: جمع قِطْعَة کی ہے۔اس کے معنی ہیں شے کا حصہ۔مراد ہیں زمین کے مختلف ٹکڑے اور حصے جو ایک دوسرے سے بالکل جڑے ہیں۔

مُتَجٰوِرٰتٌ: تَجَاوُرٌ باب تفاعُلٌ سے اسم فاعل جمع مونث ہے۔واحد اس کا مُتَجَاوِرَةٌ ہے۔قریب قریب اور پاس پاس رہنے والے۔یہاں مراد ہے متصل بغیر فاصلے کے جڑے ہوئے زمین کے ٹکڑے۔

صِنْوَانٌ: جمع ہے صِنْوٌ کی۔ایک اصل اور ایک جڑ سے دو تین، یا زیادہ کھجور کے درخت نکلے ہوئے ہوں ان میں سے ہر ایک درخت دوسرے کا صنو ہوگا۔اور ان مجموعی درختوں کو صِنوان کہتے ہیں۔نخلستان میں بعض نخل بالکل جڑ سے اکیلا نکلا ہوتا ہے،اسے غَیر صِنوَان کہتے ہیں اور بعض ایک تنے سے کئی پھوٹے ہوتے ہیں وہ صِنوان کہلاتے ہیں۔

اُكُلٌ: واحدی نے زجاج سے نقل کیا ہے کہ اُکُلٌ اس پھل کو کہتے ہیں جو کھایا جاتا ہے،اور زجاج کے سوا اوروں سے نقل کیا ہے کہ اُکُـــلٌ ہر اس شے کو کہتے ہیں جو کھانے کے واسطے تیار کی جاتی ہے۔امام نے اس دوسرے معنی کو پسند کیا ہے۔کیونکہ جنتی خوراک کے متعلق ذاتِ حق نے فرمایا ہے اُكُلُهَا دَائِمٌ یہاں صرف پھل ہی مراد نہیں، بلکہ ہر قسم کی خواہش مراد ہے۔یعنی باوجود ایک قسم کی زمین میں ہونے کے اور ایک ہی پانی سے سینچے جانے کے ہم فضیلت دیتے ہیں بعض کو بعض پر، ذائقے،تاثیر،جسامت اور رنگت میں۔

الْاَغْلٰلُ: جمع غُلٌّ۔وہ طوق جو مجرم کے گلے میں خاص قسم کی سزا دینے کو ڈالا جاتا ہے۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ: اِسْتِعْجَال باب استفعال سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں جلدی چاہنا۔یہ منکرین تجھ سے وہ عذاب جس سے ان کو خوف دلایا جاتا ہے جلدی اُتروانا چاہتے ہیں۔

بِالسَّيِّئَةِ: اس کے معنی ہیں برائی۔یہاں مراد ہے عذاب۔یہ کلمہ اصل میں سَیْوِءَةٌ تھا واو کو ی سے بدل کر ادغام کیا۔اس لفظ سے مراد یہاں نزولِ عذاب ہے۔یعنی چاہتے ہیں کہ ان پر بہت جلد عذاب نازل ہو جائے۔یہ بطور استہزاء کے کہتے تھے۔یقین رکھتے تو کبھی یہ جرأت نہ کرتے۔

اَلْـمَثُلٰتُ: اس کو مُثُلاتٌ بھی پڑھتے ہیں۔ جمع ہے مَثُلَةٌ کی۔جرم کی سزا ابن الانباری نے کہا ہے کہ مثلۃ ایسی سزا کو کہتے ہیں جس کا کچھ اثر سزا یافتہ کے جسم پر باقی رہ جائے۔بعض نے معنی کئے ہیں فضیح کرنے والی سزا۔

مَـا تَـحْمِلُ: اس میں مَـا مصدریہ ہے یا موصولہ۔پہلے معنی ہیں کہ ہر عورت کے حمل کو جانتا ہے کیسا ہے،اور کس صفت کا ہے۔دوسرے معنی ہیں کہ وہ کچھ جانتا ہے جو عورت اٹھائے ہوئے ہے۔ترکیبی فرق ہے مطلب قریباً ایک ہی ہے۔

وَمَـا تَـغِيْضُ: غَیض سے مضارع مونث غائب ہے اس کے معنی ہیں کم کرنا، گھٹانا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو چیز رحم

Marfat.com

گھٹاتے ہیں۔

اَلْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ: ان ہر دو کلمات کی تفصیل سورۃ یوسف کے آخری جملے اِنْبَاءِ الْغَیْب کے ضمن میں کر دی گئی ہے۔

مُسْتَخْفٍ: اِسْتِخْفَاء باب استفعال سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں چھپنا یعنی جورات کے پردے میں چھپنے والا ہے۔

سَارِبٌ: سُرُوْب مصدر سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں ظاہر ہونا یعنی دن میں چلتا پھرتا ہوا۔

لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ: لَہٗ میں ہٗ ضمیر کا مرجع وہ شخص ہے جو مَنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَھَرَ بِہٖ میں مراد ہے۔ مُعَقِّبَاتٌ جمع ہے۔ مُعَقِّبَۃٌ۔ لغت میں اس کے معنی لکھے ہیں دن رات میں انسان کے ساتھ کے بدلتے رہنے والے فرشتے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ: اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت کو جب تک وہ نہ بدلیں جو اُن کے جیوں میں ہے (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ) اس کے حاشیے پر علامہ شبیر احمدؒ لکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا جب تک وہ اپنی روش اللہ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب (قوم اپنی روش اللہ کے ساتھ) بدلتی ہے تو آفت آتی ہے، پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی۔ نہ کسی کی مدد اس وقت کام دیتی ہے۔ اسی مضمون کی آیت کچھ فرق سے سورۃ انفال کے ساتویں رکوع میں آئی ہے وہ آیت یوں ہے ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَھَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ وَاَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہرگز بدلنے والا نہیں اس نعمت کو جو دی تھی اس نے کسی قوم کو جب تک وہی نہ بدل ڈالیں اپنے جیوں کی بات اور یہ کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ) اس کے حاشیئے پر علامہ شبیر احمدؒ لکھتے ہیں یعنی جب لوگ اپنی بے اعتدالی اور غلط کاری سے نیکی کے فطری قویٰ اور استعداد کو بدل ڈالتے ہیں اور خدا کی بخشی ہوئی داخلی یا خارجی نعمتوں کو اس کے فطری قویٰ اور استعداد کو بدل ڈالتے ہیں اور خدا کی بخشی ہوئی داخلی یا خارجی نعمتوں کو اس کے بتلائے ہوئے کام میں ٹھیک موقع پر خرچ نہیں کرتے، بلکہ الٹے اس کی مخالفت میں صرف کرنے لگتے ہیں تو حق تعالیٰ اپنی نعمتیں ان سے چھین لیتا ہے اور شانِ انعام کو انتقام سے بدل دیتا ہے۔ بعض مسلمان ان ہر دو آیتوں سے، یا پہلی آیت سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کوئی قوم جب تک آپ اپنی ترقی اور خوش حالی میں کوشش نہ کرے تب تک کچھ حاصل نہیں ہوتا اپنے ثبوت میں یہ شعر پڑھتے ہیں۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

یہ خیال مذہبی رو سے قطعاً غلط ہے۔ اس جہان کی ترقی اور عروج کے اسباب خود بخود ذاتِ حق کی طرف سے بنتے اور پیدا ہوتے ہیں کسی سابقہ یا لاحقہ انسانی جدوجہد کا ثمرہ نہیں ہوتے۔ بلکہ ان آیات کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ کسی قوم کو، یا قوم کے افراد کو ذاتِ حق جو نعمت دنیاوی عطا فرماتا ہے وہ پشتوں تک واپس نہیں کرتا جب تک وہ اپنے آپ کو نالائق نہ ثابت کریں۔ یہی حال حکومت کا ہے یہ بات مسلم ہے کہ شرک اور کفر کے ساتھ سلطنت قائم رہ سکتی ہے مگر

Marfat.com

ظلم کے سبب برباد ہو جاتی ہے اور قائم نہیں رہتی۔

فَلَامَرَدَّلَهٗ: مَرَدٌّ مصدر میمی ہے۔ معنی ہیں ہٹنا، دور ہونا، یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ کوئی تکلیف مثل مرض، فقر، اور دوسری قسم کی مصیبت ڈالنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ ٹالے ٹلتی نہیں اور ہٹائے ہٹتی نہیں۔

خَوْفًا وَّطَمَعًا: یہ دونوں کلمے منصوب ہیں بوجہ حال ہونے کے ذوالحال برق ہے اے ذا خوف وذا طَمَعٍ یا ذوالحال مخاطبین ہیں خائفین طامعین۔

اَلسَّحَابَ الثِّقَالَ: سَحَابٌ جمع سَحَابَةٌ بادل ثِقَالَه جمع ثَقِيلَة بھاری پن سے بھاری بادل۔

الرَّعْدُ: بادلوں پر موکل فرشتہ ہے، گرج اس کی آواز ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس پڑھتا ہے اور اس کے ہم کار ملائک بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں، اہل سائنس برق، رعد اور صاعقہ کو کچھ مانیں ہمیں ان کی تردید کی ضرورت نہیں، ہمارا صحیح یقین قرآن پاک پر اور رسول کریم کے فرمان پر ہے۔

شَدِيْدُ الْمِحَالِ: مفسرین نے اس کے چند معنی کئے ہیں۔ مجاہد اور قتادہ نے شدید القوہ کئے ہیں، سخت قوت والا۔ ابوعبیدہ نے شدید العقوبتہ کئے ہیں سخت سزا دینے والا۔ حسن نے شدید النقمتہ کئے ہیں۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ: معنی ہیں اسی ذات پاک کے واسطے ہے ثابت تضرع ودعا۔ علامہ نے معنی کئے ہیں دعا کی منظوری صرف اسی ذات پاک کی طرف سے ہوتی ہے.......... نہ کسی اور کی طرف سے۔

فِىْ ضَلٰلٍ: ضائع ہونے اور غیر مفید ہونے میں ہے۔

طَوْعًا وَّكَرْهًا: یہاں مراد ہے کہ دنیاوی بعض بعض حوادثات اور واقع جو انسان کو طبعًا پسند ہوتے ہیں۔ حیاتی، دولتمندی، حصول مراد وغیرہ ان تاثرات کو رغبت سے قبول کرتا ہے، اور بعض حوادثات اور واقعات کو ناپسند کرتا ہے جیسے مرض حزن، فاقہ، غم، موت، اندھاپن، بڑھاپا وغیرہ مگر جھیلنے سب کو پڑتے ہیں۔ طوعًا وکرہًا کے یہی معنی ہیں۔

اَوْدِيَةٌ: جمع وَادٍ پہاڑوں اور ٹیلوں میں ڈھلان جگہ جس میں بارش کا پانی بہہ کر نکل جاتا ہے۔

جُفَآءً: جَفَا يَجْفُوْ جُفَآءً اس کے معنی ہیں پھینک دینا۔ معنی ہیں سیلاب کے اوپر کی جمع شدہ جھاگ وغیرہ یا پگھلے ہوئے چاندی سونے کے اوپر کی میل کچیل ضائع جاتی ہے۔ جُفَا مصدر بھی ہے اور اسم بھی ہے پانی اور پگھلی ہوئی دھات کے اوپر کی میل وغیرہ کا مادہ یعنی جُفَاء ضائع جاتی ہے۔ اصل پانی اور خالص دھات باقی اور قائم رہتی ہے۔ اسی طرح حق قائم رہتا ہے اور باطل مٹ جاتا ہے۔

بِقَدَرِهَا: وادی کے مقدار پر پانی ہوتا ہے چھوٹی ہوگی تو تھوڑا ہوگا بڑی ہوگی تو زیادہ۔

رَّابِيًا: زجاج نے اس کے معنی کئے ہیں پانی کے اوپر اٹھنے والی، اوروں نے معنی کئے ہیں پھولی ہوئی زائد پانی پر آنے والی۔

عَهْدِ اللّٰهِ: اللہ کا عہد۔ اس سے مراد وہ بات ہے جس کے صحیح ہونے اور حق ہونے کو دین اسلام میں دلائل سے ثابت کیا

Marfat.com

گیا ہے۔ دلائل عقلیہ ہوں یا نقلیہ اس عہد میں تمام وہ اسلامی کرنے کے اور چھوڑنے کے کام شامل ہیں جو قرآن مجید اور حدیث صحیح میں بیان ہوئے ہیں۔ معاملات کو پورا کرنا اور امانتوں کو واپس کرنا۔ وہ اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں۔

مِیْثَاق: یثاق پکے عہد اور اقرار کو کہتے ہیں، وہ اپنا عہد توڑتے نہیں۔ یہاں عہد سے مراد وہ حکم ہے اور عمل ہے جو اللہ کی طرف سے، یا اس کے رسول کی طرف سے فرمایا گیا ہے۔ یثاق سے مراد وہ عمل ہے جو بندہ اپنے ذمے خود لگائے۔ یہاں دونوں قسموں کو پورا کرنے والے مراد ہیں۔

یَدْرَءُ وْنَ: دَرَءَ یَدْرَءُ دَرْءً بمعنی دور کرنا، ہٹانا، بُرائی کو نیکی سے ہٹاتے ہیں بایں طریق کہ بُرائی کرنے والے کے ساتھ نیکی کر کے آئندہ اس کو اپنے ساتھ بُرائی کرنے سے ہٹاتے ہیں، روکتے ہیں، اور گناہ کرنے کے بعد توبہ کی نیکی اور مزید نیک کام کرنے سے گناہ اپنے سے آئندہ کے لئے روکتے ہیں۔

عُقْبَى الدَّارِ: علامہ واحدی نے کہا ہے کہ عُقْبٰی مثل عاقبۃ کی ہے اور مصدر بھی ہوسکتا ہے۔ مثل شوریٰ اور قربیٰ کی اور اسم جامد بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن یہاں مصدر ہے جو فاعل کی طرف ۔ مضاف ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ یہ مذکورین وہ لوگ ہیں جن کے اعمال مقبولہ کے پیچھے آخری دار جو اس دارِ دنیا کے بعد ہے ان کو عطا ہوگا یعنی ہمیشہ رہنے والے گلستان اور باغات۔

اَنَابَ: اِنَابَۃٌ باب افعال سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں خدائے پاک کی طرف رجوع کرنا، مڑ آنا، توبہ کرنا جس نے رجوع کیا اور توبہ کی اس کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔

طُوْبٰی: امام نے اس کے تین معنی لکھے ہیں۔ اول جنگل میں ایک درخت کا نام ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ طُوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اس سے زیورات اور لباس کے خُلّے نکلیں تو کیا تعجب ہے۔ حق تعالیٰ کو سب طرح کی کامل قدرت ہے۔ اس کی شاخیں جنت کی دیواروں سے باہر دکھائی دیں گی۔ ابوبکر اصم نے بیان کیا ہے کہ اصل تنہ اس درخت کا آنحضرت صلعم کے دار میں ہوگا اور ہر مومن کے دار میں اس کی شاخ ہوگی۔ دوم۔ اس کے لغوی معنی یہ مصدر ہے طاب کی مثل بشریٰ کی کہتے ہیں۔ طُوبیٰ لِکَ ای اصبت طیبا۔ مراد ہے فرحت اور آنکھ کی ٹھنڈک ان کے واسطے ہے، بعض نے کہا ہے خیر اور کرامت ہے ان کے لئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جمیع لذات ان کے لئے ہیں۔ سوم۔ یہ کلمہ غیر عربی ہے۔ اس کے معنی جنت اور باغ کے ہیں۔ امام نے اس معنی کو قابل ترک قرار دیا ہے۔

مَاٰب: اَوْب مصدر سے بنا ہے جس کے معنی ہیں لوٹنا۔ اسم ظرف ہے۔ لوٹنے کی جگہ۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ: (الایۃ) تَسْيِيْرٌ باب تفعیل سے ماضی مونث غائب مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں چلانا، پھرانا۔ یعنی اگر پہاڑ اکھیڑ کر چلتے پھرتے بنائے جاتے، یا زمین کو قطع کر کے دریا اور نہریں بنائی جاتیں یا مردوں کو زندہ کر کے ان سے باتیں کرائی جاتیں جواب لَو کا محذوف ہے۔ یعنی مذکورہ تینوں قسموں میں سے کوئی بات آپؐ کی

Marfat.com

رسالت اور قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے ثبوت میں ان کو دکھائی جاتی تو بھی یہ ایمان نہ لاتے جواب محذوف لَمَا اٰمَنُوْا ہے۔

اَفَلَمْ يَيْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: یَاْس مصدر سے نفی جحد بلم ہے یعنی اَفَلَمْ يَعْلَمُوْا قبیلہ نخع کی لغت میں يَيْئَسُ لَعَلِمَ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یعنی کیا نہیں جانا ایمان والوں نے۔ یہ قول ہے اکثر مفسرین کا مثل مجاہد حسن اور قتادہ کی۔ البتہ کسائی نے اس کا سخت انکار کیا ہے کہ اہل عرب کو میں نے کہیں يَيْئَسُ کو عَلِمَ کے معنی میں استعمال کرتے نہیں دیکھا۔ دوسرے معنی ہیں ناامید ہونا یعنی کیا وہ لوگ جو ایمان لا چکے ہیں ان کفار کے ایمان لانے سے ناامید نہیں ہوئے۔ یہاں پہلے معنی اولیٰ ہیں۔

فَاَمْلَيْتُ: اِمْلَاءٌ باب افعال سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں مہلت دینا، میں نے مہلت دی جلدی عذاب نہ دیا۔ پکڑ نہ لیا۔

قُلْ سَمُّوْهُمْ: تَسْمِيَه باب تفعیل سے جمع امر حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں نام رکھنا۔ حکم ہے یہ تمہارے شریک حقارت اور ذلت سے نام لئے جانے کے قابل نہیں اور نہ ان کے نام ہیں۔ تم ان کے نام رکھ لو۔

اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ: تَنْبِئَة و تَنْبُة باب تفعیل سے مضارع جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں خبر دینا آگاہ کرنا۔ کیا تم اس کو خبر دیتے ہو ان کے ناموں کی؟

اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ: اس کے معنی ہیں بلکہ تم ان شرکاء کے نام صرف زبانی ظاہری لفظوں سے رکھتے ہو، حقیقت ان الفاظ میں ذرہ بھر بھی نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ: یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ اہل ایمان اس کے اُترنے سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ ان کے سوا باقی تمام اقسام کے لوگ احزاب میں شامل اور قرآن مجید کے منکر ہیں۔ بعض نے کتاب سے توراۃ اور انجیل مراد لی ہے اور جو یہود اور عیسائی مسلمان ہوئے قرآن مجید سے ان کا خوش ہونا مراد ہے جیسے عبداللہ بن سلام اور نصاریٰ میں سے چالیس نجران سے، آٹھ یمن سے، بتیس حبشہ سے، مسلمان ہوئے۔

مِنَ الْاَحْزَابِ: جمع حِزْب جس کے معنی ہیں ایک گروہ جو کسی خاص امر پر متفق ہو کر بصورت جمعیت قائم ہو۔

حُكْمًا عَرَبِيًّا: مصدر ہے بمعنی حَاكِمًا۔ ترکیب میں ہٗ ضمیر کا حال ہے۔ یعنی ہم نے اس (قرآن) کو نازل کیا ہے حاکم کر کے۔ عَرَبِيًّا۔ یہ اسی ضمیر کا دوسرا حال ہے اس صورت میں حال مترادف ہوگا اور یا خود حُكْمًا کا حال ہے اس وقت یہ حال متداخل ہوگا۔

وَجَعَلْنَا لَهُمْ: الآیۃ۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کفار کے چند شبہات کا ذاتِ حق کی طرف سے جواب ہے۔ ۱۔ خانہ داری اور اولاد میں عوام کی طرح مصروف ہونا۔ جواب فرمایا ہے کہ پہلے رسول اور نبی بھی بیویاں اور اولاد رکھتے ہوئے ہماری رسالت اور نبوت کا شرف پا چکے ہیں۔ ۲۔ سچا رسول ہے تو جو ثبوت (معجزہ) ہم طلب کرتے ہیں کیوں نہیں لاتا اور دکھاتا۔ جواب فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی رسول اپنے ارادے اور مرضی سے معجزہ اور اپنا ثبوت ہمارے

Marfat.com

اذن کے سوالا اور دکھا نہیں سکتا۔ یہاں بِاِذْنِ اللّٰہِ فرمایا ہے تاکہ متکلم مضاف الیہ سے ذہن کسی اور طرف منتقل نہ ہونے پائے۔ ۳۔ آپ نہ ماننے والوں کو عذاب سے خوف دلاتے تھے منکرین نے کہا عذاب کیوں نہیں آجاتا۔ جواب فرمایا ہے کہ عذاب نازل ہونے کے لئے اور اپنے فرمانبرداروں کو نصرت اور فتح دینے کے لئے خاص اوقات مقرر ہیں۔ انہیں میں یہ امور واقع ہوں گے۔ مطلب یہ کہ ہر شے کے لئے وقت مقدر ہے۔ ۴۔ اگر رسالت کے دعوے میں حق پر ہو تو پہلے احکام کی بندش اور نئے کام کا اجرا کیوں ہے۔ خدا سب کچھ جانتا ہے پہلی ہی دفعہ دائمی احکام جاری ہوتے۔ جواب فرمایا ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اس کے پاس اصل (علمی خزانے کی) کتاب ہے۔ دیکھتے نہیں ہو کتنی نئی نئی قسم کی اشیاء پیدا کرتا ہے اور مٹا دیتا ہے جلاتا ہے مارتا ہے۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ: یہاں اِنْ حرف شرط ہے اور مَا زائد ہے۔ نُرِيَنَّ اِرَاءَة باب افعال سے مضارع متکلم موکد بنونِ تاکید ہے۔ معنی ہیں اگر دکھائیں ہم تجھے وہ عذاب جس کا ہم ان کو وعدہ دیتے ہیں، یا اس سے پیشتر تجھے فوت کرلیں ان کا تجھ پر کوئی اعتراض نہیں۔

عَلَيْكَ الْبَلٰغُ: یہ باب تفعیل کا دوسرا مصدر ہے۔ یعنی تیرے ذمے تبلیغ ہے اس کلام کی جو اتاری گئی ہے تجھ پر۔

نَنْقُصُهَا: گھٹاتے ہیں ہم اس کو۔ معنی یہ ہیں کہ منکرین مکہ کے دور ونزدیک کے اردگرد کے قبائل روز بروز مسلمان ہو رہے ہیں، کفار کے علاقوں میں کمی ہو رہی ہے۔ اسلامی علاقے بڑھ رہے ہیں نقص اطراف سے یہی مراد ہے۔

لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ: مُعَقِّبَ کے معنی امام نے رد کرنے والا ہٹانے والا لکھے ہیں یعنی اللہ کے حکم کو کوئی روکنے اور ٹالنے والا نہیں۔

Marfat.com

رکوعات ۷ سُوْرَۃُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ ایات ۵۲

مِنَ الظُّلُمٰتِ: جمع ظُلْمَت بمعنی اندھیرا، تاریکی، یہاں مراد ہے ضلالت، گمراہی۔

اِلَى النُّوْرِ: روشنی۔ یہاں مراد ہے ہدایت۔

صِرَاطِ: یہ اصل لفظ بقول راغب سِرَاطٌ س سے ہے۔ اصل مادا اس کا سَرْطٌ و سَرَطَانٌ مصدر ہے۔ باب اس کا مثل نَصَرَ و عَلِمَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں سہولت سے کھانا نگل جانا۔ صاحب قاموس نے سَرْطٌ کے ذیل میں سِرَاطٌ کے معنی لکھے ہیں کھلا، فراخ راستہ۔ وجہ یہ لکھی ہے کہ ایسا راستہ دور لے جانے میں مسافر کو غائب کر لیتا ہے گویا نگل جاتا ہے۔ یا مسافر راستے کو طے کر کے گویا نگل جاتا ہے۔ پھر س اور صاد میں کچھ مشابہت ہے لہٰذا صاد پڑھا جاتا ہے۔ یہاں مراد ہے دینِ اسلام کی اتباع اور اس کی توضیح۔

ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ: گمراہی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ۱۔ خود گمراہ ۲۔ دوسرے کو گمراہ کرنا۔ پھر دوسرے کو گمراہ کرنا دو طریق سے ہوتا ہے۔ ہدایت سے دوسرے کو روک رکھنا اور منع کرنا۔ اسی طریق کے متعلق فرمایا ہے وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اللہ کے رستے سے دوسروں کو روکتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرے کے دل میں شکوک و شبہات ڈال کر روکنا وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا سے یہ ظاہر فرمایا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ: وَيْلٌ بعض کے نزدیک وَالْهٌ کی نقیض ہے۔ اس کے معنی ہیں نجات وَيْل کے معنی عذاب اور ہلاکت۔ یہ مصدر ہے مگر اس سے کوئی کلمہ مشتق نہیں ہوتا۔ راغب نے اصمعی کے قول سے معنی کئے ہیں کہ اس کے معنی ہیں قباحت۔ حسرت کے واسطے بھی آتا ہے۔ بعض نے کہا کہ جہنم میں ایک وادی ہے اس کی یہ مراد نہیں کہ یہ لغوی معنی ہیں بلکہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے جہنم میں قرارگاہ ایک وادی ہے جس کا اظہار ویل کے لفظ سے فرمایا ہے۔

يَبْغُوْنَهَا: بَغْيٌ سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں چاہنا، طلب کرنا، وہ چاہتے ہیں، طلب کرتے ہیں ھا سے پہلے حرفِ جار محذوف ہے لَهَا تھا معنی ہیں وہ چاہتے ہیں واسطے اس صراط مستقیم کے ٹیڑھا پن۔

عِوَجٌ: لغت میں اس کے معنی لکھے ہیں دین میں کجی، ٹیڑھا پن۔ یا رائے میں کجی اور ٹیڑھا پن یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

بِاَيّٰمِ اللّٰهِ: جمع یوم کی ہے بمعنی دن، طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کے وقت کو نھار، اور غروب آفتاب سے طلوعِ فجر کو لیل کہتے ہیں، پھر اس تمام وقت کو یوم کہہ دیتے ہیں۔ یہاں اللہ کے ایام سے مراد سابقہ امتوں کی خوش حالی اور بدحالی کے اوقات، یا عذاب نازل ہونے کے واقعات یا انبیاء علیہم السلام کی امدادِ غیبی اور منکرین کی رسوائی کے حالات ہیں۔

يَسُوْمُوْنَكُمْ: سَوْمٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ راغب نے اس کے معنی میں لکھا ہے کہ اصل معنی اس کے ہیں کسی شے کو طلب کرنے کے واسطے جانا۔ گویا اس میں دو باتیں ملحوظ ہیں جانا اور چاہنا، طلب کرنا۔ پھر کبھی صرف جانا اور کبھی صرف چاہنا میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں صرف چاہنا میں مستعمل ہے۔ یعنی چاہتے تھے تمہارے لئے بدترین

Marfat.com

سزائیں اور تکلیفیں۔

وَيَسْتَحْيُوْنَ: اِسْتِحْيَآءٌ باب اِستِفعَالٌ مادہ حَيَاء یا حیواۃ سے مضارع جمع مذکر غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں زندہ چھوڑنا، یعنی زندہ رہنے دیتے تھے۔ یا حَیَا کے ایک معنی ہیں فرج ورحم۔ معنی ہیں حمل کی تفتیش میں رحم اور فرج کی حالت تمہاری عورتوں کی دیکھتے تھے۔

بَلَآءٌ: اس کے معنی ہیں امتحان بصورت تکالیف مختلفہ، یا بصورتِ نجات اور رہائی۔ پہلی حالت میں صبر کر کے رجوع الی اللہ اور دوسری حالت میں شکر کر کے اطاعت میں لگنا۔ یعنی ایسا کرتے ہیں یا نہیں۔

تَاَذَّنَ: باب تفعیل تَاذُّنٌ سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں اعلان کرنا۔ جب تیرے رب نے موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اعلان کرایا۔

فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ: کفار نے اپنے اپنے منہ میں کاٹنے کو ہاتھ ڈالے غیظ وغضب کے سبب جوان کو رسولوں پر آیا، یا کفار نے رسولوں کے منہ پر ہاتھ رکھ کر ان کو کلام کرنے سے بند کرنے کی کوشش کی۔ یا کفار نے رسولوں کے کلام سے متعجب ہو کر منہ پر ہاتھ رکھا۔ یا کفار نے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر سکوت اختیار کیا۔ ھُم کی ضمیر کفار کی طرف اور ھِم کی رُسُل کی طرف، یا کفار کی طرف ہو سکتی ہے۔

يَغْفِرْلَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ: بخش دے گا تم کو بعض تمہارے گناہوں میں سے۔ اس جملہ پاک کے ضمن میں بعض علماء کی تاویلات کا امام نے ذکر کر کے سب کا غیر صحیح ہونا ثابت کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے بعض گناہ بغیر توبہ کے بخش دیتا ہے۔ اور وہ گناہ کفر اور شرک کے بغیر دوسرے گناہوں میں سے کوئی ہوگا۔ کفر اور شرک صرف توبہ ہی سے بخشے جاتے ہیں۔ طالب تفصیل تفسیر کبیر میں اس آیت کریمہ کا ملاحظہ کرے۔

اَوْلَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا: یا تم لوٹ آؤ، ہماری ملت میں۔ یعنی ہم تم کو اپنے علاقے کی زمین سے نکال دیں گے رہنا ہے تو ہماری ملت میں آ جاؤ۔ صاحب کشاف نے عَادَ سے یہاں صَارَ کے معنی لکھے ہیں یعنی ہو جاؤ۔ اس معنی میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔

مَقَامِيْ: قِيَامٌ سے اسم ظرف ہے معنی ہیں جو ڈرتا رہا میری اس قیام گاہ سے جس میں بروز قیامت بندے حساب کے واسطے کھڑے ہوں گے۔ زجاج کا یہی قول ہے۔ فراء کے نزدیک مصدر میمی ہے بمعنی قیام مضاف فاعل کی طرف۔ معنی ہیں جو ڈرتا رہا اپنے اوپر میرے قائم ہونے سے اس کے اعمال کی نگرانی اور افعال واقوال کی حفاظت رکھنے کے لئے۔ بعض کا قول ہے کہ مقام کا کلمہ زائد ہے اصل ہے خَافَنِيْ یعنی جو میری ذات سے ڈرتا رہا۔

وَاسْتَفْتَحُوْا: اِسْتِفْتَاحٌ باب استفعال سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں فتح طلب کرنا۔ اس میں ضمیر جمع کی رُسُل کی طرف ہے۔ یعنی رسولوں نے (علیہم السلام) اپنے اعداء کے خلاف اللہ سے مدد اور فتح مانگی۔ مادہ فَتَاحَته سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے معنی ہیں فیصلہ چاہنا۔ انہوں نے اپنے اور اپنی قوم کے درمیان اللہ سے فیصلہ چاہا۔

خَابَ: خَيْبَته سے فعل ماضی ہے۔ راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں طلب کی ہوئی شے کا فوت ہو جانا۔ کھویا جانا۔ بے مراد ہونا۔

Marfat.com

جَبَّارٍ: مبالغے کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت سے تکبر کرنے والا۔

عَنِيْدٍ: عِناد سے صفت مشبہ ہے۔ بہت عناد رکھنے والا۔ مُعَانِد۔ مجاہد کا قول ہے حق سے ایک جانب رہنے والا۔

مِنْ وَّرَآئِهٖ: وَرَاءَ آگے اور پیچھے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بعد کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یعنی اس کے آگے جہنم ہے، یا اس کے مرنے کے بعد جہنم ہے۔

صَدِيْدٍ: مجاہد، قتادہ اور ضحاک کے نزدیک جو غلیظ مادہ اہلِ نار کے اجسام سے نکلے گا۔ محمد بن کعب اور ربیع کے قول میں وہ مادا جو زانی مردوں اور عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلے گا بقول عکرمہ خون اور پیپ۔ یہ مراد لینا بھی جائز ہے کہ کوئی شے ناقابلِ نوشیدنی پانی کی بجائے بھی پیدا فرما رکھی ہو جس کا نام صَدِیْد فرمایا۔

يَتَجَرَّعُهٗ: جُرْعَة بمعنی گھونٹ سے باب تَفَعُّل تَجَرُّعٌ کا مضارع غائب ہے۔ اس باب میں تکلف کے معنی بھی ہوتے ہیں جو یہاں بھی ملحوظ ہیں۔ یعنی اس صدید کو تکلیف سے گھونٹ گھونٹ کر کے پئے گا۔

لَا يَكَادُ: كَوْدٌ مصدر سے منفی مضارع غائب ہے۔ یہ فعل افعال مقاربہ میں سے ہے۔ کسی کام کو جو ابھی ہوا نہ ہو۔ ہونے کے قریب کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جب اس کے پہلے حرفِ نفی آتا ہے تو معنی ہوتے ہیں کہ کام کر تو لیا ہے مگر کرنے کے قریب تک نہ تھا۔ یہاں یہی معنی ہیں۔ یعنی حلق سے اُتار تو لے گا مگر اُتارنے کے قریب تک نہ ہوگا۔

يُسِيْغُهٗ: اِسَاغَةٌ باب افعال سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں حلق سے نیچے اتارنا۔ بعض نے لکھا ہے رغبت اور سہولت کے ساتھ حلق سے اُتارنا۔ مگر یہاں پہلے معنی موزوں ہیں۔

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ: مراد ہے کہ اس کافر کو بوجہ سخت ترین عذاب کے ہر جگہ سے یعنی جسم کے ہر ہر عضو سے حتیٰ کہ ایک ایک بال کی تکلیف جان نکل جانے کا سبب بنے گی۔ مگر جان نہ نکالی جائے گی۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: یہاں مَثَل کے معنی ہیں حال۔ بیان۔ حال کفار کا۔ بیان کفار کا کسائی اور فراء کا قول ہے کہ کلمہ مثل زائد ہے وہ معنی کرتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، ان کے اعمال .... الخ۔

رَمَادٌ: خاکستر۔ راکھ

اِشْتَدَّتْ: باب اِشْتِدَادٌ افتعال شَدٌّ سے فعل ماضی ہے جس کے ایک معنی ہیں تیز دوڑنا یعنی جس راکھ کو ہوا تیز اڑا لے گئی ہو۔

عَاصِفٍ: ہوا کی صفت ہوتی ہے سخت تیز۔ مراد ہے سخت جھکڑ کے دن۔ ایسی صورت سے اُڑی ہوئی خاک کا کوئی مقدار ہاتھ میں آ کر کام آنا محال اور ناممکن ہے۔ اسی طرح کفار کے عمل جو اپنی طرف سے نیک انہوں نے کئے ہوں گے بروزِ قیامت کام نہ آسکیں گے۔

بِعَزِيْزٍ: یہاں اس سے مراد ہے دشوار اور مشکل۔ موجودہ نسلوں کو فنا کر کے نئی نسل پیدا کرنا یا نئی جنس کی مخلوق پیدا کرنا اللہ پر

Marfat.com

مشکل نہیں ہے۔

بَرَزُوْا: بُرُوْزٌ سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں ظاہر ہونا۔بعض نے براز بمعنی کھلی زمین سے بُرُوْز مصدر مان کر معنی کئے ہیں۔کھلی زمین پر آنا۔مراد ہے اور وہ قبروں سے نکل کر ظاہر ہونگے،یا زمین کے اوپر ہو جائیں گے۔

الضُّعَفٰٓؤُا: ضَعِیْف کی جمع ہے۔اس کے معنی ہیں ضعیف الرائے یعنی اپنی عقلی رائے نہ رکھتے ہوئے کسی کے پیچھے لگے رہنا۔

تَبَعًا: جمع ہے تابع کی مثل خَدَمٌ کی جمع خادم۔معنی ہیں کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے اور ان کی ہدایت اور نصیحتوں سے ہٹنے میں تمہارے پیچھے لگے رہے۔

مُغْنُوْنَ: اِغْناء باب افعال سے اسم فاعل جمع مذکر ہے اصل میں مُغْنِیُوْنَ تھا۔تعلیل سے یہ صورت بنی۔مادہ اس کا غناء ہے اس کے ایک معنی ہیں کفایت کرنا۔علامہ نے لکھے ہیں فائدہ دینا۔مراد ہے تم کیا ہم کو اس عذاب کے کم کرانے میں کچھ فائدہ دے سکتے ہو،یا کفایت کر سکتے ہو؟

سَوَآءٌ: علامہ نے لکھا ہے یہ اسم بمعنی اِسْتِوَاء مصدر کے حکم میں ہے۔بمعنی برابر برابر۔یعنی اب دوزخ میں پڑ کر ہمارا جزع فزع کرنا،یا صبر کئے رہنا عذاب کی کیفیت میں مساوی اور برابر ہے،کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مَحِیْصٍ: حَیْص سے مصدر میمی اور اسم ظرف ہے۔یہاں اسم ظرف ہے۔مصدر کے معنی ہیں بھاگ جانا۔اس کے معنی ہیں بھاگنے اور بچ جانے کی جگہ۔وہ کہیں گے ہمارے واسطے کوئی بچنے اور بھاگ جانے کی جگہ نہیں ہے۔

بِمُصْرِخِکُمْ: صَرْخ بمعنی سخت اور بلند آواز سے اِصْرَاخ باب افعال سے اسم فاعل ہے۔اس کے معنی ہیں مدد کرنا۔کسی فریادی کی فریادرسی کرنا۔معنی ہیں اب نہ میں تمہاری فریادرسی کر سکتا ہوں نہ تم میری۔

کَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ: طَیِّبٌ سے صفت مشبہ ہے بمعنی بہت پاک۔کلمہ بامعنی لفظ کو کہتے ہیں۔یہاں مرکب اور جملہ مراد ہے۔بہت پاک جملہ۔اس سے مراد کلمۂ شہادت ہے۔حاتم اصم نے قرآن مجید مراد لیا ہے۔ابن بحر نے دعوت الی الاسلام مراد لی ہے۔ایک قول سے تسبیح اور تنزیہہ مراد ہے اللہ کی صفت وثناء،یا اللہ تعالیٰ کی پسند کا ہر نیک کلمہ۔یا اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی طاعت۔

کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ: شَجرة۔درخت یہاں شَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ سے مراد کھجور کا درخت ہے۔روایات اور آثار سے یہی ثابت ہے۔مثال میں کھجور کے ساتھ کلمات طیبات کو مساوی رکھا ہے۔اہلِ عرب کے لئے جیسے کھجور مفید ترین درخت ہے۔اسی طرح اہلِ ایمان کے لئے کلمات یبات بولتے پڑھتے اور بیان کرتے رہنا مفید ترین اور مضبوط و پختہ و مؤثر تر کلام ہے۔جس طرح اہلِ عرب کی سرمایہ داری کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ کھجوری باغات کی کثرت بھی تھا۔اسی طرح اہلِ ایمان کی اخروی سرمایہ داری کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ کلمات طیبات کا کثرت سے زبان پر جاری رکھنا ہے۔

تُؤْتِیْ: اِیْتَآءٌ باب افعال سے مضارع مونث غائب ہے اس کے معنی ہیں دینا۔یعنی وہ درخت دیتا ہے۔

Marfat.com

اُكُلَهَا: اُكُلٌ اسکے ایک معنی ہیں پھل۔ یعنی اپنا پھل دیتا ہے۔

حِيْـنٍ: صاحب قاموس نے اس کے متعلق لکھا ہے مبہم وقت جس میں زمانہ لمبا ہو یا تھوڑا مراد لیا جا سکتا ہے پھر خصوصیت سے چالیس سال۔ سات سال۔ دو سال۔ چھ مہینے دو مہینے مراد لئے جا سکتے ہیں۔ یہاں کُلَّ حِيْـنٍ سے چھ ماہ مراد ہیں۔ کہتے ہیں کہ کھجور کے بور آنے سے پک کر تیار ہونے تک چھ ماہ لگ جاتے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہیں۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ: خبث مصدر سے صفت مشبہ مونث ہے۔ باب مثل كَرُمَ کی اس کے معنی ہیں پلید اور ردی۔ گندہ یعنی گندے ردی اور پلید کلام کی مثال۔ مراد اس سے کفری کلمات، گندے اور گنہگاری کے الفاظ۔ اللہ اور اس کے رسول کی خلاف مرضی کی گفتگو بے ادبی کے فقرات۔

كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ: گندے پلید اور ردی درخت کی مثل ہے۔ اس سے مراد حنظل کی بیل ہے، یا کوئی ایسی ردی پلید اور ناکارہ بیل ہے یعنی ایسا کلام یا ایسے الفاظ پر زبان کھولے رکھنا بولتے رہنا نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ سخت نقصان دہ ہے۔ جیسے کوئی شخص ایسی بیلوں سے کوٹھے بھر رکھے تو ان کے گلنے سڑنے سے کون کہتا ہے کہ اس کو سخت تکلیف نہ ہوگی۔ یہی انجام ایسی بکواس کا ہے۔

اُجْتُثَّتْ: جُثَّه سے اِجْتِثَاثٌ باب افتعال کا فعل ماضی مجہول مونث غائب ہے اسکے معنی ہیں جڑ سے اکھیڑنا۔ یعنی جو جڑ سے بوجہ نا مضبوط ہونے کے اکھیڑی گئی ہو۔

قَرَارٍ: مصدر ہے قَرَّيَقِرُّ يايَقَرُّ قَرَارًا کی ٹھہرنا۔ یعنی اس بیل کو زمین پر ٹھہراؤ نہیں پختگی اور مضبوطی نہیں۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ: ثابت وقائم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قول پر اس دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں۔ یہاں آخرت سے مراد بالکل ابتدائی جگہ موت کے بعد قبر ہے۔ جب اس کو سپرد خاک کر کے واپس ہو جاتے ہیں تو میت سے ملائکہ تین سوال کرتے ہیں۔ ا۔ تیرا رب کون ہے؟ ۲۔ تیرا دین کیا ہے؟ ۳۔ تیرا نبی کون ہے؟ یہ دنیاوی مقام کا آخری امتحان ہے اور آخرت کا پہلا مقام اس آیت میں ثابت رکھنا اسی مقام پر مراد ہے یعنی کلمہ شہادت پر ہمیشگی رکھنا قرب کے جوابات کی درستی کا ذریعہ ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر)

بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ: اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو قولِ ثابت یعنی پختہ اور دلوں میں مضبوط جمے ہوئے قول پر جس سے مراد کلمہ طیبہ ہے اس دنیاوی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں ثابت قدم رکھے گا۔ آخری زندگی سے منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت کی زندگی مراد ہے۔

وَاَحَلُّوْا: اِحْلَال باب افعال سے فعل ماضی جمع غائب ہے اس کے معنی ہیں کسی مکان، یا جگہ میں دوسرے کو رہنے یا ٹھہرنے کے لئے اتارنا۔ معنی ہیں انہوں نے اپنی قوم کو گمراہی میں اپنے پیچھے لگا کر دوزخ دار الہلاکت میں اتارا۔

الْبَوَارِ: لغت میں اس کے معنی ہلاکت لکھے ہیں۔ علامہ نے روح المعانی میں اس کو بَارَ يَبُوْرُ بورا و بوارا مصدر لکھا

Marfat.com

ہے۔ معنی ہلاکت لکھے ہیں دارالبوار ہلاکت کا گھر۔

اَنْدَادًا: جمع نِدٌّ کی اس کے معنی ہیں مثل۔ اردو میں کہتے ہیں جیسا۔ مثلاً کسی کو کہیں مثل حاتم۔ حاتم جیسا۔ مثل رستم، رستم جیسا۔ معنی ہیں خدا جیسے اور بنا رکھے ہیں عبادت میں اور ناموں میں۔ راغب نے لکھا ہے کہ نِدّ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کے اصل جوہر میں اس کی مثل ہو، اور مثل اس شے کو کہتے ہیں جو دوسری شے سے کسی قسم کی مماثلت رکھتی ہو، نِد اور مثل میں یہی فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غضب اور نفرت سے شرکاء کو نِدّ فرما کر متنبہ کیا ہے کہ گویا تم نے ان کو اللہ کی اصل ذات و عین جوہر کی مثل مان رکھا ہے۔ تبھی تو ان کے ساتھ تمام تر وہ طریق عمل میں لاتے ہو جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ عمل میں لانے واجب ہیں۔ اس مطلب کی رو سے نِد اپنے اصل معنی میں مستعمل ہے۔ مثل کے معنوں میں لینے کی حاجت نہیں۔

لِيُضِلُّوْا: اِضْلَالٌ باب افعال مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں گمراہ کرنا۔ یعنی تا کہ دوسروں کو اس کے رستے سے گمراہ کر دیں۔

تَمَتَّعُوْا: مَتَاعٌ سے باب تفعل تَمَتُّعٌ سے امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں فائدہ اٹھانا فائدہ اٹھالو۔ موزوں معنی ہیں عیش کرلو۔

يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ: اس میں لام امر محذوف ہے لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم رکھیں۔

مَصِيْرَكُمْ: صَارَ فعل دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ناقص اور ایک تام۔ یہ مَصِيْرُ صَارَ تام فعل کا مصدر میمی ہے۔ اس کے معنی ہیں رجوع کرنا۔ یعنی تمہارا رجوع دوزخ کی طرف ہونے والا ہے۔

وَلَا خِلٰلٌ: خِلَال باب مفاعلہ کا مصدر ہے مُخَالَّۃٌ کے ساتھ اس کے معنی ہیں دوستانہ اور برادرانہ تعلق رکھنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ مومنین کو کہہ دو نماز پڑھتے رہیں اور ہمارے دیئے سے خرچ کرتے رہیں۔ اس دن کی آمد سے پیشتر جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی، اور نہ دوستانہ اور برادرانہ تعلق ہوں گے۔

دَآئِبَيْنِ: دَأْبٌ مصدر سے تثنیہ مذکر اسم فاعل ہے۔ راغب نے اس کے ایک معنی لکھے ہیں برابر لگاتار چلتے رہنا۔ سورج اور چاند کو برابر لگاتار چلتے رہنے والے بنا کر تمہارے لئے مسخر کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ سورج کو متحرک فرماتا ہے۔ اس کو ساکن ثابت کرنے والے بے فائدہ تکلیف کرتے ہیں۔ خود بنا کر حرکت میں لانے والے کے قول کے خلاف ساکن ہونے کا دعویٰ جو تسلیم کرے، کرے۔

سَخَّرَ: تَسْخِيْر باب تفعیل سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں شے کو اس غرض میں قہراً و جبراً لگائے رکھنا جس کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہ قدرت اور طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

تَعُدُّوْا: عَدٌّ مصدر سے مضارع جمع حاضر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں اعداد کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانا۔ مراد ہے گننا۔

نِعْمَةَ: اسم ہے مصدر کا قائم مقام مراد ہوتی ہے وہ شے مفید تر جو دی جائے۔

لَا تُحْصُوْهَا: اِحْصَاء باب افعال سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ یہ لفظ حصی بمعنی کنکر سے بنا ہے۔ شمار اور گنتی میں

Marfat.com

کنکروں سے کام لیتے تھے۔ پھر اس کے معنی شمار کرنا ہوئے۔ معنی ہیں اگر تم اللہ کی نعمتیں جو تم کو مل رہی ہیں شمار کرنے لگو تو نہ کرسکو، اتنی کثیر ہیں۔

اٰمِنًا: اَمْن مصدر سے اسم فاعل ہے۔ کبھی یہ اسم فاعل نسبت کے معنی دیتا ہے جیسے لَابِن لَبن بمعنی دودھ و تَامِرٌ تمر بمعنی کھجور۔ دودھ والا، کھجور والا۔ اسی طرح ہے عَاقِلٌ عقل والا۔ لفظ زیر بحث کے معنی ہیں امن والا۔

وَاجْنُبْنِي: جَنْبٌ مصدر سے امر حاضر ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں ایک طرف کرنا۔ مراد ہے دور رکھ مجھے، اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے۔

اَفْئِدَةً: جمع ہے فؤاد کی بمعنی دل بافہم۔

تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ: هَوٰی مصدر سے مضارع واحد مونث غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں مائل ہونا۔ یہاں مراد ہے محبت سے مائل ہونا۔ معنی ہیں بعض لوگوں کے دل ان کی طرف بوجہ محبت مائل رہیں تا کہ ان کی طرف آئیں۔

وَلِوَالِدَيَّ: میرے والدین کو۔ لکھا ہے والدہ آپ کی مومنہ تھی۔ والد کے متعلق اس دعا میں تاویل ہے۔ بعض نے کہا مراد نوح علیہ السلام ہیں۔ بعض نے کہا مراد آدم علیہ السلام ہیں۔ شیعہ کے نزدیک ہے کہ آپ کا والد بھی مومن تھا۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ دراصل چچا تھا، مگر ان تینوں میں سے صحیح اور قوی ایک بھی نہیں۔ علامہ نے روح المعانی میں یہ تاویل کی ہے کہ یہ سب دعائیں مختلف اوقات میں خلیل علیہ السلام نے کیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت سے یکجا جمع فرما دیں۔ لہٰذا والدین کے لئے دعائے مغفرت ایسے وقت میں کی ہوگی جب ابھی مشرکین کے واسطے طلب مغفرت سے منع کا حکم نہ آیا ہوگا۔

تَشْخَصُ: شُخُوْصٌ و شَخْصٌ اس کے ایک معنی ہیں آنکھ کا کھلا رہنا۔ پلک نہ جھپکنا۔ کھلی کی کھلی رہیں گی ان کی آنکھیں۔

مُقْنِعِيْ: اصل میں تھا مُقْنِعِيْنَ بوجہ مضاف ہونے کے نون گر گیا۔ اِقْنَاعٌ سے اسم فاعل جمع مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں سر اٹھانا۔ اپنے سر اوپر اٹھائے ہوئے۔

مُهْطِعِيْنَ: اِهْطَاعٌ باب افعال سے اسم فاعل جمع مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں تیزی اور گھبراہٹ سے کسی طرف دوڑے جانا۔ یعنی قبروں سے نکلتے ہی سر اوپر اٹھائے دوڑے چلے آئیں گے۔

لَا يَرْتَدُّ: اِرْتِدَادٌ باب افتعال سے منفی مضارع غائب ہے اس کے ایک معنی ہیں لوٹنا۔

طَرْفُهُمْ: طَرَف کے ایک معنی ہیں پلک بند کرنا جھپکنا۔ پلک ہلانا یعنی بغیر پلک جھپکے دوڑے آئیں گے۔ اس کے معنی آنکھ بھی ہیں۔ مراد ہے نظر یعنی وہ نظر، بند نہ کرسکیں گے۔

هَوَآءٌ: علامہ نے اس کے معنی کئے ہیں خالی۔ مراد ہے اطمینان، امن اور بے فکری سے ان کے دل خالی ہوں گے۔ یا نجات کی امید اور طمع سے خالی ہوں گے۔ لغت میں اس کے ایک معنی خالی لکھے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہیں۔

Marfat.com

تُبَدَّلُ الْاَرْضُ: زمین اور آسمان قیامت کے دن بدل دیئے جائیں گے۔ زمین بدلنے کی دو صورتیں ہیں۔ اول زمین کے موجودہ صفات بدل دیئے جائیں گے۔ نیچان اچان نہ رہے گی صحرا اور ریگستان نہ رہے گا، پہاڑ اور سمندر نہ رہیں گے۔ ملے جلے قطعوں کا اختلاف رنگت نہ رہے گا۔ نباتات کی کوئی قسم نہ رکھی جائے گی۔ کوئی کسی قسم کی کان نہ رہنے دی جائے گی۔ کوئی چشمہ اور کنوآں نہ رکھا جائے گا۔ کوئی سڑک یا چھوٹا بڑا راستہ نہیں رہنے دیا جائے گا۔ غرض زمین کو بالکل ہموار، سفید، یک رنگ صاف شفاف بنا کر فنا شدہ انسان، جنات، شیاطین اور چھوٹے سے چھوٹے بڑے سے بڑے، بحری بری حیوانات کے سوا باقی ہر قسم کی ارضی مخلوق سے خالی کر کے تمام انسان، جنات اور شیاطین کو یقیناً اور حیوانات میں سے اللہ تعالیٰ جس جس قسم کو چاہے گا، اُس زمین پر اٹھا کھڑا کرے گا۔ دوسری تبدیلی کی صورت یہ ہے کہ اس موجودہ زمین کو فنا کر کے نئی زمین صاف شفاف ہموار مثل چاندی کی پیدا کرنا۔ مگر اکثروں نے پہلی صورت کو ترجیح دی ہے۔

وَالسَّمٰوٰتُ: اس کا عطف اَلْاَرْض پر ہے۔ یعنی آسمان بدلے جائیں گے۔ ان کی تبدیلی کی بظاہر یہ صورت ہے کہ کوئی ستارہ نہ رکھا جائے گا۔ باقی تبدیلی زمین و آسمان کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کے معلوم کرا دینے سے اللہ کا رسولؐ جانتا ہے۔

مُقَرَّنِیْنَ: باب تفعیل سے اسم مفعول جمع ہے قَرْن مصدر سے بمعنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ جوڑ دینا۔ اس کا باب مثل نَصَرَ کی آتا ہے قرین صفت مشبہ ہے اس کا مصدر تقرنتہ آتا ہے۔ یہاں مراد ہے جکڑے ہوئے۔ اکٹھے باندھے ہوئے۔

اَلْاَصْفَادِ: جمع ہے صَفَدٌ کی۔ وہ شے جس سے قیدیوں کو جکڑا جاتا ہے۔ مضبوط رسی ہو زنجیر ہو، طوق ہو، غُلّ ہو۔ یا اس کے معنی ہیں بیڑی۔ یعنی وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوں گے۔

سَرَابِیْلُ: جمع سِرْبَال قمیص یا ہر پہننے کا کپڑا۔ یعنی ان کی قمیص، یا ان کا لباس۔

قَطِرَانٍ: ہمارے ہاں اسے رال کہتے ہیں۔ ایک سیاہ رنگ بدبودار مادہ جو بہت جلد آگ کو قبول کرتا ہے۔ یعنی رال کا ہوگا۔ مطلب ہے کہ اہلِ نار کے اجسام پر رال اتنی کثیر مل دی جائے گی کہ وہ بمنزلہ قمیص یا لباس ہو جائے گی۔ علامہ نے یہ لکھا ہے مگر حقیقی رال کا قمیص، یا لباس زیادہ قابل تسلیم ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ: هٰذَا اسم اشارہ ہے۔ اس کے مشارٌ علیہ میں یہ قول ہیں۔ اول قرآن مجید دوم بالخصوص یہ سورۃ۔ سوم وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا سے یہاں تک۔ علامہ نے اسی سوم کو اولیٰ قرار دیا ہے۔ بَلَاغ مصدر ہے باب تفعیل کا بجائے تبلیغ کے مگر یہاں بقول راغب کفایت کے معنی میں ہے یعنی هٰذَا بَلَاغ انسان کو وعظ کے واسطے یہی آیات کافی ہیں۔ انہیں پر کفایت ہو سکتی ہے۔

وَلِيَذَّكَّرَ: تَذَكَّرَ باب تَفَعُّل سے مضارع مذکر غائب ہے۔ دراصل يَتَذَكَّرُ تھا تَ کو ذَ بنا کر ادغام کر کے ماضی کے شروع میں ہمزہ وصل لگا کر اِذَّكَّرَ پڑھا۔ اس کے معنی ہیں نصیحت پکڑنا اور تا کہ نصیحت حاصل کریں عقل مند لوگ۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ الحِجرِ مَكِيَّةٌ

رکوعات ٦ ایات ٩٩

تِلْكَ: اسم اشارہ ہے بعید کے لئے السورة مشارٌ الیہ۔ یہ عظیم الشان سورۃ کتاب کی آیات ہیں، آیات اور کتاب کے معنی گزر چکے ہیں۔

وَقُرْاٰن: مصدر ہے مثل کُفْرَان ورُجحان کی بمعنی پڑھنا وجمع کرنا۔ پھر اس کتاب کے لئے بمنزلہ، اسم علم کے ہوگیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے۔

مُبِيْن: اِبَانَةٌ باب انفعال سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں ظاہر کرنا حق و باطل کو صحیح وغلط کو، حلال وحرام کو، غرض دینِ اسلام کی ہر بات کو ظاہر کرنے والا ہے۔ یا بقول علامہؒ لازم ہے ظاہر ہونے والا۔ اپنے معانی، اپنے مطالب، اپنے مقاصد اور امورِ اعجاز یہ میں۔

رُبَمَا: رُبَ اسی کو پڑھتے ہیں رُبَّ مشہور حرفِ جار ہے۔ البتہ کوفہ کے نحوی ابن طرادۃ اور اخفس قائل ہیں کہ یہ کلمہ اسم ہے مبنی مثل کَمْ کی۔ ان کے نزدیک یہ مفعول مطلق، مفعول فیہ، اور مفعول بہ واقع ہوتا ہے رُبَّ ضَرْبَتِهٖ ضربت۔ رُبَّ يَوْمٍ صُمْتُ۔ رب رجلٍ ضربت رضی بھی اس کو اسم ہی مانتا ہے، مگر ہمیشہ مرفوع مانتا ہے بطور مبتدا کے بغیر خبر کے۔ بصری اس کی اسمیت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں اسم کی کوئی علامت نہیں گویا حرفِ جار ہے۔ اس کے بعد حرف ما کبھی داخل ہوتا ہے کافہ ہوکر، اور کبھی غیر کافہ ہوکر۔ جب کافہ ہوتا ہے تو رُبَّ کے بعد فعل ماضی یا مضارع بھی آسکتا ہے۔ کبھی جملہ اسمیہ بھی آجاتا ہے اور کبھی ما داخل نہیں بھی ہوتا جب مَا داخل ہوتا ہے اور کافہ نہیں ہوتا تو اس مَا کے معنی شے کے لئے جاتے ہیں جیسے رُبَمَا تَكْرَهُهُ النُّفُوْسُ اس کے معنی ہیں بہت سی شے۔ جن کو نفس مکروہ سمجھتے ہیں اور اس کے بعد کا مَا اگر کافہ ہوتا ہے تو رُبَّ کے بعد فعل ماضی اور مضارع بھی داخل ہوسکتا ہے۔ کافہ کا مطلب یہ ہے کہ بوجہ حرفِ جار ہونے کے ہمیشہ اسم پر داخل ہوتا ہے اور اس کو حالتِ جری میں کردیتا ہے لیکن ما ساتھ آنے سے اپنا عمل نہیں کرسکتا۔ اس واسطے فعل پر بھی آجاتا ہے۔ گویا مَــــا نے اس کو عمل سے روک دیا۔ کافہ کے معنی ہیں روکنے والی۔ یہاں مَا کافہ ہے۔ رُبَ یا رُبَّ کے معنی ہیں قلیل۔ چند۔ یا کثیر کئی۔ یہاں کثیر کے معنی مراد ہیں۔ جب کفار عذاب کے حالات دیکھیں گے اور ان شدید تر حالات میں اہلِ اسلام کے حالات دیکھیں گے تو بہت کثیر کافر پسند کریں گے کہ کاش مسلمان ہوتے۔ یہ زجاج نے معنی کئے ہیں، اور امام نے ان کو صحیح کہہ کر پسند کیا ہے۔

وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ: لَهْوٌ مادے سے اِلْهَآءٌ باب افعال سے مضارع غائب مجزوم بوجہ جواب امر کے اس کے معنی ہیں مشغول کر رکھنا۔ لگا رکھنا۔ اَلْاَمَلُ کچی امید۔ کسی شے کے اسباب حصول میں سے کوئی بھی سبب مہیا نہ کرکے اس کے حصول کا خیال دل میں جمائے رکھنا یعنی کچی امیدیں ان کو مشغول رکھتی ہیں۔

Marfat.com

لَوْمَا: فرّا اور زجاج کا قول ہے کہ یہ دونوں حرف بولے جاتے ہیں استفہام کے لئے یا خبر کے لئے۔ یہاں استفہام کے واسطے ہے کیوں نہیں لاتا تو ہمارے پاس فرشتے۔ زمخشری نے کہا ہے کہ لَوْ کے ساتھ مَا اور لا میں سے ہر ایک آتا ہے اور ھَلْ کے ساتھ صرف لا آتا ہے۔ تخصیص کے لئے ہے کیوں نہیں لاتے۔ لے آؤ۔

اِلَّا بِالْحَقِّ: حق کے معنی کئی جگہ لکھے گئے ہیں۔ یہاں ابن جویر اور ابنِ منذر نے مجاہد سے اس کے معنی کئے ہیں رسالت یا عذاب۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم زمین پر فرشتے نہیں اُتارتے مگر پیغام پہنچانے کے واسطے انبیاء علیہم السلام کے پاس، یا عذاب کے واسطے گمراہ قوم کی ہلاکت کے لئے۔

اِذًا: امام نے صاحب نظم کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ کلمہ مرکب ہے دوکلموں سے اِذْ اسم ظرف سے اور اَنْ ناصبہ سے اِذْ اَنْ ہمزہ کی فتح ذکر دے کر حذف کیا۔ اِذَنْ ہوا کتابت میں نون کی بجائے الف لکھ کر تنوین پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد کی شرط کا جملہ ہمیشہ محذوف ہوتا ہے۔ اس کے معنی کریں گے تب، یا اس وقت۔ مطلب ہے ہم نے فرشتے اُتارے تو اس وقت بصورتِ کفر یہ لوگ مزید زندگی کی مہلت دیئے ہوئے نہ ہوں گے، آگے لکھا ہے یہ تاویل اچھی ہے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ مفرد کلمہ ہے۔ چند علماء کا قول ہے کہ اس کی تنوین اس کے مضاف جملے کے حذف رہنے کے عوض ہوتی ہے۔ علامہ کی اس میں عربی جملے کے متعلق بہت تفصیل ہے۔ یہاں یہ کافی ہے۔ معنی مذکورہ بالا ہیں۔

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ: اس میں ہٗ ضمیر کا مرجع دو طرف ہو سکتا ہے۔ اوّل الذکر یعنی ہم اپنے اس نازل کئے ہوئے ذکر کے محافظ ہیں۔ دوم۔ مُنْزَلٌ اِلَیْهِ یعنی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ یعنی ہم اس کے محافظ ہیں جس کی طرف نازل کیا گیا ہے تا کہ مکمل تبلیغ ہو سکے، مگر بقول علامہ قابل اعتماد قول اوّل ہے۔

فِیْ شِیَعِ: جمع ہے شِیْعَۃٌ کی۔ بقول حسن بصری۔ الکلبی اور زجاج۔ شیعہ اور فرقہ عربی میں ایسی جماعت کو کہتے ہیں جو ایک مذہب اور طریقے پر متفق ہو۔ پھر شِیعہ تبع مددگار اور معاون لکڑیاں جن سے بڑی جلائی جاتی ہیں۔ اسی طرح تبع اور معاونین بڑوں کے کام آنے والے ہوتے ہیں۔ یہاں مراد ہے فرقے پہلی امتیں۔

نَسْلُکُهٗ: سِلْکٌ مصدر سے مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں داخل کرنا۔ پرونا۔ ہٗ ضمیر اس میں راجع کی ہے استھز کی طرف یعنی ہم استہزا ان کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔ مگر علامہ نے اس ضمیر کو الذکر کی طرف راجع کیا ہے۔ یعنی ہم اپنا ذکر ان مجرموں کے قلوب میں داخل کرتے ہیں۔

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ: اس میں ہٖ کی ضمیر کا مرجع ذکر ہی ہے۔ معنی ہیں مگر وہ اس پر ایمان نہیں لاتے ٹھٹھا کرتے ہیں۔

فَظَلُّوْا: ظُلُوْل مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ ظَلَّ یَظَلُّ یہ فعل ناقص ہے۔ عرب کسی فعل کے پہلے اس وقت لگاتے ہیں جب وہ فعل تمام دن بھر ہوتا رہا ہو۔ یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ یَعْرُجُوْنَ کے پہلے آیا ہے۔ یہ عروج مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں اوپر چڑھنا۔ یعنی تمام دن آسمان کے دروازے پر چڑھتے رہیں۔

Marfat.com

سُكِّرَتْ: تَسْكِرَة و تَسْكِير مصدر باب تفعیل سے ماضی غائب مجہول ہے۔ متحیر ہونا آنکھ کا شے کو درست نہ دیکھ سکنا۔ ہماری آنکھیں باندھی گئی ہیں صحیح نہیں دیکھتیں۔

مَعَايِشَ: جمع ہے مَعَاش کی۔ جس کے معنی ہیں سامانِ حیات، یا حیاتی گزارنے کا سامان، سامانِ زندگی۔

خَزَآئِنُهٗ: جمع ہے خَزَانه کی۔ اس کے معنی ہیں وہ مکان جس میں کوئی چیز بالخصوص زر و جواہرات محفوظ رکھے جائیں۔ مراد ہے ہر چیز کی مکمل مقدار۔

لَوَاقِحَ: جمع لَاقِحَة کی۔ محاورہ ہے ریح لاقحہ ہوا درختوں کو بوردار کرنے والی اور بادلوں کو بارش کے پانی سے بوجھ دار کرنے والی۔ باردار بنانے کی۔

الْمُسْتَقْدِمِيْنَ: اِسْتِقْدَام باب استفعال سے اسم فاعل جمع مذکر منصوب ہے اس کے معنی ہیں آگے بڑھنے والے۔

الْمُسْتَاْخِرِيْنَ: پیچھے رہ جانے والے باب استفعال سے اسم فاعل جمع مذکر منصوب ہے۔ ان ہر دو الفاظ کے معنی میں یہ احتمال ہیں۔ ۱۔ پہلے گزرے ہوئے پیچھے ہونے والے۔ ہر صدی اور قرن کے اگلے پچھلے لوگ ۲۔ پہلی امتیں اور یہ اُمت مرحومہ ۳۔ ہر زمانے کے سابقین فرمانبردار اور پیچھے رہنے والے۔

صَلْصَالٍ: صاحب روح المعانی نے اس کے معنی لکھے ہیں بھیگی مٹی جب خشک ہو کر کھڑکانے سے کھنکنے لگے تو اسے صلصال کہتے ہیں۔ ابنِ ابی حاتم نے یہ معنی قتادہ سے نقل کئے ہیں۔

مِنْ حَمَاٍ: جمع ہے حَمْأَة کی گندی بدبودار مٹی، جو بہت دیر تک پانی میں ملا کر رکھی رہے کہتے ہیں اس قسم کی مٹی عمارت یا لپائی میں بہت پختہ رہتی ہے۔

مَّسْنُوْنٍ: متغیر۔ بدلا ہوا۔ یہاں مراد ہے مٹی بدلی ہوئی اپنی اصلی حالت سے۔

وَالْجَآنَّ: قاموس میں لکھا ہے جن کا اسم جمع ہے۔ مراد ہے جنات۔

نَارِ السَّمُوْمِ: سَمُوْم کے معنی ہیں بہت سخت گرم ہوا۔ بہت تیز حرارت والی۔ یعنی ایسے مادے سے جنات پیدا کئے گئے ہیں۔ اس موقع پر علامہ نے وہب کا قول لکھا ہے کہ جنات میں ایک ایسی جنس ہے جو انسان کی طرح پیدا ہوتے اور کھاتے پیتے ہیں۔ ایک جنس ایسی ہے جو نہ انسان کی طرح پیدا ہوتے ہیں، نہ کھاتے پیتے ہیں۔ یہی جنس شیاطین کے نام سے موسوم ہے۔ ابن عربی نے ذکر کیا ہے کہ جنات کے توالد کی صورت یوں ہے کہ مادہ جن کے رحم میں ایک خاص طرح کی ریح مذکر جن کے ذریعے داخل ہوتی ہے جس سے جنات کی پیدائش کا سلسلہ قائم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، ان آیات میں ثَقَلَيْن کے ابوالبشر اور ابوالجان کی پیدائش کا اصل مادہ ذکر فرما دیا ہے۔

بَشَرًا: راغب نے اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ بَشَرَةٌ چمڑے یا کھال کو بیرونی جانب کے اعتبار سے کہتے ہیں اور اَدَمَة اندرونی جانب کے اعتبار سے۔ یا یوں سمجھئے کہ کھال کا ظاہر رخ بَشَرَةٌ اور باطنی رخ اَدَمَةٌ ہے۔ عام اُدَبَاء کا یہی قول

Marfat.com

ہے۔ بَشَرَۃٌ کی جمع آتی ہے بَشَرٌ۔ پھر بَشَرٌ انسان کو کہا گیا ہے۔ باعتبار اس کی جلد ظاہر ہونے کے بخلاف دوسرے حیوانات کی جلد کے کہ اس پر اُون، پشم، یا جت منڈھی ہوتی ہے۔ لفظ بَشَر واحد اور جمع کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔

سَوَّیْتُهٗ: سَوَاءٌ و تَسْوِیَةٌ باب تفصیل کے مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں برابر کرنا۔ یعنی جب میں اس کو پورا مکمل بنا کر روح پھونک دوں۔

نَفَخْتُ: نفخ مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی ایسے جسم میں منہ سے یا اور ذریعے سے ہوا پھونکنا جو اس ہوا کو روک سکے اور اس سے پھول سکے، بھر جائے۔

فَقَعُوْا: وَقْعٌ وَ وُقُوْعٌ مصدر سے فعل امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں گرنا۔ معنی ہیں سجدے میں گر پڑنا۔ یعنی سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ۔

كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ: اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اوّل سوائے ابلیس کے تمام مامورین نے اکٹھے مل کر سجدہ کیا۔ دوم۔ ایک وقت اور لحظے میں کیا۔ باقی تاویلیں کہ سجدہ تعظیمی تھا، یا ذات حق کو تھا۔ آدم قبلہ تھے، یہ چنداں قابل توجہ نہیں۔ آدم علیہ السلام کو ملائکہ کا سجدہ حکم کی تعمیل میں تھا۔

مِنْهَا: ھا ضمیر کا مرجع آسمان ہے یا جماعت ملائکہ ہے۔ بقول بعض جنت ہے۔ ان کی رو سے معنی درست ہو سکتے ہیں۔

اَللَّعْنَةَ: لَعْنَت کے معنی ہیں آخرت میں اللہ کی رحمت سے بوجہ اس کے غضب کے دور ہونا دنیا میں اس کے فیض اور حسنِ توفیق سے کٹ جانا۔

فَاَنْظِرْنِیْ: اِنْظَار باب افعال کے مصدر سے امر حاضر بصورتِ درخواست ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں مہلت دینا۔ یعنی ان کے اٹھائے جانے کے دن تک مجھ کو مہلت دے، جان نہ نکال۔

لَاُزَیِّنَنَّ: تَزْیِیْن باب تفصیل سے مضارع متکلم موکد بنونِ تاکید ہے۔ زینت لغت میں اُس شے کو کہتے ہیں جس سے انسان اپنی خوبصورتی بڑھائے۔ یہاں اس فعل کا مفعول محذوف ہے (معاصی) گناہ۔ یعنی بُرے کام ان کی نگاہ میں خوبصورت کر کے دکھاؤں گا۔

لَاُغْوِیَنَّهُمْ: غَیٌّ غَوَایَةٌ سے اَغْوَاء باب افعال سے مضارع متکلم موکد بنونِ تاکید ہے۔ اس کے معنی ہیں رستہ بھلانا۔ مراد ہے دین کا رستہ بھلانا۔ گمراہ کرنا۔ میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا۔

لَهَا سَبْعَةُ: اَبْوَاب۔ ھا ضمیر کا مرجع جہنم ہے یعنی جہنم کے سات دروازے ہیں، گویا سات طبقے ہیں بموجب روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ جہنم سعیر۔ لظی۔ حطمہ۔ سقر۔ جحیم۔ ہاویہ۔ طبقات کے نام ہیں۔

جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ: بانٹی ہوئی تقسیم کی ہوئی جز۔ یعنی ابلیس کے متبعین کے گروہ اور حصے بنا دیے جائیں گے جو جرم کی حیثیت سے جدا جدا طبقات جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

Marfat.com

نَزَعْنَا: نزع مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں کسی شے کو اس کی جگہ سے کھینچ لینا۔

مِنْ غِلٍّ: کینہ۔دلی عداوت۔حقد۔یعنی ایک وقت اور ایک مقام پر رہنے والے مومنین کو کسی دنیاوی وجہ سے دلوں میں کدورت ہو کر عداوت تک پہنچ چکی ہوگی۔وہ دخول جنت سے پیشتر یا بعد میں اللہ تعالیٰ ان کے سینوں سے کھینچ کر دور فرما دے گا۔

نَصَبٌ: کام اور محنت کے بعد کی جسمانی تھکاوٹ۔یعنی اہل جنت کو کوئی دشوار کام کرنا ہی نہ پڑے گا کہ تھکاوٹ ہو، یا کچھ کرنا پڑا تو بوجہ طاقت اور قوت کے تھکاوٹ پیدا نہ ہوگی۔یعنی معنی ہیں کہ ان کو تھکاوٹ نہ چھوئے گی۔

ضَيْفِ: مصدر ہے۔اس کے معنی ہیں مائل ہونا۔پھر ایسے شخص کو جو باقی تمام آبادی سے ہٹ کر کسی ایک کی طرف مائل ہو کر اس کے ہاں اُترتا ہے۔اس اُترنے والے کو ضیف کہتے ہیں۔اسی کو مہمان کہتے ہیں۔یہ لفظ جمع کے واسطے بھی بولا جاتا ہے۔قرآن مجید میں ہے هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ۔حدیث ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ۔یہاں بھی جمع کے معنی میں ہے۔

سَلٰمًا: منصوب ہے بوجہ مفعول مطلق ہونے کے فعل محذوف کا۔یعنی سَلَّمْنَا عَلَيْكَ يَا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ سَلَامًا۔یہ باب تفعیل کا مصدر ہے۔سلامتی کی دعا دینا۔ہم آپ کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔

خَطْبُكُمْ: خَطْب بہت بڑا معاملہ۔بڑی عظیم بات۔جس میں بار بار دوسرے کو مخاطب کرنا پڑے۔

لَمُنَجُّوْهُمْ: نَجَات وَتَنْجِيَة مصدر باب تفعیل سے اسم فاعل ہے۔اصل میں مُنَجِّيُوْنَ تھا۔تعلیل سے مُنَجُّوْنَ ہوا۔نون بوجہ اضافت گر گیا۔اس کے معنی ہیں نجات دینا، بچالینا۔ہم ان کے بچالینے والے ہیں۔

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ: غُبُوْرٌ مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر ہے۔راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں اپنے رفیق اور ساتھی چلے جانے والے کے ساتھ نہ جانا۔پیچھے رہنا۔وہ پیچھے رہنے والوں سے تھی۔

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ: قطع رات کا آخری حصہ۔رات کے پچھلے حصے میں نکل جاؤ۔

وَلَا يَلْتَفِتْ: تم میں سے کوئی ایک پیچھے نہ پھرے۔یا پھر کر نہ دیکھے تاکہ عذاب کی حالت نہ دیکھ سکے۔یا مراد ہے جلدی چلے جاؤ، یا مراد ہے کہ کوئی شے پیچھے رہ گئی ہو تو اس کے لئے پیچھے مت خیال کرنا۔لانے کو مت جانا۔

وَقَضَيْنَا اِلَيْهِ: قَضَا مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے۔یہاں اس کے معنی اَوْحَيْنَا کے ہیں ہم نے وحی کی اس کی طرف۔قضاء کے کئی معنی ہیں۔ایک ہی اپنی بات کسی کو پہنچانا۔یہاں یہی مراد ہے۔ہم نے اس کے پاس اپنا وہ حکم پہنچایا۔

دَابِرَ: دَبْر مصدر سے اسم فاعل ہے اس کے معنی ہیں ہر شے کا آخری حصہ۔پھر قطع دابر سے مراد ہوتی ہے بیخ کنی کرنا۔یعنی ان کا استیصال کیا جائے گا۔

مُصْبِحِيْنَ: اِصْبَاح باب افعال سے اسم فاعل حالت نصبی میں ہے۔اس کا ایک خاصہ بلوغ ہے۔یہاں اسی میں استعمال ہوا ہے۔یعنی صبح میں داخل ہوتے ہلاک ہوں گے۔

Marfat.com

لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ: اس کے معنی ہیں مستی ۔بے ہوشی ۔یہاں مراد ہے اپنی بدکاری کی مستی میں متحیر تھے۔

مُشْرِقِيْنَ: اِشْراق باب افعال سے اسم فاعل ہے۔طلوع آفتاب کے وقت میں داخل ہونا۔یعنی طلوع آفتاب کے وقت ان کو کڑک نے پکڑا۔

لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ: تَوَسُّمٌ باب تفعل سے اسم فاعل جمع مذکر ہے۔اس کے ایک معنی ہیں فراست سے معلوم کرنا مخفی علامات سے جاننا۔پھر یہاں مراد لی ہے غور کرنے والوں کے واسطے بعض نے کہا عبرت حاصل کرنے والوں کے واسطے۔

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ: ھا ضمیر کا مرجع ہلاک شدہ بستی ہے،یعنی وہ بستی ان کے سفر شام کو جاتے ہوئے عین راستے پر پڑتی ہے۔مکہ معظمہ سے ملک شام کی طرف جاتے ہوئے عین بر سر راہ لوط کی اُڑی ہوئی بستی کے نشانات کھڑے ہیں۔

اَلْاَيْكَةِ: گھن دار درخت رکھنے والی زمین کا قطعہ اس کی جمع اَيْكٌ ہے۔ادھر ہی زمین کے ایک ایسے قطعے پر ایک قوم آباد تھی جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام معبوث فرمائے۔

وَاِنَّهُمَا: یہاں ھما کا مرجع قوم لوط وقوم شعیب علیہم السلام کے شہر مراد ہیں۔جمہور مفسرین کی یہی رائے ہے۔

لَبِاِمَامٍ: اس کے چند معنی ہیں۔ ا۔وہ شخص جس کی پیروی کی جائے۔ ۲۔طریق راستہ ۳۔لوح محفوظ یہاں تیسرے معنی مراد ہیں،یعنی یہ واقعات پیشتر از وقوع لوح محفوظ میں موجود ہیں۔

الْحِجْرِ: ملک شام اور حجاز کے درمیان ایک وادی ہے جس کو حِجر کہتے ہیں۔راغب نے لکھا ہے قوم ثمود کے علاقے کا نام ہے۔اصحاب الحجر سے مراد ثمودی لوگ ہیں جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام معبوث فرمائے گئے۔

يَنْحِتُوْنَ: نَحْتٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں لکڑی یا پتھر کو چیرنا پھاڑنا یہاں مراد ہے تراشنا۔پتھر تراش کر پہاڑوں میں گھر بناتے تھے۔

سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ: سات مثانی سے ہم نے تجھ کو دیں،اور قرآن عظیم دیا۔سبع مثانی سے جو جو مراد لی گئی ہے اُس کی تفصیل کسی قدر دلیل سے امام نے کردی ہے۔اوّل سبع سے مراد سات آیات ہیں،یا سات سورتیں،یا سات فائدے،کوئی ایک معین مرادنہیں۔مَثَانِيْ جمع ہے مثناۃ کی،اور مثناۃ اس شے کو کہتے ہیں جو دوہری بنائی جاتی ہے۔یعنی دوبنائی جاتی ہے۔مطلب یہ کہ وہ دُگنی کی جائے یا اس کے ساتھ اسی کے مقدار کی اسی جنس کی دوسری شے ملادی جائے اسے مثناۃ کہتے ہیں۔اس سے یہی مراد معین نہیں لہٰذا جو شے مراد لی گئی ہے وہ درج ذیل ہے۔قول اوّل۔اکثر مفسرین کا یہ قول ہے کہ سبع مثانی سے سورۃ فاتحہ مراد ہے۔سات آئتیں ہیں اور نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے(کبیر دیکھو) قول دوم۔سبع مثانی سے پہلی سات طوال سورتیں مراد ہیں جو یہ ہیں۔سورۃ بقرہ۔ال عمران۔النساء۔المائدہ۔انعام۔اعراف۔انفال اور توبہ دونوں مل کر ساتویں ہیں۔مثانی اس لئے ہیں کہ فروض حدود۔امثال اور عبرتیں ان میں مکرر آئی لیکن ربیع نے اس قول کا انکار کردیا ہے،اور اس پر اعتراض کر کے توڑ دیا ہے۔قولِ ثالث۔سبع مثانی سے وہ سورتیں مراد ہیں جو طوال اور مئین کے

Marfat.com

بعد اور مفصل سے پہلے ہیں ایک جماعت نے اس قول کو اختیار کر لیا ہے اس دلیل سے کہ ثوبان نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تورات کے عوض مجھ کو طوال سورتیں دی گئی ہیں۔ انجیل کے عوض مئین اور زبور کے عوض مثانی اور مفصل سورتیں زیادہ عطا فرما کر میرے رب نے مجھے فضیلت دی ہے۔ قولِ رابع۔ **سبع مَثَانِیُ** سے مراد ہے تمام قرآن مجید۔ ابنِ عباس سے یہ مروی ہے۔ دلیل میں یہ بیان کرتے ہیں کِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِیَ سَبْعَ کی تاویل میں کہتے ہیں۔ ا۔ قرآن کی سات منزلیں ہیں۔ ۲۔ قرآن میں سات قسم کے مضامین ہیں۔ توحید۔ نبوت۔ معاملہ قضاو قدر۔ احوالِ عالم۔ قصص۔ تکالیف۔ مثانی کی تاویل کرتے کہ قرآن کریم میں ان مضامین کے دلائل مکرر سے بیان کئے گئے ہیں۔

لَاتَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ: (الآیۃ) اس کے معنی میں دو وجہیں ہیں۔ ا۔ آپ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم دیا گیا ہے۔ آپ کفار کو دیے ہوئے دنیاوی مال و سامان کی طرف نظر نہ بڑھائیے۔ ۲۔ ابنِ عباسؓ نے کہا ہے کہ آپ اس شے کی تمنا نہ کریں جو ہم نے دنیاوی سامان کی کفار کو دے رکھی ہے۔ علامہ واحدی نے اس وجہ کو پسند کیا ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ: جناح کے معنی بازو۔ حکم فرمایا ہے کہ مومنین کے واسطے نرمی۔ رفق اور تواضع رکھئے۔

مُقْتَسِمِيْنَ: اِقْتِسَام باب افتعال سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں تقسیم کرنا، تقسیم کر لینے والے۔ اہلِ مکہ نے ایام حج میں چند اشخاص مقرر کئے جو مختلف راہوں میں بٹ گئے تا کہ آنے والوں کو آپؐ کے کلام سننے سے روکیں۔ یا یہود و نصاریٰ مراد ہیں جو آپس میں بٹ گئے تھے۔

عِضِيْنَ: جمع عِضَته کی۔ معنی شے کا حصہ۔ جز۔ ٹکڑا۔ جمع ی نون سے بنائی ہے مثل سِنِيْن کی جو جمع سَنَةٌ کی ہے۔ قرآن عظیم کے حصے بنائے۔ بعض مانے بعض نہ مانے۔ یا بعض کو شعر، بعض کو سحر، بعض کو کہانت، اور بعض کو اساطیر الاولین کہا۔

فَاصْدَعْ: صَدع مصدر سے امر ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہیں الگ کرنا اور چیرنا۔ مراد ہے حق و باطل میں تفریق کردے۔ زجاج نے کہا ہے کہ معنی ہیں جس شے کا تو حکم دیا گیا ہے، وہ ظاہر کر۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِيَّةٌ

رکوعات ۱۶ ایات ۱۲۸

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ: روح سے مراد یہاں جبرائیلؑ ہیں۔ یعنی جبرائیلؑ کے ساتھ دوسرے ملائک بھی نازل فرماتا ہے۔ اتقان میں علامہ سیوطی نے بہت تفصیل سے لکھا ہے کہ جبرائیل کے ساتھ بعض بعض سورتیں اور بعض بعض آئتیں لانے کے وقت بہت کثرت سے ملائکہ بھیجے جاتے تھے۔ یہاں یہی مطلب ہے۔

خَصِيْمٌ: خصومت سے ہے۔ علامہ واحدی نے اس کو بمعنی مُخَاصِم کہا ہے خصومت کرنے والا۔ مجادلہ اور متازعتہ کرنے والا۔

اَنْعَامَ: جمع نَعَمْ کی ہے۔ مویشی چوپائے، ان میں بھیڑ بکری گائے اور اونٹ صرف شامل ہیں۔ ان چاروں میں اگر اونٹ داخل نہ ہوں تو ان کے مجموعے کو انعام نہیں کہتے۔

دِفْ ءٌ: وہ شے جس سے گرمائی حاصل کی جاتی ہے مثل اون اور پشم کی۔ یعنی دفع سردی کا لباس بنانے کی شے ان میں ہے۔

تُرِيْحُوْنَ: باب انعال اِرَاحته سے پچھلے پہر اونٹوں کو ان کی قیام گاہ پر واپس لانا، یا گائے بیل شام کو واپس لاتے ہو۔

تَسْرَحُوْنَ: سَرْحٌ سے ہے سویرے پہلے پہر اونٹوں کو چراگاہ کی طرف لے جانا۔ جب تم ان اوقات میں مویشی لاتے اور نکالتے ہو تو تمہارے لئے زینت ہوتی ہے۔

شِقِّ الْاَنْفُسِ: مصدر بمعنی مشقت ہے۔ جانوں کی بڑی مشقت اور تکلیف سے۔

وَالْخَيْلَ: اسم جنس ہے۔ گھوڑوں پر بولا جاتا ہے۔ اِبل کی طرح اس کا واحد کوئی نہیں۔

الْبِغَالَ: جمع بغل کی ہے۔ بمعنی خچر۔

اَلْحَمِيْرَ: جمع حمار کی ہے بمعنی گدھا۔

وَزِيْنَةً: اس کے معنی ہیں زیبائش اور خوبصورتی۔ اس کا عطف ہے لِتَرْ كَبُوْهَا کے محل پر۔ یعنی ان کو پیدا کیا ہے تمہاری سواری اور تمہاری زینت کے واسطے۔

قَصْدُ السَّبِيْلِ: قاموس میں قَصْد کے ایک معنی استقامتہ السَّبِيْل لکھے ہیں یعنی رستے کی سدھائی۔ علامہ واحدی نے اس سے پہلے بَيَانُ مقدر مانا ہے۔ یعنی رستے کا سیدھاپن بیان کرنا اللہ کے ذمے ہے۔ یا معنی ہیں سیدھے رستے کی ہدایت دینا اللہ کے متعلق ہے۔ اسی کے اختیار میں ہے۔ یعنی اس طریق مستقیم کی ہدایت دینا جس پر چلنے والا چل کر حق حق توحید تک پہنچ جائے دلائل قائم کر کے۔ رُسُل علیہ السلام بھیج کر۔ کتابیں اور صحیفے نازل فرما کر۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

جَآئِرٌ: جور سے اسم فاعل ہے۔ جور، حق سے دوسری طرف مائل ہونا ہے۔ یعنی دوسری جانب جانے والا ہے۔ ٹیڑھا ہے۔ بہت رستے ٹیڑھے ہیں۔

Marfat.com

شَجَرٌ: اس کے مشہور معنی ہیں درخت۔لیکن زجاج نے کہا ہے کہ جو کچھ زمین سے پیدا ہوتا ہے اس کو شجر کہتے ہیں اور ابنِ قُتَیبہ نے کہا ہے کہ یہاں شجر سے مراد گھاس ہے۔امام کا قول ہے کہ اونٹ بڑے درختوں کی شاخیں اور پتے چر سکتے ہیں۔ لہٰذا شجر سے مشہور معنی مراد لے سکتے ہیں۔

تُسِیْمُوْنَ: سوم سے باب افعال کا مضارع جمع مذکر مخاطب ہے۔تم چراتے ہو مویشیوں کو، یا چرنے کو چھوڑتے ہو۔ اِسَامَۃٌ چرنے کو مویشی چھوڑنا۔

ذَرَاَ: ذَرْءٌ سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں پیدا کرنا۔یعنی جو کچھ پیدا کیا تمہارے واسطے۔

طَرِیًّا: تازہ۔نرم۔ملائم

مَوَاخِرَ: جمع ہے مَاخِرۃ چلنے والی کشتی۔فرّا نے مخر کے معنی کیے ہیں اس آواز کے جو کشتی کے چلتے وقت ہوا کے ٹکرانے سے پیدا ہو کر سنی جاتی ہے۔ابن عباسؓ سے ہے کہ چلنے والی کشتیاں مراد ہیں۔

اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ: مَیْد سے صیغہ واحد مونث غائب ہے۔مَیْد کے معنی ہیں دائیں بائیں حرکت کرنا، اور بے قرار رہنا۔ تا کہ تمہارے ساتھ ہلنے نہ پائے۔عُلَماءِ کوفہ کے نزدیک لِئَلَّا تَمِیْدَ بِکُمْ کے معنی ہیں اور اہل بصرہ کے نزدیک کَرَاھِتَہ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ واسطے نہ چاہنے اس بات کے کہ وہ تمہارے ساتھ ملے۔

عَلٰمٰتٍ: اس کا عطف انھارًا و سُبُلًا کی طرح رَوَاسِیَ پر ہے۔مراد ان سے وہ نشانات قدرتی ہیں جن سے رستوں کی شناخت کی جاتی ہے۔پہاڑی ٹیلہ، قدرتی وسیع گڑھا، یا بڑے بڑے درخت۔

وَمَا یَشْعُرُوْنَ: شُعُوْر مصدر سے مضارع منفی جمع غائب ہے۔صاحب قاموس نے اس کے مصادر کے اوزان کثیر لکھے ہیں۔ اس کے معنی ہیں جان لینا، سمجھ لینا، عقل میں کر لینا، اور وہ نہیں علم رکھتے اس میں۔ضمیر جمع غائب کا مرجع مشرکین کے آلِھَتہ باطلہ ہیں۔

اَیَّانَ: اس کے معنی ہیں اَیَّ حِیْن۔کس وقت۔متٰی کے معنی دیتا ہے۔اصل میں ہے اَیَّ ان۔ان کے معنی ہیں وقت۔

یُبْعَثُوْنَ: بعث مصدر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب ہے۔اٹھانا، پھیلانا۔یعنی زمین سے نکال کر کب، اور کس وقت پھیلائے جائیں گے۔اس فعل کی ضمیر کا مرجع مشرکین ہے مطلب ہے کہ ان مشرکین کے معبودوں کو کوئی علم نہیں کہ یہ پوجنے والے جزا سزا کے لئے کب اٹھائے جائیں گے۔

یَسْتَکْبِرُوْنَ: باب استفعال کِبْرٌ سے ہے بڑائی چاہنا، وہ بڑائی چاہتے ہیں اور بڑے بنتے ہیں۔

تُشَاقُّوْنَ: شِقَاقٌ مصدر باب مفاعلہ سے مضارع جمع مذکر مخاطب ہے۔اس کے معنی ہیں منازعت کرنا۔مخاصمت کرنا۔ جن میں تم انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خصومت کرتے تھے۔

اَلْخِزْیَ: ذلت کے ساتھ دردناک سزا کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

طَيِّبِينَ: جمع ہے طَيِّبٌ کی ۔صفت مشبہ ہے ۔علامہ نے اس کے معنی لکھے ہیں شرک کی میل کچیل سے پاک ۔مجاہد نے اس کے معنی کئے ہیں پاک اقوال اور افعال والے ۔ راغب نے کہا ہے طیب وہ انسان ہوتا ہے جو جہالت ،فسق اور قبیح اعمال کی میل سے پاک صاف ہو،اور علم ،ایمان اور محاسن اعمال سے مزین ہو۔

حَاقَ بِهِمْ: حَيْق مصدر سے فعل ماضی ہے ۔اس کے معنی ہیں احاطہ کرنا۔گھیر لینا۔گھیر لیا ان کو۔

قَالَ الَّذِينَ: (الایۃ) یہ قول بروزِ قیامت ملائکہ کا ہوگا یا مومنین کا۔

فَاجْتَنِبُو الطَّاغُوتِ: آلِہَ بَاطِلَه کو طاغوت فرمایا ہے ۔یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمام اقسام کے معبودوں کی عبادت سے دور رہو یا شیطان سے مراد ہے ۔یعنی شیطان جس بات کی طرف تم کو بلاتا ہے اس کی اطاعت سے دور رہو۔

وَإِنْ تَحْرِصْ: حِرْصٌ مصدر سے مضارع مخاطب ہے ۔لغت میں حرص کے معنی ہیں اپنا حصہ لے کر دوسرے کے حصے میں طمع کرنا۔ یہاں مراد ہے اہلِ اسلام کی تعداد بڑھانا۔زیادہ مسلمان کرنا۔

مَنْ يُّضِلُّ: اِضْلَال باب افعال سے مضارع غائب ہے ۔اس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور ضمیر مفعول محذوف ہے يُضِلُّهٗ یعنی جس کو گمراہ کرتا ہے اُسے ہدایت نہیں دیتا۔

بَلٰی: منفی جملے کے بعد آتا ہے ۔یہ حرف اس بات کے ثابت کرنے کو آتا ہے جو نفی کے بعد واقع ہو۔یہاں منفی جملہ ہے يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۔حرفِ نفی لَا نے يَبْعَثُ کی نفی کی ہے ۔ بَلٰی سے اسے ثابت کیا گیا ہے ۔کفار نے کہا کہ جو مر جاتا ہے اللہ اُسے نہیں اٹھائے گا۔بَلٰی فرما کر ثابت کیا گیا ہے کہ کیوں نہیں ۔ضرور اٹھائے گا۔

لَنُبَوِّئَنَّ: بَوْءٌ ۔مَبَاءَةٌ سے باب تفعیل بَوَّءَ مضارع متکلم موکد بنونِ ثقیلہ ہے ۔اس کے معنی ہیں ٹھکانا دینا۔بسنے کی جگہ دینا۔ہم بالضرور ان کو سکونت کی جگہ دیں گے۔

يَخْسِفَ اللّٰهُ: خُسُوْف مصدر سے مضارع غائب ہے ۔اس کے ایک معنی ہیں زمین میں غرق ہونا، دھنس جانا، کہ دھنسا دے ان کو اللہ تعالیٰ زمین میں۔

اَوْيَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ: تَخَوُّفِ کے معنی ہیں تَنَقُّصْ کے ۔تھوڑا تھوڑا گھٹانا۔کم کرنا یعنی یا پکڑ لے ان کو اللہ تعالیٰ تھوڑا تھوڑا گھٹا کر۔ امام نے یہاں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے منبر پر اس آیت کے متعلق فرمایا۔اے حاضرین تم اس کے معنی میں کیا کہتے ہو؟لوگ چپ رہے ۔البتہ ایک بنی ہذیل کا بوڑھا شخص اٹھ کر بولا کہ تَخَوُّف ہماری بولی کا لفظ ہے ۔تَنَقُّصْ کے معنی میں ہے ۔امیر المومنین نے فرمایا کہ اہلِ عرب اس لفظ کو اپنے اشعار میں تَنَقُّص کے معنی میں استعمال کرتے ہیں ۔اس نے کہا ہمارے ہاں ایک شاعر نے کہا ہے ۔

شعر: **تَخَوَّفَ الرَّحْلُ مِنْهَا تَامِكًا قَرِدًا** **كَمَا تَخَوَّفَ عَوْدُ النبعته السُّفُنَ**

مطلب ۔گھٹا دیا ہے پالان نے اونٹ سے در حالیکہ وہ بلند کوہان چیڑ یدار تھا۔یعنی کثرت بار برداری اور سواری سے وہ

Marfat.com

بالکل گھٹتا ہوا لاغر ہو گیا ہے۔ جس طرح بار بار پانی کا پھوٹنا اور رسنا کشتیوں کو گھٹا گھٹا کر فنا کر دیتا ہے۔

یہ سن کر امیر المومنین نے کہا۔ اے لوگو تم اپنے دیوان پکڑے رہو۔ لوگوں نے کہا ہمارے دیوان کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا زمانۂ جاہلیت کے اشعار (زمانۂ اسلام سے پہلے کے شعر) انہیں میں تمہاری کتاب (قرآن) کی تفسیر ہے۔ ان آیات کا مطلب امام نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کو خوف دلاتا ہے زمین میں دھسا دینے سے، یا آسمان سے عذاب اُتار دینے سے، یا ایسی آفات ایک دفعہ پیدا کر دینے سے جن سے یک لخت ہلاکت ہو جائے۔ یا ایسی آفات پیدا کرنے سے جو تھوڑی تھوڑی واقع ہو کر ان کے مال اور اولاد کو کم کرے بالآخر سب کو فنا کرے۔ اس پچھلی آیت کا یہی مطلب ہے۔

یَتَفَیَّؤُ: نَفَیُّءٌ باب تَفَعُّلٌ سے مضارع غائب ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں لوٹنا۔ یعنی لوٹتے ہیں ان کے سائے آگے پھیلتے ہوئے پیچھے لوٹتے ہیں۔ عربی میں سائے کے واسطے دو لفظ ہیں، ظِلّ اور فَیْئ۔ سورج چڑھنے سے ڈھلنے تک ہر چیز کا سایہ جس کا میلان مغرب کی طرف ہوتا ہے۔ اُسے ظِلّ کہتے ہیں۔ یہی پیچھے لوٹتے ہیں۔ سورج ڈھلنے کے بعد ہر چیز کا سایہ جس کا رخ مشرق کی طرف ہوتا ہے فَیْئ کہلاتا ہے۔ (نکتہ) ظِلّ کے ساتھ شریعت کے کسی حکم کا تعلق نہیں، فَیْئ کے ساتھ ہے۔ یعنی جوں ہی کہ اس کا وجود قائم ہوتا ہے جس کی صورت سورج ڈھلتے ہی پیدا ہوتی ہے۔ نمازِ ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور اسی کے اعتبار سے قائم رہتا ہے جب تک کہ ہر شے کا یہ فَیْئ عین زوال کے وقت اس شے کے سائے سے بڑھ کر پورا اس کے اپنے قد کے برابر اور بعض کے نزدیک دگنا ہو جائے۔ اس کے ہوتے نمازِ عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ جب بالکل فَیْئ معدوم ہو جائے تو نمازِ مغرب کا وقت ہوتا ہے۔ فَیْئ سورج غروب ہونے سے معدوم ہوتا ہے۔

دَاخِرُوْنَ: دَخْرٌ و دُخُوْرٌ مصدر سے اسم فاعل جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں ذلیل اور خوار ہونا اور وہ ذلیل ہونے والے ہیں۔

وَلَـهُ الـدِّيْنُ وَاصِبًا: دین سے یہاں مراد طاعت اور فرمانبرداری ہے اور واصب کے معنی ہیں دائم اور ہمیشہ۔ وصب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا باقی ہر ایک مخدوم اور مطاع کی فرمانبرداری اس کے عہدہ نہ رہنے کے سبب، یا اس کی موت کے سبب ختم ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ خود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ لہٰذا اس کا حکم ماننا اور اس کی اطاعت کرنا بھی ہمیشہ ہی کے لئے ہے۔ یا اس کے معنی ہیں لازم اور واجب یعنی اسی کی اطاعت واجب ہے۔

مَسَّـكُـمُ الـضُّـرُّ: ضُرٌّ سے ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ مراد ہے مرض، فاقہ، حاجت مندی سخت ضرورت۔ یعنی جب امراض اور آفات، یا رزق کی تنگی آ پڑتی ہے۔

تَجْـئَـرُوْنَ: فریاد اور مدد کے واسطے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف بلند آواز سے چیختے چلاتے ہو۔

جَاَرَ: یَجْئَرُ جُؤَارٌ اس کے معنی ہیں بہت بلند آواز کرنا۔ مضارع جمع مخاطب ہے،

ایک واقعہ: عین انہیں ایام میں جب امام رازی ان آیات کی تفسیر لکھ رہا تھا خود بیان کرتا ہے کہ یکم محرم ۶۰۲ھ کو بوقت صبح

Marfat.com

ایک سخت زلزلہ آیا۔ چاروں طرف سے چیخ چیخ کر دعاؤں کی آواز آتی تھی۔ جب زلزلہ تھم گیا اور بالکل سکون ہو گیا تو لوگ پہلی غفلت میں پڑ گئے۔

لِمَا لَایَعْلَمُوْنَ: مَا موصولہ ہے مراد آلِهه بَاطِلَه ہیں۔ یَعْلَمُوْنَ میں ضمیر جمع کا مرجع کفار ہے۔ یعنی کافر خودان باطل معبودوں کا کچھ حال نہیں جانتے۔ یہی حال ہے عوام کا کہ صاحبِ مزار کا ان کو کچھ علم نہیں۔ گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں مزار مان رکھے ہیں۔ عوام کی طرف سے ان پر بہت سی تعظیمات ہوتی ہیں مگر ان کے حالات اور کیفیات کا علم ان میں سے کسی کو نہیں ہوتا۔

نَصِیْبًا: حصہ کسی شے سے۔ شے سے کسی کو دینے کے واسطے ایک مقدار الگ کر رکھنا۔ یہاں مراد وہ مقدار ہے جو معبودوں کے لئے کسی شے سے نکالا جاتا ہے۔

کَظِیْمٌ: کَظْم سے صفت مشبہ ہے۔ بمعنی مَکْظُوْم۔ کَظْمٌ کے معنی لکھے ہیں سانس کی راہ عربی میں کہتے ہیں اَخَذَ کَظْمَهٗ اس نے اس کے سانس کی راہ پکڑ لی۔ پھر کَظِیْم یا مَکْظُوْم کے معنی لیتے ہیں وہ شخص جس کے سانس کی راہ غم اور اندوہ نے روک رکھی ہو۔ مراد ہے اندوہگیں غم سے بھرا ہوا۔

یَتَوَارٰی: تَوَارِی باب تفاعل سے مضارع غائب ہے اس کے معنی ہیں چھپنا۔ یعنی لوگوں سے بوجہ شرم چھپتا ہے کہ بیٹی کا باپ بنا۔

یَدُسُّهٗ: دَسٌّ مصدر سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں مٹی میں دبانا اور چھپانا۔ اس میں ضمیر مذکر کی راجع ہے مَا کی طرف۔ مراد یہاں ہلاک کرنا ہے۔ عموماً ہلاک زندہ دفنا کر کرتے تھے۔ معنی ہیں یا اس کو مٹی میں زندہ دفنا دے۔

مَثَلُ السَّوْءِ: یہاں مثل کے معنی علامہ نے صفت کے کئے ہیں۔ یعنی آخرت نہ ماننے والے کفار کی مثال (صفت) صورتِ حال بدتر ہے وہ کیا؟ حاجت۔ احتیاج محتاجگی اولاد کی بالخصوص زینہ کی مع دیگر اقسام کی حاجات کثیرہ کے۔

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی: اللہ کی مثال اعلےٰ ہے۔ صفت عجیبۃ الشان ہے۔ وجوب ذاتی ہے غنیٔ مطلق ہے۔ وسیع جود ہے۔ مخلوق کی صفات سے نزاہت ہے۔

دَآبَّةٍ: ہر رینگنے والے، زمین پر چلنے والے جاندار کو کہتے ہیں۔ دَبٌّ و دَبِیْبٌ مصدر سے اسم فاعل مونث ہے۔ پھر یہ کلمہ اکثر سواری کے حیوان اور لادو حیوان پر بولتے ہیں۔ مثل گھوڑے خچر اور گدھے کی۔ اس اعتبار سے اونٹ پر دابتہ نہیں بولتے۔ یعنی انسانی ظلم کفر اور عصیان کے سبب اللہ تعالیٰ گرفت کرے تو انسان کے ساتھ ایک جاندار بھی نہ چھوڑے۔ ظالم اپنے ظلم کے سبب باقی حیوانی مخلوق ان کی شامت کے سبب۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابن آدم کے گناہ سے قریب ہے کہ گبریلا اپنے بل میں عذاب دیا جائے۔ امام احمد سے روایت ہے انہوں نے کہا ابن آدم کے گناہ گبریلے کو اس کے بل میں قتل کرتے ہیں۔

Marfat.com

لَهُمُ الْحُسْنٰى: حُسْنٰى اسم تفضیل مونث ہے اَحْسَنُ کا اس کا مضاف محذوف ہے، عَاقِبَةُ الْحُسْنٰے ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ بے شک ان کے واسطے خیر وخوبی آخرت کی ہے۔ ہرگز نہیں وہ آخرت میں بے نصیب ہوں گے۔

لَا جَـرَمَ: علامہ نے اس کو دو کلمے قرار دیا ہے لَا جس سے ان کے پہلے کلام کی نفی ہے اور رد ہے اور جَرَمَ سے جس کے معنی ہیں کسب کرنا۔ بدلہ ملنے کے قابل کام کرنا۔ معنی ہیں۔ نہیں انہوں نے ایسے کام کر لئے ہیں کہ ان کے واسطے آگ ہے۔ پھر معنی کر لیتے ہیں حق ہے کہ ان کے لئے آگ ہے۔ یعنی ان کے اعمال بد کے سبب ان کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ حسن عاقبت نہیں ہے۔

مُفْـرَطُوْنَ: اِفْـرَاطٌ باب افعال سے اسم مفعول جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں آگے بھیجنا۔ یعنی یہ جہنم کی طرف آگے بھیجے ہوئے ہیں۔ مجاہد، ابن جبیر اور ابو ہند نے اس کے معنی کئے ہیں جہنم میں چھوڑ دیئے ہوئے، اور بھلا دیئے ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ افراط کے ایک معنی ہیں پیچھے چھوڑ دینا اور بھلا دینا۔

وَلِيُّهُمْ: اس میں ضمیر جمع کی اُمَمْ کی طرف راجع ہے جس طرح لَهُمْ کی اور اَعْمَالَهُمْ کی ادھر پھرتی ہیں۔ معنی ہیں شیطان ان کا قرین ہے۔ ہم صحبت ہے۔ لیکن زمخشری نے یہ ضمیر قریش کی طرف راجع کی ہے اور معنی کئے ہیں کہ وہ آج ان کا ہم صحبت ہے۔ ابو حیان نے زمخشری پر اعتراض کیا ہے کہ بلا کسی خاص وجہ کی مرجع کا اختلاف صحیح نہیں مگر طیبی نے زمخشری کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ یہی وجہ وجیہہ ہے اور نظم کلام کا اسی سے فوق ہے۔

لَـعِبْرَةً: اس کے معنی لغت میں نصیحت حاصل کرنا لکھے ہیں۔ ایک معنی ہیں حالات میں نظر اور غور کرنا۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ یعنی مویشیوں کی پیدائش میں مقام غور ہے۔

فِـيْ بُـطُوْنِـهٖ: ضمیر واحد کی انعام کی طرف راجع ہے۔ امام نے اس کی توجیہہ بیان کی ہے کہ لفظ انعام مفرد ہے معنی اس کے جمع ہیں جیسے قوم۔ رھط۔ بقر۔ نعم۔ للہذا یہ حسب لفظ مفرد لفظ ہے ضمیر واحد مذکر لائی گئی اور باعتبار معنی کے جمع ہے اور جمع غیر ذوی العقول کے واسطے واحد مونث آتی ہے۔ چنانچہ سورۃ مومنون میں فِیْ بُطُوْنِهَا فرمایا ہے۔

فَرْثٌ: سرگین۔ گوبر جب تک اوجھری کے اندر ہو فَرْث کہلاتا ہے۔ جب مویشی نکال پھینکتا ہے تو اسے فرث نہیں کہتے۔

سَآئِغًا: سَـوْغ سے اسم فاعل ہے۔ اس کا باب مثل قَـالَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں حلق سے بسہولت تمام اُترنا۔ یہاں دودھ کی صفت فرمائی ہے حلق سے بسہولت اُتر جانے والا ہے۔ اس کو کہتے ہیں خوشگوار۔

سَكَرًا: خمر۔ شراب۔ حرمت سے پہلے عرب میں مستعمل تھی۔

مِنْهُ: یہ ضمیر ثمرات کو بتاویل ثمر واحد تسلیم کر کے اس کی طرف راجع کی ہے۔ یعنی تم اس پھل سے شراب بناتے ہو۔

اِلَـنَّحْلِ: شہد کی مکھیاں واحد اس کا نَحْلَةٌ ہے۔ تیرے رب نے شہد کی مکھیوں کی طرف وحی کی یہاں حضرت حق تعالیٰ نے اس جنس کی خاص فطرت میں جو خصوصی صنعت الہام فرمائی، یا جو اور صورت مقرر فرما رکھی ہے اس کو وحی سے تعبیر فرمایا ہے۔

Marfat.com

اِتَّخِذِیْ: اس لفظ کو اہلِ حجاز مونث بولتے ہیں۔ اسی بنا پر اِتَّخِذِیْ آیا ہے۔ اِتِّخَاذ باب افتعال سے فعل امر حاضر مونث ہے۔ اَخذ ماخذ ہے۔ اصل میں اِءتخاذ تھا۔ تعلیل سے ہمزہ ی بنا۔ پھری ت بن کر مدغم ہوئی اِتِّخاذ پڑھا گیا۔ اس باب کا ایک خاصہ ہے تصرف یعنی ماخذ حاصل کرنے میں کوشش کرنا۔ یہاں اسی خاصے میں ہے۔ مَاخذ کے معنی ہیں پکڑنا۔ اِتِّخاذ کے معنی ہوئے کوشش سے پکڑنا۔ مراد ہے کوشش سے گھر بناؤ۔

یَعْرُشُوْنَ: عَرْش مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کا باب نَصَرَ و ضَرَبَ کی طرح آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں لکڑی سے کوئی بنا بنانا، یا گھر بنانا۔ معنی ہیں ان بناؤں سے جو انسان بناتے ہیں۔ یعنی بلند عمارتوں کی چھتوں میں خود راقم الحروف نے مدت ہوئی احمد آباد کی جامع مسجد میں، جو سنگِ سیاہ کی بنی ہوئی تھی چند بڑی مکھی کے چھتے دیکھے۔

فَاسْلُکِیْ: سُلُوْک مصدر سے فعل امر حاضر مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں رستے پر چلنا۔ تو چل اپنے رب کے رستوں پر۔

ذُلُــلًا: جمع ہے ذَلُوْل کی۔ ذُل سے صفت مشبہ فعول بمعنی مفعول ہے۔ اس کے معنی ہیں مطیع کرنا۔ مطیع کیا ہوا۔ یعنی روندتے روندتے ایسے ہموار ہو چکے ہوئے کہ چلنے میں ذرا تکلیف نہیں۔ ترکیب میں سُبُلًا سے حال ہے۔ یہ مجاہد کا قول ہے قتادہ کا قول ہے کہ یہ کلمہ ضمیر فَاسْلُکِیْ سے حال ہے۔ یعنی مطیع اور منقاد ہو کر جانے آنے کو چلو۔

اَرْذَلِ الْعُمُرِ: رَذْلٌ و رَذَالَةٌ سے اسم تفضیل ہے۔ اس کے معنی ہیں حقارت اور قباحت کا مستحق ہونا۔ مراد ہے ردی اور حقیر عمر جس میں انسان مختل الحواس ہو جاتا ہے۔ اس کی مدت ۷۵ سال بعض کے نزدیک ۸۵ سال، بعض کے نزدیک نوے سال ہے۔ محقق یہ ہے کہ ضعف نقاہت اور بطلان حواس ہونے کی صورت میں رذیل عمر ہوتی ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ

بِرَآدِّیْ: اصل میں رَآدِّیْن جمع اسم فاعل مجرور ہے۔ نون اس کا بوجہ مضاف ہونے کے گرا رَدٌّ مصدر سے ہے۔ جس کے ایک معنی ہیں لوٹانا واپس کرنا۔ یہاں مراد ہیں دینا۔ یعنی دولت مند لوگ اپنی دولت میں سے کچھ اپنے غلام مملوک کو دے کر اپنا شریک برابر کا نہیں بناتے۔ مراد یہاں مشرکین کو توبیخ ہے۔

مِنْ اَنْفُسِکُمْ: جمع ہے نَفْسٌ کی۔ جس کے معنی ہیں ذات، وجود۔ یعنی تمہاری ذات اور جنس سے۔

کَلٌّ: ایسا ناگوار بوجھل شخص جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ یہاں مراد ہے ناکارہ غلام جو آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ نہ بکتا ہے، نہ کوئی مفید کام کرتا ہے۔

یُوَجِّهْ: تَوْجِیه باب تفعیل سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی طرف رخ کرانا۔ رخ سیدھا سامنے کرانا۔ یہاں مراد ہے کسی طرف بھیجنا جس طرف آقا اس کو بھیجتا ہے وہ کوئی فائدے کی صورت بنا کر نہیں آتا۔

کَلَمْحِ: اس کے پہلے ک حرف جار ہے لَمْحٌ کے معنی ہیں اوپر کی پلک کا نچلی سے ملنے کا وقت یعنی کھلی آنکھ کے بند کرنے کے وقت تک کو لَمْحَة کہتے ہیں۔ اس سے قلیل ترین وقت کا تصور دلا کر اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے۔

السَّمْعَ: مصدر ہے بمعنی سننا۔ قوت سامعہ کو بھی کہتے ہیں جو کانوں میں رکھی گئی ہے۔ بقول راغب کانوں کے واسطے بھی

Marfat.com

استعمال ہو جاتا ہے۔

اَلْاَبْصَارَ: جمع ہے بَصَرٌ کی۔ بقول راغب اس کے معنی ہیں دیکھنے کا عضو۔ آنکھ۔

اَلْاَفْئِدَةَ: جمع ہے فُوَادٌ کی۔ مشہور معنی اس کے ہیں دل۔ علامہ نے لکھا ہے وسطِ قلب کو فُواد کہتے ہیں۔ فواد کا درجہ قلب میں وہی ہے جو قلب کا درجہ صدر میں ہے۔ قلب صدر کے وسط میں ہے تو فواد قلب کے وسط میں ہے۔

جَوِّ السَّمَآءِ: جو آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے کو کہتے ہیں۔ درمیانہ خلا۔ سدی نے سَمَاء سے بالائی جانب مراد لی ہے۔

سَكَنًا: اس کے معنی ہیں رہائشی جائے سکونت۔ یہ معنی بھی لئے گئے ہیں کہ مستقل طور پر تمہارے گھروں میں تم کو رہائشی جگہ دی۔ نقل مکانی کرتے پھرنے سے تم اکثر کو بچایا۔

تَسْتَخِفُّوْنَهَا: اِسْتِخْفَافٌ باب استفعال سے مضارع جمع حاضر ہے۔ خاصہ وِجْدان میں مستعمل ہے۔ خفت سے بمعنی ہلکا پھلکا۔ ھا ضمیر بُیُوتًا کی طرف راجع ہے۔ تم ان کھالوں کے خیموں کے گھروں کو اکھیڑنے اور لادنے میں ہلکا پھلکا پاتے ہو۔ ان میں اون، صوف اور جت سے بنے ہوئے کپڑے کے خیمے بھی شامل ہیں۔

ظَعْنِ: راغب نے اس کے معنی اٹھنا لکھے ہیں۔ سفر کے واسطے ہو، یا نقل مکانی کے واسطے ہو، عام مشہور عام پر اس کے معنی ہیں، سفر کرنا۔

اَصْوَافَ: صوف بھیڑ کی جنس کی اون و بَرٌ اونٹ کی اون۔ اشعار جنس بکری کی جت۔

اَثَاثًا: گھر کا سامان۔ مثل فروش وغیرہ کی۔

مَتَاعًا: وہ شے جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے۔ تجارت اور معاش میں فائدہ منداشیاء۔

اَكْنَانًا: جمع کِنٌّ کی۔ کسی شے کو محفوظ کرنے اور بچا رکھنے کی چیز یا جگہ۔

سَرَابِيْلَ: جمع سِربَال کی ہے بمعنی پیرہن کرتہ۔

بَاْسَكُمْ: بَاْس کے معنی ہیں شدت۔ پھر مراد ہے جنگ۔

لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا: پھر کفر کرنے والوں کو اذن نہیں دیا جائے گا۔ ا۔ کسی عذر پیش کرنے کا۔ ۲۔ بات کرنے کا ۳۔ دوبارہ لوٹ کر جانے کا۔ ۴۔ شاہدوں کے شہادت دینے کے وقت بولنے کا۔ ۵۔ بہت زیادہ بات چیت کرنے کا۔ یہ وجوہ امام نے لکھے ہیں ان سے مزید کوئی بات نہیں لکھی۔ مگر صرف اس سے کوئی بات واضح نہیں ہوتی۔ ہمارے نزدیک یہ مطلب ہے کہ کافر لوگ اپنے واسطے جس بات یا جس امر کے لئے اذن چاہیں گے انہیں نہیں دیا جائے گا۔

يُسْتَعْتَبُوْنَ: اِسْتِعْتَابٌ باب استفعال سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب ہے۔ اس کا مادہ مجرد عَتْبٌ ہے۔ اس کے معنی ہیں غصہ، خشمگینی۔ اِعْتَاب باب افعال کے معنی ہیں غصہ دور کرنا۔ عتب نکالنا۔ سلب خاصے میں ہوگا اِسْتِعْتَاب اور اِعْتَاب کے معنی صاحب صراح نے ایک ہی لکھے ہیں تو يُسْتَعْتَبُوْنَ کے معنی ہوئے غصہ دور نہ کرائے جائیں گے۔ توبہ کا موقع نہ

Marfat.com

دیئے جائیں گے۔ علامہ نے معنی لکھے ہیں کہ قیامت میں ان سے یہ بات نہ طلب کی جائے گی، کہ توبہ سے اور اعمال صالحہ سے اللہ تعالیٰ کا عتاب (غصہ) دور کرالیں۔

وَاَلْقَوْا: اِلْقَاء باب افعال سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اصل میں اَلْقَيُوْا تھا۔ تعلیل سے یہ صورت بنی۔ اس کے معنی ہیں ڈالنا۔ پھینکنا۔ یہاں اَلْقَوْا کے معنی ہیں بات انہیں پر الٹا دی۔ یعنی شرکاء مشرکوں پر بات الٹا کر ڈال دیں گے۔ انہیں پر تھوپیں گے۔

تِبْيَانًا: مصدر ہے تِفْعَال کے وزن پر۔ کثرت پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی بہت کثیر بیان ہے ہر شے کا۔ یا بیان کرنے والی ہے۔ اس کا مصدر ہونا ثعلب نے کوفیوں سے اور مبرد نے بصریوں سے نقل کیا ہے۔ سلامتہ الانباری نے شرح مقامات میں لکھا ہے کہ عربی مصدر اس وزن پر صرف دو ہیں تِلْقَاءً اور تِبْيَانٌ۔ ابن عطیہ قائل ہے کہ اسم ہے مصدر نہیں، مگر مشہور مصدر ہے۔ ترکیب میں حال ہے یا مفعول لہٗ واسطے بیان کرنے کے، یا حالانکہ بیان کرنے والی ہے۔

لِكُلِّ شَيْءٍ: ایک جماعت کثیر۔ مفسرین کے نزدیک یہاں كُلِّ شَيْءٍ سے مراد امورِ دین کے متعلق کی ہر شے ہے۔ معنی ہیں کہ یہ کتاب جمیع امورِ دین ومتعلقہ دین کے واسطے بیان کامل وبلیغ ہے۔

وَالْمُنْكَرِ: شرع کی طرف سے انکار کیا ہوا فعل۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اور مقاتل سے اس کی تفسیر شرک سے کی گئی ہے۔ ابن سائب نے مراد لی ہے وہ فعل جس پر آگ کا وعدہ دیا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ منکر سے مراد ایسا فعل ہے جس پر دنیا میں کوئی حد نہ ہو، لیکن قیامت میں اس پر عذاب مقرر ہو۔

اَلْبَغْيُ: مصدر ہے اس کے اصل معنی ہیں طلب کرنا چاہنا۔ پھر یہ لفظ ظلم اور تعدی سے بلندی چاہنے میں خاص ہو گیا۔ یہاں مراد ہے غلبہ اور بلندی لوگوں پر چاہنا اور جابرانہ دباؤ ڈالنا۔

فَلَا تَنْقُضُوْا: نَقْض سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں ادھیڑنا۔ یہاں مراد ہے توڑنا، پورا نہ کرنا۔

الْاَيْمَانَ: جمع یَمِین کی ہے۔ یہاں اس کے معنی ہیں قسم۔ پختہ کرنے کے بعد قسمیں نہ توڑو۔

غَزْلَهَا: غَزْلٌ مصدر بمعنی کاتنا ہے۔ یہاں بمعنی مفعول۔ مغزول کے معنی میں ہے کاتا ہوا بمعنی سوت۔

اَنْكَاثًا: جمع ہے نِكْث کی۔ قدیم بدوی عرب عورتیں پرانے کمبل اور کمبلی خیموں کے ٹکڑوں کو دوبارہ دھن کر کاٹنے کو تیار کر لیتی تھیں۔ اس تیار شدہ کے ایک حصہ کو نکث کہا جاتا ہے۔ یہاں کاتے ہوئے سوت کو پھر دوبارہ ادھیڑ کر اون بنانا مراد ہے۔

دَخَلًا بَيْنَكُمْ: دَخَلٌ اس شے کو کہتے ہیں جو دوسری شے میں داخل ہو جائے لیکن اس سے نہ ہو۔ پھر اس سے مراد لی جاتی ہے باطنی عداوت اور فساد وغیرہ۔ قتادہ نے اس کی تفسیر غدر اور خیانت سے کی ہے۔ خیانت اور کھوٹ۔ فریب۔ ایک قوم سے حلفاً معاہدہ کیا۔ کچھ مدت کے بعد ایک اور قوم پہلی سے زیادہ قوی ثابت ہوئی تو پہلی سے حلف توڑ کر دوسری سے حلفیہ معاہدہ کیا، یہ مراد ہے دَخَلًا بَيْنَكُمْ سے کہ سوچ کر حلفیہ معاہدہ کرو۔ پھر بوجہ حلف اس پر قائم رہو، کوئی اور قوم خواہ

Marfat.com

کتنی کثیر اور طاقت ور ہو جائے تم پہلی قوم سے اپنا عہد قائم رکھو۔

اَرْبٰی: رَبَاءٌ مصدر سے اسم تفضیل ہے۔اس کے معنی ہیں بڑھنا، زیادہ ہونا۔تعداد میں بڑھی ہوئی، مال میں زیادہ۔معنی ہیں کہ اپنی کثرت اور حلیف کی قلت کے سبب اس حلیف سے عہد شکنی نہ کرو، یا ایک حلیف سے بوجہ ان کی قلت افرادی و مالی کے عہد شکنی کر کے دوسری قوی قوم سے عہد باندھو، یہ نہ کرو۔

یَنْفَدُ: نُفُوْد اور نفاد مصدر سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں ختم ہو جانا۔اے اولاد آدمؑ جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا۔

رُوْحُ الْقُدُسِ: قدس کے معنی ہیں پاک۔بعض نے کہا ہے کہ اس میں اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہے۔ الرُّوح القدس پاک روح۔مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

یُلْحِدُوْنَ: اِلْحَادٌ باب افعال سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں درمیان سے ایک طرف مائل ہونا۔یعنی نسبت کرنے میں جس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔اس کی زبان۔

اَعْجَمِیٌّ: غیر واضح مبہم زبان والا۔عربی ہو، یا غیر عربی۔اسی بنا پر صاحبِ لکنت کو بھی عجمی کہہ دیتے ہیں جیسے بوجہ لکنت کے زیادہ عجمی کہلاتا تھا۔اسی طرح حبیب عجمی بوجہ لکنت کے کہا جاتا تھا۔اشارہ ہے اہلِ مکہ کے اس شخص کی طرف جس کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ذرا ٹھہر جاتے تھے۔روایت میں ہے کہ عامر بن حضرمی کا ایک غلام جبر رومی توراۃ اور انجیل پڑھا ہوا تھا۔جب اہلِ مکہ آپؐ کو زیادہ ایذا پہنچاتے تو آپؐ اس کے پاس قدرے بیٹھ جاتے۔سُدّی سے یہی روایت ہے۔ایک قول ہے حویطب بن عبد العزیٰ کا غلام تھا جس کا نام عائش یا یَیش تھا وہ مذکورہ کتابیں پڑھتا تھا جو مسلمان ہوا اور صحیح ہوا۔ایک قول ہے کہ عبداللہ بن مسلم حضرمی کے دو غلام تھے، ایک کا نام یسار ایک کا جبر تھا۔تلواریں بنایا کرتے تھے۔ انجیل پڑھتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات ان کے پاس سے گزرتے، ان سے کوئی پڑھتا ہوتا تو آپؐ توقف فرماتے اور سنتے۔مشرکین نے کہا فلاں آپ کو پڑھاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ مذکورہ اشخاص کی زبان غیر عربی ہے اور قرآن خاص عربی۔یہ کیوں کر ہو رہا ہے؟

مَنْ: اُکْرِہَ: اِکْرَاہٌ باب افعال سے فعل ماضی مجہول ہے۔اس کے معنی ہیں کسی سے جبراً و قہراً ایسا کام کرانا جسے وہ ناپسند رکھتا ہو۔یعنی سوائے اس کے جس سے جبراً کلمۂ کفر کہلوایا جائے دل ایمان پر مطمئن ہو۔

فُتِنُوْا: فِتْنَۃٌ مصدر سے ماضی مجہول ہے یہ لفظ عربی میں بارہ معنی میں استعمال ہوتا ہے جن میں سے ایک ہیں عذاب دینا۔یہاں یہی مراد ہے۔بعد اس کے کہ عذاب دئے گئے۔

تُجَادِلُ: جِدَالٌ مُجَادَلَۃٌ باب مفاعلہ سے فعل مضارع واحد غائب ہے۔راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں پچھاڑنا۔ انسان کا دوسرے کو جَدَالَۃ پر گرا دینا۔جَدَالَۃ سخت زمین کو کہتے ہیں۔پھر مراد ہوتی ہے کہ کسی بات میں یا کسی معاملے میں

Marfat.com

دوسرے سے غالب رہنا، اسے مات کرنا یہاں مراد ہے کہ اپنی ہی ذات سے تمام الزامات دور کرنے میں سعی کرے گا۔ دوسرے عزیز خویش اور محبوب کی طرف دھیان نہ ہوگا۔ یعنی ہٹا تا ہوگا اپنی ہی ذات سے۔

كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا: یہاں پہلے نفس سے مراد ہے بدن، مع روح یعنی انسان اور دوسرا تاکید کے معنی دیتا ہے عَنْهَا کی گویا تاکید ہے۔ عربی نحو میں تاکید معنوی کے واسطے چند لفظ ہیں جن میں سے ایک لفظ نَفْسٌ ہے۔ یہی یہاں ہے یعنی عن ذاتھا و وجودھا۔ معنی اوپر لکھے گئے ہیں۔

تُوَفّٰی: تَوْفِيَةٌ باب تفعیل سے مضارع مجہول مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں پورا پورا حق حقدار کو دے دینا۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

قَرْيَةً: راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں آدمیوں کے اکٹھے مجتمع رہنے کی بستی اور اس بستی میں بسنے والوں پر استعمال کرلیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

مَيْتَةً: مونث مَيِّت کی وہ حیوان جو اپنی موت مر گیا ہو۔ اور وہ حیوان جو شرعی مقررہ صورت پر نہ مارا گیا ہو۔ یہ آیت چار سورتوں میں آئی ہے۔ البقرہ۔ المائدہ۔ الانعام۔ النحل۔ اضْطُرَّ۔ اِضْطِرَارٌ اصل میں اِضْتِرَار تھا۔ ت بوجہ ض ط سے بدلی ضرورت سے باب افتعال ہے اس کے معنی ہیں حاجت مند بنانا۔ یہ قول ماضی مجہول ہے اور مجہول ہی استعمال ہوتا ہے جو بوجہ بھوک کے مجبور اور حاجت مند بنایا جائے۔

غَيْرَ بَاغٍ: بَغْی سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں طلب کرنا، دراز دستی کرنا، ظلم کرنا، یہاں علامہ نے دراز دستی مراد لی ہے۔ یعنی اپنے جیسے دوسرے مضطر پر دراز دستی نہ کرے کہ اس سے چھین کر خود کھائے اور اس کو بھوکا رکھے۔

عَادٍ: عُدْوَان سے اسم فاعل ہے حد سے بڑھنا۔ حد سے بڑھنے والا نہ ہو صرف بقدرِ ضرورت سدِ رمق کھائے۔

أُمَّةً: اس کے معنی ہیں جماعت کثیرہ اس کی تاویل میں لکھا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی ذات مبارک میں خیرات کثیرہ اس قدر تھے جتنے کہ ایک جماعت کثیرہ میں ہوتے ہیں۔ بقول مجاہد چونکہ آپ مدت تک ایمان کے ساتھ منفرد رہے۔ اس واسطے اُمَّةً فرمایا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک موقع پر آپ نے اپنے حرم محترم حضرت سارہؓ کو فرمایا کہ آج روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا اور کوئی مومن نہیں ہے۔ قاموس میں ہے کہ اُمَّة کا ایک معنیٰ ہے ایسا شخص جو حق پر ہوتا ہوا تمام ادیان کا مخالف ہو۔ حضرت خلیل علیہ السلام اسی شان کے تھے۔ ابراہیمؑ کی یہاں نو صفتیں بیان کی ہیں۔ ۱۔ وہ ایک اکیلا بطور اُمت کے تھا، اس طرح کی تمام اہلِ جہان بنی آدم غیر مسلم تھے۔ وہ اکیلا مسلمان تھا۔ ۲۔ قانتًا اللہ کا فرمانبردار۔ ۳۔ حَنِيفًا اسلام کی طرف کامل جھکا ہوا۔ ۴۔ مشرکین میں سے نہ تھا بچپن سے اخیر عمر تک کامل موحد رہا۔ ۵۔ خدا کی نعمتوں کا شکر گزار اور قدردان تھا۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پورے طور پر چن لیا۔ نبوت کے واسطے، اجتباہُ جبت سے باب افتعال ہے بالکلیہ لے لینا۔ ۷۔ اس کو ہدایت دی دعوت الی اللہ میں دین حق کی طرف ترغیب دینے میں اور دین باطل

Marfat.com

سے نفرت دلانے اور بیزار ہونے میں۔ ۸۔ دنیا میں اس کو کامل خوبی عطا فرمائی۔ قتادہ نے کہا ہے کہ تمام خلقت میں اس کی محبت ڈال دی۔ ۹۔ دوسرے جہان میں منجملہ صالحین کے ہوگا۔

قَانِتًا: قُنُوت سے اسم فاعل ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں اطاعت کرنا۔ مطیع رہنے والا۔

حَنِيفًا : حَنَفٌ سے صفت مشبہ ہے اس کے معنی ہیں مائل ہونا۔ یعنی ادیانِ باطلہ سے ہٹ کر دین حق کی طرف پورا مائل ہوکر ثابت قدم رہنے والا۔

اِجْتَبٰهُ : جَبْیٌ سے باب افتعال اِجْتِبَاءٌ کا فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں منتخب کر لینا۔ چن لینا۔ علامہ نے لکھا ہے کہ اجْتِبَاء اصل میں چن کر انتخاب کر کے جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ پھر یہ لفظ بولا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو اپنے فیوض اور برکات کے واسطے خاص کر لینا۔ یہاں تک کہ اس بندے پر اس خصوصیت سے انواعِ کثیرہ کی نعمتیں بغیر اس کی سعی کے وارد ہوتی ہیں۔ یہ اجتباء کا درجہ انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے، یا ان سے قریب تر لوگوں کو۔

مِلَّةَ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں شریعت اور دین۔ راغب نے کچھ تفصیل کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے مِلَّة اس شرع کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی زبانی بندوں کے واسطے مقرر فرمائی ہے تا کہ اللہ کے جوار میں پہنچیں۔ مِلَّةَ اللّٰه نہیں کہتے۔ اسی طرح ملت کسی اُمّتی کی طرف بھی مضاف نہیں کرتے مِلّته یعقوب علیہ السلام کہہ سکتے ہیں مِلَّتِ فاروق نہیں کہتے۔ البتہ دین سب کی طرف مضاف ہو جاتا ہے۔ ایک اور بات ہے کہ مِلَّة مجموعی احکام شرع پر بولتے ہیں ایک پر نہیں دین ایک پر بھی بول سکتے ہیں مثلاً الصلوۃ دِین، الحج دِین۔ نماز دین ہے۔ حج دین ہے نماز ملت ہے، حج ملت ہے نہیں کہتے۔

اَلسَّبْتُ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں کاٹنا۔ بند کرنا۔ پھر ایام میں سے جمعہ کے اگلے روز کا نام رکھا گیا ہے۔ یوم السبت۔ یہود کی تعطیل کا دن ہے۔ اس روز کے انتخاب کی وجہ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ابتدا بروز اتوار کی۔ جمعہ تک ختم فرمائی۔ اس واسطے ہفتہ تعطیل کی۔ دعوے کرتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دین میں اس روز کی تعطیل شامل ہے۔ یہ ان کی تردید میں ہے کہ اس تعطیل کا آغاز یہود سے شروع ہوا ہے۔

ضَيْقٍ : ضِيق۔ یہ لفظ دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ ضاد کے فتح سے اور کسرہ سے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ ضَيق دلی غم اور حزن کو کہتے ہیں ابو عمرو کا بھی یہی قول ہے اور ضِيق بالکسر گزارے کی تنگی اور مکان رہائش کی تنگی کو کہتے ہیں۔

❁❁❁❁

Marfat.com

سُوْرَةُ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّةٌ

رکوعات ۱۲ — ایات ۱۱۱

سُبْحٰنَ: محققین کے نزدیک یہاں مصدر ہے مفعول مطلق۔ یعنی بہت پاکیزگی اور نزاہت بیان کر اس ذات کی۔ یا معنی ہیں بہت پاک ومنزہ ہے وہ ذات۔

اَسْرٰی: اِسْرَاءٌ باب افعال کا فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں رات کو چلنا۔ ثلاثی مجرد سُریٌ اور ثلاثی مزید فیہ اِسْرَاءٌ کے ایک ہی معنی ہیں رات کو چلنا۔ بقول ابوعبیدہ اس کلمہ میں ہمزہ تعدیہ کے واسطے نہیں۔ البتہ ابن عطیہ اس کو متعدی قرار دیتا ہے اور مفعول محذوف مانتا ہے مَلٰئِکَتَہٗ یعنی جس نے چلائے اپنے فرشتے اپنے بندے کے ساتھ۔ علامہ نے یہ احتمال بھی نکالا ہے کہ اَسْـرٰی سری کی طرح لازم ہے۔ یہاں مضاف محذوف کر کے مضاف الیہ اس کے قائم مقام کر دیا ہے۔ اصل عبارت اس طرح اس نے مانی ہے اَسْرٰی مَلٰئِکَتَہٗ بعبدہٖ معنی ہیں جس نے چلائے اپنے فرشتے ساتھ اپنے بندے کے۔

الْمَسْجِدِالْحَرَامِ: حَرام۔ راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں وہ شے جس سے رکاوٹ ڈالی گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی تسخیری ممانعت سے، جیسے موسیٰ علیہ السلام پر دودھ پلانے والیاں حرام کی گئیں یا قہری اور جبری ممانعت سے ممنوع شے جیسے نزولِ قریہ چالیس سال بنی اسرائیل پر حرام کر دیا گیا، یا مشرک پر جنت حرام کر دی گئی۔ یا شرعی ممانعت سے ممنوع شے جیسے گیہوں سے گیہوں کم وبیش کر کے بدلنا۔ لہٰذا مسجد حرام ایسی مسجد ہے جس میں چند خاص امور حرمت اور عزت کے ہیں جو دوسری مساجد میں نہیں ہیں۔ جیسے مثلاً اس مسجد کا طواف کیا جاتا ہے۔ اس کے ایک کونے کو خاص وجہ سے بوسہ دیا جاتا ہے۔ اس کی ہر طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے۔ مکہ معظمہ کی خاص خاص چوطرفہ معین حد سے باہر ہو جانے والا، یا باہر سے آنے والا خواہ کسی دینی یا دنیاوی حیثیت کا ہر بغیر خاص لباس اور صورت کے اس کے قریب نہیں آ سکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اَقْصٰی: قَصْوٌ و قَصَآءٌ مصدر سے اسم تفضیل ہے۔ اس کے معنی ہیں دور ہونا۔ اقصٰی کے معنی ہیں بہت دور، مراد ہے بیت المقدس حرمین شریف سے، یا حرم شریف سے بہت دور ہے اس واسطے اَقْصٰی فرمایا۔

بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ: اس کے گرد ہم نے برکت دی ہے پھلوں کی کثرت سے، انبیاء علیہم السلام کی قرارگاہ ہونے اور ان کی طرف کثرت سے ملائکہ کے اُترنے کے سبب سے۔

مِنْ اٰیٰتِنَا: معراج کی رات جو کچھ آپ نے دیکھا وہ آیاتِ خداوندی میں سے تھا۔ اس آیت کریمہ میں معراج کا ذکر ہے۔ احادیث میں بالتفصیل مذکور ہے۔ امام نے اپنی تفسیر میں اسے عقلی نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

اَلَّاتَتَّخِذُوْا: ابوعلی فارسی نے اس کی تاویل کی ہے۔ لِـئَلَّا تَتَّـخِذُوْا یعنی موسیٰ کو کتاب دے کر ان کو ہدایت دینے والی بنایا۔ تاکہ نہ پکڑو تم میرے سوا کوئی وکیل۔ ایک تاویل کی اَلَّا میں اَنْ زائد میں اور اس کے پہلے قُلْنَا مقدر مان کر معنی کیے ہیں ہم نے کہا تم نہ پکڑو میرے سوا کوئی وکیل۔

Marfat.com

مِنْ دُوْنِیْ: دُوْنَ بمعنی نیچے۔فوق کی نقیض ہے اور بمعنی آگے پیچھے بمعنی غیر۔یہاں یہی معنی ہیں یعنی میرے غیر کو وکیل نہ پکڑو اور بمعنی شریف اور خسیس۔

وَکِیْلًا: وَ: کُلٌ وُکُوْلٌ مصدر سے صفت کا صیغہ ہے۔اس کا باب مثل وَعَدَ کی آتا ہے،اس کے معنی ہیں کوئی معاملہ کسی کے سپرد کرنا۔وکیل صفت مشبہ ہے کسی معاملہ کی تدبیر میں جس پر اعتماد کیا جائے،یا کسی عاجز شخص کے معاملات کی تدبیر جس کے سپرد کی جائے۔لکھا ہے جب اللہ تعالیٰ کی صفت میں آتا ہے تو مراد رازق اور کفایت کرنے والا لیتے ہیں۔اس وقت علیم کی طرح مبالغہ کا وزن متصور ہوگا۔

ذُرِّیَّۃَ: ذَرَءَ یَـذْرَءُ ذَرْءًا بمعنی پیدا کرنا سے ہے۔اس کے معنی ہیں انسان کی نسل جن وانس کی نسل بھی لکھا ہے۔اس کے ایک معنی ہیں اے نوح کے ساتھ کشتی پر چڑھائے ہوئے بندوں کی اولاد وَقَـضَیْـنَـآ اِلٰی ۔قَـضَـاءٌ مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے اس کے معنی ہیں فیصلہ کرنا،حکم کرنا یہاں معنی ہیں وحی کرنا۔الہام کرنا۔بتانا اور ہم نے بذریعہ وحی بتادیا بنی اسرائیل کو۔

لَتُفْسِـدُنَّ: اِفْسَادٌ مصدر باب افعال سے مضارع جمع مذکر مخاطب بنونِ تاکید ہے۔اس کے معنی فساد کرنا۔تم بالضرور ملک میں دو دفعہ فساد کرو گے۔

مَرَّتَیْنِ: تثنیہ مَرَّۃٌ کا یہ مَرٌّ و مُرُوْرٌ سے فَعْلَۃٌ کے وزن پر مصدر ہے۔ایک واحد کام کرنا۔مَرٌّ کی جمع ہے مِرَارٌ۔

وَلَتَعْلُنَّ: عُلُوٌّ سے مضارع جمع مذکر حاضر موکد بنونِ تاکید ہے۔اس کے معنی ہیں اونچا ہونا،اللہ کی اطاعت سے تکبر رکھنا۔ظلم اور تجاوز عن الحد سے لوگوں پر غالب رہنا۔تم بہت بڑا علو رکھو گے۔

اُولِیْ بَـاْسٍ: اولی جمع ہے ذوکی بمعنی صاحب۔مالک۔قوت اور حملہ۔بہت سخت قوت اور محاربت کی طاقت اور حملے والے۔جنگ میں بہت قوت رکھنے والے قوی بہادر۔

جَاسُوْا: جَوْس مصدر سے باب مثل قَالَ کی۔فعل ماضی جمع مذکر غائب ہے۔اس کے معنی ہیں آخری حد تک کسی شے کو تلاش کر کے حاصل کرنا۔لوٹنے اور غارت کرنے کو مکانات اور محل سراؤں میں بے دھڑک گھس جانا اور قتل کرنا۔

خِلٰلَ: درمیان۔

الدِّیَارِ: جمع ہے دار کی۔مکان۔گھر۔خِلَالَ الدِّیَارِ کے معنی ہیں گھروں کے درمیان،یعنی وہ غنیم ان یہود کے گھروں میں گھس گئے اور ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا۔

رَدَدْنَـا: رَدٌّ مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے۔اس کے ایک معنی ہیں لوٹانا۔پھر ہم نے لوٹا کر تم کو دیا یعنی تمہارا اچھا ہوا غلبہ۔ملک اور عزت و وقار پھر تم کو نئے سرے سے دیا۔

کَرَّۃَ: اس کے معنی ہیں لوٹنا۔مڑن۔مگر یہاں غلبہ اور وقار مراد ہے۔

نَفِیْرًا: نَفِیْر وہ لوگ جو جنگ کے واسطے ساتھ چلیں۔یا وہ لوگ جو اپنے آپ کو کسی امر کے لئے پیش کریں۔یہاں مراد

Marfat.com

جنگ میں شامل ہونے والے لوگ ہیں۔

لِیَسُوْءٗا: سَوْءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں برائی کرنا۔ یہاں مراد ہے بدنما کرنا، بدرنگ بنانا۔ یہ فعل بتاویل مفرد مجرور ہو کر متعلق فعل محذوف بَعَثْنَا کے ہے۔ یعنی پھر جب تم بگڑے تو دوبارہ تمہارے دشمنوں کو بھیجا تاکہ لوٹ مار کر کے تمہارے منہ بوجہ ذلت، ہزیمت اور رسوائی کے بدنما اور بدرنگ بنا دیں۔ علامہ لکھتا ہے کہ ظاہر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں دفعہ حملہ کرنے والے ایک ہی قوم کے تھے۔ مدت حملہ کا فرق اگرچہ کئی سو سال کا تھا بعض اتحاد کے قائل نہیں۔

حَصِیْرًا: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے معنی مروی ہیں۔ سجن۔ قید خانہ۔ صاحب قاموس نے بھی ایک معنی سجن لکھے ہیں۔ حسن بصری سے اس کے معنی مروی ہیں فرش اور نیچے کی چٹائی۔

وَ لِیُتَبِّرُوْا: تَتْبِیْرٌ باب تفعیل سے فعل مضارع غائب ہے۔ اس کا مصدر تَبَارٌ بھی ہے، اس کے معنی ہیں ہلاک کرنا۔ منہدم کرنا۔

مَاعَلَوْا: یہاں مَا اسم موصول ہے وہ کچھ جس پر وہ غالب آئے۔ اس کو بہت بری طرح ہلاک کر کے منہدم کیا۔

فَمَحَوْنَا: مَحْوٌ سے فعل ماضی متکلم ہے اس کے معنی ہیں مٹانا۔ کسی چیز کا اثر نہ رہنے دینا۔ سنی ہیں ہم نے اپنی قدرت کے نشان رات سے ضیاء کا نشان مٹا دیا اور اسے تاریک بنایا۔ صاحبِ کشاف کی تاویل کا یہی خلاصہ ہے۔ علامہ نے اسی کو اولیٰ کہا تھا۔

مُبْصِرَةً: اِبْصَار سے اسم فاعل مونث ہے اٰیۃٌ کے اعتبار سے ہر چیز کو دکھا دینے والی یہاں مراد ہے روشن۔ ضیاء والی۔

اَلْزَمْنٰهُ: اِلْزَام باب افعال سے فعل ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں لازم کرنا۔ ہر وقت ساتھ رہنے والا۔ معنی ہیں چمٹا دیا ہم نے انسان کی گردن میں اڑ کر اس کے پاس پہنچنے والا اعمال نامہ۔

طٰٓئِرَهٗ: طَیْر و طَیَرَان سے اسم فاعل ہے اُڑنے والا۔ مراد ہے اعمال نامہ۔

فِیْ عُنُقِهٖ: اس کی گردن میں۔ مراد ہے اس کا لزوم اور چمٹاؤ بہت قوی ہوگا۔ زینت کی شے بھی گردن میں ہوتی ہے مثل ہار اور قلادوں کی اور سزا کی بھی مثل غُل کی اور طوق کی۔

یَلْقٰهُ: لِقَاءٌ مصدر سے مضارع واحد غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں ملاقات کرنا۔ دیدار کرنا۔ اس کا باب مثل عَلِمَ کی ہوتا ہے۔ یہاں ضمیر ھُو کا مرجع انسان ہے یا طٰٓئِرُ۔ پہلی صورت میں ہٗ کا مرجع طائر دوسری میں انسان ہوگا۔ پہلی صورت میں معنی ہیں ملے گا انسان اپنے اعمال نامے کو کھلا ہوا ہونے کی حالت میں دوسری صورت میں معنی ہوں گے انسان کو اس کا کھلا ہوا عمل نامہ ملے گا۔

اِهْتَدٰی: باب افتعال اِهْتِدَاء سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں ہدایت قبول کرنا جو ہدایت قبول کرتا ہے وہ

Marfat.com

اپنی ذات کے واسطے کرتا ہے۔

مُتْرَفِيْهَا: اِتْرَاف باب افعال سے اسم مفعول جمع مذکر ہے۔اس کے معنی ہیں کثرت نعمت سے بگڑ جانا۔پھر مُتْرَف کے معنی ہیں جابر اپنی مرضی کرنے والا۔رو کے نہ رکنے والا۔بوجہ کثرتِ نعمت کے سخت بگڑا ہوا۔

دَمَّرْنَا: تَدْمِيْر باب تفعیل سے فعل ماضی متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں ہلاک کرنا۔ہم نے ان کو بُری طرح ہلاک کیا۔

اَلْعَاجِلَةَ: دنیا۔مراد ہے دنیاوی زندگی کا عیش و آرام،عروج و ترقی،اقبال۔یعنی جو اسی زندگی میں اپنی اعمالی سعی سے اقبال چاہتا ہے۔

مَذْمُوْمًا: اسم مفعول ہے ذَمّ مَذَمَّت سے مذمت کیا ہوا،جھڑکا ہوا،ملامت کیا ہوا۔

مَدْحُوْرًا: دَحْر و دُحُوْر مصدر سے اسم مفعول ہے اس کے معنی ہیں دھتکار دینا-نکال دینا۔دور کرنا۔یہاں مراد ہے اللہ کی رحمت اور فضل سے دور کیا ہوا۔دھتکارا ہوا۔

سَعْيَهَا: سَعْیٌ مصدر ہے۔راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں تیز چلنا۔دوڑنے سے ذرا کم۔پھر کسی امر میں اپنی پوری کوشش کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے وہ امر خیر ہو یا شر۔البتہ فعل محمود میں زیادہ آتا ہے۔انسان کی سعی مشکور ہونے میں تین شرطیں ہیں اوّل ایمان کامل۔دوم نیت صادق۔سوم وہ فعل طریق مسنون پر ہو۔لکھتے ہیں دنیا کی طرف سعی جسم اور بدن میں ہوتی ہے۔آخرت کی طرف سعی قلب اور فواد کے ساتھ ہوتی ہے۔اللہ کی طرف سعی ہمت کے ساتھ ہوتی ہے۔ابو حفص نے کہا ہے کہ سعی مشکور وہ سعی ہے جس میں ریاکاری،شہرت،اپنا فخر اور حصول عوض کی آمیزش اور ملاوٹ نہ ہو،بلکہ خالص اللہ کی ذات کے واسطے ہو۔

نُمِدُّ: اِمْدَاد باب افعال سے مضارع متکلم ہے۔اس کے ایک معنی بڑھانا زیادہ کرنا،ہم ہر ایک کو بڑھاتے اور زیادہ کرتے ہیں۔

عَطَآءِ: اسم مصدر ہے بمعنی مفعول عطا کیا ہوا۔اس میں دنیاوی اور اخروی عطا شامل ہے۔

مَحْظُوْرًا: حَظْر مصدر سے اسم مفعول ہے۔اس کے معنی ہیں منع کرنا،روکنا۔روکی ہوئی یعنی تیرے رب کی عطا کسی سے مطیع ہو،یا عاصی رکی ہوئی نہیں۔

تَقْعُدَ: قَعْدٌ و قُعُوْدٌ سے مضارع واحد حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں بیٹھنا حالتِ قیام سے،پھر مراد یہاں ہے بیٹھا رہنا کسمپرسی کی حالت میں بیٹھا رہ جائے گا۔

مَخْذُوْلًا: خَذْلٌ و خِذْلَانٌ سے اسم مفعول ہے۔اس کا باب مثل نَصَرَ کی آتا ہے،اس کے معنی ہیں مدد نہ کرنا۔نصرت ترک کر دینا۔یہاں مراد ہے اللہ کی مدد سے محروم کیا ہوا۔

قَضٰی: قَضَآءٌ سے فعل ماضی ہے۔اس کے ایک معنی ہیں حکم کرنا۔یہاں یہی مراد ہیں۔تیرے رب نے حکم دیا۔

Marfat.com

اِمَّا: مرکب ہے اِن حرفِ شرط اور مازائد سے۔ معنی ہیں اگر۔ عِندَکَ سے مراد ہے کہ وہ بوجہ بڑھاپے کے اے انسان تیری کفالت اور عیالت میں ہوں۔

اُفٍّ: اسم صوت ہے۔ جھڑک کے موقع پر بولتے ہیں۔ مراد ہے کہ قلیل کثیر تنگی کا اظہار نہ کرو۔

لَاتَنْهَرْهُمَا: نَهْرٌ مصدر سے فعل نہی حاضر ہے اس کے ایک معنی ہیں جھڑکنا۔ راغب نے لکھا ہے سختی اور غلظت سے جھڑکنا۔ ان کو مت جھڑک۔

جَنَاحَ: پرندے کے بازو۔ جو بچوں کے واسطے زمین پر لگا لیتا ہے۔ بالخصوص مرغی چوزوں کے لئے کرتی دیکھی جاتی ہے۔

الذُّلِّ: مصدر ہے۔ راغب نے اور بعض دیگر اہلِ لغت نے ذِلٌّ اور ذُلٌّ میں فرق کیا ہے، ذُلٌّ۔ ذال کے پیش سے عزت کے مقابل کا لفظ ہے۔ صفت کا مہینہ اس سے ذلیلٌ آتا ہے، اس کے معنی ہیں انسان کو جبر اور قہر سے ماتحت کرنا، اپنا مطیع بنانا۔ مراد ہے یہاں عاجزی اور ذلت کے بازو جھکائے رکھ والدین کے لئے۔ گویا انہوں نے تجھ کو قہر اور جبر سے مطیع بنا رکھا ہے ذِلٌّ ذال کی زیر سے بولا جاتا ہے۔ کسی منہ زور سرکش حیوان کے مطیع اور تابع کرنے کے واسطے۔ اس سے صفت کا صیغہ ذَلولٌ آتا ہے۔

ذَالْقُرْبٰى: قُرْبٰى۔ قُرْبَةٌ۔ قِرَابَه ان تینوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ قریب کی رشتہ داری اس کے معنی ہیں قریب کے رشتے والا۔

وَلَاتُبَذِّرْ: تَبْذِيْرٌ مصدر سے فعل نہی حاضر ہے۔ تَبْذِير بَذْرٌ سے بنایا گیا ہے۔ بذر کے معنی ہیں بیجن۔ تَبْذِير کے معنی ہیں زمین میں بیج بکھیرنا۔ پھر اس سے معنی لیتے ہیں مال بے موقع اور بے محل خرچ کرنا۔ اِسْرَاف میں خرچ کے مقدار کی طرف سے جہالت برتی جاتی ہے۔ تَبْذِير میں خرچ کے مواقع اور محل کی طرف سے جہالت رہتی ہے۔ اسراف میں مقدار کی حد سے تجاوز ہوتا ہے۔ تبذیر میں موقع اور محل کو چھوڑا جاتا ہے۔

اِخْوَانَ: جمع ہے اَخٌ کی جس کے معنی ہیں بھائی۔ مگر یہاں مراد ہیں مماثل۔ مثل یعنی وہ اپنی اس تبذیر میں شیاطین جیسے ہیں۔ ان کی مثل ہیں۔ یا اخوان سے مجازاً دوست اور تابع مراد ہیں، یعنی یہ لوگ شیاطین کے تابع اور دوست ہیں خوب نافرمانیاں کرتے ہیں۔ یا مراد ہے قرین ساتھ رہنے والے، دنیا میں اور دوزخ میں ہر وقت کے ساتھی۔

تُعْرِضَنَّ: اِعْرَاض باب افعال سے مضارع مخاطب موکد بنونِ ثقیلہ ہے اس کے معنی ہیں بے رخی کرنا۔ پہلو تہی کرنا۔ منہ پھیرنا۔ اگر تو منہ پھیرے ان سے اور بے رخی رکھے اپنے رب کی رحمت چاہنے کے لئے جس کی تو امید رکھتا ہے۔ مراد ہے کہ اگر گنجائش اور وسعت نہ ہونے کی حالت میں ذَالْقُرْبٰى، مساکین اور مسافروں کو یا عام سائلین کو کچھ نہ دے کر اعراض کی صورت ظاہر کی جائے تو اس وقت جوابی کلمات اور الفاظ بہت سہل کہو۔

مَيْسُوْرًا: يُسْرٌ سے اسم مفعول ہے اس کے معنی ہیں آسان ہونا، یا کرنا۔ آسان کیا ہوا۔ سہل نرم۔ مراد آئندہ کا وعدہ

Marfat.com

دینا۔دعا دینا۔بعض نے کہا ہے مَیْسُوْر مصدر ہے مگر علامہ کے نزدیک یہ قول خلاف ظاہر ہے۔

مَلُوْمًا: لَوْم سے اسم مفعول ہے ملامت کیا ہوا۔سب کچھ خرچ کر دینے کے سبب خود اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔اس کے اہل اور اس کے دوست اس خرچ کے سبب اس کو ملامت کرتے ہیں اس لحاظ سے وہ شخص ملوم ہوتا ہے۔

مَحْسُوْرًا: حَسْر سے اسم مفعول ہے۔اس کے معنی ہیں تھک کر سفر سے رہ جانا۔مَحْسُوْر سے مراد ہے سب مال خرچ کر کے اپنے کاروبار سے رُکا ہوا۔غمناک۔نادم۔کوئی شے نہ رکھتا ہوا۔منقطع۔

یَقْدِرُ: قَدْرٌ سے مضارع معروف ہے۔اس کے معنی ہیں تنگ کرنا۔مراد ہے کہ تیرا پروردگار فراخ کرتا ہے رزق جس کا چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے۔

اِمْلَاقٌ: باب افعال کا مصدر ہے۔اس کے معنی ہیں مال خرچ کر کے محتاج ہو جانا۔مراد ہے کہ اولاد کو اس خوف سے مت قتل کرو کہ ان کی پرورش میں خرچ کرنے سے محتاج ہو جاؤ گے۔

اَشُدَّهٗ: اَشُدّ کے معنی پوری قوت اور سمجھ۔یہ اٹھارہ سال سے تیس سال کی عمر تک پہنچنے کی مدت لکھتے ہیں۔حتّٰی کہ وہ اپنی پوری قوت اور سمجھ تک پہنچ جائے۔

عَھْد: وہ اقرار جو کسی بات کو، کسی امر کو نہایت پختگی اور مضبوطی سے کرنے اور نباہنے کے لئے دو شخص یا چند اشخاص باہم کریں اس کو عہد کہتے ہیں۔پھر دین اسلام کو قبول کرنا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عہد کرنے میں ہی شامل ہے۔

اَلْقِسْطَاسِ: بڑے ترازو کو کہتے ہیں۔پنجابی میں کنڈا کہتے ہیں۔بعض نے کہا رومی لفظ ہے بعض نے کہا سریانی۔مگر صحیح یہ ہے کہ عربی لفظ ہے قِسْط سے بمعنی عدل وانصاف۔پھر مراد ہے کہ ترازو صحیح سے تول کر دو اور لو۔ترازو چھوٹا ہو یا بڑا۔

تَاْوِیْلًا: باب تفعیل کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں کسی شے کا اپنی غایت کی طرف لوٹنا۔یہاں مراد ہے انجام۔یعنی بلحاظ انجام کے بہت خوب ہے۔

وَلَا تَقْفُ: قَفْوٌ سے فعل نہی حاضر ہے اس کے معنی ہیں کسی کے پیچھے لگنا۔محاورہ میں ہے پیچھے پڑنا۔پیچھے نہ پڑا ے مخاطب اس شے کے جس کا تجھے علم نہ ہو۔

مَسْئُوْلًا: یعنی ان اعضاء میں سے ایک ایک سے سوال ہوگا کہ کیا تم کو جس کے واسطے تم بنائے گئے تھے۔تمہارے صاحب نے استعمال کیا۔

مَرَحًا: مصدر ہے معنی ہیں فخر اور تکبر سے۔راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں شِدَّۃ الفرح۔شدید فرحت۔معنی ہیں زمین میں شدید فرحت میں آ کر فخر اور تکبر سے مت چلو۔

لَنْ تَخْرِقَ: خَرْقٌ سے مضارع مستقبل منفی بلن ہے اس کے معنی ہیں سوراخ کرنا۔پھاڑنا۔یعنی تو ایسے چال سے زمین میں کوئی سوراخ نہیں ڈالے گا۔اور نہ اس اکڑاؤ سے پہاڑ جیسا اونچا ہو سکے گا پھر کس توانائی پر یہ کبر وغرور؟

Marfat.com

اِنَاثًا: جمع ہے اُنثیٰ کی بمعنی مادہ۔ یہاں مراد ہے بیٹیاں۔

صَرَّفْنَا: تصریف باب تفعیل سے فعل ماضی متکلم ہے۔ایک معنی اس کے ہیں شے کی حالتیں کثرت سے بدلنا۔مراد ہے قرآن مجید میں اکثر امور کو واقعات حالات اور دعاوی کو مختلف عبارات میں اور تقریرات میں ادا کیا ہے۔

لِيَذَّكَّرُوْا: اصل میں يَتَذَكَّرُوْا ہے باب تفعّل سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں نصیحت پکڑنا۔تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں اور اطمینان حاصل کریں۔

نُفُوْرٌ: مصدر ہے باب مثل نَصَرَ و ضَرَبَ کی آتا ہے۔اس کے معنی ہیں دور ہونا جسے نفرت کرنا کہتے ہیں۔

حِجَابًا: مصدر ہے ہر وہ شے جس سے دوسری شے چھپائی جائے۔ پردہ۔وہ شے جو دو چیزوں کے درمیان آڑے آجائے۔

مَسْتُوْرًا: ستر مصدر سے اسم مفعول ہے لیکن معنی فاعل کے دیتا ہے۔سَاتِر چھپانے والا، اسی طرح مشکور شاکر کے معنی دیتا ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ فاعل مفعول کے معنی ہیں اور مفعول فاعل کے معنی میں آجاتا ہے۔یا مَسْتُوْر اسم مفعول ہی ہے چھپا ہوا انسانی حواس سے، یا کسی دوسرے حجاب سے چھپا ہوا۔

اَكِنَّةً: جمع كِنَانٌ کے وہ شے جس میں کوئی چیز چھپا کر رکھی جاتی ہے۔ یہاں مراد ہیں پردے۔

وَقْرًا: کانوں میں ایسا بوجھ جو سماعت بند کر دے اور بہرہ بنادے۔

نُفُوْرًا: مصدر ہے بوجہ حال ہونے کے منصوب ہے یا جمع ہے نَافِرٌ کی مثل شَاهِد اور قاعد کی شھود اور قعود کی۔انہوں نے اپنی پیٹھیں نفرت کرتے ہوئے پھیر لیں۔

نَجْوٰى: امام راغب نے اسے مصدر ٹھہرایا ہے۔اس کے معنی ہیں راز کہنا۔فرّ نے کہا ہے کہ نجوٰی اور نجیًّا کبھی اسم ہوتے ہیں کبھی مصدر۔اسم کی صورت میں اس کے معنی ہوں گے راز تو اِذْهُمْ نَجْوٰى کے معنی کئے ہیں راز والے، سرگوشی والے ذَوُو نجوٰی اور مصدر کی صورت میں یعنی اسم فاعل ہوگا یعنی اِذْهُمْ مُتَنَاجُوْنَ جب وہ سرگوشی کرنے والے ہوتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں۔

رُفَاتًا: ہر شے جو پرانی ہو کر چورا ہو جائے وہ چورا رُفَات ہوتا ہے۔مجاہد کی روایت ہے اس کے معنی ہیں مٹی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی غبار کئے ہیں صبر د نے کہا ہے کہ کوئی شے کوٹ کر باریک ذرہ ذرہ کی جائے تو ان ذروں کو رُفَاة کہتے ہیں۔

حِجَارَةً: جمع حجرٌ کی ہے بمعنی پتھر حَدِيْد مفرد ہے اس کی جمع حدائد و حدیدات بمعنی لوہا ہے۔

فَسَيُنْغِضُوْنَ: انغاض باب افعال سے مضارع جمع غائب ہے اس کے معنی ہیں کوئی خبر سن کر اس کے انکار میں سر ہلا دینا۔اس کے معنی ہیں تجھ سے خبر سن کر انکار کا سر ہلا دیں گے۔

فَتَسْتَجِيْبُوْنَ: باب استفعال سے مضارع جمع مذکر حاضر ہے۔اس کے معنی ہیں بلانے والے کی بات کے موافق ہو

Marfat.com

جانا۔ ہمارے ہاں اس کو مان لینا کہتے ہیں۔ یعنی بروز حشر تم اپنے بلانے والے کی آواز کی طرف بحمد اللہ دوڑتے چلے آؤ گے۔

یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ: ارشادِ خداوندی ہے آپ سے کہ میرے بندوں کو کہہ دیجئے کہ مخالف شخص کے سامنے دین کی کسی دعوے کی دلیل وغیرہ اچھے اور احسن طریقے سے پیش کریں۔ درمیان میں درشت کلامی یا سب وشتم نہ واقع ہونے پائے۔

یَنْزَغُ: نَزْغٌ سے مضارع واحد غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں فساد ڈالنا۔ معاصی پر بھڑکانا۔

تَحْوِیْلًا: مصدر ہے باب تفعیل کا، اس کے معنی ہیں ایک حالت سے دوسری حالت میں کرنا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ میں کرنا۔ یعنی اے غیر اللہ کی عبادت کرنے والو وہ غیر نہ تم سے ضرر ہٹا سکتے ہیں، نہ تمہاری حالت بدل سکتے ہیں۔

وَکِیْلًا: حفاظت کرنے والا۔ تو اپنی تبلیغ میں مشغول رہ۔ تیرے اوپر ان کے کفر کی جواب دہی نہیں۔ (یہاں اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ ہے اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں خطاب کے سادہ لفظ رکھے گئے ہیں۔ ہر مقام پر یہی وجہ سمجھی جائے)

زَبُوْرًا: صفت مشبہ بمعنی مفعول ہے، یا مصدر ہے مثل قبول کی بمعنی مفعول۔ بعض نے جمع زِبر کی کہا ہے بمعنی هَزْبُوْر۔ پھر زبُور ایک مخصوص کتاب کا نام ہوگیا ہے۔ اس میں کوئی حکم خداوندی نہیں۔ اس میں اللہ کی ثنا، دعا اور تسبیح وتقدیس کا بیان ہے۔

تَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ: یَبْتَغُوْنَ بغی سے باب افتعال بمعنی چاہنا۔ طلب کرنا۔ وَسِیْلَةَ۔ رغبت اور خواہش سے کسی شے تک پہنچنا اور ملنا۔ یہ لفظ وَصِیْلَه سے خاص ہے بایں معنی کہ وسیلہ بالسین میں رغبت اور خواہش پائی جاتی ہے کہ دوسرے سے بارغبت اور شوق ومحبت ملنا بخلاف وَصِیْلَه بالصاد سے کہ اس میں صرف ملنا ملحوظ ہوتا ہے۔ اب حکم باری تعالیٰ ہے وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اس (خدائے پاک) کی طرف قرب حاصل کرو، اور اس کے قرب حاصل کرنے کی حقیقت اور اصلیت اس طرح ہے کہ اس کے صراط مستقیم کی یعنی اس کے دین متین کی علم اور عمل میں (ماننے اور کرنے میں) پوری پوری رعایت رکھی جائے اور شریعت کے تمام مکارم اعمال واخلاق کی تلاش (تعمیل کے لئے) پیشِ نظر رہے۔ یہی ہے قربتہ الی اللہ اور واسل بالسین الی اللہ کے معنی ہیں اللہ کی طرف رغبت اور شوق رکھنے والا۔ امام راغب کے کلام کا مطلب ختم ہوا۔

امام نے اس کے دو معنی لکھے ہیں۔ اوّل۔ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یہاں مراد ہیں عابدین عبادت کرنے والے انسان اور یَبْتَغُوْنَ کی ضمیر سے مراد ان کے معبود ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ معبود خود اللہ کا وسیلہ اور قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان عابدوں کی کب پرواہ کریں گے۔ یہ معنی قراء نے کئے ہیں۔ دوسرے معنی دونوں فعلوں سے مراد وہی عابد ومعبود ہیں مگر معبودین سے مراد بعض انبیاء ہیں جن کی بعض قومیں پرستش کرتی ہیں، یا کرتی تھیں جیسے حضرت عزیر وحضرت عیسیٰ علیہ السلام یا بعض ملائکہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ خود اللہ تعالیٰ کا وسیلہ اور قرب چاہتے ہیں۔ پھر تمہارا قرب ان کے ہاں چاہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

Marfat.com

مَحْذُوْرًا: حَذَر سے اسم مفعول ہے۔اس کے معنی ہیں بچاؤ کرنا۔تیرے رب کا عذاب بچاؤ کیے جانے کے قابل ہے۔

مُبْصِرَةً: فرّاء نے اس کے معنی کیے ہیں روشن۔جس سے دوسری ہر شے دیکھی جا سکے۔

اَلرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ: اور ہم نے وہ خواب جو تجھ کو دکھائی لوگوں کے لئے فتنہ (امتحان) بنائی اس خواب سے آپؐ کی بعض خوابیں امام نے ذکر کی ہیں۔مگر اکثر مفسرین نے معراج کا واقعہ مراد لیا ہے اور امام نے اسی کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ پھر اسی موقع پر خواب میں معراج کے قول کو ضعیف اور باطل قرار دیا ہے۔

اَلشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ: کفار نے جہنم میں درخت کا نام سُن کر تعجب اور تمسخر کیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس درخت کا ذکر امتحان ہے ماننے نہ ماننے کے لئے۔اہلِ عرب ہر ضرر دِہ مکروہ طعام کو مَلْعُوْن کہہ دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو ملعون فرمایا ہے۔ضرر دِہ ہے اور رحمتِ ایزدی سے بعید تر ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا: اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو۔آدمؑ کو سجدہ کرانے کا ذکر سات سورتوں میں فرمایا ہے۔۱۔بقرہ ۲۔اعراف ۳۔حجر ۴۔بنی اسرائیل کہف۔طٰهٰ۔ص. ملائکہ عام مراد ہیں یا صرف ارضی۔امام لکھتا ہے الفاظ قرآن مجید سے عام معلوم ہوتے ہیں مگر اعراف کے اخیر اس جملہ سے جو ملائکہ سمٰوٰت کے متعلق ہے کہ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ کہ وہ اسی کو سجدہ کرتے ہیں صرف ارضی ملائکہ مراد ہیں۔

اَرَءَيْتَكَ: ک خطاب کا ہے۔تَ کی تاکید کرتا ہے یہ تاکید لغوی ہے۔فـرّاء کا قول ہے کہ یہ ک ضمیر کا ہے معنی ہیں اَرَءَيْتَ نَفْسَكَ۔معنی ہیں کیا تو نے تامل کر لیا ہے؟ سیبویہ اور زجاج نے اس کے معنی کیے ہیں اَخْبِرْنِيْ مجھے بتا۔حوفی ان کے تابع ہوا ہے زمخشری کا بھی یہی قول ہے۔

لَاَحْتَنِكَنَّ: حَنَک سے باب افتعال ہے واحد متکلم بانونِ ثقیلہ اس کے معنی ہیں کسی شے کو پوری کی پوری بالکلیہ لے لینا۔کہتے ہیں فلاں اِحْتَنَكَ مَاعِنْدَ فلان من مَالِ فلاں نے فلاں کے پاس جو کچھ مال تھا سب کا سب لے لیا۔تو معنی یہ ہوئے کہ اس کی اولاد بہشت سے پوری کی پوری پکڑ لوں گا۔یعنی جس کو پکڑوں گا ایسا بالکلیہ پکڑوں گا کہ بوجہ کفر و شرک کے جنت میں جانے کے قابل ہی نہ رہے گا۔اسی بنا پر بعض مفسرین نے اس کے معنی لَاَسْتَاْصِلَنَّ کیے ہیں کہ میں اس کی بیخ کنی کروں گا۔یعنی جس پر قابو پڑا بہشت میں جانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔

اس کے دوسرے معنی یوں ہیں حَنَک سے جس کے معنی ہیں جبڑا۔اِحْتِـنَـاک کہتے ہیں گھوڑے ٹٹو کے نچلے جبڑے میں رسی کا ایک سرا باندھ کر دوسرے سرے کو بطور باگ کے پکڑ کر سوار ہو جانا اور مرضی سے ہر طرف موڑ لینا گھوڑے کے حق میں لگام کی نسبت یہ صورت ذلت کی ہے۔ابلیس لعین نے ذریۃ آدم کے حق میں یہ ذلت کی صورتی مثال کہی ہے۔ یعنی نہایت ذلیل طور پر ہر برائی کی طرف آسانی سے موڑتا پھروں گا۔

مَـوْفُوْرًا: وَفَـر سے اسم مفعول ہے۔یہ لازم اور متعدی دونوں طرح سے آتا ہے۔متعدی لیں تو توقیر کے اسم مفعول

Marfat.com

مُوَفَّر کے معنی میں پوری وافر کی ہوئی جزا اور اگر لازم لیں تو مفعول بمعنی اسم فاعل وافر پوری جزا۔

وَاسْتَفْزِزْ: اِسْتِفْزَاز باب استفعال کا فعل امر حاضر ہے۔اس کے معنی کرتے ہیں اِسْتِخفاف اور اِسْتِخفاف کے معنی ہیں حق اور صواب طریق سے ہٹا دینا، جاہل اور خفیف بنانا- یہاں معنی ہیں کہ جس پر تجھ کو طاقت ہوا سے جاہل خفیف بنا کر طریق حق سے ہٹا۔

بِصَوْتِکَ: صَوْت کے معنی ہیں آواز۔شیطانی آواز۔تمام مزامیر اور ناجائز قسم کی آوازیں ہیں جن کے ذریعے انسان کو طریق حق سے ہٹا کر معاصی میں لگاتا ہے۔ابن منذر اور ابن جریر نے مجاہد سے آواز سے یہی آوازیں مراد لی ہیں۔

اَجْلِبْ: اِجْلَابٌ باب افعال سے فعل امر حاضر ہے۔اس کے ایک معنی ہیں چیخ کر زور سے بولنا چنانچہ فراء نے اور ابوعبیدہ نے اس کے معنی کئے ہیں کہ چیخ پکار کر انسان کو اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے معاصی میں لگا لے۔

بِخَیْلِ: اس کے معنی ہیں گھوڑے،اس کا واحد کوئی نہیں۔پھر مجازاً سوار مراد لیئے جاتے ہیں۔

رَجِلِکَ: رَجِلٌ۔فَعِلٌ کے وزن پر صفت مشبہ ہے بمعنی فاعل رَاجِل پیادہ پا۔لکھا ہے کہ کچھ جن اور کچھ انسان شیطان کے سوار پیادوں کی طرح ہیں یہاں وہی مراد ہیں۔

غُرُوْرًا: مصدر ہے۔اس کا باب مثل مَدَّ یَمُدُّ کی آتا ہے۔اس کے معنی ہیں دھوکا دینا باطل اور ان ہونی شے کا طمع دینا۔ علامہ نے لکھا ہے کہ غلط اور خطا کو ایسا زینت دار بنانا کہ اس کے درست اور صحیح ہونے کا وہم گزرنے لگے۔شیطان کے وعدے، وسوسے اور خطرات سب باطل ہیں۔

سُلْطَانٌ: مصدر ہے بمعنی تسلط۔قوت۔غلبہ۔اس کے اور معنی بھی ہیں۔یہاں یہی مراد ہے۔

یُزْجِیْ: اِزْجَاءٌ باب افعال سے مضارع واحد غائب ہے۔اس کے معنی ہیں آہستہ آہستہ چلانا۔پھر مراد لیتے ہیں چلانا۔

یَخْسِفَ: خَسْفٌ مصدر سے مضارع واحد غائب ہے۔اس کے اک معنی ہیں زمین میں دھنسنا جس طرح غَرْق پانی میں ڈوبنے کو کہتے ہیں۔

حَاصِبًا: حَصِیْب سے اسم فاعل ہے۔فراء نے اس کے معنی کئے ہیں ایسی تیز ہوا جو کنکر اڑا کر لے جائے۔زجاج نے معنی کئے ہیں کنکر دار مٹی۔زمخشری نے فراء کے معنی اختیار کئے ہیں۔

تَارَۃً: قاموس میں اس کے معنی حِیْنٌ اور حَرَّۃٌ لکھے ہیں۔یہاں حَرَّۃٌ مراد ہیں۔بار۔دفعہ۔دوسری بار۔

قَاصِفًا: قَصْفٌ سے اسم فاعل ہے۔اس کے معنی ہیں توڑنا،ایسی تیز ہوا جو درختوں کو توڑ دے،یا بہت سخت آواز رکھنے والی ہوا جو کشتیاں اور جہاز وغیرہ ڈبو دے۔بعض کا قول ہے کہ میدان اور صحرا وغیرہ میں ہلاک کرنے والی ہوا کو حَاصِب اور سمندر، دریا میں ہلاک کرنے والی ہوا کو قاصف کہتے ہیں۔قاصف کو عاصف بھی کہتے ہیں۔

بِهٖ تَبِیْعًا: بِہٖ کی ضمیر کا مرجع یُرْسِلَ کا مصدر اِرْسَال ہے یا یُغْرِق کا مصدر اغراق یا دونوں باعتبار ہر واحد کے۔تَبِیْعًا اس

Marfat.com

کے معنی ہیں مددگار۔ علامہ نے معنی کئے ہیں ہمارے اس عذاب کا ہم سے بدلے کا مطالبہ کرنے والا۔ یعنی تمہاری مدد کو کوئی نہ آئے گا۔

یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ: معنی ہیں کہ یاد کر اس دن کو کہ بلائیں گے ہم ہر انسان کو اس کے امام کے نام سے۔ امام رازیؒ نے یہاں چند وجہیں لکھی ہیں۔ اول مراد ہر امت کا نبی ہے۔ انبیاء کے بعد ہر غازی اور گمراہ کے متبعین ان کے گمراہ پیشوا کا نام لے کر بلائے جائیں گے۔ دوم۔ وہ کتاب جو اُن کی طرف بھیجی گئی ہو۔ یہ قول ضحاک کا ہے۔ سوم۔ ہر ایک کے عمل نامے کی کتاب مراد ہے۔ حسن بصری۔ ربیع اور ابوالعالیہ کا یہ قول ہے۔ چہارم۔ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک امام جمع ہے ام کی بمعنی ماں۔ ہر ایک کو ماں کے نام سے بلایا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خاطر اور جناب سیدہ فاطمہؓ کی فضیلت ظاہر کرنے کو، حضرات امامینؓ کو والدہ کے نام سے پکارا جائے گا۔ اور تاکہ ناجائز اولاد فضیح نہ ہو۔ پھر علامہ زمخشری لکھتا ہے کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ ان دونوں وجہوں میں سے کونسی صحیح ہے نہ لفظ صحیح ہے نہ حکمت مجوزہ صحیح ہے۔ ام کی جمع امام دیکھی نہ سنی حکمتِ فضیلت عیسیٰؑ کی اور جناب سیدہ زہراؓ کی من گھڑت ہے۔ اسی واسطے علامہ مذکور نے اس وجہ کو من بدع التفسیر لکھا ہے یعنی نرالی اور تعجب انگیز وجوہ میں سے یہ ہے اس کے علاوہ روح المعانی میں اور بھی تفصیل ہے۔

فَتِیْلًا: صفت مشبہ ہے بمعنی مفعول۔ مفتول وہ ریشہ سا جو کھجور کی گٹھلی کی لمبی نالی میں ہوتا ہے، مراد ہے قلیل شے۔

کِدْتَّ: کَیْدٌ مصدر ہے فعل مقاربہ کا کِدْتَّ فعل ماضی حاضر ہے۔ معنی ہیں قریب تھا تو۔

تَرْکَنُ: رُکُوْن مصدر سے مضارع مخاطب ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی جانب قدرے جھک جانا۔ یعنی تو تھوڑا سا جھک جانے کے قریب تھا۔

ضِعْفَ: کسی شے کے برابر مقدار سے زیادہ دگنا۔ سہ گنا، چوگنا وغیرہ سب ضِعْف میں شامل ہیں۔ علامہ نے اس کو موصوف کی صفت مانا ہے یعنی عذاب ضِعْفَ الْمَمَات اور اضافتِ ظرفی مانی ہے فی مقدر مان کر فی الحیوٰۃ۔ فِی الْمَمَات۔ عَذَاباً ضِعْفًا فِی الحیوٰۃ (الایۃ) بعض محقق نے ضِعْفَ عَذَابِ الْحَیوٰۃ مان کر معنی کئے ہیں اسی طرح دوسرے جملے میں معنی ہیں اس زندگی کا دگنا عذاب اور موت کے بعد کا دگنا عذاب۔

لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ: پچھلی آیات میں قریب ہی اِسْتِفْزَاز کے معنی لکھے ہیں۔ یہ اسی باب سے مضارع جمع غائب ہے۔ یہاں معنی ہیں قلق اور بے قراری میں رکھیں تجھ کو اس زمین مکہ میں تاکہ تجھے اس سے نکال دیں۔

خِلَافَکَ: یہاں باب مفاعلہ کا مصدر نہیں بلکہ خَلْفَ کے معنی میں ہے۔ یعنی تیرے ہجرت کر جانے کے بعد یہ لوگ بھی زیادہ دیر تک نہ رہیں گے۔

سُنَّةَ: اس کے کئی معنی ہیں جن میں سے ایک ہیں طریقہ۔ یہاں یہی مراد ہیں۔ یہ بوجہ مفعول مطلق کے منصوب ہے یعنی

Marfat.com

ہم نے تجھ سے پہلے اپنے بھیجے ہوئے پیغمبروں کے واسطے یہ طریق بنایا ہے کہ کسی شہر سے ان کے ہجرت کر جانے کے بعد اہلِ شہر آباد نہیں رہا کرتے۔

تَحْوِيْلًا: تغیر تبدل۔ یعنی جاری رہتا ہے اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔

لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ: بوقت دلوک شمس کے، یا بہ سبب دلوک شمس کے نماز قائم رکھ۔ دلوک کے معنی میں دو قول ہیں۔ بعض صحابہؓ کا قول ہے کہ دلوک کے معنی ہیں غروب ہونا۔ حضرت علیؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سعید بن جبیرؓ کا یہی قول ہے فراء اور ابن قتیبہ نے اسی قول کو لیا ہے۔ دوم۔ دلوک کے معنی ہیں سر سے ڈھلنا یعنی سورج ڈھلنے کے وقت نمازیں قائم رکھ۔ امام نے اس قول کو چند دلائل سے پختہ کیا ہے، اور اسی سے چاروں نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشا ثابت کر کے فجر کو جو علیحدہ مذکر ہے ملا کر پانچ ثابت کی ہیں۔

غَسَقِ الَّيْلِ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں رات کا زیادہ اندھیرا شروع ہو جانا۔ سخت تاریکی ہونے تک اس میں نماز مغرب اور عشا شامل ہیں۔

قُرْاٰنَ الْفَجْرِ: فجر کے وقت قرآن پڑھنا۔ مراد فجر کی نماز ہے۔

مَشْهُوْدًا: حاضر کیا ہوا۔ فجر کے وقت رات دن کے بدلنے والے فرشتے جمع ہوتے ہیں نماز میں قرآن کی قرأت دونوں سنتے ہیں مشہود سے یہی مراد ہے۔

فَتَهَجَّدْ بِهٖ: تَهَجَّدْ باب تفعل سے فعل امر ہے۔ تہجد کے معنی ہیں نماز کے واسطے رات کو اٹھنا، جاگنا۔ یعنی سونے کے بعد صبح صادق سے پہلے پہلے کچھ نماز پڑھنا نمازِ تہجد ہوتی ہے۔ کوئی سو کر نماز عشاء پڑھے، یا تمام رات جاگ کر پچھلی رات نماز پڑھے تو یہ تہجد نہیں ہوگی۔ بِہٖ اس کی ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے۔

نَافِلَةً لَّكَ: امر واجب پر کچھ زیادتی ہو تو اسے نافلہ کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے پانچ فرضی نمازوں سے زائد فریضہ آپ ﷺ پر سوائے امت کے۔

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ: مُخْرَجَ مصدر میمی ہے اس کے معنی ہیں اِخْرَاج نکالنا۔ اسی طرح ہے مُدْخَلَ مصدر داخل کرنا۔ امام نے ان ہر دو جملات مبارکہ کے ذیل میں یہ چند معنی لکھے ہیں۔ اول۔ کفار مکہ نے آپ ﷺ کے مکہ سے نکالنے کے سعی میں ابتدا کی تو آپ ﷺ کو باری تعالیٰ سے اس دعا کا ارشاد ہوا کہ میرے رب! مقام داخلہ میں میرے داخلے کی صدق وصفائی کی صورت فرما اور مقام خروج سے میری صدق وصفائی سے نکلنے کی صورت فرما۔ مُدْخَلَ صِدْقٍ سے مراد مدینہ منورہ ہے اور مخرج صِدْقٍ سے مکہ معظمہ۔ دوم اے میرے رب! مجھے نماز میں داخل فرما اور صدق اخلاق۔ اور اپنے ذکر کے حضور میں، اور اپنے شکر کے لوازمات کے قیام میں رکھ کر مجھے اس سے باہر نکال، سوم۔ اے میرے رب مجھے اپنے دین کی ضروریات کی ادائیگی کے قیام میں داخل فرما، اور بعد فراغت ان

Marfat.com

سے صدق وصفائی سے نکال اس طرح کہ کوئی نقص وغیرہ مجھ پر نہ آئے۔ چہارم۔اے میرے رب! تو مجھے اپنی توحید۔ تنزیہہ اور پاکیزگی کے دلائل کے سمندروں میں صدق سے داخل فرما اور دلائل میں مشغولیت کے بعد اپنی مدلول معرفت کی روشنی میں صدق سے نکال۔ پنج۔ جس امر یا جس شے میں اے میرے رب! تو مجھے داخل فرمائے تو اپنی سچی عبودیت، اور اپنی سچی معرفت میں مستغرق رکھ کر داخل فرما اور جس امر یا شے سے تو مجھے نکالے تو سچی عبودیت، معرفت اور محبت سے مجھے نکال۔ مقصود یہ کہ ہر دخول اور خروج میں مجھے سچی عبودیت حاصل رہے۔

زَھَقَ: زُھُوْق مصدر سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں باطل ہونا،نیست و نابود ہونا۔تمام باطل تو ہمات نیست و نابود ہو گئے۔

خَسَارًا: مصدر ہے اس کا باب مثل عَلِمَ کی آتا ہے اس کے معنی ہیں نقصان اٹھانا۔

نَاٰی: نَایٌ مصدر سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں دور ہونا۔ یہاں مراد ہے اپنے پہلو کو دور کیا، یا اپنے آپ کو دور کیا، یعنی تکبر کیا۔

یَئُوْسٌ: بہت سخت ناامید رحمتِ خداوندی سے۔

شَاکِلَتِہٖ: مونث ہے شَاکِلٌ کی۔اس کے کئی معنی ہیں ایک ہے طریقہ۔مذہب۔کہہ دے کہ ہر ایک مومن۔کافر۔ معرض۔مقبل اور راجی۔قانط عمل کرتا رہ اپنے اپنے طریقے پر۔

ظَھِیْرًا: صفت مشبہ ہے ظَھْرٌ و ظُھُوْر سے اس کے ایک معنی ہیں مدد کرنا۔مددگار، معین۔

تَفْجُرَ: فَجْرٌ مصدر سے مضارع مذکر حاضر ہے اس کا باب مثل نَصَرَ کی آتا ہے۔اس کے معنی ہیں کھول دینا، چشمہ وغیرہ۔جاری کرنا تو ہمارے واسطے چشمہ جاری کردے۔

یَنْبُوْعًا: وہ چشمہ جس سے پانی پھوٹتا ہے۔

خِلٰلَھَا: اس کے کئی معنی ہیں ایک ہیں درمیان۔یہاں یہی مراد ہیں یعنی اس باغ کے درمیان۔

کِسَفًا: جمع ہے کِسْفَۃٌ کی بمعنی ٹکڑا۔آسمان سے ٹکڑے عذاب کے واسطے۔

قَبِیْلًا: بمعنی مقابل۔سامنے روبرو۔آنکھوں کے سامنے۔مجاہد نے اس کے معنی جماعت کے کئے ہیں۔تب یہ ملائکہ سے حال ہوگا۔یا تو لے آئے اللہ کو اور فرشتوں کو جماعت اور گروہ کی حالت میں۔

زُخْرُفٍ: شے کی خوبصورت اور زینت کو کہتے ہیں۔پھر چونکہ سب سے زیادہ زینت سونے سے ہوتی ہے اس واسطے اس کے معنی سونا کئے جاتے ہیں۔یہاں یہی مراد ہیں۔یعنی تیرا سونے کا گھر ہو۔

تَرْقٰی: رُقِیٌّ رُقِیًّا مصدر سے مضارع واحد حاضر ہے۔اس کا باب مثل رضی کی آتا ہے۔اس کے معنی ہیں بلند مکان پر چڑھنا یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔

Marfat.com

لِرُقِيِّكَ: رُقِیٌّ مصدر ہے مذکورہ فعل کا۔ یعنی تیرے چڑھنے کو نہیں مانیں گے۔ حتیٰ کہ تو ایک کتاب ہمارے پاس لائے جسے ہم پڑھ لیں۔

مُطْمَئِنِّيْنَ: اِطْمِئْنَان باب افعیلال سے اسم فاعل جمع مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں آرام کرنا، یہاں معنی ہیں سکونت پذیر ہونا۔ مقیم ہونا۔ یعنی ملائکہ اگرچہ بکثرت زمین پر ہر وقت اُترتے چڑھتے رہتے ہیں، اور بعض کو خاصے وقت تک بھی یہاں ٹھہرنا پڑتا ہے مگر یہاں وہ سکونت پذیر اور مقیم نہیں ورنہ ہم ان کی طرف ملک رسول بھیجتے۔ تم کو ملک رسول مفید نہیں۔

خَبَتْ: خُبُوٌّ مصدر سے فعل ماضی مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں آگ کے شعلوں کا ساکن ہو جانا تھم جانا۔ مراد ہے جس وقت بھی جہنم کی آگ کے شعلے نرم ہوئے۔

سَعِيْرًا: آگ کا شعلہ۔ اس کی جمع ہے سُعُرٌ۔

رُفَاتًا: ریزہ ریزہ۔ ذرہ ذرہ۔ اصل معنی اس کے ہیں پرانی گھاس کا تنکا تنکا۔

الْاِنْفَاق: مصدر ہے باب انفعال کا، اس کے معنی ہیں خرچ کرنا۔ کم کرنا۔ یہاں مراد ہے انجام خرچ محتاج ہو جانا۔ یعنی تم محتاجگی کے ڈر سے رُک جاتے کسی کو کچھ نہ دیتے۔

قَتُوْرًا: صدر مشبہ ہے قَتْرٌ و قُتُوْرٌ مصدروں سے۔ اس کا باب مثل ضَرَبَ اور نَصَرَ کی آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں خرچ میں بخیلی اور تنگی کرنا۔ یعنی بخیل اور خرچ میں تنگی کرنے والا۔

بَصَآئِرَ: جمع بَصِيْرَةٍ کی بمعنی مُبْصِرَةٌ۔ روشن اور واضح کرنے والی۔ یا بمعنی عِبْرَة۔ یعنی وہ معجزات موسوی بصیرت افروز تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعوائے رسالت کو ثابت کرنے والے تھے۔

مَثْبُوْرًا: ثَبْرٌ مصدر سے اسم مفعول ہے۔ اس کے معنی ہیں لعنت کرنا۔ دھتکارنا۔ ہلاک ہونا۔ خائب خاسر ہونا۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں یعنی خسارے میں پڑا ہوا۔

اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ: اس کلمے کے معنی اسی سورت کے شروع میں آچکے ہیں۔

لَفِيْفًا: لغت میں اس کے معنی ہیں بہت بڑی کثیر جماعت جس میں عزت والے، رذیل۔ مطیع۔ نافرمان قوی۔ ضعیف، سبھی قسم کے لوگ خلط ملط ہوں۔ یہ اسم جمع ہے اس کا واحد کوئی نہیں، یا مصدر ہے، قلیل کثیر پر بولا جاتا ہے۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ: امام نے لکھا ہے کہ حق وہ شے جو ثابت رہے اور زوال پذیر نہ ہو، اور باطل وہ جو زائل اور مٹ جانے والی شے ہو۔ ابوعلی فارسی نے یہاں بٓ کے معنی مع کے لئے ہیں۔ یعنی حق کے ساتھ ہم نے اس کو اتارا ہے اور دوسرے بالحق سے آپ مراد ہیں اور بٓ کے معنی علےٰ کے ہیں یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اُتارا۔

فَرَقْنٰهُ: ہم نے اس کو آیت آیت، سورۃ سورۃ کر کے اُتارا۔

مُكْثٍ: اسم ہے حاصل مصدر۔ دیر۔ ٹھہراؤ۔ مصدر اس کا مُکْثٌ ہے کوئی کام سہج سہج کرنا، اس کا باب نَصَرَ اور کَرُمَ کی

Marfat.com

طرح آتا ہے۔تاکہ تو سہج سہج یہ لوگوں کو پڑھ کر سنائے۔

یَخِرُّوْنَ: خُرُوْرٌ مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کا باب ہے فَرَّيَفِرُّ کی طرح اس کے معنی ہیں اوپر سے نیچے گرنا۔منہ کے بل گرنا۔یہاں یہی مراد ہیں۔

وَلَا تُخَافِتْ: خَفْتٌ سے نہی حاضر باب مفاعلہ سے۔خَفْتٌ کے معنی ہیں آواز کا دھیما ہونا۔پست ہونا۔باب ضَرَبَ سے مستعمل ہے۔مُخَافَتَۃٌ کے معنی ہیں مخفی کہنا۔مراد ہے کہ نماز میں قرات بالکل ہی آہستہ نہ ہو۔

اَذْقَانِ: جمع ذَقَنٌ۔تھوڑی۔تھوڑیوں کے بل گرتے ہیں۔سجدے میں پڑ جاتے ہیں۔

اَيًّامَّا: اَيًّا کلمۂ استفہام ہے۔علامہ نے اس کو یہاں شرط کے معنوں میں لے کر تَدْعُوْا کا جازم،اور اس کا مفعول بہ بھی قرار دیا ہے۔گویا ایک ہی کلمے کا عامل اور معمول ہے۔کلمات مجازات میں سے ہے۔اس کی تنوین مضاف الیہ محذوف کے عوض ہے۔پوری عبارت اس طرح ہے اَیَّ هٰذَيْنِ الْاِسْمَيْنِ تَدْعُوْا۔ان دو اسموں میں سے جونسا اسم بلاؤ۔فَهُوَ حَسَنٌ۔یہ جزا ہے محذوف۔وہی بہت اچھا ہے فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى جواب یعنی شرط کی جزا کے قائم مقام ہے۔حرفِ مَا زائد ہے اس کی تاکید کرتا ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُورۂ کہف، مکیہ، آیات ایک سو گیارہ

اَلۡحَمۡدُ: اس کے معنی سورۃ فاتحہ کے پہلے کلمہ میں لکھے گئے ہیں لیکن یہاں بھی بطور تبرک لکھے جاتے ہیں، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ اُس حصہ اول کے آغاز میں بھی یہی کلمہ ہے اور اس میں بھی یہی۔

جو صفت و ثنا کسی میں ذاتی اور اصلی کمالات ہونے کی بنا پر زبان سے کی جائے اُس کو حمد کہتے ہیں اور جو خوبیاں اور کمالات دوسرے سے حاصل کر کے فضیلت پائی ہو، اُن کلمات اور خوبیوں کے سبب زبان سے اُس کی تعریف کی جائے تو اس تعریف کو مدح کہتے ہیں، حمد صرف حق سبحانہ، وتعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے، اُس کے سوا باقی جس کسی کی تعریف ہوگی وہ مدح ہی ہوگی۔

وَلَمۡ يَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا: ٹیڑھا پن۔ دین میں، رائے میں اور اپنے اوقاتِ زندگی میں کجی، یعنی بھیجی ہوئی کتاب میں قرآن میں کوئی کجی نہیں رکھی، بایں طور کہ الفاظ میں اور ان کی ترکیب میں کوئی خلل نہیں، ان کے معانی میں، اور مطالب میں کوئی منافات نہیں، ان کے اخبار میں کوئی تناقض نہیں، دعوتِ الی الحق سے کہیں انحراف نہیں۔ اس کے احکام میں کوئی صورت نہیں۔

قَيِّمًا: مستقیم۔ بالکل راست اور درست۔

بَاخِعٌ: امام راغب نے اس کے مصدر بَخۡعٌ کے معنی لکھے ہیں کہ غم میں اپنے آپ کو ہلاک کرنا۔ یہ اسم فاعل ہے۔

عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ: جمع اثر، بمعنی نشان۔ یہاں مراد ہے ان کے پیچھے یعنی ان کے ایمان نہ لانے اور اعراض کرنے کے غم میں۔

اَسَفًا: اَسَفٌ بمعنی بہت شدید غم۔ یہ مفعول مطلق فعل محذوف کا ہے۔ یا مفعول لہ بَاخِع کا ہے۔

صَعِيۡدًا: بمعنی ہموار زمین۔ روئے زمین۔

جُرُزًا: جَرۡزٌ سے ہے جس کے معنی ہیں کاٹنا، بیضاوی نے اس کے معنی لکھے ہیں وہ زمین جس سے اس کی پیداوار کاٹ لی گئی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ہم زمین کو سرسبز و شاداب کرنے کے بعد چٹیل بے آب و گیاہ میدان بنا دیتے ہیں۔

كَهۡفٌ: پہاڑ میں بہت کھلی اور وسیع غار کو کہف کہتے ہیں، اور چھوٹی تنگ کو غار ہی کہتے ہیں۔

اَلرَّقِيۡمُ: عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ سے رقیم کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ اُس بستی کا نام تھا جس سے یہ نوجوان نکلے تھے۔

سعید بن جبیر اور مجاہد کا قول ہے کہ رقیم ایک پتھر کی سل تھی یا رانگ وغیرہ کی، جس پر ان نوجوانوں کے نام اور

Marfat.com

واقعہ لکھ کر اس غار کے منہ پر رکھ دی گئی تھی۔ فراء نے بھی یہی کہا ہے کہ رقیم ایک تختی تھی، جس پر ان کے نام لکھے تھے۔

عَجَبًا: مصدر ہے بمعنی اسم مفعول معجوب منہ کہ اس سے تعجب کیا جائے۔

اَوَى الْفِتْيَةُ: اَوىٰ جگہ لی، پناہ لی، فِتْيَةٌ۔ جمع فتٰی نوجوان۔ نوخیز۔ جب ان نوجوانوں نے غار میں جگہ لی، پناہ لی۔

مِنْ رَّحْمَتِكَ: یعنی ہمیں ہدایت۔ معرفت رِزق، صبر، اور دشمن سے امن دے۔

رَشَدًا: ہدایت، صلاحیت، درستی۔

فَضَرَبْنَا عَلٰى اٰذَانِهِمْ: ضرب علی الآذان محاورہ ہے۔ سلادینا۔ ہم نے ان کو (وہاں) سلادیا بچوں کو سلاتے وقت کانوں پر تھپکا جاتا ہے۔ یہ معنی بھی ہیں کہ ہم نے ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا، کہ کوئی جگانے والی آواز ان کو سنائی نہ دے۔

سِنِيْنَ عَدَدًا: عدد سے یہاں مراد ہیں بہت سے اور سنین سے سال یعنی بہت سے سال سلائے رکھا۔

اَيُّ الْحِزْبَيْنِ: حزب جماعت، مراد دو جماعتوں سے۔ اوّل ایک جماعت اس وقت کے بادشاہ اور عام رعایا کی، دوم خود اصحاب کہف کی جماعت، دوم۔ صرف اصحاب کہف کی جماعت مدتِ نیند کے اندازے میں دو حصے ہوگئی۔ سوم۔ اُس وقت کے مسلمان اس اندازے میں دو حصے ہو گئے۔

رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ: ربط کے معنی ہیں باندھنا ہم نے اُن کے دلوں پر باندھ دیا۔ وطن اہل اور مال ترک کرنے پر صبر کرنا۔ اور جرأت اظہارِ حق پر، اور رد کردینا، نہ ماننا دقیانوس جابر کا کہا۔ یعنی یہ تینوں باتیں صبر، جرأت، اور رد ان کے قلوب میں ڈال کر مضبوط کر دیئے۔ قاضی بیضاوی نے یہی لکھا ہے۔

اِذْقَامُوْا: جب وہ دقیانوس جابر کے سامنے کھڑے ہوئے۔

شَطَطًا: اس کے معنی ہیں حد سے گزرنا۔ یہ لفظ ثلاثی مجرد سے، اور باب افعال دونوں سے آتا ہے یعنی شَطَّ اَشَطَّ حد سے اس نے تجاوز کیا۔ اگر ہم حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کو بلائیں گے تو ہم نے حد سے گزری ہوئی بات کہی ہوگی۔

فَاْوٗا: ٹھکانا بناؤ۔ جائے پناہ پکڑو۔

يَنْشُرْ: پھیلائے گا۔ وسیع کرے گا۔

مِرْفَقًا: وہ شے جس سے نفع اور فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اسم آلہ ہے۔ صراح وبیضاوی۔

تَزٰوَرُ: زور سے ہے۔ اس کے معنی ہیں جھک جانا یہ باب تفاعل سے صیغہ مضارع مونث جھک جاتا ہے۔

تَقْرِضُهُمْ: اُن کو کاٹ دیتا ہے۔ اُن سے کترا جاتا ہے۔

فَجْوَةٍ: مکان کا کھلا حصہ۔

اَيْقَاظًا: جمع یَقِظٌ و یَقْظَانُ جاگنے والے۔

رُقُوْدٌ: مصدر بمعنی اسم مفعول ہے، سلائے ہوئے واحد و جمع کے لئے آتا ہے۔ راقد کی جمع نہیں ہے کیونکہ فاعل کی جمع

Marfat.com

فعول نہیں آتی۔

بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ: ذِرَاعٌ ہاتھ چوپائے کے، دونوں اگلے پاؤں کو ذَرَاعین کہتے ہیں، اُن کا کُتا اگلے پاؤں پھیلائے پڑا ہے۔

اَلْوَصِیْدِ: عام ترجمہ اس کی دہلیز کیا جاتا ہے لیکن غار کی دہلیز کہاں۔ لہٰذا اس کے معنی ہیں منہ غار کے منہ پر باہر پڑا ہے۔ امام نے اور قاضی بیضاوی نے اس کے معنی لکھے ہیں فِنَاءِ الکهف۔ پھر صراح میں فِنَاء کے معنی لکھے ہیں گرداگرد خانہ۔ تو معنی ہوئے غار کے ایک طرف منہ کے قریب۔

رُعْبًا: خوف اور فزع سے تو اے مخاطب بھر جاتا۔

بِوَرِقِكُمْ: وَرِقٌ۔ چاندی بصورت سکہ ہو، یا عام۔ اُنکے پاس درم تھے۔

اَزْكٰى: پاک، حلال، لذیذ، سستا۔ جس میں یہ باتیں ہوں۔

اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ: اِعثار اطلاع دے دینا۔ خبر دینا۔ ہم نے اور لوگوں کو ان کی خبر دی۔

یَتَنَازَعُوْنَ: تنازع باب تفاعل سے مضارع غائب وہ جھگڑتے تھے۔ اُن کا تنازع تھا، غار میں رہنی کی مدت میں، یا اُن کی تعداد میں اور اُن کے ناموں میں۔

رَجْمًاۢ بِالْغَیْبِ: رَجْم اور رَمْیٌ کے معنی ہیں دور پھینکنا، چلانا۔ پھر رجم کے معنی ہیں اینٹ پتھر، ڈھیلے سے کسی کو مارنا۔ اور رمی تیر چلانا یا مارنا۔ غَیب۔ جو شے عقل یا حواس ظاہریہ سے باہر ہو۔ پھر مراد ہے کوئی بات بے سوچے سمجھے اٹکل سے کرنا یعنی جو شے بالمقابل، سامنے اور رزد میں نہیں اس کو اینٹ پتھر مارنا اور نشانہ بنانا۔

لَاتُمَارِ: مِرْیَةٌ سے باب مفاعلۃ ہے۔

مماراۃ: مِرْیَةٌ کے معنی راغب نے تردد کے لکھے ہیں جو شک سے خالص ہوتا ہے۔ اس سے باب مفاعلہ بنایا تو ممارية بنا۔ تعلیل سے مماراۃ ہوا۔ مستعمل مصدر مراء ہے، اس کے معنی ہیں کسی مشتبہ اور تردد کی شے میں دوسرے سے جھگڑنا، لا تمار فعل نہی ہے تو ان کے ناموں میں، مدت اقامت میں اور تعداد میں تردد رکھتا ہوا ان (یہود) سے جھگڑا نہ کر۔

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ نہ کہنے سے امام نے لکھا ہے پندرہ دن وحی بند رہی۔ ایک روایت میں ہے چالیس دن بند رہی۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ: تِلَاوَةٌ سے امر حاضر واحد مذکر ہے، اس کے معنی ہیں پڑھنا اور عمل کرنا، قرأت سے یہ خاص ہے اس کے معنی ہیں پڑھنا۔

مُلْتَحَدًا: لَحد سے باب افتعال ہے۔ لحد کے معنی ہیں وسط سے ایک جانب کا گڑھا۔ التحاد کے معنی ہیں کسی طرف مائل ہو جانا۔ ملتحد کے معنی ہیں ایک طرف ہو جانے کی جگہ۔ جائے پناہ۔ یہاں مراد ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی جگہ میلان کی نہیں۔

فُرُطًا: حد سے تجاوز کرنا۔ یہاں مصدر بمعنی اسم فاعل ہے۔ یعنی اس کا امر (کام) حد سے گزرنے والا ہے۔

سُرَادِقُ: بڑے خیمے کے گرداگرد کی قنات جو خیمے کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔

Marfat.com

مُهْلِ: چاندی تانبا وغیرہ پگھلا ہوا۔ بعض نے کہا ہے ریم اور پیپ کی طرح کا مادہ، رال، اور نفط کی قسم کا مادہ۔

مُرْتَفَقًا: امام نے اس کے معنی رُفقا کے جمع ہونے کی جگہ لکھے ہیں۔ یعنی دوزخ مشرکوں، کافروں کے جمع ہونے کی بہت بُری جگہ ہے، دوسرے معنی لکھے ہیں ڈھاسنا لگا کر بیٹھنے کی جگہ اور ڈھاسنا آرام کے وقت یا دیر تک بیٹھنے کے وقت لگایا جاتا ہے تو معنی ہوئے کہ دوزخ اہلِ نار کے لئے بہت بُری تکیہ گاہ اور جائے قرار ہے۔

عَدْنٍ: اس کے معنی ہیں اقامت، دائمی مقیم رہنے کے باغات، جنات میں سے یہ خاص شان اور رتبے کی جنت ہے۔

اَسَاوِرَ: جمع سِوَارٌ بمعنی کنگن۔

سُنْدُسٍ: باریک ریشم کا کپڑا

اِسْتَبْرَقٍ: دبیز گاڑھا ریشم کا کپڑا۔

مُرْتَفَقًا: سابقہ آیت میں معنی آچکے ہیں۔

حَفَفْنَا: مضاعف ثلاثی۔ حفاف شے کی جانب کو کہتے ہیں۔ اَحِفَّه جمع، پھر حَفَّ بِهِ الْقَوْمُ یعنی لوگوں نے اس کے اطراف وجوانب کو گھیر لیا۔

اُكُلٌ: کھانے کی کھجور یا جو پھل کھایا جاتا ہے۔

خِلٰلَ: درمیان

ثَمَرٌ: جمع ثمار یا ثمرہ کی بمعنی پھل

يُحَاوِرُهٗ: محاورہ عربی میں ایک دوسرے سے بات چیت کرنے کو کہتے ہیں۔ صاحبِ باغات کافر تھا اور دوسرا بھائی اس کا مومن تھا۔ کافر مومن کو اثناءِ کلام میں کہتا تھا۔

مُنْقَلَبًا: بابِ انفعال کا اسم ظرف۔ لوٹنے کی جگہ۔

حُسْبَانًا: مصدر ہے غفران کی طرح۔ یہاں مراد ہے اس کے خراب کرنے کا حکم۔ زجاج نے اس کے معنی عذاب کے لئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے صواعقہ مراد ہیں۔

صَعِيْدًا زَلَقًا: زمین بے آب وگیاہ۔ صاف۔

غَوْرًا: مصدر بمعنی فاعل، یعنی غائر بہت گہرا۔

اَلْوَلَايَةُ: صاحبِ کشاف نے کہا ہے وَلَايَة زبر سے کے معنی ہیں نصرت، مدد۔ زیر سے ہو تو معنی ہے۔ غلبہ اور بادشاہی۔

هَشِيْمًا: نباتات جو سوکھی، ٹوٹی پھوٹی اور ذرہ ذرہ ہوئی ہو اس کو ہشیم کہتے ہیں۔

تَذْرُوْهُ: ذَرْوٌ سے باب نَصَرَ دعا یدعو کی طرح واحد مونث غائب ذَرْوٌ کے معنی ہیں اڑا دینا اور لے جانا۔ اس کو اڑا لے جاتی ہیں ہوائیں۔

Marfat.com

مُقْتَدِرٌ: اقتدار سے اسم فاعل ہے اقتدار علے الشیی کے معنی ہیں شے پر پوری قدرت رکھنا تو معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری طاقت رکھنے والا ہے۔

بٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ: اس کے معنی ہیں باقی اور دائم رہنے والی درست اور صحیح عملی اشیاء، قولی ہوں یا فعلی بہت بہتر ہیں۔ تیرے رب کے نزدیک سیوم کلمے کے چاروں کلمے باقیات الصالحات میں شامل ہیں یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

خَیْرٌ اَمَلًا: امید، اور امید رکھنا۔ یعنی باقیات الصالحات بہترین اشیاء ہیں باعتبار امید رکھی جانے کے۔

بَارِزَۃً: بروز سے اسم فاعل مونث ہے، ظاہر ہونے والی۔ مراد ہے کہ زمین پر کوئی شے ایسی نہیں رہنے دی جائے گی، جو اس کا تھوڑا سا حصہ بھی چھپا سکے۔

حَشَرْنٰھُمْ: ہم اُن کو جمع کریں گے۔

وَلَمْ نُغَادِرْ: مُغَادَرَۃٌ باب مفاعلہ سے نفی جحد بلم ہے۔ صراح میں مغادرہ کے معنی ہیں باقی رکھنا اور پیچھے چھوڑ دینا۔ معنی ہوئے ہم اٹھائے بغیر کوئی نہیں چھوڑیں گے۔

عُرِضُوْا عَلٰی رَبِّکَ: صراح میں ہے عرض علیہ اس کے سامنے ظاہر کر دیا۔ معنی تیرے رب کے سامنے ظاہر کئے جائیں گے۔ پیش کئے جائیں گے۔

فَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ: فسق مصدر باب نصر سے بمعنی غلام کا اپنے مالک کے حکم سے نکلنا۔ نہ ماننا۔ ترجمہ ہے وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔ حکم نہ مانا۔

عَضُدًا: امام راغب نے عَضُدٌ کے معنی معین اور مددگار کے لکھے ہیں۔ انسانی جسم میں کہنی سے لے کر کندھے تک کے حصے کو عَضُدٌ کہتے ہیں، یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

مَوْبِقًا: وبق مصدر سے مصدر میمی ہے بمعنی ہلاکت یا اسم ظرف ہے بمعنی ہلاکت گاہ، مراد جہنم۔ بعض نے اس کے معنی عداوت کئے ہیں۔ ہم ان کے درمیان عداوت ڈال دیں گے۔

قُبُلًا: جمع قبیل۔ انواع واقسام کا۔ یا ان کے پاس مختلف اقسام کا عذاب آجائے۔ بعض نے معنی کئے ہیں عیانا۔ کھلے طور پر۔ دیکھتے۔

لِیُدْحِضُوْا: دُحُوض مصدر سے باب افعال ہے اِدْحَاضٌ کے معنی ہیں کسی دعوے کی دلیل کو باطل ثابت کر دینا۔ کافر اپنے جھگڑے سے انبیاء علیہم السلام کے دلائل حقہ کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔

اَکِنَّۃً: جمع کِنَانٌ وہ شے جس میں کوئی چیز چھپائی جائے یہاں مراد ہے کہ اُن کے دلوں پر پردے ڈالے جائینگے۔

مَوْئِلًا: جائے پناہ اور جائے نجات

Marfat.com

حُقُبًا: لمبی مدت۔ بعض کہتے ہیں اَسّی سال کی مدت کو حُقُبٌ کہتے ہیں، اس کی جمع ہے اَحقَابٌ۔

سَرَبًا: مفعول مطلق ہے سَرَبَ سَرَبًا چلا گیا تاکیداً یا معنی ہیں کہ مچھلی کی گزرگاہ میں پانی جم گیا اور سوراخ بن گیا جس میں مچھلی داخل ہوئی۔

قَصَصًا: مصدر ہے کسی کے نشان قدم پر چلنا۔ وہ دونوں اپنے قدموں کے نشان پر واپس لوٹے۔

خُبْرًا: صراح میں لکھا ہے خُبرٌ دانستن، جاننا باب علم سے۔ تو کیسے اس بات پر نہ اعتراض کرنے سے صبر کرے گا جو تیرے احاطۂ علمی میں نہیں آئی۔

اِمْرًا: کام عجیب۔ تعجب آمیز کام۔

لَا تُرْهِقْنِيْ: باب افعال سے ارھاق ہے فعل نہی تکلیف میں ڈالنا۔ مجھے میرے امر سے تکلیف اور دشواری میں نہ ڈال۔

شَيْئًا نُّكْرًا: امام نے نُکرٌ کے معنی مذکورہ بالا اِمرٌ سے بھی زیادہ قباحت والی شے کے لکھے ہیں۔ یعنی وہاں غرق سے ہلاکت کا احتمال تھا۔ یہاں ہلاک کر ہی دیا ہے لہٰذا یہ شے اس سے بھی زیادہ قبیح ہے۔

اِسْتَطْعَمَآءِ: دونوں نے کھانا طلب کیا۔

اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا: تَضْيِيفٌ کسی کو مہمان بنانا، مہمانی کرنا۔ اہلِ دِہ نے ان ہر دو کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا اور کھانا نہ دیا۔

اَنْ يَّنْقَضَّ: قضض۔ انقضاض باب انفعال دیوار کا گرنا۔ انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنا چاہتی تھی، گرنے والی تھی۔

فَاَقَامَهٗ: باب افعال سے ہے، اسے قائم کر دیا، سیدھی کر دی۔ کہتے ہیں ہاتھ سے سیدھی کر دی، بعض کہتے ہیں ہاتھ پھیر کر سیدھی کر دی۔ بعض کہتے ہیں گرا کر کی۔ مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ اس میں یتیموں کا کچھ مال تھا جو گرانے سے نشر ہو جاتا ہے۔

هٰذَا فِرَاقُ: مصدر باب مفاعلہ کی۔ یہ جدائی ہے اب یہ (ہم دونوں کے) علیحدہ علیحدہ ہو جانے کا وقت ہے۔

تَاْوِيْلِ: یہاں مراد ہے کہ اندرونی مخفی میری تعمیل کی وجہ یہ ہے۔

حَمِئَةٍ: وہ جگہ جہاں پانی اور گلی سڑی کالی مٹی کا کیچڑ ہو۔ کبیر۔

زُبَرَ الْحَدِيْدِ: زُبَرٌ جمع زُبرۃٌ لوہے کی موٹی اور چوڑی سل۔ یعنی لوہے کی موٹی موٹی بڑی بڑی سلیں لاؤ۔

سَاوٰى: برابر کر دیا۔ مساوات سے فعل ماضی ہے۔

صَدَفَيْنِ: راغب نے صَدَفٌ کے معنی پہاڑ کی ایک جانب لکھے ہیں۔ یعنی دو پہاڑوں کے درمیان دونوں طرفوں میں کشاف میں زمخشری نے بھی یہی معنی لکھے ہیں۔

قِطْرًا: پگھلا ہوا تانبا۔

دَكًّا: مصدر ہے بمعنی اسم مفعول یعنی مَدْکُوکٌ کسی بلند شے کو گرا کر ملیامیٹ کر دینا۔ قیامت کے قریب پروردگار اس کو

Marfat.com

گرا کر ملیامیٹ کر دے گا، یعنی مدکوک ہو جائے گی۔

یَمُوْجُ: دیوار قائم ہو جانے سے اقوام یاجوج ماجوج بوجہ باہر نہ جاسکنے کے ایک دوسرے میں دھس دھسا جائیں گے۔

نُزُلًا: کسی آنے والے شخص کے سامنے کھانے وغیرہ کی جو چیز پیش کی جاتی ہے اس کو نُزُل کہتے ہیں۔ اہلِ نار کے سامنے جو کچھ رکھا جائے گا۔ بحیثیت مجموعی فرمایا کہ جہنم ان کی مہمانی ہم نے تیار کر رکھی ہے۔

صُنْعًا: صُنْعٌ نیکی کرنا، بھلائی اور اچھائی کرنا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھائی کر رہے ہیں۔

مِدَادًا: سیاہی جس سے لکھا جاتا ہے۔

نَفِدَ الْبَحْرُ: نَفَد ونفاد ختم ہو جانا۔ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم لکھنے میں سمندروں کے سمندر سیاہی ہو تو سیاہی ختم ہو جائے گی، علم ختم نہیں ہوگا۔ سادگی سے یہ بات یوں سمجھنی چاہئے کہ تمام سمندر انڈیپنڈنٹ قلم کی سیاہی فرض کر لیں اور ایک پن بھر لیں اور اس بھرے ہوئے پن سے اس پن کی اندرونی سیاہی کے متعلق حضرت باری تعالیٰ کا جو علم ہے اس سے صرف ایک آدھ بات پوری ہونے سے پیشتر اس پن کی سیاہی کیا سینکڑوں پنیں سیاہی کی ختم ہوں گی لیکن وہ بات پوری نہ ہوگی، تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیرا نتیجہ یہ ہوا کہ سمندروں کے پانی کے متعلق جو علم باری تعالیٰ کا ہے، اس کا معمولی حصہ لکھا جانے سے پہلے سمندر ختم ہو جائیں گے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ مَریم۔ مَکیّہ۔ آیات ۹۸

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

کٓھٰیٰعٓصٓ: یہ حروف مقطعات ہیں، یعنی بالکل الگ الگ، نہ ماقبل سے ملے ہوئے ہیں، نہ مابعد سے، قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں سورۃ بقر کے آغاز میں ان حروف مقطعات کے متعلق جو قرآن مجید کی بعض سورتوں کے شروع میں لائے گئے ہیں تفصیل سے نکات لکھے ہیں، ہم ان کا کچھ ذکر یہاں کر دیتے ہیں، آپ لکھتے ہیں کہ:۔

ان حروف مفردہ کے لانے میں ایک گونہ تنبیہہ ہے، کہ انہی حروف سے تم اپنے نثر و نظم عربی کلام مرتب کرتے ہو۔ انہی سے ہمارا کلام قرآن مجید مرتب ہے۔ تمہارے زعم میں ہے کہ یہ محمدؐ کا خود ساختہ ہے۔ محمدؐ کا اور تمہارا ملک ایک، علاقہ ایک، زبان ایک، زبان کے حروف ایک، رہائش ایک، پھر اس جیسا کلام تم سے کوئی نہ بنا سکے، وجہ؟ دیگر کسی غیر انسان سے کوئی حرف نہ سیکھنے یا نہ پڑھنے والا شخص اپنے آپ فصاحت اور صحت سے حروف تہجی تم میں سے کوئی ادا نہیں کر سکتا، محمدؐ ادا فرماتا ہے، اس کی وجہ؟ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے، محمدؐ کا ساختہ پرداختہ نہیں۔

کچھ سورتیں بعض حروف تہجی سے شروع کی گئی ہیں، ان لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے جن سے قرآن مجید کا معاوضہ طلب کیا گیا ہے۔ اس امر پر متنبہ کرنے کے لئے کہ جو کلام اُن پر پڑھا جاتا ہے وہ انہیں حروف سے مرتب کیا ہوا ہے جن سے وہ اپنا کلام مرتب کرتے ہیں، اگر یہ کلام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر سے ترتیب دیا ہوا ہوتا تو یہ لوگ بالتمام سب کے سب باوجود اپنی فصاحت کے اور باہم معاوضی میں امداد کر سکنے کے اس کی مثل نہ سہی، مثل کے قریب لانے سے بھی عاجز نہ رہ جاتے۔

دیگر یہ افتتاح کی صورت اس واسطے بھی ہے کہ پہلی جو چیز کانوں میں ٹکرائے وہ معجزے کی ایک مستقل قسم ہو، بایں طور کہ حروف کے اسموں کا پورا تلفظ وہ شخص کر سکتا ہے جو لکھا پڑھا ہو، اس سے جو اُمی ہو، اور لکھے پڑھوں سے خلط ملط بھی نہ رکھا ہو حروف کا باقاعدہ بلا ترتیب مقررہ تلفظ یعنی ادائیگی عجیب، بعید از عقل اور خرق عادت ہے، بالخصوص جب کہ ان میں ایسی مقدار ملحوظ رکھی گئی ہو، جو بڑے بڑے ادیب، ماہر فن بیان کو عاجز کر دینے والی ہو جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

قرآن مجید کی سورتوں کے افتتاح میں چودہ حروف لائے گئے ہیں، جو عربی حروف تہجی کے نصف ہیں، جب آ کو مستقل حرف نہ شمار کریں اور انتیس سورتوں میں لائے ہیں حروف تہجی کی تعداد پر جب آ کو مستقل حرف گن لیں۔

اسی طرح حروف کی تمام اقسام میں سے ہر قسم کے حرفوں سے نصف حرف ان چودہ حرفوں میں بالضرور پائے جاتے ہیں۔ قاضی بیضاوی نے ان کی تفصیل کی ہے پھر اس مقدار کے آخری بیان میں لکھا ہے کہ اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا

Marfat.com

ہے کہ عرب میں یہ چودہ حروف جو سورتوں کے آغاز میں لائے گئے ہیں ان حروف کی نسبت جو ترک کئے گئے ہیں بہت کثرت سے استعمال ہوتے ہیں، یہ سب بیان حروف کی صفات کے اعتبار سے ہے، اب ان کی ترکیبی صورت کے رموز بیان کرنے کی طرف توجہ کی ہے۔ لکھتے ہیں ایک ایک حرف یعنی ص، قٓ، نٓ، تین سورتوں میں بیان ہوئے ہیں، اشارہ ہے کہ تینوں کلموں میں یک حرفی کلمے موجود ہیں جیسے کٓ ضمیر اسم قِ فعل امر، بٓ حرفِ جار۔

اور دو دو حروف، چار جیسے طہ۔ طس۔ یٰس حم۔ اس میں اشارہ ہے کہ دو حرفی کلمہ حرف کی قسم میں ہے جیسے ھل۔ بل۔ فعل دو حرفی ہوتی ہے کسی حرف کے حذف سے۔ جیسے سَلْ۔ نَمْ۔ اسم دو حرفی ہوتا ہے حذف سے اور بغیر حذف کے مثل مَنْ دَمٌ نو سورتوں میں لائے گئے ہیں

اور تین سہ حرفی مرکب جیسے الم۔ الرا۔ طسم، تیرہ سورتوں میں لائے گئے ہیں۔

چار حرفی اور پانچ حرفی مرکب المرا۔ کھیعص حمعسق چار سورتوں میں لائے گئے ہیں۔ اور بہت کچھ لکھا ہے۔ یہ بطور نمونہ ہے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

وَهَنَ: وَھن سے فعل ماضی ہے۔ وَھن کے معنی ہیں کمزور ہونا۔ کمزور ہوگئیں میری ہڈیاں۔

شَقِيًّ: بے نصیب۔ بے حصول مراد۔

مَوَالِيَ: چچازاد برادران۔ جمع مولی۔

عَاقِرًا : وہ عورت جس کے کوئی اولاد نہ ہوئی ہو بانجھ۔

عِتِيًّا: بڑھاپے کی آخری حد۔ میں بڑھاپے کی آخری حد تک پہنچ گیا ہوں۔

سَمِيًّا: ہم نام۔ امام نے ہم مثل کے معنی بھی لکھے ہیں۔

هَيِّنٌ: سہل ہے مجھ پر آسان ہے۔

حَنَانًا: بخشش۔ صراح۔ امام نے اس کے معنی رحمت کے کیے ہیں۔ ہمارے پاس سے بخشش ہے اور رحمت ہے۔

جَبَّارًا: ایسا جابر شخص جو کسی دوسرے کا اپنے اوپر کوئی حق نہ سمجھے۔

عَصِيًّا: مبالغہ ہے عاصی کا۔ بہت بڑا معصیت کرنے والا۔

اِنْتَبَذَتْ: نَبذ پھینکنا سے باب افتعال ہے ایک طرف ہوگئی، ایک جانب ہوگئی۔

بَغِيًّا: فاجرہ۔ بدکار

قَصِيًّا: دور جگہ میں

مَخَاضُ: دردِ زہ

سَرِيًّا: نہر، نالہ

Marfat.com

جِذْعٌ: تنہ۔ درخت۔ صراح۔ تو اپنی طرف کھجور کا تنہ (خوب) ہلا۔

جَنِيًّا: ثمر ماءِ تازہ۔ چنے ہوئے۔

اِنْسِيًّا: اِنْسِیَ ایک انسان جمع اَنَاسِیُّ۔ میں آج کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

فَرِيًّا: راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں عجیب، بہت بڑی۔ مصنوع۔ بناوٹی۔ گھڑت کی، صراح

بَغِيًّا: بدکار۔ مردوں کو چاہنے والی۔

وَالسَّلٰمُ: دنیا میں آنے کے پہلے دن۔ عالم برزخ میں جانے کے پہلے دن۔ یوم قیامت کے پہلے وقت اللہ کا سلام مجھ پر ہے۔ یعنی ان تینوں زمانوں میں مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن وامامن رہے گا۔

يَمْتَرُوْنَ: مَرْیٌ سے باب افتعال ہے اِمتراء شک میں پڑنا۔ جس میں وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

اَلْاَحْزَابُ: جمع حزب کی بمعنی گروہ۔ بہت سے گروہوں نے اس کی پیدائش میں اختلاف کیا۔

مَشْهَدِ: مصدر میمی بمعنی حاضر ہونا، یا اسم ظرف ہے، حاضر ہونے کی جگہ، یا حاضر ہونے کا وقت۔

مَلِيًّا: زمانے کا ایک حصہ، مدتوں تک (زندگی بھر مراد ہے) مجھے زندگی بھر کے لئے چھوڑ دے۔

حَفِيًّا: حفاوۃ مصدر سے صفتِ مشبہ ہے مصدر کے معنی ہیں مہربانی کرنا حَفِیٌّ بہت مہربانی کرنے والا۔ بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔

اَعْتَزِلُ: عزل سے باب افتعال ہے واحد متکلم اعتزال ایک طرف ہو جانا، الگ ہو جانا، چھوڑ دینا میں تم کو اور اللہ کے سوا باقی تمہارے معبودوں کو ایک طرف کرتا ہوں، چھوڑتا ہوں۔

شَقِيًّا: شقاوۃ سے صفت مشبہ ہے۔ بدبختی نقیض ہے سعادت کی۔ قریب ہے کہ میں اپنے رب سے دعا کرنے میں بے نصیب نہیں ہوں گا۔

نَجِيًّا: نَجْوٌ سے صفت مشبہ ہے۔ باہم راز کی بات کہنا۔ نجیا نجو سے ہم نے اس کو راز کی بات کرنے کے لئے قریب بلایا۔

مَرْضِيًّا: رضی یرضی سے اسم مفعول ہے راضی کیا ہوا، پسند کیا ہوا۔ وہ اپنے رب کے پاس پسند کیا ہوا تھا۔

عَلِيًّا: عَلِیَ یَعْلٰی عَلاً فھو عَلِیٌّ۔ گویا باب علم سے صفت مشبہ ہے۔ ہم نے اس کو اٹھا لیا بلند مکان پر۔

اجْتَبَيْنَا: جَبیٌ مصدر بمعنے جمع کرنا سے باب افتعال ہے۔ اِجْتِبَاء کے معنی راغب نے لکھے ہیں چن کر جمع کرنا۔ مراد ہے کہ ہم نے ان کو منتخب کر لیا، چن لیا۔

خَرُّوْا: خرُور مصدر سے ماضی جمع مذکر غائب بمعنی منہ پر گرنا۔ یعنی وہ منہ پر گر پڑتے جب اُن کو ہماری آیات سنائی جاتیں۔

سُجَّدًا: جمع ساجِد۔ سجدہ کرتے ہوئے۔

بُكِيًّا: جمع باکِ۔ رونے والے۔

Marfat.com

خِلْفٌ: نالائق جانشین۔ لام کی جزم سے اور خَلَفٌ لام کی فتحہ سے لائق جان نشین۔ بیضاوی۔

غَيًّا: گمراہی، گمراہی کا عذاب، راغب نے یہ لکھا ہے۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے گمراہی کی جزاء، یا جہنم میں ایک وادی کا نام ہے جس سے دوسری وادیاں پناہ مانگتی ہیں۔

تَقِيًّا: متقی۔ پرہیزگار۔ صراح

نَسِيًّا: بمعنی نَاسِيًا۔ بھولنے والے۔

سَمِيًّا: ہم نام۔ ہم مثل۔ نظیر۔

جِثِيًّا: جمع جاثٍ گھٹنوں کے بل بیٹھنے والا، گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے۔

صِلِيًّا: مصدر ہے۔ آگ میں جلنا۔ وہ جلنے کے زیادہ قابل ہیں۔

حَتْمًا: کوئی بات کسی پر واجب اور لازم کر دینا، اللہ نے اپنے ذمے واجب فرما رکھا ہے۔

نَدِيًّا: مجلس۔ مل بیٹھنے کی جگہ۔ یہاں یہ تمیز واقع ہوا ہے۔ ہم تم دونوں سے کون بہتر ہے بلحاظ اپنے ڈیرے اور مجلس کے۔

اَثَاثًا: خانگی سامان واسباب۔ بعض نے کہا ہے نیا خانگی سامان۔

رِءْيًا: ظاہری حسن وجمال۔ راغب نے کچھ اس کی تفصیل لکھی ہے۔

تَؤُزُّهُمْ: اَزٌّ مصدر سے ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں برانگیختہ کرنا۔ ابھارنا۔ باب نصر سے استعمال ہوتا ہے۔ شیطان ان کو ابھارتے اور معاصی پر برانگیختہ کرتے ہیں۔

وِرْدًا: بیضاوی میں اس کے معنی پیاسے لکھے ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ نے بھی پیاسے ہی ترجمہ کیا ہے۔ یہاں بیضاوی کے حاشیے پر لکھا ہے:-

وِرْدًا: پرندوں کا جھنڈ۔ لشکر کا ایک دستہ، لوگوں کی جماعت جو پانی پر جائیں وِرْد کہلاتے ہیں۔ ہم مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے بہائم کی طرح ہنکا کرلے جائیں گے۔

اِدًّا: بہت معیوب اور مکروہ بات۔ بہت سخت کام۔

لُدًّا: جمع اَلَدُّ کی بہت جھگڑالو۔ اَلَدُّ اسم تفضیل ہے۔

رِكْزًا: اس کے ایک معنی ہیں نرم سی آواز۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ طٰہٰ۔ مَکِّیَّہ۔ آیات ۱۳۵

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡعُلٰی: جمع عُلیا۔ مونث اعلیٰ کی، بلند بلند کئی آسمان۔

اَلثَّرٰی: قاموس میں اس کے معنی زمین کے بھی لکھے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہیں۔ یعنی جو کچھ زمین کے نیچے ہے۔

اٰنَسۡتُ: اِیْنَاس باب افعال سے واحد متکلم معلوم کرنا۔ جاننا۔ میں نے معلوم کی ہے۔

قَبَسٌ: آگ کا انگارا (صراح)

فَتَرۡدٰی: رَدٰی سے واحد مخاطب، ہلاک ہونا تو ہلاک ہو جائے گا۔

اَهُشُّ: ھَشٌّ بمعنی درخت سے پتے جھاڑنا، میں پتے جھاڑ لیتا ہوں۔

مَاٰرِبُ: امام راغب نے لکھا ہے مَاٰرُبَۃٌ کی جمع۔ حاجت، ضرورت، معنی حاجتیں۔

اَزۡرِیۡ: اَزْرٌ۔ قوت۔ سخت

سُؤۡلَ: وہ حاجت جو دل میں جمی ہو۔

فَتَنّٰکَ فُتُوۡنًا: فتن سے۔ راغب نے لکھا ہے کہ کبھی اس کے معنی عذاب ہوتے ہیں۔ کبھی اختیار کے یہاں اختیار یعنی امتحان کے معنی ہیں۔ ہم نے تیرا خوب امتحان لیا۔

اصطناع: اس کے معنی امام راغب نے لکھے ہیں کسی شے کی صلاحیت اور درستی میں بہت مبالغہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاصۡطَنَعۡتُکَ لِنَفۡسِیۡ: اور میں نے اپنی ذات کے لئے تیری پوری صلاحیت اور درستی کی ہے۔

وَلَاتَنِیَا: ونی سے ہے جس کے معنی ہیں سست ہونا، تثنیہ مذکر، نہی حاضر، تم دونوں سست نہ ہو۔ (صراح)

خَلۡقَهٗ: امام راغب نے اس کے معنی صورت، شکل، اور ہئیت کے لکھے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی شکل وصورت دی، اور ہدایت فرمائی ہر قسم، اور ہر جنس کو اس کی خصوصی بود و باش کی رہنمائی کی۔

بَالُ: صراح میں اس کے ایک معنی حال لکھے ہیں یہاں یہی مراد ہیں۔ قاضی بیضاوی نے بھی حال ہی لکھے ہیں۔

شَتّٰی: قاضی نے لکھا ہے شتّٰی جمع ہے شَتِیۡتٌ کی۔ جیسے مریض کی مرضیٰ۔ بمعنی مختلف رنگ کے تاثیر کے، منافع کے اور ذائقے کے۔

نُهٰی: جمع نُهیۃ۔ عقل۔ کہ وہ ہر قبیح امر سے اور نا ملائم بات سے روکتی ہے کہ اہلِ عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔

سُوًی: مکانِ وسط میں۔ یعنی وہ جگہ جو فریقین کے وسط میں ہے۔

Marfat.com

یُسْحِتَکُمْ: سحت کے معنی لکھے ہیں حرام۔ باب افعال اس سے اَسْحَتَ یُسْحِتُ ۔فنا کرنا استیصال کرنا۔ عذاب سے تمہارا استیصال کردے گا۔

اَلْمُثْلٰی: صیغہ مونث کا اَمْثَلُ مذکر سے مَثَالَۃ سے بنا ہے۔ قاموس میں مثالۃ کے معنی فضل لکھے ہیں۔ یعنی تمہارے افضل تریں مذہبی طریق کو لے جائیں مٹا دیں۔ کوئی ماننے والا نہ رہے۔

اَوْجَسَ: وجس سے باب افعال ہے وجس کے معنی ہیں دل کا ڈرنا ایجاس دل میں خوف ڈالنا موسیٰ نے اپنے دل میں خوف ڈالا۔

تَلْقَفْ: لَقَف مصدر سے واحد مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے کو بالتمام لے لینا جو کچھ انہوں نے بنایا ہے یہ تیرا سانپ سب کچھ اٹھا لے گا۔ باقی کچھ نہیں چھوڑے گا۔

عُلٰی: جمع عُلیا جو اَعلیٰ اسم تفضیل مذکر سے صیغہ مونث ہے یعنی بہت اونچے اور بلند درجات میں۔

ھَوٰی: فعل ماضی ھَوِیَ سے کسی گہری غار میں گر جانا۔ وہ ہاویہ میں گرے گا یا بمعنی ہلاک ہوگا۔

غَضْبَانَ: غضب سے صفت مشبہ ہے، عارضی صفات اس وزن پر آتی ہیں۔ غضب سے بھرا ہوا۔

اَسِفًا: یہ صفت مشتبہ ہے اندوہگیں اَسَف سے اندوہگیں ہونا از باب عَلِمَ

بِمَلْکِنَا: بیضاوی میں ہے کہ یہ کام ہم نے اپنے ہاتھ میں نہ ہونے اور سامری کی بھلاوٹ سے کیا ہے بین السطور لکھا ہے کہ اپنے اختیار سے نہیں کیا۔

خُوَارٌ: گائے بیل کی آواز (ص)

سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ: تَسْوِیْل۔ کسی شے۔ کسی کام کو سجانا۔ زینت دینا۔ میرے نفس نے میرے نزدیک یہ کام آراستہ کر کے دکھایا۔

لَنَنْسِفَنَّہٗ: نسف سے مضارع موکد با نون ثقیلہ اس کے معنی گرانا، جڑ سے اکھیڑنا۔ ہم بالضرور اس کو توڑ پھوڑ کر پگھلا کر فنا کرتے ہیں۔

وِزْرٌ: بوجھ۔ اوزار جمع

زُرْقًا: جمع ہے ازرق کی زرقاء مونث کی جمع بھی یہی ہے۔ مذکر و مونث دونوں کی جمع اسی وزن پر آتی ہے۔ معنی ہیں کبود چشم۔ گربہ چشم۔

یَتَخَافَتُوْنَ: خفت سے باب تفاعل ہے۔ خفت کے معنی ہیں بہت نرم آواز سے ہولے ہولے بولنا۔ وہ بوجہ رعب، ہیبت اور دہشت کے باہم بہت نرم اور آہستہ آواز سے بولیں گے۔

اَمْثَلُھُمْ: محاورہ ہے فلان امثل القوم قوم سے بہتر۔ یہاں معنی ہیں کہ جوان سے بود و باش میں، یا رائے میں اچھا ہوگا کہے

Marfat.com

کہ تم تو ایک دن ٹھہرے ہو۔

قَاعًا: زمین سہل ہموار (قاموس)

صَفْصَفًا: ایسی زمین جس میں کوئی ٹیلا یا پہاڑ نہ ہو بالکل ہموار سطح۔

اَمْتًا: کسی قدر اونچائی۔ بلندی۔

هَمْسًا: نرم آواز

عَنَتِ الْوُجُوْهُ: مصدر عُنُوٌّ سے خواری اور ذلت دکھانا۔ باب دَعَا یَدْعُو۔ یعنی چہرے خواری اور ذلت دکھائیں گے حی قیوم کے سامنے۔

لَا یَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا: ظلم یہ ہے کہ بغیر جرم کے سزا دی جائے، یا اطاعت پر ثواب نہ دیا جائے اور هَضْمٌ یہ ہے کہ طاعت پر کم ثواب دیا جائے۔ هَضْم کے لغوی معنی ہیں کسی کے حق سے کوئی شے کم کر دینا۔ معنی ہیں کہ مومن اپنے متعلق ظلم اور کمی دونوں باتوں سے نہ ڈرے گا۔

صَرَّفْنَا: بار بار دہرایا اور بیان کیا ہم نے۔ صرف سے باب تفعیل ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے کو گھمانا، پھیرنا۔

طَفِقَا یَخْصِفَانِ: خَصْف سے ہے اس کے معنی ہیں جوتا سینا۔ یہاں مراد ہے جسم پر پتے چپکانے لگے (صراح)

مَعِیْشَةً ضَنْكًا: ضَنْكًا۔ قاموس میں ضنک کے معنی ہر امر اور ہر بات میں تنگی کے لکھے ہیں۔ مذکر و مونث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ مصدر ہے، باب کرم سے استعمال ہوتا ہے۔

لَكَانَ لِزَامًا: كَانَ کا اسم ضمیر ہے جو راجع ہے اس عذاب کی طرف جس سے قرونِ سابقہ ہلاک ہوئے اور لزاما کو قاضی بیضاوی نے مصدر بمعنی اسم فاعل لیا ہے۔ لازما۔ یعنی ملازما۔ اور بمعنی اسم آلہ بھی کہا ہے لازم ہونے کا آلہ بوجہ شدید لزوم کے۔

زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا: بیضاوی میں ہے کہ زَهْرَة کے معنی زینت اور خوبصورتی ہے۔ یعنی حیات دنیا کی زیب و زینت، یا زاہر کی جمع ہے۔

اس کے نصب میں یہ وجوہ لکھی ہیں۔ اول اس کا ناصب فعل محذوف ہے جَعَلْنَا یا اَعْطَیْنَا ہم نے بنائی یا عطا کی دنیا کی خوب صورتی وغیرہ۔ اور اگر زاہر کی جمع بنائیں تو معنی ہوں گے انہوں نے اپنی نعمتوں اور خوبصورتیوں سے حیاتِ دنیا کو زینت دی۔ باقی وجوہ بوجہ طویل ہونے کے ترک کر دیں۔

اَلسَّوِیِّ: مستقیم۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ الانبیاء۔ مَکِّیَّہ۔ آیات ۱۱۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَضۡغَاثُ: جمع ضغث گیلے اور خشک کچھ لمبے تنکوں کا مٹھا۔

اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ: خواب پریشان، اور بے جوڑ ملی جلی باتیں۔

قَصَمۡنَا: صاحبِ کشاف نے کہا ہے کہ قصم بہت بُری طرح کاٹنا ہوتا ہے۔ ہم نے بُری طرح شہروں کا استیصال کیا۔

یَرۡکُضُوۡنَ: رکض سے ہے جس کے معنی ہیں سواری کو ایڑی لگا کر تیز دوڑانا۔ مراد ہے علامات عذاب محسوس کر کے تیز دوڑتے تھے۔

اُتۡرِفۡتُمۡ: اِتۡرَاف۔ عیش ونعمت میں بدراہ ہونا بھی اس کے معنی ہیں۔ نعمت میں پرورش پانا بھی۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ لوٹ کر چلو تم اس مقام کی طرف جس میں عیش وعشرت سے رہ کر بدراہ ہوئے تھے۔

حَصِیۡدًا: بمعنی محصود۔ کاٹی ہوئی۔ امام نے اس کے معنی کاٹی ہوئی کھیتی لکھا ہے کہ حصد مصدر ہے جس کے معنی ہیں کھیتی کاٹنا۔ حِصَاد کے معنی کئے ہیں وقت پر کاٹنا حَصِیۡد کے معنی ہیں اُجاڑنے برباد کرنے کو۔ قبل از وقت کاٹی ہوئی کھیتی۔

خٰمِدِیۡنَ: خمد۔ خمود سے باب نصر۔ آگ بجھ جانا۔ بجھے ہوئے بے حس وحرکت، سوکھی سڑی بے وقت کاٹ کر اجاڑی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گئے۔

اَنۡ نَّتَّخِذَ لَهۡوًا: لَہۡو سے مراد وہ کھیل ہے جو ایک جگہ بیٹھ کر کھیلی جائے۔ لَعِب وہ کھیل جو بھاگ دوڑ کر کھیلیں۔ امام نے باشارہ ضعف لکھا ہے لَہۡو سے یہاں وَلد (بیٹا) مراد ہے۔ اہل یمن کی زبان میں لَہۡو بیٹے کو کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک بیوی مراد ہے۔

مِنۡ لَّدُنَّا: اپنے پاس سے یعنی ملائکہ سے بناتے، یعنی اگر ہم لَہۡو بنانے کا ارادہ کرتے تو اپنے پاس کی مخلوق (ملائکہ) سے بناتے۔

نَقۡذِفُ: قذف مصدر سے ہے جس کے معنی ہیں دور سے پھینکنا باب ضرب۔

فَیَدۡمَغُهٗ: دمغ۔ مصدر سے باب منع۔ اس کا دماغ توڑ ڈالتا ہے۔ معنی ہیں بلکہ ہم باطل پر حق ایسا دور سے پھینکتے ہیں جو اس کا بھیجا نکال ڈالتا ہے۔

فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ: زھق مصدر سے ہے امام راغب نے لکھا ہے افسوس سے نکلنا۔ قاموس میں ہے جان نکلنا اور مٹ جانا اور ہلاک ہونا۔ معنی ہوئے کہ فوراً اسی وقت وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور مٹ جاتا ہے۔

Marfat.com

لَا یَسْتَحْسِرُوْنَ: حسرٌ سے باب استفعال ہے قاموس میں استحسار کے معنی تھکنا کے کئے ہیں۔ صراح میں اس کے معنی ماندہ ہونے کے لکھے ہیں یعنی وہ اپنی دائمی عبادت میں رہنے سے تھکتے نہیں، اور ماندہ نہیں ہوتے۔

لَا یَفْتُرُوْنَ: فتر سے ست ہونا۔ سستی کرنا باب نصر سے۔ اپنے اوقات میں۔ تعمیل عبادت میں یا دوسری طرح کی سپردگی عمل کی بجا آوری میں سستی نہیں کرتے۔

ھُمْ یُنْشِرُوْنَ: نشر مصدر سے باب افعال ہے بیضاوی کے حاشیے میں انشار کے معنی قاموس کے حوالے سے مردے کو زندہ کرنے کے لکھے ہیں۔ معنی ہیں کہ ان کے بنائے ہوئے معبود مردوں کو زندہ کرلیں گے۔

ھٰذَا ذِکْرُ مَنْ مَّعِیَ: اس میں امام نے تین توجیہیں لکھی ہیں۔ ہم تیسری کا خلاصہ لکھ دیتے ہیں قفالی نے یہ توجیہہ لکھی ہے کہ معنی یہ ہیں۔ تو ان کو کہہ یہ کتاب جو میں تمہارے پاس لایا ہوں مشتمل ہے ان لوگوں کے احوال بیان کرنے پر جو میرے وقت میں موافق یا مخالف ہیں اور ان لوگوں کے حالات بیان کرنے پر جو مجھ سے پہلے ہو چکے موافقین میں سے یا مخالفین میں سے۔ اب تم جو صورت چاہو اختیار کرلو۔

اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی: صراح میں ارتضی کے معنی لکھے ہیں پسند کرنا۔ یعنی نہیں شفاعت کریں گے مگر اسی کی وجہ سے شفاعت کو اللہ تعالیٰ پسند کرے گا۔ رضی سے باب افتعال ہے۔

مِنْ خَشْیَتِہٖ: خشیۃ کے معنی بیضاوی میں لکھے ہیں عظمت اور بڑائی دل میں رکھ کر ڈرنا۔ اس کی عظمت دل میں رکھتے ہوئے ڈرتے ہیں۔

رَتْقًا: امام راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں، ملنا اور جڑنا۔ یہ مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی ملے ہوئے، جڑے ہوئے۔ مراد ہے کہ آسمان و زمین ایک ہی شے جڑے ملے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہی قول عکرمہ نے بیان کیا ہے۔

فَفَتَقْنٰھُمَا: فتق کے معنی امام نے جدا کرنے اور الگ کرنے کے لکھے ہیں۔ بیضاوی میں بہت عمدہ تفصیل لکھی ہے۔

رَوَاسِیَ: جمع راسیہ محکم پہاڑ

وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ: بَلَاءٌ سے مثل دعا یدعو کی آزمانا۔ شر سے مراد مصائب دنیا اور مضرات اور شدائد۔ مثل فقر اور دیگر امراض وغیرہ کی اور خیر سے مراد ہر قسم کی خوش حالی اور آرام۔ یعنی ہم اپنے اوامر و نواہی کے ساتھ ساتھ تمہیں خیر و شر سے بھی آزمائیں گے۔

فَتَبْھَتُھُمْ: بَھْتٌ مصدر سے ہے مونث غائب فعل مضارع۔ مصدر کے معنی صراح میں لکھے ہیں ناگاہ پکڑنا۔ بلکہ اچانک آئے گی اور ناگاہ ان کو پکڑ لے گی۔

حَاقَ: حیق مصدر سے مثل باع کی گھیرنا، نازل ہونا نازل ہوگا اُن پر، یا ہوا اُن پر۔

مَنْ یَّکْلَؤُکُمْ: کِلَاءۃ مصدر سے ہے، بمعنی نگہبانی کرنا باب علم سے کون تمہاری نگہبانی کرتا ہے، حفاظت کرتا ہے۔

Marfat.com

وَلَاهُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ: امام نے یہاں مازنی کے معنی نقل کیے ہیں۔ایک محاورہ ہے کہا جاتا ہے اصحبتُ الرجل میں مدد کر کے آدمی کو بچالیا، اصحاب سے بنا ہے صحبۃ سے نہیں، امام نے ایسا ہی لکھا ہے۔معنی ہوئے کہ یہ ان کے معبود ہم سے مدد دیئے ہوئے نہیں۔

دوسرے معنی صُحبة یہاں بمعنی نصرت اور معونت کے ہے۔یہ بھی مازنی کے معنی کے موافق ہیں اور نہیں ہیں وہ ہم سے مدد دیئے ہوئے۔

نَنْقُصُهَا: ہم اس کو گھٹاتے ہیں۔امام نے گھٹانے کے یہ مطلب لکھے ہیں۔علاقے کو فتح کرا کر۔اُن کے اہل کو گھٹا کر، اردگرد اسلام کو پھیلا کر۔

نَفْحَةٌ: ایک جھونکا۔تھوڑی سی ہواءِ دوزخ کی حرکت چھوئے۔

رُشْدٌ: تمام دینی اور دنیاوی امور کی صلاحیت کی صحیح سمجھ۔

تَمَاثِيْلُ: جمع تمثال۔مخلوق خداوندی میں سے کسی شے کی مثل بنائی ہوئی شے۔حیوان کی مثل ہو یا انسان کی۔

جُذٰذًا: فعال کے وزن پر بمعنی اسم مفعول جیسے حطام بمعنی محطوم۔بمعنی مجذوذ جذٌّ سے کاٹا ہوا۔بیضاوی۔

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا: پس کر دیا ان کو ٹکڑے ٹکڑے۔

لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ: اِلَيْهِ کی ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔یا اُن کے کبیر کی طرف شاید کہ قوم کے لوگ اس کی طرف رجوع کریں (اور اس توڑ پھوڑ کا پتہ چلائیں)

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ: کہا ابراہیم نے بلکہ کیا ہے یہ کام اُن کے بڑے نے۔امام نے اس کلام کے مطلب میں کچھ وجوہ لکھی ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

۱۔ ابراہیم علیہ السلام کا مطلب ان کو الزام دینے کا اور شرمسار کرنے کا تھا۔

۲۔ ابراہیم علیہ السلام کو ان بتوں کی حالت، اور کیفیت نے غضب میں ڈالا بالخصوص بڑے بُت سے۔لہٰذا اس کام کو بوجہ اس کے سبب ہونے کے نسبت اُن کی طرف کر دیا۔یعنی یہ بت بالخصوص بڑا، اس توڑ پھوڑ کا سبب تھے۔ اس واسطے فرمایا کہ ان کے بڑے نے کیا ہے، انہیں سے پوچھو۔

۳۔ بَلْ فَعَلَهٗ کا فاعل كَبِيْرُهُمْ نہیں ہے، اس میں ضمیر فاعل ہے جو غیر مذکور کی طرف راجع ہے یعنی کیا یہ کام جس نے کیا یعنی فَعَلَهٗ مَنْ فَعَلَهٗ۔کسائی یہاں وقف کرتا ہے۔كَبِيْرُهُمْ هٰذا الگ جملہ ہے، اس اعتبار سے معنی صاف ہو جاتے ہیں۔

۴۔ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ۔یہاں وقف کیا جائے بلکہ ان کے بڑے نے کیا ہے۔مراد اپنی ذات ہے جو اُن سے جنسیت اور ذات میں بڑا ہے۔اُس نے کیا ہے۔صاف نہ فرمایا کہ میں نے کیا ہے۔اُن کو شرمندہ اور غلطی پر

Marfat.com

ہونے کے ساتھ اپنے آپ کو سچا بھی رکھا۔

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَنْفُسِهِمْ: بیضاوی میں اس کے معنی لکھے ہیں۔ انہوں نے اپنی اپنی عقل کی طرف رجوع کیا۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی بات کو بغور سمجھا کہ ٹھیک ہے۔

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِهِمْ: پھر اپنے سروں پر اوندھے گر پڑے۔ یعنی بعد غور کے بات سمجھتے ہوئے پھر مجادلے اور جھگڑے میں پڑ گئے۔

اُفٍّ لَّكُمْ: تُف تم پر اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ اُف بیضاوی میں ہے جھڑکنے اور زجر کرنے والے کی آواز ہوتی ہے۔ اس کے معنی کئے ہیں قبح اور بد بو ہے تمہارے واسطے، کشاف میں لکھا ہے کہ اُف ایک آواز ہے جب یہ نکالی جائے تو سمجھا جاتا ہے کہ اس آواز والا کسی کو ڈانٹتا ہے، اور اُس کے قول فعل کی گندگی ظاہر کرتا ہے۔

نَافِلَةً: اس کے معنی امام نے لکھے ہیں خاص عطیہ، مراد ہے اسحاق علیہ السلام دعا کی قبولیت کے سبب ہوئے اور یعقوب علیہ السلام بے سوال کئے عطا کئے گئے۔ اس لئے زَافِلَه فرمایا۔

اَلْكَرْبِ: بیضاوی میں اس کے معنی شدید غم کے لکھے ہیں۔ صراح میں ہے کَرْب یا کُرْبَة وہ غم جس سے دم گھٹے۔ مراد ہے کہ کفار کی۔ دن رات کی ایذا اور تکذیب سے جو غم تھا اس سے اس کو ہم نے نجات دی۔

نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ: نفش سے نفشت واحد مونث غائب۔ امام نے نَفْش کے معنی ابن السکیت کے قول سے لکھے ہیں کہ رات کو بغیر چرواہے کے بکریوں کا نکل کر چر جانا۔ عام مفسرین اسی قول پر ہیں۔ البتہ حسن بصری کا قول ہے کہ رات ہو یا دن، بکریاں اجاڑا کریں تو اس کو نفش کہتے ہیں۔

غَنَمٌ: صراح میں ہے گوسفند، بھیڑیں، فِيْهِ کی ضمیر حرث کی طرف ہے یعنی رات ہی رات میں بھیڑیں چر گئیں اجاڑ گئیں۔

صَنْعَةَ: لَبُوْسٍ۔ لَبُوْس کے معنی صراح میں زرہ لکھے ہیں۔ یعنی زرہ سازی کا فن سکھا دیا۔

عَاصِفَةً: تند اور تیز

اَلضُّرُّ: اَلضُّرُّ۔ ضاد کی فتح سے پڑھیں، تو اس کے معنی ہیں ہر شے میں ضرر واقع ہونا۔ اور اگر پیش سے پڑھیں تو اس کے معنی ہوتے ہیں ضرر فی النفس یعنی مرض اور لاغری وغیرہ سے نفس کا ضرر۔ امام رازی نے اور قاضی بیضاوی نے یہی معنی لکھے ہیں۔

وَذِكْرٰی: راغب نے اس کے معنی کثرت ذکر لکھے ہیں۔ صراح میں ہیں ذکر کرنا۔ معنی ہیں ایوب علیہ السلام کا واقع عبادت گزاروں کے واسطے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرنے کا سبب ہے۔

وَذَا الْكِفْلِ: الیاس علیہ السلام کا لقب ہے، بعض نے یوشعؑ کا اور بعض نے زکریاؑ کا کہا ہے کفل کے معنی ہیں نصیب کفالت کرنا۔ یعنی کسی کا کفیل بننا۔ یا کسی کے بعد اس کے ہر معاملے میں خبر گیری رکھنا۔ تیسرے معنی ہیں دوگنا۔ یہ کچھ قاضی

Marfat.com

بیضاوی کی تحریر کا خلاصہ ہے۔ امام نے اس لقب رکھے جانے کی چند روایتیں بیان کی ہیں۔ اول ان حضراتؓ کے اپنے وقت کے دوسرے موجودہ انبیاء علیہم السلام کے اعمال سے دو گنے اعمال تھے، اور دو گنا ثواب تھا۔ یہ نام تھا، لقب نہ تھا۔ لقب مانیں تو معنوں کی رعایت بھی نکل آتی ہے۔

اُمَّتُکُم: اُمَّۃً وَّاحِدَۃً: اُمَّۃٌ سے یہاں مراد دین اور ملت ہے یعنی ملتِ توحید اور اسلام تمہاری ملت ہے جس پر تمہارا قائم رہنا واجب ہے۔ اس میں انبیاء سابقین علیہم السلام میں کبھی اختلاف واقع نہیں ہوا۔ یہ شروع سے ملتِ واحدہ چلی آئی ہے اور چلی جائے گی۔ بیضاوی۔

فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ: کُفران سے یہاں مراد بطلان ہے اور سعی سے اس کے تعمیل اعمال کی کوشش۔ یعنی اس کے اعمال صالحہ بغیر اجر اور ثواب کے نہ چھوڑے جائیں گے۔

وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَآ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ: قاضی بیضاوی نے اس کی تاویل یوں کی ہے:-

اس میں لا معنی نہیں دیتا زائد ہے۔ حرام ممتنع ہے نہیں ہوگا جو بستی ہم نے ہلاک کی ہے وہ توبہ کی طرف لوٹیں، یا حیاتِ دنیا کی طرف لوٹیں۔ یعنی ان کا حیاتِ دنیا کی طرف مڑ کر آنا، یا کفر شرک سے توبہ کر لینا محال ہے اور اگر لا اپنے معنی دے تو تاویل یہ ہے کہ ان کا جزا کے واسطے لوٹ کر نہ آنا حرام ہے یعنی ہمارے کفر و شرک کے سبب ہلاک کی ہوئی بستیوں والے، ہماری طرف لوٹ کر آئیں گے۔ نہ آنا ممتنع ہے۔

حَدَبٍ: بلند جگہ

یَنْسِلُوْنَ: نَسَلان مصدر سے بہت تیزی اور جلدی سے چلنا۔ بلند مقامات سے دوڑتے آئیں گے۔

حَصَبُ: اس کے معنی ہیں پھینکنا۔ یعنی جہنم میں پھینکے ہوئے ہوں گے۔

اَنْتُمْ: لَھَاوَارِدُوْنَ: یہاں لَھَا کے لام کو مقدم لا کر ظاہر فرما دیا ہے کہ تمہارا ورودِ جہنم میں دوامی طور پر ہے۔ یعنی اسی میں پڑا رہنے کے لئے ہے۔ باقیوں کے ورود کے مدارج ہیں ایک وقت آئے گا کہ کل اہلِ ایمان، حتّٰی کہ کم از کم ایمان رکھنے والا بھی نجات پا جائے گا۔ سوائے کافر مشرک کے۔

لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ: زَفِیر۔ قاضی بیضاوی نے اس کے معنی اَنِین کے لکھے ہیں کراہنا اور غم بھرے شدید سانس لینا۔

ترجمہ: جہنمیوں کے واسطے جہنم میں کراہنا ہوگا اور غم بھرے شدید سانس ہوں گے۔ اعاذنا اللہ منھا۔

وَھُمْ فِیْھَا لَا یَسْمَعُوْنَ: اور وہ جہنم میں شدتِ عذاب اور دہشت سے کسی کی کچھ نہ سنیں گے، یا وہ کسی جانب سے کوئی آرام اور سکھ کی کوئی آواز نہیں سنیں گے۔

اِشْتَھَتْ: شَھْوَتْ سے باب افتعال ہے۔ امام نے یہاں شہوت کے معنی نفس کا لذت طلب کرنے کے لکھے ہیں۔ پھر لکھا ہے نفس کی لذت اور ہے، دل کی لذت اور، روح کی لذت اور۔ اہلِ جنت کو یہ ہر سہ قسم کی لذات حاصل ہوں گی۔

Marfat.com

ترجمہ: اور وہ اپنی دلی نفسانی ہر قسم کی لذت میں ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا: حَسِیْسٌ نرم سی آواز جو محسوس ہو۔ اہلیانِ جنت نارِ جہنم کی دھیمی سی آواز بھی نہ سننے پائیں گے۔

یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ طَیٌّ سے نَطْوِیْ مضارع متکلم کا صیغہ ہے، السِّجِلّ۔ امام نے اس کے معنی میں کچھ تفصیل لکھی ہے جس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:۔

اس میں دو قول ہیں۔ اول کاغذ کا بڑا دفتر جس میں کچھ لکھا جاتا ہے۔ جس کو طو مار لکھا ہے پھر قاموس کے حوالے سے بیضاوی میں بین السطور اس کے معنی صحیفہ لکھے ہیں۔

اَلْكُتُبُ جمع کتابٌ یہ بناءٌ کی طرح مصدر ہے، بمعنی مکتوب۔ لکھے ہوئے صحیفے کو کہتے ہیں یہاں مراد ہے کہ بڑا کاغذ کا دفتر جس طرح معانی اور مطالب کثیرہ کو تہ کر لیتا ہے اسی طرح ہم آسمان کو لپیٹ کر تہ کر لیں گے تہ کرنا سے مراد ہے کہ طو مار جس طرح بڑے کثیر مطالب معانی اور مضامین کو اپنے اندر شامل کر کے لپیٹ لیتا ہے۔ ہم آسمان کو اسی طرح مع تمام اقسام کے سیاروں اور ستاروں کے لپیٹ لیں گے۔

قول دوم۔ سِجِلٌّ سے یہاں مراد طو مار (کاغذ کا بڑا صحیفہ) نہیں ہے۔ ابنِ عباسؓ کے قول کے مطابق اس فرشتے کا نام ہے جو بنی آدم کے اعمال نامے جب اس کی طرف پہنچائے جاتے ہیں تو لپیٹتا ہے۔

ایک یہ بھی روایت ہے کہ سِجِلّ آنحضرت صلعم کے کاتبانِ وحی میں سے ایک کاتب کا نام تھا۔ مگر امام نے اس روایت کو بعید از تسلیم قرار دیا ہے۔ اس بنا پر کہ کاتبانِ وحی مشہور ہیں سِجِل نام کا کوئی کاتب ان میں نہیں۔ زجاج کا قول نقل کیا ہے کہ حبشیوں کی زبان میں سجل۔ رجل (مرد) کو کہتے ہیں۔

پس اگر قول اول کے لحاظ سے سجل سے طو مار مراد رکھیں تو طَیٌّ مصدر مضاف اور سجل مفعول مضاف الیہ۔ اور فاعل مقدر الطَّاوِی یعنی سجل لپیٹنے والے کے لپیٹنے کی طرح ہم آسمان لپیٹ لیں گے اس توجیہہ میں لِلْكُتُب کا لام زائد ہوگا۔ جیسا رَدِفَ لَكُمْ میں زائد ہے۔ عام مفسرین یہی توجیہہ کرتے ہیں۔

مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ: ذکر سے یہاں مراد لینے میں چند قول ہیں۔

۱۔ زبور سے مراد آسمانی نازل شدہ کتابیں ہیں، اور الذکر سے لوح محفوظ مراد ہے۔ یعنی ہم نے لوحِ محفوظ میں لکھ رکھنے کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں لکھ دیا کہ زمین (جنت یا بیت المقدس، یا اس روئے زمین) کے وارث میرے صالحین بندے ہوں گے)

۲۔ یہاں زبور سے مراد قرآن مجید ہے اور ذکر سے مراد تورات ہے۔ یعنی ہم نے تورات میں لکھنے کے بعد قرآن میں لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے صالحین بندے ہوں گے۔

۳۔ زبور سے مراد حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب ہے اور ذکر سے مراد جو کچھ ان سے مروی ہے۔ ان سے یہ قول مروی

Marfat.com

ہے۔ کَانَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَمْ یَکُنْ مَعَهُ شَیْءٌ ثُمَّ خَلَقَ الذِّکْرَ یعنی اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی، پھر اس نے ذکر نامی شے پیدا کر دی۔

لَبَلٰغاً: قاضی نے معنی لکھے ہیں کِفَایَتَه۔ یعنی مذکورہ قبروں اور وعظوں میں کامل فلاح کی کفایت ہے یہی کافی ہیں مزید کی ضرورت نہیں۔ دوسرے معنی لکھے ہیں ایسا سبب اور ذریعہ ہے جس سے دلی مراد حاصل کی جاسکے۔ یعنی اس سورۃ کے مذکورہ امور انسان کی دلی مرادیں حاصل ہو سکنے کے اسباب اور ذرائع ہیں۔

فَقُلْ اٰذَنْتُکُمْ عَلٰی سَوَآءٍ: اِیْذَان عَلَی السَّوَاء کے معنی ابو مسلم نے کھلے طور پر جنگ کی دعوت دینا کئے ہیں۔ تو کہہ کہ علی الاعلان تم کو جنگ کی دعوت ہے۔

دوسرے معنی۔ جو کچھ تم پر توحید اور دیگر تمام دینی امور میں سے واجب اور لازم تھا میں نے یکساں طور پر تم کو بتا دیا ہے۔ مخالفت موافقت کا کوئی فرق نہیں رکھا یعنی تو کہہ دے کہ میں نے تم کو ہر فرمانِ الٰہی یکساں طور پر بلا کسی دوسرے اثر کے بتا دیا ہے۔

تیسرے معنی۔ عَلٰی سَوَاءٍ۔ علی الاعلان۔ یعنی تو کہہ دے کہ میں نے تم کو ہر امر کی اطلاع علی الاعلان کر دی ہے۔

چوتھے معنی۔ عَلٰی سَوَآءٍ۔ مہلت اور موقع دے کر تم کو اعلانِ جنگ کیا ہے۔ جلدی نکل آنے کے لئے نہیں بلایا۔ تو کہہ دے کہ جلدی جنگ کی دعوت نہیں دی بلکہ غور و فکر کا موقع دیا ہے کہ اسلام قبول کر لو۔ (امام)

فِتْنَةٌ لَّکُمْ: عذاب اور امتحان۔ یعنی تمہارے لئے تاخیر عذاب نامعلوم فتنہ اور مصیبت تم پر ہے یا تمہارا امتحان ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ الحج۔ مَدنیّہ۔ آیات ۷۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَذْهَلُ: ذُهُول مصدر سے مونث غائب بمعنی دہشت کے سبب اپنے کام کو بھول جانا۔
قیامت کے زلزلے کی دہشت سے ماں اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائے گی۔

سُكٰرٰی: جمع سَکْرَان مست

مَرِيْدٍ: خیر وخوبی سے خالی۔ فساد کے لئے خالی ہوا ہوا۔ اَمْرد بے ریش اسی کے مادے سے ہے۔ امام راغب نے مَرِیْد کے معنی لکھے ہیں، شیطان جن ہو یا انسان جو خیر وخوبی سے خالی ہو۔

عَلَقَةٍ: جمے ہوئے خون کا ایک ٹکڑا۔

مُضْغَةٍ: گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا۔

مُخَلَّقَةٍ: پورا۔ بلا نقص

غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ: ناقص۔ ناتمام۔

اَشُدَّكُمْ: امام نے کہا ہے کہ اَشُدّ ان جمع کلموں میں سے ہے جن کے واحد استعمال نہیں ہوتے اس کے معنی ہیں کمال قوت۔ عقل، اور تمیز۔ قاضی نے شِدَّۃ کی جمع لکھا ہے۔ معنی وہی ہیں۔

هَامِدَةً: سوکھی سڑی ہوئی هَمْد سے ہے، بمعنی سوکھنا، اسم فاعل مونث۔

اِهْتَزَّتْ: هَزّ سے ہے، سرور سے ہلنا، جھومنا زمین ہلی، پھولی۔

رَبَتْ: ابھری۔ پھولی

بَهِيْجٍ: بَهجة سے صفت مشبہ ہے۔ بمعنی خوب صورت، تروتازہ۔ مبرد نے اس کے معنی چمک دار خوبصورت شے کے کئے ہیں۔

هُوَ الْحَقُّ: قاضی نے حق کے معنی کئے ہیں کہ وہ بذاتِ خود ثابت ہے اور اسی سے تمام اشیاء ثابت ہوتی ہیں۔ امام نے حق کے معنی موجود ثابت کے کئے ہیں۔

ثَانِيَ عِطْفِهٖ: یہ کلمے اپنے اصلی معنی میں استعمال نہیں ہو رہے، بلکہ کنایہ ہیں نخوت، تکبر اور اعراض سے۔ کنایہ کہتے ہیں جب ایک لفظ اپنے اصل معین معنی کے سوا کسی دوسرے امر کے لئے استعمال کیا جائے تو کہتے ہیں یہ کنایہ ہے۔ معنی یہ ہوئے لوگوں میں وہ شخص ہے جو اللہ کی ذات میں بغیر علم، بغیر راہِ راستی، اور بغیر کسی روشن کتاب کی سند کے، تکبرانہ حق کو

Marfat.com

خفیف سمجھ کر اعراض کرتا اور مجادلہ کرتا ہے، تا کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کرے۔

عَلٰی حَرْفٍ: حرف کے معنی صراح میں کنارہ چیز لکھا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰی حَرْفٍ یعنی ایک وجہ پر عبادت کرتا ہے۔ خوشحالی پر، ضرر اور فقر پر منحرف ہوتا ہے۔

اَلْعَشِیْرُ: صاحب۔ معاشر۔ مل جل کر رہنے والا۔

اَنْ لَّنْ یَّنْصُرَهُ اللّٰهُ: ہ کی ضمیر اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کر کے مطلب یہ لیتے ہیں کہ جو شخص یہ ظن رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی مدد نہ کرے گا۔ دُنیا میں آپؐ کا کلمہ بلند کر کے اور دین پھیلا کر اور ظاہر کر کے اور آخرت میں آپؐ کا درجہ بلند کر کے اور منکروں کافروں سے انتقام لے کر، تو اُسے چاہئے کہ مندرجہ ذیل صورت کر سکتا ہے، تو کرے۔

فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ لْیَقْطَعْ لِیَمْدُدْ: کھینچ لے، لٹکا لے، پکڑ کر چڑھنے کے لئے یا گلے میں ڈال کر پھانسی لینے کے لئے۔

سَبَبٍ: مضبوط رسی۔

اَلسَّمَآءِ: مراد ہے مکان کی چھت، یا حقیقی آسمان، وہ رسی چھت سے لٹکائے پھانسی لینے کے لئے یا آسمان سے باندھے پکڑ کر اور چڑھنے کے لئے۔

لِیَقْطَعْ: قطع کرنا۔ کاٹنا، امر غائب ہے۔ مراد ہے چاہئے کہ پھانسی لے کر اپنی جان کاٹ ڈالے، یا آسمان پر چڑھ کر امداد کے ذریعے کاٹ دے اور بند کر دے۔

فَلْیَنْظُرْ: امر غائب ہے چاہئے کہ وہ دیکھے کہ ان باتوں کے کر گزرنے کے بعد۔

هَلْ یُذْهِبَنَّ کَیْدُهٗ: مضارع مؤکد با نون ثقیلہ هَلْ کے باعث: لام مفتوح نہیں لایا گیا۔ کیا اس کی تدبیر، چال یقیناً تاکید اُلے گئی ہے اور بند کر چکی ہے۔

مَا یَغِیْظُ: غیظ سے مضارع معروف مَا اسم موصول جو شے جو بات اس کو غیظ و غضب میں ڈالے رکھتی ہے۔ یعنی آپؐ کی امداد حق تعالیٰ کی طرف سے بند کر دی گئی ہے ہرگز نہیں۔ اول تو یہ باتیں ہوں گی نہیں پھانسی لینا، یا آسمان پر چڑھنا، اور اگر ہوں بھی تو ان کا اثر خاک جتنا نہیں۔ دنیا اور آخرت میں آپ کی امداد ہو گی، ان کا غیظ اور جلن انہیں کے لئے وبال ہے۔ اس ہ ضمیر کا مرجع ایک اور مقرر کر کے امام نے دوسری تاویل بھی کی ہے مگر قاضی بیضاوی نے اس کو قیل کے لفظ سے ضعیف صورت میں ظاہر کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اس آیت میں چھ مذہبی فرقے بیان کر دیئے ہیں۔ آباد دنیا میں سب کے سب مذہب رکھنے والے انہیں چھ میں شامل ہیں۔ مومن۔ یہود نصاریٰ صابی، مجوس۔ مشرک۔ بروزِ قیامت ان کا فیصلہ حکومت کے طور پر ہو گا کہ فلاں حق پر ہے فلاں باطل پر، یا بطور جزا کے ہو گا کہ فلاں کی جزا یہ ہے، فلاں کی وہ۔

Marfat.com

خَصۡمٰنِ: اِن سے مومنین اور غیر مومنین مراد ہیں یا مومنین اور اہلِ کتاب یہود یا نصاریٰ مراد ہیں۔

یُصَبُّ: مضاعف صَبٌّ باب مَدٌّ سے اوپر سے پانی ڈالنا۔

حَمِیۡمُ: گرم کھولتا ہوا پانی۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔

یُصۡھَرُ: صھرٌ سے مضارع مجہول پگھلا کر اُن کے پیٹ کی سب اشیاء جسمانی چمڑے سمیت پانی کی طرح ہو کر پگھلائی جائیں گی۔

مَقَامِعُ: جمع مِقۡمَعٌ۔ سوط۔ چابک۔ مارنے کا آلہ۔

اَلۡحَرِیۡقِ: بہت سخت جلانے کا مادہ رکھنے والی آگ۔

اَسَاوِرَ: جمع اَسۡوِرَۃ جمع سِوَار ہاتھ کا کنگن۔

اَلۡعَاکِفُ: مقیم۔ شہر میں اقامت رکھنے والا۔

اَلۡبَادِ: باہر کہیں دور و نزدیک سے آنے والا۔

بِاِلۡحَادٍ: الحاد کے معنی ہیں توسط سے ایک طرف ہونا بدراہی کے ساتھ۔ قاضی نے حال مانا ہے یعنی جو شخص بطریق ظلم اور الحاد کے کوئی ارادہ رکھے ہم اس کو عذاب الیم چکھائیں گے۔

اَلرُّکَّعِ: جمع راکِعٍ۔ رکوع کمر جھکانے کو کہتے ہیں۔ نماز میں رکوع کرنے والوں کے لئے۔

اَلسُّجُوۡدِ: جمع ساجِدٍ۔ سجدۃ زمین پر بچھ جانے کو کہتے ہیں۔ نماز میں سجدہ کرنے والوں کے لئے۔

رِجَالاً: جمع راجِلٍ پیدل یا پیادہ چلنے والا۔

ضَامِرٍ: لاغر اونٹ جو کثرتِ سفر سے لاغر ہو گیا ہو۔

فَجٍّ: دو پہاڑوں کے درمیان کا راستہ۔ پھر عام کھلے راستہ کو فَجّ کہہ دیتے ہیں۔

عَمِیۡقٍ: بہت دور دراز۔ فَجٍّ عَمِیۡقٍ بہت دور دراز مقام کا راستہ۔

بَھِیۡمَۃِ: صراح میں اس کے معنی ستور لکھے ہیں اور ستور کے معنی غیاث میں بیل، اونٹ اور گھوڑے کے لکھے ہیں۔

اَنۡعَام: جمع نعمٌ کی چوپایہ۔

بَھِیۡمَۃِ الۡاَنۡعَامِ: صاحب کشاف نے کہا ہے کہ بَھِیۡمَۃ لفظ میں جنگلی اور سمندری ہر چوپایہ حیوان شامل ہے۔ اَنۡعَام سے اس کا بیان کر دیا ہے کہ اونٹ گائے (اس میں بھینس بھی شامل) بھیڑ اور بکری، سب میں نر، مادہ برابر۔ معین ہو گئے ہیں یعنی مراد یہاں یہی چاروں قسمیں ہیں۔

اَلۡبَآئِسَ الۡفَقِیۡرَ: اَلۡبَآئِس۔ جس پر بہت شدت اور سختی پڑی ہوئی ہے۔ بہت ہی نادر، مفلس۔ جس کی حالت اس کے لباس اور چہرے سے ظاہر ہو رہی ہو۔

Marfat.com

اَلْفَقِیْر: جو حاجت مند ہو مگر لباس اور چہرے سے ظاہر نہ ہو۔ امام نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ قول نقل کیا ہے۔

ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَھُمْ ۔

اَلتَّـفَـثُ: زجاج نے کہا ہے کہ اہلِ لغت تفسیر کے سوا اس کی مراد نہیں جانتے۔ مبرد کا قول ہے کہ کلامِ عرب میں تفث ہر ناپاکی اور پلیدی کو کہتے ہیں جو انسان کو لگے اور اس کا اتارنا اس پر لازم ہو یہاں مراد لبیں کٹوانا، ناخن اُتروانا، بغلوں کے بال لینا۔ ناف کے نچلے بال مونڈنا ہے۔

لِیَقْضُوْ تَفَثَھُمْ: کے معنی ہیں کہ پھر حاجی لوگ اپنی مذکورہ بالا قسم کی میل کچیل دور کریں، نہائیں دھوئیں۔

تِفْطَوِیْه کا قول ہے کہ میں نے ایک فصیح لیاقت کے دیہاتی کو پوچھا کہ ثُمَّ لْیَقْضُوْ اتَفَثَھُمْ کے معنی کیا ہیں؟ اس نے کہا قرآن میں اس کی تفسیر نہیں ہوئی لیکن ہم کسی آدمی کو کہہ دیا کرتے ہیں کہ مَا اَتْـفَـثَ وَ مَااَذْرَنَکَ یعنی تجھے گندہ اور میلا کس نے کر دیا؟ اس نے بتا دیا کہ تفث کے معنی پلیدی، گندگی اور میل کچیل کے ہیں قفال نے یہ قول نفطویہ کا نقل کر کے کہا ہے کہ زجاج کے قول سے یہ قول بہتر ہے۔ اس قول میں معنی جاننے کا ثبوت ہے اس میں نہ جاننا معلوم ہوتا ہے۔

بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ: مکان۔ گھر

عَتِیْق: قدیمی۔ بہت مدت کا بنا ہوا۔

یہ مکان اللہ عزوجل کی عبادت کے لئے دنیا میں انسان کے لئے اولین مکان ہے یا عَتِیْق بمعنی معتق اسم مفعول ہے ظالموں اور جابروں کے تسلط سے بچایا ہوا۔ آج تک کوئی ظالم اس کی آدھی اینٹ کو بھی ہلا نہ سکا، بخلاف بیت المقدس کے کہ ظالموں نے اس کو چند دفعہ نقصان پہنچایا۔

حجاج کے ہاتھوں کچھ نقصان ہوا تو وہ اصل مقصود نہ تھا، اس کا مقصود ابنِ زبیرؓ کو مغلوب کرنا تھا۔ اس اثنا میں بیت اللہ شریف کو قدرے ضعف پہنچا چنانچہ حجاج نے بنوا بھی دیا۔ یا عتیق ہے آزاد۔ آج اس کا کوئی مالک نہیں بنا یا عتیق ہے طوفان نوح میں بچا لیا گیا۔

یُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ۔

حُرُمٰتِ: جمع حرمت۔ وہ امر جس کا کرنا حرام کر دیا گیا ہے۔ اس میں تمام شرعی حلال حرام امور شامل ہیں۔

ترجمہ: جو شخص اللہ عزوجل کی حرمات کی تعظیم رکھتا ہے۔

زین بن اسلم نے کہا ہے کہ حرمات پانچ ہیں۔ کعبہ مکرمہ، مسجد حرام، مکہ مکرمہ، مہینے حرمت والے، مشعر الحرام

قَـوْلَ الـزُّوْرِ: زور سے بنا ہے۔ صفت کا صیغہ ہے۔ راستی سے ٹیڑھا ہونے والا۔ مراد ہے جھوٹی بات، جھوٹی شہادت اسی میں شامل ہے۔

مَکَانٍ سَحِیْقٍ: دور (صراح) بعید مکان میں۔

Marfat.com

شَعَآئِرَ اللّٰهِ: راغب نے لکھا ہے جمع شَعِیْرَۃ قاضی بیضاوی نے شَعَائِرَ اللّٰہ سے مراد لیا ہے، اللہ کا دین، یا حج کے فرائض، یا اعمالِ حج بجالانے کی جگہیں، یا ھدایا (قربانیاں) جو بیت اللہ شریف کی طرف حاجی لوگ باہر سے ساتھ لاتے ہیں۔ جو لوگ ان امور میں سے ہر ایک کی تعظیم کرتے رہتے ہیں، وہ دلوں میں تقویٰ رکھتے ہیں کیونکہ یہ بات اہلِ تقویٰ کے افعال میں سے ہے۔

ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ: ان ہدایا کے نحر (ذبح) کی جگہ بیت العتیق کی طرف ہے۔

مَنْسَكًا: مقاماتِ عبادت، یا ایسی باتیں جن سے تقرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

مُخْبِتِيْنَ: اِخْبَاتٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ تواضع رکھنے والے یا عبادت میں کوشش رکھنے والے، اللہ کے ذکر میں اطمینان رکھنے والے۔ خود نہ ظلم کرنے والے اور اپنے اوپر ظلم کرنے والے سے بدلہ نہ لینے والے، یہ اقوال بالترتیب ان حضرات کے ہیں۔ ۱۔ ابن عباس وقتادہ ۲۔ کلبی ۳۔ مقاتل ۴۔ مجاہد ۵۔ عمرو بن اوس

وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ: اور صبر کرنے والے اوپر ان تکلیفوں کے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسم پر، مال پر، یا اہل پر آتی ہیں، اور جو تکالیف کسی ظالم کی طرف سے آئیں ان کو مقابلہ سے روک سکیں تو روکیں ان پر صبر کرنا واجب نہیں۔ (امام)

بُدْنَ: جمع بُدْنَۃٌ اونٹ جو حرم میں نحر کیا جاتا ہے۔ یعنی ذبح کیا جاتا ہے۔

صَوَآفَّ: جمع صَافَّۃٍ تین پاؤں پر کھڑا ہونے والا اونٹ۔ ایسی ہیئت کے بہت سے اونٹ۔

وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا: وُجُوْبٌ سے فعل ماضی مونث صراح میں اس کے معنی ہیں گرنا۔ مرنا۔ جنوب جمع جَنْبٌ کی پہلو، پسلی۔ جب ان اونٹوں کے جسم زمین پر گر پڑیں، اور ٹھنڈے ہو جائیں تو اُن کا گوشت بناؤ، پکاؤ، کھاؤ۔

قَانِعٌ: قناعت کرنے والا۔ اپنے پاس کی تھوڑی بہت شے سے راضی اور جو بغیر سوال کئے مل جائے اس سے خوش۔

وَالْمُعْتَرَّ: صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں، وہ محتاج جو کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔ قاموس میں ہے کہ ایسا فقیر جو اپنے آپ کو پیش کرے، بغیر سوال کرنے کے۔

يُدَافِعُ: ہٹاتا ہے۔ دفع کرتا ہے۔ کفار کو ان کو ایذا کو، ان کی ضرر دِہ تدبیر کو مومنوں سے۔

اُذِنَ: الآیۃ۔ یہ آیت جہاد کے اذن میں پہلی آتی ہے۔ یعنی مومنین کو مشرکین کے ساتھ جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔

صَوَامِعُ: جمع صَوْمَعَۃ نصاریٰ کا عبادت خانہ، گرجا۔

بِيَعٌ: جمع بِیْعَۃٌ یہود کا عبادت خانہ۔

صَلَوٰتٌ: صائبین کا عبادت خانہ۔

مَسٰجِدُ: جمع مسجد۔ اہلِ اسلام کا عبادت خانہ۔

Marfat.com

خَاوِيَةٌ: خوئ مصدر سے گرنا یا خالی ہونا۔ ان بستیوں کی دیواریں چھتوں کے اوپر گری پڑی ہیں یا چھتیں قائم ہونے کے باوجود باشندوں سے خالی پڑی ہیں۔

بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ: بئر کنواں، مُعَطّلَه اجڑا ہوا جس سے کوئی پانی نہ نکالے، یا اس کے پاس کوئی رہائش نہ رکھے۔

قَصْرٍ مَّشِيْدٍ: قصر محل مَشِيد چونے گچ کیا ہوا۔ شَید چونا وغیرہ۔

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ: اور بے شک ایک دن تیرے رب کے نزدیک تمہارے گنتی کے ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔

اس کلام مبارک کا مطلب جو قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں، یا اس کے حاشیے پر لکھنے والوں نے لکھا ہے اس کا خلاصہ مطلب اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔ کفار کو عذاب پہنچے گا۔ اگرچہ کچھ وقت کے بعد پہنچے گا، وہ صبور ہے، عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔ اس کلام میں اپنے صبر اور تاخیر عذاب کی غایت بیان فرمادی ہے کہ لمبی سے لمبی مدت بھی اس کے ہاں بہت چھوٹی ہے، یعنی کئی سو سال کے بعد بھی عذاب آیا تو گویا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ہی دن میں دیا گیا ہوگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ خداوندی عذاب کی درازی کی یہ صورت ہے کہ حقیقتاً ہی یہاں کے ہزار سال کے برابر وہاں کا ایک دن ہوگا۔

(فرضاً اگر کسی کو ایک سال کی سزا دی گئی تو یہاں کے ۳۶۵ ہزار سال کے برابر ہوگی) العیاذ باللہ۔

یہ سزا تو ایک سال کی ہے۔ عمر قید کی سزا کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ کیونکہ وہاں موت نہیں۔ کافر، مشرک اور منافق کو عمر قید کی سزا ہے۔ عمر کہیں ختم نہیں ہوگی، قید بھی کہیں ختم نہیں ہوگی۔ العیاذ باللہ

امام رازی نے اس کے مطلب میں ابو مسلم کی طرف نسبت کر کے یہ لکھا ہے کہ اگر یہ لوگ آخرت کے عذاب کا حال جان لیں کہ اس کی یہ صورت ہے تو اس کو جلدی نہ مانگیں۔

دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ یہاں کے چھوٹے دن جب سختی تکلیف اور دکھ درد کے ہوں تو دکھیارے کو بہت لمبے معلوم ہوتے ہیں، پھر وہاں کے دنوں میں کیا کچھ حال ہوگا جو اتنے طویل ہیں، وہ جلدی کیوں مانگتے ہیں۔

اَمْلَيْتُ: اِمْلاءٌ۔ مدت تک چھوڑے رکھنا بغیر پکڑ کے کسی کو اس کی غلط حالت میں رہنے دینا۔ پروردگار فرماتا ہے، میں نے بستی والوں کو چھوڑے رکھا۔

رِزْقٌ كَرِيْمٌ: کریم صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول عزت دیا ہوا۔ قاضی نے لکھا ہے کہ ہر جنس اور نوع کا ایسا رزق مراد ہے جس میں ہر قسم کی فضیلت اور خوبی موجود ہو۔

سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا: سعی کی ہماری آیتوں کی تردید میں، اور ان کے اثر زائل کرنے میں۔

جَحِيْمٌ: بہت سخت بھڑکنے والی آگ، اور ایک دوسرے کے اوپر چڑھی ہوئی آگ۔

Marfat.com

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ: (الاٰیۃ)

یہاں تَمَنّٰی اور اُمْنِيَّتِهٖ کے معنوں میں قاضی بیضاوی نے جو کچھ لکھا ہے، پہلے اس کا خلاصہ ہم لکھتے ہیں۔ پھر امام کی تحریر کا خلاصہ لکھ کر ختم کریں گے، تَمَنّٰی۔ کسی امر کو مفید اور خوبتر جان کر دل میں لانا۔

ترجمہ: ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول، اور کوئی نبی نہیں بھیجا مگر جب بھی اُس نے کوئی امر مفید اور بہتر جان کر دل میں رکھا شیطان نے اس کی اُس دل میں رکھی ہوئی بات میں وہ چیز ڈال دی جو دنیا میں زیادہ مشغولی کا موجب ہوتی ہے۔

اُمْنِيَّتِهٖ: دل میں رکھی ہوئی بات کما قال علیہ السلام وانه لَيُغَانُ علے قلبی فاستغفر الله فی الیوم سبعین مرة (بیضاوی)

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے دل (کے آئینے) پر تیرگی چھاتی ہے، پس میں دن میں ستر دفعہ استغفار کرتا ہوں۔

لَيُغَانُ: مضارع مجہول غین سے اس کے معنی صراح میں ابر اور تیرگی کے لکھے ہیں۔ اس میں آپ نے اشارۃً فرمایا کہ جیسا ابر آسمان سے درے، آڑ تو ہو جاتا ہے مگر دراصل بہت نیچے اور دور ہوتا ہے اسی طرح وہ تیرگی آڑ تو ہوتی ہے مگر میرے دل سے بے حد بعید اور دور ہوتی ہے جو استغفار سے پھٹ کر دور ہو جاتی ہے۔

یہاں حاشیے پر محشی نے مجمع البحار کے حوالے سے يُغَانُ کی لغوی تشریح کر کے لکھا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ کا قلبِ مبارک ہر وقت اللہ کی ذات میں مشغول رہتا تھا۔ باوجود اس کے جس وقت امت کے کسی امر میں یا مذہبی اور تبلیغی صورت میں لوگوں کی دعوت الی الاسلام اور دیگر قسم کی مصلحتوں میں مصروفیت ہوتی، تو اسی مصروفیت کو تاریکی سے تعبیر فرمایا، اور استغفار سے قلب مبارک کا وہ خفیف سا اثر دور کرایا۔

اگرچہ یہ مصروفیت پورا پورا دین ہے مگر زیادہ مشغولیت آپ کو نامرغوب ہے اسی کے متعلق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ: پس اللہ باطل کر دیتا ہے اور لے جاتا ہے اُس شے کو جو شیطان (درمیان میں) ڈالتا ہے۔ اپنی حفاظت اور بچاؤ سے اس میں مائل ہونے سے، اور وہ صورت ارشاد فرما دینے سے جس سے وہ بات دور ہو جائے۔

ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ: پھر اللہ تعالیٰ اپنی (اُن) آیات کو جوامرِ آخرت میں مستغرق رہنے کی دعوت دیتی ہیں محکم کر کے ثابت کرتا ہے۔

اس مقام پر ایک قصہ ہے جو تفاسیر میں مذکور ہے۔ قاضی بیضاوی نے بھی اپنی مذکور تاویل کے بعد درج کیا ہے۔ مگر اخیر میں اپنی تحقیق کا نتیجہ ان الفاظ سے نقل کر دیا ہے کہ یہ روایتی قصہ (علماء) محققین کے نزدیک مردود ہے۔ رد کیا ہوا ہے۔ اس کے تسلیم سے قرآن مجید میں بہت خلل لازم آتا ہے، ہم نے بھی اسی بنا پر یہاں ذکر نہیں کیا۔

امام نے اس مقام پر طویل بحث کی ہے بہت تھوڑے لفظوں میں کانٹ چھانٹ کر ہم یہاں کچھ لکھتے ہیں۔

Marfat.com

تَمَنّٰی کے دو معنی ہیں:- ا۔دل میں کسی پسندیدہ شے کی خواہش رکھنا، ۲۔قرآن مجید کی تلاوت کرنا پڑھنا۔

اُمْنِیَّۃٌ: کے معنی کئے ہیں تلاوتِ قرآن مجید اس واسطے کہ پڑھنے والا رحمت کی آیت پر اس کے حصول کی تمنا کرتا ہے، اور عذاب کی آیت پر اس سے بچنے کی تمنا کرتا ہے۔ لہٰذا اس کے مطلب میں یہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے کفار مکہ کی موجودگی میں ایک گروہ مومنین کے سامنے سورۃ النجم تلاوت فرمائی تو اس میں جہاں لات، عزیٰ اور منات کا ذکر آیا تو وہیں ایک آواز میں ان بتوں کی سادی سی وجہ سے تعریفی الفاظ ملتے جلتے وزن سے سنائی دیئے۔ کفار یہ سمجھ کر کہ آپؐ کی زبان مبارک سے نکلے ہیں خوش ہوئے اور اس سورت کے سجدۂ تلاوت کے مقام پر آپ نے سجدۂ تلاوت کیا تو جماعت مومنین کے ساتھ کفار موجود نے بھی خوش ہو کر سجدہ کیا۔ آیت کے ان کلمات کا کہ اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ جب اس نے پڑھا تو شیطان نے اس کی تلاوت میں (خلاف شے) ڈال دی۔ کا اسی آواز کی طرف اشارہ ہے۔ امام نے اچھی طرح اس کی ہر تاویل اور ہر مراد کی تردید کی ہے کہ نہ آپؐ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے نہ اور کسی وجہ سے سنے گئے۔ لہٰذا یہ نا قابلِ توجہ ہیں۔

تَمَنّٰی کے معنی اول کی رو سے آیت کا مطلب اس طرح ہے کہ آنحضرت صلعم جب بعض امور کی دل میں تمنا کرتے تو کوئی وسوسہ نا ملائم آتا جو اپنی طرف مائل ہونے کا تقاضا کرتا۔ امام نے ایسے وساوس کی چار کیفیتیں لکھی ہیں۔ اسی قسم کے وساوس کو شیطانی القا کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے وساوس محو فرما دیتا ہے اور باطل کر دیتا ہے، اور آپؐ کے اصل ارادوں کو محکم کر دیتا ہے۔

امام اس آیت سے اصل غرض بیان کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اگرچہ علم میں خطا سے معصوم رکھے گئے مگر سہو اور وسوسے سے اثر پذیر ہو جاتے رہے لیکن حق تعالیٰ اس اثر کو ساتھ ساتھ مٹاتا رہا۔ اس آیت کریمہ میں اسی امر کا بیان ہے۔ اس کے بعد امام نے اس آیت کے معنی ابو مسلم کے قول کے مطابق بھی درج کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔ اس آیت میں گویا کہ کہا گیا ہے کہ ہم نے بنی آدم کی طرف فرشتہ رسول بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ ان کی طرف انہیں میں سے نبی بنا کر بھیجے، اور ہم نے کوئی نبی نہیں بھیجا جو وحی کی تلاوت کے وقت شیطانی وسوسے سے اور وحی کے خلاف امر دل میں ڈالے جانے سے خالی رہا ہو۔ جس سے نبی وحی کی حفاظت سے اس وسواس کے سبب رکا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے نبی کو وحی پر، اور اس کی حفاظت پر ثابت قدم رکھا اور اصل وحی کی تعلیم فرما دی، اور شیطانی وسواس کے بطلان بنا دیا اس صورت سے حفاظت فرماتا رہا۔

ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ: اس کلام پاک کے معنی امام نے دو لکھے ہیں اگر تَمَنّٰی کے معنی دوسرے یعنی قراءت کے لیں تو آیات سے مراد قرآن مجید کی آئتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی آیات کو محکم کرتا ہے اور شیطانی وساوس کو باطل، اور اگر تَمَنّٰی کے معنی دلی تمنا لیں تو معنی ہوں گے کہ ان دلائل کے احکام کو محکم کرتا ہے جن میں غلطی کی گنجائش نہیں ہوتی۔

فِتْنَۃً: ابتلا۔ باعثِ امتحان۔

Marfat.com

مَرَضٌ: قلبی مرض۔شک اور شبہ قائم رہنا منافق۔

اَلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ: سنگ دل۔مراد مشرک کافر، اپنی ہٹ پر جمے ہوئے۔

شِقَاقٍ: مخالفت اور عداوت۔دوری (قاموس)

هُوَ الْحَقُّ: قران حق ہے، یا وہ القاء شیطانی اللہ تعالیٰ سے صادر ہوا ہے حق ہے اس کے علم میں ہوا ہے یا یہ نسخ حق ہے۔

فَتُخْبِتَ: لَهٗ قُلُوْبُهُمْ: خبت سے باب افعال اخبات۔صراح میں ہے، فروتنی کرنا عاجزی کرنا۔عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے اُن کی دل۔

فِيْ مِرْيَةٍ: مِریة شک (صراح)

شک میں ہیں اس سے۔

مِنْهُ: اس سے یعنی قرآن سے، رسول سے، یا اس القاء سے۔ضمیر مجرور کے مرجع کے تینوں احتمال ہیں۔کافر لوگ برابر شک میں پڑے ہوئے ہیں، ان تینوں میں سے کسی میں سمجھو۔

يَوْمٍ عَقِيْمٍ: جنگ کا دن۔

١۔ اس میں آدمی مارے جاتے ہیں۔گویا مائیں عقیم ہوگئی ہیں۔

٢۔ فوجیوں کو ابنائے حرب کہتے جب مارے گئے تو حرب عقیم ہوگئی۔

٣۔ ایسا یوم جس میں کوئی خیر نہیں۔عقیم۔کوئی فائدہ نہ رکھنے والی۔

یا مراد ہے یوم قیامت۔

مَنْسَكًا: امام نے اس سے چند معنی مراد لئے ہیں۔

١۔ روزِ عید جس میں وہ ذبح کرتے ہیں۔

٢۔ خدا تعالیٰ کے واسطے ذبح کرنے کا حیوان۔

٣۔ اُلفت اور جمع ہونے کا وقت یا جگہ طاعت اور عبادت کے لئے۔

٤۔ شریعت، شرعی طریق

هُمْ نَاسِكُوْهُ: وہ اس میں اپنے طریق کی عبادت کرتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ہم نے ہر اُمت کے واسطے ایک عید کا دن مقرر کیا یا قربانی مقرر کی یا عبادت کے واسطے جمع ہونے کا وقت یا جگہ مقرر کی، یا ایک شرع مقرر کی جس کو وہ بجالاتے ہیں۔

Marfat.com

سُورۃ المُؤمِنُونَ۔ مَکّیہ۔ آیات ۱۱۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَفۡلَحَ: فلاح سے باب افعال ہے۔ امام نے فلاح کے معنی لکھے ہیں اپنی مراد پر کامیابی حاصل کرنا۔ خیر و برکت میں ہمیشہ رہنا۔ خاصہ بلوغ کے معنی لئے ہیں یعنی فلاح میں داخل ہوا۔

سُلٰلَۃٌ: خلاصہ

عَلَقَۃً: جما ہوا خون

مُضۡغَۃٍ: گوشت کا ٹکڑا۔

سَبۡعَ طَرَآئِقَ: جمع طریقہ۔ قاضی نے لکھا ہے کہ طریقہ وہ شے جس کے اوپر اسی طرح کی دوسری شے رکھی گئی ہو۔ مراد ہے سات آسمان نیچے اوپر بنائے، یا طریقہ بمعنی رستہ۔ ملائکہ کے اُترتے چڑھنے کے رستوں والے مراد آسمان بنائے یا ستاروں کی سیر اور رفتار کے رستے ہیں۔

فَاَسۡکَنّٰہُ: باب افعال ہے سکون سے۔ ہم نے اس کو زمین میں ثابت اور قائم رکھا۔

طُوۡرِ سَیۡنَآءَ: طُور پہاڑ کا نام ہے اور سَیۡنَاء اس رقبے اور قطعے کا نام ہے جس میں یہ پہاڑ ہے اور یا مرکب امتزاجی کے طور پر پہاڑ کا نام ہے۔

وَفَارَ التَّنُّوۡرُ: فَارَ فعل ماضی فَوۡر اور فوران سے باب نصر سے چشمہ کا ابلنا اور پھوٹنا۔ تنُور سے روٹی پکانے کا تنور مراد ہے۔ یا خاص بلند جگہ تھی یا کشتی کے قریب کوئی نیچی جگہ تھی۔ یا عام زمین مراد ہے مگر امام نے پہلے معنی کو اقرب (زیادہ قریب) قرار دیا ہے۔ کشتی پر سوار ہونے اور کرنے کی علامت تنور سے پانی کا ابلنا قرار دیا تھا۔

فَاسۡلُکۡ فِیۡھَا: داخل کر اس میں، چڑھا لے اس میں

مُنۡزَلًا مُّبٰرَکًا: مُنۡزَلًا مصدر میمی ہے، یا اسم ظرف اُتارنا برکت دیا ہوا۔ یا اترنے کی جگہ برکت دی ہوئی، امام نے مراد کشتی لی ہے۔

صَیۡحَۃُ: جبرائیلؑ کے کڑک کی سخت تند آواز جس سے سب ہلاک ہو گئے۔ یا۔ اس کے معنی ہیں لرزہ اور زلزلہ۔ یا اس کے معنی ہیں عذاب خواہ کسی صورت میں ہو۔ امام نے اول معنی کو اولیٰ قرار دیا ہے۔

غُثَآءً: وہ گلے سڑے پتے تنکے جو سیلاب کے اوپر جھاگ کی صورت میں بہتے پھرتے ہیں۔ ہم نے ان کو ہلاک کر کے غثا کی طرح ردی بنا دیا۔

اَتۡرَفۡنَا: تَرَف سے باب افعال کی ماضی۔ اتراف نعمت سے پالنا۔ ہم نے نعمت سے ان کی پرورش کی۔

ھَیۡھَاتَ ھَیۡھَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ: اسم فعل بمعنی فعل ماضی ہے بَعُدَ دور ہے، بعید ہے تصدیق یا صحت اس امر کی جس

Marfat.com

کاتم وعدہ دیئے جاتے ہو۔

اِفْتَرٰی: فَرٰی سے باب افتعال کی ماضی۔صراح میں فری کے ایک معنی جھوٹ گھڑنے کے لکھے ہیں۔باب ض۔اِفتریٰ کے معنی بھی یہی ہیں۔

قُرُوْنٌ: جمع قرن اسی سال کی مدت۔مراد قومیں امتیں۔

اَحَادِیْثَ: جمع حدیث کی یا اُحدوثہ کی۔دل لگی کی بات۔غفلت والوں کی باتیں جو تعجب سے کرتے ہیں۔

تَتْرٰی: قاضی نے لکھا ہے حال ہے۔متواترین کے معنی میں یکے بعد دیگرے۔

امام نے واحدی کے قول سے بھی یہی معنی لکھے ہیں،قاضی نے لکھا ہے کہ یہ لفظ وتر سے بنا ہے اور تَتْرٰی اصل میں وَتْرٰی تھا۔الف مقصودہ تانیث کے لئے ہے رسل جمع کے اعتبار سے۔

اور تَتْرٰی امام نے اس کا وزن فَعْلٰی لکھا ہے،مصدر مثل دعویٰ اور تقویٰ کی۔مراد معنی اس کے ہیں متواترۃ

فَاَتْبَعْنَا: پس ہم نے ان کے بعض کو ہلاک کرنے میں بعض کے پیچھے کر دیا۔یعنی آگے پیچھے ہلاک کیا۔

رَبْوَۃٍ: زمین کے بلند قطعے کو ربوہ کہتے ہیں مراد ہے بیت المقدس یا دمشق،یا شہر رملہ یا مصر۔

ذَاتِ قَرَارٍ: مستقل قرار رکھے جانے کے قابل۔

وَمَعِیْنٍ: اس کا موصوف ماءِ محذوف ہے۔اس کے معنی ہیں ظاہر اور جاری۔معن سے صفت مشبہ ہے۔بہنے والا۔

مِنَ الطَّیِّبٰتِ: جمع طَیِّبَہ۔قاضی بیضاوی نے اس کے معنی لکھے ہیں مباحات میں سے لذیذ شے۔بعض نے کہا ہے کہ مراد ہے حلال صاف قوام والا،اور قوام وہ شے ہے جس سے زندگی قائم رکھی جائے،پھر حلال وہ شے جس میں اللہ تعالیٰ بھولنے نہ پائے اور قوام وہ شے جو نفس کو قوت دیئے رکھے اور عقل کو بحال رکھے۔ان ہر سہ صفات رکھنے والی شے کو طیب فرمایا اور کھانے کا انبیاء علیہم السلام کو اپنے اپنے اوقات میں حکم دیا۔

زُبُرًا: جمع زبور کی،مراد ہے کہ اُمتوں نے اختلاف میں اپنے اپنے عقیدے کی کتابیں بنالیں۔

حِزْبٍ: جماعت،گروہ،جمع اس کی احزاب۔

غَمْرَۃٍ: علامہ راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں بہت بڑا پانی جو اپنی نیچے کی زمین کو خوب چھپائے رکھتا ہے۔یہاں مراد ہے جہالت،ضد اور ہٹ دھرمی،یعنی ان کو ان باتوں میں چھوڑے رکھ،بلکہ کلماتِ مبارکہ کے معنی ہیں کہ ان کے دل غفلت اور جہالت میں ہیں۔

یَجْئَرُوْنَ: مصدر جَاْرٌ و جُؤَرٌ۔رازی کرنا تضرع کرنا۔جَاَرَ اِلَی اللّٰہِ۔اللہ کی طرف اس نے زاری کی۔یَجْئَرُوْنَ۔امداد حاصل کرنے کو زاری کرتے۔

مُتْرَفِیْهِمْ: ان کے نعمت والے،ناز پروردہ ہم نے پکڑے۔اِتراف نعمت میں پالنا۔اسم مفعول منصوب۔

تَنْكِصُوْنَ: نکوص مصدر سے مضارع مخاطب باب ض اس کے معنی ہیں پچھلے پاؤں مڑنا۔

Marfat.com

سَامِرًا: سمر سے اسم فاعل۔اس کے معنی رات کو باتیں کرنا،امام نے کہا ہے کہ جمع کے معنی میں مستعمل ہے۔

تَهْجُرُوْنَ: هَجْرٌ ہ کی زیر سے،تم قرآن مجید کو ترک کرتے تھے یا اس کی شان میں بکواس کرتے تھے۔یا ہ کی پیش سے هُجْرٌ بمعنی فحش بکتے تھے۔

لَنٰكِبُوْنَ: نَكْب سے اسم فاعل جمع مذکر،مصدر کے معنی ہیں کسی طرف مائل ہونا۔صراطِ مستقیم سے دوسری طرف مائل ہونے والے ہیں۔

لَّلَجُّوْا: لجاج مصدر سے فعل ماضی مصدر کے معنی ہیں اڑے رہنا،کسی شے میں جمے رہنا۔

يَعْمَهُوْنَ: عَمَهٌ سے ہے،عقل اور بصیرت کا اندھا ہونا۔وہ بے بصیرتی رکھتے ہیں۔

فَمَا اسْتَكَانُوْا: خضوع،عاجزی اور فروتنی کرنا مصدر استکانۃ پس انہوں نے باوقت عذاب بھی عاجزی نہ کی۔

مُبْلِسُوْنَ: اِبْلَاسٌ مصدر سے اسم فاعل جمع۔امام نے ابلاس کے معنی لکھے ہیں ہر قسم کی بھلائی اور خیر سے نا اُمید ہونا مُبْلِسُوْن۔نا امید ہونے والے ہیں۔

اَسَاطِيْرُ: جمع اُسطورۃ۔بعض نے کہا ہے جمع اَسطار جمع سطر۔امام نے پہلی جمع کو زیادہ موافق کہا ہے۔بمعنی تعجب کی کہانیاں۔

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: غَیب۔اللہ تعالیٰ کے خزانہ علمی میں سے جو شے تمام مخلوق میں سے کسی ایک فرد کے احاطہ علمی میں بھی نہیں ہے،وہ غیب ہے اور جو شے تمام مخلوق کے کسی ایک فرد کے علم میں بھی ہے وہ شھادۃ میں درج ہے۔اللہ تعالیٰ ہی ان ہر دو قسموں کو جانتا ہے۔

قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ

هَمَزٰتِ: صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں خطرات اور وساوس جو دل میں پیدا ہوتے ہیں۔جس کو گندی صورتیں دکھائی دیں،یا بری خوابیں آئیں یا آسیب کی شکایت ہو وہ شخص سوتے وقت سات دفعہ پڑھ لے،اور صبح اٹھتے وقت سات دفعہ پڑھے انشاءاللہ شکایت رفع ہوگی۔مجرب ہے۔لفظ مبارک قُلْ سے شروع نہ کرے بلکہ رَبِّ سے پڑھے۔

مَوَازِيْنُهٗ: جمع موزون یا میزان،مراد ہے اعمال۔

تَلْفَحُ: لَفْحٌ سے جلانا۔آگ ان کے مونہوں کو جلائے گی۔

كٰلِحُوْنَ: مصدر اس کا كُلُوْحٌ ہے۔دونوں لبوں کا اوپر نیچے کو بہت زیادہ سکڑ جانا۔کافر لوگ آگ میں بہت زیادہ سکڑے ہوئے ہونٹوں والے ہوں گے۔

اِخْسَئُوْا: خَسْئًا مصدر سے امر حاضر۔ذلیل اور ملعون ہو کر خاموش رکھو۔اب سوال کا وقت نہیں۔

شِقْوَتُنَا: شقاوۃ۔بدانجامی۔بدخاتمہ۔

سِخْرِيًّا: استہزاء۔ٹھٹھا،اس میں مبالغے کے لئے ہے لفظ مصدر ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ النُّور۔ مَدنِیہ۔ آیات ۶۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَاْفَةٌ: امام نے اس کے معنی رقہ اور رحمت کے لئے ہیں۔

مُحۡصَنٰتِ: جمع محصنة خاوند والی عورت، یا بلا خاوند کے پاک دامن عفیفہ عورت۔ فقہائے محصنہ ہونے کی یہ شرطیں لگائی ہیں۔ مسلمان ہو، عاقلہ بالغہ، حرہ، آزاد، اور زنا سے بچی ہوئی ہو۔

وَیَدۡرَؤُا: دَرۡءٌ مصدر سے مضارع غائب مصدر کے معنی دور کرنا، ہٹانا اور عورت سے اُس کی سزا کی صورت ہٹا دیتی ہے صورتِ ذیل:

اِفۡکٌ: شے کو پھیرنا اس کی اس وجہ سے جس پر ہونا اس کا حق تھا۔ یہاں مراد ہے بالکل جھوٹ۔

عُصۡبَةٌ: جماعت

فَاحِشَةٌ: جس کی قباحت بہت زیادہ ہو۔

مُنۡکَرًا: جس کو اشخاص بُرا سمجھیں اور اس سے نفرت کریں۔ پسند نہ کریں۔

وَلَا یَاۡتَلِ: قاضی نے لکھا ہے کہ اِلیۃٌ سے باب افتعال ہے۔ اس کے معنی ہیں قسم کھانا۔ یعنی فضیلت والے، اس جرم کا ارتکاب کرنے والے پر آئندہ احسان نہ کرنے پر قسم نہ کھا بیٹھیں کہ آئندہ احسان کرنے سے رک جائیں۔

اَلۡخَبِیۡثٰتُ: الآیۃ۔ امام نے ان کلماتِ مبارکہ کے دو معنی کئے ہیں۔

۱۔ گندی باتیں گندے مرد عورتوں کے منہ سے نکلتی ہیں گویا انہیں کے لئے ہیں اور پاک طیب باتیں پاک طیب مرد عورتیں کرتے ہیں۔ یہ باتیں گویا انہیں کے لئے ہیں۔

۲۔ گندی خبیث عورتیں، گندے مردوں کے لئے اور گندے خبیث مرد گندی خبیث عورتوں کے لئے اور پاک طیب عورتیں، پاک طیب مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ قاضی بیضاوی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار کو چار طرح سے بَری کیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اہلِ عورت کے شاہد سے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہود کی جسمانی تہمت سے، جب کہ آپ الگ تھلگ نہایا کرتے تھے، یہود نے تہمت لگائی کہ آپ کو کوئی عیب دار بیماری ہے۔ آپ پتھر پر کپڑے رکھ کر نہائے کپڑا پکڑنے لگے تو پھر ذرا پیچھے کھسکا، آپ آگے بڑھے اور وہ کھسکا حتّٰی کہ دوڑ کر لوگوں میں لے آیا۔ سب نے دیکھا کوئی بیماری نہیں گویا پتھر کے ذریعے بَری کیا۔ حضرت مریم علیہم السلام کو ان کے فرزند عیسےٰ علیہ السلام کے ذریعے بَری کیا۔ جناب عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان آیات کے ذریعے، گویا

Marfat.com

خود ذاتِ حق نے بَری فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا: استیناس کے معنی ہیں۔اذن حاصل کرنا۔

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا: یعنی اے اہلِ ایمان کسی غیر کے گھر میں نہ داخل ہو جب تک کہ اذن نہ حاصل کرلو،اور گھر والوں پر سلام نہ کہہ لو،جس کی صورت یہ ہے،السلام علیکم! کیا میں آجاؤں؟ آرام آرام سے تین دفعہ کہے۔اجازت ہو تو اندر چلا جائے ورنہ واپس جائے۔

خُمُرٌ: جمع خِمَارٍ اوڑھنی۔بڑی چادر

اَیَامٰی: جمع اَیِم وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو،یا وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو۔

فَلْیَسْتَعْفِفْ: عضیف رہنے میں کوشش رکھے۔

اَنْ تُرْفَعَ: کہ بلند کیے جائیں۔امام نے لکھا ہے کہ مراد مساجد ہیں ان کی عمارت بلند کی جائے،یا مراد ہے کہ پاک اور صاف رکھ کر بلند درجہ رکھی جائیں اور لغو گفتگو سے بچائی جائیں۔

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ

غُدُوٌّ: مصدر بمعنی صبح کرنا۔مراد ہے اوقات صبح،مصدر سے وقت مراد لیا ہے۔

اٰصَالٌ: جمع اصل۔جمع اصیل۔یہ امام نے لکھا ہے۔صراح میں ہے اَصِیل شبانگاہ اس کی جمع اَصَلٌ و آصَال ہے۔

سَرَابٌ: ایسی ریت اور شور جو دوپہر میں دور سے بہتے ہوئے پانی کی طرح دکھائی دے،دراصل پانی کا وہاں قطرہ بھی نہ ہو۔

قِیْعَةٍ: امام نے فرا کا قول لکھا ہے کہ یہ قاع کی جمع ہے اور قاع بسیط ہموار زمین کو کہتے ہیں اور زمخشری کا قول لکھا ہے کہ یہاں قیعة قاع کے معنی میں ہے۔

لُجِّیٌ: بہت ہی موجوں والا گہرا۔

یُزْجِیْ سَحَابًا: ہانکتا ہے چلاتا ہے بادل کو از جاء آہستہ آہستہ چلانا۔

خِلٰلِهٖ: جمع خَلَلٍ۔مثل جَبَل رجِبَال درمیان۔

وَدْقٌ: صراح میں اس کے معنی بارش اور برسنا لکھے ہیں۔یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

مِنْ جِبَالٍ: یہاں قاضی نے مراد لی ہے بادل کے بڑے بڑے عظیم قطعے جو اپنی عظمت اور جمے ہونے کے سبب پہاڑوں جیسے ہیں۔

سَنَا بَرْقِهٖ: سَنَا بمعنی چمک،روشنی،قریب ہے کہ اس کی برق کی روشنی آنکھیں اُچک لے۔

مُذْعِنِیْنَ: اذعان گردن دے دینا۔بلا اعتراض مان لینا۔

Marfat.com

اگران کو اپنے حق میں فیصلہ ہونے کا یقین ہوتا ہے تو بڑی رغبت سے چلے آتے ہیں۔

حَیْفٌ: ظلم کرنا باب باع بیبع سے۔

لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ: حُلُم سے مراد ہے بلوغت کی عمر۔ یعنی وہ لڑکے جو بلوغت کے وقت کو نہ پہنچے ہوں۔

اَلْقَوَاعِدُ: جمع قاعدہ وہ عورت جو بوجہ بڑھاپے کے حیض سے حمل اور حاجت خاوند سے رہ چکی ہو۔

غَیْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ: تَبَرُّج مردوں کے واسطے اپنی زینت ظاہر کرنا۔

درآنحالیکہ وہ اپنی زینت مردوں کے سامنے ظاہر نہ کرنے والی ہوں۔

یَتَسَلَّلُوْنَ: آہستہ آہستہ کھسکتے جاتے ہیں۔ تسلل کھسکنا۔

لِوَاذًا: مصدر لاوز یُلاوِزُ لِوَازا مُلَاوِزَۃً۔ حال ہے بمعنی ملاوزین۔

خفیہ خفیہ ایک دوسرے کی آڑ میں ہو کر مجلس یا مجمع سے کھسک جانا۔ یعنی چھپ چھپ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مبارک سے اٹھ جاتے ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ الفُرقان۔ مَکِّیہ۔ آیات ۷۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تبٰرَکَ: امام نے زجاج کا قول نقل کر کے کہا ہے کہ برکت سے باب تفاعل ہے۔ برکت کے معنی خیر وخوبی کی کثرت اور زیادتی۔ بہت خیر وخوبی والا ہے وہ وجودِ پاک جس نے فرقان نازل فرمایا۔ یا معنی ہیں کہ وہ اپنی ذات صفات اور اپنے افعال میں بہت بالاتر ہے اور زائد ہے ماسوا سے۔ بعض نے اس کے معنی کیے ہیں کہ وہ باقی ہے، ازلی ابدی ہے اپنی ذات میں اور باقی ہے اپنی صفات میں۔

فُرۡقَانِ: اس سے مراد قرآن ہے۔ فُرقان مصدر بمعنی فاعل، حق وباطل میں، حلال وحرام میں فرق کرنے والا یا مصدر بمعنی مفعول ہے بمعنی فرق فرق سے اتارا ہوا۔

تغَیُّظًا: غضب کا بھڑکاؤ۔

زَفِیۡرًا: لمبے سانس۔ یعنی کافر سنیں گے نارِ جہنم سے غضب کے بھڑکاؤ، اور لمبے لمبے سانسوں کی آواز۔ بعض نے کہا ہے کہ خازنانِ دوزخ سے یہ غضبناک سخت آوازیں سنیں گے۔

مُقَرَّنِیۡنَ: ہاتھ گردنوں کے گرد جکڑے ہوئے۔

ثُبُــوۡرًا: ہلاکت۔ وہاں ہلاکت کو بلائیں گے۔ امام اور قاضی دونوں نے اس کی صورت لکھی ہے۔ کہیں گے اے ہلاکت ہمارے پاس آ۔ ہمیں ہلاک کر یہ تیرا وقت ہے۔

بُوۡرًا: مصدر بمعنی اسم فاعل۔

قَوۡمًا بَآئِرِیۡنَ: لوگ ہلاک ہونے والے۔ قاضی نے لکھا ہے مصدر ہے یا جمع ہے بائر کی، مثل عوذ جمع عائذ کی۔ یہ کلمہ بوار سے ہے بمعنی ہلاکت۔

صَرۡفًا: ہٹانا۔ پھیرنا۔ یعنی اے کفار! تم سے عذاب ہٹانے کی وہ طاقت نہ رکھیں گے۔

عَتَوۡا: ظلم میں حد سے تجاوز کر گئے۔

حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا: قاضی نے اس کے دو معنی کیے ہیں۔

۱۔ یہ کفار کا قول ہوگا۔ جب وہ ملائکہ عذاب کو دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہیں گے کہ وہ ملائکہ ان کے پاس نہ آنے پائیں۔ اسلام سے پہلے کفار جب دشمن دیکھتے، یا کوئی ناپسند امر دیکھتے تھے یہ کلمات کہتے تھے۔

Marfat.com

۲۔ بروز قیامت ملائکہ کہیں گے کفار کو محروم کرنے کیواسطے کہ جنت اور بشریٰ تم پر حرام ہے۔ تم اس سے محروم کر دیئے گئے ہو۔

بیضاوی کے حاشیے میں ابو علی فارسی کا قول نقل کیا ہے کہ عرب میں یہ کلمہ دو معنوں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اول یہ کہ کسی شخص کو اس کی محرومی اور بے یقینی سے آگاہ کرنے کے موقع پر بولتے تھے۔ مثلاً ایک شخص نے کسی سے کچھ مانگا اس نے حجراً محجوراً کہہ دیا، تو سائل سمجھ جاتا تھا کہ محرومی ہے کچھ نہیں ملے گا۔ یہ معنی ملائکہ کے قول کے ہوتے ہیں یعنی ملائکہ یہ کہہ کہہ کر ان کو بے نصیب کر دیں گے۔

دوم۔ استعاذہ کے واسطے استعمال کرتے تھے، یعنی جب سفر میں رات کو کسی خوفناک جگہ میں اُترتے، تو بلند آواز سے کہتے کہ اے جنات! حرام ہے تم پر ہمارے ساتھ تعرض کرنا اور ہمیں تکلیف پہنچانا۔ اس معنی کے لحاظ سے کفار کا قول ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کریں گے ملائکہ عذاب کے نہ ملنے کے واسطے۔

امام نے ان کلمات کے متعلق تین قول بیان کئے ہیں دو قریب مذکور کے، ایک اور ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کفار ملائکہ عذاب کو طلب کرتے ہیں مگر جب بوقت مرگ، یا بروزِ قیامت ان کو ہٹے رہنے کے لئے کہیں گے۔ ملائکہ ان کو کہیں گے، جنت اور مغفرت تم پر حرام ہے۔ تم محروم ہو۔

وَقَدِمْنَا: ہم آگے بڑھیں گے۔ مراد ہے ہم قصد کریں گے ان کے اعمال کی طرف یا ملائکہ کو حکم دیں گے حساب کے لئے۔

هَبَآءً: امام نے ابو عبیدہ اور زجاج کے قول سے کہا ہے کہ وہ غبار کے ذرات جو سورج کی شعاع سے روشندان میں اندر دکھائی دیتے ہیں ھَبَاءً کہلاتے ہیں۔ مقاتل کا قول ہے کہ جو غبار گھوڑوں کے سموں سے اٹھتا ہے وہ ھَبَا ہوتا ہے۔ ان دونوں سے انتفاع محال اور ان پر قبضہ ناممکن ہے۔

مَّنْثُوْرًا: بکھرا ہوا۔

خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا: بہت بہتر از روئے قرار گاہ کے، اور مستقل رہائش گاہ کے۔

اَحْسَنُ مَقِيْلًا: جائے قیلولہ۔ دوپہر کے آرام کو قیلولہ کہتے ہیں۔ امام نے مقیل کے معنی لکھے ہیں کہ مکانِ قیلولہ، اور زمانِ قیلولہ۔ اہلِ جنت کے لئے یہ دونوں چیزیں بہترین قسم کی ہوں گی۔

وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ: قاضی نے لکھا ہے کہ ملائکہ بندوں کے اعمال نامے دے کر اتارے جائیں گے۔

خَذُوْلًا: صفت مشبہ ہے خُذلان سے اس کے معنی ہیں عین حاجت اور ضرورت کے وقت معاونت اور نصرت ترک کر دینا۔ معنی ہوئے، بوقتِ ضرورت مدد ترک کر دینے والا۔

فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا: تَدْمِیر۔ امام راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں کسی شے پر ہلاکت ڈالنا پس ہم نے ان کو سخت بُری طرح ہلاک کیا۔

اَصْحٰبَ الرَّسِّ: قاضی نے لکھا ہے کہ یہ بُت پرست قوم تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام ان کی طرف معبوث ہوئے

Marfat.com

رَسّ ایک کنواں تھا۔ قاضی نے اور امام نے رَسّ سے آٹھ طرح کے معنی ذکر کیے ہیں مگر امام نے بالآخر لکھا ہے کہ قول ابو مسلم کا اصل ہے یہ کہ ان تمام میں سے کوئی رقابت نہ قرآنِ مجید سے معلوم ہوئی ہے نہ صحیح حدیث سے، اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ ایک قوم تھی جو بہ سبب کفر کے ہلاک ہوئی۔

وَقُرُوْنًا: جمع قرن۔ مدت چالیس سال، بعض نے کہا ستر سال۔ بعض کے نزدیک ایک سو بیس سال تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا۔ تَتْبِيْر۔ ریزہ ریزہ کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ ہم نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

لَيُضِلُّنَا: یہاں ضلال سے مراد ہٹانا اور پھیرنا ہے۔ ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا دے، پھیر دے۔

سُبَاتًا: صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں راحت آرام، خواب، مشاغل بند کر دینے کا سبب۔ صاحب کشاف نے سبات کے معنی موت کے لکھے ہیں۔ امام نے اس معنی کو پسند کیا ہے، اس واسطے کہ آگے لفظ نشور کا ہے۔ ابو مسلم نے راحت کے معنی لکھے ہیں۔

بُشْرًا: بُشْرًا میں تخفیف کر کے جمع بَشُوْرًا بمعنی مُبَشِّرًا خوش خبری دینے والا۔ یعنی ہوائیں خوش خبری دینے والیاں بارشوں کی۔ امام نے ابو مسلم کے قول سے بشیر کی جمع لکھا ہے۔

مَآءً طَهُوْرًا: علماء نے کہا ہے طِهُور جس سے دوسری شے ظاہر (پاک صاف) کی جائے۔ صاحب کشاف نے اس معنی سے انکار کیا ہے کہ باب تفعیل سے فعول کا وزن اس معنی میں نہیں آیا۔ امام نے لکھا ہے کہ طہور دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ایک صفت، دوم اسم۔ پہلی صورت میں بمعنی طاہر۔ دوسری صورت میں اُس شے کا نام کہ جس سے کوئی شے پاک کی جائے جیسے وَضُوْءٌ۔ وَقُوْدٌ بمعنی وہ پانی جس سے وضو کیا جائے اور وہ ایندھن جس سے آگ جلائی جائے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ: مرج کے معنی ہیں جاری کرنا۔ اس پاک ذات نے جاری کر رکھے ہیں دو بحر۔

عَذْبٌ فُرَاتٌ: شیریں، خوشگوار۔

مِلْحٌ اُجَاجٌ: نمکین۔ شور۔ سخت تلخ۔

نَسَبًا: امام نے لکھا ہے ذوی نسب یعنی نسب والے جن کی طرف منسوب ہوتا ہے مرد۔

صِهْرًا: یعنی ذوات صِهرا۔ صِهر بنانے والیاں، مراد عورتیں۔ پانی کے نطفہ سے دو مختلف نوع پیدا فرمائیں۔

ظَهِيْرًا: مُظَاهِرًا مدد دینے والا۔ کافر اپنے رب کے خلاف کرنے میں شیطان کو مدد دیتا ہے۔ ابو مسلم اصفہانی نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ظہور بمعنی مظہور پس پشت پھینکا ہوا۔ کسی حقیر اور ذلیل شے کو یا کسی شے کی ضرورت نہ سمجھتے ہوئے پھینک دیا جاتا ہے۔ مراد ہے کہ کافر بوجہ کفر کے حقیر اور ذلیل ہو کر قبولیت خداوندی سے دور پھینکا ہوا ہے۔

اَنَاسِيَّ: جمع اِنسِيٌّ یا اِنْسَانٌ مثل ظَرَابِيّ۔ جمع ظِرْبَان۔ اصل میں تھا اَنَاسِيْن۔ نون کو ی سے بدل کر ادغام کیا۔ (قاضی)

بُرُوْجً: جمع برج۔ عربی میں عالی شان محل کو کہتے ہیں۔ یہ گویا سیاروں کے لئے محل ہیں۔

Marfat.com

خِلْفَةً: یہ وزن فِعْلَۃٌ کا حالت فاعل کی ظاہر کرنے کیواسطے آتا ہے یعنی رات اور دن اُس ذات پاک نے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنائے ہیں۔

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ: عِباد جمع عَابِد جیسے تاجر کی جمع تِجارٌ بھی آتی ہے اور تَجَّارٌ بھی۔ بعض قاریوں نے اس کو عُبَّادُ الرَّحمٰن بھی پڑھا ہے مادہ اس کا عبادت ہے۔ خدا کی مرضی پر اپنا قول فعل رکھنا عَبْد کی جمع بھی عباد ہوتی ہے، یہ عبودیت کے مادے سے ہے۔ اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور تقدیر کو دل و جان سے بخوشی تسلیم کرنا۔

قِیَامًا: جمع قائم۔ کھڑے ہو کر

غَرَامًا: لازماً۔ نہ دور ہونے والا۔ پورا تباہ۔

مُسْتَقَرًّا: قرار گاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

مَقَامًا: قیام گاہ۔ دائمی رہنے کی جگہ۔

لَمْ یَقْتُرُوْ: اسراف۔ حرام موقعوں پر خرچ کرنا۔ قتر حقوق واجبہ میں نہ خرچ کرنا۔

مَایَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ: امام نے مَایَعْبَؤُا کی کئی تعبیریں کی ہیں۔

خلیل کا قول ہے کہ تمہاری پرواہ نہیں۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ تمہارا وجود و عدم برابر ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ تمہارے رب کے نزدیک تمہارا کوئی وزن نہیں۔ ابو عمرو بن العلاء کا قول ہے، میرا رب تمہاری پرواہ نہیں کرے گا۔ مَا استفہامیہ ہے، یا نافیہ۔

لَوْلَا دُعَآءُ کُمْ: اگر اس کا بلانا اپنے دین کی طرف تم کو نہ ہوتا تو ثواب عذاب میں تمہاری پرواہ نہ ہوتی۔

دوم۔ دعا سے مراد ایمان ہے یعنی اگر تم ایمان نہ لاتے، یا مراد ہے عبادت، یعنی تمہاری عبادت نہ ہوتی، یا شدائد میں تمہاری دعاؤں کا بلانا نہ ہوتا، یا اس کے انعامات پر تمہاری شکر گزاری نہ ہوتی، یا پیدل کر کے اپنا احتجاج بنانا نہ ہوتا تو میرا رب تمہاری پرواہ نہ کرتا، یا بقول زجاج تمہارا کوئی وزن نہ ہوتا یا بقول ابو عبید تمہارا وجود و عدم برابر ہوتا۔

لِزَامًا: مصدر ہے بمعنی فاعل اے لازم یعنی عذاب لازم ہو جائے گا۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورۃ الشُّعراء۔ مکّیہ۔ آیات ۲۲۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بَاخِعٌ: تو اپنی جان بخع تک پہنچانے والا ہے، اس واسطے کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہوتے قاضی نے لکھا ہے کہ بخع اصل میں صورتِ ذبح کو بخاع تک پہنچانا اور بخاع ایک رگ ہے جو ریڑھ کی ہڈیوں کے اندر ہوتی ہے۔ اسی کو حرام مغز کہتے ہیں، قاضی نے عرق لکھا ہے۔ ہم نے رگ لکھ دیا ہے۔ ورنہ حرام مغز ہی ہوتا ہے۔ امام کی تحریر بھی اس کے قریب ہے۔

ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کا تمام سرمایہ، نہیں تو اکثر امام ہی کی تفسیر کا بہترین خلاصہ کیا ہے۔ خیر۔ کہتے ہیں بخاع تک چھری پہنچانا ذبح کی آخری حد ہے۔ قاضی نے ترجمہ کیا ہے کہ تو اپنی جان کو فوت کر دینے والا ہے۔

اَعۡنَاقُهُمۡ: گردنیں اُن کی۔ امام نے قِیلَ کہہ کر لکھا ہے کہ اعناق سے مراد اُن کے سردار اور رئیس لوگ ہیں۔ یا ان کی جماعتیں مراد ہیں۔

مِیۡقَاتٌ: کسی جگہ کی حد مقرر کر دینا۔ یا دن رات میں سے کوئی وقت گھنٹوں اور منٹوں سے محدود کر دینا۔ مثلاً دو بجے سے ساڑھے چار بجے تک کسی درمیانی وقت کو مِیقات کہیں گے۔

تَلۡقَفُ: لقف مصدر سے باب علم یعلم سے، صراح میں اس کے معنی کسی شے کو اٹھا لینا لکھے ہیں، قاضی نے نگلتا تھا لکھے ہیں۔

لَشِرۡذِمَةٌ: اس کے معنی ہیں چھوٹی سی جماعت۔

حٰذِرُوۡنَ: فَعِلٌ کے وزن پر صفت مشبہ خوف کرنے والا۔ مراد ہے بہت احتیاط رکھنے والا یعنی ہم بہت محتاط جماعت ہیں۔ ہر امر میں حزم کا استعمال رکھتے ہیں۔

كُلُّ فِرۡقٍ: فرق الگ کیا ہوا حصہ۔

اَلطَّوۡدُ: لمبا اور بلند پہاڑ

مُشۡرِقِیۡنَ: طلوع سورج کے وقت میں داخل ہوتے ہوئے۔ یعنی سورج چڑھے چل پڑے۔

اَزۡلَفۡنَا: باب افعال ازلاف نزدیک کرنا اور ہم نے نزدیک کر دیا وہاں دوسروں کو۔ (ص)

یعنی فرعونیوں کو اس بحر کے قریب کر دیا۔

نَظَلُّ: دن بھر، یا دن کے اکثر حصے میں کوئی کام کرنا۔

عٰكِفِیۡنَ: عکوف سے اسم فاعل۔ کسی شے پر جمے رہنا یعنی ہم ان کی پوجا میں بیٹھے رہتے ہیں دن بھر۔

Marfat.com

حُکمًا: امام نے لکھا ہے کہ حکم سے مراد نبوت نہیں بلکہ مراد ہے کمال قوتِ نظری، جس سے مضبوط اور محکم نتائج نکال سکوں اور اِلحاق بِالصَّالِحِیۡن سے کمال قوتِ عملی کی وضاحت ہے کہ اعمال صالحہ بجالا کر صالحین کے ساتھ مل جاؤں، قاضی نے حکم ہی کے ذیل میں کمال قوتِ عملی اور عملی مراد رکھی ہے اور الحاق بالصَّالِحِین سے توفیق کمال عملی کا سوال ہے۔

لِسَانَ صِدۡقٍ: اے ذکر حسن۔یعنی پچھلے آنے والوں میں میرا نیک ذکر قائم فرمائے رکھ۔

وَلَاتُخۡزِنِیۡ: باب افعال ہے اِخزاء خِزی سے بمعنی خفیف کرنا۔عزت نہ کرنا۔یاخزایۃ سے بمعنی حیاءُ تارنا۔شرم دلانا۔اور بروزِ قیامت مجھے خفیف نہ کرنا۔یا شرم نہ دلانا۔

اِلَّامَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ

اَتَی: بمعنی ایا۔چونکہ بحرفِ جار سے متعدی ہوا ہے لہٰذا معنی ہیں لایا۔

قلب: بمعنی دل

سَلِیۡم: سلامت۔سلامتی والا۔

قَلۡبٍ سَلِیۡمٍ کے متعلق امام نے لکھا ہے کہ جہالت دینی اور اخلاق رذیلہ سے محفوظ ہو۔

دل کی سلامتی یہ ہے کہ علم دین کی پوری صحیح واقفیت اور عقاید درست اور اخلاق فاضلہ رکھتا ہو۔

معنی یہ ہوئے کہ جس دن مال اور بیٹے فائدہ نہ دیں گے، سوائے اس شخص کے جو قلب سلیم لے کر آئے گا، اس واسطے کہ اس نے مال لِوَجۡہِ اللّٰہ خرچ کیا ہوگا، اور اولاد کو نیک عقائد علم دین کی ہدایت اور اخلاق حسنہ کی عادت ڈالی ہو، اس کو اس مال اور اولاد سے فائدہ پہنچے گا۔

کُبۡکِبُوۡا: کَبٌّ سے رباعی مضاعف۔کَبٌّ کے معنی ہیں منہ کے بل گرنا۔کبکب کے معنی ہیں بار بار گرنا۔دوزخ میں یہ اور دوسرے گمراہ مونہوں کے بل لڑھکتے ہوئے گرائے جائیں گے۔

اُزۡلِفَتۡ: ازلاف سے ماضی مونث بمعنی قریب کرنا۔(اُس دن) جنت متقین کے قریب کیا جائے گا۔

وَبُرِّزَتۡ: تبریز باب تفعیل سے ماضی مونث مجہول۔بمعنی ظاہر کرنا۔یعنی دوزخ ظاہر کیا جائے گا۔

حَمِیۡمٌ: امام نے حامۃ سے مشتق مان کر اس کے معنی خالص صدیق لکھا ہے۔

اَرۡذَلُــوۡنَ: جمع سالم اَرذَل کی۔رذالت سے اسم تفضیل۔اس کے معنی ہیں خست۔خسیس پیشہ کرنے والوں نے تیری پیروی کی ہے۔

مَرۡجُوۡمِیۡنَ: اینٹ پتھر مار کر مارے ہوؤں سے بھری ہوئی۔

رِیۡعٍ: بلند قطعہ زمین کا۔

اٰیَۃً: یہاں مراد ہے خاص نشان۔امام نے اس نشان کے کچھ وجوہ لکھے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ بلند زمین پر کچھ عمارت بناتے تھے۔ اس میں بیٹھ کر حضرت ہود علیہ السلام کی طرف آنے جانے والوں کو تنگ کرتے تھے۔

۲۔ بلند جگہوں پر اپنی عمارتیں محض اظہارِ دولت اور فخر وتکبر کے لئے بناتے تھے اس سے روکے گئے۔

۳۔ اپنے سفر کی سہولت کے واسطے بلند بلند نشان بناتے تھے جن کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

تَعۡبَثُوۡنَ: عبث سے مضارع مخاطب معلوم بمعنی بے فائدہ کام کرنا۔ یعنی یہ نشان بے فائدہ بناتے ہو۔

مَصَانِعَ: جمع مَصۡنَعَة بارش وغیرہ کا پانی جمع رکھنے کا حوض اور تالاب۔ بعض نے لکھا ہے کہ چونے گچ محل کو کہتے ہیں، اور قلعے کو، قاضی، اور امام دونوں نے یہ معنی لکھے ہیں۔

بَطَشۡتُمۡ: بَطۡش سے فعل ماضی، سخت پکڑنا۔

جَبَّارِيۡنَ: جمع جَبَّار۔ وہ شخص جو کسی دوسرے کا حق اپنے اوپر نہ مانے۔ یعنی تم جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو جابروں کی طرح کرتے ہو۔

اَمَدَّكُمۡ: امداد مصدر سے ماضی معروف مدد کی تمہاری۔

خُلُقُ الۡاَوَّلِيۡنَ: امام نے خلق کے معنی عادتیں یا دینی رواج لکھے ہیں۔ یعنی جو عادتیں ہم میں ہیں یا جو رواج مذہبی ہمارے ہیں وہی پہلے لوگوں میں تھے ہم اُن کی پیروی کرتے ہیں۔

هَضِيۡمٌ: نرم پختہ۔ لطیف۔ صراح میں اس کے معنی غنچہ نا شگفتہ لکھے ہیں۔

تَنۡحِتُوۡنَ: نَحۡت مصدر سے مضارع حاضر معروف امام راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں لکڑی یا پتھر کا تراشنا، اور چھیلنا۔ ہمارے محاورے میں اس کو گھڑنا کہتے ہیں۔ یعنی تم پتھروں سے پہاڑوں میں تراش کر گھر، یعنی رہنے کی جگہیں بنا لیتے ہو۔

شِرۡبٌ: پانی کی باری، پینے کی ہو، یا سینچنے کی۔

مِنَ الۡمُسَحَّرِيۡنَ: سِحۡر سے تَسۡحِيۡر کا اسم مفعول بہت جادو کئے ہوؤں میں سے جن کی عقلیں مغلوب ہو چکی ہوں۔ یا یہ ہے سَحۡرٌ کے معنی لکھے ہیں شکم کا بالائی حصہ۔ صراح میں اس کے معنی شش لکھے ہیں غیاث میں شش کے معنی پھیپھڑا لکھے ہیں۔ لہٰذا قاضی نے معنی لکھے ہیں کہ تو بھی بندوں میں سے ہے۔

فَعَقَرُوۡهَا: عقر مصدر سے فعل ماضی اس کے معنی ہیں زخمی کرنا (ص) پس انہوں نے اونٹنی کو زخمی کر دیا۔

اَتَاۡتُوۡنَ الذُّكۡرَانَ مِنَ الۡعٰلَمِيۡنَ: امام نے اس کے دو احتمال واضح طور پر نکالے ہیں، اول۔ اے قوم اہلِ عالم میں صرف تم ہی ہو جو مردوں سے بطورِ لواطت بدفعلی کرتے ہو۔ یہ کام اہلِ عالم میں سے اور کوئی کرنے والا نہیں۔ دوم۔ اہلِ عالم میں سے بعض مردوں کے ساتھ تم بدفعلی کرتے ہو۔

پہلے احتمال میں مِنَ الۡعٰلَمِيۡنَ سے مراد بدفعلی کرنے والے ہیں۔ دوسرے میں وہ مراد ہیں جن سے بدفعلی کی جاتی تھی۔ قاضی نے بھی یہی احتمال نکالے ہیں، مگر اتنے واضح نہیں جتنے واضح امام نے کئے ہیں۔ ایسے مواقع میں قاضی اور

Marfat.com

امام کا فرق مراتب معلوم ہوتا ہے۔ رحمهما الله تعالیٰ

وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ: اس آیت کریمہ میں لفظ ما اسم موصول سے دو معنی امام نے اور قاضی نے مراد لئے ہیں۔

اول۔ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ پہلے معنی کا بیان بنایا ہے یعنی تم چھوڑتے ہو وہ اپنی بیویاں جو تمہارے رب نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں۔ دوسرے معنی، یعنی تم چھوڑتے ہو اپنی بیویوں سے دعا عضو خاص جو تمہارے رب نے تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔ یعنی اُن سے بھی لواطت ہی کرتے ہو۔ اس معنی کے اعتبار سے مِن بعضیہ ہے۔ مگر یہ دوسرے معنی ایک تکلف ہے۔

مِنَ الْقَالِيْنَ: قِلًى اور قلاءٌ مصدر سے اسم فاعل ہے۔ باب اس مصدر کا رَمٰی یَرْمِیْ کی مثل آتا ہے اس کے معنی ہیں سخت دشمنی کرنا یعنی میں تمہاری بدعملی کے سبب تم سے سخت دشمنی کرنے والوں میں سے ہوں یہ جمع ہے قالٍ کی مثل رامٍ کی۔

عَجُوْزٌ: بہت بوڑھا مرد و عورت۔

غٰبِرِيْنَ: غُبُوْرٌ مصدر سے مثل خروج کی، اس کا باب نصر ینصر کی مثل آتا ہے اس کے معنی ہیں پیچھے رہ جانا۔ مگر اس بڑھیا کو جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی نجات نہ دی۔

اَلْاَيْكَةِ: بیضاوی میں ہے نرم نازک درختوں کا جھنڈ۔ یہاں وہ جھنڈ مراد ہے جو مدین کے قریب تھا۔ مدین حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر تھا۔ آپؑ مدین والوں کی طرح ایکہ والوں کی طرف بھی مبعوث ہوئے۔ اُن میں جو عام عیوب تھے اُن سے منع فرمایا۔

مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ: نہ ہو جاؤ تم اشیاء کم کرنے والوں میں سے۔

قِسْطَاسِ: ترازو۔ قاضی نے کہا ہے کہ اگر عربی لفظ ہے اور قسط بمعنی انصاف سے ہو تو اس کا وزن فِعْلَاسٌ ہوگا ورنہ وزن اس کا فِعلال ہے۔

لَاتَبْخَسُوا النَّاسَ: بخس مصدر سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کا حق کم کرنا۔ معنی ہوئے کہ تم لوگوں کو اُن کی اشیاء اُن کی حق سے کم نہ دو اس کا باب فتح یفتح کے وزن پر آتا ہے۔

وَلَا تَعْثَوْا: عَثو مصدر سے رضی یرضی کی طرح ہے۔ راہزنی کرنا۔ غارت ڈالنا۔ کھیت اجاڑنا یہ کلمہ دعا یدعو کی طرح بھی آتا ہے۔ فساد کرتے ہوئے بدامنی نہ پھیلاؤ۔

اَلْجِبِلَّةَ: بمعنی خلقت اور فطرت یہاں امام نے ذوی الجبلۃ لکھا ہے اور صراح میں لذو جبلۃ کے معنی لکھے ہیں۔ خلقت عظیمہ۔ بڑے جسم اور ڈیل ڈول کا۔ قاضی نے بھی یہی معنی لکھے ہیں یعنی ڈرو اس ذات سے جس نے تم کو اور پہلے بڑی بڑی ڈیل ڈول، اور بڑے بڑے بلند جسم والوں کو پیدا کیا۔

كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ: جمع ہے کِسفة بمعنی ٹکڑا السماء سے یہاں مراد ہے بادل۔ بادل کے ٹکڑے ہم پر گرادے۔

Marfat.com

اس سورت میں سات قصے بیان فرمائے ہیں۔

۱۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ ۲۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔ ۳۔حضرت نوح علیہ السلام کا۔ ۴۔حضرت ہود علیہ السلام کا۔ ۵۔حضرت صالح علیہ السلام کا۔ ۶۔حضرت لوط علیہ السلام کا۔ ۷۔حضرت شعیب علیہ السلام کا۔

وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ

زُبُرٌ: راغب نے اس کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے کہ زِبْر بمعنی کتاب ہے، دراصل مصدر ہے، پھر اس کی جمع زُبُرٌ مثل کُتُبٌ ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ کتبِ الٰہیہ میں سے جس کتاب پر واقفیت حاصل کرنا مشکل ہو اسے زبور کہتے ہیں اسی کی جمع زُبُر ہے، مراد ہیں کتب سابقہ۔ وَاِنَّهٗ کی ضمیر میں امام نے مندرجہ احتمال نکالے ہیں۔

۱۔یہ سب خبریں جو مذکور ہوئیں ۲۔یا قرآن مجید کی صفات۔ ۳۔یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات۔

۴۔یا، یہ سب خوف دلانے اور ڈرانے کے امور پہلی کتبِ الٰہیہ میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ

مُّبِیْنٍ: امام اور قاضی دونوں نے یہ لکھا ہے کہ بِلِسَان مکمل مجرور بحرفِ جار سے مل کر مُنْذِرِیْن کے متعلق ہے، یا اس سے پہلے نَزَلَ کے متعلق ہے، پہلی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ تاکہ تو بھی کھلی واضح عربی زبان میں تبلیغ کرنے والے، عذاب خدا سے ڈرانے والے پیغمبروں میں سے ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر یہ چار بزرگوار تھے۔ حضرت ہودؑ حضرت صالحؑ۔ حضرت شعیبؑ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام۔

دوسری صورت میں ترجمہ ہے روح الامین نے تیرے دل پر عربی صاف واضح زبان میں قرآن اُتارا ہے تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو جائے اور یہ لوگ کتاب غیر عربی میں ہونے کا عذر نہ کر سکیں۔

سَلَكْنٰهُ: سِلْک مصدر باب نصر سے فعل ماضی متکلم جمع۔ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں کسی شے کو دوسری شے میں پرو دینا۔ داخل کر دینا۔

اسی طرح ہم نے کفر و تکذیب کو اُن کے دلوں میں داخل کر دیا جو نکل نہیں سکتا۔ یا قرآن اُن کے دلوں میں داخل کیا۔ ہم زبان ہونے کے سبب خوب سمجھے، مگر ایمان پھر بھی نہیں لائے۔

اَعْجَمِیْنَ: قاضی نے اَعْجَمِیٌّ کی جمع لکھا ہے، غیر عرب ملک کا باشندہ۔

وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ. تَقَلُّب کے معنی امام اور قاضی نے لکھے ہیں کہ تقلُّب کے معنی ہیں پھرنا، اور یہاں مراد ہے دیکھنے اور معلوم کرنے کے لئے جانا۔

روایت میں ہے کہ جب تہجد کی نماز منسوخ ہوئی تو اُس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابؓ کے مکانات میں دورہ فرمایا تاکہ معلوم فرمائیں کہ اس رات ان افرادِ اُمتِ مرحومہ کی کیفیت کیسی ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن

Marfat.com

اور ذکرِ الٰہی میں بھڑوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سنائی دے رہی ہے تقلب سے یہی دورہ مراد ہے۔ پروردگار نے فرمایا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں جب تو تہجد کے لئے اٹھتا ہے اور دیگر نمازیوں میں پھرتا ہے۔

دوسرے معنی۔ تقلب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ تصرف جو آپؐ بصورت امامت نمازیوں کے رکوع سجود اور قیام وقعود کی درست میں فرماتے تھے اور بعض اوقات جماعت کی صفوں کو سیدھا کرنے میں درمیان صفوں کے تشریف لے جاتے۔ تقلب سے یہی تصرف مراد ہے۔

تیسرے معنی۔ شیعہ حضرات نے تقلب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحِ پاک کا منتقل ہوتے چلے آنا ایک مومنِ ساجد سے دوسرے مومن ساجد کی طرف مراد لی ہے۔ آپؐ کے آباؤ امہات میں کوئی غیر مومن نہیں ہوا۔

امام نے اس تیسرے معنی کی تفعیف کردی ہے اور جن ایک دو وجہوں سے حضرات شیعہ نے اس احتمال کو ثابت کیا ہے ان کو ضعیف ثابت ٹھہرایا ہے۔

اَفَّاكٌ: دروغ گو۔ بہت جھوٹا۔

وَادٍ: بارانی پانی بہنے کی میدانی ڈھلان

يَهِيمُوْنَ: هَيْمٌ مصدر سے مضارع جمع مذکر مثل باع بیع سرگشتہ اور حیران ہونا۔

ہر وادی میں حیران اور سرگشتہ گھومتے پھرتے ہیں۔ نظم بناتے وقت فرضی اور بے ہودہ خیالات کی ترتیب میں ڈوبے رہتے ہیں۔

غَاوُنَ: غَوَايَةٌ مصدر سے اسم فاعل باب رمی یرمی کی طرح بمعنی گمراہی۔ بھولے بھٹکے ہوئے، شاعروں کی اتباع کرنے والے اُن کے فرضی خیالات کے پیچھے ہو چلنے والے بھولے بھٹکے لوگ ہوتے ہیں۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورۃ النمل۔ مکیہ۔ آیات ۹۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هُدًى وَّبُشْرٰى: دونوں مصدر ہیں بمعنی اسم فاعل ترکیب میں حال ہیں آیات سے یہ ان کا بدل ہیں، یا خبر ہیں، یعنی یہ آیات قرآن کی اور کتاب مبین کی ہدایت کرنے والی، اور خوش خبری دینے والی ہیں، یا یہ ہدایت اور خوش خبری ہے۔

يَعْمَهُوْنَ: عَمَهٌ سے مضارع جمع غائب ہے امام نے عَمَهٌ کے معنی تحیر اور تردد کے لکھے ہیں یعنی حیران ہیں، متردد ہیں جیسا کہ بھولے بھٹکے کا حال ہوتا ہے۔

لَتُلَقّٰى: تَلَقِّی مصدر باب تفعل سے مضارع مجہول حاضر مخصوص بزمانہ حال۔ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں پیش آنا۔ یعنی قرآن تیرے پیش کیا جاتا ہے۔ امام اور قاضی نے اس کی معنی لکھے ہیں۔ قرآن تجھے دیا جاتا ہے۔

بِشِهَابٍ قَبَسٍ: آگ کا شعلہ۔ قَبَسٍ بڑی آگ سے ایک انگارا لیا ہوا۔ یعنی ایک جلتا ہوا انگارا لاؤں گا۔

تَصْطَلُوْنَ: صَلَاءٌ سے باب افتعال ہے۔ (فائدہ) کلمے میں حرف ص، ہو تو ت کو ط سے بدل دیتے ہیں۔ اس کلمے میں ایسا ہی ہوا ہے۔

قاضی نے صلاء کے معنی آگ عظیم لکھے ہیں۔ اب تصطلون کے معنی ہوئے۔ تم گرمی حاصل کرو گے، تا کہ تم سینکو۔

بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ: امام نے بُوْرِكَ کے معنی تبارک کے کئے ہیں اور النار سے مراد نور کہا ہے۔ یعنی بابرکت ہے وہ ذات جس کا ظہور اس نور میں ہے۔

تَهْتَزُّ: هَزٌّ مصدر سے باب افتعال ہے۔ هَزٌّ کے معنی بہت تیز حرکت کرنا ہے۔ اس کے معنی بھی تیز حرکت کرنا۔ جب اُسے دیکھا کہ وہ سانپ بہت تیز حرکت کرتا ہے۔

جَآنٌّ: ام نے اس کے معنی لکھے ہیں چھوٹا سانپ بوجہ لوگوں سے چھپ جاتے کے۔

لَمْ يُعَقِّبْ: واپس نہ ہوا، نہ مڑا۔

تِسْعِ اٰيٰتٍ: تو نشانات جن کی تفصیل یہ ہے ید۔ عصا۔ دریا کا پھٹنا۔ طوفان۔ ٹڈی۔ جوئیں۔ مینڈکیں۔ خون۔ کھیتوں کا نقصان۔ طمسہ۔ قحط۔ گیارہ ہوتی ہیں۔ شاید دونوں میں شامل ہیں۔ قاضی نے یہ لکھا ہے کہ ید وعصا سے الگ فرمایا یا جدب اور نقصان کو ایک گنا۔ اس صورت سے بھی دس ہوتی ہیں۔ قاضی کی بات نہیں بنی۔ ہاں ساتھ کہا ہے کہ دریا کا پھٹنا نہ گنا جائے، کیونکہ یہ نشان فرعون کو دکھانے کے لئے نہیں کیا گیا تھا۔ اب سات یہ اور دو ید وعصا نو ہو جائیں گے۔

وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ: سلیمان، داؤد علیہما السلام کا وارث ہوا۔ یعنی نبوت میں، یا علم اور ملک میں قائم مقام ہوا۔

Marfat.com

سوائے باقی بیٹوں کے جو انیس تھے۔ (قاضی)

یُوزَعُوْنَ: وَزْعٌ مصدر سے مضارع مجہول باب مَنَعَ سے۔ اس کے معنی صراح میں لکھے ہیں کہ لشکر کے اگلے حصہ سے روک کر پچھلے حصے کو ملانا۔

عَلٰی وَادِالنَّمْلِ: نَمْلٌ جمع نَمْلَته کی (قاموس) وادیِ نمل میں آئے۔ قاضی نے لکھا ہے کہ ملک شام کے ایک علاقے میں چیونٹیوں کی بہت کثرت ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مع لشکر اسی وادی میں گزر ہوا ہوگا۔

لَایَحْطِمَنَّ: حَطْمٌ۔ توڑنا۔ یہاں مراد ہے ہلاک کرنا۔ فنا کرنا۔ نہ ہلاک کرے تم کو سلیمانؑ مع اپنے لشکر کے۔

اَوْزِعْنِیْ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں الہام کر مجھ کو کہ میں تیرا شکر کروں۔ اس کے متعلق جو امام نے لفظ لکھا ہے۔ قاضی نے وہی لکھا ہے، البتہ دو لفظوں سے اس کو واضح کیا ہے۔ جس سے مراد ہے کہ میں تیری نعمت کے شکر کو باندھ رکھوں، یعنی ہمیشہ شکر کرتا رہوں، دونوں نے اس لفظ کو آسان نہیں کیا، البتہ علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں واضح کیا ہے چنانچہ لکھا ہے ابن عباسؓ کے حوالے سے کہ اِجْعَلْنِیْ بنا مجھ کو کہ شکر کروں۔ ابنِ زیدؒ کا قول ہے کہ مجھے برانگیختہ کر تیرا شکر کروں۔ ابوعبیدہؒ کا قول ہے کہ مجھے شائق اور حریص بنادے کہ تیرا شکر کروں۔ زجاج کا قول ہے کہ مجھے الہام کر۔ قاموس والے معنی۔ امام نے زمخشری کی عبارت نقل کردی ہے، جس کے معنی یہ ہیں۔ اَوْزِعْنِیْ کی حقیقت یہ ہے کہ مجھے لگائے رکھ اپنے شکر میں۔ روک رکھ مجھ کو کہ تیری نعمت کا شکر کرتا رہوں۔

تَفَقَّدَ: فَقْد مصدر سے باب تفعیل ہے۔ فقد کے معنی ہیں گم پانا۔ تفقد کے معنی ہیں گم شدہ کو معلوم کرنا۔ (صراح) یہاں مراد ہے، حاضری لینا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون غیر حاضر ہے۔

اَحَطْتُّ: اِحَاطَته۔ حَوْط سے باب افعال ہے۔ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں جاننا۔ امام نے اس کے معنی لکھے ہیں کسی شے کو اُس کی تمام اطراف سے جاننا۔

سَبَاٍ: ایک قوم کا نام ہے جو سبا بن یشجب، بن یعرب بن قحطان کی طرف منسوب ہے۔ یہ قوم یمن کے علاقے میں آباد تھی، ان ایام میں بلقیس ان کی بادشاہ تھی جو مجوسی تھے۔

خَبْئًا: خَبْءٌ مصدر بمعنی مَخْبُوْءٌ اسم مفعول چھپی ہوئی شے۔ اس چھپی ہوئی شے سے بارش اور نباتات مراد ہے۔

لَاقِبَلَ لَکُمْ: اصل میں قِبَلٌ مُقَاوَمَة اور مُقَابَلَةٌ کو کہتے ہیں، مراد ہے طاقت اور قوت۔ یعنی تم کو میرے مقابلے کی قوت، اور طاقت نہ ہوگی۔

عِفْرِیْتٌ: امام نے اس کے معنی لکھے ہیں کہ عفریت انسانوں میں سے جو خبیث اور منکر ہو، اور اپنے ہمسروں کو پچھاڑتا پھرے۔ اور جنات میں سے وہ ہے جو خبیث سرکش ہو۔

وَقَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ: اور کہا اُس شخص نے جس کے پاس علم تھا کتاب سے، اس میں اہلِ علم کے

Marfat.com

مندرجہ ذیل قول ہیں۔فرشتہ تھایا انسان۔قولِ اول۔جبرائیل علیہ السلام تھا،نہیں،بلکہ اور فرشتہ تھا۔
قول ثانی۔ابنِ مسعودؓ کے قول میں حضرت خضرؑ تھے۔ابنِ عباسؓ کے قول میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر آصف بن برخیا تھا۔قتادہ کے قول میں کوئی اور آدمی تھا۔ابنِ زیدؓ کے قول میں کوئی صالح آدمی سمندری جزیرہ میں رہنے والا تھا۔حضرت سلیمانؑ کی زیارت کرنے آیا تھا۔اس نے کہا۔
آخری قول۔خود حضرت سلیمان علیہ السلام عفریت جن کو یہ فرمانے والے تھے کہ میں تجھ کو ایک لحظ میں لا دیتا ہوں اس آخری قول کو امام نے چند وجوہ سے اقرب قرار دیا ہے۔
وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ: (الایۃ) اور ہمیں علم دیا گیا ہے اس سے پہلے،اور ہم مسلمان ہیں۔امام نے یہ قول حضرت سلیمان علیہ السلام کا لکھا ہے اور بلقیس کا بھی،قاضی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔قول اول کا مطلب یہ لکھا ہے کہ بلقیس کے جواب کی درستی معلوم ہوئی اور اسلام کی توفیق تو بطورِ شکر یہ کہا کہ ہمیں ذاتِ حق کا علم اس سے پہلے ہو چکا ہے اور ہم اس سے پہلے مسلمان ہو چکے ہیں۔
بلقیس کا قول مانیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس تخت کا معجزہ دیکھنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ کی نبوت کا علم دیئے جا چکے ہیں۔اور مسلمان ہو گئے ہیں۔
وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُمِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: قاضی نے اور امام نے صَدَّ کا فاعل مَا كَانَتْ کو بنایا ہے۔یعنی اب تک بلقیس کو ایمان لانے سے اُس کی شمس پرستی نے روکے رکھا۔اور اللہ کا بھی بنایا ہے۔یعنی آج سے اللہ تعالیٰ نے بوساطت حضرت سلیمان علیہ السلام اُس کو غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا ہے۔
اَلصَّرْحُ: محل۔بعض نے حویلی کا صحن لکھا ہے۔
مُمَرَّدٌ: تَمرِید باب تفعیل سے اسم مفعول۔صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں کسی عمارت کو چمکانا اور روشن کرنا۔روشن کیا ہوا۔
قَوَارِيْرَ: جمع قارورۃ کانچ۔بلور
ظَلَمْتُ نَفْسِيْ: آفتاب پرستی سے اپنی جان پر ظلم کر چکی ہوں۔
فَرِيْقٰنِ: ایک فریق مومن،ایک کافر۔یا قوم کے دونوں فریق۔
بِالسَّيِّئَةِ: اس سے مراد عذاب ہے اور حسنۃ سے ثواب۔
اِطَّيَّرْنَابِكَ: اصل میں تھا تَطَيَّرْنَا باب تفعل تَطَيُّرٌ بدفالی لینا،یا فال لینا۔ت کو ط میں ادغام کیا۔ابتدا درست کرنے کے واسطے ہمزہ شروع میں لایا گیا۔اِطَّيَّرْنَا ہوا۔
یعنی ہم نے اپنے خراب حالات کی وجہ،تیرے،اور تیرے ساتھیوں کے سبب معلوم کی ہے۔بدفالی سے یہی مراد ہے۔
طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ: یعنی تمہارے حالاتِ خیر و شر کا اصل سبب جو قضاؤ قدر ہے اللہ کے پاس سے ہے۔جو تم ہماری طرف سے سمجھ رہے ہو۔

Marfat.com

تَقَاسَمُوْا: اِمر ہے، کہ باہم قسمیں کھاؤ۔ یہ قاضی ہے کہ انہوں نے قسمیں کھائیں۔

لَنُبَيِّتَنَّهٗ: تَبْيِيْتٌ یا بَيَات مصدر سے مضارع متکلم موکد بانون ثقیلہ۔ رات کو حملہ کرنا۔ ہم رات کو اس پر اور اُس کے اہل پر دھاوا کر دیں گے۔

مَهْلِكَ اَهْلِهٖ: مصدر ہے یا اسم ظرف یعنی ہم موجود نہ تھے اس کے اہل کی ہلاکت میں یا ہلاکت کے وقت یا جگہ میں موجود نہ تھے۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا: مکر کے معنی ہیں کسی کی ایذا میں اور برائی میں خفیہ تدبیر کرنا۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی ایذا دہی میں تدبیر کی۔ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے، ہم نے ان کے ہلاک کرنے میں تدبیر کی۔

دَمَّرْنَا: تَدْمِيْر باب تفعیل سے فعل ماضی متکلم، ہم نے ہلاک کر دیا اُن کو۔

خَاوِيَةً: خوىً مصدر سے اسم فاعل مونث خالی ہونے والے باشندوں سے۔ ایک معنی ہیں گرے پڑے منہدم۔ یہاں دونوں میں سے جو مراد لئے جائیں درست ہیں۔

قَدَّرْنٰهَا: قاضی نے ھَا سے پہلے مضاف محذوف مانا ہے۔ كَوْنَهَا یعنی ہم نے مقدر کیا اس کا ہونا پیچھے رہنے والوں میں۔

اَمَّنْ خَلَقَ: امام نے صاحب کشاف کا قول نقل کیا ہے کہ اَمْ یہاں منقطعہ ہے۔ اس کے معنی یہاں بلکہ کے ہیں۔

حَدَآئِقَ: جمع حَدِيْقَةٌ وہ باغ جس کے چاروں طرف دیوار کھچی ہو۔

ذَاتَ بَهْجَةٍ: بہت حسن اور خوبصورتی کو کہتے ہیں۔ خوبصورت باغ۔ حُسن وخوبی والے باغ۔

قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ: اس ظاہری حق سے اعراض کرے ہیں، یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو برابر کرتے ہیں۔

خِلٰلَهَا: درمیان۔ خلل کی جمع ہے۔ دو شے کے درمیان کی جگہ۔

رَوَاسِيَ: جمع راسية پہاڑ۔

حَاجِزًا: پردہ۔ حد فاصل دو شے کے درمیان۔

اَلْمُضْطَرُّ: صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ ضرورت وہ حالت ہے جو محتاج کر دیتی ہے پناہ لینے کی طرف، اضطرار ضرورت سے باب افتعال ہے، اسم فاعل اور اسم مفعول مُضْطَرٌّ آتا ہے۔ پہلا مُضْطَرِرٌ دوسرا مُضْطَرَرٌ۔ بے قرار مجبور ہونے والا، یا کیا ہوا۔ یہاں مُضْطَر بے قرار، مجبور ہونے والا، یا کیا ہوا۔ یہاں مُضْطَر سے مراد وہ کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع اور عاجزی کرتا ہے بوجہ مرض کے یا فقر کے، یا بوجہ زمانی کے کسی حادثے کے۔

بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ: قاضی نے سورۃ اعراف پارہ ولواننا میں کلمہ بُشْرًا کے متعلق لکھا ہے کہ بُشْرًا سے تخفیف کر کے بنایا گیا ہے۔ جمع ہے بَشِيْرٌ کی۔ یعنی کوئی بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری لانے والی آگے اُس کی رحمت کے۔

اَيَّانَ: قاضی بیضاوی نے اس کلمے کو اَیٌّ اور آنٌ سے مرکب لکھا ہے یعنی اَیُّ آنٍ کس وقت کس گھڑی وہ اٹھائے جائیں گے۔

Marfat.com

بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُھُمْ: اِدَّارَکَ اصل میں تَدَارَکَ باب تفاعل درک مادہ سے ت کو دبنا کر ادغام کیا اور ہمزہ آغاز کے لئے لایا گیا۔ انتہا کو پہنچ گیا اور کامل ہو گیا ان کا علم آخرت کے متعلق۔ دلائل اور براہین سے ثابت ہو گیا ان کے قلوب میں انکار کی گنجائش نہیں رہی۔ لیکن پھر بھی اندھاپن سے شک کرتے ہیں۔

رَدِفَ لَکُمْ: تمہارے پیچھے ہے۔ تم کو لاحق ہو جائے گا۔

تُکِنُّ: باب افعال۔ چھپاتے ہیں سینے اُن کے، اکنان سے مضارع معروف مونث بمعنی چھپانا۔

دَآبَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ: صراح میں لکھا ہے کہ زمین پر چلنے والے جاندار کو دابۃ کہتے ہیں اور دابۃ الارض آثارِ قیامت میں سے ہے اس آیت میں اسی کا ذکر ہے۔ اس کو دابۃ الارض کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اپنی پوری شکل وصورت اور قد وقامت کے ساتھ پورے کا پورا زمین سے نکلے گا۔

تفاسیر میں بہت تفصیل سے اس کا ذکر ہے، ہم یہاں روح المعانی، کبیر اور بیضاوی میں سے کچھ اخذ کر کے لکھتے ہیں۔ ابن کثیر اور خازن بھی پیش نظر رہے گی۔ ابنِ جریر ہوتی تو اس سے بھی اپنے اس رسالے کے ناظرین کو مستفیض کرتے۔

آثارِ قیامت میں سے دابۃ الارض پانچویں یا چھٹے درجہ پر ظاہر ہوگا۔ اس زمانے میں مسلمان اہلِ ایمان اور غیر مسلمان دونوں قسم کے لوگ موجود ہوں گے۔

مقامِ خروج۔ دابۃ نکلنے کا مقام مسجد حرم شریف ہے کوہِ صفا سے (کبیر) (بیضاوی)

قریب مکہ معظمہ کے جنگل کی ایک خاص جگہ سے (روح المعانی بحوالہ تاریخ بخاری وغیرہ)۔ اس کا نام جساسہ ہوگا۔ وہ کافر کا تجسس یعنی تلاش کرے گا (بیضاوی)۔ امام نے اُس کے ذکر میں یہ ترتیب رکھی ہے۔

جسم: تیس گز قد وقامت کا ہوگا۔ دو ذراع کا ایک گز بنایا ہے۔

اجس کی خلقت یعنی بناوٹ۔ روایت میں ہے کہ اس کی چار ٹانگیں ہوں گی۔ زرد زرد روئیں چوزے جیسی بھی ہوگی۔ پر اور بازو بھی ہوں گے۔ اس کے اعضا کی شکل میں لکھا ہے۔ سر بیل جیسا آنکھیں خنزیر جیسی۔ کان ہاتھی جیسے۔ سلینگ بارہ سنگے جیسے۔ سینہ شیر جیسا، رنگ چیتے جیسا، کمر گائے جیسی، دم مینڈھے جیسی، پاؤں اونٹ جیسے۔

زمین سے اس کے نکلنے کی کیفیت میں لکھا ہے کہ تین دن تک نکلتا رہے گا۔ ہر روز تیسرا حصہ نکلے گا۔ موقع پر کے موجود لوگ دیکھیں گے، تیسرے دن اُس کا نکلنا پورا ہو جائے گا۔ اُس کا محل خروج۔ (اس کے نکلنے کا مقام) ایک روایت میں ہے کہ مسجدِ حرم کے کسی مقام سے نکلے گا۔ بعض میں ہے کہ صفا پہاڑی سے نکلے گا۔ کے بار نکلے گا؟ روایت میں ہے کہ تین بار نکلے گا علاقہ یمن کے دور کے حصے سے، پھر چھپ جائے گا پھر جنگل سے نکلے گا۔ یعنی کسی دیہاتی ملک عرب کے علاقے میں ظاہر ہوگا۔ پھر مدت تک چھپا رہے گا۔ آخر الامر مسجد حرام کی ایک طرف سے نکلے گا۔

یہ سب کچھ تفاسیر مذکور سے اخذ کیا ہے۔ لیکن یہاں ہم اس دابۃ کا ذکر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ تذکرۃ المعاد سے نقل کر لینے کے بعد امام کی، اور صاحب روح المعانی کی آخری رائے ذکر کر کے ختم کریں گے۔

Marfat.com

قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ رسالہ مذکور میں آیتہ کریمہ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ (الایتہ) لکھ کر فرماتے ہیں یعنی جس وقت خدا تعالیٰ کا حکم لوگوں پر قیامت قائم ہونے کا واقع ہوگا، یعنی قیامت نزدیک آپہنچے گی۔ لوگوں کے واسطے ہم دابتہ الارض نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا۔ اس واسطے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے، ایک غیر متواتر قرأت میں تَكْلِمُهُمْ پڑھا جاتا ہے جس کے معنی ہیں ان کو زخمی کرے گا۔

ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ دونوں امر ہوں گے، مسلمانوں سے باتیں کرے گا۔ کافروں کو زخم پہنچائے گا۔ اس کا منہ انسان کا سا باریش ہوگا۔ باقی بدن پرندہ کی طرح۔ بعض روایات میں ہے کہ چوپایہ ہوگا۔ مکہ معظمہ میں کوہ صفا سے نکلے گا۔ بہت عظیم الجثہ ہوگا۔

بغوی نے ذکر کیا ہے کہ تین بار نکلے گا، اول یمن سے کہ اس کا ذکر صحرا میں رہے گا۔ مکہ میں نہیں پہنچے گا دوم مکہ کے قریب کے صحرا سے ظاہر ہوگا اور مکہ میں بھی اس کا ذکر ہوگا۔ سوم مکہ سے ظاہر ہوگا، لوگوں پر گزرے گا، اس سے کوئی بھاگ نہ سکے گا۔

مومن کو یا مومن! کہہ کر بلائے گا اور کافر کو یا کافر! کہہ کر۔ الحاصل بہت تفصیل سے قاضی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے۔ یہاں اسی پر اکتفا کی ہے۔ ان سب باتوں کے بعد علامہ الوسی روح المانی میں لکھتے ہیں کہ آخری بات جو اس دابتہ کے متعلق کہتا ہوں یہ ہے کہ یہ ایک بہت عظیم جثہ چار ٹانگیں رکھنے والا دابہ ہوگا۔ انسانی نوع سے ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آخر زمانے میں اس کو زمین سے نکالے گا۔ علامہ موصوف نے بحر کے حوالے سے لکھا ہے کہ راویوں نے اس کی ماہیت۔ شکل۔ محلِ خروج۔ تعدادِ خروج اور اس کے نکلنے کے مقدار میں بہت اختلاف کیا ہے، اس میں بھی کہ وہ لوگوں کے ساتھ کیا کرے گا۔ اس کے پاس کیا کچھ ہوگا۔ ان کے اختلاف میں باہم تعارض ہے۔ ہم نے ان کا ذکر چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان کے نقل کرنے میں اوراق سیاہ کرنے ہیں، اور وقت ضائع کرنا ہے اصل بات یہی ہے۔ باوجود اس کے ہم نے بعض روایات نقل کر دی ہیں، صرف ان صاحبان کی خاطر جو دابتہ کی خبروں پر اطلاع پانا پسند کرتے ہیں سچی ہوں یا جھوٹی۔ سفارینی اپنی کتاب بحور الزاخرہ میں ان متعارض روایات کے جمع کرنے کے پیچھے بہت پڑا ہے۔ علامہ الوسی اس کے متعلق لکھتا ہے۔

''میں نہیں جانتا کہ اس نے کچھ کیا ہے یا کوئی شے قابل ذکر لایا ہے۔''

علامہ مذکور نے روایات میں سے اقرب الیٰ لقبول روایت کے متعلق لکھا ہے کہ اقرب الی القبول (یعنی قبول کی جانے کے زیادہ قریب) وہ روایت ہے جسے امام) ترمذی نے حسن کہا ہے جو علامہ نے یوں بیان کی ہے:

حق بات وہ ہے جو امام احمدؒ نے، طیالسی نے، نعیم بن حماد نے، عبد بن حمید نے روایت کی ہے، اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ ابن ماجہ۔ ابن جریر ابن المنذر۔ ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ، اور بیہقی نے روایت کی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَخْرُجُ دَآبَّةُ الْاَرْضِ وَمَعَهَا عَصَا مُوْسٰی وَخَاتَمُ سُلَیْمَانَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ فَتَجْلُوْ وَجْهَ الْمُؤْمِنِ بِالْخَاتَمِ وَتَخْطِمُ اَنْفَ الْكَافِرِ بِالْعَصَا حَتّٰی یَجْتَمِعَ النَّاسُ

Marfat.com

عَلٰی خِوَانٍ یُعْرَفُ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْکَافِرِ۔

ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا جائے گا، یا نکلے گا دابۃ الارض، اور اس کے ساتھ عصاموسیٰ اور مہر سلیمان علیہم السلام ہوگی۔ سو روشن کرے گا منہ مومن کا ساتھ انگوٹھی کے۔ اور کافر کی ناک پر عصاموسیٰ سے مار کر نشان کرے گا۔ حتیٰ کہ لوگ کسی دعوت کے دستر خوان پر جمع ہوں گے تو مومن کافر سے الگ پہچانا جائے گا۔

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں دابۃ الارض کے متعلق کچھ لکھ کر کہا ہے کہ قرآن مجید میں ان امور کے متعلق کوئی دلالت نہیں فرمائی گئی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں کوئی حدیث صحیح ہے تو قبول ہے ورنہ کسی امر کی طرف التفات کی ضرورت نہیں۔

مولف اوراق ہٰذا کے نزدیک امام کی نسبت علامہ الوسی نے دابتہ کے متعلق اطمینان بخش الفاظ لکھ دیئے ہیں۔ روایات کثیرہ میں سے ایک روایت امام ترمذی کے فیصلے سے اور اس روایت کے نقل کرنے والے تمام ائمہ حدیث کے نام لکھ کر اقرب الی لقبول کا فیصلہ دیا ہے، اس سے اور باقی علماء کی تفصیل سے جس کا خلاصہ بقدر کفایت یہاں درج کر دیا گیا ہے۔ ایک گونہ اطمینان ہو جاتا ہے۔

نَحْشُرُ: حَشْر سے مضارع متکلم ہے۔ حشر کے معنی راغب نے لکھے ہیں جماعت کا ان کی قرار گاہ سے نکالنا۔ مختلف حیوانات کو الگ الگ جگہوں سے جمع کرنا۔ جس دن ہم جمع کریں گے۔

اَمَّاذَا: اصل میں ہے اَمْ مَاذَا یا اور کیا کچھ تم کرتے تھے۔

فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ: وزع مصدر باب فتح سے مضارع مجہول۔ مجمع کے اگلے حصے کو روکنا، کہ پچھلے آملیں۔ پس وہ روک روک کر چلائے جائیں گے کہ پچھلے ملتے آئیں۔

فَزِعَ: فَزْع سے ماضی باب عَلِمَ سے۔ بمعنی ڈرنا صور بجنے سے آسمان و زمین کی سب مخلوق ڈرے گی مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ ڈرنے والوں میں سے نہ ہوگا۔ چاروں فرشتے، حوریں، اور خازنانِ جنت حاملین عرش، اور بنی آدم میں سے شہید اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

دٰخِرِیْنَ: عاجز و درماندہ ہو کر۔ دخر و دخور مصدر سے باب فتح اسم فاعل جمع۔

مَرَّ السَّحَابِ: پہاڑ بادلوں کی طرح تیز چلیں گے لیکن چلتے معلوم نہ ہوں گے۔

صُنْعَ اللّٰہِ: اپنے فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے یعنی پہلے جملے کی باتیں اللہ تعالیٰ کی کاری گری کی ہیں۔

فَکُبَّتْ: کَبٌّ سے ماضی مجہول مونث۔ اس کے معنی ہیں منہ کے بل گرانا۔ یہاں وجوہ کا لفظ بھی لایا گیا ہے۔ مراد تمام وجود ہے۔ یعنی وہ منہ کے بل اوندھے دوزخ میں گرائے جائیں گے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ القصص۔مَکِّیہ۔آیات ۸۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ: کتاب بیان کرنے والی حلال حرام کو۔اپنی فصاحت سے بیان کرتی ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ انسانی آمیزش سے پاک ہے۔یا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا صدق بیان کرتی ہے۔یا اولین و آخرین کی خبریں بیان کرتی ہے۔یا گمراہوں کے شبہات سے چھوٹنے اور خلاصی پانے کی کیفیت بیان کرتی ہے۔(امام)

وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَعًا: شِيَعاً جمع شیعة بمعنی جماعت۔گروہ۔فرعون نے اپنی رعایا کے کئی گروہ بنا رکھے تھے۔ھا ضمیر علاقہ اور ارض مصر کی طرف راجع ہے۔قاضی نے گروہ بنانے کی یہ وجوہ لکھی ہیں:

۱۔ جو کچھ وہ چاہتا تھا اس میں وہ مدد کرتے تھے۔

۲۔ اس کی اطاعت میں وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔

۳۔ ہر گروہ کے سپرد ایک خاص قسم کی خدمت لگا رکھی تھی۔

۴۔ ان گروہوں میں بعض اسباب عداوت پھیلا رکھے تھے کہ کہیں متفرق ہو کر حکومت کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں۔

اَلۡوٰرِثِيۡنَ: ہم ان کو وارث بنا دیں فرعون کے ملک، اُس کی زمین، اور اُس کے مقبوضات کا یعنی بنی اسرائیل کو۔

فَالۡتَقَطَهٗ: لفظ مصدر سے باب افتعال سے فعل ماضی۔اس کے معنی ہیں زمین سے کوئی شے اٹھانا۔امام نے التقاط کے معنی لکھے ہیں بغیر طلب کے کوئی شے پالینا۔پس اٹھالیا اس کو فرعون کے آدمیوں نے۔

فٰرِغًا: ابو مسلم نے اس کے معنی خوف اور غم کے کئے ہیں۔یعنی موسیٰؑ کی والدہ کا دل غم اور خوف سے بھر گیا۔صاحبِ کشاف نے اس کے معنی کئے ہیں کہ عقل، فکر اور سوچ بچار سے خالی ہو گیا۔فارغ کے معنی خالی۔حسن بصری نے اس کے معنی کئے ہیں کہ موسیٰؑ کے فکر کے بغیر باقی تمام تفکرات سے خالی ہو گیا۔ابو عبیدہ نے معنی کئے ہیں کہ دریا میں ڈال کر موسیٰؑ کی طرف سے اُس کی والدہ کا دل فکر سے خالی ہو گیا۔بوجہ الہام کے مطمئن ہو گئی۔ہمیں یہ معنی قریب معلوم ہوتے ہیں۔

قُصِّيۡهِ: قَصَصٌ۔قَصَّ۔امر مونث ہے اس کے معنی ہیں کسی کے پیچھے چلنا۔ماں نے ہدایت کی کہ تابوت بچہ کے پیچھے پیچھے چلتی جا۔

وَاِنۡ كَادَتۡ: اِنۡ اِنَّ سے مخفف ہے۔قاضی نے اِنَّهَا سے اس کی تعبیر کی ہے۔بے شک وہ ظاہر کرنے کو قریب تھی۔

عَنۡ جُنُبٍ: یہاں مراد ہے دور سے۔ایک طرف ہو کر۔

اَلۡمَرَاضِعَ: جمع مُرۡضِعٌ دودھ پلانے والی، یا جمع ہے مَرۡضَعٌ کی اسم ظرف دودھ پینے کی جگہ، مراد پستان۔یعنی ہم نے

Marfat.com

اُس پر دودھ پلانے والیاں حرام کر دیں، یا اُن کی چھاتیاں حرام کر دیں۔

نٰصِحُوْنَ: نصح سے اسم فاعل جمع۔ امام نے نصح کے معنی لکھے ہیں کسی کام کو خرابی یا بگاڑ کی آمیزش کے بغیر خالص طور پر کرنا۔ وہ صحیح پرورش کریں گے۔

اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰی: ان ہر دو کلمات کے معنوں میں چند قول ہیں جو امام نے بیان کیے ہیں:

۱۔ دونوں ہم معنی ہیں۔ قوت کا کامل ہونا اور مزاج کا اعتدال، جب وہ پورا قوی اور معتدل المزاج ہو چکا۔

۲۔ مختلف معنی رکھتے ہیں۔ اَشُدَّ سے مراد ہے کمال قوتِ جسمانیہ اور بدنیہ کا۔ اور اِستَوٰی سے مراد، کمال قوت عقلیہ ہے۔ یعنی جب پوری جسمانی اور عقل کی قوت کو پہنچ گیا۔

اَشُدَّ سے مراد ہے بلوغت اور اِستَوٰی سے مراد ہے صحت جسمانی۔ یعنی جب وہ بالغ اور طاقت ور جوان ہو گیا۔

یَاْتَمِرُوْنَ: باب افتعال ہے اِئتمار مشورہ کرنا۔ وہ مشورہ کرتے ہیں۔

لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ: غَوِی بمعنی مُغوِ اسم فاعل یعنی تو کھلا گمراہ کرنے والا ہے میری قوم کو (رازی)

وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ: وَرَدَ پہنچا۔ مدین کے چاہ پر۔

اُمَّةً: مختلف قسم کے لوگوں کی ایک جماعتِ کثیرہ۔

تَـذُوْدَانِ: مصدر ذَوْدٌ سے مضارع غائب مونث۔ اس کے معنی ہیں ہٹانا۔ روکنا۔ وہ اپنی بھیڑیں روکتی تھیں، اور پانی سے ہٹاتی تھیں، کہ مل جل نہ جائیں یا غیر مردوں کے ملنے سے۔

خَـطْبُکُمَا: خَطْبٌ امام راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں امر عظیم۔ معاملہ۔ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ امام نے اس مصدر کو بمعنی مفعول لکھا ہے۔

مخطُوب: مطلوب۔ تمہارا کیا مطلوب ہے؟

یُـصْـدِرَ الـرِّعَـآءُ: صدر مصدر سے باب افعال ہے۔ پانی کے گھاٹ سے مویشی نکالنے، واپس موڑنے۔ رِعَاءٌ جمع رائی۔ گڈریا۔ چرواہا۔ نگہبان۔ محافظ حتّٰے کہ چرواہے اپنے مویشی پانی سے ہٹا لے جائیں۔

عَلَی اسْتِحْیَآءٍ: مصدر ہے بمعنی اسم فاعل ترکیب میں حال یعنی مُسْتَحْیِیَۃٍ شرماتی ہوئی آئی۔

وَکِیْلٌ: یہاں بمعنی شاھد ہے۔ ہمارے اس اقرار اور کلام پر گواہ ہے۔

جَذْوَةٍ: جلانے کی موٹی لکڑی اُس کے سرے پر آگ ہو یا نہ ہو۔ یہاں آگ والی مراد ہے۔

رِدْاً: اُس شے کا نام ہے جس سے مدد لی جاتی ہے۔ یعنی مدد دینے والا بنا کر۔ قاضی نے اس کے معنی معین کے لکھے ہیں، اعانت کرنے والا۔ امام نے فِـعْـلٌ کے وزن کو اسم یعنی نام مانا ہے اُس شے کا جس سے کچھ کام لیا جائے رِدْءٌ وہ کچھ جس سے مدد لی جائے۔ اسی طرح دِفْءٌ وہ شے جس سے اپنے جسم کو گرم رکھا جائے۔

Marfat.com

سَنَشُدُّ عَضُدَکَ: شَدَّ سے مضارع متکلم تحت کرنا۔ مضبوط کرنا۔ عَضُدٌ بازو۔ عنقریب ہم مضبوط کردیں گے تیرا بازو تیرے بھائی کو شامل کر کے۔

مُفْتَرٰی: فَرْیٌ سے باب افتعال ہے، صراح میں فری کے ایک معنی جھوٹ گھڑے کے لکھے ہیں۔ باب ضرب سے افتریٰ کے بھی یہی معنی ہیں۔ جادو ہے گھڑا ہوا۔

یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ: بلاتے ہیں آگ کی طرف۔ قاضی نے لکھا ہے کہ آگ میں گرنے اور جلنے کو لازم کردینے والے امور کی طرف بلاتے ہیں، مثل کفر اور شرک و تکذیب رسول کی۔

اَلْمَقْبُوْحِیْنَ: قُبح سے صراح میں لکھا ہے کہتے ہیں قَبَحَهُ اللّٰهُ دور کر دیا اس کو اللہ نے خیر و خوبی سے مقبوحین کے معنی لکھے ہیں دور کیے ہوئے خیر سے، یا بدترین صورت بنائے ہوئے، امام راغب نے قبیح کے معنی لکھے ہیں کہ ہر دیکھی جاسکنے والی وہ شے جس کی طرف نظر اٹھانا پسند نہ کرے قبیح کہلاتی ہے اور وہ عمل یا وہ حال جس کی طرف نفس رغبت نہ رکھے قبیح ہوتے ہیں۔ کفار اپنے رجس اور نجس ہونے کے سبب قبیح بنائے ہوؤں میں سے ہوں گے۔ قاضی نے لکھا ہے یا قبیح صورت اور قبیح منہ بنائے گئے ہوؤں میں سے ہوں گے۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِیْبَهُمْ: (الایۃ) اس آیت کریمہ میں دو دفعہ لَوْلَا آیا ہے۔ اس کے مطلب میں قاضی بیضاوی نے اور امام نے جو کچھ لکھا ہے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے معاصی اور کفر و شرک کی پاداش میں گرفتار ہونے کے وقت نہ کہتے کہ اے ہمارے رب کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف رسول تو ہم نہ بھیجتے پہلے کے معنی ہیں اگر نہ۔ دوسرے کے معنی ہیں کیوں نہ۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ: اور بے شک ہم نے ان کے واسطے اپنے قول کلام کو مسلسل جوڑ ملا کر بیان کیا وعظ کی باتوں کو۔ وعدے وعید کی باتوں کو، دعوے کے ساتھ دلائل کو۔ اُمم گزشتہ کے جرائم کے ساتھ اُن کے عذاب کو۔ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اُن کے معجزات کو مُتبعین کے ذکر کے ساتھ اُن کے درجات کو۔ غرض ہر شے کو اُس کے جوڑ کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔

لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ: نہیں طلب کرتے ہم جاہلوں (کی صحبت) کو۔ نہ ارادہ رکھتے ہیں اس کا۔

لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ: قاضی بیضاوی نے لکھا ہے۔ تجھ کو طاقت نہیں کہ اپنی محبت والے کو اسلام میں داخل کر لے، مسلمان بنالے۔ آگے لکھا جمہور اس بات پر ہیں کہ یہ آیت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا چچا کہہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کلمہ، میں حجت پیش کروں گا تیرے واسطے اللہ کے پاس، اُس نے کہا، بھتیجا! میں جانتا ہوں تو سچ پر ہے۔ سچا ہے۔ لیکن ناپسند رکھتا ہوں کہ کہا جائے بوقت موت کمزور ہو گیا۔ دہشت کھا گیا۔

نُتَخَطَّفْ: خَطْف مصدر سے مضارع متکلم مجہول امام نے مبرد کے قول سے لکھا ہے کہ خَطْف کے معنی ہیں جلدی سے چھین لینا۔ کھینچ لینا۔ حارث بن عامر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ ہم جانتے ہیں جو کچھ آپؐ فرماتے ہیں حق

Marfat.com

ہے۔ لیکن ہم اپنے علاقے سے نکالے جانے کے سبب ماننے سے رُکے ہوئے ہیں۔ اس طرح کہ دشمن ہم پر چڑھ آئیں گے اور ہمیں مار نکالیں گے۔

يُجْبٰى: صراح میں جباءٌ اور جبوۃٌ جبادۃ پانی جمع کرنا۔ یہاں مراد ہے دوسرے شہروں سے لاد کر لائے جاتے ہیں۔ مضارع مجہول۔

بَطِرَتْ: بَطَرٌ سے باب عَلِمَ سے ماضی معروف مونث۔ صراح میں اس کے ایک معنی بہت خوشی میں رہنا یعنی اُن کا سامان عیش بہت مسرت آمیز تھا۔

مُحْضَرِيْنَ: حاضر کیے ہوؤں سے۔ حساب یا عذاب کرنے کے واسطے۔

خِيَرَةُ: یہ تخیّرٌ کے معنی میں ہے۔ یعنی اُن کا کوئی اختیار کسی امر میں نہیں۔

سَرْمَدًا: دائما۔ قاضی نے اس کا مادہ سرد لکھ کرم زائد مانا ہے۔

نَزَعْنَا: قاضی نے اس کے معنی اَخرَجنَا لکھے ہیں۔ ہم نکالیں گے۔

مَفَاتِحَهٗ: جمع مِفتَحٌ۔ کھولنے کا آلہ۔ چابی ظرف مکان جمع مَفتَح۔ صندوق وغیرہ۔

لَتَنُوْٓءُ ا: نوءٌ مصدر سے ناءَ ینوءُ۔ بھاری اور ثقیل ہونا۔ مضارع غائب مونث۔ بھاری ہوتے ہیں۔

بِالْعُصْبَةِ: جماعتِ کثیرہ۔ یعنی چند غلاموں کو ان چابیوں کا، یا ان پیٹیوں کا اٹھانا بھاری لگتا تھا۔ اقرب معنی چابیاں ہیں۔ یعنی وہ بڑی بڑی وزنی اور بوجھل تھیں کہ سب جمع کی جاتیں تو ایک طاقتور جماعت کو اُن کا اٹھانا بھاری معلوم ہوتا ہے۔ دو اڑھائی ہزار سال کی بات ہے۔ یا نزول کلام پاک کے وقت سے قریب ہزار سال کی بات تھی۔ صنعت میں بعد جیسی باریکی نہ تھی ایک ایک چابی خاصہ وزن رکھتی ہوگی۔ سب کے ثقیل کا ذکر فرما دیا۔ آج کل کی چابیاں پیش نظر رکھ کر استعجاب کی گنجائش نہیں۔

عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ: ھم کی ضمیر مجرموں کی طرف راجع ہے۔ یعنی بوقتِ عذاب مجرموں سے اُن کے گناہوں کی بات نہیں پوچھا جائے گا۔ اچانک پکڑے جائیں گے۔

لَا يُلَقّٰهَآ: امام نے اس کے معنی کئے ہیں، نہیں توفیق دیا جاتا۔ ھا کی ضمیر کا مرجع قاضی نے وہ جملہ مانا ہے جو اہلِ علم نے اس وقت بعض کو کہا وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ (الایۃ) یا ثواب بمعنی مثوبۃ مرجع ہے، یا ایمان اور عملِ صالح بتاویلِ سیرت اور طریقت مونث مان کر مرجع ہیں۔ الہام نہیں کیا جاتا، یا دل میں نہیں ڈالا جاتا۔

فَخَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ: ہم نے دھنسا دیا اس کو زمین میں۔ اُس کے زمین میں دھنسنے کا واقع قاضی بیضاوی نے اس طرح لکھا ہے:

لکھا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہر وقت ایذا پہنچایا کرتا تھا۔ اور آپ اس سے مدارات رکھتے تھے بوجہ قرابت کے۔ زکوٰۃ کا وقت آیا تو اس پر مال کا ایک حصہ فرض ہوا۔ اُس نے حساب کیا تو بہت کثیر رقم بنی۔ برداشت نہ کر سکا۔ ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فضیح (بے عزت) کر دے تا کہ وہ اسے چھوڑ دیں چنانچہ ایک

Marfat.com

فاجرہ عورت کو رشوت دے کر تیار کیا کہ اپنے ساتھ بُرائی کرنے کا دعویٰ کر دے۔

عید کا دن ہوا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خطبہ میں فرمایا، جس نے چوری کی ہم اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں گے، اور جس غیر شادی شدہ نے زنا کیا، اُسے دُرے لگائیں گے اور جس شادی شدہ نے زنا کیا اُسے سنگسار کریں گے۔ قارون نے کھڑے ہو کر کہا، خواہ تو ہی ہو، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ قارون نے کہا بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ تو نے فلاں عورت سے بدکاری کی ہے، اور اس عورت کو پیش کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس کو اللہ کی قسم دی کہ سچ بولے۔ عورت نے کہا کہ قارون نے مجھے انعام کا وعدہ دیا ہے کہ میں آپ پر اپنے آپ کی تہمت لگاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی طرف اس کی شکایت کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے تو اُن کی طرف وحی کی گئی کہ زمین کو اپنی مرضی کا حکم دے دے۔ پس کہا موسیٰ علیہ السلام نے اے زمین! پکڑ لے اس کو، پس زمین نے اُس کو گھٹنوں تک اپنے میں دھنسا لیا۔ پھر کہا پکڑ لے اِس کو۔ اُس نے اُس کو کمر تک پکڑ لیا۔ پھر آپ نے کہا پکڑ لے اس کو زمین نے گردن تک اُس کو پکڑ لیا۔ پھر فرمایا، اس کو پکڑ لے، اُس نے اُسے نیچے دھنسا دیا قارون ان حالات میں آپ کے سامنے عاجزی کرتا رہا لیکن آپ نے رحم نہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ کس چیز نے سخت کیا تجھ کو، یا کتنا سخت رہا تو۔ فعل تعجب کا صیغہ ہے۔ مَا افضک اس نے کئی دفعہ تجھ سے رحم مانگا تو نے اُس پر رحم نہ کیا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اگر وہ ایک دفعہ بھی مجھے بلاتا تو میں اُسے قبول کر لیتا۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ العَنکبُوتُ۔ مَکِّیَہ۔ آیات ۶۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَایُفۡتَنُوۡنَ: وہ نہ امتحان لئے جائیں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ مومنین کا امتحان لیتا ہے۔ مشقت کے حکم فرما کر، مثل ہجرت کی، جہاد کی، اور اپنی خواہشات چھوڑ رکھنے کی، اور اپنی طاعات فرض کر دینے کی، اور جسم پر امراض ڈالنے کی، مال اور اولاد پر مصائب ڈالنے کی، تا کہ مخلص اور غیر مخلص میں، ثابت قدم اور غیر ثابت قدم میں تمیز ہو جائے۔

اور ان امور پر صبر کر کے درجے بلند حاصل کر سکیں، کیونکہ خالص ایمان صرف دائمی عذاب سے نجات کا مقتضی ہے۔ حصولِ مدارج کے واسطے دوسرے جُزئی، کلی اعمال کی تعمیل ضروری ہے۔

لَنُکَفِّرَنَّ: تَکۡفِیۡر باب تفعیل سے مضارع متکلم موکد بانونِ ثقیلہ۔ اس کے ایک معنی ہیں مٹا دینا ہم بالضرور اُن سے ان کی برائیاں مٹا دیں گے۔

فَاِذَآ اُوۡذِیَ فِی اللّٰهِ: جب ایذا دیا جاتا ہے (کفار کی طرف سے) اللہ کا دین قبول کرنے کے سبب۔

وَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ: مقاتل نے اس کے معنی کئے ہیں تا کہ دکھا دے اللہ۔ اور ضرور ظاہر کرے گا اللہ۔ تیسرے معنی ہیں متمیز کرے گا اللہ (امام)

اللہ کی پہچان کروا دے گا۔ اللہ ان کے نشان قائم کر دے گا۔ جن سے وہ ممتاز ہوں گے (قاضی)

تَخۡلُقُوۡنَ: خَلۡقٌ مصدر سے مضارع جمع مخاطب اس کے ایک معنی ہیں جھوٹ گھڑنا۔ تم جھوٹ گھڑ لیتے ہو۔

یُنۡشِئُ: اِنۡشَاء کے معنی ہیں پیدا کرنا۔ اس سے فعل مضارع غائب پھر پیدا کرے گا۔ پیدائش ثانوی دوسری دفعہ۔

نَشۡاَةَ: پیدا کرنا۔ یہاں مراد ہے دوسری دفعہ کی پیدائش۔

یَئِسُوۡا: یَاۡسٌ مصدر سے مضارع جمع غائب اس کے معنی ہیں نا امید ہونا۔ وہ نا امید ہو گئے میری رحمت سے۔

مَوَدَّةَ بَیۡنِکُمۡ: امام نے اس کے یہ معنی لکھے ہیں کہ تم نے بُت بنا رکھے ہیں اس واسطے کہ آپس میں تم کو محبت ہے۔ ایک دوسرے کے طریق کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ یا تم کو اپنے باپ دادا سے محبت ہے ان کے طریقِ بُت پرستی کو تم نے پکڑ رکھا ہے۔ قاضی نے لکھا ہے تا کہ تم آپس میں دوستی قائم رکھو، اور اُن کی عبادت میں جمع رہو۔ گویا مفعول لہٗ ہے اور اتَّخَذۡتُمۡ کا مفعول ثانی محذوف مانا ہے یعنی اٰلِهَةً۔ پھر لکھا ہے کہ، مَوَدَّةَ کے پہلے مضاف مقدر مان کر یا مَوَدَّةَ کو بتاویل مودودة کے مفعول ثانی بنایا جا سکتا ہے۔ مضاف مقدر سبب ہے یعنی سبب المودة۔ معنی ہوں گے تم نے اللہ کے سوا بتوں کو معبود بنا رکھا ہے، اپنے درمیان دوستی قائم رکھنے کے واسطے، یا معبود بنا رکھا ہے دوستی کا سبب اپنے درمیان یا بُت دوست رکھے ہوئے۔

Marfat.com

غرض تفصیل سے اس کلمے کی ترکیبی صورتیں بیان کی ہیں۔

فَامَنَ لَهٗ لُوْطٌ: لَهٗ کی ضمیر مجرور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ یہ آپ کے بھانجے تھے، اور سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے۔

لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ: اَلْفَاحِشَةَ۔ امام نے لکھا ہے فَاحِشَہ اُس قبیح شے کو یا قبیح کام کو کہتے ہیں جس کی قباحت (بُرائی) بہت کھلی اور ظاہر ہو یہاں مراد لواطت ہے۔

نَادِيْكُمْ: نَادِی قاضی نے اس کے معنی لکھے ہیں کہ نادی مکان کو اُس وقت کہتے ہیں، جب اُس میں بیٹھنے والے تمام بیٹھے ہوں۔ یعنی بھرے ڈیرے کو نادی کہتے ہیں۔ یعنی اپنی بھری مجلس میں امر منکر کے مرتکب ہوتے ہو۔

بُشْرٰى: اسم ہے بمعنی خوشخبری۔

لَنُنَجِّيَنَّهٗ: نجاۃ بمعنی خلاصی پانا سے تَنْجِيَة باب تفعیل کا مضارع متکلم موکد بنونِ تاکید۔ خلاصی دینا۔ ہم ضرور بچالیں گے اس کو۔

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ: غُبُوْرٌ مصدر سے اسم فاعل جمع اس کے معنی ہیں پیچھے رہنا۔ پیچھے رہنے والوں سے ہوگی۔

سِيْٓءَ بِهِمْ: سَوْءٌ۔ مَسَاءَةٌ سے فعل ماضی غائب مجہول اس کے معنی ہیں غم ناک ہونا۔ غمناک کیا گیا بہ سبب اُن کے۔

ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا: ضَاقَ۔ ضَيْق سے فعل ماضی غائب ہے تنگ ہونا۔ باب مثل ضرب کی۔ ذَرْعًا۔ انگلی کے سرے سے کہنی تک کا حصہ۔ پھر یہ محاورہ بن گیا ہے بہت دشواری اور مشقت میں پڑنے کا۔ یہ لیا گیا ہے، جب اونٹ پر مقدار سے زیادہ بوجھ لادا جائے تو اُس کے قدم چھوٹے اور تنگ اٹھتے ہیں۔ اُس وقت کہتے ہیں ضَاقَ ذَرْعُهٗ۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام پر اُن مہمانوں کی آمد سے بہت دشواری پڑی۔

رِجْزًا: عذاب

وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ: رَجَاءٌ امید رکھنا سے امر حاضر جمع بقول قاضی بیضاوی يَوْمَ کے پہلے ثواب کا لفظ مقدر ہے یعنی ثَوَابَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ یعنی امید رکھو یوم آخرت کے ثواب کی۔

لَا تَعْثَوْا: عُثُوٌّ سے فعل نہی حاضر جمع۔ اس کے معنی ہیں فساد کرنا۔ زمین میں فساد نہ کرو۔ عُثُوٌّ اور فساد کے ایک ہی معنی ہیں بقول امام۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ: رجفۃ زلزلہ بعض نے کہا جبرائیل علیہ السلام کی سخت کڑک۔ پس ان کو زلزلے نے پکڑا یا حضرت جبرائیلؑ کی کڑک نے۔

جٰثِمِيْنَ: سینوں کے، اور گھٹنوں کے بل بُری طرح گر کر مر جانے والے۔ جثم سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں مرغ کا سینہ زمین پر رکھنا پھر ہلاکت مراد لی جاتی ہے۔

Marfat.com

اٰیَةً بَیِّنَةً: کھلا نشان۔ مراد ہے اُن کی حکایت، یا اُن کے کھنڈرات یا وہ پتھر جو اُن پر برسائے وہ مدتوں تک پڑے رہے۔

مُسْتَبْصِرِیْنَ: اِستبصار بصیرت حاصل کرنا۔ وہ بذریعہ انبیاء علیہم السلام بصیرت حاصل کر سکنے والے تھے۔ مگر انہوں نے حاصل نہ کی، یہ کلمہ مبارکہ اسم فاعل ہے۔ باب استفعال سے۔

حَاصِبًا: بہت سخت ہوا جو اپنے ساتھ کنکر اڑا کر لے جاتی ہے۔

اَلصَّیْحَةُ: یہ مصدر ہے بمعنی آواز کرنا۔ اس کا باب مثل ضرب کی ہے۔ قاموس میں ہے پوری طاقت سے آواز نکالنا۔ دوسرے معنی ہیں عذاب یہاں یہی مراد ہے۔

اَوْهَنَ: وَهْنٌ سے اسم تفضیل۔ اس کے معنی ہیں کمزور ہونا، بہت کمزور سب گھروں سے۔

اُتْلُ: تلاوت سے فعل امر حاضر۔ اس کے معنی ہیں پڑھنا۔ تو پڑھ کر سنا۔

اَلْفَحْشَآءِ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں پوری زکوٰۃ ادا کرنے میں بخل رکھنا۔ گویا نماز ایسے بخل سے روکتی ہے۔

یَجْحَدُ: جَحْدٌ سے فعل مضارع غائب۔ اس کے معنی ہیں جانتے ہوئے انکار کرنا۔ جانتے ہوئے کافر لوگ ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں۔

لَارْتَابَ: ریب سے باب افتعال ارتیاب کا فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں شک کرنا۔ تو شک کرتے۔

بَغْتَةً: ناگاہ۔ اچانک۔ بے خبری میں

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ: بَوْءٌ مَبَائَةٌ رہنے کی جگہ سے باب تفعیل صیغہ متکلم موکد با نونِ ثقیلہ۔ منزل تیار کرنا۔ یعنی ہم اُن کے لئے اُترنے کی جگہیں تیار کریں گے۔

غُرَفًا: جمع غُرفتہ۔ بالا خانہ۔

کَاَیِّنْ: اس کے متعلق امام نے لکھا ہے کہ یہ کلمہ مرکب ہے کافِ تشبیہ اور اَیٌّ سے۔ مرکب کرنے سے کَاَیٍّ ہوا۔ پھر اس مرکب میں نونِ تنوین کو ظاہر کر کے لکھ دیا۔ تا کہ اَیٌّ غیر مرکب میں، اور اس مرکب میں فرق رہے۔ یہ کَمْ کے معنی دیتا ہے استفہامیہ۔ البتہ کَمْ کے بعد مِنْ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ اکثر بغیر مِنْ کے بولتے ہیں جیسے کَمْ دَرهما اسی طرح اَیٌّ غیر مرکب کے بعد مِنْ لانا صحیح نہیں اور کَاَیِّنْ مرکب کے بعد مِنْ لانا صحیح ہے، جیسے یہاں ہے۔

اَنّٰی: اس کے ایک معنی ہیں این کدھر۔

یُؤْفَکُوْنَ: اَفْکٌ مصدر سے مضارع جمع مذکر مجہول۔ بمعنی کسی چیز سے پھرنا۔ اور چیز کا پھرنا۔ یعنی یہ کس طرح پھیرے جاتے ہیں۔

یَقْدِرُ لَهٗ: قَدْرٌ مصدر سے مضارع غائب قاموس میں اس کے ایک معنی تنگ کرنا لکھے ہیں یعنی تنگ کرتا ہے واسطے اُس کے رزق۔

Marfat.com

لَھْوٌ وَّلَعِبٌ: امام نے اِن ہر دو میں کچھ فرق بیان کیا ہے اس طرح کہ ایک باطل غیر مفید فضول امر میں متوجہ ہو جانا لَعِبٌ ہے، اور حق اور اصلی بات سے اعراض رکھنا لَھْو ہے۔ لہٰذا دنیا اقبال الی الباطل کے رو سے لعب ہے اور اعراض عن الحق کے رو سے لھو ہے۔ بعض نے یوں فرق کیا ہے کہ وہ کھیل جس سے جسم میں تکان۔ کوفت اور تھکاوٹ پیدا ہو وہ لعب ہے اور جو بیٹھ کر کھیلی جائے وہ لھو ہے۔

لَھِیَ الْحَیَوَانُ: قاضی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ آخرت ہی اصل زندگی اور حیاتی کا گھر ہے، کہ وہاں کسی کو، کسی وقت، کسی حالت، اور کسی وجہ سے موت نہ ہوگی۔

لَهُ الدِّیْنَ: قاموس میں اس کے کثرت سے معنی ہیں۔ جن میں سے ایک توحید ہے۔ یہاں یہی مراد ہے۔

یُتَخَطَّفُ: خطف سے باب تفعل بنا تخطف سے مضارع غائب مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں اُچک لینا۔ جھپٹ لینا۔ یہاں مراد ہے لوٹنا، یعنی لوٹے جاتے ہیں اور لوگ۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورةُ الرُّوم۔ مَکِّیہ۔ آیات ۶۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ: قاضی بیضاوی نے اس کے متعلق ایک شرط کا واقعہ لکھا ہے۔ آغازِ اسلام میں رومیوں میں جو عیسائی تھے اور فارسیوں میں جو مجوس تھے لڑائی ہوئی، جس میں فارسیوں کو فتح ہوئی۔ یہ فتح اور لڑائی سرحدِ عرب کے قریب مقام پر ہوئی جسے ادنی الارض سے تعبیر فرمایا ہے۔ الارض سے مراد سرحدِ عرب کی زمین ہے۔ اس موقع پر مشرکین مکہ نے بغلیں بجائیں کہ جیسے رومیوں پر فارسیوں نے غلبہ پایا ہے، حالانکہ وہ کتاب رکھتے تھے۔ اسی طرح ہم بھی مسلمانوں پر غالب رہیں گے۔

اُن کے رد میں یہ آئتیں نازل ہوئیں کہ رومی گرچہ اس وقت مغلوب ہیں مگر چند سال کے بعد غالب ہو جائیں گے۔ اس پر مشرکین مکہ نے استہزاء کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو ناگوار معلوم ہوا اور قسم کھا کر کہا کہ چند سالوں میں روم غالب آ جائیں گے۔ اس سے بات بڑھ گئی، حتّے کہ ابی بن خلف نے صدیق اکبرؓ سے اس صورت میں شرط باندھی کہ دس دس اونٹ لینے دینے۔ اگر رومی تین سال تک غالب آ گئے تو صدیق اکبرؓ دس اونٹ اُبی سے لیں گے۔ ورنہ دس اونٹ دیں گے۔ یہ تذکرہ حضرت صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا کلمہ بضع تین سے نو تک کے لئے آتا ہے۔ لہٰذا اونٹوں کی تعداد میں اضافہ کر کے مدت زیادہ کرو۔ صدیقؓ نے سو اونٹ کی شرط ٹھہرائی اور بضع کے پورے معنی نو سال کی مدت مقرر کی۔ اُبی مان گیا۔ یعنی قرار پایا کہ اگر نو سال کے اندر اندر رومی فارسیوں پر غالب آ گئے تو اُبی سو اونٹ صدیقؓ کو دے گا، نہ ہوئے تو اتنے صدیقؓ کو دینے ہوں گے۔ چنانچہ ساتویں سال کے شروع میں رومیوں نے فارسیوں پر فتح پائی۔ اسی زمانے میں صلح حدیبیہ واقع ہوئی۔ اُبی کو سو اونٹ دینے پڑے۔ اگرچہ اُبی جنگِ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زخم کھا کر مر چکا تھا۔ مگر حضرت صدیقؓ کو اُس کے وارثوں سے سو اونٹ ادا کر کے اپنے باپ کی شرط پوری کی۔ اس مقام پر ایک شبہ اور اُس کا جواب، بیانِ شبہ۔ جانبین سے کسی بات کی ہار جیت پر کوئی شے لینے دینے کی شرط لگانا اسلامی آئین میں حرام ہے۔ صدیقؓ سے اس کا ارتکاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید اضافے کی تجویز سمجھے جانے کی محتاج ہے۔ کیونکہ قمار ہے (جُوا) جو حرام ہے۔ مفسرین نے اس کا جو جواب دیا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ قماری شرط حرام ہونے سے پیشتر کا تھا۔

دوم۔ ایسی باتیں دارالحرب میں مومن اور کافر کے درمیان جائز ہیں۔ مگر یہ دونوں جواب کسی اور اطمینان بخش تاویل کے محتاج ہیں۔ مولف کے نزدیک یہ شرطی مقررہ تعداد کے اونٹ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں حلال، طیب اور پاکیزہ تھے۔ یہ صورت قمار میں داخل نہیں، یک طرفہ شرط ہے جو بالکلیہ جائز اور صحیح تھی۔ اور ہے، اور تا قیامت صحیح رہے گی،

Marfat.com

وجہ یہ ہے کہ رومیوں کے غالب آنے کی خبر بضع سنین میں بارتعالیٰ نے دی جس کا خلاف ناممکن اور محال ہے۔صدیق ؓ کے ایمان کامل نے یہ صورت بطور شرط قائم کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز زیادتی نے چار چاند لگا دیئے، اس میں قبل تحریم کی تاویل شان صدیق ؓ کے خلاف ہے اور دارِ حرب کا خیال ذہن میں رکھنا بھی برمحل نہیں۔

بِضْعِ: اس کے کئی معنی ہیں۔جن میں سے ایک ہے تین سے نو تک کے کسی عدد کے واسطے بول سکتے ہیں۔

وَاَثَارُوا الْاَرْضَ: امام نے اس کے معنی زمین جوتنے کے لکھے ہیں۔زراعت کا کام کرنا یعنی انہوں نے خوب زراعت کی، اور پیداوار سے مال جمع کیا۔

وَعَمَرُوْهَآ: اور آباد کیا زمین کو۔محلات تعمیر کرائے، قلعے بنوائے، شہر آباد کئے۔خوشحالی کا سب سامان تیار کیا۔

اَسَآءُوا السُّوْٓاٰی: اس میں سُوْئٰ کانَ کی خبر ہے اور اَلَّذِیْنَ اساؤا کی بجائے ھُمْ تھا یعنی بُرائی کرنے والوں کا انجام بہت بُری سزا ہوا، اور سُوْئٰ مونث ہے اَسْوَءُ کی۔مثل حُسْنٰی کی۔جو مونث ہے اَحْسَنُ کی۔قاضی نے سُوْئٰ کو اَلْعُقُوْبَۃَ مقدر کی صفت بنا کر ترجمہ کیا ہے۔

یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ: اِبْلَاس باب افعال سے مضارع غائب ہے۔بمعنی خاموش اور لاجواب ہو جانا بروز قیامت مجرم لوگ لاجواب ہو کر چپ کے چپ کھڑے رہیں گے۔

شُفَعٰٓؤُا: جمع شفیع کی جیسے شُرَکَاءُ جمع شریک کی۔سفارش کرنے والا۔

رَوْضَۃٍ: حَبْرٌ و حُبُوْرٌ۔حَبْرَۃٌ مصدر سے مضارع جمع مذکر غائب مجہول بمعنی خوش کرنا۔یعنی جنت میں خوش کئے جائیں گے۔نعمت دیئے جائیں گے اور تروتازہ چہرے بنائے جائیں گے۔

سُبْحٰنَ اللّٰہِ: امام نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔اُس کا خلاصہ یہ ہے۔لفظ فُعْلَان کے وزن پر مصدر ہے اور مصدر کا اسم بنالیا ہے۔یعنی مصدر کی بجائے استعمال کرتے ہیں۔بلکہ اس مصدر کا اسم علم بنالیا ہے۔گویا نام ہی رکھ لیا ہے۔اس کے معنی میں یہاں مفسرین کے دو قول ہیں۔

۱۔　مراد اس سے نماز ہے اور اس آیت سے پانچ وقت کی نماز ثابت کرتے ہیں۔

۲۔　تنزیہہ اور پاکیزگی حق تعالیٰ کی نقائص اور عیوب سے ذات میں، صفات میں، افعال میں، اور احکام میں مراد ہے۔یعنی اللہ کی تنزیہہ بیان کرو اور حمد سے اُس کی صفات کمال بیان کرو اور اس میں قلبی، لسانی اور ارکانی تنزیہہ کا حکم ہے۔قلبی تنزیہہ اعتقادِ جازم۔لسانی میں ذکر حسن اور ارکانی تنزیہہ میں عمل صالح مراد ہے۔پھر ان ہر سہ قسم کی تنزیہہ نماز میں موجود ہے۔قلبی تنزیہہ کا اثر لسانی تنزیہہ ہوتی ہے اور لسانی تنزیہہ کا نتیجہ عمل صالح ہوتا ہے۔

مُحْضَرُوْنَ: یعنی داخل کئے جائیں گے۔وہ عذاب سے دور نہ رہیں گے۔احضار سے اسم مفعول جمع۔احضار کے معنی ہیں عذاب میں حاضر کرنا۔

تُمْسُوْنَ: مِسٰی سے باب افعال اِمْسَاء۔مَسٰی کے معنی ہیں آفتاب غرب کا وقت یعنی شام اِمْسَاء۔شام کے وقت

Marfat.com

میں داخل ہونا۔ یہ کلمہ مضارع جمع مخاطب ہے۔ جب تم شام کرو۔

تُصْبِحُوْنَ: صبح سے باب افعال۔ اِصْبَاح سے مضارع جمع مخاطب۔ یعنی جب تم صبح کرو۔

عَشِيًّا: زوال آفتاب سے لے کر طلوع صبح تک کے تمام وقت کی عشی کہتے ہیں۔

تُظْهِرُوْنَ: ظہر سے باب افعال اظہار سے مضارع مخاطب جمع۔ یعنی جب تم ظہر کرو۔ ظہر کے معنی ہیں نصف النہار کا وقت۔ یعنی بعد زوال نصف دن میں۔ یہاں پانچوں نمازوں کے وقت مراد ہیں۔

مَوَدَّةً: وُدٌّ۔ مَوَدَّةٌ۔ دوست رکھنا۔ دوستی۔

قٰنِتُوْنَ: مطیع۔ فرمانبردار۔

كَخِيْفَتِكُمْ: یعنی جیسا تم باہم ایک دوسرے آزاد، ہم معاملہ لوگوں سے ڈرتے ہو۔ کیا اُسی طرح اپنے غلام زرخرید کو اپنا ہی مال دے کر اُس سے بھی ایسا ہی خوف کھانے لگتے ہو؟ کبھی نہیں ہوا نہ کسی نے کیا۔ نہ کوئی کرنے کو تیار ہے۔

فِطْرَتَ: پیدائشی خمیر کی کوئی بات۔ موجودات کے ابتدائے وجود میں جو جو شے رکھی جاتی ہے ان کے مجموعے کو فطرت کہتے ہیں۔ اس کے معنی دین۔ سنت۔ اختراع اور ابتدا کرنا بھی ہے۔

قَيِّمُ: اس کے معنی ہیں کسی امر کا متولی۔ منتظم دین کے ساتھ آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں مستقیم۔ بالکل درست۔ صبح اور دین سے مراد ہے ملت۔

يَقْنَطُوْنَ: قُنُوطٌ و قَنَطٌ بمعنی ناامید ہونا سے۔ مضارع جمع غائب۔ وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔

فِطْرَةَ اللّٰهِ: امام نے فِطْرَةَ کو اَلْزِمْ کا مفعول بنایا ہے۔ یعنی اللہ کی فطرت کو لازم پکڑے رکھ۔

مَرَدَّلَهٗ: مصدر ہے۔ یعنی اس کو روکنا اور لوٹانا نہیں۔ خود حق تعالیٰ اس کو نہیں ہٹائے گا۔ نہ کوئی دوسرا ہٹا سکے گا۔

يَصَّدَّعُوْنَ: صَدْعٌ سے باب تفعیل تَصَدُّعٌ سے مضارع جمع غائب۔ اس کے معنی ہیں پراگندہ ہونا۔ بکھرنا یعنی وہ بکھر جائیں گے۔ پراگندہ ہو جائیں گے۔

كِسَفًا: جمع کِسْفَة کی بمعنی ٹکڑے۔

اَلْوَدْقُ: بارش۔ مصدر مانیں تو معنی ہیں برسنا۔ باب ض سے۔

خِلٰلِهٖ: خِلَالٌ بادل کے دو ٹکڑوں کے درمیان کا فاصلہ۔ کشادگی فرجہ۔

لَمُبْلِسِيْنَ: یہاں اس کے معنی ناامید ہونے والے ہیں اور پچھلی آیت میں چپ کے چپ کھڑے رہنے والے ہیں۔

اَلصُّمُّ: جمع اَصَمُّ۔ بہرا نہ سن سکنے والا۔

عُمْيٌ: جمع اَعْمٰی۔ نابینا۔ اندھا۔

ضُعْفًا وَّشَيْبَةً: امام نے یہاں شیبہ کے معنی بہت اور کامل ضعف اور بوڑھا بنا دیا۔

Marfat.com

مَالَبِثُوْ غَيْرَ سَاعَةٍ: قسمیں کھا کھا کر کہیں گے مجرم بروزِ قیامت کہ دنیا میں، یا قبروں میں یا فناء عام کے وقت سے حشر تک تھوڑا وقت رہے ہیں۔ یعنی ایسے مخبوط الحواس ہوں گے اسی طرح اپنی حیاتِ دنیا میں حق سے پھیرے جاتے تھے، اور غلط باتوں پر اڑے رہتے تھے۔

فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ: قاضی بیضاوی نے یہاں کئی احتمال نکالے ہیں۔ یعنی علم اور ایمان رکھنے والے ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام مجرمین کے رد میں کہیں گے۔ تم اتنا ٹھہرے ہو جتنا اللہ کے علم میں ہے، یا جتنا اُس کی تقدیر میں تھا یا جتنا اس نے تمہارے لئے واجب کیا، یا جتنا لوحِ محفوظ میں تھا۔ یا جتنا قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

وَمِنْ وَّرَآءِ هِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ کی طرف اشارہ ہے۔ امام نے یہاں مدت قلیل اور مدید کو ایک مثال سے بیان کیا ہے۔ ہم اسے چھوڑتے ہیں۔

مَعْذِرَةٌ: مصدر ہے بمعنی عذر کرنا۔ یا اسم بمعنی عذر ہے۔ بہانہ کسی نامناسب کام کر بیٹھنے کی کوئی غلط وجہ بیان کر کے اپنی بریت کرنا، عذر یا معذرت کہلاتا ہے۔

يُسْتَعْتَبُوْنَ: عَتَب سے باب استفعال اِسْتِعْتَاب کا مضارع جمع غائب ہے۔ امام نے جو اس کی تاویل کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ باب استفعال کا ایک خاصہ طلب ہے۔ یہاں اسی خاصے میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی طلب اعتاب وہ نہ کرائے جائیں گے۔ عَتَب کے معنی ہیں ناراضگی۔ غصہ۔ اس سے باب استفعال اِعْتَاب سے بخاصہ طلب بنایا تو اِسْتِعْتَاب بنا۔ جس کے معنی ہوئے غصہ دور کرانا۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے۔ اِسْتَعْتَبْتُ اَخَاکَ میں نے تیرے بھائی سے اعتاب طلب کیا۔ یعنی کہا غصہ جانے دے۔ راضی ہو جا اسی طرح یہاں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اعتاب طلب نہیں کرائے جائیں گے۔ یعنی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کا غصہ دور کرالیں یہ نہیں ہوگا۔

وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ: باب استفعال سے مصدر استخفاف کا مضارع منفی موکد بنون تاکید صراح میں استخفاف کے معنی ہلکا اور خفیف شمار کرنا۔

قاضی نے اس کے معنی لکھے ہیں کہ کفار کی تکذیب تجھ کو خفیف کرنے میں ان بے قراری میں نہ ڈال دے۔ یعنی تیری استقامت اور وقار میں فرق نہ آنے پائے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ لُقمان۔ مَکِّیہ۔ آیات ۳۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَهْوَ الْحَدِيْثِ: مفیداور اصل باتوں سے غافل کردینے والے قصے کہانیاں۔ قاضی نے لکھا ہے وہ کہانیاں جن کی کوئی اصل نہ ہو، من گھڑت، یا جن میں کوئی عبرت نہ ہو، یا محض ہنسی کی ہوں، کہا گیا ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ کسی دوسرے علاقے سے کچھ قصے کہانیاں خرید لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لے کر کہتا کہ آپ ثمود وعاد کے قصے سناتے ہیں۔ میں تم کو رستم واسفندیار کے قصے سناتا ہوں۔ یعنی جو خریدتا ہے لایعنی قصے کہانیاں تاکہ اللہ کی راہ سے روکے۔

هُزُوًا: مسخری۔ ظرافت۔ ٹھٹھا۔

عَمَدٍ: جمع عَمُوْدٍ جمع کثرت ہے اور اَعْمِدَۃٌ جمع قلت ہے۔ ستون۔

رَوَاسِيَ: جمع رَاسِیَۃٍ مضبوط پہاڑ (ص)

اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ: مَیْدٌ مصدر سے مضارع غائب مونث۔ اس کے معنی ہیں ہلنا۔ اس میں لا مقدر کرتے ہیں یعنی تاکہ نہ ہلے ساتھ تمہارے، یا تم کو نہ ہلائے۔

بَثَّ: بَثٌّ مصدر مضاعف ثلاثی سے فعل ماضی، صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں کسی خبر کا پھیلنا اور مشہور ہونا۔ بیضاوی میں حاشیے پر اس کے معنی ایجاد کرنا اور ظاہر کرنا لکھے ہیں۔ یعنی پیدا کیے اور پھیلائے زمین پر جاندار۔

دَآبَّةٍ: ہر زمین پر چلنے والے جاندار کو کہتے ہیں۔ (صراح) یعنی زمین پر تمام جاندار پیدا کیے اور پھیلائے۔

لُقْمَانَ: قاضی نے اس کے متعلق یہ کچھ لکھا ہے لقمان بن باعورا حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی آذر کی اولاد میں سے تھا بہت طویل عمر پائی۔ بیضاوی میں بین السطور ہزار سال لکھی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا، اور اُن سے علم حاصل کیا۔ اپنی نبوت سے پیشتر فتویٰ دیا کرتے تھے مگر جمہور کے نزدیک ہے کہ حکیم تھے، نبی نہ تھے۔

حِكْمَةَ: علماء کے عرف میں حکمت کہتے ہیں نفس انسانی کو حسب طاقت بشری علوم عقلیہ کے اقتباس سے کمال تک پہنچانا اور تمام فضیلت والے کام کر لینے کا مکمل ملکہ حاصل کرانا۔ اس طرح کے انسان کو حکیم کہتے ہیں۔ گویا لقمان حکیم تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکمت نبوت کے بعد انسان کے واسطے بہت بلند درجے کی فضیلت ہے۔ لہٰذا لقمان بوجہ اس درجہ رکھنے کے حکیم مانے گئے ہیں۔ مگر اس امت کے افاضل میں یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ شاید بجائے اس کے صدیق مقرر فرمایا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ: قاضی نے ترکیب میں اس کی دو طرح تاویل کی ہے۔

۱۔ وَهْنًا کے پہلے ذَاتَ کا لفظ بطور مضاف مقدر مان کر ذَاتَ وَهْنٍ بنا کر حال اُمُّهٗ کا مانا ہے۔

۲۔ فعل تَهِنُ محذوف کا مفعول مطلق ٹھہرایا ہے یعنی حمل کا بوجھ روز بروز کمزور ہوتی ہوئی اٹھائے رہتی ہے۔ وَہن کے معنی ہیں سست ہونا کمزوری۔

فِصٰلُهٗ: صراح میں اس کے معنی ہیں۔ بچے کو دودھ سے ہٹانا۔ یعنی دودھ چھڑانا۔

اَنَابَ: انابتہ۔ اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آنا۔ یہ باب افعال کی مصدر انابت سے فعل ماضی ہے۔ جس نے میری طرف رجوع رکھا اور لوٹ آیا۔

اِنَّهَآ: اس میں ھَا کی ضمیر حَسَنَة اور سَیِّئَة کے واسطے ہے۔ یعنی نیکی برائی خواہ کہیں ہو۔

عَزْمِ الْاُمُوْرِ: عَزم مصدر ہے اس کے معنی ہیں پورا فیصلہ، اور قطعی ارادہ کرنا۔ یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی قطعی فیصلہ کیے ہوئے امور میں سے ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ: صَعَرٌ سے باب تفعیل کا فعل نہی۔ صَعَرٌ دراصل ایک مرض ہے جو اکثر اونٹ کو ہوتا ہے۔ جس سے اُس کی گردن بالکل ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک آدھ دفعہ ایسا اونٹ دیکھا بھی گیا ہے۔ پھر اہلِ عرب صَعَرَ یا صَعَّرَ استعمال کر لیتے ہیں بوجہ تکبر کسی سے منہ ہٹا لینے اور پھیر لینے میں۔ لہٰذا ارشاد ہے کہ تکبر سے رخسار کسی سے نہ موڑے رکھو۔

مَرَحًا: مَرَحٌ کے معنی بیضاوی کے حاشیے پر نعمت اور دولت کے نشے میں نشاط اور طغیانی میں رہنا اور فرحت، نشاط اور فخر سے نہ چل۔ ترکیب میں مصدر حال یا مفعول مطلق ہے۔

مُخْتَالٍ: باب افتعال اِختِیَال سے اسم فاعل مُختَیِل تھا۔ تعلیل سے مُختَال ہوا ناز سے متکبرانہ چلنے والا۔

اُغْضُضْ: غض سے امر ہے۔ آواز نیچے رکھنا۔ آہستہ بولنا۔ نصیحت ہے کہ آواز نیچے رکھو۔ آہستہ بولو۔

حَمِیْرِ: جمع حمار دراز گوش۔ گدھا۔

عُرْوَةِ: عُروہ۔ ڈول۔ بوکے۔ کوزے اور لوٹے وغیرہ کے پکڑنے کی جگہ جو بعض میں الگ بنی ہوتی ہے۔

الْوُثْقٰى: اوثق اسم تفضیل مذکر سے صیغہ مونث ہے بہت مضبوط۔ پختہ۔ یہ لفظ وثق اور ثقہ سے بنا ہے اس کے معنی ہیں پختہ کرنا۔

اَسْبَغَ: سبغ وسبوغ کے معنی تمام ہونا اور فراخ ہونا نعمت کا اسی سے باب افعال اِسبَاغ سے فعل ماضی ہے۔ کسی پر نعمت پوری کرنا۔ یعنی تم پر ظاہری باطنی نعمتیں پوری کیں۔ کثیر دیں۔

نَضْطَرُّ: ضرر سے باب افتعال اِضترارت بوجہ ص، ط سے بدلی گئی۔ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں کسی شے کی طرف جبراً اور مجبور اً لگانا یہ مضارع متکلم کا صیغہ ہے۔

یُوْلِجُ: وُلُوج بمعنی داخل ہونا سے باب افعال اِیلَاج کا مضارع غائب ہے۔ داخل کرنا، داخل کرتا ہے۔

Marfat.com

كَالظُّلَلِ: جمع ظُلَّةِ وہ شے جس سے سایہ حاصل کیا جائے۔ مثل صُفَّهٗ کی۔ امام راغب نے اس کے معنی کیے ہیں بادل کے ٹکڑے۔ یعنی موجیں بادل کے ٹکڑوں کی طرح اٹھتی ہیں۔

مُقْتَصِدٌ: قاضی نے یہاں اس کے معنی طریق مستقیم پر مقیم کے لکھے ہیں یعنی سمندری غرقابی سے نجات مل جانے پر بعض خوش نصیب توحید کو قائم رکھتے ہیں اور پورے مومن رہتے ہیں۔ یہ کلمہ مبارک قصد سے اقتصاد باب افتعال کا اسم فاعل ہے عین درمیانی حالت میں قائم رہنے والا۔

خَتَّارٍ: خَتَر سے مبالغے کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں عہد شکنی کرنا۔ خَتَّار کے معنی عہد شکن، غدار۔

لَاتَغُرَّنَّكُمْ: غُرُوْرٌ سے فعل مضارع غائب مونث موکد بنون ثقیلہ۔ اس کے معنی ہیں فریفتہ کرنا اپنا مُحب بنا لینا۔ عشق کی چاٹ لگا دینا۔ یہ دنیوی زندگی تم کو اپنا فریفتہ، اپنا محب اور اپنا عاشق نہ بنا لے۔

اَلْغَرُوْرُ: بہت فریفتہ کرنے والا یہ غُرور مصدر سے مبالغے کا صیغہ ہے۔ مثل عاشق محب کی اپنے پیچھے لگا رکھنے والا۔ مراد شیطان، یا نفس امارہ۔

بِـاللّٰهِ: یہاں بِـاللّٰهِ متعلق ہے رَاجِين کے یعنی امید رکھتے ہوئے اور بلا اعمال صالح بجالانے کے اللہ سے درجاتِ آخرت کی تمنا میں یہ فریفتہ کرنے والا تمہیں فریفتہ نہ کرلے۔ صرف تمنا سے کچھ نہیں ہاتھ آئے گا۔

وَمَـاتَـدْرِىْ: دَرْىٌ و دِرَايَةٌ مصدر سے مضارع غائب مونث۔ اس کے معنی ہیں جاننا معلوم کرنا۔ اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کل کیا کیا کرے گا۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ السَّجدَۃِ ـ مَکِّیہ ـ آیات ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ثُمَّ یَعۡرُجُ اِلَیۡہِ: امام نے اس کا یہ مطلب لکھا ہے کہ اللہ کا امر آسمان سے اُس کے بندوں کی طرف نازل ہوتا ہے اور بندوں کے اعمال صالحہ اس امر کے موافق بجالائے ہوئے اُس کی طرف عروج کرتے ہیں۔ کیونکہ عمل امر کا اثر ہوتا ہے، تو گویا امر ہی عروج کرتا ہے۔

فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗۤ اَلۡفَ سَنَۃٍ: اعمال کے اثر کا عروج ایک دن میں ہوتا ہے، جس کے طول کا تخمینہ انسانی حساب کے رو سے ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ اس کلام کے متعلق امام کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے۔

اس کی تاویل کی دو وجہوں میں سے ایک وجہ یہ ہے۔ امر کا نزول اور عمل کا عروج۔ تمہارے شمار کیے ہوئے ہزار سال کی مسافت سے ایک ہی دن میں ہوتا ہے بایں طور کہ آسمان اور زمین کا درمیانی فاصلہ انسانی رفتار کے لحاظ سے پانچ سو سال کا راستہ ہے۔ گویا پانچ سو سال کا راستہ نزول میں، اور اتنی ہی مدت کا عروج میں طے ہوتا ہے جو ایک ہی دن میں ختم ہو جاتا ہے۔

دوسری وجہ۔ اس کلام میں اشارہ ہے نفاذ امر کی درازی کا۔ کیونکہ جس کا نافذ کیا ہوا امر کچھ وقت کے بعد منقطع ہو جاتا ہے۔ وہ اس کے امر کی طرح نہیں ہوتا جس کے امر کا نفاذ مدتِ دراز تک کے لئے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے امر کی تدبیر اور نفاذ ایسے زمانے تک ہے جس میں سے ایک دن ہزار سال کے برابر ہے۔ پھر ایک مہینہ کتنا ہوگا۔ ایک سال کتنا ہوگا، اور دہر کتنا ہوگا۔

اسی توضیح سے اس آیت کریمہ کا مطلب بھی ظاہر ہو جائے گا۔ جس میں ہے کہ اس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ مراد نفاذ امر کا دوام ہے۔ قاضی نے اپنا یہ مطلب لکھ کر کہ یہاں تدبیر امر اور اس کے وقوع یعنی تعمیل کی درمیانی مدت کی درازی مراد ہے۔ پھر چند قول ضعیف نقل کئے ہیں۔ صاحب روح المعانی نے اس آیت کریمہ کے ذیل میں بہت کچھ لکھ کر اپنا قول یہ لکھا ہے:

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے اور میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے امور اور حالات کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر علامہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک قول نقل کیا ہے، کہ ابنِ عباسؓ سے ایک شخص نے اسی آیت کے متعلق سوال کیا۔ اس دوران میں جو کلام ہوئی اس میں یہ لفظ نتیجہ کے ہیں۔ آپ نے سائل کو فرمایا یہ دو دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمائے ہیں۔ مجھے علم ہے۔ یعنی قرآن مجید میں ان کے مذکور ہونے کا مجھے علم ہے۔

Marfat.com

اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ اللہ کی کتاب میں کوئی ایسی بات کہوں جو میں نہیں جانتا۔ بعد میں ابن میتب نے اپنے سال کو یہ سن کر کہا کہ دیکھ ابنِ عباسؓ جو مجھ سے زیادہ عالم ہے۔ یہ کہتا ہے یعنی ان کے سمجھنے کے پیچھے نہ پڑ۔

نَسْلَهُ: نسل کے معنی ہیں بیٹا۔ اولاد۔

سُلٰلَةٍ: صراح میں اس کے ایک معنی لکھے ہیں مرد کی پشت کا پانی۔ مرادمنی۔

مَهِيْنٍ: مَهَانَةٌ مصدر سے صفتِ مشبہ ہے باب کرم کی طرح۔ اس کے معنی ہیں حقیر اور ذلیل ہونا۔ اس کے معنی ہیں حقیر۔ ذلیل۔

سَوّٰهُ: تَسْوِيَةٌ سے ماضی معروف۔ جس کے معنی علامہ نے اجزاء کو متساوی کرنا لکھے ہیں۔ صراح میں ہے راست کرنا۔ برابر کرنا۔

ضَلَلْنَا: ضَلَلٌ، ضَلَالٌ سے فعل ماضی متکلم۔ اس کے معنی ہیں ضائع ہونا۔ گم ہونا۔ یعنی جب ہم کھوئے گئے۔ گم ہو گئے زمین میں۔

نَاكِسُوْا: نَكْسٌ سے اسم فاعل جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں نگونسار کرنا۔ اپنے سر اوندھے کئے ہوں گے۔

يَتَوَفّٰىكُمْ: توفی کے معنی ہیں کسی شے کو بالتمام لے لینا۔ یعنی پوری طرح روح قبض کرے گا۔ جسم کے کسی روئیں تک میں اس کا اثر نہ رہنے دے گا۔

وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ: یہاں لو کا جواب مقدر مانا ہے لَرَاَيْتَ اَمْرًا یعنی ایک امر سخت ان کی ابتر حال سے تو دیکھے گا۔

خَرُّوْا: خُرُوْر مصدر سے فعل ماضی جمع غائب اس کے معنی ہیں منہ کے بل گرنا۔ یعنی وہ ہماری آیات جب یاد دلائے جاتے ہیں تو سجدہ کرنے کو منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔

اَبْصَرْنَا: باب افعال ابصار سے فعل ماضی متکلم۔ اس کے معنی ہیں دیکھنا۔ یعنی ہم نے دیکھ لیا ہے (یہ جہانِ آخرت)

مُوْقِنُوْنَ: یقین کے معنی ہیں بے گمانی۔ مصدر یقن باب مثل عَلِمَ يَعْلَمُ کی۔ اس سے باب افعال اِيْقَان ہے۔ صراح میں ہے باب یقن۔ ایقن۔ استیقن۔ تیقّن سب کے ایک ہی معنی ہیں یقین کرنا۔ یہ اسم فاعل ہے اِیقان سے ہم اب پورا یقین کرنے والے ہیں۔

خُلْدِ: اس کے معنی ہیں ہیشگی۔

تَتَجَافٰى: تجافی کے معنی ہیں دور ہونا۔ یعنی دور رہتے ہیں اُن کے پہلو اپنی خوابگاہوں سے۔

اَلْمَضَاجِعِ: جمع مَضْجَع۔ خواب گاہ۔ بستر سونے کی جگہ۔

قُرَّةِ: ٹھنڈا ہونا۔ مراد ہے آنکھ کی ٹھنڈک کوئی محبوب شے دیکھ کر جو آنکھ میں لذت پیدا ہوتی ہے اُسے آنکھ کی ٹھنڈک کہتے ہیں۔

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ: ذوق بمعنی چکھنا سے باب افتعال سے اذاقتہ بنایا بمعنی چکھانا۔ اس سے مضارع متکلم موکد بنون تاکید ہم

Marfat.com

بالضرور ان کو چکھائیں گے۔

مُنْتَقِمُوْنَ: نقم سے باب افتعال انتقام کا اسم فاعل جمع۔ سزا دینا۔ بدلہ لینا۔ ہم مجرموں سے اپنی نافرمانی کا بدلہ لینے والے ہیں یعنی لیں گے۔

مِرْيَةٍ: شک۔ یعنی تو اُس کی ملاقات، اور اُس کی حاضری سے شک میں نہ رہ۔

اَلْجُرُزِ: وہ زمین جس کی پیداوار کٹ چکی ہو، امام نے اس کے معنی ایسی سوکھی زمین جس میں نباتات نہ ہوتی ہو، لکھے ہیں۔

وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ: تو انتظار کر وہ بھی انتظار کرتے ہیں۔ امام نے یہاں انتظار میں تین وجہیں لکھی ہیں:

۱۔ اُن کی ہلاکت کا انتظار کر۔ وہ تیری وفات کا انتظار کرتے ہیں۔

۲۔ تو اللہ کی طرف سے ان پر نصرت کا انتظار کر، وہ اپنی نصرت بتوں سے ملنے کی انتظار کرتے ہیں۔

۳۔ تو ان پر عذاب آنے کے بطور وعید کے انتظار کر۔ وہ اس عذاب کی بطور استہزا، ہنسی اور ٹھٹھے کے انتظار کرتے ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ الاَحزاب۔ مَدنیۃ۔ آیات ۷۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلنَّبِیُّ: اگر اس کو نَبَاءٌ سے فَعِیْل مانیں تو نَبَاءٌ کے معنی ہیں خبر عظیم۔ بہت مہتم بالشان خبر، اسی سے نَبَاءَ یَنْبُؤُ باب مثل فَتَحَ کی ہے، اُس نے خبر دی۔ ہمزہ کو ی بنا کر نبی پڑھا، بہت عظیم اور مہتم بالشان خبریں بیان کرنے والا اور اگر نَبُوَۃٌ و نَبَاوَۃٌ سے مانیں تو اس کے معنی ہیں بلند ہونا۔ تو نبی کے معنی ہیں تمام مخلوق سے بلند اور مشرف کیا ہوا۔ گویا فعیل بمعنی مفعول ہے۔

اِتَّقِ اللّٰہَ : اے نبی! اللہ سے خوف میں رہ، امام نے اس خوف میں تین وجھوں سے ایک وجہ قائم کی ہے۔

۱۔ خوف کیا جاتا ہے اُس کے عذاب سے۔

۲۔ خوف کیا جاتا ہے ثواب کی بندش سے۔

۳۔ خوف کیا جاتا ہے اُس کے حجاب سے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی دونوں وجھوں سے تقویٰ کا حکم نہیں فرمایا گیا۔ البتہ تیسری وجہ ہے مخلص بندہ جب تک اس دنیاوی زندگی میں ہوتا ہے اس حجاب سے بے خوف نہیں ہوتا۔ اسی صورت سے اس تقویٰ کے امر کو اس پر محمول کیا جاتا ہے تو امر بالتقویٰ حضوری کا دوام ثابت کرتا ہے۔

اَلْمُنٰفِقِیْنَ: مُنَافَقَۃٌ باب مُفَاعَلَۃ سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں جو کچھ دل میں ہے زبان سے اُس کے خلاف ظاہر کر کے دوسرے سے برتاؤ کرنا، اسلام میں منافقین سے وہ جماعت مراد ہوتی ہے جو دل میں پورا کفر رکھتے ہوئے کسی دنیاوی زعمی مصلحت سے کلمۂ اسلام پڑھ کر، نماز روزہ ادا کر کے ظاہراً مسلمانوں میں شامل رہے مگر دلی مخالفت قائم رکھے، یہ جماعت مدینہ منورہ میں پیدا ہوئی۔ ان کا سرغنہ عبداللہ بن اُبی تھا۔

یُوْحٰی: وَحْیٌ سے باب افعال اِیْحَاءٌ سے یہ مضارع غائب مجہول ہے۔ اِیْحَاءٌ کے معنی ہیں دوسروں سے مخفی رکھ کر کلام کرنا۔ قاموس میں وَحْیٌ کے معنی کلام خفی لکھے ہیں۔ اِیْحَاءٌ الہام کرنا۔

مِنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ: یعنی اللہ نے کسی آدمی کے جوف میں یعنی سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔ یہ ابو معمر کے رد میں آیت نازل ہوئی۔ وہ کہتا تھا میرے دو دل ہیں۔ ایک دل سے میں محمدؐ کی نسبت زیادہ سمجھتا اور علم رکھتا ہوں۔

تُظٰھِرُوْنَ: مصدر ظِہَارٌ باب مُفَاعَلَہ سے مضارع جمع مذکر حاضر ہے ظِہَار کے معنی ہیں اپنی بیوی کو کہہ دینا اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ۔ تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ ظہار کرتے ہیں اُن کی بیویاں مائیں نہیں بنا دیں۔

اَدْعِیَآءَکُمْ: جمع دَعِیٌّ کی مُتَبَنّٰی۔ کسی دوسرے کا بیٹا لے کر جو اپنا بیٹا بنایا جاتا ہے۔ یعنی تمہارے مُتَبَنّٰی ہم نے اپنے دینِ اسلام میں تمہارے بیٹے قرار نہیں دیئے۔

Marfat.com

اَفْوَاہِ: جمع فُوْہٌ کی۔منہ۔دہان۔واؤ کو میم سے بدل کر فَمٌ بھی کہہ لیتے ہیں۔

اَقْسَطُ: بہت انصاف اور عدل کی بات۔

مَوَالِیْکُمْ: جمع مولی۔صراح میں اس کے کئی معنی لکھے ہیں۔یہاں دوست۔مددگار مراد ہے۔

فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ: تم پر غلطی اور خطا سے کوئی بات کہہ دینے سے کوئی گناہ نہیں۔امام نے یہاں لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی لڑکے،لڑکی کو اے بیٹا!اے بیٹی! کہہ دے۔یا بطور تعظیم کسی مرد کو باپ یا عورت کو اماں جی کہہ دے تو اگر چہ یہ غلط اور جھوٹ ہے مگر اس آیت کریمہ کی رو سے اس غلط گوئی اور کذب سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا: یہ بات کتاب میں لکھی ہے۔امام نے یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید لی ہے،یا لوح محفوظ۔

تَعَمَّدَتْ: عمد سے باب تفعل تعمّدٌ سے فعل ماضی غائب مونث ہے۔یعنی جو تمہارے دلوں نے ارادے اور قصد سے کیا۔

اَوْلٰی: اس کے معنی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے حق میں خود اُن کے نفسوں سے زیادہ خیر خواہ،زیادہ مشفق،زیادہ ہمدرد ہیں۔

مِیْثَاقًا غَلِیْظًا: میثاق کے معنی عہد کے ہیں۔غلیضا۔قسمیں لے کر پختہ کیا ہوا۔امام نے اس کے مطلب میں لکھا ہے کہ بادشاہ کسی کو سفیر بنا کر بھیجتا ہے اور اُس کو کسی بات کا حکم کرتا ہے۔سفیر قبول کر لیتا ہے۔اس قبولیت کے اقرار کو میثاق کہتے ہیں۔اس کے ساتھ اگر یہ بھی کہہ دے کہ میں تیرے قول فعل کی باز پُرس کروں گا۔تو امام نے اس کو میثاق غلیظ کہا ہے۔مگر قاضی نے اس کے معنی عظیم الشان یا موکد بالیمین کے کئے ہیں۔

جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ: جب آئے تمہارے پاس لشکر۔قاضی نے لکھا ہے کہ قریش۔غطفان یہود۔قریظہ ونضیر جمع ہو کر قریبا بارہ ہزار کی تعداد میں مدینہ پر چڑھ آئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد خندق کھدوائی۔تین ہزار صحابہ کرام کی جماعت تیار ہوئی۔کفار خندق کے اُس پار تھے اور آپ کی جمعیت شہر کے اندر کی طرف مہینہ بھر قیام رہا۔مگر جنگ واقع نہ ہوئی۔ایک روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا جھکڑ چلا کہ کفار کے خیمے اُکھڑ گئے گھوڑے چھوٹ گئے۔ہانڈیاں اور دیگیں الٹ گئیں۔چنانچہ نامرادرہ کر واپس لوٹے۔

زَاغَتِ الْاَبْصَارُ: زیغ مصدر سے فعل ماضی مونث۔اس کے معنی ہیں مائل ہونا درست نہ دیکھ سکنا۔ابصار جمع بصر۔نظر۔نگاہ۔جب ان احزاب کو آنکھیں بوجہ کثرت کے پورا نہ دیکھ سکیں اور اُن کی طرف سے پھر گئیں۔

اَلْحَنَاجِرَ: جمع حنجرۃ۔غیاث میں اس کے معنی حلق اور گلے کے ہیں۔منتخب میں حلقوم لکھے ہیں۔قاضی نے حلقوم کا آخری سرا لکھا ہے یعنی دل اُچھل کر،دھڑک کر گلے تک پہنچ گئے۔

اُبْتُلِیَ: امام نے اس کے معنی لکھے ہیں کہ اللہ نے مومنین کا امتحان لیا۔لفظی معنی ہیں امتحان لئے گئے مومن۔یہ کلمہ اِبْتِلَاءٌ مصدر باب افتعال سے ماضی مجہول ہے۔صراح میں بَلَاء بمعنی آزمودن کے ہم معنی ابتلاء کے لکھے ہیں۔

غُرُوْرًا: باطل۔نہ ہو سکنے والا۔غلط

یٰٓاَھْلَ یَثْرِبَ: یثرب مدینہ منورہ کا نام تھا صاحب روح المعانی نے اس مقام پر یہ کچھ تحریر فرمایا ہے۔کہ یثرب مدینہ کا نام ہے۔ابوعبیدہؓ کا قول ہے کہ اس قطعہ زمین کا نام ہے جس کی ایک جانب مدینہ واقع ہے۔مدینہ کو یثرب نہیں کہنا

Marfat.com

چاہئے۔ امام احمدؒ ابنِ ابی حاتم اور ابن مردویہ نے براِبن عازب سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مدینہ کا نام یثرب رکھے۔ یعنی اپنے کلام میں بجائے مدینہ کے یثرب بولے وہ اللہ سے معافی مانگے۔ یہ طابہ ہے، طابہ ہے، طابہ ہے، اور ابن مردویہ نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ اس (مدینہ) کو یثرب نہ کہا کرو۔ یہ طیبہ ہے اور جو شخص اس کو یثرب کہے، وہ اللہ تعالیٰ سے تین بار استغفار کرے، معافی مانگے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے۔

حواشی الخفاجیہ میں ہے۔ مدینہ کو یثرب کہنا مکروہ ہے کراہت تنزیہہ سے۔ وجہ کراہت یہ ہے کہ اس لفظ کے معنی میں ملامت اور عار دلانا پائی جاتی ہے۔ یثرب، ثرب سے بنا ہے، غیر منصرف ہے بوجہ علمیت اور وزن فعل کے، اسی مادے سے تثریب ہے، جس کے معنی ہیں ملامت کرنا۔ سرزنش کرنا۔ صراح میں ہے سخت بُرائی کرنا۔ کسی کے فعل کی سخت قباحت بیان کرنا۔ انہی معانی کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب بولنے سے منع فرمایا، آج کل کے مدعیانِ محبت نعت خواہ یثرب کا نام کلام میں بڑے ذوق شوق سے لیتے ہیں۔ کچھ تو خیال کریں۔

لَامُقَامَ لَكُمْ: تمہارے واسطے یہاں ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں۔ مُقَامَ اسم ظرف ہے اِقَامة باب افعال سے جائے اقامت۔ اگر زبر میم ہو، قَامَ یَقُوم سے ظرف ہوگا۔

فَارْجِعُوْا: واپس ہو جاؤ۔ مطلب منافقین کی جماعت میں سے بعض افراد کا یہ خیال تھا کہ اے یثرب کے رہنے والو! جو اسلامی فوج میں شامل ہو۔ تمہیں یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔ یہاں سے واپس لوٹ جاؤ۔

عَوْرَةٌ: قاضی نے اس کے معنی غیر محفوظ لکھے ہیں۔ چند شخصوں نے واپس مڑ جانے کے واسطے یہ لفظ بہانے میں پیش کئے۔ اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہیں ان کے گھر محفوظ ہیں۔ قاضی نے اس عَوِرَة صفت مشبہ کا مخفف بھی تجویز کیا ہے، عَوِرَتِ الدَّارُ سے کہ گھر خالی ہو گیا۔ یعنی ہمارے گھر میں کوئی مرد محافظ نہیں۔ ہمیں گھر میں رہنے کی اجازت فرمائی جائے۔

وَلَوْدُخِلَتْ: ابن کثیر نے بعض مفسرین کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر ان منافقین کے اوپر مدینہ کے اطراف وجوانب سے دشمن چڑھ آتے اور ان سے کفر میں لوٹ آنے کی بابت کہتے، تو یہ لوگ بہت تھوڑی دیر میں کفر اختیار کر لیتے اور اپنے ایمان کا پاس نہ کرتے۔ قاضی نے یہ لکھا ہے کہ اگر مدینہ میں یا اُن کے گھروں میں یہ متحزبین، یا باہر سے آکر اُترنے والے دشمن، یا کسی اور دشمن کا لشکر اطراف و جوانب سے آ داخل ہو، اور ان منافقین سے ارتداد کا، یا اہلِ اسلام کے ساتھ قتال کرنے کا سوال کیا جائے تو یہ لوگ وہ کچھ کر لیں۔ پھر اس فتنہ میں یعنی حالتِ ارتداد میں، یا مدینہ میں تھوڑا وقت ٹھہرنا پائیں۔

اَوْاَرَادَبِكُمْ رَحْمَةً: قاضی نے اس کے معنی ظاہر کرنے کے لئے اَوْيُصِيْبَكُمْ بِسُوْءٍ مقدر مانا ہے۔ معنی یوں ہوئے کہ کون ہے وہ شخص جو بچائے تم کو اللہ سے، اگر ارادہ کرے۔ ذات پاک تم کو کوئی تکلیف پہنچانے کا یا تم کو کوئی تکلیف پہنچا سکے اگر ارادہ کرے وہ ذات پاک تم پر رحمت کرنے کا۔

مَاتَلَبَّثُوْا: لَبْثٌ سے باب تفعّل تَلَبُّثٌ سے فعل ماضی جمع غائب۔ اس کے معنی ہیں ٹھہرنا۔

Marfat.com

اَلْمُعَوِّقِيْنَ: تَعْوِيق مصدر سے اسم فاعل ہے۔مصدر کے معنی ہیں مشغول کرنا۔تفاسیر میں اس کے معنی مثبطین لکھے ہیں۔ اس کے معنی بھی مشغول کرنے والے ہیں۔یعنی وہ منافق جو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہونے سے مشغول رکھ کر الگ رہنے والے تھے۔

لِاِخْوَانِهِمْ: اپنے بھائیوں کو کہتے ہیں۔یہاں رشتہ کے بھائی مراد نہیں بلکہ اخوت شہری ہمسائیگی اور ہم صحبتی کی اخوت مراد ہے۔گویا انصار کو کہتے ہیں۔

هَلُمَّ: اسم فعل ہے بمعنی تعال، اِحْضِرْ آ۔یہاں جمع کے واسطے ہے آؤ۔امام نے لکھا ہے کہ اہلِ حجاز اس کو جمع نہیں بناتے، دوسرے عرب بنالیتے ہیں۔یعنی هَلُمُّوْ۔

اَشِحَّةً: جمع شَحِيْح بمعنی بخیل۔یہ منافق لوگ تمہارے حق میں بہت بخیل ہیں۔معاونت کرنے میں، فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں، فتح اور غنیمت تمہیں ہونے اور ملنے میں، ترکیب میں یا تو ن یامُعَوِّقِيْنَ کی ضمیر سے حال ہے۔

سَلَقُوْكُمْ: سَلْقٌ سے فعل ماضی معروف ہے مصدر کے معنی ہیں سخن سخت گفتن۔یعنی رعب اور اثر ڈالنے کے لئے سختی سے کلام کرتے ہیں تم سے کہ ہم نے تمہارے ساتھ ہو کر جنگ کی۔ہم سے تم کو مدد ملی۔ہمارے ذریعے تم نے دشمن کو توڑا، اب غنیمت سے ہمیں خاصا حصہ ملنا چاہئے۔

حِدَادٍ: جمع حادٌ بمعنی تیز۔زبان کی تیزی سے سخت کلامی مراد ہے۔

بَادُوْنَ: بدو سے اسم فاعل یعنی بادیہ میں رہنے اور بسنے والے ہوتے۔یعنی یہ مخالفین بالفرض اگر دوبارہ پھر چڑھ آتے تو یہ لوگ اب جو غنیمت میں منہ مارتے ہیں اس وقت دل میں کہتے کہ کاش ہم بجائے یہاں مقیم ہونے کے باہر دیہات والوں کے پاس مقیم ہوتے تو ان جنگوں کے جھمیلے سے بچ جاتے۔وہاں ہوتے ہوئے تمہاری خبریں آنے جانے والوں سے پوچھتے۔

اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ: خصلت اچھی جس کی اقتدا کی جائے۔صراح میں اُسوہ کے معنی لکھے ہیں پیشوا۔وہ خصلت جو پیروی کی جانے کا حق رکھتی ہے۔لہٰذا آپؐ کی شان ہے کہ آپؐ کے اقوال، افعال اور اخلاق میں آپؐ کی پیروی کی جائے۔

نَحْبَهٗ: نحب کے معنی ہیں نذر۔پھر مراد لیتے ہیں موت، یہ بھی حیوان پر نذر کی طرح لازم ہے۔قضی نحبہ اپنی نذر پوری کی، یعنی شہادت پائی۔

مَابَدَّلُوْا: انہوں نے اپنا عہد جو حق تعالیٰ سے کیا نہ بدلا۔تبدیل مصدر سے ماضی منفی جمع غائب۔

ظَاهَرُوْا: مظاہرہ مصدر سے فعل ماضی جمع غائب مدد کرنا۔یعنی وہ اہلِ کتاب جنہوں نے احزاب کی مدد کی۔

صَيَاصِيْ: جمع صِيصِيَة۔قلعہ۔

قَذَفَ: قَذْف۔پھینکنا، ڈالنا سے فعل ماضی غائب۔یعنی اُس نے ڈالا۔

الرُّعْبَ: رُعب مصدر ہے۔ڈرانا یہاں مراد ہے ہیبت، خوف۔

فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا: ایک فریق کو تم قتل کرتے تھے اور ایک فریق کو گرفتار کرتے تھے۔یعنی مردوں کو قتل کرتے تھے، بچوں اور عورتوں کو گرفتار کرتے تھے۔

Marfat.com

واقعہ یہ ہے کہ بنو قریظہ نے خلاف عہد غزوۂ خندق میں کفار کی مدد کی اور ساتھ شامل ہوئے۔ جب وہ ہزیمت پا کر واپس ہو گئے تو جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوسری صبح کے وقت آئے اور فرمایا کہ آپ ذرع اُتار رہے ہیں اور ملائکہ نے اپنے ہتھیار ابھی نہیں رکھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ بنی قریظہ پر چڑھائی کریں۔ میں اُدھر ہی کا قصد رکھتا ہوں۔ اور لوگوں میں اعلان فرمادیں کہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں جاکر پڑھیں۔ چنانچہ آپؐ نے جاکر اکیس یا پچیس روز تک محاصرہ کیا۔ وہ محاصرہ سے تنگ آگئے۔ آپؐ نے فرمایا میرے حکم اور فیصلے سے قلعے سے نکل آؤ۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا سعد بن معاذ کے فیصلے پر قلعہ سے اُتر آؤ۔ وہ مان گئے۔ چونکہ سعد کو اُن کی تمام کرتوتوں کا علم تھا، اور خود اپنی قوم کا سردار تھا۔ قومی فیصلے کرنا جانتا تھا۔ اس واسطے اُس نے علی الاعلان فیصلہ دیا کہ اُن میں سے جو جنگ کر سکنے کے قابل ہیں قتل کیے جائیں، نابالغ بچے اور عورتیں گرفتار کر کے غلام بنائے جائیں۔ یہ فیصلہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے تکبیر کہی، اور فرمایا کہ تو نے اللہ کے اس حکم کے مطابق حکم کیا ہے جو ساتویں آسمان کے اوپر ہو چکا تھا۔

وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا: اور وارث بنایا تم کو اُن کی زمین کا، گھروں کا، اُن کے مال و اسباب کا اور اس زمین کا جس پر جنگ کے لئے تمہارے قدم نہیں پڑے۔ جسے تم نے پاؤں تلے نہیں روندا اس سے مراد روم فارس کے ملک بلکہ تا قیامت کے مفتوح علاقہ جات ہیں۔

اُسَرِّحْكُنَّ: تَسْرِیح باب تفعیل سے مضارع متکلم کا صیغہ ہے۔ تَسْرِیح کے معنی ہیں عورت کو طلاق دینا۔

فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ: قاضی نے اس کے معنی یہاں کبیرہ گناہ کیے ہیں۔ جس کی قباحت بہت ظاہر ہو۔

یَقْنُتْ: قنوت سے مضارع معروف اس کے معنی صراح میں فرمانبرداری کرنا کے لکھے ہیں۔ بیضاوی کے حاشیے میں قنوت کے معانی میں سے ایک معنی ہمیشہ طاعت کرتے رہنا کے لکھے ہیں، یعنی جو تم میں سے ہمیشہ زندگی بھر اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت پر رہے۔

كَاَحَدٍ: قاضی نے لکھا ہے کہ احد اصل میں وَحَدٌ تھا۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا اَحَدٌ ہوا بمعنی واحد۔

تَخْضَعْنَ: خَضَعٌ سے مضارع مخاطب جمع مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں تواضع کرنا۔ نرمی سے تم بات نہ کرنا۔

قِرْنَ: قاضی نے قاف کی زیر سے قِرْنَ صیغہ جمع مونث امر حاضر وَقَرَ یَقِرُ وَقَارًا ہے۔ جس کے معنی سکون کرنا لکھے ہیں۔ مگر امام حفص کی قرأت قاف کی فتحہ سے ہے۔ اس وقت اِقْرَرْنَ سے ہے ر کا فتحہ قاف کو دے کر ایک ر کو حذف کیا۔ ہمزہ وصل کی ضرورت نہ رہی۔ یعنی اپنے مکانات میں قیام رکھو، بلا خاص ضرورت کے باہر نہ نکلو۔

وَلَا تَبَرَّجْنَ: فعل نہی تَبَرُّج سے اس کے معنی ہیں عورت کا غیر مردوں کے سامنے اپنی زینت ظاہر کرنا۔ یعنی اظہار زینت نہ کرنا۔

الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى: پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح۔ قاضی بیضاوی نے اس زمانے کے متعلق لکھا ہے۔ مراد جاہلیت قدیمہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ جَاهِلِيَّةِ اُوْلٰى کا زمانہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ مراد ہے کہ عورت اپنی زینت سے عین درمیان راہ چلتی، اور اپنے

Marfat.com

آپ کو مردوں کے سامنے پیش کرتی اور زمانہ جَاهِلِيَّةِ الْاُخْرٰی حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا زمانہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی سے مراد قبل اسلام کا زمانہ کفر مراد ہے اور یہی اقرب اِلی بقول ہے۔ اور جَاهِلِيَّةِ الْاُخْرٰی سے زمانہ اسلام جس میں فسق وفجور کا شیوع عام ہوگا۔ مراد ہوسکتا ہے۔ یعنی اُس زمانے کی طرح کھلی بے پردہ مردوں کے سامنے نہ ہو۔

اَلرِّجْسَ: پلیدی

وَالْقٰنِتِيْنَ: طاعت پر مداومت کرنے والے، ہمیشہ فرمانبرداری پر قائم رہنے والے مرد اور عورتیں۔

اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ: تَصَدُّقٌ سے اسم فاعل جمع اس کے معنی ہیں صدقہ دینا۔ صدقہ دینے والے مرد۔

اَلْخِيَرَةُ: اُس شے یا امر کو کہتے ہیں جو اپنے اختیار میں کرلیا جائے۔ یعنی مومن مرد یا عورت کو جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول اُن کے متعلق کوئی فیصلہ کریں، تو ان کو اس فیصلے کے خلاف کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

وَطَرًا: قاموس میں وَطَرًا کے معنی حاجت کے ہیں۔ قضی وطرا کے معنی طلاق دے دینے کے ہیں یعنی زید نے طلاق دے دی۔

زَوَّجْنٰكَهَا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس سے تیسرا نکاح کردیا۔ قاضی نے یہاں چند وجوہ بیان کی ہیں۔

۱۔ ہم نے آپؐ سے اُس کا نکاح کردینے کا حکم دیا۔

۲۔ بغیر مجوزہ صورت نکاح کے وہ آپؐ کی بیوی بنادی چنانچہ یہی اُمُّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری امہات المومنین کو فخر سے فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارے وارثوں نے تمہارے نکاح کئے ہیں۔ میرے نکاح کا متولی خود اللہ تعالیٰ بنا ہے۔ کہا گیا ہے کہ طلاق دینے اور عدت گزر چکنے کے بعد خود زیدؓ نے آپؐ کے لئے حضرت زینبؓ کے خطبے کی سفارت کی۔ یہ امر زیدؓ کے لئے بڑا عظیم امتحان تھا جو اس کے کمالِ ایمان کا شاہد عدل ہوا۔

فَرَضَ اللّٰهُ: قاضی نے اس کے معنی لکھے ہیں تقسیم کیا۔ مقدر اور مقرر کیا۔

سُنَّةَ اللّٰهِ: یہ اللہ کا جاری رکھا ہوا طریق ہے، انبیاء سابقین علیہم السلام میں کہ ان پر ان کے مباحات کے کرلینے سے کوئی حرج نہیں ہوتا تھا۔

خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ: قاضی نے معنی لکھے ہیں آخر الانبیاء جنہوں نے ختم کردیا یا ختم کئے گئے آپ کے ساتھ نبی۔ امام نے اس کے تحت میں لکھا ہے کہ جس نبی کے بعد دوسرا نبی ہوتا ہے۔ یہ دوسرا پہلے کی کسی کمی کو پورا کردیتا ہے۔ آپؐ کے دین میں کوئی کمی نہیں جسے بیان کرکے واضح کیا جائے کہ نبی کی حاجت پڑتی۔

وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا: اور تیار کر رکھا ہے اُن کے واسطے اُجر بہت عزت والا۔ امام نے یہاں لکھا ہے کہ قبل از وقت تیاری وہ شخص کرتا ہے جو عین موقع پر تیاری کرنے سے عاجز ہے، حضرت باری تعالیٰ کو سب طاقت ہے پھر اس تیاری میں حکمت؟ مومنین کی عزت افزائی اور اظہارِ محبت کے واسطے اور جن وانس اور ملائکہ کے سامنے ظاہر کرنے کے واسطے۔

شَاهِدًا: امام نے یہاں شاہد میں تین وجہیں بیان کی ہیں۔ اول۔ آپؐ بروزِ قیامت خلق پر شاہد ہوں گے یعنی دنیا میں شہادت قبول فرمائیں گے اور قیامت میں شہادت ادا فرمائیں گے۔ قبول فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ امورِ شہادت کا مشاہدہ

Marfat.com

فرمائیں گے۔ دوم۔اس جہان میں کلمۂ توحید کی شہادت کا شان آپ کو عطا فرمایا ہے۔ جس کی ادائیگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه سے فرمائی۔امام نے اس توجیہہ میں ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کا دعویٰ فرمایا،اور آپ شاہد بنے۔آپ نے نبوت کا دعویٰ فرمایا اور اللہ تعالیٰ اس دعوے کے شاہد بنے۔ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ شہادت دیتا ہے کہ آپ اُس کے رسول ہیں۔ سوم۔آپ دنیا میں احوال آخرت کے۔ جنت دوزخ۔ میزان۔پُل صراط وغیرہ کے شہادت دینے والے ہیں اور آخرت میں احوالِ دنیا کے،اطاعت،معصیت،اصلاح اور فساد وغیرہ کے شہادت دینے والے ہوں گے۔

سِرَاجًا مُّنِيْرًا: دیسی دیئے کو سراج کہتے ہیں اور مُنِیر اردگرد کو روشن کرنے والا۔یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک کو شمس نہیں فرمایا۔کیونکہ براہِ راست شمس سے روشنی اخذ کر کے کسی اندھیری جگہ میں نہیں پھیلائی جا سکتی۔اسی طرح سوائے سراج کے کسی روشنی کے آلے سے روشنی حاصل کر کے دوسری اندھیری جگہ میں نہیں پھیلا سکتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نورِ ایمان حاصل کر کے دوسرے علاقوں میں،بلکہ آپ ہی سے ایمانی نور اخذ کر کے نہ صرف اب تک بلکہ جب تک ثقلین کے واسطے ضرورت رہے گی ربع مسکون کو منور رکھا جائے گا۔

وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا: ان عورتوں کو اپنے نکاح کی قید سے جمیل طریق سے چھوڑ دو۔امام نے طریق جمیل کی یہ صورت بتائی ہے کہ اُن کو جو کچھ دیا گیا ہو اُس میں سے کچھ واپس نہ لیا جائے۔

اَفَآءَ: اِفَاءَةٌ باب افعال سے فعل ماضی اس کے معنی ہیں غنیمت دینا۔یعنی اُن لونڈیوں میں سے جو بطور غنیمت اللہ نے تجھے دیں۔

تُرْجِيْ: اِرْجَآءٌ سے فعل مضارع مخاطب اس کے معنی ہیں پیچھے رکھنا۔مراد ہے بیویوں میں آپ کو اختیار ہے۔اُمت کی طرح مساوات فرض نہیں۔جسے چاہے پیچھے رکھئے،جس چاہے پاس رکھئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم تاہم پوری مساوات رکھتے تھے۔

تُؤْوِيْ: اِیْوَاء سے مضارع مخاطب۔اس کے معنی ہیں ٹھکانا دینا۔

رَقِيْبًا: حافظ۔نگہبان۔ہر شے کو جانتے ہوئے اور ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہوئے شے کی حفاظت ہو سکتی ہے۔حق تعالیٰ میں یہ دونوں صفتیں کامل ہیں۔اس لئے ہر شے کی حفاظت صرف وہی کر سکتا ہے۔

غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ: اِنٰی باب ضرب سے اَنٰی یَاْنِیْ اِنیً وقت ہونا۔کھانا تیار ہونا،قاضی نے کہا ہے اِنَا کا الف ی سے بدلا ہوا ہے۔صحابہؓ کو ہدایت ہے کہ کھانے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان مبارک میں جاؤ تو کھانا پکنے کے انتظار میں بیٹھے مت رہو۔

مُسْتَاْنِسِيْنَ: باب استفعال اِسْتِيْنَاسٌ سے اسم فاعل جمع بمعنی کسی چیز سے آرام پانا۔بذریعہ بات چیت کے آرام نہ لینے لگو۔

يُدْنِيْنَ: اِدْنَاءٌ سے مضارع جمع مونث ہے اس کے ایک معنی ہیں پردہ لٹکانا۔اپنے اوپر چادریں لٹکایا کریں۔

جَلَابِيْبِ: جمع جِلْبَابٌ۔بڑی چادر جو تمام لباس کے اوپر پردہ کرنے اور چھپانے کو اوڑھی جاتی ہے۔

Marfat.com

اَلْمُرْجِفُوْنَ: اِرجاف باب اِفْعَالٌ سے اسم فاعل جمع۔ اس کے معنی ہیں بُری خبریں اور فتنہ فساد کی باتیں پھیلانا، اُڑانا تاکہ لوگوں میں بھڑکاؤ پیدا ہو۔ ایسی باتیں اُڑانے اور پھیلانے والے۔

لَنُغْرِيَنَّكَ: اِغراء باب افعال کا فعل مضارع متکلم موکد۔ بنون ثقیلہ اس کے معنی ہیں ابھارنا۔ ہم ابھاریں گے اور جوش دلائیں گے تجھ کو۔

يُجَاوِرُوْنَ: مُجاوَرَۃٌ باب مُفَاعَلَۃٌ سے مضارع جمع غائب۔ اس کے معنی ہیں ہمسائیگی کرنا یعنی پھر وہ تیری ہمسائگی میں نہ رہیں گے۔

ثُقِفُوْا: مصدر ثقف سے ماضی مجہول ہے۔ مصدر کے معنی ہیں مل جانا۔ ملاقات ہونا۔ پالینا۔ یہ باب عَلِمَ سے ہے۔

قُتِّلُوْا: تَقتِيلٌ باب تفعیل سے فعل ماضی مجہول اس کے معنی ہیں کثرت سے قتل کرنا۔ پھر کثرت سے قتل کئے جائیں گے۔

وَجِيْهًا: وَجہٌ سے وجاہت مصدر بمعنی عام شناخت میں آنا۔ باقدر ہونا۔ یہ کَرُمَ باب سے آتا ہے۔ کریم کی طرح وجیہ ہے بمعنی باقدر وجاہ۔ امام نے لکھا ہے وجیہ وہ شخص جو اپنی خوبیوں اور فضیلتوں کے سبب مشہور ہو۔

سَدِيْدًا: راست۔ درست۔ صحیح

عَرَضْنَا: ہم نے پیش کی، سامنے کی۔

اَلْاَمَانَةَ: امام نے امانۃ سے مراد تعمیل اوامر اور نواہی لی ہے۔ اسی کو تکلیف کہا ہے اسی واسطے انسان کو مکلّف کہا گیا ہے۔ یعنی انسان کو کچھ عمل کرنے اور کچھ نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے انہیں اعمال کردنی اور ناکردنی کو امانت فرمایا ہے، کیونکہ اس میں تقصیر سے تاوان پڑے گا۔ یعنی پوری کرنی ہوگی۔ ورنہ سخت سزا ملے گی اور پوری ادا کرنے سے عزت اور تعریف ہوگی۔

عرض سے مراد پیش کرنا ہے السّمٰوٰت والارض سے مراد خود ان کا وجود ہے۔ یعنی آسمانوں کے، اور زمین کے پیش کی، یا مراد ہے اہلِ سمٰوات، واہلِ الارض کے پیش کی۔

فَاَبَيْنَ: مصدر اِبَاءٌ سے ماضی جمع مونث ہے مصدر کے معنی ہیں انکار کرنا۔ نہ ماننا۔ امام نے آسمان وزمین کے انکار کی، یا اُن کے اہل کے انکار کی صورت بیان کی ہے، کہ امانت ان کے پیش کی گئی تھی انہوں نے اپنے آپ کو اس کے تحمل سے عاجز جان کر معذرت کر دی۔ اسی معذرت کو انکار سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان کے انکار میں اور ابلیس کے انکار میں فرق واضح ہے۔ ابلیس کو سجدے کا حکم دیا گیا تھا جو اُس پر فرض ہو گیا تھا- ان پر صرف پیش کیا گیا کہ یہ امانت اٹھوانا مطلوب ہے۔ اُس نے متکبرانہ انکار کیا اور ٹھکرایا۔ انہوں نے عاجزانہ معذرت سے انکار کیا اور تقصیر سے خوف کھا گئے۔ اس واسطے وہ مردود ہو گیا اور یہ معذور قرار پائے۔

وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا: یعنی یہ خداوندی امانت اہلِ سمٰوات والارض اپنے پاس رکھنے سے، اور اس کی حفاظت میں پورے نہ اُتر سکنے سے ڈر گئے۔ امام نے امانت قبول نہ کرنے کے چند وجوہ ذیل لکھے ہیں:

۱۔ مال امانت نایاب، قیمتی اور نازک ولطیف ہو، جس کے خراب ہو جانے، ٹوٹ پھوٹ جانے کا ڈر ہو، تو امانت میں

Marfat.com

کوئی عاقل قبول نہیں کرتا۔

۲۔ حالات خراب ہوں۔لوٹ مار عام ہو۔ڈاکوں کا زور ہو،اور مال امانت کی شہرت ہو۔عقل مند ایسے وقت میں امانت قبول نہیں کرتا۔

۳۔ مالِ امانت کی حفاظت، اُس کی اور اُس کے مکان کی حفاظت دشوار ہو۔

اس امانت خداوندی میں یہ تینوں صورتیں موجود ہیں۔نزاکت اور لطافت بے حد ہے۔ابلیس اور ذریت ابلیس کے ڈاکوؤں کا زور ہے۔حفاظت، اور مکانِ امانت کی حفاظت یعنی دل کی حفاظت دشوار شے ہے۔یہ ہیں عذر عدمِ قبولیت کے انسان نے کیسے اٹھائی۔اس میں جہالت تھی، ان میں علم تھا۔

۲۔ سمٰوات اور ارض نے یا ان کے اہل نے اپنی ہستی میں نظر کی تو عاجز پائی، انکار کردیا۔

انسان نے امانت رکھنے والے کو دیکھا کہ علیم بصیر ہے۔جانتے ہوئے فرمایا ہے۔اقرار کر کے اٹھالی۔قاضی بیضاوی نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے۔پہلی آیات میں ہے مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ اس میں فوز عظیم کا وعدہ ہے۔اس عرض امانت میں اسی کی پختگی فرمائی ہے۔اسی طاعت کا نام امانت فرمایا ہے۔اس واسطے کہ یہ طاعت امانت کی طرح واجب الادا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ امانت اپنی عظمتِ شان میں ایسی ہے کہ اگر یہ زمین و آسمان جیسے بڑے بڑے اجرام پر پیش کی جاتی اور ان کو شعور دیا جاتا تو انکار کر جاتے۔

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ: انسان نے باوجود اپنے ضعف اور نرمی اعضا کے اسے اٹھالیا۔تو جس نے اس کی رعایت رکھی اور اس کے حقوق پر قائم رہا وہ دارین میں افضل بنا۔

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا: جب اس نے اس کو پورا نہ بنایا اور اس کے حقوق کی رعایت نہ کی تو بہت ظالم ہوگیا۔اپنے آپ پر اور اس کے آخری نتیجے پر اور انجام پر یقین نہ کیا تو بہت ہی جاہل ٹھہرا کہ بنی آدمی کے افضل و اکمل ہزاروں افراد یعنی انبیاء علیہم السلام کے متفقہ قول کو نہ مانا۔بلکہ خود ذاتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے با دلائل و بالتمثیل بیان اور واضح فرمائے ہوئے کلامِ پاک کو نہ سمجھا اور نہ مانا۔کہ اطاعت میں فلاح ہے اور عدم اطاعت میں ہلاکت۔لہٰذا اس نوعیت کا انسان ظالم جاہل ہے باعتبار اکثریت کے۔

قَولِ ثَانِی: بعض نے امانت سے عام اطاعت مراد لی ہے۔فطری ہو، یا اختیاری۔پیش کرنے سے فطری استعدادِ طاعت رکھنے والی مخلوق سے طلب فعل اور اختیاری طاعت کر سکنے والی مخلوق سے صدور فعل کا ارادہ مراد ہے۔ہم اس عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ کو زیادہ واضح کرتے ہیں کہ آسمان، زمین، اور پہاڑوں، حیوانوں، درختوں وغیرہ کو جس جس کام اور برتاؤں کے لئے پیدا کیا۔اسی برتاؤ میں آتے رہنے کا ان کو حکم فرمایا۔یہی حکم عرض امانت ہے۔چنانچہ سب مخلوق اس حکم کی تعمیل میں گئی اور اس امانت کی متحمل ہوگئی۔

اس کلامِ مبارک کے مطلب سے پہلے دو لفظوں کا سمجھنا ضروری ہے۔اباء اور حمل کو۔امانت کے صحیح طور پر ادا کرنے والے کو عربی میں متحمل کہتے ہیں۔اور امانت میں خیانت کرنے والے تقصیر کرنے والے کو حامل کہتے ہیں۔یعنی

Marfat.com

اپنے سر ڈالنے والا۔ اب معنی یہ ہوئے تمام فطری طاعت کی استعداد رکھنے والی مخلوق نے ہمارے حکم کی امانت کا حامل بننے سے انکار کیا۔ جو حکم دیا گیا اُس کے خلاف سے گویا انکار کیا۔ اور انسان اختیاری طاعت کی استعداد رکھنے والا ہے، یہ امانت اس کے پیش کی۔ اس سے طاعت کے فعل کا ارادہ کرنا مطلوب تھا۔ اکثر بنی آدمی سے یہ حق ادا نہ ہوا۔ گویا امانت میں خیانت ہوئی تو حامل ہوا اب حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ کے معنی ہوئے کہ انسان نے اس میں خیانت کی۔ اس سے وہ ظلوم جہول ہوا۔ اپنے ہی اوپر ظلم کیا اور اپنی ہی بدانجامی نہ جانی۔

قاضی نے دو وجہ اور بھی لکھی ہیں۔ طوالت کے سبب اسی پر کفایت کی ہے۔ اب تفسیر خازن میں جو کچھ لکھا ہے اُس سے کچھ لکھتے ہیں۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے کہا ہے کہ امانت سے مراد نماز، روزہ، حج زکواۃ کی باقاعدہ پابندی سے ادائیگی ہے۔ سچ بولنا۔ قرض ادا کرنا۔ ماپ تول میں انصاف رکھنا زیادہ سخت شے امانتوں کی ادائیگی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ تمام اوامر ونواہی سے امانت مراد ہے اللہ تعالیٰ نے یہ امور اسمان زمین اور پہاڑوں ں کے وجود پر پیش کئے اور فرمایا، کیا تم ان کو ان کے اندرونی نتائج سمیت تعمیل کے واسطے اٹھاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ان کے اندرونی نتائج کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پوری ادائیگی سے ثواب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پوری ادائیگی سے ثواب اجر وانعام، اور تقصیر وعدم ادائیگی سے سزا، انہوں نے عرض کیا نہیں یا رب! ہم آپ کے حکم کے مسخر ہیں۔ آپ کی سزا سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں۔ یہ پیش کرنا اختیاری تھا، لازمی نہ تھا، ورنہ وہ انکار نہ کرتے۔

آدم کو فرمایا، آدم! ہم نے آسمان زمین، اور پہاڑوں کے سامنے اپنی امانت پیش کی، انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ تو اس کو مع اس کے اندرونی نتائج کے اٹھاتا ہے؟ آدم نے عرض کیا نتائج کیا ہیں؟ فرمایا، جزا، سزا۔ آدم نے قبول کر لی۔ باقی وجوہ وہی مذکور ہیں۔

خلاصہ اقوالِ مذکورہ وغیر مذکورہ کا یہ ہے کہ مخصوص اعمال خداوندی کی ذمہ داری جن پر جزا اور سزا مرتب فرمائی ہے۔ اُن کی تکلیف صرف انسان ہی پر ڈالی ہے۔ جن کی تقصیر سے عام انسان کو ظلوم جہول کی بدصفتی سے متصف کیا گیا ہے۔ باقی تمام مخلوق اپنی فطری نوعیت میں مسخر اور مطیع ہے۔ اپنے متعین اور مقرر عمل و فعل میں مصروف ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورة السبا۔ مَکِّیَّه۔ آیات ۵۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَکِیْمُ: امام نے لکھا ہے۔حکیم وہ ہوتا ہے جو اپنا ہر فعل اور ہر کام اپنے علم کے مطابق کرتا ہے۔

اَلْخَبِیْرُ: خبیر وہ جو شے کے انجام کا اور باطن کا علم رکھتا ہو۔

یَلِجُ: وُلُوج مصدر سے مضارع ہے باب ضرب ہے۔اس کے معنی ہیں داخل ہونا۔یعنی جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے۔

لَایَعْزُبُ: عُزُوْب مصدر سے منفی فعل مضارع اس کے معنی ہیں غائب ہونا۔نہیں غائب ہوتا نہیں چھپا رہتا،اس سے ذرہ تک بھی آسمان میں،نہ زمین میں۔

رِزْقٌ کَرِیْمٌ: رزق باعزت۔نہ اُس کے حصول میں مشقت اور تکلیف اور نہ اُس کی عطا میں اظہارِ احسان۔

سَعَوْا: سعی مصدر سے فعل ماضی جمع مذکر بمعنی کوشش کرنا۔قاضی نے یہاں اس سے مراد لی ہے کہ آیات سے لوگوں کو بددل اور بدظن کرنے میں سعی کرتے ہیں۔

رِجْزٍ: سخت ترین عذاب۔

مُزِّقْتُمْ: تمزیق مصدر سے ماضی مجہول جمع۔پارہ پارہ کرنا۔جب تم ذرہ ذرہ کیے جاؤ گے۔

کِسَفًا: جمع کِسْفٌ ٹکڑہ۔یعنی ہم گرائیں آسمان سے ٹکڑے بادل کے اُن کے ہلاک کرنے کو۔

مُنِیْبٍ: نوب مصدر سے باب افعال کا اسم فاعل ناب و اَنَابَ اِلَی اللّٰهِ تَابَ الیه ۔توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کر لیا۔مُنِیْبٍ کے معنی رجوع کرنے والا۔

مِنَّا فَضْلًا: اپنی طرف سے بلا واسطہ فضیلت اور زیادتی دی۔نبوت۔کتاب،بادشاہی،خوش الحانی۔

اَوِّبِیْ: اَوْب مصدر سے باب تفعیل کے امر واحد مونث کا صیغہ ہے۔رجوع کرنا۔یہاں مراد ہے ساتھ ہونا۔پہاڑوں کو حکم فرمایا کہ یا جبال!بوقت تسبیح داؤد کے ساتھ تم بھی تسبیح پڑھو۔چنانچہ روایت میں ہے،پہاڑوں سے تسبیح کی آواز اُن کی تسبیح کے ساتھ آتی تھی۔

وَالطَّیْرَ: قاضی نے اس کے منصوب ہونے کی تین وجہیں لکھی ہیں۔اول۔جبال کے محل پر اس کا عطف کیا ہے یعنی جبال مَحلًا منصوب ہے۔اگرچہ لفظاً مرفوع ہے،اس واسطے طَیْر منصوب ہے۔معنی ہیں اے پہاڑو اور پرندو۔دوم۔اس کا عطف فَضْلًا پر ہے۔اے فضلاً وَطَیْرًا ۔یعنی ہم نے داؤد کو فضیلت دی اور پرندے مسخر کر دیئے۔سوم۔اَوِّبِیْ کا مفعول مَعَهٗ ہے۔

Marfat.com

گویا یہاں واؤ بمعنی مع ہے۔ معنی ہوئے۔ اے پہاڑو! پرندوں سمیت داؤدؑ کی تسبیح میں شرکت کرو۔

اَلَنَّا: لین بمعنی نرم کرنا سے باب افعال سے ماضی متکلم مع الخیر ہے۔ معنی ہیں ہم نے اس کے لئے یعنی اس کے ہاتھ میں لوہا نرم مثل موم کر دیا۔

سٰبِغٰتٍ: کھلی اور فراخ زر ہیں۔

فِی السَّرْدِ: اس کے معنی ہیں بنا۔ سینا بنانا یعنی اُن کے بنانے میں اندازہ رکھ۔

غُدُوُّھَا: اس کی صبح کی رفتار مہینہ بھر چلتے رہنے کے برابر ہوتی تھی۔ اسی طرح شام کے وقت کی۔

اَسَلْنَا: سَیل بمعنی بہنا۔ جاری ہونا سے باب افعال اِسَالَته بمعنی بہانا سے ماضی متکلم۔ ہم نے بہایا اَلْقِطْرِ۔ پگھلا ہوا۔ تانبا۔

یَزِغْ: راہ سے ہٹ جائے گا۔ طریق مقررہ پر نہ چلے گا۔ جو کج روی کرے گا۔ مصدر زیغ سے مضارع غائب مجزوم۔

مَحَارِیْبَ: جمع محراب، بلند عمارت۔ قاموس میں ہے، وہ خاص مقام جس میں بادشاہ لوگوں سے دور ہو کر بیٹھتا ہے۔

تَمَاثِیْلَ: جمع تمثال۔ تصویر کھینچی ہوئی بڑی بری تصویریں۔ (صراح)

قاضی نے لکھا ہے کہ ملائکہ اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی حالتِ عبادت میں ہونے کے وقت کی تصویریں بناتے تھے تا کہ دیکھ کر لوگوں ں کو عبادت کی رغبت ہو۔

جِفَانٍ: جمع جفنته کھانے کا بڑا برتن جس میں چند آدمیوں کا کھانا پڑ سکے اور اکٹھے اس پر کھا سکیں۔ پرات یا کنال۔

کَالْجَوَابِ: جواب جمع جابیہ چھوٹا سا حوض۔ یعنی جنات، آپ (حضرت سلیمان علیہ السلام) کے لئے بڑی بڑی حوضوں جیسی پراتیں لشکریوں کے کھانا کھانے کے واسطے بناتے تھے۔

قُدُوْرٍ: جمع قِدر رہنڈیا۔ ہانڈی۔ دیگ۔

رٰسِیٰتٍ: ایک جگہ پر مضبوطی سے جم جانے والی۔ رَسْوٌ مصدر سے اسم فاعل جمع مونث جس کے معنی ہیں قائم ہونا۔ استعمار ہونا۔ مراد ہے اٹھا کر دوسری جگہ پر نہ لے جائی جانے والی۔ دَآبَّةُ الْاَرْضِ۔ دیمک۔

مِنْسَاَتَهٗ: عصا۔ ٹیک لگانے کی بڑی لاٹھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے متعلق امام نے لکھا ہے کہ آپ عبادت میں رات بھر کھڑے رہتے تھے۔ کبھی تمام دن بھر کھڑے رہتے، اسی حالت میں روح مبارک قبض ہوئی۔ لاٹھی کے سہارے کئی مہینے قیام میں رہے۔ آخر دیمک نے لاٹھی کے ایک سرے کو چاٹا تو آپ کا جسم مبارک گرا۔ تب کام پر برابر لگے رہنے والے جنات نے جانا۔ اگر یہ غیب جانتے ہوتے تو اتنی مدت اس کام میں نہ لگے رہتے۔ قاضی نے یہ واقعہ ذرا وضاحت سے لکھا ہے اس طرح کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد موسیٰ علیہ السلام کے خیمے کے مقام پر رکھی۔ یہ خیمہ اُن کے زمانے میں اکثر جس جگہ لگایا جاتا تھا۔ اُسی جگہ بیت المقدس کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اسی خیمے کے نیچے اپنی نمازیں پڑھتے تھے۔ تعمیر مکمل ہونے سے پیشتر حضرت داؤدؑ کی وفات ہوگئی۔ آخر وقت میں

Marfat.com

حضرت سلیمانؑ کو اس کی تکمیل کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ آپ نے تکمیل کے واسطے جنات لگا دیئے۔ خدا کی قدرت کام باقی تھا کہ آپ کی وفات کا وقت آ پہنچا۔ تجویز کی کہ جنات کے ذریعے ایک شیشے کا کمرہ تیار کرائیں۔ جس میں لاٹھی کے سہارے کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے۔ اسی حالت میں روح مبارک قبض ہوئی۔ سال بھر اسی طرح کھڑے رہے اور جنات باقاعدہ وقت پر کام کرتے رہے۔ آخر لاٹھی کی سرے کو دیمک نے چاٹا تو زمین پر گرے۔ تب جنات نے افسوس کیا، اور اس انوکھے طریق سے بتایا گیا کہ جنات باوجود ہوائی ہونے کے اپنے سے مخفی اور چھپی ہوئی بات کو بلا جتائے ہوئے معلوم نہیں کر سکتے۔ یعنی غیب نہیں جانتے۔ یہ واقع اس اُمت کو بتا کر فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

مُهِيْنٍ: اِهَانَةٌ باب افعال سے اسم فاعل ہے۔ ذلیل کرنا۔ ذلیل کرنے والے عذاب میں۔

لِسَبَاٍ: یمن کی ایک قوم کا نام تھا۔ یعنی سبا بن یشحب بن یعرب بن قحطان کی اولاد کا نام ہو گیا تھا۔ (بیضاوی)

فِيْ مَسْكَنِهِمْ: مَسْكَنٌ جائے سکونت، اُن کی اس آبادی کا نام مارب بروزن منزل تھا۔ اس کے اور صنعا کے درمیان تین دن کا سفر تھا۔

عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ: اُن کے شہر مارب کے دائیں بائیں باغات تھے۔ صنعا تک برابر باغات کی یہی صورت تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک ہی باغ جا رہا ہے۔ ایک دائیں، ایک بائیں۔

بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ: شہر پاکیزہ۔ امام نے لکھا ہے وہاں سانپ تھا، نہ بچھو، نہ کوئی اور موذی شے نہ کوئی وبا۔

سَيْلَ الْعَرِمِ: سَيْل بمعنی پانی کا سیلاب۔

عَرِمٌ: امام نے اس کے تین معنی کئے ہیں۔

اول۔ اس سے مراد وہ بڑا چوہا ہے، جو اس سیلاب کا سبب بنا۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ ملکہ بلقیس کا دو پہاڑوں کے درمیانی گھاٹی میں ایک مضبوط بند باندھا اور اُس کے بالائی حصے پر تین درجوں میں پانی گزرنے کے مناسب سوراخ رکھے۔ تمام بارشوں کا پانی وہاں رک جاتا۔ حسب ضرورت ان میں سے پانی چھوڑ لیتے، ورنہ بند رکھتے، اس طریق سے بہت خوش حال رہے۔ جب ناشکری میں حد سے بڑھ گئے تو ایک موش کلاں نے نیچے سے اُس بند میں سوراخ کیا۔ پانی زور کر کے نکلا تو بند توڑ پھوڑ کر تباہی اور بربادی پھیلائی لہٰذا فرمایا ہے عَرِم کا سیلاب، دوم۔ عَرِم اس بند کا نام تھا۔ فرمایا اُس بند عَرِم کا سیلاب۔ سوم۔ عَرِم اُس وادی کا نام تھا جس سے پانی چھوٹا۔

قاضی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانے کا ہے۔ وھب نے کہا ہے کہ تیرہ نبی یکے بعد دیگرے ان کے پاس آئے اور تبلیغ کی، مگر وہ نہ ہی مانے۔

اُكُلٍ خَمْطٍ: اُكُلٍ۔ پھل۔ خَمْطٍ خاردار درخت مثل جھاڑیوں کی۔ یا تلخ پھل کا درخت۔ یا ایسے پھل کا درخت جو انسانی خوراک میں نہ آتا ہو۔ (امام)

Marfat.com

وَاَثْلٍ: تیز شور ذائقہ کا جھاؤ۔ جمع۔

اَثْلَۃٌ: یہ جھاڑیاں اکثر دریاؤں کے کناروں پر ہوتی ہیں۔ انہیں کوئی پھل نہیں لگتا۔

سِدْرٍ: بیری کے درخو کو کہتے ہیں۔ اس کے پھل بیر کو نبق کہتے ہیں۔

قُرَی الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا: قری جمع قریۃ۔ گاؤں جن میں اللہ تعالیٰ نے برکت دے رکھی تھی۔ مراد ملک شام کا خاص علاقہ بیت المقدس کا۔

قُرًی ظَاھِرَۃً: گاؤں کھلے دکھائی دینے والے سفر میں مسافر سے ایک گاؤں اوجھل نہیں ہونے پاتا تھا کہ دوسرے کے آثار نمودار ہو جاتے تھے۔ یہ رستہ طے کرنے والوں کے لئے عمدہ ترین صورت ہے۔

بٰعِدْبَیْنَ اَسْفَارِنَا: ہمارے پروردگار فاصلہ بعید کی صورت بنادے ہمارے سفروں کے درمیان۔ یعنی غیر آباد اور جنگلی رستوں کی صورت بنادے۔ تاکہ ہم امیر لوگ ہی بذریعہ زادِ راہ کے، اور بذریعہ سواریوں کے پہنچ سکیں۔ کوئی دوسرا ادھر منہ ہی نہ کر سکے۔

فَجَعَلْنٰھُمْ اَحَادِیْثَ: قاضی نے لکھا ہے کہ لوگوں میں ان کی باتیں پھیلیں تعجب کے رو سے اس صورت میں احادیث احدوثہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں عام چرچے کی بات۔

مَزَّقْنٰھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ: مزق پارہ پارہ کرنا۔ سے باب تفعیل ہے۔ فرقہ فرقہ کر کے بکھیر دیا۔ غرقابی کے بعد ملکوں میں پھیلے۔ محاورہ ہے بندہ بندہ کر دیا۔

فُزِّعَ: فزع دور کی گئی گھبراہٹ، اور خوف سے بے قراری۔ یہ حالت جب اُن کے دلوں سے دور کی جاتی ہے، اور شفاعت کا اذن مل جاتا ہے تو ملائکہ پوچھیں گے۔ یہ تفریع باب تفعیل سے ماضی مجہول ہے، اس کے معنی ہیں بے خوف کر دینا۔ قاضی نے اس کے مطلب میں لکھا ہے کہ سفارش کرنے والے اور کرانے والے گھبراہٹ میں ہوں گے۔ جب اذن مل جانے سے فزع دور ہوگی تو باہم سوال کریں گے کہ کیا فرمایا ہے رب پاک نے؟ وہ کہیں گے حق حق اذن فرمایا ہے۔

اَجْرَمْنَا: جُرْم سے باب افعال ہے۔ بمعنی گناہ کرنا۔ صراح میں ہے جرم اجترم واَجرم کے ایک ہی معنی ہیں۔

اَرُوْنِیَ: (الآیۃ) مجھے وہ ثبوت، دلیل اور حجت دکھاؤ، جس کے ذریعے تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ شریک، عبادت میں اور نذر و نیاز میں بلا رکھے ہیں۔

اِلَّا کَآفَّۃً: اَرْسَلْنٰکَ میں کَ ذوالحال ہے۔ اور کَآفَّۃً حال ہے۔ ت مبالغہ کے لئے ہے۔ اصل ہے کَافٍ یعنی دوسری تبلیغی ضرورت کو روک دینے والا۔ یا دوسرے مبلغ، نبی و رسول کی ضرورت نہ رہنے دینے والا۔ یہ لفظ کفایت سے نہیں جس کے معنی کافی ہونے والا ہے۔ بلکہ کَفٌّ سے ہے، جس کے معنی ہیں منع کرنا اور روکنا۔ حرف ف کی شَدّ۔ اس کا ثبوت ہے۔ قاضی نے اس کے مطلب میں لکھا ہے۔ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ ۔ ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر تمام پیغام رسانی کے واسطے

Marfat.com

لوگوں کے لئے۔ مادۂ کَفٌّ سے، کیونکہ جب سب پیغام رسانی عامتہ الناس کے لئے ہوگئی تو انسانی جمیع افراد کو بالحاظ زمان ومکان اپنے دائرۂ عموم سے خارج ہونے سے روکے گی۔ گویا آپؐ کی ذاتِ مبارک قیامت تک کے ہرزمانے اور ہر مکان کے، ہرانسانی فرد کو اپنی عام رسالت سے خارج ہونے سے روکتی ہے۔ یعنی کہیں کسی کو رسالت الٰہی کے لئے کسی دوسری جانب رجوع کرنے کی حاجت نہیں رہنے دیتی۔ قاضی نے کَآفَّۃً سے ختم نبوت ثابت کیا ہے۔

هٰذَا الْوَعْدُ: اس وعدہ سے مراد وہ وقت یا مقام ہے جس کی بشارت کے لئے آپؐ کو بَشِیْر اور جس سے ڈرانے کے لئے آپؐ کو نَذِیْر بنا کر معبوث فرمایا۔ یا وہ وعدہ دیا ہوا زمان ومکان جس میں سب کو جمع کر کے فیصلہ کیا جائے گا۔

مِیْعَادُ یَوْمٍ: میعاد مصدر میمی ہے بمعنی وَعْدٌ یعنی یوم عظیم کا وعدہ ہے۔

لَاتَسْتَأْخِرُوْنَ: باب استفعال اِسْتِیْخَار یہ لفظ تَاَخُّرٌ کے ہم معنی ہے اس کے معنی ہیں پیچھے رہ جانا۔

وَلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ: یہ لفظ بھی تَقَدُّمٌ کا ہم معنی ہے۔ آگے ہوجانا۔

لَوْلَآ اَنْتُمْ: اگر تم نہ ہوتے۔ مراد ہے اگر تمہاری رکاوٹ نہ ہوتی۔ اگر تمہارا رعب اور خوف نہ ہوتا۔

اِلَّامَنْ اٰمَنَ: الآیتہ۔ یعنی ایمان لانے والے، عمل صالح کرنے والے کے درجے اللہ کے نزدیک اس مال کے ذریعے بڑھتے ہیں جو فی سبیل اللہ خرچ ہو، اور اس اولاد کے ذریعے بڑھتے ہیں، جس کی دینی تعلیم وتربیت کر کے صلاحیت کے قابل بنایا جائے۔

فِی الْغُرُفٰتِ: جمع غُرْفَۃٌ۔ بالاخانہ بالائی منزل۔

یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا: جو لوگ ہماری آیات کی تردید یا طعن میں سعی کرتے ہیں۔

مُعٰجِزِیْنَ: عِجز مصدر سے باب مفاعلہ کا اسم فاعل حالتِ نصبی میں ہے۔ بیضاوی کے حاشیئے پر قدرے تفصیل ہے عَاجَزَ فُلَانٌ سے مراد ہوتی ہے کہ فلاں قابو سے نکل گیا۔ ہاتھ لگنے سے نکل گیا عاجز فلان فلانا۔ فلاں فلانے سے سبقت لے گیا۔ اس نے اس کو عاجز کر دیا۔ معنی یہ ہوئے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو، اور اُن کے سچے متبعین کو لڑ جھگڑ کر عاجز کرنے کی کوشش رکھتے تھے کہ خدائی امور پر یقین رکھنے، عمل کرنے اور تبلیغ کرنے سے عاجز رہ جائیں۔

فَهُوَ یُخْلِفُهٗ: اخلاف مصدر سے ہے شے کا خلیفہ بنانا، جانشین بنانا۔ یہاں مراد ہے خرچ شدہ مال کا عوض دینا آخرت میں یا دنیا میں گویا معاوضہ اس مال کا خلیفہ ہے۔

اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ: اکثر ان میں سے بلکہ تمام کے تمام وہ مشرکین ساتھ جنات کے یقین رکھتے ہیں۔ پہلی ضمیر مشرکین کی اور دوسری جنات کی طرف راجع ہے۔

اِفْكٌ: فَرْیٌ مصدر سے باب افتعال افتراء سے اسم مفعول۔ فَرْیٌ اور افتراء کے معنی ہیں جھوٹ گھڑنا اور کوئی بات خود بنانا۔ مُفْتَرًی کے معنی ہیں خودساختہ۔ گھڑا ہوا۔

Marfat.com

مِعۡشَارَ: عُشر۔ دس میں سے ایک جسے دسواں حصہ کہتے ہیں۔ یعنی ان کفارِ مکہ کو پہلے گزرے ہوئے کفار کے اس دنیاوی سامان دیئے ہوئے کا دسواں حصہ بھی نہیں دیا گیا۔

جِنَّةٌ: جنون۔ زوال عقل۔ پگلا پن۔

يَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ: قذف کے معنی ہیں ڈالنا پھینکنا۔ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدگان کے قلوب میں حق بات ڈال دیتا ہے۔

مَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ: یعنی باطل مٹ گیا۔ اب اس سے کوئی چیز بطور ابتداء کے ظاہر ہوگی۔ نہ بطور دوبارہ کرنے کے، مطلب یہ ہے کہ اس خطے میں حق آ گیا۔ اب یہاں نہ باطل از سرِ نو پیدا ہوگا۔ نہ پہلے پیدا ہو چکا ہے دوبارہ ظاہر ہوگا۔ باطل سے مراد شرک اور بُت پرستی ہے۔ اور خطے سے مراد حرمین شریفین اور حجاز و عرب ہے۔

وَلَوۡ تَرٰٓى اِذۡ فَزِعُوۡا: اس کے معنی ہیں اگر تو ان کفار کو ان کو موت کی گھبراہٹ کے وقت دیکھے تو تعجب کرے۔

فَلَا فَوۡتَ: یعنی اس موت کے وقت کوٹلنا نہیں ہے۔

وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ: نَوۡشٌ مصدر بمعنی پکڑنا سے باب تفاعل ہے۔ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں کسی شے کو بسہولت پکڑنا۔ اس سے مراد ہے کہ آخرت میں ان کو کس طرح بآسانی ایمان ملے گا جب کہ دنیا میں انہوں نے حاصل نہیں کیا۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ فاطِر۔ مَکِّیَّہ۔ آیات ۴۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ: الحمد کے معنی سورۂ فاتحہ اور سورۂ کہف کے شروع میں لکھ دیئے ہیں۔ یہاں اعادے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہاں اس مطلب کا خلاصہ لکھ دیتے ہیں۔ جو بیضاوی کے حاشیئے پر خطیب کے حوالے سے محشی نے لکھا ہے۔ یہ سورت اُن سورتوں میں سے آخری ہے جو کلمۂ مبارک الحمد سے شروع ہوتی ہیں۔ ان سورتوں میں اُن خداوندی نعمتوں کا ذکر ہے جو تمام نعمتوں کے لئے اُمہات نِعَم ہیں۔ وہ اصولی نعمتیں چار ہیں۔ ایجاد اول، اور ابقاء اول، یعنی اس جہان دنیا میں پیدا کر کے زندگی بخشنا، ان دو نعمتوں کے بعد، یعنی حیاتی اور زندگی کے بعد تمام قسم کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے تو یہ نعمتیں سب نعمتوں کی ماں ہیں۔

سوم ایجاد ثانی اور ابقاء ثانی۔ یعنی حشر قیامت میں دوبارہ زندہ کرنا اور باقی رکھنا۔ ان دو نعمتوں سے اخروی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا جائے گا ان میں سے یہ آخری سورت ہے۔

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ: فطر سے بمعنی شق کرنا اسم فاعل ہے۔ شق کر کے نکالنے والا۔ یعنی عدم و نیستی کو شق کر کے چیر پھاڑ کر آسمان و زمین نکالے۔

اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ: اولی جمع ذُو کی۔ اَجنِحہ جمع جَناح کی بمعنی بازو۔ معنی ہیں دو دو، تین تین، چار چار، بازوؤں والے۔

لَا تَغُرَّنَّکُمۡ: غُرُوۡرٌ سے نفی مضارع غائب مونث موکد بہ نون تاکید۔ اس کے معنی ہیں فریفتہ کرنا عشق کی چاٹ دے کر پیچھے لگا رکھنا۔ یہ دنیاوی زندگی تم کو اپنا فریفتہ نہ بنائے کہ اسی کے ہو رہو۔

بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ: شیطان بہت دھوکے میں ڈالنے والا۔ باللہ سے مطلب ہے اللہ کے ثواب۔ رحمت اور مغفرت سے تم کو دھوکے میں نہ رکھے کہ بغیر اطاعت کے امید کئے رہو۔ یہ ایک قسم کا شیطانی دھوکا ہے۔

فَلَا تَذۡہَبۡ نَفۡسُکَ عَلَیۡہِمۡ: ان کفار کی تکذیب اور گمراہی پر اڑے رہنے سے حسرت اور افسوس سے تجھ کو جانی آخری صدمہ نہ پہنچنے پائے۔

حَسَرٰتٍ: جمع حَسۡرَۃٍ بمعنی غم شدید کسی امر نہ ہونے والے پر۔ غموم کثیرہ کے سبب۔

فَتُثِیۡرُ سَحَابًا: جمع کر کے لاتی ہے بدلوں کو۔ یا چلائے پھرتی ہے بادلوں کو۔ اِثَارَۃ سے مضارع مونث غائب ہے۔

اَلنُّشُوۡرُ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں مردوں کو زندہ کرنا۔

اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ: صُعُوۡدٌ سے مضارع غائب بلند ہونا۔ چڑھنا۔ اِلَیۡہِ اُسی کی طرف چڑھتا ہے۔ کَلِمٌ کے معنی ہیں فائدہ مند سخن۔ قلیل کثیر پر بولا جاتا ہے۔ طَیِّب پاک۔ اس کے بالمقابل ہے خبیث ناپاک۔ عَمَل کام۔ صَالِح جس میں اخلاص ہو اور مطابق سنت کے ہو۔ یَرۡفَعُہٗ قاضی نے اس کی تین طرح

Marfat.com

تاویل کی ہے۔اول یَرْفَعُ میں ضمیر مُستتر ھُوَ الکلام کی طرف راجع ہے۔معنی ہوئے اُسی کی طرف بلند ہوتا ہے پاک سخن (توحید کا) اور عمل صالح، بلند کرتا ہے اس کو پاک سخن۔یعنی پہلے توحید حاصل ہو تو عمل صالح قبول ہوتا ہے، ورنہ نہیں۔

مَکْرُ: نقصان پہنچانے کی خفیہ تدبیر کو عربی میں مکر کہتے ہیں۔

یَبُوْرُ: بوْر مصدر سے مضارع۔ بمعنی ہلاک ہونا مٹ جانا۔ان لوگوں کی تدبیریں باطل ہو جائیں گی۔

فُرَاتٌ: ایسا شیریں پانی جو پیاس بجھادے، بعض پانی بھڑکا وُ زیادہ کرتے ہیں۔

سَآئِغٌ: وہ پینے کی شے جو حلق سے بسہولت اُتر جائے۔

مِلْحٌ: شور۔سخت کڑوا

اُجَاجٌ: جو بوجہ شوریت حلق میں جلن پیدا کرے۔

مَوَاخِرَ: مَخرٌ مصدر سے اسم فاعل جمع مونث بمعنی کشتی کا چلتے وقت پانی چیرنا۔تو دیکھے گا کہ کشتیاں پانی چیرتی ہوئی اِدھر اُدھر چلتی پھرتی ہیں۔

قِطْمِیْرٍ: خرما کی گٹھلی پر کی پتلی باریک سی جھلی۔

بِعَزِیْزٍ: دشوار۔مشکل

وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی: یعنی کوئی گنہگار اپنے گناہ کے ساتھ کسی دوسرے کے بعض گناہوں کا بار اٹھا کر اُسے ہلکا نہیں کرے گا۔

قُرْبٰی: نزدیکی وخویشی۔قرابت

بِالْغَیْبِ: غیب مصدر بمعنی اسم فاعل غائب اور اوجھل ہوتے ہوئے عذاب سے۔یا لوگوں کی نگاہ سے اپنی خلوت میں ہوتے ہوئے یا عذاب اُن سے غائب ہے۔ان احتمالات کے رو سے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

حَرُوْرُ: قاضی نے اس کے معنی لکھے ہیں بادِ سموم۔سخت گرم لُو۔بعض نے کہا ہے دن کی گرم لُو سموم۔رات کی گرم لُو حرُوْرُ ارسلنٰک بالحق۔قاضی نے بالحق کی تین طرح تاویل کر کے معنی نکالے ہیں۔اول اَرْسَلْنٰا کے فاعل سے حال ہے مصدر بمعنی اسم فاعل محققین۔ہم نے نہایت پختہ مضبوط ہوتے ہوئے تجھے بھیجا۔

دوم۔ک ضمیر مفعول کا حال۔یعنی تجھ کو محق اور مضبوط کر کے بھیجا۔سوم۔مفعول مطلق مصدر اِرْسَالًا محذوف کی صفت محذوف کے متعلق کر کے۔یعنی تجھے تیرے بھیجنے کے ساتھ حق کو ملا کر بھیجا۔

جُدَدٌ: جمع جُدَّۃٌ۔گدھے کے جسم پر کی سفید وسیاہ دھاری۔جیسے زیبرا کے جسم پر ہوتی ہے۔یہاں مراد ہے ٹکڑے ٹکڑے۔قطعے۔

غَرَابِیْبُ: جمع غربیب۔ہم رنگ یک رنگ۔کالے یک رنگ۔

مِنْ اَسَاوِرَ: اَسَاوِرَ جمع اَسْوِرَۃ جمع سِوَار کنگن۔ہاتھوں میں کنگن موتیوں کے اور سونے کے ہوں گے۔امام نے اس زیور میں ایک نکتہ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے، زیورات میں سے اکثر کنگنوں کا ذکر آیا ہے، کہیں سونے کے، کہیں موتیوں کے، کہیں چاندی کے۔لکھتے ہیں کہ زیور سے دو باتیں ملحوظ ہوتی ہیں۔

اول۔اس بات کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ دنیاوی معاش کے مشاغل میں سے یہ کسی شغل میں بھی مشغول نہیں ہوتا۔بالخصوص

Marfat.com

ہاتھوں میں کنگن ہیں۔ کیونکہ مشاغل اکثر ہاتھوں سے ہوتے ہیں۔ کنگن ہوتے شغل میں لگنا بہت بدزیب اور باعث طعن ہے۔

دوم۔ اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ زیور پہننے والا اشیاء مایحتاج سے مستغنی ہے اور نایاب قیمتی اشیا حاصل کر لینے پر قدرت رکھتا ہے۔ جواہرات کے زیور سے اس کی قدرت نایاب اشیاء کے حاصل کرنے پر معلوم ہوتی ہے اور چاندی سونے کے زیور سے اس کا غیر حاجت مند ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ حاجت مند ہوتا تو یہ چاندی سونا اپنی حاجت میں صرف کرتا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ نکتہ اس جہان دنیا میں کہیں تو تسلیم کی گنجائش رکھتا ہے۔ مگر اہلِ جنت کے زیورات میں، اور اہلِ جنت میں اس قسم کے نکتے کوئی گنجائش نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہاں نہ اہلِ جنت کو اظہار استغنا کی ضرورت ہے، نہ مشاغل سے، نہ کمانے کے اظہار کی ضرورت ہے۔ وہاں سب مستغنی اور غیر مشغول ہوں گے۔

والحکمۃ الاصلیۃ عند اللّٰہ تعالیٰ دَارَ الْمُقَامَۃِ: المقامۃ۔ اسم مفعول بمعنی مصدر اقامۃ کے ہے۔ یعنی اقامت کے گھر میں۔ امام نے لکھا ہے۔ دارِ دنیا۔ وہاں سے بعد دارِ قبر اس کے بعد ہے منزل عرصہ دار الاجتماع۔ اس کے بعد ہے دار التفریق۔ یعنی مومنین عارضی طور پر دوزخ میں جائیں گے۔ اس کے بعد ہوگا دارِ اقامت یعنی دار القرار، جس سے مراد جنت ہے۔ کفار کے لئے دار القرار جہنم ہے۔ مگر ذکر نہیں فرمایا۔

نَصَبٌ: ایسی مشقت جس سے انسان تھک جائے۔

اَللُّغُوْبُ: تھکاوٹ

یَصْطَرِخُوْنَ: صُراخ اسم سے باب افتعال ہے۔ ت بوجہ ص ط بن گئی۔

صُراخ کہتے ہیں عذاب دیئے جانے والے شخص کی چیخ کو۔ معنی ہوئے کہ وہ عذاب کی شدت سے چیخیں گے۔

خَلٰٓئِفَ: جمع خلیفۃ۔ جانشین۔ خُلَفاء جمع خلیف کی ہے۔ جیسے امراء جمع امیر۔ اور طبائع جمع طبیعت۔

مَقْتًا: بہت سخت بغض

خَسَارًا: مراد ہے آخرت کا خسارا۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ: اَرَءَیْتُمْ کے معنی ہوتے ہیں اَخْبِرُوْنِیْ مجھے خبر دو۔ بتاؤ۔ تو کہہ مجھے خبر دو۔ مجھے بتاؤ۔

مَکْرَ السَّیِّیءِ: بدترین تدبیر۔ قاضی نے لکھا ہے کہ اصل میں تھا اَنْ مَکَرُوا الْمَکْرَ السَّیِّیءَ۔ کہ انہوں نے بدترین تدبیر کی۔ موصوف کو جو المکر ہے حذف کر دیا صفت کے ساتھ اکتفا حاصل کر کے اَلسَّیِّیءَ ہے۔ پھر ان مکروا کو حذف کر کے اس کے عوض مَکْر مصدر لا کر مضاف کر دیا۔ پڑھنے میں مَکْرَ السَّیِّیءِ اور معنوں میں ان مکروا المکر السّیئ ہوگا۔

وَلَا یَحِیْقُ: حَیق مصدر سے ہے مثل بَاعَ کی منفی فعل مضارع۔ صراح میں اس کے معنی ہیں فرا گرفتن۔ مکمل پکڑ لینا۔ گھیر لینا۔ بدترین تدبیر خود کرنے والوں کو ہی گھیر کر نقصان پہنچاتی ہے۔

Marfat.com

سُورۃ یٰسٓ۔ مَکِّیَّہ۔ آیات ۸۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰسٓ: یہ دو حرف ہیں حروف مقطعات میں سے امام رازیؒ نے اس کی ایک تاویل لکھی ہے کہ اس میں یا حرفِ ندا ہے اور سین مخفف ہے۔ اُنَیْسِیْن کا جو مصغر ہے انسان کا اُنَیْسِیْن اسم تصغیر ہے اُنَیْ کو بوجہ محبت کے حذف کیا باقی سِیْن رہا۔ اب کمال محبت سے یا حرفِ ندا کے ساتھ سِیْن یعنی انسان کامل افضل اعلیٰ اپنے محبوب کو یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا کہ یا انسان! اے محبوب انسان! قرآن حکیم کی قسم تو مرسلین میں سے ہے۔ عوام نے یٰسٓ آپؐ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک اسم مبارک قرار دیے رکھا ہے۔ کسی دینی معتبر کتاب میں نہیں ہے۔ امام کی یہ تاویل عمدہ معلوم ہوتی ہے۔

تَنْزِیْلَ: مصدر ہے باب تفعیل کا۔ بمعنی اسم مفعول یعنی اُتارا ہوا۔

غٰفِلُوْنَ: غَفَلٌ غَفْلَۃٌ باب مثل نصَرَ اس کے معنی ہیں بے خبری۔ ناواقفی۔ یہ اسم فاعل جمع ہے۔ یعنی یہ لوگ رسالت کی تبلیغ سے بے خبر ہیں۔

حَقَّ: حَقٌّ سے فعل ماضی۔ اس کے معنی ہیں ثابت ہونا۔ واجب ہونا۔ ثابت ہو گیا حکم اُن کے بہتوں پر۔

اَعْنَاقِهِمْ: جمع عُنُقٌ بمعنی گردن۔ ان کی یعنی کفار کی گردنوں میں۔

اَغْلٰلاً: جمع غُلٌّ۔ گردن کا طوق جو سزا کے لئے ڈالا جاتا ہے۔

اِلَی الْاَذْقَانِ: جمع ذَقْنٌ بمعنی ٹھوڑی۔ یعنی طوق ٹھوڑیوں تک پہنچائے ہوئے ہیں۔ سر نیچے نہیں جھک سکتے۔

مُقْمَحُوْنَ: بابِ اِقْمَاحٌ بمعنی سر اٹھانا سے اسم مفعول جمع۔ وہ سر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اغلال کی وجہ سے ان کے سر نیچے نہیں کئے جا سکتے۔

سَدًّا: صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں رکاوٹ مراد ہے سامنے کی آڑ۔ جیسے کسی کے آگے چلنے کی جگہ میں ایک بلند رکاوٹ بنادی جائے کہ وہ وہیں رُک جائے۔ مطلب ہے کہ کفار کے آگے بھی سخت رکاوٹ ہے کہ طریق مستقیم پر نہیں چل سکتے۔ اُن کے پیچھے بھی رکاوٹ ہے مڑ نہیں سکتے کہ اپنے مبدے اور آغاز میں غور کر کے ہدایت پائیں یہ بھی نہیں کر سکتے۔ ان کو مناسب ہے کہ ایسی سد بنانے والے کے آگے عاجزی کریں اور گڑگڑائیں۔ کہ اس سدّ کو اکھیڑے اور اپنے فضل و کرم سے اُن کے لئے طریق مستقیم پر چلنا آسان فرمائے۔ یہ رونا اور گڑگڑانا نہ کرنے والے وہیں ہلاک ہوں گے۔

فَاَغْشَیْنٰهُمْ: غشی سے باب افعال کا فعل ماضی متکلم ہے۔ غشی کے معنی رات اور دن میں نظر کی بہت بڑی کمی، یا بالکل اندھا ہونا ہے۔ مراد ہے کہ ہم نے ان کو بالکل اندھا کر دیا۔ یا نظر بالکل دیکھنے سے کم کر دی۔

سَوَآءٌ: وسط۔ عین درمیان۔ دونوں سروں کے درمیان برابر فاصلے کی جگہ۔ یہاں مراد ہے کہ ان کو عذاب کا ڈر سنانا نہ

Marfat.com

سنانا برابر ہے۔

اِتَّبَعَ: تبعَ سے باب اِفْتِعَالٌ اِتِّبَاعٌ سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں پیچھے چلنا جو پیچھے پیچھے چلا قرآن کے۔

اَلذِّكْرَ: ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس میں اتباع سے مراد ہے غور کر کے صحیح سمجھنا اور سنت کے مطابق عمل کرنا۔

اٰثَارَهُمْ: آثار جمع اثر کی۔ اچھے اور برے اعمال کی قائم رہی ہوئی۔ رواج پائی ہوئی صورتیں۔ معنی ہیں ہم لکھتے ہیں ان کے اچھے اور برے جاری کیے ہوئے رواج پائے ہوئے اعمال کو۔

اَحْصَيْنٰهُ: حصاء مصدر سے باب افعال ہے اور اَحْصَيْنَا ماضی متکلم کا صیغہ ہے۔ اِحصاء کے معنی ہیں شمار کرنا۔ گننا مراد ہے کہ ہم نے ہر شے کو چھوٹی ہو یا بڑی لوح محفوظ میں شمار کر رکھا ہے۔

اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ: اصحب جمع صاحب کی اور قریہ بمعنی شہر۔ یہاں مراد شہر انطاقیہ ہے۔ یعنی انطاقیہ والوں کا حال ان کے سامنے بیان کیجئے۔

اِثْنَيْنِ: دو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو مبلغ اس شہر کی طرف بھیجے گئے ان میں سے ایک یحییٰ تھا اور ایک یونس (قاضی)

ثَالِثٌ: بمعنی تیسرا۔ جس کا نام شمعون تھا ان کا قصہ قاضی نے اس طرح لکھا ہے: کہ انطاقیہ کے باشندے بادشاہ سمیت بت پرست تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو مبلغ بھیجے جب اس شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے حبیب نامی نجار (بڑھئی) کو ریوڑ چراتے دیکھا تو اس نے ان سے پوچھا، تم کون ہو؟ انہوں نے اپنا مبلغ ہونا بتایا۔ اس نے کہا کہ تمہارا ثبوت کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مریض شفا پاتا ہے۔ اندھا اور کوڑھی درست ہوتا ہے اس کا بیٹا بیمار تھا انہیں اس کے پاس لے گیا انہوں نے ہاتھ پھیرا تو وہ تندرست ہو گیا۔ حبیب اسی وقت ایمان لے آیا۔ یہ خبر شہر میں پھیلی ان کے ہاتھوں بہت لوگ شفایاب ہوئے۔ ہوتے ہوتے یہ خبر بادشاہ تک پہنچی۔ اس نے حاضر کروا کر اثناء گفتگو میں پوچھا کہ ہمارے ان معبودوں کے سوا ہمارا کوئی اور معبود بھی ہے۔ انہوں نے کہا، ہاں جس نے تجھے اور تیرے ان معبودوں کو پیدا کیا، اور بنایا ہے۔ اس نے کہا ٹھہرے رہو، میں تمہارے معاملے میں غور کرتا ہوں، اور ان کو قید کر لیا۔ یہ خبر سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تیسرا مبلغ شمعون اس طرف روانہ کیا۔ یہ بطور اجنبی شہر میں داخل ہوا۔ اور بادشاہ کے مصاحبوں سے میل جول پیدا کیا۔ یہاں تک کہ وہ اس سے مانوس ہو گئے اور اسے بادشاہ تک پہنچایا۔ چنانچہ وہ بھی اس سے مانوس ہو گیا۔ ایک دن شمعون نے موقع پا کر کہا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے دو اجنبی آدمیوں کو قید کر رکھا ہے۔ آپ نے ان کی بات بھی سنی ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ چنانچہ ان کو بلایا گیا، وہ آئے شمعون نے کہا تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ نے جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ شمعون نے کہا بہت مختصری اس کی صفت کرو۔ انہوں نے کہا وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔ شمعون نے کہا تمہارے پاس کون سی سند ہے۔ انہوں نے کہا جو بادشاہ کہے۔ بادشاہ نے ایک بالکل مٹی ہوئی آنکھوں والا لڑکا منگوایا کہ اسے اچھا کرو۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی۔ چنانچہ دونوں

Marfat.com

آنکھیں چر کر کھل گئیں اور وہ بالکل بینا ہو گیا۔ شمعون نے بادشاہ کو کہا آپ کے معبود بھی ایسا کر سکتے ہیں؟ جس سے تیری اور تیرے معبودوں کی فضیلت ان پر قائم ہو جائے۔ بادشاہ نے کہا آپ سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ یہ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں نہ ضرر۔ پھر شمعون نے اُن کو کہا، اگر تمہارا معبود کسی مردے کو زندہ کر دے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اس پر بادشاہ نے ایک قریب کے مرے ہوئے نوجوان لڑکے کی لاش منگوائی۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی۔ وہ اللہ کی قدرت سے زندہ ہو کر بیٹھ گیا اور کہا میں آگ کی سات وادیوں میں داخل کیا گیا ہوں، اور میں تم کو اس گمراہی سے ڈراتا ہوں جس پر تم ہو۔ پس ایمان لاؤ۔ اوپر دیکھو آسمان کے دروازے کھولے گئے ہیں۔ مجھے ایک خوبصورت نوجوان دکھائی دیتا ہے جو ان تینوں کی بات مان لینے کی سفارش کرتا ہے۔ جب شمعون نے سمجھا کہ یہ واقعہ ان میں اثر کر چکا ہے تو انہیں سمجھایا۔ جس پر وہ اکثر ایمان لے آئے۔ جو ایمان نہ لائے وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی کڑک دار آواز سے ہلاک کر دیئے گئے۔

تَطَیَّرْنَا: طِیرہ سے باب تفعل تَطَیُّر کا فعل ماضی متکلم ہے۔ طیرہ کے معنی ہیں بدفالی اور بدشگونی لینا۔ یعنی کس طرح کی تکلیف کو کسی دوسرے کے سبب سمجھنا۔ معنی ہیں کہ ہم بے شک اپنی ہر قسم کی اذیت کو تمہاری آمد کو نحوست سمجھتے ہیں۔

لَمْ تَنْتَھُوْ: نہی سے باب افتعال کا نفی جحد بلم ہے اِنْتِھَآءٌ کے معنی رکھنا۔ یعنی اگر تم اپنی باتوں سے نہ رکے تو ہم تمہیں اینٹیں مار مار کر شہر بدر کر دیں گے۔

طٰٓئِرُکُمْ: طَـآئِرٌ کے معنی بھی بدشگونی اور نحوست سمجھنا ہے۔ یعنی یہ اذیت اور تکلیف جسے تم نحوست سے سمجھتے ہو وہ نحوست تمہاری اپنی بداعتقادی اور بدعملی کی وجہ سے ہے۔

ذُکِّرْتُمْ: تَـذْکِیْرٌ باب تَـفْعِیْلٌ سے ماضی مجہول جمع مخاطب۔ اس کے معنی ہیں نصیحت دینا۔ یعنی کیا اگر تم کو نصیحت دی جائے تو بھی ہم سے بدفالی لو گے؟ اور ہمیں اینٹیں مارو مرواؤ گے۔

مُسْرِفُوْنَ: اِسْرَافٌ باب افعالٌ سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں حد سے بڑھ جانا یعنی گناہ اور مصیبت میں حد سے بڑھنے والے ہیں۔

اَقْصَا الْـمَدِیْنَةِ: شہر کے دور حصے سے دوڑتا ہوا آیا۔ یہ حبیب نجار تھا، جو آغاز میں ایمان لا چکا تھا۔ یہ شہر کے دوسرے کنارے میں رہتا ہو گا۔ وہاں سے دوڑا آیا۔

فَطَرَنِیْ: فَطْرٌ بمعنی پیدا کرنے سے فعل ماضی اُس نے مجھے پیدا کیا۔

لَا یُنْقِذُوْنِ: اِنْقَاذ مصدر سے منفی مضارع غائب اس کے معنی ہیں خلاصی کرانا۔ چھڑانا۔ مجھے چھڑائیں گے نہیں۔

فَاسْمَعُوْنِ: مجھے سنو۔ مراد ہے میرے ایمان لے آنے کا اقرار سنو۔ چنانچہ اُس آنے والے شخص کو قوم نے قتل کر ڈالا۔

صَیْحَةً: پورے زور سے آواز نکالنا۔ کڑک دار آواز۔

Marfat.com

خٰمِدُوْنَ: خمود مصدر سے اسم فاعل جمع ہے۔ خمود کے معنی ہیں آگ کا بجھنا۔ یعنی بجھ کر راکھ ہو گئے۔ مر گئے۔

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ: اے حسرت تو آ بندوں پر تیرا وقت ہے۔ حسرت کے معنی ہیں پشیمانی کسی ترک کی ہوئی بات پر افسوس۔ مطلب ہے کہ بندوں کو افسوس کرنا چاہئے جو انہوں نے انبیاء علیہم السلام کا تمسخر اڑایا۔

لَا یَرْجِعُوْنَ: یعنی انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کئی قومیں ہلاک کیں۔ اور وہ اُن کی طرف نہیں لوٹیں گے۔

وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ: قاضی نے اِس کی دو تاویلیں کی ہیں۔

اول۔ اِن نافیہ اور لَمَّا بمعنی اِلَّا۔ معنی ہوئے کہ نہیں ہیں کُل مگر تمام کے تمام ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے۔

دوم۔ اِن اِنَّ سے مخفف کیا ہوا ہے۔ اور لَمَّا کو لَمَا پڑھ کر لام تاکید کا اور ما زائد قرار دیا۔ معنی ہوئے اور بے شک سب بالضرور ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے۔ مطلب ایک۔ قرأتیں دو۔ اور جمیع فعیلٌ بمعنی مفعول مجموع۔

مِنْ ثَمَرِهٖ: اس میں ضمیرہ راجع ہے مَا ذُكِرَ کی طرف۔ یا اللہ کی طرف بوجہ اُس کے پیدا کرنے کے۔ یعنی اُس کے پیدا کئے ہوئے پھلوں سے کھاؤ۔

مَا عَمِلَتْهُ: مَا نافیہ ہے نہیں بنایا اُن کے ہاتھوں نے۔ یا موصولہ جو کچھ ہاتھوں سے بنایا وہ کھایا۔ شیرہ۔ سرکہ۔ گُڑ وغیرہ۔

نَسْلَخُ: سَلْخ سے مضارع متکلم۔ اس کے معنی ہیں کھال اُتارنا۔ گویا رات کے اوپر دن بطور کھال کے ہے۔ اُتار لیا جاتا ہے تو اندھیری رات نکل آتی ہے۔

مُظْلِمُوْنَ: اظلام باب افعال سے اسم فاعل جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں اندھیرے میں داخل ہونا وہ اندھیرے میں ہو جاتے ہیں۔

مُسْتَقَرٍّ لَّهَا: استقرار سے اسم ظرف قرارگاہ۔ اپنی قرارگاہ کے لئے چلتا ہے۔

كَالْعُرْجُوْنِ: فُعلون کے وزن پر ایک شاخ کھجور جو قدرتی ٹیڑھی ہوتی ہے جب پرانی ہو جائے تو اور بھی کج ہوتی ہے۔

ذُرِّيَّةً: ذرءٌ بمعنی پیدا کرنے سے یہ کلمہ ہے۔ اس کے معنی ہیں جن و اِنس کی اولاد۔

مَشْحُوْنِ: شَحْنٌ بمعنی بھرنا سے اسم مفعول بھری ہوئی۔

صَرِيْخَ: صُراخ و صَرْخ مصدر سے صفت مشبہ۔ اس کے معنی ہیں مدد لینے کے واسطے فریاد کرنا۔ صَرِیْخ کے معنی ہیں فریاد اور فریاد پر مدد کرنے والا۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔

لَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ: اِنقاذ مصدر باب افعال سے منفی مضارع مجہول اس کے معنی ہیں نجات دینا۔ اور وہ نجات نہ دیئے جائیں گے۔

يَخِصِّمُوْنَ: اصل میں تھا۔ يَخْتَصِمُوْنَ باہم جھگڑا کرنا۔ یعنی یہ لوگ اپنے لین دین میں، دوسرے معاملات اور برتاؤ میں شدید طور پر مصروف ہوں گے کہ قیامت کے قرن کی آواز ان کو آ پکڑے گی۔

Marfat.com

مِنَ الْاَجْدَاثِ: جمع جدث۔ قبر

یَنْسِلُوْنَ: نَسَلَ۔ یَنْسِلُ۔ نسلا بہت تیز چلا۔ یعنی مردے قبروں سے نکلتے ہی اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے۔

فٰکِھُوْنَ: فُکَاھَۃٌ سے اسم فاعل جمع ہے نعمت سے لذتیں اٹھانا۔ خوش عیش ہونا۔ یعنی اہلِ جنت آج اپنے خاص شغل میں ہو کر نعمت سے لذت اٹھا رہے ہیں۔

ظِلٰلٍ: جمع ظِلٌّ یا جمع ظُلَّۃٌ۔ سایہ یا سائبان وہ اور اُن کی بیویاں سایوں میں یا سائبانوں کے تلے ہوں گی۔

اَرَآئِکِ: جمع اریکہ چھپر کھٹ۔ مزین تخت۔

مَا یَدَّعُوْنَ: اصل میں یَدْتَعِیُوْنَ اور بروزن یَفْتَعِلُوْنَ کے تھا۔ حرکت یاء کی عین کو دے کر بوجہ التقاء ساکنین گرادی گئی۔ پھر باب افتعال کی ت کو د بنا کر ادغام کر دیا یدعون ہوا۔ صاحبِ روح المعانی لکھتا ہے کہ یہ کلمہ بمعنی یدعون کے ہے دعاء سے یعنی ان کے لئے ہر وہ شے مہیا ہوگی جو مانگیں گے۔ باب افتعال کثیر طور پر مجرد کے معنی میں آتا ہے۔ ابو عبیدہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ادعاء کے معنی ہیں تمنا کرنا۔ یعنی اہلِ جنت جس چیز کی تمنا کریں گے، اُن کو اُسی دم ملے گی۔

زجاج کا قول نقل کیا ہے کہ اہلِ جنت جو کچھ طلب کریں گے اُن کے پاس آجائے گا۔ بعض نے کہا ہے کہ دنیا میں جو کچھ طلب کرتے تھے۔ نعیم جنت سے وہ ان کو ملے گا۔ مگر یہ بعض کا قول وقعت نہیں رکھتا۔

مِنْ مَّرْقَدِنَا: رَقَدٌ رُقُوْدٌ خواب۔ خواب کرنا۔ سونا۔ مَرْقَدٌ اسم ظرف سونے کی جگہ یہاں مراد قبر ہے۔

سَلٰمٌ: قاضی نے ترکیب میں اس کا تعلق اس طرح بیان کیا ہے۔ مَا کا بدل ہے اور اگر مَا نکرہ موصوفہ ہے تو یہ اس کی دوسری صفت ہے۔ یا مَا کی خبر ہے۔ یا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یا مبتداء ہے جس کی خبر محذوف ہے۔ ان کے لئے ہوگا سلام۔

قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ: امام نے اس کی تاویل میں فرمایا ہے کہ اہلِ جنت پر سلام رب رحیم کے قول مبارک سے ہوگا۔ یا ملائکہ کے قول سے ہوگا۔

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ: امام نے اس امتیاز میں چند احتمال نکالے ہیں۔

۱۔ تم اپنے غیر سے جدا ہو جاؤ۔ سب کے سب اپنی اپنی ذات سزا میں مبتلا ہو جاؤ۔

۲۔ دنیا میں مومنین کے ساتھ ملے جلے رہے ہو۔ محشر میں بھی حساب و کتاب کے اثنا میں درمیان رہے۔ اب الگ ہو جاؤ۔ مومنین کے درمیان ہونے کی گنجائش نہیں رہی الگ ہو جاؤ۔

۳۔ اپنے قرینوں سے اور اپنے زعمی سفارشیوں سے الگ ہو جاؤ۔ یہ امتیازی نشان روسیاہی سے ہوگا۔

اَلَمْ اَعْھَدْ: امام نے اس عہد کے معنی وصیت کے لکھے ہیں۔ یعنی کیا میں نے تم کو وصیت نہیں کی تھی۔ یا اس عہد سے وہ

Marfat.com

عہد مراد ہے جو حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہے۔

وَعَهِدْ نَآاِلٰی اٰدَمَ: سے لیا تھا۔ یا وہ عہد مراد ہے جو ذریتہ آدم سے لیا گیا تھا۔ جسے عہد اَلَسْت کہتے ہیں یا ہر زمانے میں ہر قوم سے بذریعہ رسولِ وقت عہد لیا گیا تھا۔ وہ عہد بروز قیامت پیش کیا جائے گا۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ: اِضْلال کے معنی ہیں رستے سے بھلا دینا۔ اَضَلَّ فعل ماضی، اُس نے رستہ بھلا دیا۔ امام نے اس رستہ بھلانے کی دو صورتیں لکھی ہیں۔

اول۔ اصل مقصد اور غرض صحیح سے دوسری طرف پھیر دینا اور لگا دینا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ہٹا کر کسی غیر کی عبادت میں لگا دینا۔

دوم۔ اس مقصد اور غرض کے حصول کی خواہش سے روک دینا۔

جِبِلًّا: بہت بڑی جماعت (راغب) ضحاک کا قول ہے کہ دس ہزار کے قریب کی جماعت کو کہتے ہیں۔ مگر امام نے اس معین تعداد کو صحیح نہیں مانا۔

اِصْلَوْهَا: صَلّیٰ سے فعل امر ہے۔ یعنی اس میں داخل ہو کر اس کی جلن اور سوزش جھیلو، اس میں جلو۔

لَطَمَسْنَا: طَمس سے ماضی متکلم ہے طمس کے معنی صاحب روح المعانی نے لکھے ہیں کسی شے کے اثر تک کو محو کر دینا۔ معنی یہ ہوئے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو طمس کر دیں۔ نور مٹائیں۔ آنکھوں کی صورت شکل ایسی اُڑائیں کہ نشان نہ رہنے دیں۔ پھر وہ رستہ چلنا چاہیں تو کیا دیکھیں گے؟

لَمَسَخْنٰهُمْ: مَسْخ سے ماضی متکلم ہے اس کے معنی ہیں ان کو انسانی صورت سے بندر اور خنازیر کی صورت میں تبدیل کر دیں یا حیوان سے جماد بنا دیں، پتھر وغیرہ۔ مسخ کے معنی اچھی صورت سے بُری شکل سے بدلنے کے ہیں۔ یعنی جہاں کھڑے بیٹھے یا چل رہے ہوں وہیں کے وہیں پتھر یا لکڑی کی طرح کر دیے جائیں۔ نہ آگے جا سکیں، نہ پیچھے مڑ سکیں۔

مَكَانَتِهِمْ: مَكَانته کے معنی ہیں جگہ مراد ہے اُسی جگہ جہاں ہوں۔

مُضِيًّا: مصدر ہے مَضَى يَمْضِىْ کی اس کے معنی ہیں جانا۔ یعنی وہ بعد مسخ کہیں جانے کی طاقت نہ رکھیں گے۔

نُعَمِّرْ: تعمیر مصدر سے مضارع متکلم ہے تعمیر کے معنی ہیں آباد کرنا۔ یہاں مراد ہے عمر دراز دینا۔

نُنَكِّسْهُ: نَکس و تنکیس اوندھا کر نا زمین کی طرف جھکانا۔ ہم اس کو جھکا دیتے ہیں۔

وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ: بَغى سے یہ لفظ بنا ہے۔ اِنْبَغى لَهٗ سہل ہو گیا۔ آسان ہو گیا۔ مضارع ہے يَنبَغِى۔ معنی ہیں اس کے لئے زیادہ سہولت کی وہ شے نہیں۔ یعنی شاعری ان کے حق میں سہولت نہیں رکھتی۔

ذِكْرٌ: وعظ و نصیحت۔

حَيًّا: عاقلاً۔ مومناً۔

Marfat.com

وَذَلَّلْنَا: صراح میں ہے ذِلٌّ مطیع ہونا۔ اِذلال تذلیل کے معنی ہیں نرم کرنا۔ مطیع کرنا یہ باب تفعیل سے ماضی متکلم ہے۔ ہم نے نرم کردیا مطیع کردیا۔

مَشَارِبُ: جمع مَشْرَبْ۔ اسم ظرف پینے کی جگہ جیسے تھن۔ یا مصدر میمی ہے۔ بمعنی پینا ہے مراد دودھ۔

خَصِيْمٌ: مخاصم۔ خصومت کرنے والا۔

رَمِيْمٌ: رِمَّۃٌ مصدر سے صفت مشبہ ہے۔ اس کے معنی ہیں ہڈی کا بوسیدہ ہونا رَمِیم کے معنی ہیں بوسیدہ ہونے والی ہڈی۔

مَلَكُوْتُ: مبالغہ کا صیغہ ہے مثل رَحَمُوْتُ اور رَهَبُوْتُ کی۔ اس کے معنی ہیں بہت کامل بادشاہی کہ چھوٹی بڑی شے اس کی کامل بادشاہی کے تصرف سے باہر نہیں۔ اس کا وزن امام نے فعلول یا فعلوت لکھا ہے۔

Marfat.com

سُورۃ الصّٰفّٰت۔ مَکّیَّہ۔ آیات ۱۸۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا: صافّات جمع ہے صَافَّۃٌ کی۔ صف میں کھڑا ہونے والا طائفہ ملائکہ کا۔ یا صف میں کھڑی ہونے والی جماعت ملائکہ کی۔ جمع مونث کے سبب طائفہ یا جماعت مقدر مان کر معنی کرتے ہیں۔ قسم ہے عبادت میں پوری پوری صفیں بنا کر کھڑے ہونے والے ملائکہ کے گروہوں کی یا قسم ہے ملائکہ کے اُن گروہوں کی جو پَر پھیلائے ہوئے احکامِ خداوندی ملنے کے انتظار میں کھڑے رہتے ہیں یا اُن غازیوں کی جماعتوں کی قسم جو جہاد فی سبیل اللہ میں پوری صفوں میں ترتیب سے کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اور احتمال بھی نکالے گئے ہیں۔

فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا: زجر کے معنی ہیں ہانکنا، اور تیز چلانے کے لئے زور سے بولنا یا کسی کو کسی کام سے روکنا اور منع کرنا۔ اونچی آواز سے خواہ نہ ہو۔ معنی ہیں قسم ہے اُن ملائکہ کی جماعت کی جو اجرامِ علویہ مثل بادل گھٹا وغیرہ کو ہانکنے اور تیز چلانے کے لئے زجر کرتے ہیں۔

فَالتّٰلِیٰتِ ذِکۡرًا: یہ تلاوت سے اسم فاعل مونث ہے۔ بتاویل جماعت ذکر سے مراد کتاب اللہ ہے۔ یا عام ذکرِ الٰہی مثل تسبیح وتحمید وتکبیر۔ قسم ہے ذکر تلاوت کرنے والی جماعت کی۔

رَبُّ الۡمَشَارِقِ: جمع مَشۡرِق۔ شرق سے اسم ظرف ہے۔ شَرۡق کے معنی صراح میں آفتاب کے لکھے ہیں۔ لہٰذا مشرق کے معنی ہوئے شرق یعنی آفتاب نکلنے کی جگہ۔ یہ جگہ ایامِ سال کے برابر ہیں کیونکہ ہر روز نئی جگہ سے طلوع کرتا ہے۔

بِزِیۡنَۃِ: یہ مصدر ہے زَانَ یَزِیۡنُ۔ زَیۡنٌ و زِیۡنَۃٌ۔ خوب صورت بنانا۔

اَلۡکَوَاکِبِ: ستاروں سے زینت دی۔

حِفۡظًا: بقول قاضی مفعول مطلق ہے اپنے فعل محذوف کا حَفِظۡنَا ھَا حِفۡظًا ہم نے اسے بہت خوب محفوظ کر رکھا ہے۔

مَارِدٍ: امام راغب نے مَرِیۡد اور مَارِدٌ کے معنی لکھے ہیں شیاطین الجن والانس۔ قاضی نے اس کے معنی خارج عن الطاعت۔ نافرمان۔ سرکش لکھے ہیں۔

مَلَاِ الۡاَعۡلٰی: مَلَاءٌ کے معنی جماعت اور اَعۡلٰی بلند از روئے آسمانی رہائش کے مراد ہیں۔ فرشتے بالخصوص ان کی جماعت معززین۔

یُقۡذَفُوۡنَ: قَذۡفٌ سے جمع مذکر غائب مضارع مجہول۔ قَذۡف کے معنی ہیں دھتکارنا، ذلت سے دور ہنکانا۔ وہ بذریعہ رجوم کے دور ہنکائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

دُحُورًا: قاضی نے مفعول لہ بنایا ہے، اس کے معنی ہیں دھتکارنا ہیں۔ صراح میں اس کے معنی دور کرنا ہیں باب فتح سے واسطے ہنکانے کے۔

وَاصِبٌ: وَصَب مصدر سے اسم فاعل ہے۔ وصب کے معنی لازم ہونا ہے۔ امام راغب نے عَذَابٌ وَاصِبٌ کے معنی عذاب لازم شدید لکھے ہیں۔

خَطِفَ الْخَطْفَةَ: خطف سے ماضی معروف ہے اس کے معنی ہیں اُچک لینا۔ جھپٹ لینا مراد ہے ملائکہ کی کلام میں سے کوئی بات اُڑا لی۔

شِهَابٌ: وہ آتشیں شعلہ جو ستارے سے نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

ثَاقِبٌ: ثقب کے معنی سوراخ کرنا۔ یہ اسم فاعل ہے۔ گویا جَو میں سوراخ کرتا جاتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ: باب استفتاء کا امر ہے استفتاء کے معنی راغب نے لکھے ہیں مشکل احکام کا شرعی جواب مانگنا۔ یہاں مراد ہے، خوب طلب کرنا کہ اِن سے پوچھیئے۔

طِيْنٍ لَّازِبٍ: لزب سے اسم فاعل ہے راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں ثابت شدید الثبوت۔ بہت پختگی سے جڑی ہوئی جو سہولت سے توڑی نہ جا سکے۔ امام نے چکنی لکھی ہے۔

يَسْتَسْخِرُوْنَ: باب استفعال مضارع جمع غائب ہے۔ مراد مبالغہ ہے۔ یعنی بہت ہی ٹھٹھا کرتے ہیں یا مراد طلب ہے۔ یعنی اوروں سے بھی ٹھٹھا کرانا چاہتے ہیں۔

دَاخِرُوْنَ: دَخرٌ مصدر سے اسم فاعل جمع ہے راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں اَذِلَّاءُ۔ ذلیل خوار۔

اُحْشُرُوْا: حَشر مصدر سے جمع امر حاضر اس کے معنی ہیں جمع کرنا۔ اکٹھا کرنا۔ جمع کرو۔ یک جا کرو ظالموں کو۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ کو دیا جائے گا۔

لَاتَنَاصَرُوْنَ: نَصر سے باب تفاعل تناصر سے نفی فعل مضارع مخاطب۔ اس کے معنی ہیں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ کیا ہے تمہیں کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔

فَاهْدُوْهُمْ: هَدٰی مثل رَمٰی راہ دکھانا امر حاضر جمع۔ ملائکہ کو حکم فرمایا جائے گا کہ ان کو جہنم کا راستہ دکھا دو کہ چلے چلیں۔

مُسْتَسْلِمُوْنَ: باب استفعال سے اسم فاعل جمع ہے۔ امام نے لکھا ہے اِسْتَسْلَمَ لِلشیی فلاں کسی کا مطیع ہو گیا۔ جھک گیا۔ چونکہ اس باب کا ایک خاصہ طلب بھی ہے اس واسطے اس کے معنی ہیں کہ فلاں نے منازعت ترک کر کے سلامتی چاہی ہے۔ ارشاد ہے کہ دنیا میں تو بہت سخت تنازع کرتے تھے لیکن آج تو بہت مطیع ہیں کان نہیں ہلاتے۔

عَنِ الْيَمِيْنِ: اس کے معنی ہیں دایاں ہاتھ دائیں جانب اور قسم۔ ان تینوں سے قوت مراد لی جاتی ہے۔ یعنی تم بہت قوت سے ہم پر دباؤ ڈال کر ایمان سے روکتے تھے۔

Marfat.com

سُلْطٰنٍ: اس کے ایک معنی ہیں حجت۔ یا مصدر ہے بمعنی تسلط۔ غلبہ۔ جبر۔

غٰوِیْنَ: غوایۃ۔ غَیِیّ سے اسم فاعل جمع گمراہ۔ دینی رستے سے بہکے ہوئے۔

فَوَاکِهُ: جمع فاکِهَة وہ پھل فروٹ جو محض لذت اور لطف کے واسطے کھائے جاتے ہیں۔ پیٹ بھرنا مقصود نہیں ہوتا۔

کَاْسٍ: امام نے لکھا ہے اس بلورین پیالے یا گلاس کو جس میں خمر ہو گاس کہتے ہیں۔ صرف خمر کو بھی کَاس کہہ دیتے ہیں۔ اخفش کا قول ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کَاس کا لفظ آیا ہے وہاں خمر ہی مراد ہے۔

مَعِیْنٍ: شراب معین جو پانی کی طرح چشموں سے نکلے گی۔ معین بوجہ ظہور کے اس کو کہتے ہیں۔ عَانَ الْمَاءُ ظاہرا طور پر پانی جاری ہو گیا۔ معین مبیع کی طرح اسم مفعول ہے۔ جاری کیا ہوا۔

لَذَّةٍ: گویا خود لذت ہی ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ ذات اس سے پہلے محذوف ہے وہ معنی کرتا ہے ذَاتَ لَذَّةٍ۔ لذت والی ہے۔

لَا فِیْهَا غَوْلٌ: غَوْل۔ عقل کھوئی جانا۔ لیث نے اس کے معنی کئے ہیں سر درد۔ واحدیؒ نے کہا ہے۔ غول ہلاک کرنا یا ہلاکت۔ یعنی اس میں بے ہوشی نہیں۔ سر درد نہیں، ہلاکت نہیں۔

یُنْزَفُوْنَ: مضارع باب افعال کا یا مضارع مجہول مجرد کا۔ اَنْزَفَ الرَّجل۔ مستی سے آدمی کی عقل جاتی رہی۔ اسی طرح نزف الرّجل۔ عقل زائل ہو گئی آدمی کی۔ یعنی وہ مستی سے بے عقل نہیں بنائے جائیں گے۔

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ: قصر سے اسم فاعل مونث جمع۔ قصر کے معنی ہیں بند کرنا۔ روکنا طرف کے معنی نظر۔ نگاہ۔ معنی ہیں بند کر کے رکھنے والی اپنی نگاہ کہ سوائے خاوندوں کے کسی کی طرف اپنی نظر اٹھاتی ہی نہیں۔ اہلِ عرب سخت غیور تھے اور بیوی میں یہ انتہائی خوبی تھی کہ خاوند کے سوا کسی کی طرف نظر نہ ڈالے۔ جنتی ازواج کی یہ پہلی صفت ہے۔

عِیْنٌ: جمع عَیْنَاءُ کی۔ فراخ چشم عورت۔

بَیْضٌ: جمع بیضۃ یہاں مراد بیضۂ شتر مرغ ہے۔ جو قلیل زردی لئے ہوئے سفید ہوتا ہے، یہ بہترین رنگ ہے۔

مَّکْنُوْنٌ: جو غبار اور دھول سے چھپا کر رکھا ہوا ہو۔

یَتَسَآءَلُوْنَ: اس محفل میں ایک دوسرے سے دنیاوی امور حالات سے دریافت کریں گے۔

قَرِیْنٌ: ہم نشین۔ اکثر پاس اٹھنے بیٹھنے والا۔

لَمَدِیْنُوْنَ: دِیْن مصدر سے اسم مفعول جمع جزا اور بدلہ دیئے ہوئے ہوں گے۔

مُّطَّلِعُوْنَ: طَلَعَ طُلُوْع سے باب افتعال اطتلاع تھا۔ ت کو ط بنا کر ادغام کیا۔ اس کے معنی ہیں بلندی سے نیچے دیکھنا۔ کیا تم اس کو دیکھنے والے ہو۔

سَوَآءِ الْجَحِیْمِ: وسط اور درمیان جہنم کے۔

لَتُرْدِیْنِ: رَدِیٰ مصدر سے باب افعال ارداء۔ رَدِیٰ بمعنی ہلاک ہونا۔ ارداء ہلاک کرنا معنی ہیں تو مجھ کو ہلاک کر دینے والا تھا۔

Marfat.com

مُحْضَرِيْنَ: عذاب میں اور جہنم میں حاضر کئے ہوئے۔ موجود کئے ہوئے۔

لِمِثْلِ هٰذَا: قاضی نے لِنَيْلِ مِثْلِ هٰذَا۔لکھ کر معنی کئے کہ جنت کے ایسے مدارج حاصل کرنے کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔

اَلزَّقُّوْمِ: تھوہر کا درخت۔ یہاں مراد ہے۔ تھوہر۔

طَلْعُهَا: پھل کے پہلے پہلے گوشے گچھے تھوہر کے اول گچھوں کے حق میں فرمایا ہے۔

لَشَوْبًا: مصدر ہے اس کے معنی ہیں ملانا۔ باب قَالَ يقُول کی طرح ہے۔ یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے۔ مشوبًا۔ یعنی اُن کے پینے کی شے میں کھولتا ہوا پانی ملا ہوا ہوگا۔

اَلْفَوْا: اِلْفَاء مصدر سے ماضی جمع مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں پانا۔ یعنی انہوں نے اپنے باپ دادا کو پایا معلوم کیا۔ دیکھا۔

اٰثٰرِهِمْ: جمع اثر کی۔ اچھے اور بُرے اعمال کی رواج پائی ہوئی جاری صورتیں۔

يُهْرَعُوْنَ: ھـ ر ع سے باب انعال اھراع سے مضارع مجہول جمع بہت تیز دوڑنا۔ صراح میں لکھا ہے کہ یہ لفظ مجہول استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ اپنے باپ دادا کی رواجی صورتیں ادا کرنے کی طرف بہت تیز دوڑائے جاتے ہیں۔

فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ: نِعْم فعل مدح ہے۔ المجیبُون اس کا فاعل اور مخصوص بالمدح نَحْنُ محذوف ہے۔ یعنی بہت اچھا جواب دینے والے ہم ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی ندا میں امام نے دو قول لکھے ہیں۔

اول۔ غرق سے محفوظ رکھنا، اور ان ایام کی دیگر شدائد سے امن میں رکھنا۔ جمہور کا یہی قول ہے۔

دوم۔ تبلیغ رسالت میں قوم ایذا دہی کے درپے ہوئی اور قتل تک آمادہ ہوگئی۔ اس کے متعلق حق تعالیٰ کے حضور میں دعا کی جو منظور فرمائی گئی۔ اسی بارے میں ارشاد ہے، ہم بہت اچھے قبول فرمانے والے ہیں۔

كَرْبِ: حزن۔ غم۔ مشقت۔ صراح میں ہے ایسا غم جو سانس روک دے۔

شِيْعَتِهٖ: راغبؒ نے شِيْعَتِه کے معنی لکھے ہیں وہ اشخاص جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے۔ صراح میں ہے شیعۃ الرجل آدمی کا ہم خیال، ممد اور ہم اعتقاد۔ یہاں مراد ہے نوحؑ کے ہم اعتقادوں میں سے ابراہیمؑ بھی تھے۔ شیعان ہوا خواہان اہلبیت کو بھی کہتے ہیں۔ جو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت اُمّ المومنین صدیقہؓ اور بعض دیگر صحابہؓ کی سخت بے ادبی کرتے ہیں۔

قَلْبٍ سَلِيْمٍ: بقول قاضی تمام دلی آفات سے سلامتی والا۔ اور ہر قسم کے علاقے سے پاک خاص اللہ تعالیٰ کے لئے خالص رکھ کر گویا بطور تحفہ لایا۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ: قاضی نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن کی قوم نے عید میں باہر چلنے کو کہا۔

Marfat.com

آپ نے ستاروں میں دیکھ کر فرمایا، میں بیمار ہوں۔ پھر لکھا ہے ستاروں کے طلوع غروب میں دیکھا، یا ان کے ملنے اور ایک دوسرے سے دور ہونے کو دیکھا۔ یا کسی علم نجوم کی کتاب کو دیکھا۔ قاضی کا قول ہے کہ ان میں سے جو کچھ دیکھا۔ اُن میں آپ کو ممانعت نہ تھی۔

بعض مسلمان ''بیمار ہوں'' کے قول سے کذب کا احتمال نکال کر باتیں بانتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ بعض حالتوں میں انسان اپنے آپ کو بیمار کہہ دے تو بالکل سچا ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا قول تھا۔ تبھی تو قوم مان کر چھوڑ گئی، اگر آپ کے اس قول پر اعتراضا کچھ کہتے تو پروردگار فرما دیتا۔

باقی حدیث میں جو کچھ مذکور ہے، جن کلمات سے مذکور ہے، بشرط صحت حدیث بلا تاویل صحیح اور سچ ہے۔

فَرَاغَ: رَوْغ رَوَغَان مصدر سے فعل ماضی اس کے معنی ہیں خفیہ طور پر کسی پر جا پڑنا۔

ضَرْبًا بِالْيَمِينِ: يَمِين سے مراد ہے قوت اور زور۔ یا يَمِين سے مراد ہے وہ قسم جو پہلے فرما چکے ہیں۔ تَاللّٰهِ لَا كِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ ہر دو لحاظ سے معنی یوں ہوں گے۔ خفیہ جا کر، چند باتیں کر کے پورے زور سے تبر مارے، اور توڑ پھوڑ دیئے یا اپنی اس قسم کے سب تبر مارا اور توڑا۔

يَزِفُّوْنَ: مصدر زَفّ سے زنیف سے ہے۔ جس کے معنی ہیں چھوٹے چھوٹے قدم بھر کر تیز چلنا۔ قوم کے لوگ حضرت خلیل علیہ السلام کو بلا کر لے جانے کے واسطے بہت تیزی سے چلے آتے تھے۔

تَنْحِتُوْنَ: نحت سے مضارع مخاطب جمع ہے۔ جس کے معنی راغب نے لکھے ہیں۔ لکڑی پتھر یا اور سخت شے کو چیرنا پھاڑنا۔ یہاں مراد ہے کہ پتھر چیر کر بت بناتے ہو۔

فِي الْجَحِيْمِ: جلا دینے والی، سخت بھڑکنے والی آگ۔

اَلْمَنَام: خواب۔ سپنا۔

تَلَّهٗ: تَلّ سے فعل ماضی۔ گرانا۔ یعنی اُسے گرایا۔ لٹایا۔

لِلْجَبِيْنِ: پیشانی کا ایک رخ۔ کنپٹی کے بل لٹایا۔ ذبح کی یہی صورت صحیح ہے۔

اَلرُّءْيَا: فُعْلٰی کے وزن پر۔ جو خواب دیکھا جاتا ہے۔

اَلْبَلٰٓؤُا: مصدر ہے اس کے معنی ہیں آزمانا امتحان لینا۔ یہاں مراد ہے امتحان۔ آزمائش۔

فَدَيْنٰهُ: فَدٰی فِدٰی فِدَاءً مصدر سے فعل ماضی متکلم۔ اس کے معنی ہیں سر بہا دینا، سر کا عوض دینا۔ یعنی ہم نے اُس کے سر کا عوض دے دیا۔ سبحان اللہ کتنا شرف حضرت خلیل علیٰ نبینا و علیہ السلام کو بخشا کہ خود سر بہا عطا فرمایا اس عطا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا شرف بھی ظاہر ہے۔

بِذِبْحٍ: ذِبْح۔ وہ حیوان جو ذبح کے لئے پالا جائے۔

Marfat.com

بٰـرَكْنَـا: برکت سے باب مفاعلہ مُبارَكَةٌ سے فعل ماضی متکلم۔اس کے معنی لکھتے ہیں کہ ہم نے جوشرف جومجد اور جو مکرمت اس کو، اور اسحاق کو بخشی تھی وہ برابر اُن پر قائم رکھی۔ درود میں بھی اس کلمے کے یہی معنی لکھتے ہیں۔یعنی یا اللہ وہ سب شرف۔ مجد۔ اور مکرمت جو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو، اور اُن کی آل کو عطا فرمائی ہیں قائم اور ہمیشہ رکھ۔ جس طرح ابراہیم اور آل ابراہیم کو عطا فرما کر قائم رکھیں۔

مَنَنَّا: مَنٌّ سے فعل ماضی متکلم۔اس کے ایک معنی ہیں نعمت دینا۔ احسان کرنا۔ہم نے احسان کیا۔

اَلْمُسْتَبِيْنَ: باب استفعال ہے۔مبالغہ کے واسطے۔یعنی بہت ہی وضاحت سے اپنے دعاوی بیان کرنے والی۔

اِلْيَاسَ: الیاس علیہ السلام بن یاسین حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

بَعْلًا: ایک قوم کا بت تھا۔

تَذَرُوْنَ: وَذَرٌ سے مضارع معروف ہے، راغب نے لکھا ہے کہ اس کا فعل ماضی استعمال نہیں ہوتا۔اس کے معنی ہیں کسی شے کو اُن کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ترک کر دینا اور چھوڑ دینا۔یعنی تم احسن الخالقین کو بے قدری سے چھوڑتے ہو۔

فِي الْغٰبِرِيْنَ: جمع غابِرٌ کی۔غابِر کے معنی راغب نے لکھے ہیں کہ اپنے ساتھ والوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جانے والا۔

دَمَّرْنَا: تدمیر سے ماضی متکلم بمعنی ہلاک کرنا ہم نے ہلاک کر دیا پچھلوں کو۔

اَبَقَ: اَبَقٌ اِبَاقٌ سے فعل ماضی ہے۔اس کے معنی ہیں غلام کا بھاگ جانا۔باب ضَرَبَ ، و نَصَرَ سے۔

مَشْحُوْنِ: شَحْن مصدر سے اسم مفعول اس کے معنی ہیں پُر کرنا۔ بھرنا۔ کشتی بھری ہوئی میں۔

سَاهَمَ: باب مفاعلہ مساھمۃ سے فعل ماضی قرعہ ڈالا۔

مُدْحَضِيْنَ: دحض بمعنی پھسلنا سے باب افعال اِدْحَاض۔ پھسلانا۔ پھسلائے ہوؤں میں سے ہوگیا۔مراد ہے کہ قرعے میں مغلوبین میں سے ہوگیا۔

فَالْتَقَمَهُ: لقمہ سے باب افتعال ہے اِلتقام نگل جانا۔نگل گئی اُس کو مچھلی۔

بِالْعَرَآءِ: مکان خالی کو عراء کہتے ہیں۔ابو عبید نے کہا ہے کہ اُس جگہ میں کوئی درخت یا کوئی اور شے نہیں ہوتی جو اس کو چھپائے مدتِ قیام۔حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے۔مقاتل کا قول ہے تین دن رہے۔عطاء کا قول ہے سات دن۔ضحاک کا قول ہے بیس دن۔کلبی کا قول ہے چالیس دن۔امام نے لکھا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ ان حضرات نے کس کس دلیل سے یہ مدت قائم کی ہے۔یعنی صحیح حدیث سے کوئی مدت ثابت نہیں۔

مِنْ يَّقْطِيْنٍ: امام نے مبرد اور زجاج کا قول نقل کیا ہے۔ان ہر دو کا قول ہے کہ يَقْطِين ہر اُس بیل کو کہتے ہیں جو زمین پر بچھی ہوئی پھیلتی ہے مثل کدو۔حنظل اور تربوز وغیرہ کی۔حضرت ابن عباسؓ کے پاس ذکر ہوا کہ کدو کے پتے يَـقْطِين ہیں۔ آپ نے فرمایا کدو کو شجر میں کس نے شامل کیا ہے؟ پھر فرمایا کہ ہر وہ درخت جس کا پتا بہت چوڑا ہو، اور شے کو ڈھانپ سکے

Marfat.com

يَقْطِيْن کہلاتا ہے یعنی يَقْطِيْن نہ کوئی بیل ہے، نہ درخت بلکہ ہر چوڑے فراخ پتے کو کہتے ہیں۔ امام نے یہاں واحدی کا قول نقل کیا ہے کہ مفسرین نے یہاں دو باتیں ذکر نہیں کیں۔

اول۔ یہ يَقْطِيْن یہاں پہلے نہ تھا اب اگایا۔

دوم۔ وہ اتنا اونچا کیا گیا جس سے سایہ حاصل کیا جا سکتا تھا۔ زمین پر بچھا نہ تھا۔

اِنَاثًا: جمع انثی۔ مادہ۔ عورت

اِفْكِهِمْ: صفو سے باب افتعال ہے۔ اصطفاء کے معنی قاضی نے لکھے ہیں اشیاء میں سے بہتر شے لینا۔ صفوۃ الشيء۔ بہترین شے۔ گویا اتخاذ خاصہ میں استعمال ہوا ہے۔ پھر ت کو بوجہ ص، ط بنایا۔ اصل میں ءَ اِصْطَفٰى تھا۔ ہمزہ استفہام کے سبب وصلی ہمزہ گر گیا۔ اَصْطَفٰى ہوا۔

بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا: یعنی اللہ تعالیٰ اور قوم جنات کے درمیان سلسلہ نسب قائم کر رکھا ہے۔ امام نے چند اقوال میں سے یہ قول اقرب الی القبول قرار دیا ہے کہ مجوس نے یزدان کے ساتھ اہرمن بنا رکھا ہے، یزدان سے مراد خدائے پاک ہے۔ اور اہرمن سے مراد شیطان۔ یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ: عَلَيْهِ کی ضمیر مجرور اللہ کی طرف راجع ہے۔ مراد ہے کہ اللہ کے دین کے خلاف تم بگاڑنے اور گمراہ کرنے والے نہیں ہو۔ مگر اُسی کو جو جحیم میں جلنے والا ہے۔

اَبْصِرْهُمْ: صراح میں اس کے معنی دیکھنا کے لکھے ہیں۔ یعنی تو ان کو دیکھ۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورۃ صٓ ۔ مَکِّیَّہ ۔ آیات ۸۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ذِی الذِّکۡرِ: بہت بڑی شہرت رکھنے والا، یاذکر سے مراد ہے بیان۔ بہت سے بیانات والا۔

عِـزَّۃٍ: امام نے لکھا ہے کہ عزت سے یہاں مراد ہے انسان کی وہ بڑائی اور عظمت جواپنی ذات میں سمجھتا ہے اور اس وجہ سے کسی غیر کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور نہ کسی غیر کی ماتحتی کرتا ہے۔

شِقَاقٍ: اس کے معنی امام نے لکھے ہیں کہ اپنے آپ کو اپنے مخالف کے مساوی اور برابر سمجھ کر، یا خود کو اُس سے افضل جان کر اظہارِ مخالفت کرنا۔ شق سے باب مفاعلہ کی مصدر ہے۔ شق کے معنی طرف کے ہیں یعنی یہ ایک طرف ہے، مخالف دوسری طرف۔

لَاتَ: یہ لامشابہ بِلَیۡس ہے۔ جب یہ حِیۡنَ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ت ملا کر بولتے ہیں۔ نہیں ہے وقت۔

مَنَاصٍ: قاضی نے نَاصَہٗ یَنُوۡصُہٗ سے مَنَاصٌ اسم ظرف بنایا ہے۔ اس سے فوت ہوگیا، یعنی اس کے قابو سے نکل گیا۔ اس میں فوت سے مراد موت نہیں اس لحاظ سے مناص کے معنی بچ کر نکلنے کی جگہ ہے۔ جائے نجات۔ امام نے جائے نجات کے ساتھ غوث فریادرس بھی لکھے ہیں۔

عُجَابٌ: مبالغے کا وزن ہے۔ بہت ہی تعجب میں ڈالنے والی شے۔ بعض شد سے پڑھتے ہیں۔ مثل کُبَّارٌ کی۔

اَلۡمَـلَاُ: ایسے اشخاص کی جماعت کو کہتے ہیں کہ جب وہ کسی مجلس میں آ بیٹھیں تو اُن کی حاضری آنکھوں کو اور دلوں کی ہیبت رعب اور عظمت سے بھردے۔

مِلَّۃِ الۡاٰخِرَۃِ: یہاں ملت آخرہ سے مراد دین عیسوی ہے۔ یعنی اِلٰہًا وَّاحِدًا تو اس دین میں بھی ہم نے نہیں سنا۔

اَلۡاِخۡتِلَاقٌ: صراح میں اس کے معنی جھوٹ باندھنا لکھے ہیں۔ یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی مختلق گھڑا ہوا۔

فَلۡیَرۡتَقُوۡا: رَقِیَ بمعنی سیڑھی پر چڑھنا سے باب افتعال اِرۡتِقَاء سے امر غائب جمع ہے۔ رَقِیَ یَرۡقٰی اور ارۡتَقٰی یَرۡتَقِیۡ کے ایک ہی معنی ہیں۔ زینے پر چڑھنا۔

اَلۡاَسۡبَـابِ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں آسمان کے زینے یا اُس کے کنارے۔ اُس کے دروازے معنی ہیں انہیں چاہئے کہ آسمان کے زینوں میں چڑھ جائیں۔

جُنۡدٌ مَّا: یہاں مازائد قلت کے معنی دیتا ہے یعنی ان کفار کا قلیل سا لشکر ہے۔ عنقریب ہزیمت خوردہ ہوگا۔

ذُو الۡاَوۡتَـادِ: جمع وَتَدٌ میخ۔ کیلا۔ قاضی نے اس کی تاویل کی ہے۔ بہت پختہ ملک والا۔ یا بہت کثیر لشکروں اور فوجوں

Marfat.com

والا۔ کیونکہ یہ بھی باعث قوت ہوتی ہے یا مجرم کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گڑوا دیتا حتیٰ کہ وہ مرجاتا۔

اَلْئَیْکَۃِ: ایک کثیر درختوں کا جھنڈ۔ایک قوم ایسے موقع پر آباد تھی۔

فَوَاقٍ: اس کو فُواق بھی پڑھتے ہیں۔اس کے معنی ہیں قلیل وقت یعنی اسرافیل علیہ السلام کے نفخے کے لئے قلیل سے قلیل وقفہ بھی نہیں ہوگا۔متواتر لگاتار بجتا جائے گا۔

قِطَّنَا: صراح میں اس کے معنی نامہ لکھے ہیں، مراد ہے عمل نامہ۔امام نے لکھا ہے کہ مومنین کے وعدۂ جنت پر مشرکین نے استہزاءً کہا کہ ہم کو ہمارا اعمال نامہ ابھی دیا جائے۔

ذَالْاَیْدِ: ذا بمعنی صاحب اور اید بمعنی قوت۔وہ قوت والا تھا۔یعنی وہ اس قوت کا مالک تھا جس کے سبب وہ ہر مامور بہ کے کرنے اور ہر منہی عنہ کے ترک پر قادر تھا۔یہاں دینی قوت مراد ہے۔

شَدَدْنَا مُلْکَہٗ: ہم نے مضبوط کیا اُس کا ملک، ہیبت۔نصرت اور کثرت جنود سے۔

اَلْعَشِیِّ: زوالِ آفتاب کے بعد غروب تک کا وقت یا برابر طلوع فجر تک کا وقت۔امام نے عصر سے غروب تک کہا ہے۔

اَلْاِشْـــرَاقِ: وہ وقت جب آفتاب پوری روشنی پر ہو جائے اور اس کی شعاعیں تیز ہو جائیں تو وہ وقت اشراق ہے۔اسی وقت کو ضحٰی بھی کہتے ہیں۔

مَحْشُوْرَۃً: اور پرندے اس کے پاس جمع ہو جاتے اور تسبیح میں ہم آواز ہوتے۔

کُلٌّ لَّہٗ اَوَّابٌ: امام نے اس کے دو معنی کیے ہیں۔

اول۔ پہاڑ اور پرندے اس کی تسبیح پڑھنے میں ہر وقت اس کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ یہ نہ ہوتا تھا کہ کبھی ہوتے کبھی نہ ہوتے، جسے اتفاقیہ کہتے ہیں۔

دوم۔لہٗ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے، یعنی یہ سب کے سب داؤد علیہ السلام اور پہاڑ، اور پرندوں میں سے ہر ایک اللہ ہی کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔مقصد سب کا تسبیح اجتماعی میں رضاءِ الٰہی تھا۔

اَلْحِکْمَۃَ: یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نویں صفت ہے۔یعنی نویں فضیلت ہے۔امام نے لکھا ہے کہ انسان کے لئے تین قسم کی فضیلتیں ہوتی ہیں۔نفسانیہ۔بدنیہ۔خارجیہ پھر فضیلت نسانیہ دو قسم پر ہے۔علمیہ۔علمیہ، علمیہ یہ ہے کہ اُس کے تصورات تمام حقیقی اور اصلی ہوں اور تمام تصدیقات طاقتِ بشری کے مطابق نفس الامری اور واقعی ہوں۔اور فضیلت عملی یہ ہے کہ انسان ایسا درست اور صحیح عمل بجالائے جو دنیا اور آخرت میں پورا پورا مفید ہو۔ایسا علم یعنی ایسا اعتقاد کسی قسم کی تبدیلی کا احتمال نہیں رکھتا اور ویسا عمل کسی قسم کا ضعف اپنے اندر نہیں رکھتا۔اسی علم و عمل کا نام حکمت رکھا گیا ہے۔یعنی بہت قوی اور مضبوط علم و عمل کی استعداد۔

فَصْلَ الْخِطَابِ: یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دسویں صفت یا فضیلت ہے۔اس کے معنی امام نے، علامہ الوسی نے اور

Marfat.com

قاضی بیضاوی نے ملتے جلتے لکھے ہیں۔ بلکہ بعض عبارتیں بھی ایک ہیں۔

خیر۔ خلاصہ یہ ہے کہ فصل مصدر بمعنی فاعل یا بمعنی مفعول۔ اور خطاب بمعنی مخاصمت ہے یعنی جھگڑا۔ اور خصومت کو چکا دینے کی قوت دی جس کی ایک صورت یہ تھی کہ شہادت پیش کرنا مدعی پر لگا دیا۔ اور قسم مدعا علیہ پر۔ یعنی مخاصمت چکا دینے کی خوبی اُن میں خاص تھی۔ یا فصل الخطاب سے مراد یہ ہے کہ جو مطلب کسی سے بیان کرنا ہوتا تھا، اس کو ایسا صاف اور واضح بیان فرماتے کہ دوسری چیز کی آمیزش سے بالکل پاک ہوتا۔ یعنی آپ کا کلام مخاطب کے واسطے مفصول ہوتا۔ غیر ضروری بات درمیان میں نہ ہوتی۔

نَبَؤُ الْخَصْمِ: نَبَؤٌ بمعنی خبر عظیم خصم مصدر ہے بمعنی مخاصم خصومت کرنے والا۔ یہاں مراد جمع ہے خصومت کرنے والے کم از کم دو مراد ہیں۔

تَسَوَّرُ والْمِحْرَابَ: سُوْرٌ شہر پناہ یہاں مراد ہے بلند دیوار۔ تَسَوَّرُوْ۔ اس کے اوپر چڑھ گئے۔ المحراب بالا خانہ۔ یعنی بجائے دروازے سے داخل ہونے کے دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے۔

فَفَزِعَ: حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے ایام تقسیم کر رکھے تھے۔ ایک دن مشاغل دنیا کا۔ ایک دن فیصلوں کا۔ ایک دن وعظ تبلیغ کا۔ ایک دن عبادت کا۔ اُس دن دروازہ بند رہتا۔ دو فرشتے اس صورت سے داخل ہوئے۔ آپ خوف زدہ ہو کر گھبرا گئے، انہوں نے معلوم کر کے کہا ڈریئے نہیں۔ ہم دو مخاصمت کنندہ ہیں۔ ایک نے دوسرے پر زیادتی کر رکھی ہے۔

وَلَا تُشْطِطْ: شط سے باب افعال ہے۔

اِشْطَاطٌ: یہ فعل نہی ہے۔ اس کے معنی فیصلے میں جور کرنا لکھے ہیں۔ یعنی ہمارا فیصلہ کرنے میں ظلم نہ کیجئے۔ اور ہمیں طریق وسط عدل کی ہدایت فرمائیے۔

نَعْجَةً: دنبی۔ بھیڑ۔ اہلِ عرب اس سے عورت مراد لیتے ہیں۔ یہاں عورت اور بیوی مراد ہے یعنی اُس کے پاس ایک کم سو بیویاں ہیں۔ میرے پاس ایک۔ یہ میری ایک بھی اپنی کفالت میں نکاح کر کے لینا چاہتا ہے۔ اور بات کرنے میں مجھے لاجواب کر دیا ہے۔ میں اس کی تردید نہیں کر سکا۔

اَکْفِلْنِیْهَا: قاضی نے اس کے معنی کئے ہیں، مالک بنا دے مجھے اس کا۔ حقیقت میں ہے کہ مجھے اس کا کفیل بنا دے کہ میں اس کو اپنے اہل میں شامل کرلوں۔

عَزَّنِیْ: صراح۔ عَزَّ یَعُزُّ مثل مَدَّ یَمُدُّ غالب ہونا۔ مجھ پر غالب آ گیا ہے۔

فِی الْخِطَابِ: باہم گفتگو کرنا۔ اپنے اس مطلب بیان کرنے میں مجھ پر غالب آ گیا ہے۔

بِسُؤَالِ: سُؤَال مصدر ہے اور اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے۔ یعنی تیرے مخاصم نے تجھ سے دنبی مانگنے میں تجھ پر ظلم کیا ہے، یہ ظلم کا حکم یا تو مدعا علیہ کے اعتراف کے بعد یا مدعی کی صدق معلوم کر لینے کے بعد فرمایا ہوگا۔

Marfat.com

اَلْخُلَطَآءِ: جمع خَلِيط وہ شخص جواپنا مال دوسرے شخص کے مال سے ملاکر اُس کا شریک ہوگیا ہو۔یعنی مال میں شرکت رکھنے والے۔

لَيَبْغِيْ: بَغْىٌ سے مضارع موکد بنون خفیفہ لَيَبْغِيَنْ تھا۔ضرور تعدی کرتا ہے بعض اُن کا بعض پر۔

وَقَلِيْلٌ مَّاهُمْ: اس میں ما زائد ہے۔یعنی ایمان اور عمل صالح والے تھوڑے ہیں۔

فَتَنّٰهُ: ہم نے اُس کو اس امر میں مبتلا کیا ہے۔یا ہم نے اس کا امتحان لیا ہے۔اس فیصلے میں کہ وہ متنبہ ہوتا ہے یا نہیں۔

خَرَّ رَاكِعًا: خُرُوْر مصدر سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں منہ کے بل گرنا۔

یعنی معافی مانگی،اور سجدہ کرنے کو منہ کے بل گر گیا۔

قاضی بیضاوی نے اس واقعہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ آپ کے دل میں خیال گزرا کہ دوسرے کی ایک شے بھی آپ کی ہو جائے،حالانکہ پہلے اس قسم کی کئی اشیاء آپ کے پاس موجود تھیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مثال سے متنبہ فرمایا۔آپ فوراً سمجھ کر معافی مانگنے لگے،اور سجدے میں گر پڑے۔اور وہ روایت جس میں ہے کہ آپ کی نگاہ ایک عورت پر پڑی جس سے انتہا درجے کی محبت ہوگئی اور بعد کوشش اس سے نکاح کیا۔اس کے بطن سے حضرت سلیمان علیہ السلام پیدا ہوئے۔اگر روایت شرائط سے صحیح ہے تو شاید دوسرے شخص کی مخطوبہ (منگنی کی ہوئی،یا ابھی سوال نکاح پیش کی ہوئی سے جسے مخطوبہ کہہ سکتے ہیں) یہ صورتِ حالات پیش آئی ہو،جس سے اُس شخص کے نکاح میں رکاوٹ پیدا ہوگئی ہو۔

اور وہ قصہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ اوریا کی بیوی تھی اس کی خاطر اوریا کو کئی بار جہاد میں بھیجا،اور حکماً تاکید فرمائی کہ آگے نکل نکل کر لڑے۔حتیٰ کہ وہ شہید ہوگیا۔آپ نے اس کی عورت سے شادی کی جس سے محبت ہو چکی تھی۔

قاضی بیضاوی لکھتا ہے یہ قصہ سراسر غلط جھوٹ اور فاسد ہے۔اسی واسطے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق وہ حدیث بیان کی جو قصہ گو واعظ بیان کرتے ہیں تو میں اس کو ایک سو ساٹھ دُرے لگاؤں گا۔

زُلْفٰى: نزدیکی۔منزلت۔درجہ

وَحُسْنَ مَاٰبٍ: بہترین لوٹنے کی جگہ مراد جنت۔

هَوٰى: دلی مرضی۔دلی خواہش۔یعنی اپنے دل کی مرضی نہ کر۔

بَاطِلًا: یہ کلمہ صفت ہے مفعول مطلق محذوف کی۔یعنی خلقا باطلا۔بے فائدہ اور فضول نہیں پیدا کئے گئے کہ ان میں کوئی حکمت نہ ہو۔یا خلقنا کی ضمیر متکلم کا حال ہے ذوی باطل کی تاویل میں یا اولی بطلان بمعنی مبطلین عابثین۔

ظَنُّ: یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے۔یعنی مظنون یعنی یہ کفار کے ظن میں آئی ہوئی بات ہے۔

Marfat.com

لِيَدَّبَّرُوْا: اصل میں تھا لیتدبروا۔ ت کو د بنا کر ادغام کیا۔ (الوسی) تاکہ فکر کریں۔

بِالْعَشِيِّ: روح المعانی میں راغب کے قول سے اس کے معنی لکھے ہیں زوال شمس کے وقت سے طلوع فجر تک کے وقت کو عشی کہ سکتے ہیں، بعض نے کہا ہے زوال سے آفتاب غروب ہونے تک۔ یہاں امام نے عصر کے وقت سے غروب آفتاب تک کا وقت مراد لیا ہے۔

اَلصّٰفِنٰتُ: جمع صافن۔ وہ گھوڑا جو تین پاؤں پر کھڑا ہو کر چوتھے پاؤں کے سُم کا صرف اگلا کنارہ زمین پر لگائے۔ اس صورت پر صرف عربی نسل رکھنے والا گھوڑا کھڑا ہوتا ہے۔

اَلْجِيَادُ: جمع جواد کی، یا جود کی۔ بعض نے جَیِّد کی جمع لکھا ہے۔ رفتار میں پوری پوری طاقت خرچ کر دینے والا گھوڑا۔

امام نے اس وقت کے پیش ہونے والے گھوڑوں میں یہ دو صفتیں لکھی ہیں۔ حالتِ قیام میں پورا اطمینان اور بوقت رفتار انتہائی سُرعت۔

قِصَّہ: قاضی نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دمشق اور نصیبین میں جہاد کیا، وہاں سے ایک ہزار گھوڑی ہاتھ لگی۔ بعض نے کہا ہے عمالقہ کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام نے جہاد کیا۔ وہاں سے مال غنیمت ملا۔ وہ آپ نے پیش کرائیں، غروب آفتاب تک اسی شغل میں مشغول رہے۔ بعض نے کہا ہے نمازِ عصر فوت ہوگئی، بعض نے کہا ہے اُس وقت کا کوئی وظیفہ فوت ہوا۔ اس پر بہت غم کیا۔ وہ گھوڑے گھوڑیاں واپس منگوا کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قربانی کے طور پر ذبح کر دیئے۔

اَحْبَبْتُ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ: قاضی نے عَنْ کو عَلٰی کے معنی میں لے کر اَحْبَبْتُ کو اٰثَرْتُ کے معنی میں کر کے ترجمہ اس طرح بنایا ہے کہ میں نے اپنے رب کے ذکر پر اس مال کثیر کی محبت کو ترجیح دی ہے۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ دوسری تاویل قاضی نے یہ کی کہ اَحْبَبْتُ بمعنی تقاعدت کے لے کر حب الخیر کو مفعول لہٗ بنا کر ترجمہ کیا۔ یعنی اپنے رب کے ذکر کی بجائے اس مال کثیر کی محبت کے لئے جم کر بیٹھ گیا ہوں۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

رُدُّوْهَا: اس میں ضمیر ھا صٰفِنٰت کی طرف ہے۔ یعنی دوبارہ گھوڑے میرے پیش کرو۔ چنانچہ پیش ہوئے جو آپ نے ذبح کرا دیئے۔

فَطَفِقَ: مَسْحًا: قاضی نے معنی کئے ہیں اخذ یَمْسَحُ بالسَّیف تلوار سے ہاتھ پھیرنے لگے، ذبح کرنے لگے۔ قاضی اسی قول پر ہے کہ ذبح کر دیئے گئے۔ ایک قول ہے کہ پیار اور محبت سے گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرے۔

ان آیات کے ذیل میں مفسرین نے چند وجوہ سے اختلاف کیا ہے۔

۱۔ گھوڑے دیکھنے میں نمازِ عصر فوت ہوئی یا کوئی وظیفہ

۲۔ گھوڑے واپس بلائے یا آفتاب نکلنے کی عرض کی۔

۳۔ گھوڑے واپس منگوائے تو ان کو لِلّٰہ ذبح کرا دیا یا نظر ثانی کی۔

Marfat.com

امام رازی نے اچھی تفصیل سے ثابت کیا ہے کہ نماز فوت ہوئی، نہ گھوڑے ذبح ہوئے اور نہ ہی آفتاب مغرب سے طلوع ہوا۔ ہم یہاں امام کی تفصیل کا خلاصہ لکھ دیتے ہیں۔

اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ : بے شک میں نے اپنے رب کے ذکر یعنی توراۃ سے اس (گھوڑوں کے) مال کی محبت پیدا کی ہے۔ یا میں نے اس مال کی محبت اپنے رب کی کتاب سے لازم کر لی ہے۔ گویا ان کی دیکھ بھال بھی ایک عبادت ہے۔ ترک وظیفہ بھی عبادت ہی کے شغل میں ہوا۔ حاضرین کے رفع وساوس کو فرمایا ہوگا۔ یعنی اس مال سے اتنی شدید محبت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور اس کے امر سے حاصل ہوئی ہے، دلی خواہش اور دنیاوی عرض سے نہیں کہ ناجائز اور مکروہ ہو۔

حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ رُدُّوْهَا عَلَیَّ: اس کلام مبارک میں دو ضمیریں ہیں جن کے مرجع میں چار احتمال ہیں توارت میں ھِیَ اور رُدُّوْھا میں ھا۔

احتمال اول۔ ہر دو کا مرجع سورج ہے جو قرائن سے مذکور ہے۔ یعنی عشی سے مفہوم ہوتا ہے۔ مشغول رہے، حتی کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر بصورت دعا عرض کرتے ہیں (اے موکلان قضا وقدر) سورج میری طرف واپس لاؤ۔

احتمال دوم۔ یہ دونوں ضمیریں صافنات کی طرف راجع ہیں یعنی گھوڑے نظر سے اوجھل ہو گئے۔ فرمایا واپس لاؤ۔

احتمال سوم۔ پہلی شمس کی طرف ہے، دوسری صافنات کی طرف

احتمال چہارم۔ اس کے اُلٹ۔

ان احتمالات میں سے امام کے نزدیک احتمال سوم اقرب ہے۔ باقیوں کو بعید قرار دیا ہے۔ یعنی سورج غروب ہو گیا۔ فرمایا کہ گھوڑے واپس لاؤ۔ دوبارہ پیش کرو۔ یہ امام رازی کی تفصیل کا بہت مختصر سا خلاصہ ہے۔

علامہ الوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اس موقع پر امام کی تفصیلی تاویلات کی تردید کر کے جمہور کی تفسیر اور تاویل کو احسن قرار دیا ہے۔ جو قاضی بیضاوی کے قول سے درج کی جا چکی ہے۔

صاحب ذوق روح المعانی کی طرف رجوع فرمائیں۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ: الآیۃ۔ فتن فتنہ سے ماضی متکلم ہے۔ بے شک ہم نے آزمائش کی سلیمانؑ کی، اور اس کی کرسی پر ہم نے ایک جسم بے روح ڈالا۔ قاضی نے اس کے متعلق تین قصے لکھے ہیں۔ جن میں سے ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ ہم یہاں اُسی پر اکتفا کرتے ہیں، روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا (شاید یہ دل میں کہا ہو) کہ آج رات ستر بیویوں سے ہم بستر ہوں گا۔ ہر ایک، ایک مجاہد سوار جنے گی۔ جو فی سبیل اللہ جہاد کریں گے لیکن انشاء اللہ نہ کہا۔ چنانچہ آپ اُن کے پاس گئے مگر صرف ایک ہی حرم حاملہ ہوئیں، اور ایک ادھورا بچہ جنا (جو دایہ نے آپ کے تخت پر لا رکھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر انشاء اللہ کہہ دیتا تو سب

Marfat.com

(بیٹے سوار ہوکر) جہاد کرتے۔

لَایَنْبَغِیْ: بَغْیٌ سے باب انفعال ہے، اس کا خاصہ ہے مطاوعت فَعَلَ۔ جیسے بَغَی الْمَالَ فَانْبَغٰی۔ اُس نے مال چاہا۔ پس پالیا۔ اس کے معنی ہوئے کہ میرے جیسی بادشاہی چاہے بھی تو نہ پائے۔ قاموس میں ہے آسان ہونا یعنی کسی کو سہل اور آسان نہ ہو۔

فَسَخَّرْنَا: تسخیر سے ماضی متکلم کا صیغہ ہے۔ یہ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں دوسرے کو فرمانبردار کرنا۔ ہم نے ہوا اُس کے مطیع کردی۔

رُخَآءً: قاموس میں اِس کے معنی لکھے ہیں، نرم ہوا۔ نرمی سے اور ہموار چلتی تھی۔ پوری تابع تھی۔

اَصَابَ: ارادہ کرتا۔ صَوْب مصدر سے باب افعال اصابتہ کا فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی قصد کرنا ہیں۔ (قاموس) یعنی جہاں کا قصد کرتا تھا۔

بَنَّآءٍ: بَانِی سے مبالغہ ہے۔ بہت بڑی عمارتیں بنانے والا۔

غَوَّاصٍ: غوطہ خور

مُقَرَّنِیْنَ: تَقْرِیْن سے اسم مفعول جمع کا صیغہ ہے۔ طوق اور قید میں جکڑے ہوئے، علامہ نے لکھا ہے کہ جنات سے مختلف کام لئے اور سرکش شریروں کو قید کر رکھا کہ امن میں خلل نہ ڈالیں۔ موتی پہلے پہل آپ ہی کے واسطے نکالے گئے۔

اَلْاَصْفَادِ: جمع صِفَاد قید جو پاؤں میں ڈالی جاتی ہے۔ بیڑی۔ طوق جو گلے میں ڈالا جاتا ہے۔

بِغَیْرِ حِسَابٍ: حساب مصدر ہے بمعنی اسم مفعول مُحَاسَبٌ۔ حساب لیا ہوا۔ قاضی نے اس کی دو تاویلیں کی ہیں۔ اول۔ یہ حال ہے اُمْنُنْ کی ضمیر اَنْتَ کا۔ یعنی تو کسی کو دے نہ دے تجھ پر کوئی حساب نہیں۔

دوم۔ حال ہے عطا سے۔ یعنی یہ عطا ہے کثیر، بے شمار، حساب نہ کی ہوئی۔ یا جار مجرور عطا کے متعلق ہے۔ معنی وہی ہیں۔ فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِکْ جملہ معترضہ ہے۔

نُصْبٍ: مفردات میں ہے تَعَب مَشَقَّت صراح میں لکھا ہے۔ بدی و بلا۔

اُرْکُضْ: باب نَصَرَ سے امر حاضر ہے۔ پاؤں ہلانا جیسے سوار سواری کو تیز کرنے کے لئے پاؤں ہلاتا ہے۔ اور ایڑھی مارنا۔ یہاں مراد ہے کہ زمین پر ایڑی مار۔

مُغْتَسَلٌ: قاضی نے معنی کئے ہیں نہانے کے واسطے پانی۔ لغت میں اسم ظرف مقام غسل بھی ہے اور نہانے اور غسل کرنے کا پانی بھی ہے یہاں پانی ہی مراد ہے۔

ضِغْثًا: گھاس، یا اور اسی قسم کی پتلی تیلیوں کا مُٹھا۔

لَاتَحْنَثْ: حِنث۔ قسم کے خلاف کرنا۔ قسم توڑنا۔ تو قسم نہ توڑ، بلکہ قسم پوری کر۔

Marfat.com

بِخَالِصَةٍ: یعنی بِخَصْلَةٍ خَالِصَةٍ ہم نے اُن کوایک خاص خصلت سے مخصوص کر رکھا تھا۔ وہ تھی دارِ آخرت کو ہر وقت یاد رکھنا۔

وَشَرَابٌ: ہر پینے کی شے کو عربی میں شراب کہتے ہیں۔ یہاں پانی مراد ہے۔ نہانے سے بیرونی شکایت رفع فرمائی، پینے سے اندرونی۔

اُولِی الْاَیْدِیْ: اولی جمع ذو کی اور ایدی جمع ید کی۔ چونکہ اکثر کاروبار ہاتھوں سے کئے جاتے ہیں۔ اس واسطے فرمایا، وہ ہاتھوں والے تھے، ہم ترجمہ کرتے ہیں، وہ کارکن تھے۔ اُن کا ہر کام باری تعالیٰ کی مرضی کا ہوتا تھا۔

وَالْاَبْصَارِ: جمع بَصَر بمعنی بَصِیْرَۃ (علامہ) یعنی وہ بصیرت والے تھے۔ ہر شے کا علم اور ہر امر کی معرفت اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق رکھتے تھے۔ یعنی وہ درست علم وعمل والے تھے۔

ذِکْرَی الدَّارِ: یعنی ھِیَ ذِکْرَی الدَّارِ وہ دارِ حقیقی کو یاد رکھنا ہے۔ یہی ان حضرات کی خصلت مخصوصہ تھی۔
اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا نَصِیْبًا مِّنْھَا۔

مُصْطَفَیْنَ: حالتِ جری میں مُصْطَفَیْنَ تھا۔ تعلیل سے یہ صورت اختیار کی۔ مصدر کے معنی ہیں چُن لینا۔ اختیار کر لینا۔ یہ اسم مفعول ہے چُن لئے ہوئے۔

اَخْیَارِ: جمع خَیْر۔ اچھا۔ یہ لفظ شَرّ کی ضد ہے اس کی جمع ہے اشرار۔ یہ لفظ اسم تفضیل بھی ہوتا ہے۔

وَالْیَسَعَ: آپ اخطوب کے بیٹے ہیں، حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کو بنی اسرائیل کے لئے خلیفہ بنایا۔ پھر بعد میں نبوت سے نوازے گئے۔

ذَاالْکِفْلِ: قاضی نے لکھا ہے کہ حضرت یسع علیہ السلام کے پوتے تھے۔ ان کی نبوت اور لقب میں کئی قول ہیں۔ ایک قول ہے کہ ایک سو بنی، بنی اسرائیل کے قتل کے ڈر سے ان کے پاس آئے۔ یہ ان کے کفیل ہوتے رہے، یکے بعد دیگرے مختلف اوقات اور ایام میں آئے ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ ایک صالح آدمی کی معاش کے، اور اُس کے دینوی کام کے کفیل بنے رہے جو دن میں سو نماز پڑھا کرتا تھا۔ اس واسطے ذوالْکِفْل مشہور ہوئے۔

ھٰذَا ذِکْرٌ: یہ اس جماعت برگزیدہ کا ذکر جمیل ہے۔ ہے۔ اس سے صبر۔ استقلال اور تحمل شدائد کا سبق ملتا ہے۔

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ: اس کے معنی ماقبل کی صورت میں لکھے گئے ہیں۔ وہیں دیکھئے۔

اَتْرَابٌ: جمع تِرْب۔ ایک وقت پیدا ہوئے ہوئے۔ مراد ہے ہم عمر۔

نَفَادٍ: ختم ہونا۔ یعنی وہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔

حَمِیْمٌ: کھولتا ہوا پانی۔

غَسَّاقٌ: پیپ۔ زخمی اجسام سے گندہ مادہ نکلا ہوا۔

Marfat.com

اَزْوَاجٌ: جمع زَوْج۔ یہاں مراد ہے اقسام یعنی مذکورہ قسم کے عذاب کی مثل اور عذاب بھی ہوں گے۔

مُقْتَحِمٌ: اِقْتِحَام سے اسم فاعل ہے۔ اِقْتِحَام کے معنی ہیں سخت حالت میں مبتلا ہونا۔ پھنسنا۔ داخل ہونا۔ یہ فوج داخل ہونے والی ہے تمہارے ساتھ۔

لَا مَرْحَبًا بِهِمْ: یہ بددعا ہوگی۔ رؤسا سے متبعین کو۔ آگے متبعین کہیں گے یہی الفاظ یہ عذاب تم نے ہمارے لئے مقدم کر رکھا ہے۔

اَشْرَارٌ: جمع شریر۔ شَر رکھنے والے۔

سِخْرِيًّا: ٹھٹھا۔ مذاق۔ مزاح

زَاغَتْ: زیغ بمعنی ٹیڑھا ہونا سے فعل ماضی یہاں معنی ہیں۔ اُچک گئی۔ چوک گئی۔ نظر نہ پڑے۔

بَشَرًا: یہاں روح المعانی میں ہے کہ بشر جسم کثیف جو نظر آئے اور پکڑا جا سکے، یا ظاہر جسم اور پوست والا جو بالوں سے چھپا ہوا نہ ہو، مثل اُون۔ صوف، اور جت دار حیوانات کی۔

وَقَعُوْا: وَقْعٌ۔ وُقُوْعٌ سے امر حاضر جمع اس کے معنی ہیں۔ گر پڑنا۔ یعنی تم سجدے میں گر پڑیو۔

سٰجِدِيْنَ: تعظیماً و تکریماً۔ یعنی تعظیم اور عزت کے طور پر سجدے میں گر پڑے۔

یہ تو مفسرین نے تاویل کی ہے، ہمارے نزدیک تعمیلاً لامر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا امر بجالانے کے لئے سجدے میں گرے۔

عَالِيْنَ: عُلُوٌّ سے اسم فاعل جمع ہے۔ عُلُو چاہنے والے۔ فوقیت کے مدعی۔ یا تو عُلُو چاہنے والوں سے ہے۔

خَيْرٌ: یہاں یہ اسم تفضیل ہے۔ یعنی ان سے اچھا ہوں۔

Marfat.com

سُوْرَةُ الزُّمَر۔ مَكِّيَّه۔ آيات ۷۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

تَنْزِيْلُ: اس کے معنی ہیں تھوڑا تھوڑا اتارنا۔

اَلْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ: عَزِیْز۔ وہ ذات صاحب قدرت کاملہ جو مغلوب نہ ہو۔

حَكِيْمِ: وہ ذات جو بتقاضاءِ حکمت ہر عمل یا ہر فعل کرے۔ نہ بتقاضاءِ خواہش۔ لہٰذا ان دو صفات کے ضمن میں یہ تین صفات آجاتی ہیں، وہ عالم ہے جمیع معلومات کا۔ وہ قادر ہے جمیع ممکنات پر۔ وہ مستغنی ہے جمیع حاجات سے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا: انزال کے معنی ہیں ایک دفعۃً اتار دینا۔ قرآن مجید کے حق میں یہ دونوں وجہیں کیسے ہوسکتی ہیں۔ امام نے اس موقع پر اس کی اس طرح تاویل کی ہے۔ کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ کی صورت یہ ہے کہ ہم نے قطعی کُلی حکم فرمادیا کہ یہ کتاب تیرے پاس پہنچائی جائے گی۔ یہی ایک دفعۃً اتارنے کا مطلب ہے۔ پھر موقع موقع پر تھوڑی تھوڑی اُتاری گئی۔

يُكَوِّرُ: تکویر باب تفعیل کا مضارع ہے۔ صراح میں اس کے معنی لپیٹنا کے لکھے ہیں۔ یعنی رات کو دن پر، اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔ ایک دوسرے کی جگہ پر لے آتا ہے۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ: نر مادہ۔ بھیڑ بکری گائے اور اونٹ کی جنس سے۔ بھینس، گائے کی جنس میں شامل ہے۔

ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ: تین اندھیروں میں۔ پیٹ کا۔ رحم کا اور مشیمہ بچہ دانی (جیر یا اول کا)

تُصْرَفُوْنَ: صَرْفٌ سے مضارع مجہول ہے۔ بمعنی پھر جانا۔ ہٹ جانا۔ دوسری طرف ہو جانا۔ تم معبود حقیقی کی عبادت چھوڑ کر کدھر پھرے جا رہے ہو۔

وَاِنْ تَشْكُرُوْا: اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ تم سے پسند کرے گا۔ شکر میں تین امر ہونے چاہئیں۔ زبان سے نعمت کا اقرار۔ دل میں منعم کی طرف سے ہونے کا یقین۔ جسم سے اُس کی تعظیم۔

مُنِيْبًا: انابت سے اسم فاعل ہے۔ رجوع کرنے والا ہو کر۔ سب طرفوں سے ہٹ کر۔

خَوَّلَهٗ: تحویل باب تفعیل سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں دینا۔ یا کسی شخص کو کسی شے کا مالک بنا دینا۔ جب اُس کو نعمت دیتا ہے۔

قَانِتٌ: قانت کے معنی امام نے کیے ہیں طاعت کی جنس سے جو جو کچھ مسلمان پر واجب ہو اُس پر پابندی سے قائم رہنے والا۔

اٰنَآءَ الَّيْلِ: رات کی گھڑیاں۔ پہلی درمیانی۔ آخری۔ اٰنَاءٌ جمع اِنًی۔ مثل مِعًی جس کی جمع اَمْعَاء ہے۔ اِنًی کے معنی ہیں وقت کی گھڑی۔

يَحْذَرُ: حَذَرٌ سے مضارع معروف ہے بمعنی پرہیز کرنا۔ خوف کرنا۔ ڈرنا۔

Marfat.com

یُوَفّٰی: مصدر توفیۃ باب تفعیل سے مضارع مجہول۔ توفیۃ کے معنی پورا پورا حق دوسرے کو دینا۔ صبر کرنے والوں کو اُن کا حق صبر پورا پورا دیا جائے گا۔

ظُلَلٌ: جمع ظُلَّۃ سائبان۔ اوپر اُن کے آگ کے طبقات، اور نیچے بھی آگ کے طبقات جو اُن سے نیچے والوں کے لئے بمنزلہ ظلہ ہوں گے۔

طَاغُوْتَ: بروزن فعلوت۔ طغیانی اور سرکشی کی آخری حد تک پہنچا ہوا۔ بہت سرکش مراد شیطان۔ مبالغہ کا وزن ہے جیسے رحموت۔

اَلْ بُشْرٰی: مصدر ہے خوش خبری دینا۔ یہاں حاصل بالمصدر کے معنی میں ہے۔ خوشخبری۔

تُنْقِذُ: اِنْقَاذٌ باب انفعال سے مضارع مخاطب اس کے معنی ہیں نجات دینا۔ خلاصی دینا۔ کیا تو آگ میں پڑے ہوئے کو نجات دے دیگا۔

غُرَفٌ: جمع غُرْفَۃ۔ بالاخانہ۔

سَلَکَ: سَلْکٌ مصدر سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک شے کو دوسری شے میں داخل کرنا۔ اِس پانی کو چشموں میں داخل کرتا ہے۔

اَلْمِیْعَادَ: وعدے کا وقت۔ یہاں مراد وعدہ ہے۔

یَنَابِیْعَ: جمع ینبوع بمعنی چشمہ، یا کثیر پانی کی چھوٹی نہر۔ واحدی نے اس کا وزن یفعول لکھا ہے۔

یَھِیْجُ: مصدر ھَیْج دھِیَاج و ھَیَجَان سے مضارع معروف۔
پوری خشک ہو جاتی ہے، اور اپنی جگہ سے اکھڑنے اور ٹوٹنے کے قریب ہو جاتی ہے۔

مُصْفَرًّا: بہ سبب سوکھنے کے زرد ہوئی ہو۔

حُطَامًا: شکستہ، ریزہ ریزہ ہو چکی ہوئی۔

لَذِکْرٰی: بمعنی تَذْکِیْر۔ یعنی مصدر ہے یاد دہانی کرانا۔ یاد دہانی کا سامان ہے۔

مُتَشَابِھًا: مُتَشَابِھَۃٌ وہ شے جو کسی دوسری شے سے تشبیہ رکھتی ہو۔ چونکہ قرآن مجید ایک کتاب ہے جو کسی دوسری کتاب سے مشابہت نہیں رکھتی۔ اس واسطے اس کے مطلب کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی ہر ہر سورت معجزہ ہونے میں، بناوٹ اور ترکیب میں۔ معانی اور مطالب کی صحت میں، عام منافع پر دلالت کرنے میں، آپس میں پوری مشابہت رکھتی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک سورت ان صفات میں کمال پر ہو، دوسری قدرے کم ہو۔ بلکہ ہر سورت، ہر آیت، ہر جملہ، ہر کلمہ، اپنی صفات کمالیت میں ایک درجے پر ہیں۔ مشابہت سے یہی مراد ہے۔

مَثَانِیَ: قاضی نے لکھا ہے جمع مُثَنًّی یامَثْنًی یامُثْنًی کی ہے۔ سورۃ الحجر پارہ چودہ۔ رکوع چھ میں اس کلمہ مبارک کے ذیل میں قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ:
مَثَانِیَ مادہ تثنیہ سے بنا ہے، یا ثناء سے۔ پہلے کے معنی ہیں دہرا کرنا اور دوسرے کے معنی ہیں صفت کرنا۔ پہلے معنی کے اعتبار سے مثنی کی جمع یعنی دہری کی ہوئیں۔ بار بار پڑھی ہوئی، نمازوں میں خطبوں میں، وعظوں میں، بیانوں اور حافظوں

Marfat.com

کی منزلوں میں۔ تلاوت کرنے والوں کے حزبوں میں۔ یا ان کے الفاظ ان کے قصص، ان کے احکام، ان کے امثال، ان کے مواعظ وغیرہ دہراد ہرا کر بیان کئے گئے ہیں۔ یا مُثنیٰ کی جمع ثناء سے اسم مفعول صفت کی ہوئیں۔ انسان ان کی صفاتِ کمالیہ میں تعریف کرتا ہے۔ یہ تعریف کی ہوئی ہیں، یا اسم فاعل، یہ اللہ تعالیٰ کی صفت وثنا کرنے والی ہیں۔

تَقْشَعِرُّ: باب افعلال سے مضارع معروف غائب مونث۔ سکڑتے ہیں۔ رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

یَتَّقِیْ: اِتِّقَاءٌ سے مضارع غائب ہے۔ یہ اصل میں اِوْتِقَاءٌ تھا۔ و کو یٰ اور یٰ کو تٔ بنا کر ادغام کیا۔ اس کے یہاں معنی ہیں۔ بچاؤ کرنا۔ آڑ بنانا۔

کیا جو شخص بُرے سخت عذاب سے بچاؤ کی آڑا اپنے منہ کو بنائے گا۔ وہ کیا بچے گا۔

خِزْیٌ: ذلت۔ رسوائی۔

عِوَجٌ: ٹیڑھا پن۔ خلل۔ بغیر کسی ٹیڑھا پن اور خلل کے۔

مُتَشٰکِسُوْنَ: تَشَاکُسٌ سے اسم فاعل ہے۔ قاضی نے اس کے معنی اختلاف کرنا لکھے ہیں۔ یعنی ایک غلام میں چند آقا اختلاف رکھتے ہیں اپنی اپنی خدمت کرانے میں۔ وہ کسی کو راضی نہیں رکھ سکتا۔ امام نے لیث کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ تنازع کرنا۔ اختلاف کرنا۔

بِالصِّدْقِ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دین اسلام کے متعلق فرمائی ہوئی ہر بات، مع قرآن مجید کے صدق میں شامل ہیں۔

مَثْوًی: ثَوِیٌ سے اسم ظرف ہے۔ جائے قیام۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

اَسْوَاَ الَّذِیْ: تا کہ ہٹادے اللہ تعالیٰ اُن سے وہ برائی جو انہوں نے کی۔

اَرَءَ یْتُمْ: یہ ایک محاورہ ہے۔ معنی ہوتے ہیں۔ تم بتاؤ۔

مَکَانَتِکُمْ: مَکَانَۃٌ سے یہاں مراد ہے حالت، یعنی اپنی عداوت اور ضرر رسانی کی حالت پر قائم رہ کر کام کرتے جاؤ۔ میں اپنی تبلیغ کا کام کرتا رہوں گا۔

اِشْمَاَزَّتْ: اِشْمِئْزَازٌ سے فعل ماضی مونث کا صیغہ ہے۔ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں۔ منقبض ہونا۔ یعنی نفرت اور بیزاری کے آثار ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔

بَدَا: بَدْوٌ سے فعل ماضی باب دعا یدعو سے بمعنی ظاہر ہونا۔ ظاہر ہوگا۔

خَوَّلْنٰهُ: مصدر تخویل سے ماضی متکلم۔ بمعنی کسی کو کوئی شے دینا۔ قاضی نے لکھا ہے، تفضلاً کسی کو کوئی شے دینا۔ یعنی جب ہم اُس کو عنایۃً اپنی طرف سے نعمت دیتے ہیں۔

حَاقَ: حَیْقٌ سے فعل ماضی۔ اس کے معنی ہیں احاطہ کرنا۔ یہاں معنی ہیں اُترنا۔ اُترے گا اُن پر وہ عذاب جس کو ٹھٹھا کرتے تھے۔

فِتْنَۃٌ: امتحان۔ بلکہ یہ نعمت امتحاناً دی ہے۔ شکر کرتا ہے یا ناشکری کرتا ہے۔

لَا تَقْنَطُوْا: قُنُوط و قَنْط سے فعل نہی حاضر۔ اس کے معنی ہیں ناامید ہونا۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجیو۔

Marfat.com

وَاَنِيْبُوْا: انابتہ مصدر سے امر حاضر جمع کا صیغہ ہے۔ اپنے رب کی طرف رجوع کرو یعنی ہر معاملے، ہر مطلب اور ہر حاجت کے پورا کرانے کے واسطے ہر قسم کے غیر اللہ سے ہٹ کر اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو کر جم جاؤ۔

يٰحَسْرَتٰى: حَسْرَۃٌ مصدر ہے۔ بمعنی افسوس، پشیمانی، تا اصل میں تی تھا آواز بڑھانے کو ی، الف بنادی۔ اے میری حسرت آ، یہ تیرا وقت ہے۔

فَرَّطْتُّ: تَفْرِيط مصدر سے فعل ماضی متکلم اس کے معنی ہیں کمی کرنا۔ ضائع کرنا۔ جو میں نے اللہ کے حق میں، یا اُس کی عبادت میں یا اُس کے قرب حاصل کرنے میں کمی رکھی۔

جَنْۢبِ اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقصیر کی۔

بِمَفَازَةِ: مُقالید بقول قاضی جمع مِقلِیدُ یامِقْلَاد۔ قاموس میں مِقلاد کے معنی چابی لکھے ہیں۔ بمعنی چابی (قاموس) یعنی آسمانوں اور زمین کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ تمام تصرفات کا اختیار اُسی کے پاس ہے۔

لَيَحْبَطَنَّ: حَبط و حُبُوط مصدر سے مضارع غائب موکد بنون ثقیلہ۔ اس کے معنی ہیں ثواب اور عمل کا باطل ہونا۔ یعنی تیرے عمل باطل ہو جائیں گے۔

مَطْوِيّٰتٌ: طَیّ سے اسم مفعول جمع مونث لپیٹے ہوئے اکٹھے کئے ہوئے۔

فَصَعِقَ: صَعقَةٌ و تَصْعَاقٌ مصدر سے فعل ماضی۔ باب علم سے بے ہوش ہونا۔ زمین اور اسمانوں والے سب بے ہوش ہو جائیں گے۔ سوائے اُن کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا، حضرت جبرائیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام یا عرش اٹھانے والے، اُن پر نفخے سے بے ہوشی نہ ہوگی۔ بیضاوی کے حاشیئے میں ہے کہ نفخے چار ہوں گے۔ دو سورت یٰسٓ میں ہیں مارنے اور زندہ کرنے کے لئے، دو یہ ہیں رعب دینے اور ہیبت سے بے ہوش کرنے کے لئے پھر دوسرا ہوش میں لانے کے لئے۔

قِيَامٌ: مصدر بمعنی اسم فاعل جمع قَائِمُوْنَ کھڑے ہونے والے۔

حَقَّتْ: حَقٌّ سے فعل ماضی مونث۔ اس کے معنی ہیں لازم ہونا۔ ثابت ہونا۔ ثابت ہو گیا حکم عذاب کا۔

زُمَرًا: جمع زُمْرَۃٍ۔ لوگوں کا ایک گروہ کفار گروہ گروہ بنا کر جہنم کی طرف ہنکا کرلے جائے جائیں گے۔

نَتَبَوَّءُ: بَوْءٌ و مَبَاءَۃٌ بمعنی رہنے کی جگہ سے باب تفعل تَبَوُّءٌ۔ کسی جگہ اُترنا۔ یہ مضارع متکلم ہے۔ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں۔ اُترتے ہیں۔

حَآفِّيْنَ: حَفٌّ و حَفَافٌ مصدر سے اسم فاعل ہے۔ باب ضرب سے۔ کسی چیز کے گرد گھیرا ڈالنا۔ لکھتے ہیں حَافِّيْن کا واحد کوئی نہیں۔ کیونکہ ایک شے کو گھیر نہیں سکتا۔ یہ وجہ ہمارے نزدیک وجیہہ نہیں واحد شخص کسی شے کو گھیر سکتا ہے۔ لہٰذا یہ حَافٌّ کی جمع ہے۔

Marfat.com

سُورۃ المُومِن۔ مَکِّیَّہ۔ آیات ۸۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ذِی الطَّوۡلِ: طَوۡل لغت میں اس کے معنی ہیں فضل۔عطا۔قدرت۔غنا۔مستحق عذاب کو معاف کرنا،اور ثواب اور انعام میں وسعت کرنا۔یعنی مذکورہ صفات والا ہے۔

تَقَلُّبُ: علامہ نے تَقَلُّب کے معنی لکھے ہیں ایک علاقے سے دوسرے میں آنا جانا یعنی آزادانہ علاقوں میں ان کا آنا جانا تجھے دھوکا نہ دے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ناراض نہیں۔

لِیُدۡحِضُوۡا: باب افعال ادحاض سے مضارع جمع غائب۔تاکہ اپنے جدال سے حق امر کے دلائل کو باطل کر دیں۔مجرد باب کی مصدر دُحُوض ہے۔حُجت کا باطل ہونا لازم ہے۔

سَیِّاٰتٌ: جمع سَیِّئَۃ۔گناہ۔یہاں بعض نے مراد لی ہے عقوبت۔سزا یعنی گناہ کی سزاؤں سے ان کو بچا۔یا معاصی سے بچا۔

مَقۡتٌ: مصدر ہے بمعنی اَشَدُّ الۡبُغۡض۔یعنی تمہارے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کا بغض ہے،وہ اس بُغض سے کہیں بڑھ کر ہے۔جو تم کو یہاں حشر میں آپس میں ہے۔تابعینوں کو متبوعین کے ساتھ ہے۔

رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ: رَفِیۡع مُبالغے کا صیغہ ہے۔بہت بلند کرنے والا۔

دَرَجٰتِ: ملائکہ کے عرش تک پہنچنے کے زینے مراد ہیں،یا خود آسمان مراد ہیں۔یہ بھی اُن کے لئے بلندی پر جانے کے زینے ہیں۔

یُلۡقِی الرُّوۡحَ: الایۃ۔اِلۡقَاءٌ مصدر سے مضارع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں ڈالنا۔بھیجنا۔بھیجتا ہے۔

الرُّوۡح: اس کے کئی معنی ہیں۔یہاں معنی ہیں وحی۔بھیجتا ہے وحی۔

مِنۡ اَمۡرِہٖ: قاضی نے مِنۡ بیانیہ بنا کر تاویل کی ہے کہ القاءِ روح کا حکم دیا گیا،دوسری تاویل یہ کی ہے کہ مِنۡ ابتدائیہ ہے اور امر مصدر بمعنی مفعول مامور۔مراد ہے وحی پہنچانے والا فرشتہ۔یعنی اس کا مامور فرشتہ وحی پہنچاتا ہے اُس کے بندوں پر جس پر وہ چاہتا ہے۔یہ قاضی کی تاویل کا خلاصہ ہے۔

یَوۡمَ التَّلَاقِ: روزِ قیامت۔اس واسطے کہ خلقت سب جمع ہوگی۔مقاتل نے وجہ تسمیہ میں لکھا ہے کہ اس دن خالق اور مخلوق کی ملاقات ہوگی۔سُدی نے کہا ہے کہ آسمان زمین کی مخلوق ملے گی۔میمون بن مہران نے کہا ہے کہ ظالم مظلوم کی ملاقات ہوگی۔مگر اکثر نے مقاتل کی وجہ پسند کی ہے۔

بَارِزُوۡنَ: بُرُوۡزٌ سے اسم فاعل جمع اس کے معنی ہیں ظاہر ہونا۔ظاہر ہونے والے ہوں گے۔اس کی تاویل میں امام نے

Marfat.com

چند وجوہ لکھے ہیں۔

۱۔ قبور سے نکل کر ظاہر ہوں گے۔

۲۔ زمین بالکل صاف اور ہموار ہوگی۔ اس واسطے لوگ کسی آڑ میں چھپ نہیں سکیں گے۔

۳۔ یہاں بَارِزُوْنَ سے بروز اور ظہور مراد ہے، ان کے اعمال کا، اسرار کا، اور مخفیات کا۔

یَوْمُ الْاٰزِفَةِ: اٰزِف سے اسم فاعل مونث۔ اس کے معنی ہیں قریب ہونا۔ نزدیک ہونا۔ یعنی نزدیک آ جانے والی۔ اس کی تاویل ہے۔ یوم القیامة الآ زفة۔ قریب آنے والی قیامت کا دن۔ یا یوم مُجازاة الآزِفَةِ۔ قریب آنے والی جزا سزا ملنے کا دن۔ لغت میں یوم الآ زفة قیامت کا نام لکھا ہے۔

لَدٰی: پاس۔ عِنْدَ کے معنی بھی پاس ہیں۔ فرق یہ ہے کہ لدٰی ایسے پاس کو کہتے ہیں جو ہاتھ میں، جیب میں، گرہ میں ہو، اور عِنْدَ عام ہے ملک یا قبضے میں ہو، خواہ کہیں ہو۔

حَنَاجِرَ: جمع حنجرة یا حنجور بمعنی حلقوم۔ گلا۔

كٰظِمِيْنَ: یہ كَظْم سے اسم فاعل جمع ہے۔ کہتے ہیں كَظَمَ الْقِرْبَةَ۔ اُس نے مشک پانی سے بھر کر ڈوری سے منہ باندھ دیا کہ پانی نہ بہے۔ یہاں مراد ہے کہ اُن کی حالت ایسی ہے گویا انہوں نے اپنی جان بند کر رکھی ہے۔ نکلنے نہیں پاتی۔ اندر چھلک رہی ہے۔

مِنْ حَمِيْمٍ: قریبی مشفق۔ صدیق۔

خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ: خائنتہ صفت ہے موصوف مقدر کی۔ وہ موصود علامہ النظرة یعنی جاننا ہے۔ آنکھوں کی خیانت کرنے والی نگاہ۔ اس صورت میں اسم فاعل مونث کا صیغہ ہوا۔

اور اس کو مصدر بھی مانا جاسکتا ہے۔ جیسے عافیتہ۔ عاقبتہ۔ یعنی جاننا ہے آنکھوں کی خیانت۔

اٰثَارًا: جمع اثر نشان باقی ماندہ پہلے منکرین، ان موجودہ منکرین سے قوت میں، اور روئے زمین پر مثل محلات اور قلعات وغیرہ کی اپنے نشان چھوڑنے میں بہت بڑھ کر تھے۔ وہ عذاب سے نہ بچ سکے یہ کیا ہیں؟

الرَّشَادِ: درست اور سیدھا رستہ ہدایت والا رستہ۔

دَاْبِ: عادت (ص)

يَوْمَ التَّنَادِ: تَنَاد مصدر ہے۔ یہ قیامت کا نام ہے۔ اس واسطے کہ باہم ایک دوسرے کو بلائیں گے یا دلیل ثبوت کو بہت پکار پکار کر بلائیں گے۔

مُرْتَابٌ: ریب سے باب افتعال اِرْتِیَاب بمعنی شک کرنا ہے۔ اسم فاعل ہے۔ شک کرنے والا۔

اِبْنِ: بناء بَنیٰ سے امر حاضر۔ اس کے معنی ہیں بنانا۔ بنا۔

Marfat.com

صَرۡحًا: بہت بلند بنا۔ بلند عمارت

اَلۡاَسۡبَابَ: جمع سبب۔ سُدِّی نے اس سے آسمانی اُترنے چڑھنے کے رستے مراد لئے ہیں۔ قتادہ نے آسمانی دروازے مراد لی ہے۔

كَيۡدُ: کسی کو نقصان پہنچانے کی تجویز۔

تَبَابٍ: ہلاک ہونا۔ فنا ہونا۔

سَبِيۡلَ الرَّشَادِ: یہ مومن آل فرعون کا قول ہے۔ جو قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی طرف بلاتا ہے کہ اے میری قوم میری اتباع کرو۔ میں تمہاری سبیل رشد کی طرف رہنمائی کروں گا۔ سبِیۡل الرَّشَاد، ایسے رستے کو کہتے ہیں جس پر چلنے والا اپنے مقصود تک پہنچ جائے۔

فرعون نے بھی اس سے نو دس آیت پہلے یہی لفظ اپنے سامعین کے سامنے کہے جو باطل کو حق بتا کر ترغیب دیتا ہے۔ یہ مومن بزرگ حق کو حق بتا کر دعوت ایمان دیتا ہے۔

لَا جَرَمَ: قاضی نے لکھا ہے جَرَمَ فعل ہے۔ بمعنی حَقَّ اور لَا سے ان کے بلانے کو رد کیا ہے۔ یعنی تمہارا بلانا شرک وکفر کی طرف گمراہی ہے۔ آگے جَـرَمَ سے وہ مومن مرد کہتا ہے کہ یہ بات ثابت ہے کہ جس معبود کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، اُن کی طرف سے نہ اس جہان میں، نہ اگلے جہان میں کوئی بلاوا نہیں۔ یعنی انہوں نے اپنی طرف سے کسی کو نہیں بلایا۔ پھر تمہارا اُن کی طرف بلانا، کیا معنی رکھتا ہے۔

مَرَدَّنَا: مَرَدٌّ اسم ظرف۔ لوٹنے کی جگہ یعنی موت کے بعد اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنے کی جگہ ہے۔

اُفَوِّضُ: تَفۡوِیۡض سے مضارع متکلم بمعنی کسی پر کوئی کام چھوڑ رکھنا۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا ہر امر چھوڑ رکھتا ہوں۔

حَاقَ: حَیۡق مصدر سے فعل ماضی مثل بَاعَ کی۔ اس کے معنی ہیں اُترنا اور گھیر لینا یعنی آل فرعون کو سخت تر عذاب نے اُتر کر گھیر لیا۔

غُدُوًّا وَّعَشِيًّا: اے صباحًا۔ و مَسَاءً یعنی فرعونی ایک دفعہ صبح، ایک دفعہ شام، نارِ جہنم کے سامنے لائے جاتے ہیں۔

مُغۡنُوۡنَ: غَنَاءٌ سے بمعنی فائدہ و نفع باب افعال اِغۡنَاءٌ بے نیاز کرنا۔ فائدہ دینا۔ یہ کلمہ اسم فاعل ہے۔ اصل مُغۡنِیُوۡنَ تھا۔

نَصِيۡبًا: حصہ۔ یعنی تم ہم کو آگ کے عذاب سے کچھ حصہ ہٹا کر یا اپنے اوپر برداشت کر کے فائدہ پہنچا سکتے ہو۔

يَتَحَآجُّوۡنَ: باب تفاعل تَحَاجٌّ مصدر سے مضارع جمع غائب۔ جھگڑنا۔ اور یاد کرو وہ وقت جب نارِ جہنم میں کفار جھگڑیں گے۔

تَبَعًا: جمع تابع پیچھے لگنے والا یا مصدر ہے بمعنی اسم فاعل۔ یعنی دوزخ میں کمین لوگ اپنے بڑوں کو کہیں گے۔ دنیا میں ہم تمہارے پیچھ لگو تھے۔ پس کیا اب تم ہم کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہو؟

ضَلٰلٍ: ضَلٰل کے معنی یہاں علامہ نے ضائع ہونے، باطل ہونے اور نامنظور ہونے کے کیے ہیں۔ صراح میں لکھا ہے

Marfat.com

ضائع ہونا۔گم ہونا۔مغلوب ہونا۔

یَقُوْمُ الْاَشْھَادُ : علامہ نے لکھا ہے کہ اَشْھَاد جمع ہے شَھِیْدٌ کی بمعنی شاہد بعض نے کہا ہے جمع شاہد اس کی جمع اس وزن پر آجاتی ہے۔ بعض نے کہا ہے یہ جمع ہے شَھْدٌ کی جو اسم جمع ہے شاھد کی مثل صحب کی جو اسم جماع ہے صاحب کی۔یعنی ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا میں مدد کرتے ہیں اور اس دن مدد کریں گے جس دن شہادت دینے والے سامنے کھڑے ہوں گے۔یعنی بروز قیامت۔

مَعْذِرَتُھُمْ : مَعْذِرَة مصدر میمی ہے۔بہانہ کرنا۔غلطی کرنے کی کوئی وجہ بیان کرنا کہ گرفت سے بچ جائے۔ہمارے ہاں معافی مانگنے کو بھی کہ دیتے ہیں۔یعنی جس روز کہ عذر اُن کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔

اُولِی الْاَلْبَابِ : اُلُوْ جمع ذُو اور اَلْبَاب جمع لُبٌّ۔وہ عقل جو سلیم ہو اور وہم کی ملاوٹ سے پاک ہو۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ : اِستِغْفَار باب استفعال ہے۔اس کا ایک خاصہ طلب ہے یعنی مغفرت وغفران طلب کرنا یہ امر حاضر ہے۔اور ذَنْبٌ صراح میں اس کے معنی گناہ بھی لکھے ہیں۔یعنی تو مغفرت طلب کر اپنے گناہ کی۔علامہ نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ تو دین کی طرف متوجہ ہو اور اس کی بیشی کی تلافی کی طرف متوجہ ہو جو تیرے حق میں بمنزلہ ذنب ہیں اسی کے حق میں اِسْتَغْفِرْ فرمایا ہے،امام نے یہ تاویل کی ہے۔تمام طاعات یعنی عبادتیں دو قسموں میں منحصر ہیں جو باتیں جو اعمال نہ چاہئیں ان سے توبہ کرنا اور جو چاہیں ان میں مشغول رہنا۔پہلی کے لئے فرمایا اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ۔دوسری کے لئے فرمایا وَسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ پھر امام نے کہا ہم ذنب کو محمول کرتے ہیں ترک اولی اور ترک افضل پر یعنی آپؐ سے کوئی فضیلت والا قول فعل وقوع میں آیا اور اُس سے زیادہ فضیلت والا ترک ہوگیا۔اِسی طرح کوئی بہتر شے ترک ہوئی۔اس قسم کے امور آپؐ کی نسبت ذنب ہیں۔ان سے معافی مانگنے کا امر فرمایا۔بعض نے کہا ہے کہ عبدیت کے رو سے ارشاد ہے یا پیشتر نبوت کے قول فعل سے طلب مغفرت کا امر فرمایا۔قاضی کی تاویل علامہ کی تاویل کے قریب ہے۔

دَاخِرِیْنَ : دَخْرٌ دُخُوْرٌ مصدر سے اسم فاعل جمع حالتِ نصبی میں۔اس کے معنی صراح میں لکھے ہیں خوار ہونا باب فتح سے داخل ہوں گے جہنم میں خوار ہو کر۔

تُؤْفَکُوْنَ : اَفْکٌ مصدر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں کسی چیز کا پھیرنا۔ہٹانا۔باب ضَرَبَ سے،تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی توحید چھوڑ کر کس طرف پھیرے جارہے ہو؟

قَرَارًا : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے قرار کے معنی جائے قیام کئے ہیں،صراح میں جائے آرام لکھے ہیں۔علامہ نے مُسْتَقَر کئے ہیں۔جائے قرار۔وہ پاک ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو زندگی میں اور بعد موت کے جائے قرار بنایا۔

اَلدِّیْنَ : یہاں اس کے معنی ہیں عبادت،یعنی شرک جلی اور شرک خفی کی آمیزش سے پاک رکھ کر اس کی عبادت کرو۔

Marfat.com

نُطْفَةٍ: صاف شفاف پانی کا قطرہ۔ مرد کے پانی کا قطرہ۔ منی کا قطرہ۔

عَلَقَةٍ: جمے ہوئے خون کا ایک ٹکڑا۔

اَشُدَّكُمْ: قوت بازو اور عقل کامل ہونے کی عمر۔ یعنی تم اپنی قوت اور عقل کے کمال تک پہنچے۔

اَلْاَغْلٰلُ: جمع غُلٌّ۔ گردن کا طوق جب اُن کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔

سَلٰسِلُ: جمع سِلسِلَۃ۔ زنجیر یعنی طوق اور زنجیر ہوں گے۔

يُسْحَبُوْنَ: سَحْبٌ مصدر بمعنی کھینچنا سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ کھینچے گھسیٹے جائیں گے۔

يُسْجَرُوْنَ: سَجْرٌ مصدر سے مضارع مثل لفظ بالا کی۔ اس کے معنی علامہ نے لکھے ہیں، تنور کو تپانے کے لئے ایندھن سے بھر دینا۔ یعنی کفار و مشرکین دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔

تَمْرَحُوْنَ: مَرَحًا مصدر سے مضارع حاضر معروف۔ مصدر کے معنی ہیں بہت خوش ہونا۔ باب عَلِم سے آتا ہے۔ بہ سبب اس کے کہ تم زندگی میں بہت ہی خوش و خرم رہتے تھے۔ مرنے کا غم، نہ قیامت کا ڈر، اور نہ خدا کا خوف رکھتے تھے۔

مَثْوٰی: ثوی کے ساتھ یہ مصدر میمی ہے بمعنی ٹھکانا۔ قیام گاہ۔ متکبرین کا ٹھکانا بہت برا ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورَۃُ حٰمٓ السَّجدۃ۔ مکّیۃ۔ آیات ۵۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ: یہ سورت کا نام ہے اور ترکیب میں مبتدا۔

تَنۡزِیۡلٌ: مصدر بمعنی مفعول مُنَزَّلٌ اُتاری ہوئی۔ خبر مبتدا بالا کی۔ یا خود مبتدا اور کتاب جو آگے ہے خبر۔

فُصِّلَتۡ: تفصیل باب تفعیل سے فعل ماضی مجہول مونث یعنی الگ الگ کی گئی ہیں آئتیں اس کی بلحاظ مضامین کے، معانی اور مطالب کے۔

قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا: یعنی وہ کتاب قرآن عربی ہے۔ میں مراد رکھتا ہوں قرآن عربی۔

اَکِنَّۃٍ: جمع کِنَانٌ۔ وہ شے جو دوسری شے کو ڈھانپ لے، اور چھپالے۔ ہمارے دل ڈھانپ رکھنے والے تھیلوں میں ہیں۔

وَقۡرٌ: بہرہ پن۔ کان میں بوجھ جو کچھ سننے نہ دے۔ مراد ہے ہم آپ کی نہیں سن سکتے۔

حِجَابٌ: پردہ۔ آڑ۔ جو ہم کو آپ تک پہنچنے نہیں دیتا۔

اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ: میں بشر ہوں مثل تمہاری۔ بعض مسلمان آج کل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک کی شان میں بشر کہنے کو سخت بے ادبی اور بے تعظیمی اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ بعض منہ زور ایسے شخص کو خارج از اسلام سمجھ لیتے ہیں اور عوام کو اس عقیدے پر پختہ کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ بشر آپؐ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، یا خود آپؐ نے، یا کفار نے، مگر یہ قول اُن کا غلط ہے۔ اگر کسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اظہارِ عبدیت کے لئے لفظ بشر کا تلفظ کرلیا جائے کہ آپؐ بشر تھے۔ تو اس میں نہ بے ادبی ہے، نہ کوئی شرعی گرفت ہم اس بارے میں ایک حدیث پوری سند سے نقل کر دیتے ہیں جو امام ترمذیؒ نے اپنی جامع ترمذی کے حصہ شمائل کے باب تواضع میں جناب اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے پھر یہ مدعیان ادب کن کن افرادِ اُمت کے دامن کو بے ادبی کے داغ سے ملوث کرنے کی جرأت کریں گے۔

حَدِیۡث: حدثنا محمد بن اسمٰعیل حدثنا عبداللّٰہ بن صَالِح. حدثنی معاویہ بن صالح عن یحیٰی بن سعید عن عمرۃ قالت قیل لعائشۃ مَاذا کان یعمل رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فی بیتہٖ قالت کان بشرا من البشر یَفۡلِیۡ ثَوۡبَہٗ وَ یَحۡلُبُ شَاتَہٗ وَیَخۡدِمُ نَفۡسَہٗ.

ترجمہ: ترمذی نے کہا۔ حدیث سنائی ہم کو محمد بن اسماعیل (بخاری) نے۔ اُس نے کہا حدیث سنائی ہم کو عبداللہ بن صالح نے۔ اُس نے کہا حدیث سنائی مجھ کو معاویہ بن صالح نے، اُس نے روایت کی یحییٰ بن سعید سے۔ اُس نے روایت کی عمرہ سے۔ اس نے کہا (بطور سوال) (ام المومنین حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم اپنے گھر میں کیا کچھ کرتے تھے؟ آپ نے کہا آپ بشر تھے۔ (نوع) بشر سے۔ اپنے کپڑے میں دیکھ لیتے تھے اور اپنی بھیڑ دوہ لیتے تھے اور اپنا کام بذاتِ خود کر لیتے تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) اب یہ پاکستانی حضرات اپنی اس خود ساختہ بے ادبی اور بے تعظیمی کا چھینٹا۔ محمد بن اسماعیل بخاری۔ عبداللہ۔ معاویہ۔ یحییٰ اور عمرہ میں سے کسی ایک پر یا تمام پر ڈالیں گے۔

صاحبان! یہ لفظ تو اس حدیث کے رُو سے تمام اُمت میں چودہ سو سال سے بولا اور پڑھا جا رہا ہے۔ کیا آپ کے دار العلوموں میں یہ پڑھی پڑھائی نہیں جاتی۔ آپ اس داغ سے کس طرح بچتے ہیں۔ آپ اس وقت بے ادب کیوں نہیں ہوتے اور آپ کے عوام کا یہ خروج عن الاسلام حکم آپ پر کیوں عائد نہیں ہوتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کی جماعت خواص کیا عوام اُمت کے بہتر علماء کو محض بے اثر کرنے کے لئے ایسی کچی باتوں سے ملوث کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر کچھ نہیں ہوتا۔

فَاسْتَقِيْمُوْا: استقامت سے فعل امر جمع۔ راست رہو۔ بالکل سیدھے رہو، اس کی طرف۔

وَيْلٌ: ہلاکت۔ عذاب۔ وادی ہے جہنم میں۔

غَيْرُ مَمْنُوْنٍ: مَنٌّ سے بمعنی قطع اسم مفعول یعنی مومن عامل صالح کے واسطے ہے اجر نہ توڑا ہوا۔ نہ بند کیا ہوا۔

قاضی نے لکھا ہے کہ مریض، بڈھے یا دیگر قسم کے معذور جب اپنے صالح دائمی اعمال کرنے سے رہ جائیں تو زندگی تک اُن کو ان اعمال کا ثواب ملتا رہے گا۔ توڑا نہیں جائے گا۔

اَنْدَادًا: جمع نِدٌّ۔ مقابل کا شریک، ہم مثل۔

رَوَاسِيَ: جمع رَاسِيَة۔ پہاڑ۔

قَدَّرَ: تقدیر مصدر سے فعل ماضی۔ ٹھیک اندازے سے مقرر کی۔

اَقْــوَاتٌ: جمع قُوت خوراک۔ قوت اتنی خوراک جس سے انسان کا بدن قائم رہ سکے۔ اسی طرح تمام حیوانات کی بلکہ نباتات کی خوراک مقرر فرما دی۔

فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ: چار دن میں۔ مفسرین متفق ہیں اس امر پر، کہ خلق ارض دو دن میں اور اس میں پہاڑ اور اقوات معہ دیگر قسم کی نچلی مخلوق دو دن کی مدت میں ہوئی جو پہلے دو سے مل کر چار دن بنے۔ پھر آسمان سبع کی تخلیق دو دن میں ہوئی کل چھ یوم ہوئے اگر یہ چار الگ ہوں تو آٹھ دن ہوتے ہیں جو خلاف بیان قرآن مجید ہیں۔

وَحِفْظًا: یہ مصدر ہے۔ ترکیب میں مفعول مطلق فعل محفوظ کا۔ اصل میں ہے وحَفِظْنٰهَا حِفْظًا۔ اور ہم نے اس کی بہت حفاظت کر رکھی ہے۔

صٰعِقَةً: آگ کا ٹکڑا جو آسمان سے گرتا ہے، اور جس پر پڑتا ہے، جلا دیتا ہے۔

يَجْحَدُوْنَ: جَحْد مصدر سے مضارع ہے۔ جُحُود بھی مصدر ہے جانتے بوجھتے ہوئے کسی چیز کا انکار کرنا۔ وہ جانتے

Marfat.com

ہوئے انکار کرتے ہیں۔

صَرْصَرًا: سخت سرد ہوا جو اپنی سردی سے ہلاک کر دے۔ یہ معنی ابن عباس۔ ضحاک قتادہ اور سدی نے کیے ہیں۔ صِرٌّ سے بنا ہے اور ابو عبیدہ۔ ابن قتیبہ اور طبری نے کہا ہے کہ بہت آواز کرنے والی ہوا مجاہد نے کہا ہے سخت گرم۔ زہریلی صَرٌّ بمعنی گرم سے ہے۔

نَحِسَاتٍ: جمع نَحِسَةٌ کی صفت مشبہ ہے (علامہ) نحس سے ہے جس کے معنی بداختر لکھے ہیں۔ بدنصیب۔ یعنی منحوس ایام میں قاضی نے نَحْسَة کی جمع لکھی ہے۔

خِزْيٌ: بمعنی ذلت (خزی اسم تفضیل بہت ذلیل بنا دینے والا)۔

عَمٰى: قاموس میں اس کے ایک معنی لکھے ہیں۔ بصیرت کا جاتے رہنا۔ یعنی انہوں نے بے بصیرتی اور اندھاپن کو ہدایت پر پسند کیا۔

يُوْزَعُوْنَ: وَزْع مصدر سے باب فتح کی طرح مضارع مجہول ہے۔ وزع کے معنی ہیں روکنا۔ یعنی اگلوں کو روکا جائے تاکہ پچھلے آملیں۔ پس وہ روک روک کر دوزخ کی طرف چلائے جائیں گے۔

اَرْدٰىكُمْ: اَرْدٰی۔ رَدٰی مصدر سے باب افعال ہے۔ رَدٰی کے معنی ہیں ہلاکت اور ہلاک ہونا۔ باب علم سے اَرْدٰی اس سے متعدی ہے۔ ہلاک کرنا۔ یعنی اس ظن نے تم کو ہلاک کر دیا۔

وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا مِنَ الْمُعْتَبِيْنَ: اِسْتِعْتَابٌ طلب عُتْبیٰ۔ عُتْبٰی۔ ناپسندیدگی اور تکلیف کی حالت سے پرمسرت اور خوشی کی حالت میں ہو جانے کو کہتے ہیں یعنی اگر اہلِ جہنم عُتْبیٰ طلب کریں گے تو وہ نہیں دیئے ہوئے ہوں گے۔

مُعْتَبِيْنَ: اعتاب سے اسم فاعل ہے یہاں یہ تَصْيِيْر کے خاصے سے استعمال ہو رہا ہے۔ یعنی یہ صاحب عُتْبٰی نہیں بنائے جائیں گے۔ صاحب قاموس نے عُتْبٰی کے معنی رضا کے لکھے ہیں۔ یعنی اگر وہ رضائے خداوندی طلب کریں گے تو نہ دیئے جائیں گے۔

قَيَّضْنَا: تَقْيِيْض مصدر سے ماضی متکلم مقدر کرنا۔ علامہ نے بصیغہ تمریض سَلَّطْنَا بھی لکھے ہیں۔ یعنی ہم نے مقدر کیے اُن کے لئے دوست اور رفقا۔ یا مسلط کئے اُن پر۔

وَالْغَوْا فِيْهِ: لغو وہ باتیں جن کی نہ کوئی اصلیت ہو، نہ معنی ہوں بلکہ بے فائدہ ہوں لَغَا يَلْغُوْ سے فعل امر ہے۔ مراد خوب شور کرو باتیں بناؤ۔

مَاتَدَّعُوْنَ: دَعْوٰی سے باب افتعال اِدْتِعَاءٌ ہے۔ ت کو دبنا کر دال میں ادغام کیا۔ یہ مضارع جمع حاضر ہے۔ یعنی جو کچھ تم اپنا کہو گے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارا کر دیا جائے گا۔ اصل میں تَدْتَعُوْنَ تھا۔ علامہ نے معنی کئے ہیں جو کچھ تم تمنا کرو گے اور مانگو گے۔

Marfat.com

نُزُلًا: علامہ نے لکھا ہے کہ مشہور طور پر نُزُل اُس کھانے کو کہتے ہیں جو بغیر تکلف کے فوراً مہمان کے واسطے تیار کیا جائے یا کسی آنے والے کی آمد سے اطلاع پا کر آمد سے پیشتر تیار کر رکھا جائے۔

وَلِیٌّ حَمِیْمٌ: ولی۔ مددگار۔

حَمِیْمٌ: قاموس میں اس کے معنی قریبی رشتہ دار کے لکھے ہیں۔

مَایُلَقّٰھَا: لَقَّا یُلَقِّیْ تَلْقِیَۃً ڈالنا۔ بذریعہ الہام یا وحی۔ یہ کلمہ مضارع مجہول ہے۔ یعنی یہ خصلت اور یہ خُو سوائے صابروں اور سعادت کا نصیب وافر رکھنے والوں کے دوسروں پر نہیں ڈالی جاتی۔

یَنْزَغَنَّکَ نَزْغٌ: نَزْغ۔ صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں تباہی ڈالنا۔ بھڑکانا جوش دلانا۔ طعن کرنا۔ مراد ہے چبھونا۔ یعنی اگر شیطان کی طرف سے کوئی مضر صورت رکاوٹ کی دعوت اِلی اللہ سے تیرے پیش آئے، تو اللہ سے پناہ طلب کر۔

لَایَسْئَمُوْنَ: سَأْمٌ. سَاٰمَۃٌ عاجز ہو جانا۔ کسی کام سے اُکتا جانا۔ باب عَلِمَ سے ہے، یہ فعل منفی مضارع غائب ہے یعنی ملائکہ تعمیل حکم سے نہ تھکتے ہیں، نہ اُکتاتے ہیں۔

اِھْتَزَّتْ: ھَزٌّ سے باب افتعال کا فعل ماضی۔ حرکت کرنا۔ زمین ہلی۔

رَبَتْ: اُبھرتی ہے، پھولتی ہے۔ ربو سے واحد مونث فعل ماضی کا صیغہ ہے۔

یُلْحِدُوْنَ: اَلْحَاد مصدر سے مضارع جمع غائب کا صیغہ ہے۔ اِلحاد کے معنی ہیں دین سے پھر جانا۔ یعنی وہ لوگ جو ہماری آیات کی غلط تاویل اور غلط معنی و مطلب مراد لے کر دین حق سے پھرتے ہیں۔

بِالذِّکْرِ: یہاں ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔

لَایَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ: باطل اس تک نہیں پہنچے گا۔ یعنی اس ہماری کتاب پر کفار کے شکوک اعتراضات اور نکتہ چینی کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

ذُوْعِقَابٍ اَلِیْمٍ: عِقَاب۔ راغب نے لکھا ہے کہ عُقُوْبَۃ مُعَاقَبَۃٌ و عِقَابٌ بالخصوص عذاب کے معنی میں ہے۔

ءَ اَعْجَمِیٌّ: قاموس میں اعجمی اور اعجم کے ایک ہی معنی لکھے ہیں۔ وہ شخص جو صاف اور فصاحت سے نہ بول سکے۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ مذکورہ قسم کے شخص کو جیسے اعجمی کہتے ہیں ویسے اس کی کلام کو بھی کہتے ہیں، یہاں یہی مراد ہے اور مطلب یہ لکھا ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو غیر عربی زبان میں اُتارتے تو یہ اہلِ مکہ اور دیگر اہلِ مکہ کہتے کہ کلام غیر عربی ہے جو اہلِ عرب کو سنائی اور منائی جاتی ہے۔

اَکْمَامِھَا: جمع کِمٌّ پھلوں کے خوشے کا پہلا پردہ جو خوشے کو ڈھانپے ہوئے ہوتا ہے۔ خصوصاً کھجور کے خوشے کا پردہ۔

اٰذَنّٰکَ: اِذن سے باب افعال اِیْذَان کا فعل ماضی متکلم۔ اس کے معنی ہیں اطلاع دینا۔ ہم نے تجھ کو بتا دیا ہے۔

مَحِیْصٍ: حَیْصٌ مصدر سے۔ بمعنی راہ سے ایک طرف ہونا۔ محیص اسم ظرف ہے۔ بھاگنے کی جگہ۔

Marfat.com

لَا یَسْئَمُ: نہیں تھکتا اور اکتاتا۔

یَئُوسٌ: اسم مبالغہ یأس سے بہت ناامید۔

قَنُوطٌ: اسم مبالغہ ناامید مصدر بمعنی اسم مفعول۔

اَلْحُسْنٰی: اسم تفضیل مونث صفت موصوف محذوف کی اَلْحَالَتہ الْحُسْنٰی۔

نَاٰیٰ: دور کر دیا اپنے نفس کو۔ یہاں جانب سے مراد اپنا آپ ہے۔

عَرِیْضٍ: مراد ہے کثیر، یا مراد ہے بہت لمبی چوڑی۔

اِنْ کَانَ: اگر ہو یعنی یہ قرآن۔

فِی الْاٰفَاقِ: جمع افق کی۔ مراد ہے، دوسرے ملک جو اسلام میں فتح ہوئے اور اَنْفُس سے خود ان کے وجود جو ان پر مسلمانوں سے حالت گزری۔ واضح ہو جائے گا کہ قرآن توحید رسولؐ۔ اسلام حق ہے۔

مِرْیَۃٍ: شک۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ الشُّورٰی۔ مَکِّیَّہ۔ آیات ۵۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْعَلِیُّ: علا۔ یَعْلُوْ۔ عُلُوٌّ سے مبالغہ کا وزن ہے جس کے معنی ہیں بلند ہونا۔ اونچا ہونا یعنی انتہا درجے کا بلند ہے۔

اَلْعَظِیْمُ: عَظْمَت سے مبالغہ کا وزن ہے۔ اس کے معنی ہیں بہت پھیلاؤ میں ہونا۔ جو احاطے میں نہ آسکے۔ یعنی اللہ کی عظمت انتہا درجے کی ہے۔

یَتَفَطَّرْنَ: باب تفعل تفطُّر چرنا۔ پھٹنا۔ مونث غائب مضارع قریب ہے کہ پھٹ جائیں۔

حَفِیْظٌ: حفظ کی صیغہ مبالغہ ہے حفاظت کرنا۔ یہاں اس کے معنی ہیں محفوظ رکھنے والا جو کسی ان کے چھوٹے بڑے عمل کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ یہ ان کو تنبیہ ہے۔

اُمَّ الْقُرٰی: اُمّ کے معنی ہیں ماں۔ مگر اہلِ عرب کسی شے کے اصل کو اُمّ کہہ دیتے ہیں اور قُریٰ جمع ہے قَرْیَۃ کی گاؤں یہاں اس اسم سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ امام نے اس نام کی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہاں بیت اللہ ہے جو سب سے پہلی انسانی عبادت گاہ ہے اور اس میں مقام ابراہیم ہے۔ اس واسطے یہ تمام شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کا اصل ہے۔

اُنِیْبُ: اِنَابَۃ باب افعال کا مضارع متکلم ہے۔ اس کے معنی راغب نے لکھے ہیں توبہ اور اخلاص عمل کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع رکھنا۔ میں اُسی کی طرف رجوع رکھتا ہوں۔

فَاطِرُ: فَطْر اور فُطُوْر سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے کو لمبائی میں چیرنا۔ یہاں مراد ہے پیدا کرنا۔ پیدا کرنے والا ہے۔

یَذْرَؤُکُمْ: ذَرْءٌ سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی صراح میں لکھے ہیں پیدا کرنا قاضی نے اس کے معنی پھیلانا کئے ہیں۔ یعنی وہ تم کو پھیلاتا ہے۔

مَقَالِیْدُ: جمع ہے مِقْلَاد بمعنی چابی۔ یعنی چابیاں۔ مراد خزانے تمام امور کے۔

یَجْتَبِیْ: اِجْتِبَآءٌ مصدر سے مضارع غائب ہے۔ صراح میں اس کے معنی چن لینا، انتخاب کرلینا لکھے ہیں۔ یعنی اپنی ذات کی طرف، یا دین کی طرف، یا اپنی تبلیغ کی طرف انتخاب کرلیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

بَغْیًا بَیْنَھُمْ: ظلم۔ عداوت اور تجاوز عن الحد کی وجہ سے دین میں تفریق ڈالتے ہیں۔

مُرِیْبٍ: رَیْبٌ کے ایک معنی ظن کے لکھے ہیں۔ (قاموس) مُرِیْب اس سے اسم فاعل ہے۔ ظن میں ڈالنے والا یعنی ایسے شک میں ہیں جو ان کو یقین سے محروم کر کے ظن میں ڈال دیتا ہے۔ ایمان میں جس کا کوئی درجہ نہیں۔

اَھْوَآءٌ: جمع ہے ھَوای کی۔ خواہش چاہت۔ مرضی۔ ان کی خواہشوں اور مرضیوں کی پیروی نہ کرنا۔

Marfat.com

لَاعَدِلَ بَیْنَکُمْ: یہاں اس کے معنی ہیں تا کہ مساوات رکھوں تمہارے درمیان، اپنی کسی بات میں کوئی فرق نہ کروں، کسی بڑے چھوٹے کا، یا اپنے بیگانے کا۔

لَاحُجَّۃَ: مصدر ہے بمعنی احتجاج۔ مخاصمت یعنی اب حق واضح اور ظاہر ہو گیا ہے۔ احتجاج کی حاجت نہیں رہی۔ تمہارا انکار محض عناد اور حسد سے ہے۔

یُحَآجُّوْنَ فِی اللّٰہِ: باب مفاعلہ، مُحَاجَّۃٌ سے مضارع غائب۔ مخاصمت کرتے ہیں اور جھگڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات صفات میں، یا اُس کے دین میں۔

اُسْتُجِیْبَ لَہٗ: اِسْتِجَابَ جوب مصدر سے باب استفعال ہے۔ اس کے اور اَجَاب کے معنی صراح میں ایک ہی لکھے ہیں۔ جواب دینا، قبول کرنا۔ یعنی منظور اور قبول کر لیا گیا۔ اس کے دین کو۔

دَاحِضَۃٌ: باطلۃ۔ دُحُوض مصدر سے اسم فاعل مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں دلیل اور سند کا باطل ہو جانا۔ دعوے کے ثبوت میں ناکامیاب رہنا۔ ان کا احتجاج باطل ہونے والا ہے۔

وَالْمِیْزَانَ: اس کے معنی ہیں ترازو لیکن ابن عباسؓ۔ مجاہدؒ اور قتادہؒ نے یہاں مراد عدل اور انصاف لی ہے۔ یا شرع مراد ہے جس سے حقوق میں عدل کیا جاتا ہے۔

یُدْرِیْکَ: یعنی کس شے نے تجھے عالم بنایا ہے قیامت کے علم کا؟

یُمَارُوْنَ: مُمَارَاۃ مصدر سے مضارع غائب۔ صراہ میں مصدر مِرَاءٌ لکھی ہے، جیسے قاتل کی قتال بمعنی مجادلہ کرنا۔ جھگڑتے ہیں۔

رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ: رَوْضَات جمع رَوْضۃ۔ خوب صورت اور بہترین مقامات امام نے لکھا ہے جنات میں اطیب تر مقامات ہیں اور جوان سے کم ہیں وہ گنہگار اہلِ اسلام کو ملیں گے۔

اِلَّا الْمَوَدَّۃَ: امام نے جو کچھ اس موقع پر لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے۔ لوگوں نے اس آیت میں تین قول بیان کئے ہیں۔

اول۔ علامہ شعبی نے کہا ہے کہ اس آیت کے متعلق بہت سے لوگوں نے ہم سے پوچھا ہم نے ابنِ عباسؓ کی طرف لکھا، انہوں نے ہماری طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش میں افضل نسب سے تھے۔ کوئی چھوٹی سے چھوٹی برادری ایسی نہ تھی جس سے آپؐ کا نسبی رشتہ ملا ہوا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو کہہ دے میں تم سے اس دعوتِ توحید پر کوئی اجر نہیں مانگتا، مگر یہ کہ تم مجھ سے محبت رکھو بوجہ اس قرابت کے جو میری تم سے ہے۔ معنی یہ کہ تم میری قوم ہو، اور میری بات ماننے اور میرے کہے پر چلنے کے زیادہ حق دار ہو۔ اور اگر انکار ہی ہے تو میرا حق قرابت محفوظ رکھو۔ مجھے ایذا نہ دو۔ میرے خلاف لوگوں کو نہ بھڑکاؤ۔

دوم۔ کلبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ (منورہ) میں تشریف لے آئے، تو کچھ حقوق اور اخراجات واقعات اور حوادثات سے آپ پر پڑے تھے اور سرِ دست گنجائش نہ ہوتی تھی انصار نے باہم کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ہاتھ سے تم کو ہدایت فرمائی ہے۔ سابقہ رشتے میں تمہارے بھانجے ہیں اور اب تمہارے شہری ہمسائے ہیں۔ کچھ مال آپؐ کے لئے جمع کرو چنانچہ وہ لوگ مال جمع کر کے لائے۔ آپؐ نے واپس فرما دیا

Marfat.com

اس پر یہ آیت اُتری۔ معنی کہ میں اس ہدایت اور ایمان دلانے پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، مگر یہ کہ میرے اقربا سے محبت رکھو۔ گویا ان کو اپنے اقربا کی محبت پر ابھارا۔

سوم۔ یہ قول حسن بصری کا ہے یعنی یہ معنی اس نے کئے ہیں کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہ کہ تم دوستی رکھو اللہ کی طرف ایسے اعمال کے ذریعے جو تم کو اُس کی طرف قریب کر دیں، اعمال صالحہ سے دوستی رکھ کر۔ اس کے بعد لکھتا ہے کہ قُربیٰ بقول اول قرابت کے معنی میں ہے قرابت رحمی سے۔ بقول دوم قرابت سے اقارب مراد ہیں۔ بقول ثالث فُعلیٰ بمعنی قربت اور تقرب۔

پھر امام بطور نتیجہ لکھتا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ کی آل اور آپؐ کے اصحابؓ کی محبت واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ منصب اہل السنت والجماعت کو حاصل ہے جو حُبّ آل بیت، اور حُبّ اصحاب میں پورے ہیں۔

قاضی بیضاویؒ نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے۔ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ ۔ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ مگر یہ کہ مجھ سے محبت رکھو بسبب میری قرابت کے جو تم سے ہے یا محبت رکھو میری قرابت والوں سے۔ یہاں قُربیٰ سے پہلے اہل مضاف محذوف ہے۔ یعنی فِيْ اهل الْقُرْبىٰ با استثناء منقطع ہے، اور اِلَّا کے معنی ہیں لاکن۔ یعنی میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا بالکل۔ لیکن دوستی اپنی یا اپنے اقرباء کی، تم سے چاہتا ہوں اس سے نہ تمہارا کچھ خرچ نہ مجھے کچھ اضافہ۔ اور یہ تاویل بھی کی گئی ہے کہ قُربیٰ سے مراد ہے تقرب الی اللہ۔ یعنی دوست رکھو اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ سبب طاعت کے اور عمل صالح کے۔ خیر، امام کا اور قاضی کا تاویلی مطلب ایک ہی ہے۔ صرف ادائیگی اور بیان کا فرق ہے۔

قُرْبٰى: نزدیکی۔ خویشی

علامہ نے اس کے معنی لکھے ہیں کہ اے قریش اگر تم میرا حق نبوت تسلیم نہیں کرتے اور میرا رحمتِ عامہ ہونا اور نعمت نامہ ہونا نہیں مانتے تو کم از کم میرے رشتے ناطے اور صلۂ رحمی کے لحاظ سے میرے ساتھ محبت کرنا تم پر لازم ہے۔ میں تم سے اسی دوستی کی امید رکھتا ہوں۔ ایک یہ معنی ہیں کہ میں تم سے اپنی اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ سوائے میرے اہلِ قرابت کے ساتھ محبت رکھنے کے۔ یعنی یہ چاہتا ہوں کہ میرے اعزہ اور اہلِ بیت سے محبت رکھو اُن کو ایذا نہ پہنچاؤ۔

يَقْتَرِفْ: اقتراف سے مضارع ہے اس کے معنی ہیں کسب کرنا۔ یعنی جو شخص بجالائے گا کوئی نیکی۔

وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اِسْتِجَابَةٌ سے فعل مضارع غائب ہے۔ اِسْتِجَابته اور اِجَابَته کے ایک ہی معنی ہیں۔ قبول کر لینا بات مان لینا۔ قاضی نے اس کے دو معنی کئے ہیں۔

اول۔ اَلَّذِيْنَ کے پہلے لام مقدر کر کے یعنی اللہ قبول کر لیتا ہے دعا واسطے ان لوگوں کے جو ایمان لاتے ہیں۔

دوم۔ اَلَّذِيْنَ فاعل ہے۔ قبول کر لیتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت اور احکام کو وہ لوگ جو ایمان لائے۔

لَبَغَوْا: بَغْيٌ بغاوۃ سے جمع فعل ماضی، بغی کے معنی ہیں اعتدال سے تجاوز کرنا۔ تو وہ زمین میں تجاوز کر جاتے۔

غَيْثٌ: فائدہ مند بارش کو کہتے ہیں، ہر ایک بارش کو نہیں کہتے۔

مُصِيْبَةٍ: سختی۔ اندوہ۔ بہت ناپسند واقعہ جو انسان پر آتا ہے۔

Marfat.com

اَلْجَوَارِ: جمع جاریۃ کشتی۔یعنی تیرتی پھرنے والی کشتیاں۔

اَعْلَامٌ: جمع عَلَمٌ پہاڑ۔اصل میں عَلَم نشان کو کہتے ہیں جس سے کوئی شے پہچانی جاتی ہے۔

یَظْلَلْنَ: ظَلَّ یَظِلُّ سے مضارع غائب مونث۔

رَوَاکِدَ: جمع ہے رَاکِدَۃٌ کی کھڑی رہنے والی۔یعنی پروردگار چاہے تو سمندری ہوا چلنے سے روک دے تو یہ کشتیاں اور بادبانی جہاز، وہیں کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔سٹیم بھی ایک طرح کی ہوا ہے اور پروردگار ہی کے قبضے میں ہے۔بند کر دے تو دخانی اور ہوائی دونوں قسم کے جہاز ختم ہو جائیں۔اُس کی رحمت خاصہ سے سب کاروبار چل رہے ہیں۔

یُوْبِقْھُنَّ: وبق و بوق باب ضرب سے بمعنی ہلاک ہونا۔یہ کلمہ باب اِفْعَال، ایباق سے مضارع غائب ہے۔ہلاک کرنا، یا سخت تیز ہوا چلا کر ہر قسم کے جہاز کو ہلاک کر دے۔

مَحِیْصٌ: اسم ظرف۔جائے گریز۔بھاگ جانے کی جگہ۔

اَلْفَوَاحِشَ: فَاحِشَۃٌ کی جمع۔بہت قبیح اور گندے گناہ۔امام نے لکھا ہے کہ کبائر الاثم سے وہ گناہ مراد ہیں جو بدعات سے اور شبہات پیدا کرنے سے تعلق رکھتے ہیں اور فواحش سے وہ گناہ مراد ہیں جو قوت شہوانیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

شُوْرٰی: مصدر ہے مثل بُشْرٰی کی، بمعنی مشورہ کرنا۔یعنی اُن کی ہر بات مشورہ والی ہے۔مشورے سے طے پاتی ہے۔

عَزْمِ الْاُمُوْرِ: پختہ۔مضبوط۔یہ باتیں پختہ اور مضبوط امور میں سے ہیں۔

مَرَدٍّ: مصدر میمی ہے بمعنی لوٹنا۔یا اسم ظرف لوٹنے کی جگہ۔یعنی لوٹنے کی کوئی صورت ہے کہ لوٹ کر نجات کی سبیل بنا لیں۔

وَرَآئِ حِجَابٍ: وَرَاءِ۔اس کے معنی ہیں آگے۔جیسے مِنْ وَّرَاءِ ھِمْ اُن کے آگے اور پیچھے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے یہاں ہے۔پردے کے پیچھے سے۔

رُوْحًا: یہاں رُوْحًا سے قاضی نے مراد وہ کلام لی ہے جو آپؐ کی طرف بھیجی گئی یا رُوْحًا سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں، تب اَوْحَیْنَا کے معنی اَرْسَلْنَا ہوں گے۔یعنی ہم نے بھیجا۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَۃُ الزُّخْرُفِ۔ مَکِّیَّہ۔ آیات ۸۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ: کتبِ سماویہ کی ماں، مراد لوحِ محفوظ ہے۔

لَعَلِیٌّ: تمام باقی آسمانی کتابوں میں رفیع الشان ہے۔ عظیم اسرار پر مشتمل ہونے کے سبب۔

حَکِیْمٌ: بمعنی محکم ہے۔ اس کو کوئی کتاب منسوخ کرنے والی نہیں۔

اَفَنَضْرِبُ عَنْکُمُ الذِّکْرَ: ضَرْبٌ کثیر معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ہٹا رکھنے اور دور کر رکھنے، بند کر دینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور ذکر سے مراد قرآن مجید ہے، یا مواعظ ہیں، یا عذاب و ثواب کا ذکر ہے۔

صَفْحًا: علامہ نے اعراضاً کی تاویل سے نضرب کا مفعول مطلق مانا ہے علیٰ غیر لفظہٖ، صراح میں اس کے معنی منہ پھیرنے کے لکھے ہیں ضَرَبَ عنه صفحا یعنی بوجہ بے توجہی کے اس سے اعراض کیا۔ لہٰذا اس کلام کے معنی یہ کئے گئے ہیں کہ خواہ تم ذکر کے انکار پر اس سے مستفید نہ ہونے پر، اور اس کی تکذیب پر مُصِرّ ہو کر حد سے تجاوز کر رہے ہو۔ تو کیا ہم اعراض کر کے اس کا اتارنا بند کر دیں۔ نہیں اتارتے رہیں گے اور تکمیل کریں گے۔

بَطْشًا: حملہ کرنا۔ سخت پکڑنا۔ یعنی جو ان موجودہ منکرین سے حملے اور سخت گرفت میں بہت قوی تھے۔ ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا (یہ کیا ہیں)

اَنْشَرْنَا: اِنْشَارٌ مصدر سے فعل ماضی متکلم بمعنی پیدا کرنا۔ نَشْرٌ کے ایک معنی یہ بھی لکھے ہیں خشک نبات کا دوبارہ ہرا ہونا۔ انشار متعدی ہے اس سے، مردہ بستیوں کو دوبارہ ہرا ابھرا کر دیتے ہیں۔ گویا زندہ کرتے ہیں۔

اَزْوَاجَ: جمع زوج دو ہم جنس چیزوں کا ایک فرد۔ یہاں مراد ہیں مختلف انواع و اقسام بلکہ کہا گیا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا باقی تمام مخلوق ازواج کے ذیل میں شامل ہے۔

لِتَسْتَوٗا: اِسْتِوَاء سے مضارع جمع حاضر اس کے معنی ہیں قرار پکڑنا۔ یہاں معنی ہیں جم کر بیٹھنا۔

سَخَّرَلَنَا: تَسْخِیْر سے فعل ماضی ہے۔ تَسْخِیْر کے معنی ہیں مطیع کرنا۔ ہمارے زیر کر دیئے۔ ہمارے بس میں کر دیئے۔

مُقْرِنِیْنَ: اِقْرَان باب افعال سے اسم فاعل جمع منصوب۔ اِقْرَان کے معنی ہیں دوسری شے سے بزور و قوت قرین ہونا، اور آپ اُس کا اور اس کو اپنا قرین بنا بنانا۔ یہاں مراد ہے اپنے قابو میں کرنا اور کام لینا۔ اور ہم بذاتِ خود اپنے بس میں کرنے والے نہ تھے۔

مُنْقَلِبُوْنَ: اِنْقِلَاب سے اسم فاعل جمع باب انفعال۔ لوٹنا۔ پلٹ کر جانا۔ بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

Marfat.com

كَفُوْرٌ: کفران سے صیغہ مبالغہ۔ بہت ہی بے قدرا۔ ناحق شناس اور ناشکر گزار۔

مُبِيْنٌ: کھلا کھلا۔

جُزْءً ا: چیز کا حصہ۔ لیکن یہاں امام نے دو معنی کئے ہیں۔ اول جُزْءً۔ انثی۔ مادہ کو بھی عرب کہہ لیتے ہیں۔ یعنی اللہ کے بندوں سے اُس کے لئے مادہ مخصوص کردی ہے۔ یعنی ملائکہ کو عورتیں ٹھہراتے ہیں۔

دوسرے معنی۔ جُزْءً ا کے معنی شریک، یعنی اللہ کے بندوں سے اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

وَاَصْفٰكُمْ: صراح میں اَصْفَيْتُهٗ بِاِيْشَئ کے معنی لکھے ہیں میں نے اس کو فلاں شے کے لئے ترجیح دی۔ یہاں بھی اسی طرح سے باری تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تم کو بیٹے دینے میں ترجیح دی ہے۔

ظَلَّ: ظَلَّ فعل ناقص ہے یہاں صاد کے معنی دیتا ہے۔ یعنی بیٹی کی خبر ملنے سے اُس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے۔

كَظِيْمٌ: غم اور رنج سے بھرا ہوا۔ بمعنی مکظوم۔ کظم مصدر سے بمعنی غصہ پی جانا، ضبط کرنا۔ یہاں یہی مراد ہے کہ غصہ سے جو غم ہے وہ پیئے ہوئے ہے۔

يُنَشَّؤُا: تنشیہ باب تفعیل پالنا۔ پرورش کرنا۔ یہ مضارع غائب مجہول ہے۔ بھلا کیا جو پرورش کیا جاتا ہے زیورات میں۔

فِى الْحِلْيَةِ: زیورات جن سے زینت کی جاتی ہے۔ قیمتی دھات سے ہوں، یا قیمتی پتھر سے، یا عاج وغیرہ سے۔

فِى الْخِصَامِ: خصام مصدر ہے باب مفاعلہ کی۔ یعنی وہ فرد بنی آدم جو زیورات کی پہناوٹ میں پالا جاتا ہے اور خصومت میں غیر مبین، ساکت اور لاجواب رہ جاتا ہے اچھا ہے یا اس کے خلاف کا۔ یہاں مراد بیٹی کا مقابلہ بیٹے سے ہے۔

عِبَادُ: جمع عبد کی بمعنی بندہ۔ بعض نے کہا ہے جمع عابد مثل نائم نیام وقائم قیام۔

يَخْرُصُوْنَ: خرص مصدر سے باب نصر اندازہ لگانا۔ جھوٹ بولنا۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی ان کو کوئی پتہ نہیں۔ جھوٹ ہی بولتے ہیں۔

مُسْتَمْسِكُوْنَ: مسک سے جس کے معنی ہیں ہاتھ ڈالنا۔ مضبوط پکڑنا، امساک تمسک، استمساک امتساک سب ایک ہی معنی میں ہیں پکڑنا۔ زیر عمل رکھنا۔

عَلٰى اُمَّةٍ: یہاں اُمَّة کے معنی قاضی نے طریقہ لکھا ہے جس کا قصد کیا جاتا ہے۔ اُمٌّ مصدر سے بمعنی قصد کرنا کے لکھے ہیں۔ بعض نے اس کو اِمَّةٍ پڑھا ہے بمعنی حالت۔ مراد ہے مذہب۔ یعنی ہم اپنے باپ دادا کے طریقے پر، یا اُن کے دین پر چلتے ہیں۔

اٰثَارِ: جمع اثر کی۔ وہ رسم ورواج جو پہلے لوگوں سے جاری ہو کر چل نکلا ہو۔ یہاں بُری رسم ورواج مراد ہے۔

مُتْرَفُوْهَآ: اتراف مصدر سے اسم مفعول نعمت اور عیش میں پلا ہوا، یا بوجہ نعمت اور دولت کے راہِ ہدایت چھوڑ بیٹھا ہو مترف وہ شخص جس کو دولت نے بے راہ کردیا ہو۔

Marfat.com

اِنَّنِي بَرَآءٌ: بَرَاءٌ فعال کے وزن پر مصدر ہے۔ بمعنی بَرِیءٌ صفت مشبہ۔ بیزار تارک۔ بے شک میں بیزار ہوں۔ چھوڑ نے والا ہوں تمہاری غیر اللہ کی عبادت کو، یا تمہارے غیر اللہ معبودوں کو۔

فَطَرَنِي: فطرٌ بمعنی پیدا کرنا مصدر سے فعل ماضی۔ جس نے مجھے پیدا کیا۔

جَعَلَهَا: ھا ضمیر کا مرجع کلمۃ التوحید ہے اور جَعَلَ کا فاعل ابراہیم علیہ السلام، یا خود اللہ تعالیٰ۔

فِي عَقِبِهٖ: عقبٌ و عقبٌ۔ ذرّیّتہ اولاد، بیٹے۔ پوتے۔

مَعِيشَةَ: زندگی۔ یہاں مراد ہے اسباب زندگی۔ یعنی دنیاوی زندگی کا سامان ہماری تقسیم کے مطابق ہوتا ہے۔ دینی سامان جس میں نبوت شامل ہے وہ ہماری مرضی پر کیوں نہ ہو۔

سُخْرِيًّا: قاموس میں ہے سخرہ مثل صنعہ۔ سِخریًا سُخرِیًا اس کو مغلوب کر لیا اور ایسے کام کی تکلیف دی جو وہ نہیں چاہتا تھا اسی سے ہے ھُوَ سُخْرَةٌ لِّی۔ وہ میرا خدمت گزار ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ مالی حالت کم و بیش رکھی ہے کہ بعض کسی دوسرے بعض کو اپنا خدمتگار بنا سکے۔

سُقُفًا: جمع سَقف۔ فراء نے جمع سقِیفت کہا ہے مکانات کی چھتیں۔

مَعَارِجَ: جمع مِعْرَاج۔ زینہ۔ سیڑھی

زُخْرُفًا: زیب و زینت۔ ابن زید نے اس کے معنی سامان، تجمل اور زیبائش کئے ہیں ابن عباس، قتادہ۔ شعبی۔ سدی اور حسن بصری نے اس کے معنی سونا کئے ہیں۔ اس کا عطف ہے سقفا پر۔ اگر زینت مراد لیں، یعنی ان کی چھتیں مزین ہوتیں اور اگر سونا معنی کریں تو محلا فضہ پر عطف ہے۔ یعنی ان کا سامان سونے کا ہوتا۔

لَمَّا: علامہ نے اس کو اِلَّا کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی یہ سب مذکور سامان خواہ کسی قیمتی شے کا بنا ہوا ہو صرف دنیاوی فائدہ دینے کا سامان ہے۔

يَعْشُ: عَشَاشب کوری باب عَلِمَ اصل میں تھا یَعْشُوْ۔ یہاں مراد ہے جو اندھا بنتا ہے، صراح میں عَشَوْتُ عنہ میں اس سے رُک گیا۔ ہٹ گیا کے معنی لکھے ہیں۔

ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ: سے مراد قرآن مجید ہے یعنی جو قرآن کے مناظر سے اندھا بنتا ہے، یا اس میں تفکر سے اعراض کرتا ہے۔

نُقَيِّضْ: تقییض سے مضارع معلوم متکلم صراح میں اس کے معنی مقدر کرنا لکھے ہیں۔ امام نے مقاتل کے معنی پر کفایت کی ہے۔ یعنی ہم اس کے ساتھ ضم کر دیتے ہیں جوڑ دیتے ہیں شیطان جو ہر وقت اس کو برائی میں ڈالے رکھتا ہے۔

قَرِينٌ: یار۔ ہر وقت ساتھ رہنے والا۔

لَيَصُدُّوْنَهُمْ: صَدٌّ صُدُوْدٌ سے فعل مضارع مختص بزمانۂ حال۔ اس کے معنی ہیں روکنا۔ یہاں مراد ہے دینی رستے سے روکتے ہیں۔

بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ: مراد مشرق و مغرب ہے یعنی میرے ساتھ کے شیطان میں اور مجھ میں مشرق مغرب کی سی دوری ہوتی

Marfat.com

کہ معصیت اور کفر وشرک سے میں بچا رہتا تو اس عذاب میں گرفتار نہ ہوتا۔

اَلصُّمَّ: جمع اَصَمّ۔ بہرا۔ نہ سن سکنے والا۔

اَلْعُمْیَ: جمع اَعمیٰ اندھا۔ نہ دیکھ سکنے والا۔

اِسْتَمْسِکْ: باب استفعال استمساک سے امر حاضر ہے۔ مضبوطی سے کسی شے کو پکڑے رہنا۔

لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ: بے شک یہ وحی کیا ہوا کلام یعنی قرآن مجید تیرے واسطے اور تیری قوم کے واسطے بہت بڑے شرف اور عزت کا باعث ہے۔

مَلَاْئِہٖ: جماعت سرداران۔ ارکانِ حکومت مراد ہیں۔ یعنی فرعونی حکومت کے اراکین کی طرف۔

یَنْکُثُوْنَ: نَکْثٌ مصدر سے مضارع جمع غائب معلوم۔ عہد توڑنا۔ قول پر پورا نہ اترنا عہد توڑ دیتے تھے۔

مَھِیْنٌ: حقیر۔ مَھَانت مصدر سے صفت مشبہ۔ ذلیل۔ باب اس کا مثل کَرُمَ کی ہے بے عزت۔

یُبِیْنُ: اِبَانَہ باب افعال کا فعل مضارع ہے۔ بمعنی صاف اور واضح گفتگو کرنا۔ یہ صاف نہیں بول سکتا۔

اَسْوِرَۃٌ: جمع سوار۔ کنگن۔

مُقْتَرِنِیْنَ: اقتران باب افتعال سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں قریب ہونا یعنی قریب رہنے والے۔ زجاج نے معنی کئے ہیں ہر وقت ساتھ چلنے والے امداد کے واسطے

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَہٗ: باب استفعال سے فعل ماضی ہے۔ اور اپنے خاصہ طلب میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی اپنی قوم سے خفہ طلب کی۔ مراد ہے کہ فرعون نے اپنی قوم سے اپنی خواہش اور عقاید کی تسلیم بہت جلد چاہی، یا خفیف بنایا ان کی عقلوں کو۔

اٰسَفُوْنَا: اَسَفٌ سے غضب ناک ہونا اور اندوہگیں ہونا۔ اس سے باب افعال ہے ایساف اسفُوا فعل ماضی ہے غضب ناک کرنا۔

امام راغب نے اس میں لکھا ہے کہ اَسَفٌ دل کی کیفیت سے پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی کمزور کے خلاف جوش اٹھے تو وہ حالتِ غضبی ہوگی اور کسی قوی کے خلاف جوش اٹھے تو حزن پیدا کرتا ہے۔ اس واسطے اَسَفٌ کے دونوں معنی کئے جاتے ہیں۔ یہاں معنی ہیں ہم کو غضب ناک کیا۔

سَلَفًا: امام نے لکھا ہے کہ پہلے گزشتہ لوگ جمع سالف کی۔ یہاں مراد ہے کہ کفار کے لئے ان کو متقدم بنایا تا کہ ان سے عبرت حاصل کریں۔

مَثَلًا: یہاں مراد ہے وعظ۔ یعنی ایک وعظ بنایا کہ آخرت کی طرف متوجہ ہو، یا مثل سے مراد ہے عجیب قصہ جو بیان کرتے رہیں گے۔

یَصِدُّوْنَ: اعراض کرتے ہیں صَدٌّ مصدر سے مضارع جمع غائب۔ اس کے معنی ہیں اعراض کرنا۔ معنی یہ ہوئے کہ تیری قوم عیسیٰ علیہ السلام کی مثال سے اور اس کی وجہ سے حق سے اعراض کرتے ہیں اور کپے ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

صدٌّ کے ایک معنی ہیں شور کرنا۔ امام نے یہاں یہی معنی لئے ہیں کہ شور کرتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کی مثال سے۔

جَدَلًا: مفعول لہٗ ہے۔ جدال اور جھگڑے کے واسطے مثال دیتے ہیں۔ مصدر ہے۔

خَصِمُوْنَ: مبالغے کا صیغہ ہے حَذِرٌ کی طرح۔ بہت خصومت کرنے والا۔

یَخْلُفُوْنَ: خلفٌ سے مضارع جمع غائب کسی کے پیچھے آنا۔ خلیفہ بننا۔ آیت کریمہ کے معنی ہیں اگر ہم چاہیں تو اے مردو تمہارے ہاں فرشتے پیدا کردیں جو زمین میں تمہارے خلیفے بنتے جس طرح تمہارے بیٹے خلیفے بنتے ہیں۔

وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ: امام نے لَعِلم کے معنی شَرَطٌ لکھا ہے جس کے معنی علامت ہے۔ یعنی اس کا وجود قرب قیامت کی نشانی ہے منجملہ دوسری نشانیوں کے اور بے شک وہ قیامت کے واسطے بہت بڑی نشانی ہے۔

فَلَا تَمْتَرُنَّ: مِرْیَةٌ بمعنی شک سے باب افتعال ہے اِمْتِرَاءٌ اس کے معنی ہیں شک کرنا۔ یہ کلمہ ہے نہی جمع حاضر موکد بنون ثقیلہ تم ہرگز اس میں شک نہ کیجیو۔

اَلْحِکْمَةِ: مصدر پختہ کرنا۔ یہاں مراد ہے پختہ بات یعنی اللہ کی ذات، صفات اور افعال کی معرفت (امام)

اَلْاَحْزَابُ: جمع حزب بمعنی طائفہ، ایک جماعت لوگوں کے۔

بَغْتَةً: مصدر ہے بَغتٌ کی باب اس کا مثل مَنَعَ کی۔ اس کے معنی ہیں اچانک بے خبرے، بغیر کسی اطلاع اور نشان کے آجانا۔ آپڑنا۔

اَلْاَخِلَّآءُ: جمع خلٌّ۔ خاص الخاص دوست صدیق مخلص۔ دنیا میں غیر مسلمانوں کے ایسے دوست بروز قیامت دشمن ہوں گے۔

تُحْبَرُوْنَ: حَبرٌ بمعنی سرور سے یا حُبُوْرٌ بمعنی حسن اور اثر نعمت سے مثل تازگی۔ مضارع حاضر جمع ہے باب مثل نصر۔ چہرے کی رونق۔ معنی ہیں جنت کی نعمتوں میں تم اور تمہاری بیویاں مسرور اور خوش و خورم کئے جاؤ گے۔

یُطَافُ: طَوْفٌ گرد گھومنا سے مضارع مجہول بار بار گھمائے جائیں گے۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے اجازت دیئے جائیں گے۔

صِحَافٍ: جمع صَحفتہ کھانا ڈال کر کھانے کا برتن۔ لکھا ہے کہ اس قسم کے برتنوں میں سے بڑے کو جفنہ کہتے ہیں یہاں جیسے پرات، اس سے چھوٹے کو قصعہ کہتے ہیں جیسے تھال، یا پلیٹ۔ اس سے چھوٹے کو صحفتہ جیسے یہاں کٹورا۔ اس سے چھوٹے کو کیلہ پیالی کہتے ہیں۔

اَکْوَابٍ: جمع کُوبٌ کی کوزہ بغیر دستی اور ٹونٹی کے۔

لَا یُفَتَّرُ: فَتْرَةٌ سے یا فتور سے منفی مضارع مجہول یعنی سست اور کمزور نہیں کیا جائے گا ہلکا اور کم نہیں کیا جائے گا۔

مُبْلِسُوْنَ: ابلاس باب افعال سے اسم فاعل جمع۔ اس کے معنی قاموس میں ناامید اور متحیر ہونا لکھے ہیں۔ یعنی وہ جہنم میں ناامید اور متحیر ہو جائیں گے۔

راغب نے لکھا ہے کہ ابلاس شدت یاس یعنی پوری ناامیدی سے غمناک ہونے کو کہتے ہیں اسی سے ہے

Marfat.com

ابلیس۔ یعنی بوجہ امید نجات نہ رہنے کے سخت غمناک ہوں گے۔

لِيَقْضِ عَلَيْنَا: یہ محاورہ ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ قضٰی علیہ یعنی اس نے اسے مار ڈالا۔ یعنی اے مالک خازن جہنم، تیرا رب چاہئے کہ ہمیں مار ہی دے تاکہ اس عذاب سے بچیں۔ یہ اُن کی تمنا اور چیخ و پکار ہوگی۔

مٰكِثُوْنَ: مُکث سے اسم فاعل جمع ہے اس کے معنی ہیں ٹھہرے رہنا۔ یعنی مالک جواب میں کہے گا تم عذاب میں ہمیشہ رہو گے۔ خلاصی کی کوئی صورت موت سے یا اور کسی وجہ سے تمہارے لئے نہیں ہے۔

اَبْرَمُوْٓا: ابرام سے فعل ماضی ہے۔ قاموس میں اَبْرَمَ الْاَمْرَ کے معنی ہیں اس نے اس امر کو مضبوط کیا۔ یعنی انہوں نے ہمارے رسولوں کو، اپنی نقصان دینے والی تدبیر بہت مضبوط کی۔

سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ: علامہ نے لکھا ہے کہ سِرٌّ وہ دل ہی دل میں قائم کی ہوئی بات۔ یا کسی خالی مکان میں صرف ایک آدھ سے ٹھہرائی ہوئی بات ہوتا ہے۔ اور نجوا وہ امر جو چند آدمی الگ بیٹھ کر آہستہ آہستہ کلام کر کے طے کریں۔ قاموس میں نجوا کے معنی سِرٌّ کے لکھے ہیں۔ یعنی وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اُن کے راز اور محض مشورے نہیں سنتے۔ کیوں نہیں بلکہ سنتے ہیں اور اُن کے ساتھ لگائے ہوئے ہمارے فرستادے لکھ بھی لیتے ہیں۔

يَخُوْضُوْا: خوض و خیاض سے مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں پانی میں داخل ہونا۔ پھر مراد لی جاتی ہے بے ہودہ اور فضول باتیں شروع کر رکھنا۔

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ: قِیْلٌ۔ قَالٌ۔ قَوْلٌ مصادر ہیں ہم معنی۔ کچھ کہنا۔ بات کرنا۔

عاصم۔ حمزہ اور ابن وثاب نے جر یعنی لام کی زیر سے پڑھا ہے۔ واؤ کے ذریعے عطف مانا ہے۔ کلمہ الساعۃ پر یعنی اسی کے پاس ہے علم قیامت کا اور آپ کے اس قول کا یَارَبِّ الخ۔ جمہور لام کی زبر سے پڑھتے ہیں وَقِیْلَہٗ السَّاعَۃ کی اصل محل پر عطف ڈال کر۔ کیونکہ اصل میں ہے اَلسَّـــــاعَتَـــــہ یعنی وہی جانتا ہے ساعت کو اور آپ کے اس قول یارَبِّ .... الخ کو بعض نے لام کی پیش سے پڑھا ہے کلمہ عِلْمُ پر عطف مان کر یعنی عِلْمُ قِیْلِہٖ پھر اس کا مضاف حذف کر کے قیلہ کو اس کا قائم مقام کیا، اس واسطے قِیْلُہٗ پڑھا۔ مگر یہ قراءت شاذ ہے۔ ضعیف طور پر اس کی جر۔ نصب اور رفع کی تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ واؤ عاطفہ کے بعد حرف قسم مقدر ہے اس واسطے مجرور پڑھا جاتا ہے، نصب اس صورت میں کہ حرف قسم کی بجائے فعل قسم مان کر پڑھیں اُقسم قِیْلَہٗ۔ رفع لَعَمْرُکَ کی مثل مان کر لَقِیْلُہٗ

پہلی ہر سہ تاویل میں آپ کا قول مبارک بطور قوم کی شکایت کے اور ان کے ایمان نہ لانے کے افسوس سے بارگاہِ خداوندی میں عرض ہوا دوسری ہر سہ تاویل کو علامہ نے ضعیف کہا ہے لہٰذا ذکر نہیں کی جاتیں۔

فَاصْفَحْ: صفح سے امر حاضر باب مثل منع اس کے معنی ہیں اعراض کرنا۔ ترک کرنا، معاف کرنا یعنی اُن سے اعراض رکھ۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورَةُ الدُّخَانِ۔ مَكِّيَّه۔ آيات ۵۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فِي لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ: بابرکت رات میں اکثر کا قول ہے کہ لَيْلَةُ الْقَدْر مراد ہے بعض کے نزدیک لَيْلَتُه الْبَرَاءَة ۱۵ شعبان کی رات مراد ہے۔

مُوْقِنِيْنَ: اِيْقَان باب انعال سے اسم فاعل جمع یقین کرنے والے۔ علامہ نے معنی لکھے ہیں۔ یقین کر لینے کا ارادہ رکھنے والے ہو۔

فَارْتَقِبْ: اِرْتِقَابٌ مصدر سے فعل امر حاضر۔ بمعنی انتظار کرنا۔ تو انتظار کر منکرین کے انجام کے متعلق۔

اَلذِّكْرٰی: مصدر ہے بمعنی یاد کرنا۔ نصیحت پکڑنا۔

مُعَلَّمٌ: پڑھایا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں یہ بات اعتراضا کہتے تھے کہ آپ عداس نامی ایک رومی غلام سے جو مکہ معظمہ میں کسی ثقفی کا عیسائی غلام کچھ پڑھا لکھا تھا، پڑھے ہوئے ہیں۔

نَبْطِشُ: بطش مصدر سے مضارع متکلم ہے اس کے معنی قاموس میں ہیں بہت سختی اور سطوت سے پکڑنا۔

بَطْشَةَ الْكُبْرٰی: بہت شدید اور بڑی گرفت۔

فَتَنَّا: فِتْنَةٌ سے فعل ماضی متکلم بمعنی امتحان لینا۔ ہم نے ان سے پیشتر قوم فرعون کا امتحان لیا۔

رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ: یعنی مکرم و معظم اللہ کے نزدیک، یا مومنین کے نزدیک، یا بوجہ اپنے اخلاق حمیدہ اور صفاتِ جمیلہ کے معزز اور مکرم۔ خفاجی نے کہا ہے کہ مجاہد اور محاسن کے جامع شخص کو کریم کہتے ہیں۔ یعنی سب صفات، خوبیاں اور منافع رکھنے والے کو۔ ایک قول ہے کہ بڑی بڑی صفات تمام کے جامع کو کہتے ہیں۔

اَدُّوْآ: تَـادِيَةٌ مصدر سے امر حاضر ہے۔ اس کے لفظی معنی لکھے ہیں قرض ادا کرنا۔ یہاں اس کے دو معنی کئے ہیں۔ اے قوم فرعون! بنی اسرائیل اللہ کے بندوں کو میرے ساتھ جانے کے لئے رہا کر دو۔ دوم۔ اے اللہ کے مخلوق بندو! میرے کہنے کے مطابق اللہ کے حقوق ادا کرو۔ گویا اَدُّوْآ کا مفعول محذوف ہے حقوق اللہ۔

اِنِّيْ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ: اٰتِيْ اسم فاعل ہے یا مضارع۔ سُلْطَانٍ۔ حجت۔ دعوے کا غالب ثبوت جس کے انکار کی کوئی سبیل نہیں یعنی بے شک میں تمہارے پاس زبردست ثبوت لے کر آ رہا ہوں۔

اَنْ تَرْجُمُوْنِ: رَجْم سے مضارع مخاطب جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں گالی دینا، یا اینٹ پتھر مارنا۔ یعنی میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لیتا ہوں کہ تم مجھے ضرب سے، گالی سے، یا اینٹ پتھر مار کر ایذا پہنچاؤ، یا مجھے قتل کرو۔

Marfat.com

فَاعْتَزِلُوْنِ: اِعْتِزَال سے امر حاضر جمع ہے۔ اسکے معنی ہیں ایک رف ہونا۔ یعنی پھر مجھ سے الگ رہو۔ میری ایذا دہی کے پیچھے نہ پڑو۔

مُتَّبَعُوْنَ: اِتِّبَاعٌ باب افتعال سے اسم مفعول ہے جمع مذکر پیچھا کیے ہوئے۔ یعنی اے موسیٰ بنی اسرائیل میرے بندوں کو رات ہی رات لے نکل۔ فرعون اور اُس کے جنود سے تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

رَهْوًا: ساکن ہو جانا۔ ٹھہرنا۔ سکون پذیر ہونا مصدر ہے بمعنی اسم فاعل۔ لکھا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ عصا مار کر دریا کو مثل سابق کر دے۔ حکم ہوا اس کو کھلا اسی طرح ٹھہرا ہوا چھوڑ دے۔

نَعْمَةٍ: عیش و عشرت کا ساز و سامان راغب نے یہی معنی لکھے ہیں۔

فٰكِهِيْنَ: فخر کرنے والے۔ نعمت کی مستی میں مغرور۔ بہت خوش حال۔

بَلٰٓؤٌا: مصدر ہے اس کے ایک معنی ہیں امتحان کرنا۔ اچھی حالت سے ہو، یا تکلیف سے، خوش حالی اور فارغ البالی دے کر یا تنگی اور بیماری دے کر۔

تُبَّعٍ: وقت وعدہ۔ یہاں مراد ہے کہ اُن کے حساب اور جزا کی میعاد یوم الفصل ہے۔

مَوْلًى: وَلِيٌّ سے اسم ہے۔ قاموس میں اس کے چند یہ معنی لکھے ہیں۔ مالک۔ عبد۔ معتق، معتق صاحب۔ قریبی۔ ناصر۔ الرب۔ محبت۔ اور بھی بہت ہیں یعنی کوئی کافر دشرک اپنے بڑے سے بڑے محبوب کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے گا نہ کوئی تکلیف ہٹا سکے گا۔

اَلْاَثِيْمِ: مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت ہی گنہگار مراد کافر ہے۔

كَالْمُهْلِ: پگھلا ہوا تانبا یا دوسری دھاتیں یا زیتون کی گندی تلچھٹ۔ یا پیپ اور زخموں سے نکلا ہوا گندہ مادہ۔

يَغْلِيْ: غلی۔ غلیان سے فعل مضارع غائب مثل رَمٰی یَرْمِیْ کی۔ اس کے معنی ہیں ہانڈی کا جوش مارنا۔ وہ کھانا پیٹ میں جوش مرے گا۔

اَلْحَمِيْمِ: کھولتا ہوا پانی۔

فَاعْتِلُوْهُ: عَتْلٌ مصدر سے امر حاضر جمع کا صیغہ ہے۔ علامہ نے راغب کے قول سے معنی لکھے ہیں کہ کسی شے کو تمام گرفت کی جگہوں سے سے پکڑ کر قہر سے گھسیٹنا۔ ملائکہ کو فرمان ہوگا کہ اس مجرم کو خوب پکڑ کر گھسیٹو۔

سَوَآءِ الْجَحِيْمِ: سَوَاء کے معنی لکھے ہیں عین وسط۔ درمیان۔ جَحِيْم۔ سخت گرین آگ کا گہرا مکان یا سخت بھڑکنے والی آگ۔ یعنی عین وسط جہنم میں سخت آگ میں اس کو گھسیٹو۔

صُبُّوْا: صَبٌّ مصدر سے امر حاضر جمع۔ اس کا باب ہے مثل مَدَّ يَمُدُّ کی۔ اس کے معنی ہیں پانی ڈالنا۔ گرانا۔

مَقَامٍ: جائے قیام۔ رہنے کی جگہ۔ جائے رہائش۔

اَمِيْنٍ: فِعِيْل بمعنی فاعل۔ آمِنٌ۔ امن میں رکھنے والی۔ بے خوف وخطر۔ با اطمینان رکھنے والی۔ متقین مقام امین میں رہیں گے۔

Marfat.com

سُنْدُسٍ: دبیز موٹا۔ ریشمی کپڑا جس میں چمک بھی ساتھ ہو۔ علامہ نے یہاں کچھ تفصیل لکھی ہے۔

بِحُوْرٍ: جمع حَوْرَاء کی جو صیغہ مونث ہے۔ اَحْوَرُ کا۔ حَوْرَاء کے معنی سفید رنگ والی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ضحاک نے یہی معنی کئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آنکھ کا حصہ سیاہ پوری سیاہی اور حصہ سفید پوری سفیدی رکھے تو مرد کو احور اور عورت کو حوراء کہتے ہیں۔ یہ حسن کی ایک خاص صورت ہے۔ ابن المنذر نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ حور وہ عورت جو نگاہ کو اپنی صورت وشکل میں متحیر کر دے۔

عِیْنٍ: جمع عَیْنَاء کی جو مونث ہے اَعْیُنُ سے۔ کشادہ فراغ چشم مرد وعورت۔ یہ دنیاوی عورتوں کے علاوہ ہوں گی۔ ان کا پیدائشی مادہ مسک۔ زعفران اور کافور بتایا گیا ہے۔ یا تسبیح ملائکہ سے۔ دنیاوی عورتوں کا حسن ان سے کم نہیں ہوگا۔ جنت میں دنیاوی بیویاں بشرط صلاحیت مردوں کے ساتھ ہوں گی۔ جو تادم حیات موجود رہیں، یا خاوند کی موجودگی میں فوت ہوئیں یا خاوند کے بعد اور نکاح نہ کیا اگر ایک عورت نے کئی نکاح کئے تو جو شخص اُس سے نکاح رکھتا ہوا فوت ہوا اور جس سے نکاح رکھتی ہوئی یہ فوت ہوئی اور وہ دونوں یا تینوں معہ اس عورت کے اہلِ جنت سے ہوئے تو عورت با اختیار ہوگی جس کے ہاں چاہے رہائش اختیار کرے۔ بعض نے کہا کہ پہلے کے ساتھ، بعض نے کہا پچھلے کے ساتھ ہوگی۔ اختیار والی وجہ راجح معلوم ہوتی ہے۔

یَسَّرْنَا: علامہ نے اس کے معنی کئے ہیں سہل کیا ہم نے اور آسان کی۔

بِلِسَانِکَ: تیری ملکی زبان میں، عربی میں

فَارْتَقِبْ: اِرْتِقَابٌ باب افتعال سے امر حاضر۔ اس کے معنی ہیں انتظار کرنا۔ یعنی اگر یہ اس بیان سے نصیحت نہ پکڑیں تو تُو انتظار کر کہ ان پر کیا عذاب پڑتا ہے۔

Marfat.com

سُورَةُ الْجَاثِيَةِ۔ مَكِّيَّه۔ آیات ۳۷

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَنْزِيْلُ: مصدر باب تفعیل کی معنی اسم مفعول۔ اُتاری ہوئی۔ اُتاری ہوئی کتاب ہے۔

اٰيٰتٍ: جمع آیت۔ اس کے معنی ہیں علامت اور نشان جس سے کوئی شے پہنچائی جائے ان مخلوقات کے انواع واقسام میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور ہستی ذات کے علامات اور نشانات ہیں اور قرآن مجید سے ایک کلام۔ مکمل جملہ اپنے مابعد سے متصل کو بھی اللہ تعالیٰ نے آیت فرمایا ہے کیونکہ یہ بھی معرفتِ رسالتِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نشان ہے اور علامت ہے۔ بلکہ حق سبحانہ، وتعالیٰ کی معرفت کی مکمل علامت ہے اور قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے کی علامت ہے۔

وَمَايَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ: بَثٌّ مصدر سے مضارع معروف غائب بمعنی پھیلانا۔

دَآبَّةٍ: زمین پر چلنے اور رینگنے والے جاندار کو دابتہ کہتے ہیں اور شروع کا کلمہ ما مصدریہ ہے یا موصولہ مصدریۃ کی صورت میں تقدیر کلام ہوگی وفی بث الدّوَابَ آیات۔ اور جانداروں کے پیدا کر کے پھیلانے میں قدرت کے آیات ہیں، موصولہ ماننے میں معنی ہوں گے، اور ان جانداروں میں جو پیدا کر کے پھیلائے ہیں قدرت کے آیات ہیں۔

مِنْ رِّزْقٍ: اس سے مراد یہاں بارش ہے، یا رزق کا سبب ہے۔ رزق اصل میں اُس شے کو کہتے ہیں جس سے فائدہ اٹھایا جائے قاموس صراح میں اس کے معنی روزی لکھے ہیں۔ اس کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ جاندار جتنی قوت سے زندہ رہ سکے وہ بھی رزق ہوتا ہے۔

تَصْرِيْفِ: بدلنا۔ پلٹنا۔ ایک طرف سے دوسری طرف یا ایک حالت سے دوسری حالت میں کرنا۔

فَبِاَيِّ: ایَ ایک کلمہ ہے استفہام کے لئے اس سے ہر عاقل اور غیر عاقل شے کی بابت سوال کیا جاسکتا ہے۔ یہاں قرآن مجید کی آیات اور اس کے بیان کے بعد اور کسی دوسرے بیان کی بابت سوال ہوا ہے جس پر یہ یقین کریں۔

وَيْلٌ: ہلاکت ہے، یا وادی ہے جہنم میں۔

اَفَّاكٍ: اِفکٌ بمعنی جھوٹ سے مبالغے کا صیغہ بہت دروغ گو۔

اَثِيْمٍ: اثم بمعنی گناہ سے مبالغہ۔ یعنی بہت گنہگار۔

ثُمَّ يُصِرُّ: صَرٌّ سے باب افعال۔ اصرارٌ کا فعل مضارع غائب۔ اس کے معنی ہیں کسی شے سے جُڑمل جانا، اور کسی طرح اُسے نہ چھوڑنا یہاں مراد ہے اپنے کفر شرک اور تکذیب کو ترک نہ کرنا۔ پھر وہ اپنی بدعملی پر اڑا رہتا ہے۔

مُسْتَكْبِرًا: بڑائی طلب کرنے والا ہو کر۔

بَشِّرْهُ: بشارت سے فعل امر حاضر ہے۔ بشارۃ کہتے ہیں ایسی خبر کو جس کے سننے سے چہرے کے بشرے پر خاص اثر ظاہر ہو، خیر ہو، یا شر۔ مگر عام عرف میں مسرور کرنے والی خبر کو کہتے ہیں۔ البتہ قرآن مجید میں لغوی معنی کے اعتبار سے مومنین

Marfat.com

صالحین کے حق میں اور غیر مومنین کے حق میں بشارت کے کلمہ سے صیغے استعمال فرمائے ہیں۔ جیسے یہاں ہے، مطلب ہے انہیں خبر سنا دے۔ مفسرین اس کی تاویل کرتے ہیں کہ تحکم کے طور پر کلمہ بشارت سے صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ مگر ضرورت نہیں بلکہ لغوی لحاظ سے مستعمل ہے۔

اِتَّخَذَ: اَخَذَ سے باب افتعال کے فعل ماضی کا صیغہ ہے۔ اصل میں تھا اِءْ تَخَذَ۔ ہمزہ دوسرا یا بنا پھر یا کو تا بنا کر تا میں ادغام کیا، یعنی اس متکبر نے ہماری آیات کو ٹھٹھا بنالیا۔

هُزُوًا: مصدر ہے هَزْءٌ کا باب مثل مَنَعَ و سَمِعَ کی۔ اس کے معنی ہیں مسخری کرنا یعنی آیات الٰہیہ کو مسخری بنالیتا ہے۔

مِنْ وَّرَآءِهِمْ: وَرَاءُ یا اَلْوَرَاءُ کے معنی ہیں اگلی جانب، یا پچھلی ہر دو مخالف معنی میں استعمال ہو جاتا ہے۔ یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ ان کے آگے جہنم ہے۔ یا اُن کے پیچھے جہنم ہے جس کی طرف اُن کی توجہ نہیں۔

هٰذَا: اسم اشارہ ہے قریب کے واسطے مشارٌ الیہ اس کا قرآن مجید ہے۔ یعنی قرآنِ مجید مکمل ہے۔

مِنْ رِّجْزٍ: علامہ نے اس کے معنی لکھے ہیں سخت ترین عذاب۔

سَخَّرَ: تَسْخِيْرٌ مصدر باب تفعیل سے فعل ماضی غائب۔ اس کے معنی ہیں تابع کرنا، خدمت میں لگانا۔ بلا اُجرت اور بلا معاوضہ کسی کو کام کرنے کی تکلیف دینا۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے ہر ایک سمندر تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے۔

اَيَّامَ اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ کے وقائع۔ اُس کی گرفت کے ایام۔

اَلْحُكْمَ: قضاء اور معاملات اور منازعات کے فیصلے کی صورتیں۔

بَيِّنٰتٍ: دلائل۔ دین میں من الامر سے مراد ہے۔ من کے معنی علامہ نے فی کے اور امر سے دین لکھا ہے۔

بَغْيًا: مصدر ہے بمعنی اپنی مرضی چاہنا۔ پھر مراد ہے عداوت اور حسد کے واسطے، نہ اصل معانی اور مطالب میں شکوک و شبہات پیدا ہونے کے واسطے۔ دین میں اختلافات پیدا کئے۔

شَرِيْعَةٍ: او پر ایک طریق کے۔ بحر میں لکھا ہے کہ شریعت عرب میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے لوگ نہروں پر داخل ہوتے ہیں، اسی واسطے دین کو بھی شریعت کہتے ہیں کہ لوگ اس میں داخل ہوتے ہیں۔ مراد ہے سنت اور طریقہ۔

اِجْتَرَحُوْا: جَرَحَ سے باب افتعال ہے جَرَحَ اور اِجْتَرَحَ کے ایک ہی معنی ہیں۔ کام کیا۔ کرتوت جنہوں نے بدترین کام کئے۔

اَفَرَءَيْتَ: ابوحیان نے اس کو اَخْبِرْنِیْ کے معنوں میں لیا ہے۔ مجھے خبر دے، مجھے بتا۔

غِشٰوَةً: پردہ۔ ڈھانپنے کی شے۔ یعنی اُن کی بصیرت کی آنکھوں پر پٹی ہے، کہ معنوی کوئی شے نہیں سوجھتی۔

اَلدَّهْرُ: راغب نے لکھا ہے کہ دَهْر اس جہان کی شروع سے اخیر تک کی مدت سے مراد ہوتی ہے۔ پھر مدت دراز کو دہر کہہ دیتے ہیں۔ زمانہ بھی مدت کو کہتے ہیں قلیل ہو، یا کثیر۔ دہر کثیر مدت کو کہتے ہیں۔ گویا زمانہ عام ہے اور دہر خاص۔

اِئْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ: اَتٰی و اِتْيَانٌ بمعنی آنا سے امر حاضر جمع حرف جر ب سے متعدی بنا یعنی لے آؤ باب اس کا رمٰی یرمی ہے۔

جَاثِيَةً: جُثُوٌّ سے اسم فاعل مونث ہے اس کے معنی ہیں گھٹنوں کے بل کھڑا ہونا۔ اس صورت پر مجرم کو کھڑا کیا جاتا ہے جو سزا کی انتظار میں ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے ہر اُمت جمع ہونے والی بعض نے کہا ہے عاجزی کرنے والی ہر اُمت۔

نَسْتَنْسِخُ: ہم لکھواتے جاتے تھے تمہارے اعمال باب استفعال سے مضارع متکلم مادہ نَسْخٌ سے، صراح میں ہے کہ

Marfat.com

یہ مجرد اور اس سے باب افتعال اور استفعال ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ گویا یہ مزید فیہ کے دونوں باب موافقت فعل کے خاصے میں بھی استعمال ہوتے ہیں اس لفظ میں۔

مُسْتَیْقِنِیْنَ: یَقِنٌ سے باب استفعال کا اسم فاعل ہے۔ مجرد باب علم سے آتا ہے اس لفظ سے جو بھی ثلاثی مزید فیہ کے کسی باب سے استعمال ہوتا ہے وہ موافقت مجرد ہی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کفار نے کہہ دیا کہ ہم یقین کرنے والے نہیں۔

بَدَا: بجدُوٌّ سے فعل ماضی غائب۔ اس کے معنی ہیں ظاہر ہونا۔ ظاہر ہوگئیں اُن کے لئے ان کی بدکرتوتیں۔

حَاقَ: حَیقٌ مصدر باب ضرب سے فعل ماضی غائب ہے۔ بمعنی گھیر لینا۔ احاطہ کرنا۔ نازل ہونا یعنی جس عذاب اور گرفت کا ذکر سن کر وہ مسخری اور ٹھٹھا کرتے تھے۔ نازل ہو کر اس نے انہیں گھیر لیا۔ کوئی چھوٹنے نہ پایا۔

نَنْسٰی: نِسْیَانٌ مصدر باب عَلِمَ سے مضارع معروف متکلم ہے بمعنی بھلا دینا۔ یعنی اے منکرین! آج ہم تم کو بھلا دیں گے اور اس عذاب جہنم میں ایسا چھوڑ رکھیں گے، جیسا کوئی بھولی ہوئی شے کو چھوڑے رکھتا ہے۔ جیسا تم نے اس دن کے اسباب نجات کو، یعنی تقویٰ اور ایمان کو بھلا رکھا تھا۔ گویا یہ دن ہی بھولا ہوا تھا۔

لِقَآءَ یَوْمِکُمْ: لِقَاءَ مصدر ہے باب مفاعلہ کی۔ ملنا۔

مَاْوٰی: اُوِیٌّ اِوَاءٌ مصدر باب ضَرَبَ سے اسم ظرف ہے بمعنی پناہ لینا۔ مَاْوٰی کے معنی جائے پناہ۔ یعنی (اب) تمہاری جائے پناہ اور مستقل جائے اقامت جہنم کی آگ میں ہے۔

یُسْتَعْتَبُوْنَ: عَتْبٌ سے باب استفعال ہے امام راغب نے مفردات میں جو اس کے ذیل میں لکھا ہے ہم یہاں وہ لکھ دیتے ہیں۔

عَتَبٌ و مَعْتَبَۃٌ: وہ سختی اور غضب ناکی جو انسان کسی غیر کے متعلق اپنے دل میں رکھتا ہے۔ اہلِ عرب کہتے ہیں اَعْتَبْتُ فُلَانًا میں نے فلاں پر اپنا غصہ ظاہر کیا۔ پھر اسی کلمے کو استعمال کرتے ہیں۔ اَعْتَبْتُ زَیْدًا میں نے زید سے اس کا غضب دور کر دیا۔ اُسے راضی کر لیا۔ قرآن مجید میں فَمَا ھُمْ مِنَ الْمُعْتَبِیْنَ یہی معنی مراد ہیں۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا غضب دور کرائے ہوؤں میں سے نہ ہوں گے۔

اسی مادے سے اِسْتِعْتَابٌ ہے۔ لہٰذا اِسْتِعْتَابٌ کے معنی ہیں اعتاب طلب کرنا اور اعتاب کے معنی عتب دور کرنا۔ غضب نکال دینا۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا غضب دور کرانے کا موقع نہ دیئے جائیں گے۔ قاضی نے لکھا ہے کہ ان سے یہ بات نہ طلب کی جائے گی کہ وہ اپنے رب کو راضی کر لیں۔

اَلْکِبْرِیَآءُ: ابن الاثیر نے اس کے معنی عظمت اور ملک کے لکھے ہیں۔ راغب نے **ترفع عن الانقیاد** لکھا ہے۔ یعنی منقاد ہونے سے بالاتر۔ بعض نے کمال ذات کا اور کمال وجود کا کئے ہیں۔ یعنی آسمانوں میں اور زمین میں اُسی ذات پاک کی بڑائی اور بادشاہی ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُوْرَةُ الْاَحقافِ۔ مَکِّیَّہ۔ آیات ۳۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَرَءَيْتُمْ: اَخْبِرُوْنِیْ۔ مجھے بتاؤ۔

اَرُوْنِیْ: اس کے معنی بالکل اوپر کے معنی ہیں۔ مجھے بتاؤ۔ یہ بطور تاکید کے ہے۔

لَهُمْ شِرْكٌ: شرک سے مراد یہاں شرکت ہے۔ پتی۔ حصہ داری۔

اَثٰـرَةٍ: مصدر ہے ضَلالَۃٌ کی طرح۔ بمعنی بقیۃ۔ باقی رہی ہوئی شے۔ یعنی اپنے پہلے لوگوں کے علوم میں سے بچا بچایا علم تمہارے پاس ہو تو شہادت میں اسے پیش کرو۔ واحدی نے اس کے تین معنی کئے ہیں۔

۱۔ بقیۃ الشیٔ ۲۔ اثر بمعنی روایت کرنا ہے یعنی اپنے پہلوں سے روائیۃً پہنچا ہوا علم۔

۳۔ یہ بمعنی علامت ہے۔ یعنی تمہارے دعوے کی جو علامت ہے وہ لاؤ۔

اِفْتَرٰی: فَرْیٌ سے باب افتعال ہے، بمعنی خود بات بنالینا۔ گھڑ لینا۔ اس نے خود گھڑ لیا ہے۔

تُفِيْضُوْنَ: فَيْضٌ سے باب افعال افاضۃ سے مضارع جمع مخاطب۔ اس کے معنی ہیں باتیں شروع کر دینا۔ یعنی تم جو وحی الٰہی میں نکتہ چینی اور عیب گیری شروع رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔

بِدْعًا: بمعنی بَدِيْعٌ۔ نیا۔ راغب نے لکھا ہے کہ بِدْعٌ کے معنی مُبْدَعٌ اسم مفعول یعنی ایسا پہلا اور نیا کہ مجھ سے پیشتر کوئی کہیں کہ اس کام کے لئے نہ آیا ہو یا بمعنی مُبْدِعٌ اسم فاعل۔ اپنی بات کہنے میں اور دعوٰی کرنے میں نیا اور پہلا کہ جو پیشتر کے انبیاء علیہم السلام نے نہ کہیں ہوں اور نہ کیا ہو۔ یہ کلمہ خِفٌّ بمعنی خَـفِيْفٌ و خِـلٌّ بمعنی خلیل کی مثل ہے۔ صفت مشبہ ہے، یا مصدر ہے بمعنی صفت مشبہ۔

وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ: اَدْرِیْ۔ دَرٰی دَرْيَۃً۔ دِرَايَۃٌ و دِرْيَانٌ مصدر سے مضارع متکلم بمعنی جاننا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں اس آیت کے بعد لکھ دیا ہے کہ دنیا اور آخرت میں جو کچھ میرے اور تمہارے ساتھ ہونے والا ہے بالتفصیل وہ میرے علم میں نہیں۔ کما قیل۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ پھر انہوں نے اپنی تفسیر کے دو صفحوں میں اسے واضح کیا ہے۔ ہم یہاں اُس کا خلاصہ مطلب لکھ دیتے ہیں۔ ابن جریر نے حسن بصری سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اُس نے اِس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کی ذات مبارک) کو جب دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ عہد لیا گیا تو جنت میں (مشرف) ہونے کا علم تھا۔ البتہ مَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ دنیا کے متعلق فرمایا ہے کہ میں اپنے اس شہر سے اسی طرح نکالا جاؤں گا جس طرح مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اپنے شہروں سے نکالے گئے یا میں شہید کیا جاؤں گا جیسے مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام شہید کئے گئے۔

Marfat.com

وَلَا بِكُمْ: اور نہیں جانتا تمہارے متعلق کہ کیا میرے اُمت مجھے جھٹلا دینے والی ہوگی، یا مجھے سچا مان لینے والی۔ یا میری اُمت آسمانی پتھریلی بارش سے سزا دی ہوگی، یا وہ خسف یعنی زمین میں دھنسائی ہوئی ہوگی۔ پھر آپ کی طرف وحی کی گئی وَاِذْ قُلْنَالَکَ اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ اور جب ہم نے تجھ سے کہا کہ بے شک تیرے رب نے لوگوں پر احاطہ کر رکھا ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے میں نے تیرے واسطے عرب کا احاطہ کر رکھا ہے وہ تیرے قتل تک نہیں پہنچیں گے۔

پھر فرمایا ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ۔ وہ ذات ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ساتھ ہدایت کے، اور ساتھ دینِ حق کے تا کہ پیشتر کے تمام دینوں پر اس کو غالب کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ (اِس بات کی) شہادت دینے والا کافی ہے۔

یہ آپ کے دین کے متعلق فرمادیا۔ اور آپ کی اُمت کے حق میں فرمایا۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ اور اللہ ان کو عذاب نہ دے گا جب تک تو اُن میں موجود ہوگا اور نہ ہی عذاب دے گا جس حال میں کہ وہ بخشش مانگتے ہوں گے۔

ضحاک سے بطریق روایت بیان کیا گیا ہے اُس نے کہا کہ لَآ اَدْرِیْ (الایۃ) کا مطلب یہ ہے کہ مجھے کیا حکم دیا جائے گا اور تم کو کیا حکم دیا جائے گا اوامر اور نواہی سے، یا دوسرے احکام سے ابتلاء وامتحان سے۔ پھر ضحاک کہتا ہے کہ میں یہ اختیار کرتا ہوں کہ نفی علم کے معنی یہ ہیں کہ بغیر صورت وحی کے کوئی بات اجمالی ہو یا تفصیلی دنیاوی ہو یا اخروی اپنے متعلق ہو یا تمہارے میرے علم میں نہیں ہے۔

عثمان بن مظعون کی وفات پر اُس کی بیوی نے یا کسی اور عورت نے کہا۔ اے ابنِ مظعون تجھ کو جنت مبارک ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب ناک نظر سے دیکھا اور فرمایا کہ تجھے یہ کس نے بتا دیا ہے۔ قسم خدا کی میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اُس عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کا صحابی تھا اور آپ کا شہسوار۔ آپ خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اس کے لئے اس کے رب تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہوں اور اس کے (کسی) گناہ سے خوف بھی رکھتا ہوں۔

علامہ الوسیؒ نے اس کے بعد کہا ہے کہ میں یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان دنیا سے تشریف نہیں لے گئے حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا، اور صفات کا اور شیوٗن کا اور اُن تمام اشیاء کا علم جس سے کامل کمال حاصل ہوتا ہے دیا نہ گیا ہو۔ یعنی ان تمام قسم کی علوم بالتمام دیئے جانے کے بعد آپ کا وصال مبارک ہوا۔ اور یہ علوم اس حد تک عطا فرمائے گئے کہ عالمین میں کسی کو نہیں دیئے گئے۔

پھر علامہ کہتا ہے کہ میرے اعتقاد میں یہ ہے کہ دنیاوی جزئیات کا علم نہ ہونے سے کمال میں کوئی فرق لازم نہیں آتا۔ مثلاً یہ نہ جاننا کہ اس وقت زید اپنے گھر میں کیا کر رہا ہے، یا کل اس پر کیا واقع ہوگا۔ کمال علمی میں کوئی نقص نہیں ڈالتا۔

علامہ کہتا ہے کہ میں کسی مسلمان کا یہ قول اچھا نہیں جانتا جو کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ پسند کرتا ہوں کہ اس کی بجائے یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر اطلاع فرمائی۔ یا کہے اللہ سبحانہٗ و

Marfat.com

تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پڑھایا۔ یا اسی طرح کے کلمات اور کہے۔ علامہ کہتا ہے، اور اس آیت زیر بحث میں رد ہے اُس شخص پر جو منسوب کرتا ہے بعض اولیاء کی طرف علم ہر شے کا کلیات اور جزئیات سے۔

علامہ نے کہا کہ میں نے سنا اس جامع مسجد کے منبر پر جو منسوب ہے شیخ عبد القادر جیلانی، قدس سترہ کی طرف۔ جمعہ کے روز خطیب بلند آواز سے کہتا تھا۔ اے باز! تو مجھ کو میری نسبت بہت زیادہ جانتا ہے۔ یعنی جتنا میں اپنے آپ کو جانتا ہوں تو اس سے کہیں زیادہ مجھ کو جانتا ہے۔ مخاطب یہاں حضرت شیخ قدس سترہ ہیں۔

پھر علامہ نے کہا کہ مجھے ایک شخص نے کہا کہ بے شک میرا اعتقاد ہے کہ شیخ قدس سترہ میری ہر شے کو جانتے ہیں حتیٰ کہ میرے بال اگنے کی جگہ تک کو (بھی جانتے ہیں)۔

یہاں علامہ نے لکھا ہے کہ اس قسم کی باتیں تو ایسی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کی طرف بھی نسبت نہیں کرنی چاہئیں، چہ جائے کہ اس کی طرف نسبت کی جائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم ہو۔ بندے کو اپنے مالک سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

عَلٰی مِثْلِهٖ: اس میں ضمیرہ قرآنِ مجید کی طرف راجع ہے۔

بُشْرٰی: مصدر بمعنی اسم فاعل۔ خوشخبری دینے والی۔

کُرْهًا: بعض کَرْهًا نے اس کو بالفتح پڑھا ہے یعنی کَرْهًا۔ معنی ہر دو کے ایک ہیں یعنی مشقت سے۔ راغب نے فرق لکھا ہے بالفتح وہ مشقت اور تکلیف جو انسان پر دوسرے کی طرف سے پڑے اور اس پر جبر سے ڈالی جائے اور کُرْهًا بالضم وہ مشقت جو انسان پر اپنے ہی وجود سے پیدا ہو کر جبراً پڑے۔ حمل کی یہی صورت ہے۔

حَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ: یعنی مدت اُس کے حمل کی، اور دودھ چھڑانے تک کی۔ فِصَال مصدر یعنی مدت اُس کے فصل کی۔ فصال کے معنی فصل لئے۔ یعنی بچے کو دودھ سے الگ کرنے کی مدت کا وقت۔ اس آیت کریمہ میں حمل کی کم از کم مدت، اور دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت فرمائی ہے۔

اَشُدَّ: جسم اور عقل کا پورے کمال پر پہنچنے کا وقت۔

اَوْزِعْنِیْٓ: اس کلمہ کے معنی سورۂ نمل کے آغاز میں تفصیل سے لکھ دیئے ہیں وہاں دیکھیے یہاں علامہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ مرقوم ہے اے میرے رب! مجھے رغبت، شوق اور توفیق دے کہ تیرا شکر کروں۔

وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ: اِصْلَاحٌ صیغہ امر دعا ہے۔ راغب نے اصلاح یا صلاحیت کے متعلق لکھا ہی کہ یہ کلمہ فساد کے بالمقابل ہے قرآن مجید میں یہ کہیں فساد کے بالمقابل، کہیں سیئات کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔

ذُرِّیَّةٌ: راغب نے لکھا ہے دراصل ذُرِیّتہ چھوٹی اولاد کو کہتے ہیں۔ پھر عرفِ عام میں چھوٹی بڑی اولاد کو کہہ دیتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہے۔ علامہ نے اس موقع پر روح المعانی میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے دعا کی کہ میرا ہر عمل اپنی رضا کے موافق کر اور صلاحیت میری اولاد میں سرایت کر جانے اور پختہ ہو جانے والی بنا۔ پھر لکھا ہے کہ صدیق اکبر کی دعا منظور ہوئی کہ نو مومن غلام آزاد کئے اور جس کارِ خیر کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر

Marfat.com

اعانت فرمائی اور اولاد کے حق میں دعا کی تو آپ کے سب بیٹے مسلمان مومن ہوئے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ یہی بزرگوار ہیں سب مہاجرین اور انصار میں کہ جن کے والدین اور اولاد مومن ہوئے۔

اُفٍّ: یہ ایک کلمہ ہے جو آدمی سے نہایت تنگی اور ناپسندیدگی کے وقت نکلتا ہے، اصل میں اُف ہر ایک طرح کی میل کچیل اور گندگی کو کہتے ہیں۔

وَهُمَا يَسْتَغِيْثَانِ: مدد طلب کرتے ہیں اللہ سے۔

وَيْلَكَ: بددعا ہے ہلاکت کی۔ مگر یہ کسی کام سے روکنے کے واسطے، یا کوئی کام کرنے کی ترغیب کے موقع پر اہلِ عرب استعمال کرتے ہیں۔ مراد بددعا نہیں ہوتی۔ یہاں ترغیب کے معنی ہیں کہ تیری خرابی ہو۔ ایمان لے آ۔

اَسَاطِيْرُ: جمع اِسطار و اِسطِیر بمعنی بے ترتیبی کہانیاں۔

عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ: عذاب کا حکم قول کے معنی ہیں۔

اس آیت کے نزول میں دو قول ہیں۔ اول عبدالرحمٰن ابن ابوبکرؓ جب اسلام نہیں لائے تھے اُن سے بحالتِ غیر اسلام یہ باتیں والدین کے ساتھ ہوئیں۔ مروان بن حکم نے جب مسجد نبویؐ میں دورانِ تقریر میں کہا کہ امیر المومنین (مراد حضرت معاویہ) نے اپنی اچھی رائے یزید کے ولی عہد بنانے میں قائم کرلی ہے اس واسطے کہ ابوبکرؓ نے اپنے بعد اور عمر نے اپنے بعد خلیفہ بنایا۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے کہا کہ ہرقیت قائم کرتے ہو۔ یعنی قیصرِ روم کا طریق جاری کرتے ہو۔ ہمیشہ بڑا بیٹا جانشین ہوتا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے نہ اپنا بیٹا ولی عہد بنایا نہ کوئی اپنا دوسرا رشتہ دار اور معاویہ نے اپنے بیٹے کی عزت اور مہربانی وطرفداری کر کے اسے ولی عہد بنایا ہے۔ مروان نے عبدالرحمٰن کا اثر مٹانے اور اس کے اس قول کو باطل کرنے کے ارادے سے کہا۔ کیا تو وہی نہیں جس نے اپنے والدین کو اُف لکھا کہا تھا اس کے جواب میں عبدالرحمٰن نے کہا۔ تو ابن لعین کا بیٹا نہیں وہ جس کے باپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی تھی۔

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات سنی تو فرمایا مروان تو نے عبدالرحمٰن کو ایسا ایسا کہا ہے۔ تو نے جھوٹ کہا، قسم بخدا یہ اس کے حق میں نہیں اُتری، فلاں بن فلاں کے حق میں اُتری ہے، ایک صحیح روایت میں ہے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تین بار کَذَبْتَ فرمایا اور فرمایا واللہ عبدالرحمٰن اِس میں نہیں۔ اگر تو چاہتا ہے کہ جس کے بارے میں اُتری ہے تو میں اُس کا نام بھی بتا سکتی ہوں۔

دوسرا قول۔ یہ آیت عام ہے۔ آیاتِ ماقبل کے سیاق سے بالمقابل بیان فرمائی گئی ہے۔ (خلاصہ از امام وعلامہ)

لِيُوَفِّيَهُمْ: وفی سے باب تفعیل ہے پورا پورا دنیا وَ فاءٌ مثل کلامٌ مصدر تفعیل سے مضارع معروف منصوب۔ پوری دے گا جزا اُن کے اعمال کی۔

يُعْرَضُ: عرض سے مضارع مجہول ہے، اس کے معنی ہیں ایک شے کو دوسری شے پر ظاہر کرنا۔ علامہ نے کہا ہے عُرِضَ فلان علی السیف سے مراد ہوتی ہے فلاں تلوار سے قتل کیا گیا۔ تو یُعرَضُ کے معنی لئے ہیں کہ آگ سے عذاب دیئے جائیں گے۔

عَذَابَ الْهُوْنِ: ذلت آمیز سخت تر عذاب۔

Marfat.com

یَجْحَدُوْنَ: جحد مصدر سے مضارع جمع غائب ہے۔اس کے معنی ہیں جانتے ہوئے انکار کرنا۔وہ جانتے بوجھتے ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔

صَرَّفْنَا: تصریف باب تفعیل سے فعل ماضی متکلم۔اس کے معنی ہیں کسی چیز کا پھیرنا یہاں مراد ہے دہرانا۔بار بار بیان کرنا۔ہم نے بار بار آیات دہرائی ہیں تاکہ یہ لوگ باز آجائیں۔

بِالْاَحْقَافِ: جمع حقف ایک مستطیل ریت کا قطعہ جس میں کچھ ٹیڑھا پن بھی ہو۔قوم عاد بدوی لوگ تھے۔ریگستان میں جھونپڑوں اور خیموں میں رہتے تھے۔ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کی آبادی عمان اور حضر موت کے درمیان تھی۔بعض نے کہا ہے کہ احقاف شام میں ایک پہاڑ تھا یہ وہاں کے رہنے والے تھے۔

اَلنُّذُرُ: جمع نذیر بمعنی مُنذِر۔اپنی تبلیغ میں ڈرانے والے۔

لِتَاْفِکَ: اِفک سے مضارع مخاطب ہے ضحاک نے اس کے معنی پھیرنے کے کیے ہیں تاکہ تو ہم کو پھیر دے یعنی ہٹادے۔

بعض نے معنی کیے ہیں کہ اپنے جھوٹ سے تو ہمیں بند کردے، زائل کردے، اپنے معبودوں سے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ: اس میں ہٗ ضمیر کے متعلق مبرد نے دو قول بیان کیے ہیں۔

اول۔یہ ضمیر غیر مذکور کی طرف راجع ہے جسے عارِضًا واضح کرتا ہے۔یہ اسی طرح ہے جیسے قولہ تعالیٰ مَاتَرَکَ عَلٰی ظَھْرِھَا مِنْ دَآبَّۃٍ اس میں ھَا ضمیر کا مرجع ارض ہے جو بوجہ معلوم ہونے کے مذکور نہ ہوتی ہوئی مرجع بنی ہے۔اسی طرح یہاں مرجع ہے سَحَابًا۔گویا یوں تھا فَلَمَّا رَاَوُ السَّحَابَ عَارِضًا۔زجاج کا بھی یہی قول ہے گویا یہ اضمار لا علے شریطۃ التفسیر ہے۔

دوم۔ضمیرہٗ کا مرجع مَا ہے جو فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ میں ہے۔یعنی فَلَمَّا رَاَوْ مَا یُوْعَدُوْنَ عَارِضًا۔ابوزید نے کہا ہے کہ عارض اس بادل کو کہتے ہیں جو آسمان کے کنارے پر دکھائی دیتا ہے۔معنی ہوئے جب انہوں نے آتا ہوا بادل دیکھا یا جب انہوں نے اپنا وعدہ دیا ہوا عذاب بادل کی صورت میں آتا ہوا دیکھا (کبیر)۔

تُدَمِّرُ: تدمیر سے مضارع واحد مونث غائب اس کے معنی ہیں ہلاک کرنا۔وہ ہلاک کرے گی۔ہر انسان حیوان اور نبات کو۔

وَلَقَدْ مَکَّنّٰھُمْ فِیْمَآ اِنْ مَّکَّنّٰکُمْ فِیْہِ : تمکین سے فعل ماضی متکلم بمعنی قوی کرنا۔ہم نے ان کو قوت دی۔مبرد نے فِیْمَا کا مَا اَلَّذِیْ کے معنی میں لے کر اِنْ نافیہ مان کر یہ معنی کیے ہیں کہ ہم نے ان کو اُس اُس بات پر قوت دی کہ تم کو نہیں دی۔

ابوقتادہ نے اِن تحسین کلام کے لئے مان کر یہ معنی کیے ہیں کہ ہم نے ان کو جن باتوں میں قوت دی تم کو بھی دی۔مگر یہ قول امام نے کئی وجوہ سے غلط ثابت کیا ہے۔بعض نے کہا ہے۔اِنْ شرطیہ محذوف الجزا ہے طَغَیْتُمْ۔یعنی بے شک ہم نے اُن کو اُن باتوں میں قوت دی کہ اگر تم کو دے دیتے تو تم زیادہ سرکش ہوتے۔

قُرْبَانًا: وہ شے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

صَرَفْنَا: مائل کر دیئے تیری طرف متوجہ کر دیئے۔

Marfat.com

نَفَرًا: عام طور پر تین سے دس تک کی مردوں کی جماعت کو کہتے ہیں یعنی چند جن تیری طرف مائل کیے۔ مگر علامہ نے لکھا ہے کہ دس میں محدود نہیں نہ ہی مردوں میں مخصوص ہے۔

وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ: يُجِرْ باب افعال سے مضارع غائب مجزوم ہے۔ قاموس میں ہے اَجَارَهُ انقده و اعادہٗ یعنی اس کو بچا لیا اور پناہ دی۔ علامہ نے تحریر کا خلاصہ یہاں سے معلوم ہوا کہ جنات بھی مکلف ہیں۔ باری تعالیٰ کے اوامر اور نواہی ان پر عائد ہیں جن کے ماننے اور کرنے نہ کرنے سے جزا سزا دیے جائیں گے۔ ان کی سزا میں یہی نص ہے۔ البتہ ثواب میں اختلاف ہے۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ ان پر ثواب عقاب ہے۔ جنت میں اکٹھے ہوں گے۔ ابواب جنت پر ان کا ازدحام ہوگا۔

بعض نے کہا ہے کہ ان کے مطیع کو سوائے آگ سے نجات مل جانے کے اور کوئی ثواب نہیں۔ بعد فیصلہ فرما دیا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ، وہ مٹی ہو جائیں گے۔ یہی مذہب ہے لیث بن ابی سلیم کا اور ایک جماعت کا بلکہ یہی مذہب منسوب ہے امام ابوحنیفہؒ کی طرف۔

البتہ نسفی نے تیسیر میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے جنات کے ثواب کے متعلق توقف فرمایا ہے یعنی کسی صریح اور صحیح واضح سند نہ مل سکنے کے سبب سکوت رکھا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کا مذہب ہے کہ مومن جنات جنت کے گرد کناروں پر ہوں گے۔ بعض نے کہا ہے کہ جنت میں جائیں گے۔ اسی سے اُن کے لذائذ میسر ہوں گے زری نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جنت میں داخل ہوں گے اور کھانے پینے وغیرہ میں ضحاک اور ابن ابی لیلیٰ وغیرھم کا

وَلَمْ يَعْيَ: عَيِيَ. يَعْيٰ مثل رَضِيَ يَرْضٰى کی۔ قاموس میں اسکے معنی لکھے ہیں عاجز رہ جانا اور پختہ نہ کر سکنا۔ علامہ نے لم یتعب لکھے ہیں کہ ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں۔ مراد ہے کہ ہم اس مخلوق کے پیدا کرنے کے باوجود اس کے مٹانے بنانے پر قادر ہیں۔

اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ: اولوالعزم پیغمبروں علیہم السلام کی تعداد میں کئی قول ہیں۔

۱۔ حسن بن فضل کا قول ہے کہ اولوالعزم اٹھارہ پیغمبر ہیں علیٰ جمیعہم السلام جن کا ذکر سورت انعام میں آیا ہے۔ بعض نے کہا نو ہیں۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ۔ حضرت یعقوبؑ۔ حضرت یوسفؑ۔ حضرت ایوبؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت داؤد۔ حضرت علیہم السلام۔

بعض نے کہا سات ہیں آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و داؤد و سلیمان و عیسیٰ علیہم السلام بعض نے کہا چھ ہیں جن کو قتال کا حکم ہوا تھا وہ ہیں نوح و ہود و صالح موسیٰ داوود و سلیمان علیہم السلام۔ ابن عساکر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ پانچ ہیں نوح و ہود و ابراہیم و شعیب و موسیٰ علیہم السلام۔

عبدالرزاق و عبد بن حمید و ابن قتادہ ہی سے روایت کی ہے کہ چار ہیں۔ روح المعانی ہی سے روایت کی ہے کہ

Marfat.com

چار ہیں۔ روح المعانی میں اس قول کو اصح الاقوال لکھا ہے یعنی سب سے صحیح قول۔ جلال الدین سیوطی نے بھی اسی قول کو تسلیم کر کے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اولوالعزم پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام پانچ ہیں۔ نوحؑ وابراہیمؑ و موسیٰ ورحمتہ للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعض نے نظم میں ذکر کر دیئے ہیں۔

اُولُوالْعَزْمِ نُوْحٌ وَّ الْخَلِیْلُ الْمُمَجَّدُ

وَمُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَالْحَبِیْبُ مُحَمَّدُ

البتہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صبر کا حکم فرمایا ہے اولوالعزم کی طرح تو مراد وہ اٹھارہ ہیں قولِ اول میں مذکور سورت انعام کے اندر۔ ان کے صبر سے علامہ نے خاص خاص تکالیف اور مصائب پر صبر مراد نہیں رکھی، بلکہ تبلیغ وحی پر استقامت اور عزم بالجزم مراد لی ہے جس سے ان عالیشان ہستیوں کو کوئی سخت ترین مانع نہ روک سکا۔ اور نہ ہٹا سکا تادم آخر اس خدمت کی بجا آوری میں مصروف رہے۔ اقتدار اور صبر کا ارشاد اسی معنی کی رو سے ہے۔ استقامت اور عزم اگرچہ سب رسل اور انبیاء علیہم السلام میں علیٰ قدر المراتب موجود تھا۔ مگر ان اٹھارہ میں بہت نمایاں اور واضح تھا اور اہلِ عرب ان سے بخوبی روشناس تھے۔

چونکہ ارشاد ہے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ (الآیۃ) صبر ہی کے اعتبار سے صاحب قول ثانی نے اولوالعزم نو ذکر کر کے ان کی خاص صبر کی امتیازی صفت پیش کر دی ہے جو مسلمانوں میں عام مشہور ہے۔ اس کے نزدیک گویا ان کا یہی صفت قابلِ اقتدار ہے۔

وَلَا تَسْتَعْجِلْ: اِسْتِعْجَال باب استفعال سے فعل نہی حاضر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی امر کا وقوع جلدی چاہنا۔ یہاں مراد ہے کہ ان کفار کے واسطے عذاب جلدی نہ چاہئے۔

بَلٰغٌ: قاموس میں لکھا ہے کہ یہ یہاں تبلیغ اور ابلاغ کا حاصل بالمصدر ہے۔ یعنی پہنچا دینا اور سنا دینا ہے۔ یہ تمام بیان جو بطور وعظ تم کو پہنچایا اور سنایا گیا ہے کہ کافی ہے۔ ترکیب میں یہ خبر ہے مبتدا محذوف کو وہ ہے ھٰذَا۔ یا معنی ہیں یہ ہمارے رسول کی تبلیغی تفصیل ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ مُحَمَّدٍ۔ مَكِّيَّه۔ آيات ۳۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صَدُّوْا: مصدر صَدٌّ و صُدُوْدٌ (رُکنا اور روکنا لازم اور متعدی آتا ہے) سے فعل ماضی جمع غائب۔ خود اللہ کی راہ پر چلنے، یعنی اسلام قبول کرنے سے رُک گئے۔ یا اوروں کو اسلام سے روکا۔

اَضَلَّ: ضَلَلٌ و ضَلَالٌ مصدر سے باب افعال اِضْلَال کا فعل ماضی بمعنی ضائع کرنا ضائع کر دیئے، غیر موثر اور غیر مفید بنا دیئے۔ نابود کر دیئے، اُن کے اعمال جو وہ اچھے اور لوگوں کے حق میں مفید کرتے تھے۔ بوجہ ایمان نہ لانے کے کسی قسم کے اجر کا ذریعہ نہ بنائے گئے، اجر صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہوتا ہے خدا تعالیٰ کو سخت سے سخت ناراض کر بیٹھے، اَب اجر کہاں سے؟

كَفَّرَ: تکفِیر مصدر سے فعل ماضی غائب ہے صراح میں تکفیر کے معنی لکھے ہیں گناہ مِٹا دینا مٹا دے گا ان کے سیئات کو۔

بَالَهُمْ: بال کے معنی ہیں، حال، یعنی موجودہ وقت کی حالت۔ اخلاقی، معاشرتی اور معالاتی سب ایسے لوگوں کی درست ہوتی ہے، یا دینی اور دنیاوی حال توفیق اور تائید خداوندی سے درست ہوتا ہے۔ بعض نے معنی کئے ہیں فکر اور موضع فکر جو دل ہے وہ درست کر دے گا۔ پس جس کا دل درست ہو گا اُس کا حال درست ہو گا۔

يَضْرِبُ اللّٰهُ: ضَرْبٌ مصدر سے مضارع غائب ہے۔ ایک معنی اس کے مثال بیان کرنا ہیں، یعنی اللہ لوگوں کے واسطے اُن کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

ضَرْبَ الرِّقَابِ: یہاں شروع آیت میں ہے فَإِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ زمخشری نے کہا ہے لَقِيْتُمْ لِقَاء سے ہے بمعنی جنگ کرنا، یعنی جب تم کفار سے جنگ کرو تو گردنوں پر تلواریں مارو ضَـرْبَ مصدر منصوب ہے فعل محذوف کا اصل اس کی اس طرح ہے اِضْرِبُوا الرِّقَابَ ضَرْبًا۔ اور اگر عام معنی لیں تو ہیں کہ جب تم ملو جنگ میں۔

اَثْخَنْتُمُوْهُمْ: اِثْخَان باب افعال سے فعل ماضی جمع مذکر مخاطب۔ بہت قتل کرنا حتّٰی کہ جب تم خوب ان میں خون ریزی کر لو، اور بعض کو گرفتار کر لو تو۔

شُدُّوا الْوَثَاقَ: وَثَاق مصدر ہے خَلاص کی مثل۔ یہاں مراد ہے وہ شے جس سے کوئی شے باندھی جائے۔ یعنی خوب کس کر باندھو۔

مَنًّا: مَنٌّ منت نہادن۔ احسان کرنا۔

فِدَآءً: فدیہ دینا لینا۔ معاوضہ دینا لینا، قید کر لینے کے بعد یا تو بطور احسان کے چھوڑ دو، یا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دو۔

اَوْزَارَ: جمع وِزْرٌ بمعنی اٹھانے کا بوجھ یہاں مراد ہے ہتھیار اور سامان جنگ۔ یعنی حتّٰی کہ مخالف فریق ہتھیار ڈال دے۔

Marfat.com

لَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ: ہرگز ضائع نہیں کرے گا اعمال ان کے۔ بلکہ ان پر اجر اور ثواب دے گا۔ اضلال مصدر سے مضارع منفی بلن۔ اس کے معنی ہیں ضائع کرنا۔ ضائع نہیں کرے گا۔

يُصْلِحُ بَالَهُمْ: یہاں اصلاح حال سے مراد آخرت کا حال ہے۔ ماقبل کی آیت میں اس زندگی کا دینی دنیوی حال کا ذکر ہے، لہٰذا اس سے تکرار لازم نہیں آتا۔ یعنی درست کردے گا آخرت میں حال ان کا۔

عَرَّفَهَا لَهُمْ: تعریف باب تفصیل سے فعل ماضی۔ واقفیت کرانا۔ واقفیت کرادی اس کی۔ اس کی دو تاویلیں ہیں:

اول۔ اس جہان میں مومنین کے لئے جنات کی تعریف کردی ہے۔ کثرت سے اُس کی ہر قسم کی صفات کر کے ان کو شائق بنادیا گیا ہے۔ کوئی امر قابل ذکر ترک نہیں کیا گیا۔

دوم۔ قیامت میں بعد فیصلہ مومنین داخلے کے واسطے جائیں گے تو وہ اپنے اپنے مساکن کی حدود کو ایسا صاف جان لیں گے کہ اِس دنیاوی مساکن کو بھی ویسا نہیں جانتے۔ یعنی اپنی ہر شے کی پوری معرفت رکھتے ہوں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مومنین کو جنگ کی پہچان کرادے گا۔ علامہ نے روح المعانی میں کچھ تفصیل کردی ہے۔

فَتَعْسًا لَّهُمْ: تَعْسًا مصدر ہے مثل منع کی منہ کے بل گرنا۔ ابن السکیت نے اس کے معنی ہلاکت کئے ہیں۔ ہلاکت ہے اُن کے لئے، قاموس میں، ہلاکت اور سقوط۔ گرنے کے کیے ہیں۔

زمخشری نے وجہ نصب دو لکھی ہیں:

۱۔ مفعول مطلق فعل محذوف کا تعَس لعسالھم۔

۲۔ مفعول بہ فعل محذوف کا قضٰی تَعْسًا لَّهُمْ، یہ تاویل زیادہ موزوں ہے بہ نسبت پہلی کے۔

فَاَحْبَطَ: حَبط اور حُبُوط سے بمعنی باطل ہونا ثواب کا اور عمل کا باب علم سے باب افعال سے فعل ماضی ہے۔ ضائع کردیئے اُن کے اعمال۔

دَمَّرَ اللّٰهُ: ہلاکت ڈالی اللہ تعالیٰ نے اُن پر تدمیر سے فعل ماضی بمعنی ہلاک کرنا۔ یہاں ماضی کے معنی ہیں ہلاکت ڈالی اللہ نے اُن پر اور اُن کے مال اسباب اور اہل پر۔

مَوْلٰی: ناصر۔ مددگار

يَتَمَتَّعُوْنَ: باب تفعل سے مضارع جمع غائب سامان دنیا سے متاع۔ یعنی فائدہ چند قلیل دن اٹھاتے ہیں۔

مَثْوٰی: جائے اقامت۔ ثَوَاء مصدر سے اسم ظرف ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک جگہ میں ہونا اس کا باب مثل رَمٰی یَرْمِی کی آتا ہے۔

كَاَيِّنْ: کم خبریہ کے معنی میں ہے۔ بہت سے قاموس میں لکھا ہے ایٌّ کلمہ استفہام ہے، اس کے پہلے ک لگاتے ہیں جیسے یہاں بمعنی کم استفہامیہ۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ: مَثَل کے یہاں معنی اور مراد ہے عجیب الشان صفت۔ یعنی جنت کی شاندار صفت یہ ہے۔

Marfat.com

مُتَّقُوْنَ: تَقْویٰ سے باب افتعال کا اسم فاعل جمع۔ اس سے مراد ہے واجبات دائمی طور پر ادا کرنے والے اور سیئات کو ترک رکھنے والے۔

غَیْرِ اٰسِنٍ: اسن و اُسُوْنٌ مصدر سے اسم فاعل، مصدر کے معنی ہیں ایک جگہ تادیر کھڑا رہنے سے پانی کی بُو اور ذائقے کا بدل جانا۔ یعنی جنت کا پانی غیر متغیر ہے۔ باب اس کا مثل ضرب اور نصر کی آتا ہے۔

لَذَّةٍ: بمعنی لذیذة۔ لذت دار۔ صفت مشتبہ ہے۔

مَآءً حَمِیْمًا: سخت گرم کھولتا ہوا پانی۔

اَمْعَآءَ: جمع مَعًا۔ انتڑیاں، گھولتا ہوا پانی اُن کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

اٰنِفًا: صراح میں اس کے معنی اکنوں لکھے ہیں یعنی اب علامہ نے لکھا ہے کہ یہ اسم فاعل غیر قیاسی ہے۔ کیونکہ اس کا باب ثلاث: ی مجرد سے نہیں آتا۔ اچھی تفصیل لکھی ہے مراد ہے ابھی ابتدا۔

بَغْتَةً: ناگاہ۔ اچانک۔ یہ مفعول مطلق ہے۔ تُبَاغِتُمُ بَغْتَةً کہ اچانک آ جائے اُن پر۔

اَشْرَاطُهَا: جمع شَرَطٍ۔ علامت۔ نشان جس سے کوئی شے پہچانی جائے۔ قیامت کے علامات آ رہے ہیں۔

مُتَقَلَّبَ: چلنے پھرنے۔ دور و نزدیک آنے جانے کی جگہ۔ مراد ہے دنیا میں۔

اَوْلٰی لَهُمْ: ویل سے یہ اسم بنا ہے۔ ویل ہی اس کے معنی ہیں۔ بعض نے کہا ہے وَلِیَ بمعنی قریب آنا سے ہے۔ بہت قریب ہے ان سے ہلاکت یا معنی ہیں ہلاکت اولیٰ ہے ان کے لئے اصمعی نے اس کے معنی کئے ہیں کہ قریب آ گئی ہے وہ شے جو ان کو ہلاک کرے گی۔ ثعلب نے اس اصمعی کے معنی کو احسن کہا ہے۔

طَاعَةٌ: علامہ نے یہ مستقل کلام بنائی ہے، پھر اس کا مبتدا محذوف ہے اَلْاَمْرُ طاعة وقول معروف۔ یعنی اصل امر حکم ماننا اور مناسب بات کہنا ہے۔ بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ امرهم طاعة و قول معروف ان کا اصل امر طاعت اور اصل قول معلوم ہے۔ یا اس کی خبر محذوف مانی ہے یعنی طاعة معروفة وقول معروف اَمْثَل لهم۔ اطاعت مشہور اور قول معروف اُن کے حق میں بہت بہتر ہے۔ بعض نے اس کی تیسری تاویل کی ہے کہ اَوْلٰی اسم تفصیل جو پہلے آ چکا ہے وہ مبتدا ہے، اور یہ اس کی خبر ہے۔ اس اعتبار سے یہ کلام مستقل نہیں۔ یعنی ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ اطاعت کریں اور بہتر باتیں منہ سے نکالیں۔

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ: جب بات پختہ ہو جائے اور طے پا جائے۔ تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے ہوتے اور معصیت میں نہ پڑتے، منہ رکھنی نہ کرتے دھوکا نہ دیتے تو یہ سچا ہو جانا ان کے لئے بہتر ہوتا۔

اِنْ تَوَلَّیْتُمْ: ولایته بمعنی امیر اور حاکم بننا سے باب تفعل کا فعل ماضی جمع مخاطب ہے۔ یعنی کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر لوگوں پر تم امیر اور حاکم ہو جاؤ تو زمین میں فساد کرو اور قطع رحمی کرو۔

فَاَصَمَّهُمْ: اِصْمَامٌ سے فعل ماضی ہے باب افعال سے۔ اس کے معنی ہیں بہرا کر دینا۔ سننے کی طاقت کھو دینا۔ پس ان کو بہرا کر دیا۔

Marfat.com

اَعْمٰی: اِعْمَآءٌ سے فعل ماضی ہے۔ باب افعال سے اس کے معنی ہیں اندھا کر دینا، ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ یہاں آنکھیں فرمایا وہاں کان نہیں آیا۔ شاید اس واسطے کہ بہرا ہونے میں کانوں کی بظاہر کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی کہ ان کا ذکر کیا جاتا۔ بخلاف آنکھوں کے کہ ان کی آفت دیکھی جاتی ہے۔

اِرْتَدُّوْا: اِرْتِدَادٌ سے فعل ماضی جمع غائب اس کے معنی ہیں دین سے پھر جانا۔ بے شک وہ لوگ جو دین سے پھر گئے۔

سَوَّلَ: تسویل سے فعل ماضی۔ قاموس میں ہے۔ سَوَّلَ لَہُ الشَّیْطٰنُ۔ گمراہ کر دیا اُس کو شیطان نے۔ قاضی نے لکھا ہے شیطان نے بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا اُس کے لئے سہل کر دیا۔ تسویل کے معنی ہیں کسی کام کو آراستہ کرنا۔ یعنی شیطان نے ان کے لئے جرائم اور سیئات کو آراستہ کر دیا۔

اَمْلٰی: اِمْلَاءٌ سے فعل ماضی ہے۔ صراح میں اس کے ایک معنی لکھے ہیں زمانہ دراز تک چھوڑ رکھنا۔ یہاں مراد ہے آرزوؤں میں اسے ڈال رکھا چنانچہ وہ موت کو بھول گیا۔

اَسْخَطَ: اَغْضَبَ غضب ناک کر دیا۔

اَضْغَانَ: جمع ضِغْنٌ کینہ۔ چھپی عداوت۔

فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ: لَحن صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں اعراب میں غلطی کرنا۔ حرکات غلط پڑھنا۔ راغب نے لکھا ہے کلام کو اس کے جاری طریق سے بدل کر بولنا اعراب بدل کر، دیا اصل کلمات کو بدل کر۔ منافقین نے مسلمانوں سے طریق کلام بدل رکھا تھا۔ یہاں یہی فرمایا ہے کہ تو ان کو ضرور طرز کلام سے معلوم کر لے گا کہ یہ کھرے نہیں۔

شَآقُّوْا: مشاقۃ وشقاق سے فعل ماضی جمع غائب۔ دشمنائیگی اور مخالفت کرنا، اور انہوں نے رسولؐ کی مخالفت کی۔

فَلَاتَهِنُوْا: وَهْنٌ سے فعل نہی جمع حاضر اس کے معنی ہیں سست ہونا۔ باب مثل ضَرَبَ کی۔ تم کفار کے مقابلے میں سست نہ ہونے پاؤ۔

لَنْ یَّتِرَکُمْ: وَتْرٌ مصدر سے مضارع منفی بِلَنْ۔ بمعنی کسی کے حق سے کچھ کم کرنا (صراح) ہرگز تمہارے اعمال کے ثواب سے کوئی شے کم نہیں کرے گا۔

فَیُحْفِکُمْ: اِحْفَاءٌ مصدر سے مضارع معروف۔ صراح میں اس کے ایک معنی لکھے ہیں سوال میں بہت مبالغہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر میں تم سے تمہارا تمام مال لیتا اور بار بار تم کو دینے کی بابت کہتا تو تم بخل کرتے اور تمہارے کینے اللہ تعالیٰ نکالتا، یا تمہارا بخل نکالتا۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُوْرَةُ الْفَتْحِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آيات ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلسَّكِيْنَةَ: اس کے معنی ہیں اطمینان وسکون وثابت قدمی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے معنی رحمت مروی ہیں۔ بعض نے وقار اور عظمت کیے ہیں۔

اَلسَّوْءِ: مصدر ہے بُرا ہونا۔ مراد ہے گھیر لینے والی بُرائی ان پر ہے۔

ظَنَّ السَّوْءِ: بدظنی رکھنے والے ہیں اللہ سے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مومنین کی مدد اور نصرت نہیں فرمائے گا۔ یہ بدظنی انہیں پر پڑے گی۔

اَعَدَّ: اعداد باب افعال سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں تیار کر رکھنا۔ تیار کر رکھا ہے ان کے لئے جہنم۔

اَلْمَصِيْرًا: مصدر میمی بمعنی لوٹنا۔ صراح میں لکھا ہے مصیر خلاف قیاس ہے اصل میں مصار چاہئے تھا مثل معاش کی۔

شَاهِدًا: شہادت دینے والے اپنی اُمت پر، اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں کہ بے شک انہوں نے مکمل تبلیغ کی۔

تُعَزِّرُوْهُ: باب تعزیر سے مضارع جمع مخاطب ہے۔ قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں تعظیم کرنا، تقویت دینا۔ تا کہ تم اس کی تعظیم کرو اور تقویت دو۔

وَتُوَقِّرُوْهُ: توقیر سے مضارع مخاطب۔ وقار ماننا۔ تعظیم کرنا۔ اور اُس کا وقار قائم رکھو۔

تُسَبِّحُوْهُ: اس کی تنزیہہ بیان کرو اور تسلیم کرو۔ ان کلمات کی تینوں ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت، وقار اور تنزیہہ تسلیم کرو۔ بیان کرو اور اظہار کرو۔

بُكْرَةً: علی الصبح۔

اَصِيْلًا: دن ڈھلے سے شام تک۔

نَكَثَ: نکث سے فعل ماضی ہے بمعنی عہد توڑنا جس نے عہد توڑا۔ تو وہ اپنی ہی جان کے نقصان کے لئے توڑتا ہے۔

اَلْمُخَلَّفُوْنَ: پیچھے چھوڑ دیئے ہوئے، اسلامی مجاہدین میں شامل نہ ہونے والے۔

اَلْاَعْرَابِ: عربی بادیہ نشین۔ اس اسم کا واحد نہیں آتا۔

بُوْرًا: مصدر ہے فُعْلٌ کے وزن پر بمعنی اسم فاعل واحد۔ تثنیہ۔ جمع اور مذکر۔ مونث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں بمعنی اسم فاعل ہے یعنی بائرین۔ ہلاک ہونے والے۔

سَعِيْرًا: سعیر بمعنی مسعور ہے جیسے ذبیح بمعنی مذبوح۔ بھڑکائی ہوئی۔ تیز کی ہوئی آگ۔

Marfat.com

مَغَانِمَ: جمع مغنم بمعنی غنیمت۔ وہ مال جو کفار کی لڑائی سے حاصل ہو۔

ذَرُوْنَا: وَذَر سے امر حاضر جمع بمعنی چھوڑنا چھوڑ دو ہم کو۔ یعنی ساتھ چلنے دو ہمیں۔ باب مثل وَسَعَ یَسَعُ کی ہے۔

لَنْ تَتَّبِعُوْنَا: یہ نفی بمعنی نہی ہے۔ یعنی ہمارے ساتھ نہ چلو۔ (علامہ)

اُولِیْ بَاْسٍ: اولی جمع ذو غیر لفظ سے اور باسٍ سخت جنگ۔ بہت قوت سے جنگ کرنے والے ہوں گے۔

تَوَلّٰی: تَوَلّٰی باب تفعل سے فعل ماضی ہے، اس کے ایک معنی ہیں منہ پھیرنا۔

حَرَجٌ: یہاں اس کے معنی ہیں گناہ۔ یعنی اندھے۔ لنگڑے اور مریض پر جنگ میں شریک نہ ہونے سے گناہ نہیں۔

لِتَکُوْنَ: کون فعل ناقص سے مضارع غائب مونث ضمیر راجع مقام کی طرف۔

بَطْنِ مَکَّۃَ: اس سے مراد مقام حدیبیہ ہے۔

مَعْکُوْفًا: عَکْف سے اسم مفعول ہے اس کے معنی ہیں روکنا۔ یعنی بند کی ہوئی۔ قربانیاں کہاں تک پہنچنے سے روکی ہوئی تھیں۔

اَنْ تَطَئُوْھُمْ: وَطْأً بمعنی روندنا سے مضارع جمع مخاطب کہ تم ان کو پاؤں تل کچل دو۔ یعنی غیر مسلم جان کر قتل کر ڈالو۔

مَعَرَّۃٌ: مشقہ۔ مکروہ ناپسند امر۔ یہاں مراد ہے کفار کا سخت طعن کہ اپنے ہم مذہبوں کو مار ڈالا۔ بعض نے کہا ہے کہ تاسف اور دلی رنج ان مسلمانوں کو مار ڈالنے کے سبب۔

لَوْ تَزَیَّلُوْا: زَیَلٌ بمعنی الگ ہونا جدا ہونا سے باب تَفَعَّلٌ سے فعل ماضی جمع غائب۔ اگر وہ مسلمان مرد، عورتیں اور لڑکے مکہ سے الگ ہو جائیں تو ہم ان کافروں کو سخت عذاب دیں۔

اَلْحَمِیَّۃَ: کسی بات یا کسی امر کو باعثِ عار اور باعث شرم سمجھنا۔ ناک کی شرم۔

اَلْزَمَھُمْ: یعنی لازم کر دیا ان کے ساتھ کلمہ تقویٰ کا۔ ھُمْ ضمیر کا مرجع المومنین ہے۔ اسی طرح کَانُوْا میں واؤ ضمیر کا مرجع وہی ہے۔ کَلِمَۃُ التَّقْوٰی سے مراد کلمہ شہادت ہے یا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اور وہ اس کلمے کے اہل تھے اور حقدار تھے۔

رُؤْیَا: وزن اس کا فُعْلیٰ ہے۔ سپنہ۔ خواب۔

مُقَصِّرِیْنَ: بال کٹوانا۔ یعنی بال سروں کے مونڈنے والے یا کتروانے والے ہو کر تقصیر باب تفعیل سے اسم فاعل جمع اس کے ایک معنی ہیں بال کتروانا۔

لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ: تاکہ غالب کر دے اس کو تمام مذاہب اور ادیان پر۔ اصل میں اَظْھَرَ کے معنی ہیں ظہر پر یعنی پیٹھ پر سوار کرنا پھر مراد لیتے ہیں غالب کرنا۔ یہاں یہی مطلب ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ: یہاں اسم مبارک خبر ہے مبتدا محذوف کی اس سے پہلے ہے اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی۔ اسی کے

Marfat.com

تعلق سے مبتدا بنے گا ھُوَ یاذالک الرّسول المرسَل ۔یعنی وہ رسول حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجے ہوئے مُحَمَّدٌ ہیں ۔رسول اللہ عطف بیان ہے، یا صفت یا بدل ہے۔صلی اللہ علیہ وسلم۔

اَشِدَّآءُ: جمع شدید۔سخت۔تند۔یعنی ان میں غلظت اور شدت ہے دشمنانِ دین پر۔

رُحَمَآءُ: جمع رحیم یعنی ان میں رحمت اور رقت ہے اپنے برادرانِ اسلام پر۔یہ صفت صحابہ کرام کی ہے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

رُکعًا سُجَّدًا: رُکعًا جمع رَاکِعٌ و سُجَّدًا جمع سَاجِدٌ۔نمازوں میں مشغول رہنے والے۔

شَطْأً: بیج کی پہلی پھوٹی ہوئی سُوئی۔گندم کے دانے یا جو کے دانے سے، اسی طرح تمام بیجوں سے نکلی ہوئی شے جو بڑھتی چلی جاتی ہے۔

اٰزَرَهٗ: باب مفاعلۃ موازرۃ بمعنی معاونۃ سے یا باب افعال ایراز بمعنی اعانت مدد دینا سے فعل ماضی۔اس کو قوت دی۔ قوی کیا۔قاموس میں موازرۃ کے ایک معنی لکھے ہیں۔زراعت کا باہم ایک دوسری کو قوت دینا۔معنی ہوئے اس پھوٹی ہوئی پیداوار نے ایک دوسری کو قوت دی۔

فَاسْتَغْلَظَ: اِستِغلاظٌ باب استفعال سے فعل ماضی۔موٹا ہونا۔پس وہ جسم میں موٹی ہوگئی۔

فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ: پھر وہ سیدھی ہوگئی۔درست ہوگئی۔سُوق جمع ساق، پنڈلی یہاں مراد نالی ہے جس کے اوپر گندم جو وغیرہ نباتات کا خوشہ یا سرا ہوتا ہے۔پس وہ اپنی نالی پر سیدھی ہوگئی۔

یُعْجِبُ: اعجاب باب افعال سے مضارع غائب۔بمعنی تعجب میں ڈالنا۔تعجب میں ڈالتی تھی۔

اَلزُّرَّاعَ: جمع زارع۔کسان۔کھیتی بونے والا۔یہاں اسلام کی ابتدائی حالت اور ترقی کی مثال ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آیات ۱۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا تُقَدِّمُوْا: تقدیم باب تفعیل سے فعل نہی جمع حاضر۔ کوئی امر پہلے اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے مت کرو۔ لکھا ہے یہاں اللہ کا ذکر تعظیماً ہے معنی قاضی نے یہ کئے ہیں کہ اے ایمان والو! اللہ کے رسولؐ سے پہلے تم کسی امر کو طے نہ کرو۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت ہر قول فعل میں عام ہے۔ کوئی بات، کوئی کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ کی موجودگی میں نہ کرو۔

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ: رفع بمعنی بلند کرنا سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ اَصْوَات جمع صَوت آواز۔ یعنی بوقت گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرو۔ اور جب صرف تم ہی کچھ عرض کرنا چاہو تو آہستہ بول کر کرو۔ یہ ممانعت وَلَا تَجْهَرُوْا (الایۃ) میں فرمادی۔

يَغُضُّوْنَ: غضّ۔ غضا ضتہ۔ بمعنی نیچے کرنا پست کرنا سے مضارع جمع غائب۔ یعنی جو پست رکھتے ہیں اپنی آواز۔

حُجُرٰتِ: جمع حُجرۃ۔ علامہ نے اس کے معنی کئے ہیں۔ زمین کا ٹکڑا جو بوجہ چار دیواری کے اندر جانے سے روکے۔ یہاں مراد ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منازل مبارک جو نو تھے۔

وَرَآءِ: علامہ نے لکھا ہے موارات سے ہے بمعنی چھپنا چھپانا۔ جو کچھ تجھ سے چھپا ہوا ہو، وہ وَرَاء ہوگا۔ اگلی۔ جانب ہو، یا پچھلی جانب جب تو اسے نہ دیکھتا ہو۔ یہاں منازلِ مبارکہ کے باہر سے آواز دے کر بعض نے ملاقات کی یہ صورت بنائی تھی۔ آئندہ کے لئے روکے گئے۔

لَعَنِتُّمْ: عَنَاۃٌ مصدر سے فعل ماضی جمع مخاطب اس کے معنی ہیں رنج میں پڑنا۔ یعنی تم رنج دیکھتے تکلیف میں پڑتے۔

حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ: اس کے معنی ہیں کہ تم کو ایمان کے ساتھ محبت کرنے والے بنادیا۔ یعنی تم ایمان کے محب صادق بنادیئے گئے۔

كَرَّهَ: تکریہہ باب تفعیل سے فعل ماضی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں کوئی کام کسی کو ناپسند کرانا۔ یعنی وہ اس کام کو ناپسند سمجھنے لگے۔ یعنی ہمارے بتائے راستے پر تم کفر فسوق اور عصیان کو ناپسند کرنے لگے۔ بعض نے کہا کہ کفر سے مراد ظاہر ہے۔ فسوق سے کبیرے گناہ اور عصیان سے صغیرے مراد ہیں۔ مگر امام نے یہ توجیہہ کی ہے کہ یہ تینوں کلمے ایمان کامل کے بالمقابل ہیں اس سے مراد ہوتی ہے تصدیق بالجنان اقرار باللسان عمل بالارکان۔ اُدھر تصدیق کے مقابل کُفر، اقرار کے مقابل فسوق اور عمل کے مقابل عصیان ہے۔ پھر ان کو خوب واضح کیا ہے۔

Marfat.com

رٰشِدُوْنَ: رشد رشاد سے اسم فاعل جمع ہے اس کا باب ہے مثل نصر کی اس کے معنی ہیں پختگی سے طریقِ حق پر قائم رہنا، وہ پختگی سے ہدایت پر قائم رہنے والے ہیں۔

فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعْمَۃً: یہ دونوں کلمے اپنی ترکیبی صورت میں امام کی تحریر کی رو سے اس طرح ہیں۔ مفعول لہٗ ہیں عامل ان کا راشدون کا فعل رشد ہے اور رشد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔ گویا یہ معنی ہوا اَرْشَدَھُمُ اللّٰہ فضلاً منہ و نعمۃ۔ اب یہ اعتراض نہ رہا کہ رَشَدَ فعل عبد ہے اور فضلاً و نعمۃً فعل اللہ کا۔ اللہ کا فعل عبد کے فعل کا سبب کس طرح ہوگا۔ کیونکہ معنی ہیں رشد دیا ان کو اللہ نے اپنی فضل اور نعمت سے۔

دوم۔ یہ مفعول لہٗ ہیں حَبَّبَ و زَیَّنَ و کَرَّہَ میں سے پہلے کے، یا تینوں کے۔ معنی ہوئے اُس نے پسند کیا تمہارے لئے ایمان اور زینت دی اُس نے تمہارے دلوں میں، اور ناپسند فرمایا تمہارے لئے کفر، فسق اور عصیان، اپنے فضل اور نعمت سے۔ اس تاویل سے وَ اُولٰئِکَ (الایتہ) جملہ معترضہ ہوگا۔

سوم۔ یہ مصدر ہیں مفعول مطلق راشدون کے واسطے غیر لفظ سے اس واسطے کہ رشد بھی فضل اور نعمت ہے تو معنی ہوئے راشدون رشدا اس رشد میں فضل اور نعمت شامل ہو جائیں گے اور اگر حَبَّبَ کا مفعول بنائیں تو حَبَّبَ کے ساتھ ایک فعل مضمر مانیں گے اس طرح کہ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَ کَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ فَاَفْضَلَ فَضْلًا و اَنْعَمَ نِعْمَۃً یعنی پسند کیا تمہاری طرف ایمان، اور ناپسند کیا تمہاری طرف کفر۔ پس فضل کیا تم پر بڑا فضل اور نعمت دی تم کو بڑی۔ یہ زمخشری کی توجیہات ہیں جو امام نے نقل کر دی ہیں۔ یعنی مفعول مطلق بنانے کی۔ گویا امام کو مفعول لہٗ بنانا پسند ہے۔

حَتّٰی تَفِیْٓءَ: فَیْئٌ مصدر سے مضارع مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں لوٹنا۔ یہاں مراد ہے رُک جانا۔ اپنی بات سے ہٹ جانا باغی جماعت سے لڑائی رکھو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے امر کی طرف رجوع کرے اور اپنی بات چھوڑ دے۔

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ: امام نے لکھا ہے کہ اس سورت میں مومن کے واسطے ارشادات ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا ہو۔ اللہ کے رسول کے ساتھ کیسا ہو۔ ان کے مخالفین کے ساتھ کیسا۔ اپنی درمیانی مخالفت میں کیا کرے، مومنین باہم کیسے رہیں۔ سب سے پہلے فرمایا ہے کہ کوئی قوم دوسری قوم سے مسخری نہ کرے، شاید یہ قوم جس سے مسخری کی جاتی ہے۔ اُس مسخری کرنے والی قوم سے (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) بہتر ہو (پتہ لگ جانے کے بعد کیسی شرمساری ہوگی) اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے مسخری کریں شاید یہ ان سے بہتر ہوں۔ مسخری یہ ہوتی ہے کہ ایک مسلمان شخص دوسرے مسلمان بھائی کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور اُس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور اس کو درجے سے گرائے رکھتا ہے۔ ایسی صورت میں اُس کے عیوب تک کا ذکر بھی نہیں کرتا بلکہ ہر طرح کی ہنسی ٹھٹھا اُس کے ساتھ کر کے دل لگی کی جاتی ہے۔ یہ تو انفرادی صورت ہے۔ بعض بعض قومیں بھی خاص کر لی جاتی ہیں مثلاً سفید باف۔ جلاہے۔ یہ قوم کی قوم مسخری کے لئے مقرر تھی۔ اگرچہ زمانہ حال میں یہ قوم خاص ترقی پر ہے۔ عزت اور اقبال میں ہے۔ یہ مسلمان کو باہمی معاشرت میں پہلا ارشاد ہے کہ اپنے بھائیوں کو

Marfat.com

حقیر، اور کمین نہ سمجھو۔

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ: دوم ہے لَمز یہ کہ مسلمان بھائی کی عدم موجودگی میں اُس کی عیب گوئی کرنا۔اُس کے موجود نہ ہونے کی حالت میں آپس میں اُس کے عیب بیان کرنا اور گفتگو میں ذکر کرنا۔ لَـمْـزٌ سے نہی حاضر جمع ہے۔اس کے معنی ہیں عیب نکالنا۔ یعنی تم اپنے برادرانِ اسلامی کی عیب گوئی نہ کرو۔

وَلَاتَنَا بَزُوْا بِالْاَلْقَابِ: تنابز مصدر باب تفاعل سے فعل نہی حاضر جمع۔ بمعنی ایک دوسرے کے لقب نکانے۔ القاب جمع لقب جو نام کسی عیب صواب سے رکھا جائے۔ یعنی تم آپس میں بُرے بُرے لقب نہ نکاؤ، نہ ٹھہراؤ اور اُن سے نہ بلاؤ۔

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ: الآیۃ۔ امام نے اس کے دو طرح سے معنی کئے ہیں۔

اول۔ یہ بات بہت بُری ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرا مسلمان یا یہودی، یا۔ یا کافر کہہ کر پکارے کیونکہ وہ ایمان لا چکا ہے یہ فسق کا نام اس کے حق میں بہت بُرا ہے۔

دوم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے ایمان والو کوئی قوم کسی قوم کو مسخری نہ کرے۔ نہ پس پشت عیب گوئی کرو۔ نہ بدقبی سے بلاؤ۔ ایسا کرنے سے انسان فاسق ہو جاتا ہے۔ ایمان دار ہونے کے بعد فاسق ہونا۔ بہت بُرا نام ہے۔ بُرے نام ملنے سے ایماندار کو بچنا چاہیے۔

اِجْتَنِبُوْا: اِجْتِنَاب مصدر باب افتعال سے امر حاضر جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک جانب ہونا۔ پھر عموماً دور ہونا میں استعمال ہوتا ہے۔ مراد ہے دور ہو بدظنی سے بہت زیادہ۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا: جَسٌّ سے تَجَسُّسٌ باب تفعل کا فعل نہی ہے جس کے معنی ہیں باطنی، اور اندرونی خبریں معلوم کرنے کے پیچھے پڑے رہنا یعنی کسی خاص شخص کی باطنی اخبار معلوم کرنے کے پیچھے نہ پڑو۔ بالخصوص عیوب کے پیچھے نہ لگو۔

وَلَا يَغْتَبْ: اغتیاب باب افتعال سے فعل نہی غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں پیٹھ پیچھے کسی کی بُرائی کرنا۔ غیبت اسم ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ کوئی تمہارا کسی ایک کی غیبت نہ کرے۔

فَكَرِهْتُمُوْهُ: یہ جملہ شرط مقدر کی جزا ہے اور ضمیرہٗ اُکل کی طرف ہے بعض نے لَحم کی یامَیِّت کی طرف راجع کی ہے۔ مگر علامہ نے لیس بذاک کہہ کر قابل تسلیم نہیں رکھی۔ لہٰذا معنی یہ ہوئے کہ اگر تم کو کھانے کے لئے کہا جائے تو تم بہت بُرا مانو۔

شُعُوْبًا: جمع شَعْبٌ۔ قاضی نے لکھا ہے کہ وہ بڑی جماعت جو ایک شخص کی طرف منسوب ہو اس کے نیچے قبائل ہوتے ہیں۔ جمع قبیلہ کی، وہ جماعت جو شعب سے نیچے ہو کر ایک شخص کی طرف منسوب ہو جو شعب کے افراد میں شامل تھا۔ قبیلہ کے نیچے عمائر ہوتے ہیں۔ یہ جمع ہے عمارہ کی۔ قبیلہ کے افراد میں سے کسی کی آل اولاد بڑھ جائے اور وہ جماعت ایک شخص کی طرف منسوب ہو تو اُس جماعت کا نام عمارۃ ہوگا۔ عمارہ کے افراد میں سے کسی کی اولاد بڑھ کر ایک جماعت بنی اور اس ایک شخص کی طرف منسوب ہوئی تو ایسی جماعت کو بطن کہتے ہیں پھر ان بطون نامی جماعتوں میں سے کسی بطن کے فرد کی

Marfat.com

اولاد بڑھ جائے جو اس فرد کی طرف منسوب ہو تو اس جماعت کو فَخذ کہتے ہیں۔ فَخذ کی اولاد پھلے پھولے اور اپنے جَدِّاعلیٰ کی طرف منسوب ہو تو ان کو فصائل کہتے ہیں جمع فصیلہ کی یہ آخری جماعت ہے۔ اس سے نیچے کے افراد کا کوئی نام نہیں۔ مثلاً خزیمہ شعب ہے اس کے کئی قبیلے بنے ایک کنانہ ہے۔ پھر اس قبیلے کے کئی عمارے ہوئے ان میں سے ایک کا نام قریش ہے اس کے کئی بطن بنے ایک کا نام قصی ہے۔ پھر اس بطن کے فخوذ بنے ایک کا نام ہاشم ہے، پھر اس فَخذ کے فصائل بنے جن میں سے ایک کا نام عباس ہے۔ یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی تمام مردانی اولاد فصیلہ عباس میں شمولیت کے سبب عباسی کہلائیں گے۔ شناخت کے لئے بنی عباس فصیلہ۔ بنی ہاشم فخذ۔ بنو قصی بطن بنو قریش عمارہ۔ بنو کنانہ قبیلہ۔ بنو خزیمہ شعب کہلاتے ہیں۔

فصیلہ کے نیچے کسی خاندان کو جو فصیلہ کا فرد ہو اور چند افراد قابل ذکر رکھتا ہو اس کو عشیرہ کہتے ہیں مگر عشیرہ میں قلیل افراد ہوتے ہیں۔ ہماری اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اہلِ عرب کے کئی شعب ہوں گے۔ ہم نے صرف شعب خزیمہ کے تمام مدارج گنا دیئے ہیں۔ معنی یہ ہیں کہ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تم کو شعوب وقبایل بنایا تاکہ باہمی شناخت رکھ سکو (ان میں فخر کی کوئی بات نہیں) اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا تم میں سے وہ ہے جو زیادہ خوفِ خدا رکھنے والا۔

اَعْرَابُ: دیہات میں رہنے والے بادیہ نشین عرب یہ کلمہ اُن کلمات میں سے ہے جن کا واحد استعمال میں نہیں آتا۔

لَایَلِتْکُمْ: لَاتَ یَلِیْتُ لِیْتاً بمعنی گھٹانا۔ کم کرنا سے مضارع غائب مجزوم بوجہ جزا ہونے کے۔ یعنی تمہارے اعمال کے اجر سے کوئی شے کم نہیں کرے گا۔ اجوف یائی ہے۔ قاموس میں واوی بھی لکھا ہے۔

لَمْ یَرْتَابُوْا: رَیْبٌ سے باب افتعال ہے اِرْتِیَابٌ علامہ نے لکھا ہے کہ ارتاب مطاوع رَابَہٗ کے معنی لکھے ہیں اس نے اُس کو شک میں ڈالا تو وہ شک میں پڑ گیا۔ مطاوعت کے یہی معنی ہیں۔ یہاں یہ کلمہ جمع غائب نفی حجد بلم ہے یعنی بے شک مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد شک میں نہ پڑیں۔ وہی لوگ (اپنے ایمانی دعوے میں) سچے ہیں۔

یَمُنُّوْنَ: مَنٌّ سے فعل مضارع جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں منت نہادن۔ احسان رکھنا۔ یہ کہنا کہ فلاں کام صرف تیری وجہ سے کیا ہے۔ اس کا تجھ پر احسان ہے۔ مراد ہے کہ دیہاتی عرب اپنے اسلام لانے کا تجھ پر احسان رکھتے ہیں۔

لَاتَمُنُّوْا: اسی مَنٌّ مصدر سے فعل نہی جمع حاضر ہے۔ معنی وہی۔ ارشاد ہے، تو کہہ دے کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ۔ اگر تم اپنے اسلام میں سچے ہو تو اللہ کا احسان ہے تم پر کہ تم کو اسلام کی ہدایت فرمائی۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَۃُ قٓ، یاالْبَاسِقَات۔ مَکِیَّۃ۔ آیات ۴۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَالْقُرْاٰنِ: یہاں شروع میں فرمایا ہے، قسم قرآن مجید کی۔ آگے کوئی بات قسم کی بیان نہیں فرمائی اس میں بہت قول ہیں۔

۱۔ قسم ہے قرآن مجید کی ہم نے اس کو اتارا ہے تاکہ تو لوگوں کو ڈرائے۔

۲۔ تیرا امرِ دین انہوں نے کسی دلیل اور سند سے رد نہیں کیا۔

۳۔ تم اے لوگو ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

۴۔ بے شک اس میں یاد دہانی کا سامان ہے۔

۵۔ ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان کے اجسام سے گھٹاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی جملہ قسم کے بعد لگائیں تو کلام صاف ہو جائے گا۔

اَلْمَجِیْدِ: راغب نے مجد کے معنی لکھے ہیں وسیع کرم۔ یعنی کرم میں بہت وسعت رکھنا قرآن مجید اس سے موصوف کیا گیا ہے بوجہ اپنے وسیع دنیوی اور اخروی فضائل حاصل ہونے کے اسباب رکھنے کے۔

عَجِیْبٌ: عَجَبٌ سے راغب نے عجب اور تعجب کے معنی لکھے ہیں کہ انسان میں کسی شے کو وقوع کے اصلی سبب کے نہ جاننے سے ایک حالت پیدا ہوتی ہے اس کو عجب، یا تعجب کہتے ہیں۔ شَیْءٌ عجیب وہ شے جو پہلے دکھی سنی نہ گئی ہو۔

رَجْعٌ بَعِیْدٌ: یہ کہ مرنے کے بعد پھر اٹھنا اور اس حالت میں لوٹ آنا بعید ہے۔ اوہام سے عقل سے، جاری شدہ طریق سے یا امکان سے یعنی ان وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کی بنا پر بھی مر کر اٹھنا نہیں بن پڑتا۔

مَاتَنْقُصُ: نَقْصٌ بمعنی گھٹانا سے مضارع غائب مونث جو کچھ میت کے گوشت پوست رگ و ریشے سے ہڈی پٹھے سے زمین گھٹاتی ہے وہ ہم جانتے ہیں لہٰذا اٹھانا سہل ہے۔

حَفِیْظٌ: بمعنی حافظ۔ محفوظ رکھنے والی۔

بِالْحَقِّ: قاموس میں اس کے بہت معنی لکھے ہیں جن میں سے قرآن مجید اور اسلام بھی ہیں۔

مَرِیْجٍ: مَرْجٌ سے صفت مشبہ ہے۔ بمعنی مارج بے قرار۔ ایک حالت پر نہ ٹھہرنے والی بات۔ قاموس نے اَمْرٍ مَرِیْجٍ کے معنی لکھے ہیں خلط ملط۔ گڑبڑ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک میں بے قرار ہیں۔ کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی شاعر، کبھی مجنون کہتے ہیں۔

Marfat.com

مِنْ فُرُوْجٍ: جمع فُرج دو شے کے درمیان کا شگاف۔ یہاں مراد ہے دریڑ۔ پھٹن۔

مَدَدْنَا: مَدٌّ مصدر سے فعل ماضی متکلم ہے اس کے معنی ہیں پھیلانا۔ یہاں یہی مراد ہے، زمین کو ہم نے پھیلا دیا۔ وسیع کیا۔

رَوَاسِیَ: جمع راسیۃ پہاڑ۔ مضبوط

بَهِيْجٍ: بَهَاجَۃٌ مصدر سے صفت مشبہ یعنی بہت خوب صورت باب کَرُمَ سے آتا ہے۔

تَبْصِرَةً: مفعول لہٗ مصدر باب تفعیل کی تَبْصِيْر بصیرت دلانے کو، بصیرت پیدا کرنے کو۔

ذِكْرٰى: بمعنی تذکیر۔ یاد کرانے کو مفعول لہٗ

حَبَّ الْحَصِيْدِ: حَصْدٌ و حَصَادٌ بمعنی کاٹنا مصدر سے صفت مشبہ بمعنی محصود مراد کھیت۔ باب نَصَرَ و ضَرَبَ سے حَبَّ دانہ اناج مثل گندم وجو وغیرہ کے کاٹے جانے والے۔ کھیت کا غلہ۔

بٰسِقٰتٍ: جمع بَاسِقَۃٍ ۔ بہت بلند۔ راغب نے لکھا ہے کہ باسق اُس طویل شے کو کہتے ہیں جو اونچائی کی طرف دراز ہو کر بڑھے، علامہ نے لکھا ہے کہ باسق اَبْسَقَ باب افعال کا اسم فاعل خلاف قیاس ہے جیسے یافع اَيْفَعَ باقل ابقل کا۔ اس کے معنی بلند، حمل دار۔

طَلْعٌ: قاموس میں لکھا ہے کہ کھجور کا پہلا خوشہ جو نعلین جڑی کی شکل کا ہوتا ہے اور پھل اُس کے اندر ہوتا ہے۔

نَّضِيْدٌ: نضدٌ بمعنی اوپر تلے جڑنا و جوڑنا سے صفت مشبہ بمعنی جڑے ہوئے منعنود بَلْدَۃً ۔ اس کے ایک معنی ہیں زمین کا ٹکڑا۔ آباد ہو یا غیر آباد۔ یہاں یہی مراد ہے۔

اَصْحٰبُ الرَّسِّ: علامہ نے لکھا ہے رَسّ ایک کنوئیں کا نام تھا۔ بعض نے کہا ہے ایک وادی تھی ان لوگوں کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ: جھنڈ دار درختوں کے قطعے میں آبادی رکھنے والے۔ اَیکہ کے معنی ہیں غیضہ۔ کثیر جھنڈ دار درختوں کا قطعہ۔

قَوْمُ تُبَّعٍ: تُبع الحمیری مومن شخص تھا۔ قوم اُس کی کافر تھی۔ تُبع طریق ہدایت اُن کے پیش کرتا تھا مگر وہ نہ مانے۔

اَفَعَيِيْنَا: عِیٌّ سے عَیِیَ یا عَیِیَ مثل رَضِیَ کسی کام کرنے سے عاجز رہ جانا۔ کیا ہم پہلی مخلوق بنانے سے اسے دوبارہ بنانے میں عاجز ہو چکے ہیں۔ یہ کلمہ فعل ماضی متکلم مع الخیر ہے مثل رَضِيْنَا کی۔

لَبْسٍ: خلط ملط رائے رکھنا۔ شبہ رکھنا۔

تُوَسْوِسُ: وَسْوَسَۃٌ مصدر سے مضارع مونث غائب۔ یعنی نفس انسان جو بات اندر ہی اندر پیدا کرتا ہے وہ ہم جانتے ہیں۔ وسوسہ خفی بات کو کہتے ہیں۔

حَبْلِ الْوَرِيْدِ: حبل رسی۔ الورید گردن سے متصل ایک بڑی رگ، یہ گردن کے دونوں اگلی طرف دو ورید رگیں ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں یہ جسم میں مثل دریا کے ہے زمین میں۔ گردن میں اس کو ورید کہتے ہیں۔ قلب میں اس کو وتین۔ پشت میں

Marfat.com

اَبْہَر ۔ بازو میں اَکْحل ۔ ران میں عرق النسا اور خنصر چھنگلی کے قریب اَسْلم اسی رگ کے نام ہیں ۔ ورید بمعنی فاعل ہے یا بمعنی مفعول ۔ روح حیوانی اسی میں دورہ رکھتی ہے ۔ راغب نے لکھا ہے ورید ایک رگ ہے جگر اور دل کے متصل روح کا مقام جریان اسی میں ہے ۔ یعنی ہم انسان سے اُس کی روح سے بھی زیادہ قریب ہیں ۔

يَتَلَقَّى: مصدر تَلَقِّی سے مضارع غائب کا صیغہ باب تَفَعُّل ہے ۔ قاضی اور علامہ نے اس کے معنی يَتَلَقَّنُ کے کئے ہیں یعنی بہت تیزی اور سرعت سے محفوظ اور تحریر کر لیتے ہیں بولنے والا خواہ کتنی جلدی بولے ۔ يَتَلَقَّنُ تَلَقُّنٌ کا مضارع ہے لَقْن سے جس کے معنی ہیں سرعت الفهم لَقِنَ ۔ اَلْقَنَ فعل ماضی اُس نے بہت سرعت سے محفوظ کر لیا ۔

مُتَلَقِّيَانِ: مذکورہ باب کا اسم فاعل تثنیہ ہے اس کے معنی مُتَلَقِّيَانِ کے ہیں سرعت سے محفوظ کر لینے والے ، مراد دو فرشتے ہر انسان کے ساتھ کراماً کاتبین ۔

قَعِيْدٌ: ہم نشین ۔ یہاں تثنیہ کے معنی میں ہے ۔ صاحبِ صراح نے لکھا ہے کہ فعیل ، اور فعول واحد تثنیہ اور جمع کے لئے استعمال ہوتا ہے ، قرآن مجید سے مثالیں دی ہیں ۔

مَا يَلْفِظُ: لفظ مصدر سے مضارع غائب ہے لغت میں اس کے معنی ہیں منہ سے نکال پھینکنا ، جیسے کھجور کھا کر گٹھلی ۔ یہاں معنی ہیں کہ کوئی قول منہ سے نہیں نکالتا مگر کاتب محافظ تیار ہیں ۔

رَقِيْبٌ: رَقْب مصدر سے صفت مشبہ بمعنی راقب محافظ ۔ اس کے معنی ہیں نگہبانی کرنا اس کا باب نَصَرَ کی طرح آتا ہے ۔

عَتِيْدٌ: عَتْد سے عتید بمعنی تیار ۔

سَكْرَةُ الْمَوْتِ: شدة الموت ۔ نزع کی سختی ۔ قاموس میں اس معنی کے ساتھ موت کی غشی بھی لکھے ہیں ۔

تَحِيْدُ: حَيْد سے مضارع مخاطب ہے ، اصل سے غیر اصل کی طرف مائل ہونا ۔ یعنی یہ وہی موت ہے جس سے تو دوسری طرف مائل رہتا تھا اور اعراض رکھتا تھا ۔

سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ: اس کے معنی ہیں ہانک کر لے جانے والا اور شہید کے معنی اس کے اعمال کے متعلق شہادت دینے والا ۔ یہ فرشتے ہوں گے ۔

غَفْلَةٍ: مصدر ہے بمعنی بے خبری ۔ فراموشی بھول ۔ عام انسان قیامت اور واقعاتِ قیامت سے غفلت میں ہوتے ہیں ۔ بے شک تو اس سے غفلت میں تھا ۔

غِطَآءَكَ: یہاں غِطَاءَ سے مراد وہ پردہ ہے جو واقعاتِ قیامت کے آگے پڑا ہے ۔ غفلت اور ان دنیاوی محسوسات میں منہمک رہنا اور متاعِ دنیا سے محبت رکھنا اور تمام تر توجہ انہیں پر مبذول رکھنا ہے ۔ یہ یا اس قسم کی اور باتیں بمثل پردے کی ہیں جو واقعات قیامت سوجھنے نہیں دیتیں ۔

حَدِيْدٌ: تیز ۔ چیز میں سرایت کر کے معلوم کر لینے والی ۔

Marfat.com

قَرِیْنُهٗ: قرین ہروقت جُزار ہنے والا ساتھی۔ مراد شیطان۔ کہے گا کہ یہ شخص گمراہ کر کے میں نے جہنم کے لئے تیار کیا ہے۔

عَنِیْدٍ: عُنُوْدٌ مصدر باب مثل نَصَرَ بمعنی حق بات کورد کر دینا اور باطل کو سراہنا اور اسی پر عمل درآمد کرنا سے صفتِ مشبہ ہے۔ حسن نے اس کے معنی کئے ہیں منکر۔ سرکش۔ قتادہ نے اطاعت سے منحرف کئے ہیں۔ ابنِ بحر نے خود بین معجب لکھے ہیں۔

لِلْخَیْرِ: خَیْر سے معنی مال لیں تو مراد ہے مالی حقوق کی ادائیگی خود نہ کر کے دوسروں کو روکنے والا۔ اگر خَیْر سے مراد اسلام لیں تو معنی ہیں دوسروں کو مسلمان ہونے سے بہت روکنے والا۔

مُعْتَدٍ: عَدَاءٌ کے ایک معنی ہیں ظلم کرنا اس سے باب افتعال اعتداء کا یہ اسم فاعل ہے۔ ظالم۔ حد سے تجاوز کرنے والا۔

مُرِیْبٍ: اَرَابَ یُرِیْبُ سے اسم فاعل ہے۔ صاحبِ صراح نے لکھا ہے اَرَابَ الرجل صاحب۔ رِیْبَہ ہو گیا شخص۔ رِیْبَہ کے معنی ہیں وہ بات یا شئے جو شک میں ڈال دے۔ مُرِیْب کے معنی ہیں شک میں ڈال دینے والی بات میں پڑنے والا۔

اَلْقِیَا: اِلْقَآءٌ باب افعال بمعنی پھینک دینا، ڈالنا سے تثنیہ امر حاضر۔ پھینک دو جہنم میں ہر کافر سرکش کو۔ یہ خطاب کن کو ہے۔ اس میں چند وجہیں ہیں۔

اول۔ یہ خطاب سائق اور شہید کو ہے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

دوم۔ دوزخ کے ملائکہ سے دو کو حکم ہو گا۔

سوم۔ حکم ایک ہی کو ہو گا اور الف جو تثنیہ کا معلوم ہوتا ہے وہ نون تاکید سے بدلا ہوا سمجھیں۔ اصل میں ہو گا اَلْقِیَنْ موکد بانون خفیفہ۔

چہارم۔ اہلِ عرب کا بالخصوص فصحا و شعرا کا محاورہ ہے کہ خطاب ایک کو بہ صیغہ تثنیہ کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک لطف ہوتا ہے۔ اشعار میں مثالیں موجود ہیں۔

قَالَ قَرِیْنُهٗ: قرین سے مراد شیطان ہے اور یہ قول شیطان کا کافر کے رد میں ہو گا جب کہے گا کہ اس نے مجھے گمراہ کیا ہے۔

اَطْغَیْتُهٗ: طُغْیَانٌ مصدر بمعنی حد سے گزرنا سے باب افعال اِطْغَآءٌ سے فعل ماضی متکلم ہے، اس کے معنی ہیں طاغی بنانا۔ سرکش کرنا۔ میں نے اسے سرکش نہیں بنایا۔

مَزِیْدٍ: زیادتی۔

اُزْلِفَتْ: اِزْلَاف باب افعال سے ماضی مجہول مونث بمعنی نزدیک و قریب کرنا۔ جنت قریب کیا جائے گا۔

اَوَّابٍ حَفِیْظٍ: اَوْب مصدر بمعنی رجوع کرنا۔ لوٹ آنا سے صیغہ مبالغہ ہے بہت ہی لوٹ لوٹ کر آنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف۔ حَفِیْظ بمعنی حافظ گناہ سے اپنے آپ کی حفاظت رکھنے والا یا ہر وہ شے ہر وہ بات جس کی حفاظت شرعاً اس کے ذمے ہو۔ اُس کی حفاظت کرنے والا ہو۔ مجاہد نے کہا ہے کہ اَوَّابٍ حَفِیْظٍ وہ شخص ہے جو تنہائی میں اپنے گناہ یاد کر کے استغفار کرتا ہے عبید بن عمیر سے ہے کہ اواب حفیظ وہ شخص ہے جو کسی مجلس میں نبیٹھا بیٹھا جب اٹھے تو یہ پڑھ دے۔ اَللّٰھُمَّ

Marfat.com

اغفرلی ما اصبت فی مجلسی ھذا۔ یعنی یا اللہ وہ خطا یا غلطی جو مجھ سے اس مجلس میں ہوئی ہے مجھے معاف فرمادے۔

مُنِیب: اِنابتہ باب افعال سے اسم فاعل۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔

خُلُوْدٌ: مصدر ہے ہمیشہ رہنا۔ ہمیشگی کا دن۔ ایسا بقا جس کی کہیں انتہا نہیں۔

نَقَّبُوا: تَنقِیبٌ باب تفعیل سے ماضی معروف جمع بمعنی کسی خوف سے شہر بشہر بھاگتے پھرنا۔ یعنی وہ ہلاکت سے ڈر کر شہر بشہر بھاگتے پھرے۔

مَحِیص: حَیصٌ حَیُوصٌ سے مصدر میمی بھی اور اسم ظرف بھی ہے اس کے معنی ہیں پھرنا اور راہ سے ایک طرف ہونا۔ مَحِیص کے معنی ہیں ایک طرف ہونے کی جگہ۔ جائے گریز۔

لُغُوب: مصدر ہے بمعنی ماندہ ہونا۔ ماندگی ہمیں ماندگی مَس تک نہیں ہوئی۔

اَدْبَارَ السُّجُوْدِ: اَدبار جمع دُبُرٌ پیچھے۔ سُجُود جمع سجدہ مراد ہے نماز یعنی فرضی نماز کے بعد نوافل پڑھ۔ ابن جریر نے ابن زید سے روایت کی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ادبار السجود سے مراد نوافل بعد فرائض ہیں۔ سنن روابتہ وغیر روابتہ کی ادائیگی اسی حکم کی تعمیل میں ہے۔

سِرَاعًا: جمع سریع بمعنی مُسرِع۔ معنی مسرعین بوجہ حال منصوب۔ یعنی جیسے نباتات زمین پھاڑ پھاڑ کر نکلتی ہے اسی طرح زمین بنی آدم کے نکلنے کے لئے جگہ جگہ سے پھٹے گی، اور وہ بہت سرعت سے نکلیں گے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ٦٠

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا: ذَرْوٌ تیز چلنا ہوا کا۔ ذاریات ہوائیں۔ قسم ہے بہت تیز چلنے والی ہواؤں کی۔

فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا: اٹھانے والے بوجھ بارش کا۔ وِقر کے معنی بوجھ۔ ان سے مراد بادل ہیں۔ قسم ہے بارش سے بھاری بھرکم بادلوں کی۔

فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا: قسم ہے بآسانی چلنے والی کشتیوں کی۔ مراد بادبانی بیڑے یا سٹیمر، دخانی جہاز۔ کشتیاں۔

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا: اور امورِ خلائق خلائق کے درمیان تقسیم کرنے والے ملائکہ کی قسم۔ ان میں ذَرْوًا مفعول مطلق ہے۔

وِقْرًا مفعول بہ ہے۔

يُسْرًا صفت ہے مصدر محذوف کی، یعنی جَرْيًا ذَا يُسْر۔

اَمْرًا مفعول بہ ہے۔

اَلدِّيْنَ جزا۔ بدلہ۔ مراد ہے جزا سزا کل کر رہے گی۔

ذَاتِ الْحُبُكِ: جمع حَبِيْكَة، مثل طَرِيْقَة۔ بمعنی راستے ستاروں کی رفتار کے، یہ محسوس ہوتے ہیں۔ ان میں بصیرت سے معلوم ہونے والے طریق ہیں جو صانع (بنانے والے) کی وحدت قدرت، علم اور حکمت پر دلالت کرتے ہیں۔ اُفِكَ۔ اِفْك اَفَكَ سے ماضی مجہول ہے يُؤْفَكُ مضارع مجہول ہے اَفَكَ عنه اُسے پھیر دیا۔ پھیرا جائے گا۔ ہٹایا جائے گا اس سے جو ہٹایا گیا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، یا قرآن سے، یا دین اسلام سے وہی ہٹایا جائے گا جو تقدیر میں ہٹایا جا چکا ہے۔

اَلْخَرّٰصُوْنَ: خرص سے مبالغے کا جمع کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں اپنی انکل سے بات کرنا۔ پھر مراد ہے جھوٹ بولنے والے۔ یعنی ہلاک کیے جائیں جو انکل سے جھوٹ بناتے ہیں اسلام کے متعلق۔

غَمْرَةٍ: بہت کثیر پانی (صراح)۔ علامہ نے لکھا ہے بہت کثیر جہالت جس میں یہ ڈوبے ہوئے ہیں۔

سَاهُوْنَ: سَهْوٌ سے اسم فاعل ہے بمعنی غفلت۔ غفلت کرنے والے ہیں۔

اَيَّانَ: بمعنی کب۔ اس سے زمانے کا سوال ہوتا ہے۔ یعنی اَيَّ حِيْنٍ۔ کس وقت آئے گا یوم جزا سزا۔

يُفْتَنُوْنَ: فتن سے مضارع مجہول ہے۔ اس کے معنی علامہ نے لکھے ہیں کہ سونے کو پگھلانا تاکہ اُس کا کھوٹا کھرا ہونا

Marfat.com

معلوم ہو جائے، پھر جلانے اور عذاب دینے میں استعمال ہوتا ہے جیسے یہاں ہے۔ معنی ہیں جس دن وہ آگ پر جلائے اور عذاب دیئے جائیں گے۔

فِتْنَتَكُمْ: فِتْنَه کے معنی ہیں عذاب، یا وہ شے جو عذاب کا سبب ہو۔ کفر یعنی جزاءِ کفر یا عذاب چکھو۔

يَهْجَعُوْنَ: هُجُوْعٌ سے مضارع جمع غائب اس کے معنی ہیں نیند کرنا۔ سونا۔ راغب نے ھجوع رات کو سونا معنی لکھے ہیں بعض نے تھوڑا سونا لکھا ہے رات کو، یا دن کو، معنی ہیں وہ رات کو بہت کم سوتے ہیں مَا زائد ہے۔ علامہ نے اور بہت سے مطلب لئے ہیں۔

وَالْمَحْرُوْمِ: اس سے مراد وہ شخص ہے جو غریب ہو کر کسی سے کچھ مانگتا نہیں۔ اس واسطے وہ صدقات اور زکواۃ سے محروم رکھا جاتا ہے۔ بوجہ تعفف لوگ اُس کو غنی سمجھتے ہیں۔

مُوْقِنِيْنَ: اِيْقَان مصدر سے اسم فاعل جمع حالتِ جری میں۔ علامات ہیں واسطے یقین رکھنے والوں کے۔

وَمَا تُوْعَدُوْنَ: وَعْد سے باب افعال اِيْعَاد کا مضارع جمع غائب مجہول ہے۔ وَعْدٌ کے معنی ہیں کسی سے وعدہ کرنا فائدہ دینے یا نقصان کرنے کا۔ باب اس کا مثل ضرب کی آتا ہے اور اگر صرف فائدے کا وعدہ دینا ہو تو وَعْدٌ۔ عِدَةٌ مَوْعِدٌ مصدر اور اُس کے مشتقات مثل ضَرَبَ کی استعمال ہوتے ہیں اور نقصان کی دھمکی دینا مقصود ہو تو ایعاد اور وعید مصدر کے مشتقات استعمال کرتے ہیں، جیسے یہاں ہے۔

ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ: مصدر ہے واحد و جمع کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے۔ بارہ تھے، یا تین۔ (روح و بیضاوی)

امام نے لکھا ہے چند فرشتے تھے۔ ایک قول میں تین تھے۔ جبرائیل، میکائیل اور ایک اور، علیہم السلام۔ ایک قول میں دس تھے، ایک میں بارہ۔

اَلْمُكْرَمِيْنَ: اکرام مصدر سے اسم مفعول بمعنی عزت کرنا۔ یعنی عزت کیے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے ہاں، یا ابراہیم علیہ السلام نے اُن کی کئی طرح سے عزت کی۔ اس اعزاز کے رو سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مُكْرَمِيْنَ فرمایا۔

فَقَالُوْا سَلٰمًا: سَلٰمًا فعل محذوف نُسَلِّمُ کا مصدر مفعول مطلق ہے۔ یعنی ملائکہ نے کہا ہم آپ پر سلام کہتے ہیں۔

قَالَ سَلٰمٌ: اس کی تاویل ہے عَلَيْكُمْ سَلٰمٌ یعنی تم پر بھی میرا سلام، یا تم پر بھی سلام۔

مُنْكَرُوْنَ: انکار باب افعال کا اسم مفعول ہے۔ اس کے معنی ہیں نہ پہچاننا۔ معنی ہیں نہ پہچانے ہوئے۔ اوپرے۔ اَن دیکھے۔ ناواقف۔ یعنی تم لوگ ہوئے اوپرے۔

فَرَاغَ: رَوْغ بمعنی کسی حیلے سے کسی طرف جھکنا، جانا سے فعل ماضی غائب۔ یعنی آپ علیہ السلام ان کے پاس سے کسی حیلے سے اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔

Marfat.com

عِجۡلٍ سَمِیۡنٍ: عجل کے معنی بچھڑا۔ سمین۔ موٹا چربی اور گوشت سے بھرا ہوا۔ مراد ہے ایسے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت اُن کو پیش کیا۔

اَوۡجَسَ: وَجۡسٌ بمعنی دل میں ڈرنا سے باب افعال اِیۡجَاسٌ بمعنی دل میں خوف ڈال لینا سے فعل ماضی غائب۔ یعنی آپ علیہ السلام نے اُن کے کھانا نہ کھانے سے ایک طرح کا خوف اُن سے اپنے دل میں ڈال لیا۔

خِیۡفَةً: خوف۔ مخافته کی طرح خیفته بھی مصدر ہے بمعنی ڈرنا۔ باب علم سے آتا ہے، وَبَشَّرُوۡهُ۔ تبشیر مصدر سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں مژدہ دینا، خوشخبری سنانا۔ اور انہوں نے اُسے بیٹے کی خوشخبری سنائی۔

فِیۡ صَرَّةٍ: اس کے معنی صراح میں لکھے ہیں بانگ وفریاد و جماعتِ مردم، یعنی آپ علیہ السلام کی بیوی آواز کرتی ہوئی آئی ایک قول ہے اَقۡبَلَتۡ کے معنی اَخَذَتۡ ایک فِیۡ زائد۔ صَرَّةٍ کے معنی بلند آواز یعنی اُس نے بلند آواز اٹھائی۔ ایک قول ہے وہ کہتی آئی۔ ایک قول ہے یَا وَیۡلَتٰی کہتی آئی۔ ایک قول ہے صَرَّةٌ کے معنی ہیں جماعت انساناں، یعنی ایک عورتوں کی جماعت میں آئی جو ملائکہ کی خبر سُن کر جھٹ اُن کو دیکھنے کے لئے جمع ہوگئی تھیں جب آئی تو وہ ساتھ ہوگئیں۔

فَصَكَّتۡ: صَكٌّ مصدر سے فعل ماضی غائب مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں مارنا۔ مجاہد نے کہا کہ اُس نے اپنے ماتھے) پر ہاتھ مارا۔ تعجب کے وقت عورتیں ایسا کرتی ہیں۔

عَقِیۡمٌ: عقم سے صفت مشبہ بمعنی اسم فاعل یا اسم مفعول۔ عقم کے معنی یبس یعنی خشک ہونا لکھے ہیں۔ لہٰذا عقیم کے معنی ہیں خشک ہونے والی یا خشک کی ہوئی۔ مراد بانجھ۔

خَطۡبُکُمۡ: خطب اَهَمّ کام۔ اے ملائکہ تمہارا اہم کام کیا ہے۔

مُسَوَّمَةً: سَوۡمَة بمعنی علامت اس سے باب تفعیل بمعنی علامت لگانا کا اسم مفعول مونث ہے۔ اس ایک ایک پتھر پر نشان تھا کہ یہ فلاں کو لگے گا یا یہ نشان تھا کہ عذاب کے پتھر ہیں، یا یہ نشان تھا کہ یہ دنیاوی پتھر نہیں۔

مُسۡرِفِیۡنَ: جرائم میں حد سے تجاوز کر جانے والے، اِسۡرَاف سے اسم فاعل جمع۔

فَتَوَلّٰی بِرُکۡنِهٖ: تولّٰی کے معنی اعراض کرنا سے فعل ماضی۔ رُکن کے معنی یہاں ہیں قوت ایک قوم ہے قوم یعنی اُس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے اعراض کیا۔ اپنی قوت یا اپنی قوم کے بل بوتے پر۔

نَبَذۡنَا: نبذ مصدر سے بمعنی بے اعتنائی سے پھینکنا۔ یہ فعل ماضی ہے یعنی ہم نے اُس کو دریا میں پھینک دیا۔

مُلِیۡمٌ: اِلَامَة باب افعال سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں مُلامت کا سزاوار ہونا یعنی فرعون بوجہ انکار اور کفر کے ملامت کا سزاوار تھا قابل ملامت تھا۔

اَلۡعَقِیۡمُ: یہاں ہوا عقیم فرمائی۔ مراد ہے کہ کسی درخت کو باردار نہ کرنے والی تھی یا یہ کہ اس میں کوئی نفع اور برکت نہ تھی۔ یا بادل پیدا کرنے والی نہ تھی، گویا ان امور سے بانجھ تھی۔

Marfat.com

اَلرَّمِیْمِ: عُتُوٌّ مصدر بمعنی حد سے گزر جانا اور تکبر کرنا سے فعل ماضی جمع غائب، وہ حد سے بڑھ گئے اور متکبر ہوئے۔

اَلصّٰعِقَةُ: آسمان سے آگ اتری والی نے اُن کو آ پکڑا، یا ایک کڑک دار آواز نے

یَنْظُرُوْنَ: بمعنی یَنْتَظِرُوْن یعنی علامتِ عذاب دیکھ کر اس کی انتظار کرتے تھے۔

بِاَیْدٍ: اس کے معنی ہیں قوت، توانائی۔ مصدر بھی ہوسکتا ہے، باب مثل باع یبیع کی، قوی ہونا۔

لَمُوْسِعُوْنَ: وَسْعٌ سے باب افعال کا اسم فاعل، وسع کے معنی ہیں طاقت۔ یعنی ہم بہت وسیع طاقت رکھنے والے ہیں۔

اَتَوَاصَوْا: تَوَاصِیْ باب تفاعل سے فعل ماضی جمع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک دوسری کو وصیت کرنا۔ یعنی کیا انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ایک ہی قسم کی بات کہتے ہیں۔

بِمَلُوْمٍ: لَوْم سے اسم مفعول ہے مثل مَغْوُل کی اس کے معنی ہیں ملامت کرنا یعنی ان پر پوری کوشش کرنے کے بعد اعراض کرنے سے تجھ پر کوئی ناپسند بات نہیں۔

ذَنُوْبًا: قاموس میں ذَنُوْبٌ کے معنی خط ونصیب کے لکھے ہیں۔ یعنی حصہ۔ یعنی ظالموں کے لئے حصہ ہے عذاب کا ایک جیسے دوسرے ظالموں کی طرح۔

ایک لفظ ہے ذُنُوْبٌ جمع ذَنْبٌ کی بمعنی گناہ۔ یہ ذال کے ضمہ سے ہے اور جمع ہے۔ پہلا لفظ ذال کی فتحہ سے ہے، اور واحد ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورَةُ الطُّوْرِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آيات ۴۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالطُّوْرِ: عربی لغت میں جمہور کے نزدیک ہر پہاڑ کا اسم ہوسکتا ہے لیکن یہاں مراد طور سینا ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے کلام فرمائی۔

وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ: کتاب عربی لغت میں اُس شے کو کہتے ہیں جس میں کچھ لکھ کر رکھا جائے مَسْطُوْر سَطْرٌ سے اسم مفعول ہے۔ سطر عربی زبان میں کسی شے کی صف یعنی قطار کو کہتے ہیں۔ (قاموس)

علامہ نے کہا ہے کہ لکھے ہوئے، بالترتیب کئے ہوئے حروف کو سطر کہتے ہیں۔ اس کی جمع ہے سُطُور۔ یعنی قسم ہے کتاب باسطور لکھی ہوئی کی۔ اس میں ہر کتاب توراۃ۔ انجیل۔ زبور قرآنِ مجید اور لوح محفوظ مراد لینے کا احتمال ہے۔

فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ: رَقٍّ قاموس میں رَ کی زبر اور زیر سے آیا ہے۔ بمعنی ایسا باریک چمکدار چمڑہ جس پر لکھا جاسکے۔ اس کے ساتھ دوسرے معنی لکھے ہیں صیفۂ بیضاء۔ منشور نشر سے اسم مفعول بمعنی پھیلانا۔ مراد ہے وہ کتاب صحیفے پھیلائے ہوئے میں لکھی ہوئی جس سے انسان ہر قسم کی ہدایت حاصل کرسکتا ہے۔

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ: بَيْت صرف ایک مکان کو کہتے ہیں ایک کمرہ اور مَعْمُوْر مصدر عِمَارَةٌ سے بمعنی آباد کرنا باب نَصَرَ کی طرح اسم مفعول آباد کیا ہوا۔ یہ ساتویں آسمان پر عین کعبہ مکرمہ کے محاذ پر ہے جس میں ستر ہزار فرشتے طواف کے لئے ہر روز داخل ہوتے ہیں۔ پھر دوبارہ قیامت تک اُن کی باری نہیں آئے گی۔ بیت المعمور کے معنی ہیں آباد گھر۔

اَلْمَسْجُوْرِ: سَجر سے اسم مفعول ہے۔ قاموس میں ہے آگ لگا دیا ہوا۔ ایک قول ہے بھرا ہوا ایک قول ہے خلط ملط کر کے تمام قسم کے پانیوں سے بھرا ہوا۔ ایک قول ہے خشک کر کے خالی کیا ہوا قیامت میں ان سب اقوال کی تاویل صحیح ثابت ہوجائیں گے۔ یعنی بحر مسجور کی قسم۔

تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا: مَوْرٌ مصدر سے مضارع مونث غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں بہت تیز چلنا۔ ایک قول ہے اضطراب میں ہونا ایک قول ہے پھٹ جانا۔ مجاہد کا قول ہے چکر میں آجائے گا۔ یعنی جس دن کہ آسمان کی ایسی کوئی کیفیت ہوگی۔

خَوْضٍ: پانی میں داخل ہونا اور اس میں چلنا۔ پھر ہر امر میں شروع ہوجانے کو، بالخصوص باطل اور بے ہودہ امر میں لگے رہنے کو خوض سے خاص بنا کر بولتے ہیں۔

يُدَعُّوْنَ: دَعٌّ سے مضارع مجہول جمع غائب دَعٌّ کے معنی ہیں بہت سختی سے گرانا۔ یعنی وہ نارِ جہنم میں بہت سختی اور درشتی

Marfat.com

سے دھکیل دیئے جائیں گے۔ علامہ نے ان کی یہ صورت لکھی ہے، ان کے ہاتھ گردنوں سے باندھ دیئے جائیں گے اور ان کے ماتھے کے بال پاؤں سے جکڑ دیئے جائیں گے۔ پھر ڈالے جائیں گے العیاذ باللّٰہِ الکریم۔

سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ: سَوَآءٌ کے معنی ہیں عین درمیان مطلب ہے کہ تمہارا اصبر اور بے صبری غیر مفید ہونے میں برابر ہے۔

نَعِيمٍ: اس کے معنی ہیں کثیر نعمت۔

فَاكِهِينَ: لذت اٹھانے والے۔ صراح میں اس کے معنی ناعمین لکھا ہے۔ نعمت میں خوش حال۔

جَحِيمٍ: بھڑکتی ہوئی جوش مارنے والی آگ کا گہرا مکان۔

هَنِيئًا: هَنْءٌ مصدر سے صفت مشبہ خوشگوار۔ حلق سے بالذت اُترنے والی شے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ هَنِيئًا وہ شے جس کے حصول میں مشقت نہ اٹھانی پڑے اور کھانے کے بعد کوئی شکایت نہ ہو۔

سُرُرٍ: جمع سریر۔ تخت۔

وَاتَّبَعَتْ: اِتِبَاعٌ سے فعل ماضی مونث اس کے معنی ہیں پیروی کرنا۔ یعنی ایمان لانے میں اُن کی اولاد ان کے تابع رہی۔

اَلْحَقْنَا: اِلْحَاق مصدر باب افعال سے ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں پہنچا دینا۔ یہاں مراد ہے والدین کے پاس اولاد کو پہنچا دیں گے۔

اَلَتْنَا: اَلْت مصدر سے فعل ماضی متکلم اس کا باب آتا ہے مثل ضَرَبَ کی۔ اس کے معنی ہیں کسی کے حق سے کم کر دینا۔ ہم کسی کے حق سے کم نہیں کریں گے، یعنی عملی ثواب۔

رَهِينٌ: رَهْن سے صفت مشبہ بمعنی گروی بمعنی اسم مفعول۔ باب اس کا مثل فَتَحَ کی آتا ہے۔

اَمْدَدْنَا: مَدٌّ مصدر سے فعل ماضی متکلم۔ دراز کرنا۔ بڑھانا۔ کسی چیز میں اضافہ کرنا پھر مرغوب اور پسند شے میں اضافہ کرنے کو امداد دینا کہتے ہیں۔ غیر مرغوب میں اضافہ کو مد کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے ان کی مرغوبات میں وسعت کریں گے۔

فَاكِهَةٍ: ہر قسم کے پھل کو کہتے ہیں جو بطور لذت کھایا جاتا ہے۔ اس کی جمع ہے فَوَاكِه فروٹس۔

يَتَنَازَعُونَ: نَزْع بمعنی چھیننا سے باب تفاعل تنازُعٌ ایک دوسرے سے چھیننا، یہاں مراد ہے کہ زیادتی محبت کے سبب ایک دوسرے سے پھل وغیرہ چھینیں اور کھینچیں گے۔ بے تکلف احباب میں ایسا دیکھا گیا ہے۔

لَا تَأْثِيمٌ: اثم سے باب تفعیل ہے۔ علامہ نے اس سے مراد لکھی ہے کہ وہ ایسی کوئی حرکت نہ کریں گے جس سے بندہ اس دار دنیا میں گنہگار ٹھہرتا ہو۔

غِلْمَانٌ: جمع غلام۔ نوخیز لڑکا۔

مُشْفِقِينَ: اشفاق سے اسم فاعل جمع ہے اس کے ایک معنی ہیں خوف کرنا۔ ڈرنا۔ ہم اپنے اہل میں ڈرتے تھے۔

اَلسَّمُومِ: ایک قول ہے کہ سموم جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ مگر عام مشہور ہے سخت گرم زہریلی ہوا جو عرب

Marfat.com

کے ریگستان میں کبھی چلتی ہے، یہاں مراد ہے ایسا عذاب جو اجسام کے مسام میں سرایت کر جائے اور روئیں روئیں میں دھنسے۔

بِکَاھِنٍ: راغب نے لکھا ہے کاہن وہ شخص ہوتا ہے جو گزشتہ چھپی ہوئی باتیں بتانے کا دعویٰ رکھتا ہے بلکہ بتاتا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ کاہن وہ اشخاص جو اخبارِ غیب حاصل کرنے میں جنات سے استمداد لیتے تھے یا لیتے ہیں۔

عَرَّافِ: وہ شخص جو آنے والی خبریں بتائے۔

نَتَرَبَّصُ: تربّص باب تفعل سے مضارع متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں انتظار کرنا۔ہم انتظار کرتے ہیں۔

رَیْبَ: قاموس میں اس کے ایک معنی لکھے ہیں گردش دوراں۔دن رات کا چکر۔

الْمَنُوْنِ: منّ سے مبالغہ ہے بمعنی کاٹنا۔یعنی بہت کاٹنے والا عمریں وغیرہ مراد ہے زمانہ ویسے منون کے ایک معنی لکھے ہیں روزگار، زمانہ۔

اَحْلَام: جمع حلم زیر سے بمعنی عقل قاموس تقوّلہٗ۔قول سے باب تفعل ہے۔بات گھڑ لینا خود ساختہ بات۔

اَمْ خُلِقُوْا: (الآیۃ) اس کا ایک مطلب یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بلا کسی غایت ثواب عذاب کے پیدا کئے گئے ہیں کہ یہ کچھ سنتے ہی نہیں۔

اَلْمُصَیْطِرُوْنَ: جمع مصیطر دراصل مسیطر تھا س کو ط کے سبب ص سے بدلا۔صاحبِ قاموس نے اس کے معنی لکھے ہیں رقیب۔محافظ۔متسلط۔یعنی کیا یہ لوگ مسلط اور غالب ہیں کہ امر ربوبیت کی تدبیر کریں اور اپنے ارادے اور مرضی پر امور کی بنا رکھیں۔

سُلَّمٌ: وہ آلہ جس کے ذریعے بلند مکان پر چڑھا جاتا ہے۔سیڑھی۔

مُسْتَمِعُھُمْ: ان میں کا آسمانی خبریں سننے والا واضح حجت لائے۔

مَغْرَمٍ: مصدر میمی غرم غرامۃ سے راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں وہ مالی تاوان جو انسان کو بغیر کسی جرم وخیانت کے ادا کرنا پڑے۔یعنی تاوان لازم ہو جانے سے بوجھ لدے ہوئے ہو۔

کَیْدًا: مکر۔حیلہ

مَکِیْدُوْنَ: کَیْد سے اسم مفعول جمع۔بمعنی مکر کیا ہوا۔یعنی اپنے مکر کا وبال اپنے اوپر ڈالے ہوئے۔اپنے مکر کے وبال میں خود پھنسے ہوئے۔

کِسْفًا: یہاں واحد ہے بمعنی ٹکڑا بادل کا۔

مَرْکُوْمٌ: رَکْم مصدر سے اسم مفعول ہے۔اس کے معنی ہیں چند چیزوں کو ایک دوسری پر جوڑنا۔اس کا باب مثل نصَر کی آتا ہے۔یعنی بادل ہے تہ برتہ جڑا ہوا۔

یُصْعَقُوْنَ: صَعْق صعق صعقۃ سے مثل سَمِعَ کی مضارع مجہول بمعنی بے ہوش ہونا مراد ہے بے ہوشی ڈالے جائیں گے۔

Marfat.com

دُوْنَ: اس کے کئی معنی ہیں ایک جن میں سے غیـرَ ہیں۔ یہاں یہی مراد ہے۔یعنی ظالموں کے لئے اس دنیاوی عذاب کے بغیر اور اخروی عذاب بھی ہے۔

بِاَعْيُنِنَا: اَعْيُنْ جمع عَيْن بمعنی آنکھ، یہاں مراد ہے حفاظت وحراست۔یعنی تو ہماری حفاظت اور حراست میں ہے۔

حِيْنَ تَقُوْمُ: یعنی جب تو اٹھے کسی مجلس سے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کر۔روایت میں ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے اٹھتے یہ کلمات پڑھتے۔

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَيْکَ

ترجمہ: یا اللہ تو پاک ہے اور اپنی حمد کے ساتھ ہے۔میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

اس کے پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اس سے مجلس میں ہر کی ہوئی بات کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔یا مراد ہے کہ جب تو نماز کے واسطے اٹھے تو تسبیح وتحمید کر۔سعید بن مسیب وغیرہ نے ضحاک سے روایت کی ہے اس وقت ثنا پڑھی جائے۔نماز میں ثنا پڑھنا اسی آیت کی تعمیل میں ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ النَّجمِ۔ مَكِّيَّة۔ آیات ٦٢

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

اِذَا هَوٰى: هَوِيًّا ۔رَمٰى يَرمِى کی طرح هَوٰى يَهْوِى گرا، گرتا ہے۔ مراد ہے۔ قسم ہے ستارے کی جب وہ غروب ہو جائے علامہ نے لکھا ہے هُوِيًّا۔ غروب ہونا۔ گرنا هُوِيًّا۔ طلوع ہونا۔ ماضی مضارع یکساں۔ قسم ہے ستارے کی جب وہ طلوع کرے۔

مَاضَلَّ: طریق حق سے جو آخرت کا مسلک ہے تمہارا صاحب پھرا نہیں۔

مَاغَوٰى: غَيٌّ سے فعل ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ اعتقادِ فاسد رکھتے ہوئے جہالت میں رہنا۔ یہ رشد کے مقابل کا لفظ ہے۔ یعنی جہالت اور اعتقادِ فاسد سے بھی بری ہے۔

عَنِ الْهَوٰى: هَوٰى کے معنی ہیں خواہش رائے، دل کی مرضی۔ یعنی اپنی مرضی سے کوئی دینی بات نہیں کرتا ہٗ کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ اور عَلَّمَ کا دوسرا مفعول محذوف ہے یعنی قرآن۔ ابوحیان نے ہٗ کی ضمیر قران کی طرف راجع کی ہے اور مفعول اول محذوف مانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک یعنی شدید القوٰی ......الخ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھایا ہے۔

ذُومِرَّةٍ: مِرَّہ کے معنی لکھے ہیں قوت، تیزی عقل علامہ نے اس کے معنی لکھے ہیں بہت مستحکم عقل رکھنے والا۔ سعید بن مسیب نے اس کے معنی کئے ہیں ذو حکمت۔ حکمت والا۔ طیبی نے معنی کئے ہیں بہت خوش منظر۔ یعنی بہت خوب صورت۔ طبری نے اس معنی کو بہت درست مانا ہے۔

فَاسْتَوٰى: یہاں مراد ہے اپنی حقیقی اور اصلی شکل وصورت پر درست ہو گیا۔ علامہ نے ایک قول لکھا ہے کہ حضرت جرائیل علیہ السلام نے اپنی اصلی صورت کے بغیر دوسری صُورت میں تعلیم دی۔ پھر اپنی اصلی صورت وشکل میں ظاہر ہوئے۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى: اُفُقٌ۔ اُفُقِ جہت۔ طرف۔ اَعْلٰى، علو سے اسم تفضیل، بہت بلند۔ اور وہ طرف اعلیٰ پر تھا۔ یہ جملہ حال ہے استوٰی کی ضمیر فاعل سے مراد مشرقی افق ہے۔

دَنٰى: دُنُوٌّ سے فعل ماضی ہے۔ بمعنی قریب ہونا، پھر قریب ہو گیا۔ یعنی حضرت جرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے قریب ہو گیا۔

فَتَدَلّٰى: اس کے معنی قاموس میں قَرُبَ کئے ہیں۔ مراد ہے اور قریب ہو گیا۔ علامہ نے معنی کئے ہیں جبرئیل علیہ السلام ہوا میں لٹک آیا مراد وہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم سے قریب تو ہو گیا۔

Marfat.com

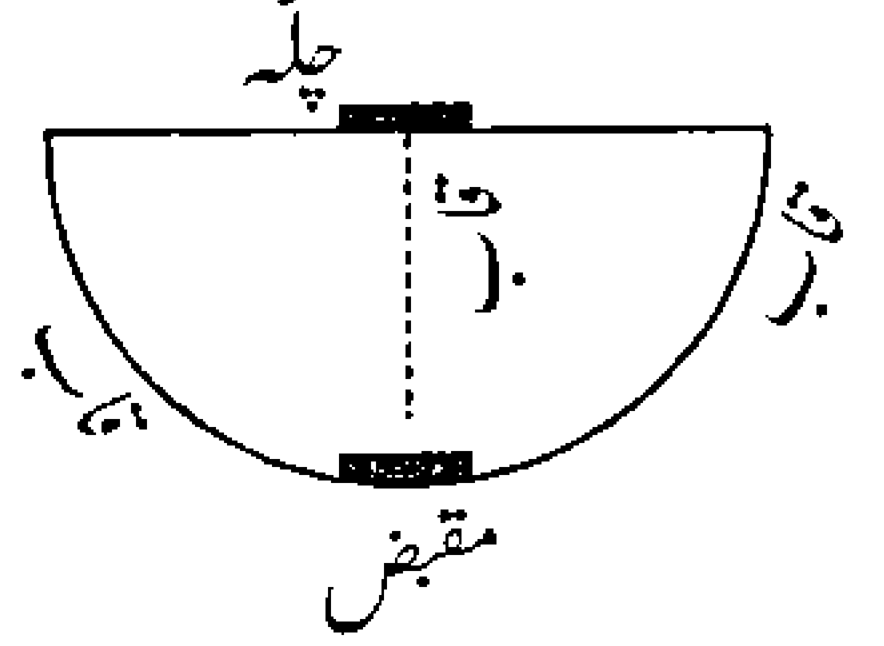

قَابَ: علامہ نے قَاب کے معنی مقدار کے لکھے ہیں۔ پھر قَاب قوس کے اس حصے کو کہتے ہیں جو اس کے مَقبض یعنی جائے قبض، مٹھی سے لے کر اُس کے سرے تک کمان کا حصہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ہر کمان کے دو قاب ہوئے، جیسا کہ شکل ہذا سے ظاہر ہے۔ اس قول سے تاویل ہوگی۔

كَانَ قَابَ قَوْسٍ: یعنی ایک کمان کے دو قابوں کی مثل ہوگیا۔

مجاہد اور حسن بصری کا قول ہے کہ قاب اُس فاصلے کو کہتے ہیں جو مٹھی اور چلے کے درمیان ہوتا ہے، یہ قول خفاجی کے قول کے موافق ہے چنانچہ اُس نے کہا ہے کہ اسلام سے پہلے جاہلیت میں جب دو بڑے سردار باہم معاہدہ کر کے حلف اٹھاتے تھے، کہ ایک دوسرے کی مدد پر رہیں گے تو اپنی اپنی کمان ملا کر مٹھی کے ساتھ مٹھی اور چلّے کے ساتھ چلّہ جوڑ کر دونوں اکٹھے تیر چلانے کی صورت بناتے گویا دونوں ایک ہی تیر چلاتے ہیں۔ یہ ان کے معاہدے کی پختگی کی صورت تھی۔ مراد ہے کہ دونوں کمانیں قریب تر ہوتی تھیں۔ یعنی دونوں کمانوں کے قاب ایک ہو جاتے تھے، مطلب یہ لیتے تھے کہ ہم دونوں کی رضا ایک غصہ ایک، بہر حال مراد ہے بہت قریب ہوگیا۔

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ: اُس نے وحی کی۔ مراد جبرائیل علیہ السلام نے۔ ہٖ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ اگرچہ پہلے مذکور نہیں بوجہ انتہائی ظہور کے۔ گویا اصل میں تھا اِلٰى عَبْدِ اللّٰہِ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔

مَآ اَوْحٰى: اس میں ضمیر حضرت جبرئیل کی طرف راجع ہے۔

فُؤَادُ: بمعنی دل۔ جمع اس کی اَفْئِدَة آتی ہے۔

مَارَاٰى: جو کچھ دیکھا رُؤْيَةٌ بمعنی آنکھ سے دیکھنا کا فعل ماضی ہے۔

یعنی جو صورت جبرئیل علیہ السلام کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر سے دیکھی قلب مبارک نے اس کے متعلق نظر کو غلط نہیں کہا۔ امام نے اس کے معنی کی ایک وجہ زمخشری کے قول کی اس طرح لکھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب (مبارک) نے جھوٹ نہیں کہا کہ جو کچھ نظر نے دیکھا ہے صحیح نہیں۔ یہ معنی مبرد کے قول کے قریب ہے۔ اُس نے کہا ہے دل نے، جو شے نظر نے دیکھی اُس کی تصدیق کی۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ: مِرَاءٌ بمعنی مجادلہ کرنا سے باب مفاعلہ مُمَارَاة کا مضارع معروف حاضر جمع بمعنی تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کرتے ہو، جھگڑ کر انکار کرتے ہو اس کا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ: بے شک دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو ایک دفعہ اور۔

نَزْلَةً اُخْرٰى: نزول سے فَعْلَةٌ کے وزن پر مصدر ہے مَرَّةٌ کے واسطے اور اُخرٰی مونث آخر کی۔ یعنی ایک دفعہ اور۔

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى: سِدْرَہ بیر کا درخت۔ مُنْتَهٰى باب افتعال کا اسم مکان ہے یا مصدر میمی اِنْتِهَاءٌ سے۔ اس

Marfat.com

کے معنی صراح میں رُک جانا اور آخری حد تک پہنچنا لکھے ہیں۔ علامہ نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اُس کا مختصر یہ ہے،
سدرۃ المنتہٰی عرش کے دائیں طرف ساتویں آسمان پر ہے۔ بعض احادیث میں چھٹے آسمان پر ہونا مذکور ہے۔ ظاہراً
معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقتاً بیر کا درخت ہے۔ ایک قول ہے کہ مجازاً بیر کہا گیا ہے (ہم نہیں جانتے کہ یہاں حقیقت و مجاز کے
اعتبار کا کیا مقام ہے۔ انتہائے مکان پر جو شجر ہے اُس کا نام حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے سدرہ فرمایا ہے، اس کی جنس کے جنت
میں بھی بکثرت درخت ہیں، جیسا فرمایا ہے فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ۔ دنیاوی سدرہ کو صرف اسمی مشارکت ہے باقی بات ختم
ہے)۔ اس کی وجہ تسمیہ میں چند وجوہ ہیں۔

۱۔ ہر عالم کا علم وہاں ختم ہو جاتا ہے ماوراء کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کا علم وہاں ختم ہو جاتا ہے اور اس کے ماوراء کا علم ان سے غائب ہوتا ہے۔

۳۔ مخلوق کے اعمال کے پیش ہونے کا وہ انتہائی مقام ہے۔

۴۔ عالم بالا سے جو کچھ نازل ہوتا ہے یہاں ٹھہر جاتا ہے اور جو کچھ نیچے سے اوپر چڑھتا ہے وہ بھی یہاں تک رہتا ہے۔

۵۔ شہداء کے ارواح کا آخری مقام ہے یا مومنین کے ارواح کا۔

۶۔ کشاف میں ہے کہ جنت کی آخری حد ہے۔

جَنَّةُ الْمَاْوٰى: اُویٌّ و اِواءٌ بمعنی پناہ لینا سے مَاوٰی اسم ظرف جائے پناہ۔ پناہ لینے کا جنت۔

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ: یَغْشٰی علامہ نے غشیان مصدر بمعنی ڈھانپنا چھپانا سے مضارع غائب بنایا ہے۔ جب ڈھانپتا
تھا سدرہ کو جو ڈھانپتا تھا۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ قدرت وعجائباتِ قدرت اور روح الامین کے مشاہدے سے پھری نہیں۔

وَمَا طَغٰى: اور نہ اپنی حد سے بڑھی۔ پہلا لفظ زَاغَ سے اور یہ طغیان سے فعل ماضی ہیں۔ علامے نے یہ تاویل بھی کی ہے
یعنی جن عجائبات کے مشاہدے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا اُن سے نظر نے عدول نہ کیا، اور جن کے دیکھنے کا حکم نہ
دیا گیا، ان کی طرف نظر نے تجاوز نہ کیا۔

مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى: ایٰت جمع آیت بمعنی علامت۔ یہاں مراد ہے قدرت کے خاص بڑے بڑے نشان
کُبرٰی اسم تفضیل مونث اَلْکُبْرٰی ترکیب میں صفت ہے موصوف محذوف کی جو مفعول یہ ہے رَاٰی کا یعنی لَقَدْ رَاٰی
الْاٰیٰتِ الْکُبْرٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهٖ۔ اور اگر اس کو اٰیٰتِ رَبِّهٖ کی صفت بنایا جائے تو بعضًا رَاٰی کا مفعول بہ مقدر ماننا پڑے گا۔

مطلب: اس سورت کے آغاز سے اس آیت کریمہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان فضائل اور خصائص کا بیان ہے
جن سے باقی تمام انبیاء علیہم السلام باوجود مدارج عالیہ عطا فرمائے جانے کے اس حیاتِ دنیا میں مشرف نہیں فرمائے
جانے کے اس حیاتِ دنیا میں مشرف نہیں فرمائے گئے یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی نظر مبارک سے ان کی اس شکل و

Marfat.com

صورت خاص میں جس پر ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمارکھا ہے دو دفعہ دیکھا۔ سدرة المنتهى کا مشاہدہ فرمایا، جسم اطہر کے ساتھ بیداری میں حصول معراج ہوا اور بے شمار عجائبات و مظاہر قدرت کا مشاہدہ کیا۔ اللہ ذوالجلال کی ذات پاک کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ البتہ اس میں صحابہ کرام اور تابعین و دیگر پیشوایان دین کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض دیدار کے قائل ہیں بعض قائل نہیں۔ دونوں دلائل سے اپنا اپنا دعوٰے ثابت کرتے ہیں۔ پھر جو بزرگوار قائل ہیں ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ مبارک سے دیکھا یہ روایت ہے ابن عباس۔ مسعود۔ ابوہریرہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم سے۔ بعض قائل ہیں کہ اپنے طب مبارک سے دیکھا۔ یہ روایت ہے ابوذرؓ محمد بن کعبؓ سے جس کی روایت ابن منذر، ابن ابی حاتم اور عبد بن حمید نے نقل کی ہے کہ صحابہؓ کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے رب پاک کو اپنے دل سے دو دفعہ دیکھا ہے۔ بعض اس بات کے قائل ہیں کہ ایک دفعہ دل سے اور ایک دفعہ آنکھ سے دیکھا ہے۔ قاضی عیاض نے ایک اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آنکھ سے دیکھنے میں توقف رکھا اور کہا کہ اس پر کوئی واضح دلیل نہیں کشاف میں ہے کہ روایات میں دیدار کی صراحت تو ہے مگر نظر سے واضح نہیں (یعنی فواد دل سے ثابت ہے) امام احمد سے روایت سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا راٰہُ راٰہُ اللہ تعالیٰ کو آپؐ نے دیکھا، آپؐ نے دیکھا۔ یہ بات اتنی دفعہ دہرائی کہ سانس رُک گیا۔ یعنی آنکھ کا ذکر نہ کیا خلاصہ یہ کہ دیدار کا ہونا صحیح مگر دل سے، روح المعانی میں علامہ الوسی نے بہت کچھ تفصیل کی ہے۔

اَفَرَئَیْتُمْ: اس کے معنی لیتے ہیں مجھے بتاؤ۔ یہاں بھی یہی مراد ہیں بتاؤ۔

اَللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ: یہ سب بُت لات کعبہ میں تھا۔ قریش پوجتے تھے۔ لکھا ہے کوئی شخص تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ مرا تو تعظیم ہوتے ہوتے پوجا شروع ہوگئی۔

عُزّٰی: قتادہ کا قول ہے کہ اَعَزُّ اسم تفضیل سے مونث کا صیغہ ہے۔ یہ بُت عطفان قبیلہ کا تھا۔ مگر قریش بھی پوجتے تھے۔ لکھا ہے ایک درخت تھا۔ اُس کے گردن مکان وغیرہ بنا رکھا ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خالد بن ولید نے مدینہ سے جا کر اکھیڑا، گرایا، اور برباد کیا۔

مَنَاتُ: لکھا ہے کہ یہ ایک پتھر تھا جسے ہزیل، بنی خزاعہ اور بنی ثقیف پوجتے تھے۔ اگرچہ یہ خاص خاص قبیلوں کے تھے مگر ان کے پجاری سب اہلِ عرب تھے۔ کعبہ میں تھے یا اور مقامات میں۔

ترجمہ: مجھے بتاؤ لات و عُزّٰی اور تیسرا منات آخری اس سے آگے مذکور نہیں کہ کیا پوچھنا ہے۔ علامہ نے جو معانی مقدر نکالے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کمال عظمت اس کے ملک اور ملکوت میں اور اس کے جلال و جبروت میں اور اس کی قدرت کی پختگی اور امر کے جاری ہونے میں اے قریش سُن چکے ہو تو بتاؤ یہ لات، عُزّٰی اور ذلیل منات تم کو کچھ فائدہ یا نقصان دینے کا اختیار رکھتے ہیں؟ پھر اُس قادرِ مختار کی بیٹیاں ان کو قرار دیتے ہو اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو اور اس

Marfat.com

پاک ذات کے واسطے بیٹیاں۔ یہ کیسی بدتر تقسیم ہے۔

ضِیْزیٰ: راغب نے لکھا ہے کہ یہ کلمہ ضٓ کے ضمے سے تھا فُعْلیٰ کے وزن پری کی خاطر ض کا ضمہ کسرے سے بدل دیا معنی لکھے ہیں ناقص۔ قاضی نے ضِیز کے معنی جور کے کئے ہیں یعنی یہ تقسیم ظالمانہ ہے۔

مُبْلَغْ: مُنتھیٰ۔ ان کا علم پہنچنے کی جگہ، یعنی دنیا سے آگے ان کے علم میں کچھ نہیں۔

کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ: جمع کبیرہ کی ایسا بڑا گناہ جس کا عذاب بہت سخت ہے۔ اِثم ایسے فعل کو کہتے ہیں جو ثواب کے فعل سے ہٹائے رکھے۔

فَوَاحِشَ: جمع فَاحِشہ۔ فُحش سے ہے۔ جس کے معنی ہیں بُرائی کا حد سے گزرنا۔ بہت گندے سخت گناہ۔

اَللَّمَمَ: بیضاوی کے حاشیے پر ہے لَمم قلیل شے کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے صغیرے گناہ قاموس میں بھی اس کے معنی صغیرہ گناہ لکھے ہیں۔

اِنْشَاَ: اِنْشَآءٌ مصدر بمعنی پیدا کرنا سے فعل ماضی اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا۔

اَجِنَّۃٌ: جمع جَنِیْن پیٹ کے اندر کا بچہ۔

فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ: تزکیہ مصدر سے فعل نہی حاضر ہے بمعنی پاک صاف رکھنا۔ یہاں مراد ہے کہ کبیرہ گناہ نہ کرنے کے سبب اپنے آپ کی ثنا نہ کرنے لگو۔ خودستائی بُری ہے۔

اَکْدٰی: کُدیَتہ قاموس میں کئی معنی اس کے لکھے ہیں جن میں سے ایک معنی ہیں بہت سخت شے پھر اکدٰی کے معنی ہیں اس نے بخل کیا۔ اپنی بخشش کم کردی اور اپنی طبیعت پتھر بنادی۔

لَمْ یُنَبَّاْ: نَبَاءٌ خبرِ عظیم سے باب تفعیل کا مضارع نفی جحد مجہول۔ نہیں خبر دیا گیا۔

وَفّٰی: وَفَـآءٌ سے فعل ماضی جس نے پوری ادائیگی کی۔ حسن بصری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو حکم دیا آپ نے پوری تعمیل کی۔

لَاتَـزِرُ: وِزْرٌ کے معنی ہیں پیٹھ پر بوجھ اٹھانا مراد ہے کہ بروزِ قیامت کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اپنے ذمے لے کر اس کو سبکدوش نہ کردے گا۔

وِزْرَ اُخْرٰی: وِزْر بوجھ یہاں مراد ہے وہ تمام ذمہ داریاں جو انسان پر عدم تعمیل کے سبب پڑیں گی اُخْرٰی مونث کا صیغہ ہے اٰخَرُ کا۔ چونکہ نفس مونث ہے اس واسطے اس کی صفت مونث لائی گئی۔

اَلْمُنْتَھٰی: آخری حد جہاں رکاوٹ ہوجائے باب افتعال کے وزن انتہاء سے اسم ظرف یا مصدر میمی۔ یعنی تیرے رب کی طرف خلقت کے رجوع کی آخری حد ہے۔ اس آیت کا ایک یہ مطلب بھی ہے کہ مخلوقات کی جس شے میں چاہو، انتہائی غور وفکر کرلو لیکن رب پاک کی ذات میں آکر رُک جاؤ۔ اس میں غور فکر مت کرو۔ حدیث شریف میں ہے اللہ کی مخلوق

Marfat.com

میں غور وفکر کرلو، اللہ کی ذات میں نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

تُمْنٰی : نطفہ سے جب وہ رحم میں ڈالا جاتا ہے۔ مَنٰی یَمْنِیْ مَنْیًا مثل رمٰی یرمی کی مضارع غائب مونث مجہول۔

اَلنَّشْاَۃَ: قِنْیَۃٌ سے باب افعال اِقْنَاءٌ سے فعل ماضی ہے قِنْیَہ اس مال کو کہتے ہیں جو مدت تک قائم رہ سکے جیسے باغات اور مکانات وغیرہ مطلب یہ ہے کہ انسان کو غنی کیا اور قِنْیَہ کی قسم کے مال عطا فرمائے۔

اخفش نے تقابل کالحاظ رکھ کر اَقْنٰی کے معنی افقر کئے ہیں یعنی فقیر بنایا۔ اس صورت میں باب افعال خاصہ سلب میں استعمال ہوگا۔ بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ وہ جس نے اپنی ذات کو غنی رکھا اور مخلوق کو اپنا محتاج بنایا۔

رَبُّ الشِّعْرٰی : رب بمعنی خالق، مالک اور شِعْرٰی ایک ستارہ ہے جسے عبور بھی کہتے ہیں۔ اس کی بھی عبادت کی جاتی تھی۔

وَالْمُؤْتَفِکَۃَ : اِفْک مجرد سے باب افتعال اِوْتِفَاکٌ بمعنی اُلٹنا سے اسم فاعل مونث۔ الٹ کر گرنے والی۔ مراد ہے بستی حضرت لوط علیہ السلام کی جس کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُکھیڑا اور بلند لے جا کر اُلٹا گرایا۔

اَھْوٰی: ھُوِیًّا۔ قاموس میں ہے ھَوٰی ھُوِیًّا سَقَطَ کَاَھْوٰی بقول مبرد بنایا اس کو کہ گرتی ہے گری۔ علامہ نے متعدی بنا کر معنی کئے ہیں گرائی۔

اٰلَآءِ: جمع اِلیٰ بمعنی نعمت مثل مِعًی و اَمْعَاء

تَتَمَارٰی: مِرْیَتہ کے معنی ہیں شک باب تفاعل تَمَارٍ سے مضارع مخاطب ہے۔ تو شک کرتا ہے۔

اَلنُّذُرِ: جمع نذیر ڈر کی خبریں سنانے والا۔

اٰزِفَۃُ: مصدر اَزَفٌ و اُزُوْفٌ سے فعل ماضی غائب مونث بمعنی قریب ہونا۔ یعنی قریب آ گئی قریب آنے والی۔ مراد قیامت۔

کَاشِفَۃٌ: یعنی کوئی نفس قیامت کا وقت کھول کر بتانے والا نہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ الْقَمَرِ۔ مَكِّيَّة۔ آيات ۵۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَتْ: قُرب سے باب افتعال اقتراب سے فعل ماضی مونث غائب۔ علامہ نے معنی کئے ہیں بہت قریب آگئی۔

اِنْشَقَّ: شق بمعنی چیرنا سے باب انفعال کا فعل ماضی چر گیا۔ پھٹ گیا۔ اس آیت کے ذیل میں علامہ نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا مختصر یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہجرت سے پانچ سال پہلے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ شیخین یعنی امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کی صحیح روایت میں اس کا ذکر ہے۔ ابن جریر نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ اہلِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ مانگا تو آپؐ نے شق القمر کا معجزہ دکھایا۔ صحیحین مین ابن مسعودؓ کی روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ پر تھا، دوسرا نیچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو گواہ رہو۔

ابونعیم نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں ابن عباسؓ سے ضعیف سند سے ایک روایت نقل کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مشرک جمع ہوئے جن میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عاص بن وائل۔ عاص بن ہشام۔ اسود بن عبدیغوث اسود بن مطلب۔ ربیعہ بن اسود۔ نضر بن حارث تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے (دکھانے کے) لئے چاند دو ٹکڑے کر دیجئے۔ نصف ابوقبیس پر اور نصف قعیقعان پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا اگر میں نے کر دیا تو ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس رات چاند پورا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب پاک سے سوال کیا کہ آپؐ کو وہ کچھ عطا فرمائے جو انہوں نے مانگا ہے۔ پس چاند دو نصف ہو گیا۔ ایک نصف ابوقبیس پر، ایک نصف قعیقعان پر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آواز دیتے تھے کہ اے ابا سلمہ بن عبدالاسد۔ اے ارقم بن ارقم دیکھو گواہ رہو۔

اس معجزہ شق القمر میں احادیث صحیحہ بہت کثیر ہیں بعض نے کہا کہ متواتر ہیں۔ چنانچہ علامہ سبکی نے اپنا فیصلہ دیا ہے کہ شق قمر کی حدیث میرے نزدیک متواتر ہے۔ اس کے تواتر میں کوئی شک نہیں۔

مُسْتَمِرٌّ: باب استفعال استمراء سے اسم فاعل ہے۔ مصدر کے معنی ہیں مضبوط اور پختہ ہونا۔ مُسْتَمِرٌّ بہت پختہ۔ یا مراد ہے قدیم سے چلا آنے والا۔ بعض کا قول ہے کہ جلد مٹ جانے والا۔ زائل ہو جانے والا۔

مُزْدَجَرٌ: زجر سے باب افتعال ہے الزتجار ز کے سبب تَ، دَ سے بدل ازدجار سے مصدر میمی ہے، یا اسم ظرف۔ یعنی مذکورہ اخبار میں ان کے لئے رکنے اور ہٹ جانے کی صورت ہے۔ اپنے پہلے طریقِ عمل سے یار کنے اور ہٹ جانے کا مقام ہے۔

حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ: وہ مذکورات بہت پختہ اور مضبوط ہیں۔

اَلنُّذُرُ: جمع نذیر بمعنی منذر ڈرانے والا یا نذیر بمعنی مصدر انذار۔ علامہ نہیں فائدہ دیا۔ ڈرانے والوں نے، یا ڈرانے نے،

Marfat.com

یا کیا فائدہ دیا۔

شَیْءٍ نُّکُرٍ: نُکُرٍ۔ اَن دیکھی بھالی شے کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے قیامت کے دہشتناک حالات۔

خُشَّعًا: جمع خاشع۔ خشوع سے اسم فاعل ہے۔ چشم کا خشوع یہ کہ یک طرفہ لگی ہوتی۔ جو دائیں بائیں نہ دیکھے۔ متحیر کی یہ حالت ہوتی ہے۔

اَجْدَاثِ: جمع جدثٌ گور۔ قبر، قبروں سے نکلیں گے۔

جَرَادٌ: ملخ۔ ٹڈی۔ ایک کو جَرَادَۃ کہتے ہیں۔ جراد جمع نہیں اسم جنس ہے۔

مُّهْطِعِيْنَ: ھَطْعٌ مصدر سے باب افعال اِھْطَاعٌ کا اسم فاعل جمع حالت نصبی میں ہے اِھطاع کے معنی ہیں گردن سیدھی اوپر اٹھا کر تیز دوڑنا۔ یعنی گردن اٹھائے تیز دوڑنے والے ہوں گے۔

عَسِرٌ: صفت مشبہ ہے۔ بہت دشوار۔

وَازْدُجِرَ: ازدجار سے ماضی مجہول روکا گیا زجر کر کے انہوں نے تبلیغ رسالت سے روکنا چاہا۔

فَانْتَصِرْ: مادہ نصر سے باب افتعال کا امر حاضر ہے۔ انتصار کے معنی ہیں بدلہ لینا انصاف لینا۔ بدلہ لے۔ انصافی حق لے۔

مُّنْهَمِرٍ: اِنْهِمَارٌ مصدر سے اسم فاعل ہے۔ اس کا مادہ ھمر ہے جس کے معنی ہیں پانی بہانا یا آنسو بہانا۔ اِنہمار کے معنی ہیں پانی کا بہنا۔ یعنی بہنے والے گرنے والے پانی سے آسمان کے درہم نے کھول دیئے۔ باب انفعال سے ہے۔

ذَاتِ اَلْوَاحٍ: ذات مونث اسم کے واسطے آتا ہے جیسے ذو مذکر کے واسطے سفینہ کی صفت ہے اَلواح جمع لَوح بمعنی چوڑی تختی۔ چوڑے چوڑے تختوں والی۔

دُسُرٍ: جمع دِسَارٌ میخ۔ کیل۔

مُّدَّكِرٍ: ذِکر سے باب افتعال اذتکار تھا ت کو د بنا کر ادغام کیا اس کے معنی ہیں یاد کرنا۔ مُدَّکِر اسم فاعل ہے یاد دلانے والا۔ مراد ہے عبرت پکڑنے والا۔

نُذُرِ: یہاں انذار کی طرح مصدر ہے میرا ڈرانا۔

صَرْصَرًا: بہت شدید سرد ہوا۔ ایک قول ہے بہت سخت آواز رکھنے والی ہوا۔

نَحْسٍ: صفت مشبہ ہے نَحِس یَنْحَسُ سے بداختر منحوس۔

مُّسْتَمِرٍّ: چلتا رہنے والا۔ یہاں مراد ہے کہ وہ نحس یعنی نحوست ان کے ساتھ چلتی رہے گی، عالم برزخ میں عذاب اور قیامت کے بعد جہنم کی صورت میں۔

تَنْزِعُ: نزع مصدر سے مضارع مونث غائب نزع کے معنی زور سے کھینچ کر باہر نکالنا ہوا عذاب کی قوم عاد کے ہر فرد کو ان کے مواضع سے بزور باہر نکال نکال کر پہاڑوں سے مارتی تھی۔

Marfat.com

اَعْجَازُ: جمع عَجُزٌ و عَجْزٌ ۔بُنِ ہر چیز، یہاں مراد کھجور کے تنے ہیں یعنی جڑ سے لے کر سرے تک کا درمیانی حصہ جو بالکل دراز قد انسان کی طرح ہوتا ہے۔

مُنْقَعِرٍ: قَعْرٌ بمعنی اکھیڑنا سے باب انفعال لازم ہے اکھڑتا۔ اکھڑے ہوئے، جڑ سے نکلے ہوئے۔

سُعُرٍ: جمع سَعِیْر سخت جلانے والی آگ بہت سی آگوں میں ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ اس کے معنی ہیں جنون۔ یعنی جنون میں ہوں گے۔

اَشِرٌ: اَشَرٌ مصدر سے باب سَمِعَ یَسْمَعُ کی طرح آتا ہے۔ اَشِرٌ صفت مشبہ ہے۔ بہت خوش و شادمان۔ اس کی جمع اُشُرٌ و اُشَرٰی آتی ہے۔ یعنی یہ اپنی اس تحریک میں بہت پھولا ہوا ہے۔ مال مست۔

فِتْنَةً: امتحان کرنا۔ کسی شے سے عجب میں ہونا۔ عذاب۔ فضیحت۔ محنت۔ ان کے علاوہ اور کئی معنی ہیں۔ عبارت میں جو موزوں ہوں لئے جاتے ہیں۔

اِصْطَبِرْ: صَبْرٌ سے باب افتعال کا امر حاضر ہے۔ ت بوجہ ص کے ط سے بدل گئی باب افتعال کا ایک خاصہ تصرف ہے۔ یعنی تحصیل ماخذ میں کوشش کرنا۔ ہمارے نزدیک یہاں اسی خاصے میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو ارشادِ باری تعالیٰ ہے، کہ صبر میں کوشش رکھ۔

شِرْبٌ: پانی کا حصہ۔ یہاں مراد ہے پانی لینے یا پانی پینے کی باری۔

مُحْتَضَرٌ: حَضر مصدر سے باب افتعال احتضار سے اسم ظرف یا مصدر میمی ہے بمعنی حاضر ہونے کی جگہ، یا حاضر ہونا۔ مراد ہے کہ ہر پانی کی باری حاضری کا وقت ہے۔ ناقہ اپنی باری پر جائے گی۔ قوم اپنی باری پر جائے۔

فَتَعَاطٰی: تَعَاطِیْ باب تفاعل کے وزن پر مصدر ہے تعلیل ہو ہوا کر اس صورت پر آیا۔ قاموس میں اس کے چند معنی لکھے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ دونوں پاؤں کی انگلیوں کے سروں پر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کوئی شے پکڑنے وغیرہ کے لئے اوپر اٹھانا اس مصدر سے تَعَاطٰی فعل ماضی ہے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ اُس شخص نے صورتِ مذکورہ پر کھڑے ہو کر ناقہ کی کونچیں کاٹ کر گرادیا۔

صَیْحَةً: سخت آواز۔ یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی غضب ناک آواز مراد ہے جس سے قوم ثمود کی ہلاکت مقصود تھی۔

کَهَشِیْمِ: گیاہِ خشک و درختِ بوسیدہ (صراح)

اَلْمُحْتَظِرِ: حظر سے جس کے معنی منع کرنا روکنا، میں حظیرہ بنایا جس کے معنی ہیں مویشیوں کا باڑہ۔ پھر حظر سے باب افتعال بنا احتظار اس کے معنی کوشش سے حظیرہ بنانا ہیں۔

اَلْمُحْتَظِرِ: حظیرہ بنانے والا۔ اسم فاعل یعنی وہ لوگ حظیرہ بنانے والے شخص کی گلی سڑی سوکھی ٹہنیوں کی طرح ہو گئے) جو اٹھانے کھینچنے سے جھڑتی ہیں۔ بھرتی ہیں۔ اسی طرح اس قوم مردہ کے جسم ہو گئے۔ اگر کوئی ان کو ہاتھ لگاتا تو فوراً چورا

Marfat.com

چورا ہو کر بکھر جاتے۔ حالانکہ آدھ گھنٹہ کے مردہ تھے۔

حَاصِبًا: وہ ہوا جو تیزی سے اپنے ساتھ مٹی کنکر اُڑائے لئے جاتی ہے۔ امام نے لکھا ہے جس جھکڑ کے بڑے بڑے اولے اور برف کے پتھروں جیسے ٹکڑے، گر کر فنا کریں وہ حاصب کہلاتی ہے۔

بَطْشَتَنَا: بطش سخت پکڑ۔ مضبوط گرفت۔

تَمَارَوْا: مِرْیَۃٌ شک باب تفاعل تمارِ سے تَمَارَوْا فعل ماضی غائب۔ تمارِ شک میں پڑنا۔ معنی ہیں وہ شک میں پڑے رہے۔

بِالنُّذُرِ: خوفناک شے۔ ایک قول ہے کہ جمع ہے نَذْرٌ کی۔ جیسے رَھْنٌ جس کی جمع ہے رُھُنٌ ایک قول ہے کہ جمع ہے نذیر کی بمعنی مَنْذُوْر ڈرائی ہوئی شے۔ مراد یہ ہے کہ انہوں نے خوفناک واقعات سُن کر یقین نہ کیا۔ شک ہی میں رہے۔

رَاوَدُوْهُ: مادہ رَوْد سے بمعنی طلب کرنا۔ باب مفاعلہ مُرَاوَدَۃ سے فعل ماضی جمع مذکر۔ انہوں سے اُن سے یعنی حضرت لوط علیہ السلام سے ان کے مہمان مانگے کہ ان کو ہم اپنے پاس ٹھہرائیں گے۔ نیت بد تھی۔

طَمَسْنَا: طُمُوْسٌ مصدر سے فعل ماضی متکلم مٹا دینا۔ نشان شے کا نہ رہنے دینا۔ ہم نے اُن کی آنکھوں کا نشان تک نہ رہنے دیا۔

صَبَّحَهُمْ: صبح سے باب تفعیل صَبَاح سے فعل ماضی غائب۔ ان کے پاس علی الصبح آیا۔

بُكْرَةً: سورج نکلنے کا وقت۔ علامہ نے لکھا ہے یہ صبح سے خاص ہے۔ صبح عام ہے۔ صبح زیادہ وقت کے لئے بولا جاتا ہے۔ بُکْرَۃ سورج نکلنے سے تھوڑا وقت بعد تک کو کہتے ہیں یعنی صبح سے شروع ہو کر بُکرہ میں ختم ہو گیا۔

مُسْتَقِرٌّ: قرار سے باب استفعال کا اسم فاعل۔ قرار پکڑنے والا۔ ہمیشہ رہنے والا۔

اَلدُّبُرَ: پشت واحد ہے۔ اس کی جمع ہے اَدْبَار۔ مراد ہے کہ ہر ایک اپنی پشت پھیرے گا۔

اَدْهٰى: دَھیٰ دَاھِیَۃٌ سخت کار و دشوار اَدْھیٰ اسم تفضیل بہت دشوار۔ بہت سخت۔

جَمِيْعٌ: یہاں مجتمع کے معنی میں ہے۔

مُنْتَصِرٌ: بدلہ لینے والا۔ یعنی ہم ہیں مجتمع دشمنوں سے بدلہ لینے والے۔

وَاَمَرُّ: بہت تلخ۔ بہت سخت تکلیف دہ۔ اسم تفضیل مَرَارَۃ سے۔ ذائقے میں تلخ۔ مراد سخت دشوار۔

يُسْحَبُوْنَ: سَحْبٌ مصدر بمعنی کھینچنا سے مضارع مجہول جمع غائب۔ وہ سب گھسیٹے جائیں گے، کھینچے جائیں گے۔

اَشْيَاعَ: جمع شِیْعَہ۔ علامہ نے معنی کئے ہیں وہ پیروکار لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے۔ یہاں مراد ہے تمہاری مثل کے۔

مُسْتَطَرٌ: حکم دے کر لکھوایا ہوا۔

مَلِيْكٍ: عظیم الملک رکھنے والا بادشاہ۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آيات ۷۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ: خبر ہے مبتدا محذوف کی اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ۔ یا مبتدا ہے خبر محذوف کا یعنی اَلرَّحْمٰنُ رَبُّنَا۔

اَلْبَیَانَ: مصدر ہے بان یبین بیانًا کا، اس کے معنی ہیں واضح ہونا، ظاہر ہونا۔ مگر قاضی نے اس کے معنی لکھے ہیں دلی بات اور ارادے کو دوسرے کے پاس ظاہر کرنا اور جو کچھ حاصل کیا ہے دوسرے کو سمجھا دینا۔ علامہ نے لکھا ہے، تعلیم بیان سے مراد ہے اپنا مافی الضمیر دوسرے کو سمجھانے اور دوسرے کے مافی الضمیر کو سمجھنے کی قوت دینا۔ یہ شرف انسان کو ہے۔

بِحُسْبَانٍ: مصدر ہے مثل غفران کی بمعنی حساب۔ بعض کہتے ہیں حساب کی جمع ہے جیسے شِهَاب کی جمع شُهبان ہے یعنی مختلف حسابات میں چلتے ہیں۔ یہاں بِ کَائِنٌ کے متعلق ہے، کَائِنٌ بِحُسْبَانٍ حساب سے بنے ہیں۔

اَلنَّجْمُ: زمین پر بچھ کر بڑھنے والی نباتات یا آسمان کے ستارے۔

لِلْاَنَامِ: اس کے معنی مجمع البحرین میں لکھے ہیں تمام حیوانات۔ حسن بصری کا قول ہے کہ انس و جن قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں تمام مخلوق یا جن وانس۔

اَکْمَامِ جمع کِمّ۔ غلاف۔ شگوفہ

یَسْجُدٰنِ: سَجْدٌ و سُجُوْدٌ سے مضارع تثنیہ غائب ہے اس کے معنی ہیں سر زمین پر رکھنا اور عاجزی کرنا۔ یہاں مراد ہے کہ تمام قسم کی نباتات اللہ تعالیٰ کے تابع ہے۔ اُن کی فطرت سے جو ارادہ فرمایا وہ اسی طرح پورا کر رہی ہیں۔ سجدے سے یہی انقیاد مراد ہے۔

ذُو الْعَصْفِ: جس بھوسی میں دانہ ہوتا ہے جیسے گندم چنا وغیرہ اس کو عصف کہتے ہیں۔

الرَّیْحَانُ: خوشبودار نباتات مثل نیاز بو وغیرہ کی۔ مگر جمہور نے معنی کئے ہیں رزق یعنی عصف بھوسہ تمہارے چوپائیوں کی خوراک ہے اور اندر کا اناج تمہارا رزق ہے۔

صَلْصَالٍ: بھیگی ہوئی مٹی جب سوکھ کر کھڑ کنے لگے تو اس وقت اس مٹی کو صَلْصَال کہتے ہیں۔

کَالْفَخَّارِ: مٹی بھگو کر، اٹھا کر کوئی برتن بنائیں اور آگ میں پکائیں تو اس برتن کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے کو فخار کہتے ہیں۔ ٹھیکری۔ انسان کو کھڑ کنے والی سخت ٹھیکری جیسی مٹی سے پیدا کیا۔

اِلْجَآنَّ: ابو الجن یعنی ابلیس۔ مجاہد کا قول ہے کہ ابو الجن اور ہے ابلیس نہیں۔

Marfat.com

مَارِجٍ: آگ کا ایسا شعلہ جس میں دھوئیں کی آمیزش نہ ہو۔

مَشْرِقَيْنِ: شَرْق سے اسم ظرف ہے۔شَرْق کے معنی ہیں سورج۔پھر شرق شروق مصدر بمعنی سورج نکلنا باب نصر کی مثل سے مَشْرِق اسم ظرف ہے سورج نکلنے کی جگہ، یہاں مراد ہے موسم سرما گرما کے مشرق و مغرب، یہ جمہور کا قول ہے۔ بعض کا قول ہے چاند وسورج کا مشرق مغرب۔

اٰلَآءِ: جمع اِلیٰ مثل مِعًا و اَمْعَاءَ۔اِلیٰ کے معنی ہیں نعمت۔

مَرَجَ: مَرْج مصدر بمعنی جاری کرنا۔ایک جگہ ملا دینا سے فعل ماضی ہے۔آبِ شیریں اور آب شور جمع کر دیا ہے۔

بَرْزَخٌ: دو چیزوں کے درمیان کا پردہ جو اُن کو جمع نہ ہونے دے۔

لَا يَبْغِيٰنِ: بغی مصدر بمعنی تجاوز کرنا۔زیادتی کرنا سے منفی فعل مضارع تثنیہ غائب۔یعنی وہ باہم زیادتی نہیں کرتے۔

اَلْجَوَارِ: جمع جارية بمعنی کشتی۔

اَلْمُنْشَئٰتُ: نَشْئٌ مصدر سے باب افعال کا اسم مفعول جمع مونث۔نَشْئٌ کے ایک معنی ہیں بلند ہونا۔یعنی بلند کئے ہوئے بادبانوں والی کشتیاں۔

كَالْاَعْلَامِ: جمع عَلَمٌ کی اس کے ایک معنی ہیں پہاڑ۔یہاں یہی مراد ہیں۔یعنی اللہ پاک ہی کے لئے ہیں پہاڑوں جیسے بڑے بڑے بلند بادبان کئے ہوئے بیڑے اور جہاز۔

شَاْنٍ: کام وحال، یعنی اللہ تعالیٰ ہر روز ایک حال اور کام میں ہوتا ہے۔

الثَّقَلٰنِ: تثنیہ ثَقَلٌ کا۔قاموس میں اس کے ایک معنی لکھے ہیں ہر محفوظ رکھی ہوئی نفیس شے مگر یہاں مراد دو ثقلان سے جن اور انس ہیں کہ زمین پر اصلی وزن دار یہ دونوں ہیں۔باقی تمام ارضی مخلوق ایک طرح کا غیر متعلقہ بوجھ ہے جیسے لدے ہوئے حیوان پر کوئی اور معمولی شے رکھی جاتی ہے، عربی میں اس شے کو علاوہ کہتے ہیں یا اس واسطے کہ مخلوق ارضی میں ان کی بالخصوص انسان کی قدر و منزلت ہے، یا اس واسطے کہ یہ دونوں احکام خداوندی کے حامل ہیں ان سے یہ بھاری ہو رہے ہیں۔

تَنْفُذُوْا: نَفَاذٌ و نُفُوْذٌ۔دھس جانا۔گزر جانا نکل جانا سے مضارع جمع مخاطب منصوب۔اگر تم آسمان و زمین کے اطراف سے نکل بھاگنے کی طاقت رکھتے ہو تو بھاگ نکلو۔

بِسُلْطٰنٍ: اس کے کئی معنی ہیں جن میں سے ایک قوت اور غلبہ ہے۔یہاں یہی مراد ہے یعنی بغیر قوت کے تم نہیں نکل سکتے۔اور وہ تم میں ہے نہیں۔

شُوَاظٌ: خالص آگ کا شعلہ، یا دھوئیں سے ملا ہوا شعلہ۔

وَنُحَاسٌ: پگھلا ہوا تانبا۔بغیر شعلے کے دھواں۔

لَا تَنْتَصِرٰنِ: باب افتعال انتصار سے مضارع تثنیہ مخاطب ہے۔اس کے معنی ہیں بدلہ لینا۔تم اس سزا کا بدلہ نہیں لے سکو گے۔

Marfat.com

وَرْدَةً: سُرخ گلاب کا پھول۔

كَالدِّهَانِ: سرخ دھوڑی۔ دوسرے معنی ہیں دھن یعنی پگھل کر مثل روغن کی ہوگا۔ مراد ہے کہ آسمان سرخ دھوڑی کی مثل ہو جائے گا۔

سِيمَاهُمْ: علامت۔ نشان۔ جیسا سیاہ روئی گربہ چشمی۔ اندھا پن۔ مجرم اپنی علامت سے پہچانے جائیں گے۔

نَوَاصِيْ: جمع ناصیہ اگلے حصے سر کے بال۔

حَمِيمٍ: آخری درجے کی حرات سے کھولتا ہوا پانی۔

انٍ: انتہائی حرارت پر پہنچا ہوا۔ حاضر، موجود۔

مَقَامَ رَبِّهٖ: مصدر میمی ہے یا اسم ظرف یعنی اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے یا قیام گاہ سے جوڈرتا ہے۔

جَنَّتٰنِ: جنت کا تثنیہ دو جنت۔ قاضی نے اس کی یوں تاویل کی ہے ایک جنت عقیدے کا، ایک عمل کا۔ یا ایک، طاعت بجالانے کا ایک معاصی ترک رکھنے کا یا ایک اصل ثواب کا ایک بطور فصل کے، یا ایک روحانی سرور کے واسطے، ایک جسمانی سرور کے واسطے۔

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ: ذَوَاتَا تثنیہ ذات کا اور افنان جمع فَنٌّ بمعنی قسم۔ یعنی قسم قسم کے درختوں اور پھلوں والے یا جمع ہے فَنَنٌ کی بمعنی شاخ درخت یعنی شاخدار درخت ہوں گے۔

عَيْنٰنِ: عَين کا تثنیہ اس کے معنی ہیں چشمہ دو چشمے ایک بالائی حصے میں ایک نچلے حصے میں یا ایک تسنیم اور ایک سلسبیل۔

بَطَآئِنُ: جمع بطانۃ دہرے کپڑے کا نچلہ حصہ جسے استر کہتے ہیں۔

اِسْتَبْرَقٍ: دبیز ریشمی کپڑا۔ موٹا

جَنَا: علامہ نے لکھا ہے صفت مشبہ ہے یا اسم مصدر بمعنی مَجْنِيٌّ۔ تازہ توڑا ہوا پھل۔

دَانٍ: قریب ہونے والا۔ دُنُوٌّ سے دنا یدنو کا اسم فاعل۔ جنتی ہر صورت میں کھڑا بیٹھا۔ لیٹا ہوا پھل توڑ سکے گا۔

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ: قَصْرٌ سے اسم فاعل مونث جمع۔ قصر کے معنی روکنا یا ٹھہرائے رہنا، رکنا۔ صرف کے معنی نظر یعنی وہ اپنی نگاہوں کو خاوندوں پر ہی روک رکھنے والی ہیں۔ دوسرے کی طرف دیکھیں گے ہی نہیں۔ یا یہ معنی ہیں کہ دیکھنے والے کی نظر اپنے ہی اوپر روک رکھنے والی ہیں بوجہ کمال حسن کے۔ ہمارے نزدیک پہلے معنی انسب ہیں۔

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ: طَمْثٌ سے نفی حجد بلمن۔ طَمْثٌ کے ایک معنی ہیں مس کرنا۔ چھونا۔ یعنی جنتیوں سے پیشتر ان کو کسی جن یا انسان نے چھوا تک نہیں ہوگا۔

مُدْهَآمَّتٰنِ: دُهْمَةٌ بمعنی سیاہی سے باب افعیلال ادھیمام سیاہ ہونا سے اسم فاعل تثنیہ مونث بہت زیادہ سبزی کے سبب سیاہ معلوم ہوں گے۔

Marfat.com

نَضَّا خَتٰنِ: نَضخٌ سے مبالغے کا صیغہ ہے۔ نضخ کے معنی ہیں فوارے بڑی بڑی بلندی تک پہنچ کر گرنے والے ہونگے۔

خَیرٰتٌ: قاضی نے لکھا ہے کہ یہ اصل میں خَیِّرَاتٌ تھا کیونکہ خَیرٌ جو بمعنی اَخیَرٌ ہے اس کی جمع خَیرَاتٌ و خَیرُوْنَ نہیں آتی۔ ابوحیان نے کہا ہے کہ خَیرۃ کی جمع ہے۔ پہلی صورت میں خِیَرۃ کی جمع ہوگی بہت خوبی والیاں۔

حِسَانٌ: جمع حَسْنَاءُ و حَسَنَۃٌ کی صورت اور خلق میں پوری خوبی والیاں۔

حُوْرٌ: جمع حَوارء کی آنکھ کا حصہ سفید سفید کامل سفید اور حصہ سیاہ کامل سیاہ رکھنے والی عورت۔ جنت کی تمام عورتیں حور ہوں گی۔

مَقْصُوْرٰتٌ: جمع ہے مقصورۃ کی، وہ عورت جو گھر کی چار دیواری میں پابندی سے رہے اسے مقصورۃ قصورۃ قصیرۃ کہتے ہیں۔

خِیَامٌ: جمع خیمہ کی۔ علامہ نے اس لفظ کی چند صورتیں لکھی ہیں اور پھر لکھا ہے کہ یہاں مراد ہے کہ ایک ایک موتی کا وسیع مکان خیمہ فرمایا ہے۔

رَفْرَفٍ: جمع رفرفۃ گاؤتکیہ یا چھوٹا تکیہ، تکیوں پر جو عبقری سبز رنگ کے ہوں گے ڈھاسنے لگا کر بیٹھیں گے اور بھی کئی قول ہیں۔

عَبْقَرِیٍّ: عبقر کی طرف منسوب ہے، عرب کا زعم تھا کہ عبقر جنات کا ایک شہر ہے، اس واسطے ہر قسم کے عجیب وغریب فروش وغیرہ کو اس کی طرف نسبت کر کے عبقری کہہ دیتے تھے، مراد ہے عجیب وغریب نایاب فروش دیئے جائیں گے۔

حِسَانٍ: یہاں جمع اَحْسَن یا حَسِین کی ہے بہت خوبصورت۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ الْوَاقِعَہ۔ مَکِّیَّة۔ آیات ۹۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خَافِضَةٌ: خفض مصدر بمعنی نیچے کرنا گرانا سے اسم فاعل واحد مونث۔ بے شمار لوگوں کو نیچے گرانے والی۔

رَافِعَةٌ: کثیر تعداد کو بلند کرنے والی۔

رُجَّتْ : رَجّ سے ماضی مجہول مونث۔ رَجّ کے معنی ہیں ہلنا اور ہلانا۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں جب زمین بہت سخت ہلائی جائے گی۔

بُسَّتْ: بَستاً مصدر سے ماضی مجہول مونث بَسّ کے معنی ہیں آہستہ آہستہ غیر معلوم طریق سے چلانا۔ جیسے کبھی کبھی بادل چلتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور جب پہاڑ بہت نرم اور آہستہ چلائے جائیں گے۔

هَبَآءً: غبار۔ ذرات جو ہوا میں اُڑتے رہتے ہیں۔

مُنْبَثًّا: بَثّ سے باب انفعال انبثاث کا اسم فاعل۔ بَثّ کے معنی ہیں بکھرنا۔ متفرق ہونا۔ مُنْبَثًا کے معنی ہیں بکھرنے والے۔ اُس دن پہاڑ سب اُڑتا ہوا بکھرا ہوا غبار بن جائیں گے۔

اَزْوَاجًا : جمع زَوج جوڑا۔ یہاں مراد ہے قسم۔ تم تین قسم میں بٹ جاؤ گے۔ خطاب اِس اُمت مرحومہ کو ہے۔ شمولیت سب کی ہے۔

اَلْمَيْمَنَةِ: جانب الیمین۔ دائیں جانب والے۔

اَلْمَشْئَمَةِ: جانب الشمال۔ بائیں جانب والے۔

اَلسّٰبِقُوْنَ : آگے بڑھ جانے والے۔ ایمان اور اطاعت کرنے میں یا ایمان کے بعد علوم یقینیہ میں کمالات حاصل کرنے میں اور حصول تقویٰ میں، یا وقتی نمازوں کی ادائیگی میں، یا مساجد میں اوّل جانے اور آخیر نکلنے میں یا فی سبیل اللہ نکلنے میں، یا جہاد کے واسطے نکلنے میں۔

اَلسّٰبِقُوْنَ : سبقت لے جانے والے ہیں اللہ کی رحمت کی طرف، یا جنت کی طرف، ایمان و عمل میں سابق اعطائے اجر و ثواب میں بھی سابق ہوں گے۔

اَلْمُقَرَّبُوْنَ: ان کے درجات عرشِ عظیم کے قریب کئے ہوئے ہوں گے۔

ثُلَّةٌ: جماعت کثیر بنی آدم کی۔ زمخشری نے کہا ہے کہ ثُلَّة جماعت کو کہتے ہیں، قلیل ہو، یا کثیر۔

Marfat.com

سُرُرٍ: جمع سَرِیر تخت۔ یہاں مراد ہے پلنگ۔

مَوْضُوْنَةٍ: وَضَنٌ سے اسم مفعول مونث وَضَنَ یَضِنُ مثل ضَرَبَ کی۔ وَضْنٌ کے معنی ہیں مضبوطی سے بننا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ سونے کا کلابتون (تلے) سے بنے ہوئے موتیوں کی جھالروں والے پلنگوں پر تکیہ لگائے بیٹھیں گے۔

مُخَلَّدُوْنَ: خلد اور خلود سے باب تفعیل تخلِید کا اسم مفعول جمع ہے۔ خلود کے معنی ہیں ہمیشگی۔ تخلید کے معنی ہیں ہمیشہ ایک حالت میں یا ایک جگہ میں رکھنا۔ خدمت گار نوعمر لڑکے ہمیشہ ایک عمر۔ قد اور ایک حالت میں رکھے ہوئے اُن کی خدمت میں آئیں گے۔

بِاَكْوَابٍ: جمع اِبریق۔ ٹونٹی دار لوٹا۔

كَاْسٍ: پینے کی شے سے بھرا ہوا گلاس یا پیالہ۔

مَعِيْنٍ: صفت مشبہ ہے مَعَنَ سے۔ جاری ہوا۔ بہ نکلا۔ مَعِین مثل اَمِیر جاری ہونے والا۔ جنت کی خمر پانی کی طرح الگ چشموں سے اور ندی نالوں سے مہیا ہوگی۔ اسی طرح دودھ اور شہد۔

لَا يُصَدَّعُوْنَ: صُدَاعٌ بمعنی دردِ سر سے باب تفعیل تَصْدِیع سے مضارع مجہول جمع۔ تصدیع کے معنی ہیں صداع والا بنانا۔ دردِ سر چڑھانا۔ خاصہ صیر درت میں مستعمل ہے۔ اہلِ جنت خمر کے استعمال سے دردِ سر نہیں دیے جائیں گے۔

وَلَا يُنْزِفُوْنَ: نَزْف سے باب افعال، اِنْزَاف کا مضارع منفی جمع غائب۔ نَزْف کے معنی ہیں کنوئیں کا پانی سب نکال دینا۔ اِنْزَاف کنوئیں کو تھوڑا تھوڑا پانی نکال کر خشک کرنا۔ لیکن یہاں مجاہد۔ قتادہ اور ضحاک نے معنی کیے ہیں کہ وہ لوگ خمر پی کر اپنی عقل زائل کر کے مست نہیں ہوں گے یعنی وہ خمر سے اپنی عقل کم نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس خمر میں سُکر کا خاصہ نہیں ہوگا۔

لَغْوًا تَاْثِيْمًا: قبیح کلام۔ بے سوچے سمجھے کہی ہوئی بات جسے بے ہودہ کہتے ہیں۔ جنتی لوگ جنت میں قبیح بات اور گنہگار بنا دینے والی بات منہ سے نکالنا تو کجا کسی جانب سے سنیں گے بھی نہیں۔

اِلَّا قِيْلًا: قِیلًا مصدر ہے مثل قَولٌ کی مگر سلام سلام کا قول سنیں گے۔

سِــدْرٍ: اس کی ماہیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہاں دنیا میں اس نام کے درخت کو بیر کا درخت کہتے ہیں۔ وہاں جنت میں سِدر نام کا ایک درخت ہے۔

مَخْضُوْدٍ: خَضد مصدر سے اسم مفعول۔ خضد کے معنی ہیں کانٹے جھاڑنا۔ مخضود کانٹے جھاڑا ہوا۔ یعنی بے کانٹے کے بیری۔ ہم یہاں ضلع لاہور اور شیخوپورہ میں ایسے بیر کو گھونی بیر کہتے ہیں۔ بہت کم دیکھنے میں آتی ہے شاید اسی کا ہم نام درخت یہاں دنیا میں پیدا فرما رکھا ہے۔

طَلْحٍ: جمع طَلْحَہ کی ریگستان میں ایک قسم کا بہت بڑا درخت ہوتا ہے۔ قاموس میں اس کے معنی موز یعنی کیلا بھی لکھا

Marfat.com

ہے۔ یہاں یہی مراد ہے۔

مَنْضُوْدٍ: نَضَدٌ سے اسم مفعول۔ نضد کے معنی ہیں نیچے اوپر جوڑنا۔ منضود بہت جڑی ہوئی پھلیوں والا۔

مَسْكُوْبٍ: سَكْبٌ مصدر سے اسم مفعول بمعنی اسم فاعل جیسے مشکور بمعنی شاکر۔ سکب کے معنی ہیں پانی بہنا۔ مسکوب بمعنی ساکب بہنے والا بغیر نالی وغیرہ کے ہموار زمین پر جاری ہونے والا۔

لَا مَقْطُوْعَةٍ: قطع سے اسم مفعول مونث ختم ہو چکے ہوئے موسم گزر جانے کے سبب۔

وَلَا مَمْنُوْعَةٍ: روکے ہوئے جسمانی صحت کے خلاف ہونے کے سبب۔ جیسے طبیب اور ڈاکٹر یہاں روک دیتے ہیں۔

فُرُشٍ: جمع فراش بمعنی فرش جو بیٹھنے کے لئے بچھایا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ فُرُش سے مراد یہاں عورتیں ہیں۔

اَنْشَاْنَا: اِنْشَاءٌ کے ایک معنی ہیں پیدا کرنا یہ ماضی متکلم ہے ہم نے پیدا کیا اُن کو۔ ابوحیان نے کہا ہے کہ اِنْشا سے مراد اختراع ہے، نئی ایجاد لہٰذا ان سے جنتی عورتیں حُوْرٌ عِیْن مراد ہیں۔

اَبْكَارًا: جمع بِکْر کنواری۔ دوشیزہ عورت۔

عُرُبًا: جمع عَرُوْبٌ کی۔ وہ عورت جو خاوند سے کمال محبت رکھتی ہو اور اس پر عاشق ہو۔

اَتْرَابًا: جمع تِرْبٌ۔ ہم عمر۔ برابر کی۔

اَصْحٰبُ الشِّمَالِ: شمال بایاں ہاتھ۔ بائیں ہاتھ والے۔ یعنی بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیئے جانے والے۔

سَمُوْمٍ: ایسی گرم ہوا جو زہر کی تاثیر رکھتی ہو اور اس جہان میں حیوانات کو ہلاک کر دے اور نباتات کو جلا دے۔

حَمِيْمٍ: کھولتا ہوا۔ انتہائی درجۂ حرارت رکھنے والا پانی۔

يَحْمُوْمٍ: بہت سیاہ دھواں۔ ایک قول ہے آگ کا سائبان جو چاروں طرف سے بلند ہوگا اور اپنے نچلوں کو پورا محیط ہوگا۔ جس کا ان پر سایہ ہوگا۔

مُتْرَفِيْنَ: تَرَفٌ سے باب افعال ہے اِتْرَاف نعمت میں پالنا، یا نعمت و ثروت کا کسی کو بدراہ کر دینا۔ یہ اسم مفعول جمع منصوب ہے۔ یہ دنیا میں بوجہ نعمت و ثروت کے ایسے خودمختار تھے جو کسی کے سمجھائے سمجھتے، نہ کسی کے روکے رکتے تھے۔

يُصِرُّوْنَ: باب افعال اِصْرَار سے مضارع جمع غائب ہے۔ کسی شے پر جما رہنا۔ اڑا رہنا، ترک نہ کرنا۔ وہ بڑے بڑے گناہوں میں اصرار کرتے تھے۔

حِنْثٍ: گناہ۔ جرم۔ اللہ ذوالجلال کی نافرمانی قسم کے خلاف کرنا۔ قسم توڑنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

مِيْقَاتِ: وہ جگہ یا وقت جو کسی شے یا کسی کام کے لئے مقرر ہو۔

زَقُّوْمٍ: جہنم میں تھوہر کے نام کا درخت ہوگا اس کا پھل کھلایا جائے گا۔

هِيْمٍ: جمع اَهْيَم کی۔ وہ اونٹ جس کو هُيَام مرض ہو گیا ہو یہ مرض استسقا کی مثل ہوتی ہے اونٹ اتنا پانی پیے جاتا ہے کہ مر

Marfat.com

ہی جاتا ہے۔

نُـزُلُهُمْ: نُزُلٌ کھانے پینے کی وہ شے جو جلد از جلد آتے مہمان کے پیش کی جاتی ہے، یہ چیزیں جہنمیوں کے لئے فوری پیش ہوں گی۔

تُمْنُوْنَ: مَنْی یَمْنِیْ ۔مثل رمٰی یرمی کی رحم میں منی ڈالنا- باب افعال کے معنی بھی یہی ہیں۔

اِمْنَاءٌ: اس سے تمنون مضارع جمع مخاطب ہے جو منی بوقت صحبت تم رحموں میں ڈالتے ہو۔ تم اس کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے ہیں۔

بِـمَسْبُوْقِيْنَ: سَبْقٌ مصدر سے اسم مفعول جمع مجرور۔ سبق کے معنی ہیں آگے بڑھنا۔ مسبوق وہ جس سے کوئی آگے بڑھ جائے اور یہ پیچھے رہ جائے۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے ہم کسی سے پیچھے رہے ہوئے نہیں ہیں۔

نُنْشِئَكُمْ: اِنْشا کے معنی ہیں پیدا کرنا۔ یہاں مراد ہے کسی دوسری نوع میں بدل دینا۔ جیسے بندر خنزیر بنا دینا۔

تَحْرُثُوْنَ: حَرْثٌ زمین میں بیج بونا۔ یہ مضارع مخاطب جمع ہے۔ جو بیج تم زمین میں بوتے ہو۔

اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ: زَرْعٌ سے اگانا اور بونا۔ اسم فاعل جمع بلکہ ہم اگانے والے ہیں۔

حُطَامًا: کوئی شے گھاس وغیرہ کی قسم کی جو سوکھ کر چورا ہو گئی ہو۔

ظَلْتُمْ: ہو جاؤ تم۔ اصل میں تھا ظَلَلْتُمْ۔ لام اول کو حذف کیا۔ یعنی دن بھر تعجب کرتے اور نادم ہوتے رہو گے۔

تَـفَكَّهُوْنَ: تَـفَكُّهٌ سے مضارع مخاطب جمع صراح میں اس کے معنی تعجب کرنا اور نادم ہونا ہے۔ یعنی وہ کھیتی ایسی عمدگی کے بعد سوکھی سڑی چورا چورا ہوئی کہ دیکھ کر تعجب کرنے اور نادم ہونے لگو گے۔

اَلْمُزْنِ: جمع ہے مُزْنَة کی بمعنی بادل بعض کہتے ہیں سفید بادل۔

اُجَاجًا: پانی شور۔ کڑوا۔

تُوْرُوْنَ: وَرْیٌ بمعنی آگ نکالنا سے باب افعال اِیْرَاء چقماق سے آگ نکالنا۔ یہ مضارع جمع مخاطب ہے۔ تم آگ نکالتے ہو۔

تَذْكِرَةً: یادداشت۔ کوئی شے یاد رکھنے، نہ بھولنے کے لئے جو ذریعہ بنایا جائے اُسے تذکرہ کہتے ہیں۔ یعنی یہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ یاد دلاتے رہنے کے لئے تذکرہ ہے۔

مُقْوِيْنَ: اِقْوَاءٌ سے اسم فاعل مجرور۔ جمع۔ اِقْوَاءٌ جنگل میں اُترنا۔ بلوغ خاصہ میں مستعمل ہے۔ قَوَاءٌ جنگل۔ مُقْوِيْن۔ بحالتِ سفر جنگل میں اُترنے والے۔ ان کو آگ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ: علامہ نے لکھا ہے لَا زائد ہے معنی ہیں میں قسم کھاتا ہوں۔ ایک قول ہے میں قسم نہیں کھاتا۔ یا اصل میں تھا لَانَا اقسم۔ اِنَا گرا دیا، اور لام کی زبر کو اشباع سے پڑھا۔ میں قسم کھاتا ہوں۔

Marfat.com

کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍ: کتاب مخفی۔چھپی ہوئی کتاب، مرادلوح محفوظ۔

اَلْمُطَهَّرُوْنَ: طہارت بمعنی پاکیزگی سے باب تفعیل تطهیر سے اسم مفعول جمع۔تطہیر کے معنی پاک کرنا۔اس کے معنی پاک کئے ہوئے۔مرادفرشتے پاک اس کو مس کرتے ہیں۔

مُدْهِنُوْنَ: دُهن بمعنی روغن ہے اِدْهَان کسی شے کو صاحب دُہن کرنا۔باب افعال خاصہ تصییر میں استعمال ہے۔عام طور پر دھوڑی کو روغن وغیرہ ملتے ہیں جس سے وہ نرم ہو جاتی ہے تو وہ مُدْهَن ہوگی مُدْهِنُوْنَ اسم فاعل جمع تم اس کتاب کی تعمیل تفہیم اور تبلیغ میں نرمی اور کمزوری برت رہے ہو۔مُلَاهَنَتْ اسی سے ہے۔ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کرنا کرانا۔

اِلْحُلْقُوْمَ: گلا۔

مَوَاقِعِ: جمع مَوْقَعُ۔وقوع سے بمعنی گرنا غروب ہونا۔اسم ظرف ہے گرنے اور غروب ہونے کی جگہ۔

مَدِيْنِيْنَ: دِيْن۔اس لفظ کے بہت سے معنی ہیں جن میں سے ایک ہیں مطیع کرنا یا ہونا۔یہاں یہی مراد ہیں۔یعنی اگر تم مطیع نہیں کئے ہوئے تو اپنی روح کو جو حلق تک نکلتے وقت آ پہنچی ہے واپس لوٹا کر بحال کرلو۔

فَرَوْحٌ: آرام۔راحت۔سکھ۔

رَيْحَانٌ: رزق۔خوشبوئیں۔

نَعِيْمٍ: بہت کثیر نعمتوں والا باغ۔

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ: معنی ہیں سلام ہے تجھ پر پیشتر کے اصحاب یمین کی طرف سے۔یعنی وقت موت اصحاب یمین کو سلام سے خوشخبری دی جاتی ہے پہلے اصحاب یمین کی طرف سے۔

تَصْلِيَةُ: صَلْيٌ سے باب تفعیل کا مصدر ہے آگ میں ڈالنا۔

جَحِيْمٍ: بھڑکتی ہوئی آگ۔یعنی ایسی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

حَقُّ الْيَقِيْنِ: یہ اصل میں تھا حَقُّ الْخَبَرِ الْيَقِيْنِ۔حق کے بہت سے معنی ہیں جن میں ایک ہیں ثابت۔سچ۔یعنی یہ بیان یا فرقوں کی تفصیل سچی ثابت یقینی خبر ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آيات ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَلِجُ: وُلُوْج بمعنی داخل ہونا سے مضارع غائب باب ضَرَبَ کی مثل۔ جو کچھ داخل ہوتا ہے۔

يُوْلِجُ: اِيْلَاج باب افعال کا مضارع غائب بمعنی داخل کرنا۔ رات کا وقت دن میں داخل کردیتا ہے اور دن کا رات میں۔

مُسْتَخْلَفِيْنَ: استخلاف بمعنی خلیفہ بنانا اسم مفعول جمع خلیفہ بنائے ہوئے۔

مِيْثَاقَكُمْ: مِيْثَاق عہد۔ اس کی جمع مَوَاثِيق ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لیا ہے۔

اَلْحُسْنٰى: مونث کا صیغہ اَحْسَنُ مذکر اسم تفضیل سے یہاں حُسْنٰى صفت ہے موصوف محذوف کی وہ ہے اَلْمَثُوْبَةُ الْحُسْنٰى ثواب بہت اچھا۔

بُشْرٰى: مصدر ہے بمعنی مفعول مُبَشَّرٌ بِهٖ بِهٖ لَكُمْ یعنی خوشخبری کی شے تمہارے لئے جنات ہیں اور یا مصدر اپنے معنی میں ہے مبتدا تو خبر سے پہلے مضاف محذوف مانا جائے گا۔ تمہاری خوشخبری جنات کا داخلہ ہے بُشْرٰيكم دُخُوْلُ جنات۔

نَقْتَبِسْ: قَبَسٌ آگ کا شعلہ سے باب افتعال اِقْتِبَاس کا مضارع متکلم ہے ہم تمہارے نور سے نور لے سکیں۔

فَالْتَمِسُوْا: باب افتعال التماس بمعنی طلب کرنا سے امر حاضر جمع ہے طلب کرو۔

سُوْرٌ: دیوار

تَرَبَّصْتُمْ: رَبْصٌ اور تَرَبُّصٌ کے معنی ہیں کسی شخص پر کوئی مفید یا غیر مفید یا مضر امر واقع ہونے کا انتظار کرنا۔ تم مومنین پر مضر امور پڑنے کے منتظر رہے۔

غَرُوْرُ: دنیا۔ شیطان جو جھوٹے طمع میں ڈال رکھے۔

اَلَمْ يَاْنِ: اِنْيًا و اِنَاء وقت کا آجانا، کیا وقت نہیں آیا؟ یہ باب مثل رَمٰى يَرْمِيْ کے آتا ہے۔

كُفَّارَ: جمع کافر کی کفر سے جس کے ایک معنی ہیں چھپانا۔ یہاں یہی مراد ہیں۔ اس اعتبار سے کسان کو خواہ کسی مذہب کا ہو بوجہ زمین میں بوقت بونے کے جو بیج چھپاتا ہے کافر کہنا صحیح ہے۔ یہاں کسانوں کی حالت کا ذکر ہے كُفَّارَ سے کسان مراد ہیں۔

غَيْثٌ: بارش

نَبَاتُهٗ: ضمیرہٗ راجع ہے غَيْث کی طرف، یعنی اس بارش کے سبب جو نباتات پیدا ہوتی ہے اُسے دیکھ کر کسان متعجب ہوتا ہے۔ گویا وہ نباتات اُس کو تعجب میں ڈالتی ہے۔ نَبَات یہاں مثل نَبْتٌ مصدر ہے۔

Marfat.com

یَھِیْجُ: ھِیَاجٌ مصدر سے بمعنی نباتات کا سوکھ جانا۔ باب ھَاجَ یَھِیْجُ مثل بَاعَ یَبِیْعُ کی۔ پھر نباتات اپنی شادابی اور سرسبزی کے بعد خشک ہو جاتی ہے اور سوکھ جاتی ہے۔

فَتَرٰیهُ: پس تُو اے دیکھنے والے اسے زرد ہوئی دیکھے گا۔ ہر دیکھ سکنے والے کی طرف خطاب ہے۔

مُصْفَرًّا: اصفرار بمعنی زرد ہونا سے اسم فاعل زرد ہونے والا۔ گھاس وغیرہ کی جنس کی پیداوار جو سوکھ کر چورا چورا ہو چکی ہو۔

اُعِدَّتْ: اعداد مصدر باب افعال سے فعل ماضی مجہول مونث اعداد کے معنی ہیں تیار کر رکھنا۔ یعنی جنت تیار کیا گیا ہے۔

نَبْرَاَھَا: بَرْءٌ بمعنی پیدا کرنا۔ باب اس کا مثل فَتَحَ کی ہے۔ ھَا ضمیر کا مرجع نَفْسٌ مونث سماعی ہے۔ یعنی جو مصیبت انسان کو پہنچتی ہے وہ لوحِ محفوظ میں پیشتر اس کے کہ ہم اس نفس کو پیدا کریں موجود ہوتی ہے۔

لِکَیْلَا تَاْسَوْا: اَسیً مصدر بمعنی غم کرنا سے فعل نہی حاضر جمع مثل تَرْضَوْا کی۔ یہ باب مثل رَضِیَ یَرْضٰی کی آتا ہے۔ یعنی ہم نے تم کو یہ تقدیر کی خبر دے دی ہے تا کہ تم (باوجود اپنی ظاہری کوشش کے) اپنی کھوئی ہوئی شے کے نہ ملنے پر غم نہ کرو۔ اور اگر تمہاری مرضی کے مطابق جو کچھ تم کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے اس پر زیادہ فرحت میں نہ ہو جاؤ۔

مُخْتَالٍ: متکبر۔ علامہ نے لکھا ہے مختال وہ شخص جو اپنے نفس میں کسی فضیلت کا خیال جما کر تکبر کرتا ہو۔

فَخُوْرٍ: فَخْرٌ مصدر بمعنی ناز کرنا سے صفت مشبہ بہت ناز کرنے والا۔ علامہ نے لکھا ہے کہ اپنے وجود سے بیرونی اشیاء کے ساتھ مثل مال اور جاہ کے بڑائی رکھنا فخر ہوتا ہے۔

بَاْسٌ: خوف۔ ڈر۔ بوجہ اس کے کہ اس سے اوزارِ ثقیل اور تیز مارنے قتل کرنے اور زخمی کرنے کے لئے بنائے جاتے ہیں۔

قَفَّیْنَا: تَقْفِیَةٌ۔ قَفَا۔ بمعنی گدی، گردن کا پچھلا حصہ سے بنایا گیا ہے۔ قَفَّیْنَا اس سے ماضی متکلم ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک شے کو دوسری کے پیچھے کرنا۔ پھر ہم نے اُن کے پیچھے اور پیغمبر یکے بعد دیگرے بھیجے اور پیچھے بھیجا (ان سب کے) عیسےٰ ابن مریم کو۔

رَاْفَةً: قاموس میں اس کے معنی ہیں اَشَدُّ الرحمته بہت شدید رحمت۔ علامہ نے لکھا ہے رافتہ کے معنی رحمت کے ہیں۔ لیکن بعض فضلاء کا قول ہے کہ جب یہ کلمہ رحمت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تب رَاْفَتہ سے وہ رحمت مراد ہوتی ہے جس سے ضرر اور نقصان دور کرنا مقصود ہوتا ہے اور رحمت سے نفع اور فائدہ پہنچانا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہے بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ۔ اپنی رحمت سے مومنین سے ضرر اور نقصان ہٹانے کی تدبیر بھی کرتے ہیں اور نفع اور فائدہ پہنچانے کی بھی۔ اس واسطے رؤف بھی ہیں رحیم بھی ہیں۔

رَھْبَانِیَّةً: مادہ رہب سے یہ لفظ بنا ہے رَھْبَان بہت ڈرنے والا۔ جیسے خشی سے خشیان اس کی طرف منسوب کر کے رَھْبَانِیَه بنایا۔ اس کے معنی ہیں خدائے پاک سے بہت ڈرنے والا یعنی فقیری طریقہ۔ عیسائیوں میں یہ طریق اس طرح تھا کہ دنیاوی تمام تعلقات اور کاروبار ترک کر کے تکیے و کٹیے بنا کر آبادی سے باہر رہنا۔ سر منڈائے رکھنا۔ بھگوے کپڑے

Marfat.com

پہننا۔ اپنی مذہبی بندگی زیادہ کرنا۔ چنانچہ لوگ اس کو راہب کہتے تھے۔ تارکِ دنیا عابد۔ درویش۔ خدا ترس۔ صوفی۔ اس واسطے کہ یہ کمبل پہنتے تھے۔

اِبْتَدَعُوْهَا : بَدْعٌ سے باب افتعال ہے بَدَعَ کے معنی اور اِبْتَدَعَ کے ایک ہی ہیں۔ کوئی شے نئے نمونے پر ایجاد کرنا۔ اختراع کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسائیوں نے یہ درویشی اور فقیری طریقہ خود اختراع کرلیا تھا۔ ہم نے عیسائیت میں ان کو حکم نہیں دیا تھا۔

فَمَارَعَوْا: باوجود اپنی ایجاد کے اس کی نگہداشت کا حق نہ ادا کیا۔ اسی درویشی میں بیسیوں بداعمالیاں برابر کرتے رہے۔

كِفْلَيْنِ: تثنیہ كِفْلٌ کا حالت نصبی میں۔ ابوموسیٰ اشعری کا قول ہے کہ دگنے یعنی حبشی زبان میں کِفْل ضعف کو کہتے ہیں۔ باقی جمہور کا قول ہے کہ كِفْل کے معنی ہیں نصیب۔ حصہ۔ مراد ہے دو حصے۔ مطلب ہے کہ سچے اور صحیح مومن اہلِ کتاب کو بروزِ قیامت بصورت نجات۔ اعمالِ صالحہ پر جتنا اجر عطا فرمایا جائے گا اِس اُمت کے صحیح اور سچے مومن کو اُس روز بعد از نجات اسی قسم کے اعمال پر دگنا اجر عطا ہوگا۔ یہاں اہلِ کتاب سے وہ مومن مراد ہیں جو یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ہو چکے اور جو نصاریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہو چکے۔ آپؐ کی بعثت کے بعد سب قسم کے لوگ مومن مسلم برحق ہونے کی صورت میں حصولِ کفلین کے امیدواروں میں ہیں۔

Marfat.com

سُوْرَۃُ الْمُجَادَلَۃِ۔ مَدَنِیَّۃٌ۔ آیات ۲۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تُجَادِلُکَ: مجادلہ اور جدال بمعنی جھگڑنا سے فعل مضارع مونث جو تیرے ساتھ جھگڑتی ہے۔

تَحَاوُرَکُمَا: تَحَاوُرٌ مصدر ہے باب تفاعل کا سوال جواب کرنا۔ اللہ سنتا ہے تم ہر دو کا کلام بمعنی مرد کا اپنی عورت کو اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ کہنا۔ تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ تو میری ماں ہے۔ یہ کلمہ ظہار سے فعل مضارع جمع غائب ہے جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں۔

امام نے اس جھگڑے اور گفتگو کے متعلق لکھا ہے کہ خولہ بنت ثعلبہ کو اوس بن ثابت نے بطور ظہار کے اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ ناراضگی میں کہہ دیا۔ اسلام سے پہلے ان لفظوں سے طلاق مغلظہ سمجھتے تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا اَوس نے مجھے یہ لفظ کہہ دیئے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اُسے دُوں تو ضائع ہوں گے۔ خود لوں تو فاقہ سے ڈرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرے معاملے میں میرے پاس کوئی حکم نہیں۔ ایک روایت میں ہے تو اس پر حرام ہو گئی اُس نے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی یہ شکایت پیش کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

اَلّٰٓیْٔ: اسم موصول جمع مونث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ وہ عورتیں جنہوں نے اِن کو جنا ہے۔

مُنْکَرًا: نہ دیکھا بھالا۔ اَن سنا۔ کار زشت بُری بات۔

زُوْرًا: دروغ۔ جھوٹ۔

تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ: تحریر۔ آزاد کرنا۔

رَقَبَۃٍ: غلام۔

یَتَمَآسَّا: مَسٌّ مصدر بمعنی چھونا۔ ہاتھ لگانا سے باب تفاعل سے مضارع تثنیہ غائب۔ پیشتر اس سے کہ ایک دوسرے کو چھوئیں، یا صحبت کریں۔

یُحَآدُّوْنَ: مُحَادَّۃٌ بمعنی مخالفت کرنا سے مضارع جمع غائب مخالفت کرتے ہیں اللہ کی حدود قائم کردہ کی، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدود جاری کی ہوئی کی۔

کُبِتُوْا: کَبْتٌ مصدر بمعنی خوار کرنا۔ منہ کے بل گرانا سے ماضی مجہول جمع غائب ذلیل کئے جائیں گے۔ منہ کے بل گرائے جائیں گے۔

Marfat.com

اَحْصٰهُ: ہُ کی ضمیر مَا کی طرف راجع ہے یعنی جو انہوں نے عمل کیا اللہ نے اس کو گن رکھا ہے یا اس کو محفوظ کر رکھا ہے اور وہ اس کو بھول گئے ہیں۔ گویا کیا ہی نہیں۔

نَجْوٰی: ستر۔ بھید۔ یہ مصدر ہے بمعنی تَنَاجِی باہم راز کی باتیں کرنا۔ ایسی باتیں کرنے کو کسی جگہ جمع ہونا۔

يَتَنَاجَوْنَ: مصدر تَنَاجِی باب تفاعل کا مضارع جمع غائب۔ خفیہ بات کرتے ہیں۔

عُدْوَان: مصدر ہے بمعنی ظلم کرنا۔ حد سے بڑھنا۔

حَيَّوْكَ: مصدر تَحِيَّتہ بمعنی سلام کہنا سے ماضی جمع غائب ہے تجھ کو سلام کہتے ہیں۔ ایسے طریق سے کہ اللہ نے اس طریق سے نہیں فرمایا۔

فِیْ اَنْفُسِهِمْ: جمع نَفْس بمعنی اپنی ذات مراد اپنے دلوں میں، یا اپنے جیسے ہم خیال لوگوں میں۔

اِذَا تَنَاجَيْتُمْ: ماضی جمع مخاطب باب تفاعل سے۔ اے ایمان والو! جب تم اپنی مجلسوں اور اپنی خلوت گاہوں میں راز کی باتیں کرنے بیٹھو، تو گنہگاری، ظلم اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت کی سرگوشی مت کرنا۔ ہاں نکوکاری اور تقوٰی کی سرگوشی کرو۔ خوفِ خدا دل میں رکھو۔

تَفَسَّحُوْا: مصدر فُسْحَۃٌ وہ فَسْحٌ بمعنی فراخی مکان سے باب تفعیل تَفَسُّحْ کا امر حاضر جمع۔ معنی ہیں کہ اے ایمان والو! جب تم کو کہا جائے کہ مجالس میں جگہ کھول کر دو تو کھل جایا کرو۔

يَفْسَحِ اللّٰهُ: مصدر مذکور کا مضارع غائب ہے اللہ فراخی کرے گا تمہارے لئے اپنی رحمت میں منازلِ جنت میں یا تمہاری قبروں میں یا تمہارے رزق میں یا تمہارے سینوں میں۔ (علامہ)

اُنْشُزُوْا: نَشْز کے ایک معنی جو یہاں مراد ہیں جگہ سے اٹھنا ہے۔ یہ امر حاضر جمع ہے اور جب تمہیں مجلس سے اٹھ جانے کی بابت کہا جائے، تو اُٹھ جایا کرو۔ صاحب مجلس نے کوئی کام، کوئی وظیفہ کرنا ہو یا کسی آنے والے کو بٹھانا ہو۔ حکم ہے بغیر بُرا منائے اٹھ جاؤ۔

تَوَلَّوْا: تَوَلِّیْ مصدر ہے جس کے چند معنوں سے ایک معنی جو یہاں مراد ہیں دوستی کرنا ہیں۔ یہ کلمہ فعل ماضی جمع غائب ہے۔ یعنی تو نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کی طرف جنہوں نے دوستی کر رکھی ہے اُس قوم کے ساتھ جس پر اللہ غضب ناک ہے۔ یہ دوستی کرنے والے منافق نہ تم میں سے ہیں، نہ ان مغضوب علیہم یہود سے ہیں۔

جُنَّةً: ڈھال، بچاؤ کا ذریعہ۔

اِسْتَحْوَذَ: حَوْذٌ مادے سے باب استفعال اِسْتِحْوَاذٌ سے فعل ماضی واحد غائب۔ بمعنی کسی شے پر غالب آنا۔ غالب آ گیا اُن کی عقلوں پر شیطان بذریعہ وسواسوں کے۔ راغب نے لکھا ہے۔ حَاذَ الْاِبِلَ يَحُوْذُ یعنی ہانکا اس نے اونٹوں کو، وہ ہانکتا ہے ان کو یعنی سختی سے اور پورے غلبے سے ہانکتا ہے۔ لئے جاتا ہے شیطان جدھر چاہتا ہے۔ قاموس میں حوذ کے معنی ہیں

Marfat.com

تیزی سے چلانا۔ استحوذ کے معنی ہیں پورا غلبہ کرلیا ہے اُن پر شیطان نے اور بُرائی کی طرف تیزی سے لئے جاتا ہے ان کو۔

حِزْبٌ: راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں جماعت جس میں تیز مزاجی اور سختی ہو اس کی جمع ہے اَحزاب۔

اَذَلِّیْنَ : اسم تفضیل جمع اَذَلٌّ بہت ذلیل، لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ۔غَلَبَۃٌ سے مضارع متکلم موکد با نون ثقیلہ۔ ضرور غالب آؤں گا میں مع اپنے رسولوں کے۔

یُوَآدُّوْنَ: مُوَادَّۃٌ۔ باب مفاعلۃ سے مضارع جمع غائب اس کے معنی ہیں دوستی کرنا۔ یُوَآدُّوْنَ دوستی رکھتے ہیں۔ تو وہ قوم جو اللہ پر اور دن قیامت پر ایمان رکھتی ہو، نہ پائے گا کہ دوستی رکھتی ہو اُس کسی سے جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی، اور اللہ کے رسول کی۔ اس میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی مخالفت کرنے والوں سے مشرک، فاسق اور مبتدع مراد ہیں۔ ان سے دوستی رکھنا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے۔ علامہ نے قدرے اس کو بیان کیا ہے۔

وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ: اَیَّدَ فعل ماضی ہے باب تفعیل تائید مصدر سے۔ مادہ اس کا اَیْد ہے بمعنی قوی ہونا، اور مضبوط ہونا۔ تائید کے معنی ہیں قوت دینا۔ مضبوط کرنا۔ اور قوی کیا ان کو اپنی روح سے۔ روح سے مراد یہاں نورِ ایمان ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے۔ اس سے ایمان حاصل ہوتا ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ الْحَشْرِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آيات ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاَوَّلِ الْحَشْرِ: لام یہاں فی کے معنی ہیں۔حشر کے معنی علامہ نے لکھے ہیں لوگوں کی ایک جماعت کو گھروں سے نکالنا۔ جنگ کے لئے یا کسی اور مطلب کے لئے۔ ہاں یہ شرط ہے کہ وہ جمع کی ہوئی جماعت ذی روح یعنی جان دار ہو۔ قاموس میں حشر کے معنی جلاوطن کرنا بھی لکھے ہیں۔مراد یہ ہے کہ یہ جلاوطنی یہود کی ملکِ شام کی طرف پہلی ہے۔قاضی نے حشر کے معنی لکھے ہیں۔ایک جماعت کو ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نکال دینا۔اوّلِ حشر سے یہ مطلب بھی لیا ہے کہ عرب سے یہود کا یہ پہلا خروج ہے۔

قَذَفَ: قَذْف مصدر بمعنی زور سے دور پھینکنا۔فعل ماضی غائب اُس نے پھینکا۔

رُعْبٌ: سخت ڈرو،اور خوف جو دل کو بھر دے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہود کے قلوب میں مسلمانوں کا رعب ایسا ڈالا کہ جلاوطنی تک اختیار کر لی۔

فَاعْتَبِرُوْا: اِعْتِبَارٌ مصدر باب افتعال سے فعل جمع امر حاضر۔اعتبار کا ماخذ عُبُوْرٌ ہے اس کے معنی ہیں ایک شے سے تجاوز کر کے دوسری شے کی طرف جانا۔ بقول امام مفسرین نے اعتبار کے معنی کئے ہیں کہ کسی شے کی حقیقت میں غور سے اُس شے کی جنس کی کوئی اور شے پہچانی جائے۔علامہ نے اس اعتبار کے حکم سے یہ مطلب نکالا ہے کہ اے بصیرت رکھنے والو!تم اِن یہود کے حالات سے نصیحت حاصل کرو۔انہوں نے کفر کیا،عہد شکنی کی غیر اللہ پر توکل کیا۔معاصی کے مرتکب رہے تو اِن امور کی پاداش میں وطن سے نکالے گئے۔اپنے اسباب ومتاع سے محروم ہوئے،اپنے مکان رہائشی اپنے اور مخالفین کے ہاتھوں گرائے اور گرتے دیکھے۔اپنی قدیمی رہائش گاہوں سے جدا ہوئے۔لہٰذا تم ایسے امور نہ کر بیٹھیو کہ یہ مصائب آپڑیں۔

اَلْجَلَاءَ: اس کے معنی علامہ نے کئے ہیں اپنے وطن سے نہایت فضیحت اور رسوائی سے نکلنا،یا نکالا جانا۔بعض نے جَلاء اور اخراج میں فرق کیا ہے۔جَلاء اہل وعیال سمیت وطن سے نکلنا نکالنا۔اخراج اکیلے کا بھی ہو جاتا ہے۔خواہ اہلِ وعیال وطن میں رہیں۔

شَاقُّوا اللّٰهَ: مُشَاقَّةٌ و شِقَاقٌ مصدر بمعنی مخالفت کرنا اور عداوت رکھنا سے فعل ماضی جمع۔یہ عذاب اور یہ حالات ان کے اس سبب سے ہوئے کہ انہوں نے خلاف کیا اور عداوت رکھی اللہ سے اور اُس کے رسول سے۔

Marfat.com

يُشَاقِّ اللّٰهَ: يُشَاقّ اسی مصدر سے فعل مضارع ہے جو خلاف کرتا ہے، یا کرے گا۔

لِيْنَةٍ: اس کے معنی ہیں عام کھجور کا درخت بعض کا قول ہے کہ خاص قسم کی کھجور ہے۔ یہ کلمہ واوی ہے۔ واؤ بوجہ کسر لام کے ی سے بدل گئی۔ اس قسم کی کھجور کے پھل کو عجوہ کہتے ہیں۔ اس میں اور کئی قول ہیں۔

اَفَآءَ اللّٰهُ: فَيْئٌ کے معنی ہیں۔ امام نے ازہری کا قول نقل کیا ہے بایں طور کہ فَيْئ وہ مال واسباب ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے اسلام والوں کو مخالفین اسلام کے اموال میں سے بغیر جنگ و جہاد کے دے۔ خواہ اُن کو جلاوطن کر دینے کی صورت سے یا جزیہ مان لینے کی صورت سے یا اپنی جان بچانے کے عوض کوئی فدیہ دینے کی صورت میں۔ ایسی قسم کے حاصل شدہ مال فَيْئُ کہلاتے ہیں اس میں کسی فوجی مجاہد کا شرعی حق نہیں۔ جو فَيْئُ دی اللہ نے اپنے رسول کو۔

فَمَآ اَوْجَفْتُمْ: وَجْفٌ اور وَجِيْفٌ بمعنی تیز چلنا سے فعل ماضی جمع حاضر پس نہیں تیز چلائے تم نے۔

مِنْ خَيْلٍ: قاموس میں خَيْل کے معنی لکھے ہیں گھوڑوں کی جماعت یعنی بہت سے گھوڑے۔ لکھا ہے اس کا واحد کوئی نہیں۔

وَلَا رِكَابٍ: رِكَاب مثل كِتَاب بہت سے اونٹ۔ واحد کے لئے رَاحِلته آتا ہے۔ ورنہ اس لفظ سے واحد کے لئے کوئی کلمہ نہیں معنی یہ ہوئے کہ جو مال غنیمت بصورتِ فَيْئ اللہ نے اپنے رسولؐ کو دیا ہے (تم اس سے بطور اپنے حق کے اس سے کیسے طلب کرتے ہو) حالانکہ تم نے اس پر گھوڑے اور اونٹ بالکل نہیں چلائے اور دوڑائے۔ وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں۔

دُوْلَةً: مال غنیمت میں باری (صراح) یعنی اموال فَيْئ دولتمندوں کو باری باری ملنے کی صورت میں موقع میں کبھی کوئی غنی شامل ہو جائے اور حصہ لے کبھی دوسرا شامل ہو کر حصہ لے۔ باری سے یہی صورت مراد ہے۔ جہاد میں نکلنا جوکھوں کا کام ہے فَيْئ کی صورت میں کوئی جوکھوں نہیں غنی اس میں شامل ہوں گے نہ جہاد میں۔ یہ صورت قائم نہ ہونے پائے۔

تَبَوَّؤُ: بَوْءٌ۔ مَبَاءَةٌ۔ صراح میں اس کے ایک معنی لکھے ہیں جائے رہائش۔ اس مادے سے باب تفعل تَبَوُّءٌ بنایا۔ جس کے معنی ہیں جائے رہائش اختیار کرنا۔ چنانچہ لکھا ہے تَبَوَّءَ مَنْزِلًا کے معنی ہیں وہ اُترا منزل میں۔ قاموس میں ہے تَبَوَّاَ مکان۔ مکان میں اُترا اور اس میں مقیم رہا۔ اس کا عطف ہے مہاجرین پر۔ یعنی ان لوگوں کے لئے فَيْئ ہے جو مقیم ہیں اور لازم کئے بیٹھے ہیں رہائش اپنے گھروں کی مدینہ میں۔ قاضی نے اس جملے کی جو جو تاویل کی ہے حاشیئے پر اس کو اس طرح حل کیا گیا ہے۔

مراد یہاں انصار ہیں جن کی سچائی ایمان و اسلام میں ظاہر ہوئی۔ اس واسطے کہ انہوں نے دار یعنی مدینہ کی سکونت کو اور ایمان پر ثابت قدمی کو لازم کر رکھا ہے تبوؤا الدار والایمان کے معنی ہوئے دونوں امروں پر ثابت قدم رہے۔

تاویل دوم: مراد ہے تَبَوَّؤُ دَارَ الْهِجْرَةِ وَدَارَ الْاِيْمَان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ میں قیام فرما لینے کے بعد مدینہ منورہ دار الہجرت قرار پایا اور چونکہ یہاں سے ایمان کی اور اسلام کی ترقی اور عروج شروع ہوا۔ اس واسطے اس کا

Marfat.com

نام دارالایمان فرمایا۔ لہٰذا دار کا مضاف الیہ محذوف مانا اور ایمان کا مضاف موصوف مان کر مطلب نکالا۔ معنی یہ کئے کہ جنہوں نے دارِ ہجرت اور دارِ ایمان کی رہائش مستقل لازم رکھی اور سچے ہیں اور فیئی کے مستحق ہیں۔

تاویل دوم۔ الدار کا عامل ناصب تَبَوَّؤُوا ہے اور ایمان کا ناصب فعل مقدر ہے۔ عبارت یوں ٹھہرا کر تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَاَخلَصُو الْاِیْمَان معنی کئے۔ دار (مدینہ) کی سکونت لازم رکھی اور ایمان کو نقص کی آمیزش سے خالص رکھا۔

خَصَاصَةٌ: درویشی (صراح) تنگدستی غریبی۔

شُحَّ: بخل و حرص (قاموس) راغب نے معنی کئے ہیں بخل مع حرص۔ یعنی ہاتھ سے کچھ نہ دیتے ہوئے زائد جمع کرنے میں لگے رہنا۔ بعض نے شُحّ کے معنی کئے ہیں کہ بخل کرتے ہوئے دوسرے کا مال کھا جانا۔ بعض نے معنی کئے ہیں ہاتھ سے کچھ نہ دینا اور دوسرے کے مال پر نگاہ رکھنا۔

غِلًّا: حقد۔ کینہ۔ اور کینہ رکھنا۔ باب ضَرَب سے آتا ہے۔

لَیُوَلُّنَّ: تَوْلِیَةٌ باب تفعیل کے مصدر سے مضارع جمع غائب موکد بانون ثقیلہ ہے۔ تولیۃ کے ایک معنی ہیں منہ پھیر لینا۔ پیٹھ موڑنا۔ وہ ضرور پیٹھ موڑ کر الگ ہو جائیں گے۔

اَلْاَدْبَارَ: جمع دُبُرٌ۔ شرمگاہ پاخانہ کی۔ یہاں مراد ہے پشت۔

رَهْبَةً: مصدر ہے بمعنی مرہوب اسم مفعول رَهْبَتہ کے بمعنی ہیں ڈرنا۔ یہاں معنی مرہوب منہم یعنی اے مسلمانو! منافق اللہ کی نسبت تم سے زیادہ خوف زدہ ہیں۔

قُرًى: جمع قریۃ۔ شہر۔ گاؤں۔

مُحَصَّنَةٌ: حصن سے باب تفعیل تَحْصِین سے اسم مفعول مونث ہے۔ تحصین کے معنی محفوظ کر لینا۔ مُحَصَّنَتہ محفوظ کئے ہوئے خندقوں سے فصیلوں سے یا بند ہو جانے والے دروازوں سے۔

وَرَآءِ جُدُرٍ: وَرَاءِ کسی شے کے آگے اور پیچھے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں مراد پیچھے ہے۔

جُدُرٍ: جمع جدار۔ دیوار۔ یعنی یہود یا منافق اپنے محفوظ شہروں کے اندر رہ کر یا دیواروں کے پیچھے ان کی آڑ لے کر تم سے لڑ سکتے ہیں۔ کھلے میدان میں نکل کر لڑنے کا یارا نہیں رکھتے۔

شَتّٰی: جمع شَتِیْت۔ بمعنی متفرق۔ غیر متفق ہر ایک اپنی اپنی رائے پر

وَبَالَ: قاموس میں اس کے معنی شدت کے لکھے ہیں۔ یعنی انہوں نے اپنی معصیت کی شدتِ تکلیف جلد اٹھالی۔

نَسُو اللّٰهَ: نَسْیاً و نِسْیَاناً بھولنا بھلا دینا سے فعل ماضی جمع غائب۔ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ یعنی اُس کے حقوق بھلا دیئے۔ اس کے امر و نہی بھلا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سبب ان کو ان کے نفس بھلا دیئے کہ وہ اپنے نفس کی اخروی مصیبت سے نجات کا ذریعہ بھول گئے۔

خَاشِعًا: خُشُوْع مصدر سے اسم فاعل ہے۔ خشوع کے معنی ہیں کسی کے سامنے بوجہ عاجزی کے دھیمی آواز سے بولنا اور

Marfat.com

نظر اونچی نہ کرنا۔ یہاں مراد ہے پہاڑ جھک جاتے اُن سے گونج اونچی نہ اٹھتی۔ خشوع کے ساتھ خضوع لفظ کا استعمال ہو جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں تمام جسم سے عاجزی کا اظہار کرنا۔

مُتَصَدِّعًا: مصدر تَصَدُّع سے اسم فاعل ہے۔ تَصَدُّع کے معنی ہیں جدا جدا ہو جانا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا۔ یعنی تو اس صورت میں پہاڑ کو بوجہ اس پر قرآن اتارے جانے کے اور اس کی ہیبت اور ذمہ داری کے عاجزی کرنے والا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے والا دیکھتا (ایک یہ انسان ہے کہ اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ: علامہ نے غیب کے متعلق لکھا ہے کہ تمام وہ کچھ جو مخلوق کے علم میں نہیں آتا اور مخلوق کا احساس بالکل اس پر نہیں ہو سکتا وہ غیب ہے اور جو کسی طرح علم میں آسکے یا جو کچھ مخلوق کے مشاہدے میں آسکے اُسے شہادت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں ہی قسموں کو خوب جانتا ہے۔

قُدُّوْسٌ: ہر نقص ڈالنے والی شے سے منزہ و پاک۔ قدس سے صفت مشبہ جس کے معنی ہیں پاکیزگی۔

اَلسَّلٰمُ: مصدر ہے ہر نقص اور آفت سے سلامتی والا۔ جُبَّائِی کا قول ہے کہ وہ پاک ذات جس سے سلامتی ملنے کی امید رکھی جاسکے۔

اَلْمُؤْمِنُ: امن سے باب افعال ایمان مصدر سے اسم فاعل بمعنی تصدیق کرنے والا۔ اپنی ذات پاک کی اپنے رسولوں کی، یا امن دینے والا اپنے بندوں کو فزع اکبر سے، یا سامان امن دینے والا مخلوق کو۔

اَلْمُهَیْمِنُ: ہر شے پر محافظ۔ مُفَیْعِلٌ کے وزن پر اصل میں مُاَیْمِنٌ تھا۔ ہمزہ کو ہاء سے بدلا۔

اَلْعَزِیْزُ: عِزَةٌ مصدر سے وزن مبالغے کا بمعنی قدر و منزلت۔ قدر و منزلت والا۔ غالب اس کے معنی میں بہت سے قول ہیں۔
۱۔ بے مثل ۲۔ جسے چاہے عذاب دے سکے۔ ۳۔ جن و انس کے ثواب و عذاب کا مالک۔ ۴۔ اپنی قدر و منزلت پر قائم و دائم۔

اَلْجَبَّارُ: ۱۔ اپنے ارادے پر خلقت کو مجبور کرنے والا ۲۔ مخلوق کے احوال کو درست کرنے والا ۳۔ عظیم الشان۔ واحدی نے کہا ہے جَبَّار انسانوں میں کئی معنی رکھتا ہے۔ اول مسلط اور غالب۔ دوم۔ بہت قوی جسم رکھنے والا۔ سوم۔ اللہ کی عبادت سے سرکش۔ چہارم۔ جنگ، قتال۔

اَلْمُتَكَبِّرُ: ابن عباس کا قول ہے کہ اپنی ربوبیت میں بڑا۔ قتادہ کا قول ہے کہ بہت عظمت رکھنے والا۔ ہر نقص سے پاک قول ہے بہت بڑی بادشاہی والا۔

اَلْخَالِقُ: اندازہ لگانے والا اپنے ہر فعل کا خاص خاص وجہ سے پہلے اُس کے کرنے سے۔

اَلْبَارِئُ: پیدا کرنے والا۔ ایجاد کرنے والا موجودات کا۔

اَلْمُصَوِّرُ: صورت شکل دینے والا ہر شے کو۔

Marfat.com

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آيات ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: یہاں اَنْ کے پہلے لام حرف جار مقدر ہے لِاَنْ تُؤْمِنُوْا یعنی تم کو مکہ سے انہوں نے اس وجہ سے نکالا کہ تم اللہ پر اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لائے ہو۔

اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ: (الایۃ) اس شرط کی جزا محذوف ہے جس پر فَلَا تَتَّخِذُوْا دال ہے جزا فلا تتلوا عدوی ہے۔ معنی ہیں اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کو اور میری رضا حاصل کرنے کو نکلے ہو تو میرے دشمنوں سے دوستی نہ رکھو۔

تُسِرُّوْنَ: (الایۃ) جملہ مستانفہ بنایا ہے۔ قاضی نے اور علامہ نے۔ قاضی کی تاویل یہ ہے کہ کفار کی دوستی چھپائے رکھنے اور ان کی طرف یہاں کی خبریں لکھ بھیجنے میں تم کو کیا فائدہ۔ حالانکہ میں تمہاری چھپی اور اعلانیہ ہر بات کو جانتا ہوں یا خوب جانتا ہوں۔

علامہ کی تاویل یوں ہے مخاطبین نے جب پہلے عتاب آمیز کلمات سنے تو گویا خیالی عرض کیا کہ ہم سے کیا کچھ صادر ہوا کہ زیر عتاب ہوئے۔ ارشاد ہوا کہ تم نے ان کی دوستی اپنے دلوں میں چھپا رکھی ہے حالانکہ میں تمہارے اخفاء و اظہار کو جانتا ہوں۔

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ: مصدر ثقف مثل بات سمع سے مضارع جمع غائب۔ ثقف کے معنی پالینا، پکڑ لینا، غالب آجانا اور اگر وہ تمہیں کہیں دیکھ پائیں یا تم کو غالب ہو کر پکڑ لیں۔

اُسْوَةٌ: اس کے معنی ہیں اقتدا کرنا۔ پیروی کرنا پھر اس خصلت کو کہتے ہیں جس کا حق ہو کہ اس کی پیروی کی جائے اور شخص مقتداء کو بھی کہتے ہیں۔

اِنَّا بُرَءٰٓؤُا: جمع ہے بریءٌ کی مثل ظریف و ظُرَفاءُ کی۔ بیزار۔ ہم بیزار ہیں تم سے۔

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ: یہ استثنٰے ہے اسوۃ حسنۃ سے۔ یعنی ابراہیم کا یہ قول اسوہ میں شامل نہیں۔

فِتْنَةً: مصدر بمعنی مفعول مفتون یعنی اے ہمارے رب! کفار کے ہاتھوں تکلیف دیئے ہوئے ہیں نہ بنا۔

فَامْتَحِنُوْهُنَّ: ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کے متعلق حکم ہے کہ ان کا امتحان کر لیا کرو۔ امتحان کی ایک صورت یہ لکھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان چند باتوں کا حلف لیتے تھے۔

۱۔ اللہ کی قسم وہ اس علاقے کو اپنے ترک کئے ہوئے علاقے سے اچھا اور بہتر سمجھ کر یہاں نہیں آئی۔ ۲۔ اللہ کی قسم اپنے خاوند سے بغض رکھتی ہوئی لڑ بھڑ کر یہاں نہیں آئی۔ ۳۔ اللہ کی قسم وہ دنیا حاصل کرنے کو نہیں آئی۔ ۴۔ اللہ کی قسم وہ صرف

Marfat.com

اللہ کی محبت اور اللہ کے رسول کی محبت کے واسطے یہاں آئی ہیں۔

حِلٌّ : مصدر بمعنی حلال ہونا باب مثل ضرب کی۔ یہاں مصدر بمعنی فاعل حلال ہونے والی یعنی یہ ایمان دار عورتیں اپنے پہلے کافر خاوندوں کے لئے بعد ہجرت اور امتحان حلال نہیں ہیں۔

عِصَمِ: جمع عِصْمَةٌ اس کے معنی ہیں روکنا۔ یہاں مراد ہے نکاح۔

اَلْكَوَافِرِ : جمع کافرة کافر عورت، معنی ہیں تم اے مسلمانو! اپنی ان بیویوں کے نکاح پکڑے نہ رکھو جو تمہارے ساتھ مسلمان نہ ہو چکی ہوں، اس حکم اُترنے کے بعد بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی بیویاں کافرہ چھوڑیں۔

وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ : فَاتَ فعل ماضی مصدر فوت سے جس کے ایک معنی ہیں جاتے رہنا اور شَیْءٌ سے یہاں مراد ہے ایک۔ معنی ہیں اگر جاتی رہے یا رہ جائے، تمہاری کوئی بیوی بوجہ کفر کے کافروں میں (اور تم کو تمہاری ان پر خرچ کی ہوئی رقم کافروں سے نہ ملے) تو

فَعَاقَبْتُمْ: عُقْبَةٌ سے باب مفاعلہ کا فعل ماضی جمع حاضر ہے یہاں عِقَابٌ مادے سے نہیں۔ عُقْبَه کے معنی ہیں باری۔ یعنی تم نے باری بنالی یا تمہاری باری آ گئی اس طرح کہ ان میں سے کسی کی عورت مسلمان ہو کر، ہجرت کر کے تمہارے پاس آ گئی تو اب تم کو حکم ہے کہ جو اس کافر نے لینا ہے تم وہ رقم اس مسلمان کو دو جس کی بیوی کافر ہو کر ادھر گئی ہے اور اس کے ادھر سے کچھ نہیں ملا۔

بعض نے عاقبتم عُقْبٰی سے بنایا ہے اور عُقْبٰی کے معنی ہیں غنیمت۔ یعنی جب تم کفار سے غنیمت حاصل کرو تو ایسے مسلمان کو تقسیم سے پیشتر اس کی خرچ شدہ رقم ادا کر دو جو اس کافر سے ملنی چاہئے تھی جس نے اس کی کافرہ بیوی سنبھالی جس پر اس کی کچھ رقم خرچ ہو چکی تھی۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ الصَّفِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آیات ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَقْتًا : مَقْت کے معنی ہیں اشد البغض، بہت ہی غضب میں لانے والی شے۔ یعنی قول بلا فعل بہت بڑی سخت ناراضگی کا سبب ہے اللہ کے نزدیک۔

مَرْصُوْصٌ : مصدر رَصٌّ سے اسم مفعول باب مَدَّ یَمُدُّ کی طرح۔ رَصٌّ کے معنی ہیں چیز کے ساتھ ایسا جوڑنا کہ ذرہ بھر فرق نہ رہے۔ یہاں مراد ہے چونے گچ دیوار کی طرح نہایت جڑی ملی ہوئی صف مجاہدین کی۔

زَاغُوْا : زیغ سے فعل ماضی جمع غائب، زیغ کے معنی ہیں مائل ہونا۔ منحرف ہونا۔ یعنی جب وہ حق سے منحرف ہونے میں اڑے رہے اور کجی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔

وَاُخْرٰی: یہ صفت ہے مبتدا محذوف کی یعنی نِعْمَةٌ اُخْرٰی لَكُمْ معنی ہیں مذکورہ نعمتوں کے ساتھ ایک اور نعمت ہے۔

اَنْصَارٌ: جمع نَاصِرٌ یا نَصِيْرٌ کی۔ مددگار معین۔ اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔

اَلْحَوَارِيِّيْنَ: جمع ہے حَوَارِيٌّ حَوْر سے۔ قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں مددگار، بالخصوص انبیاء علیہم السلام کے مددگار۔ دھوبی خالص دوست۔ چونکہ سفید پوش تھے یا ظاہر باطن کے صاف تھے۔ اس واسطے حواری کہلائے۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُورَةُ الْجُمُعَةِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آیات ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَعَثَ: قاموس میں اس کے ایک معنی ہیں بھیجنا اُس نے بھیجا۔

فِي الْاُمِّيّٖنَ: جمع ہے اُمِّيٌّ کی یہ کلمہ منسوب ہے اُم کی طرف۔ غیر تعلیم یافتہ کو کہتے ہیں۔ مراد ہیں اہلِ عرب جو قدیم سے تعلیم و تعلم کی طرف سے خالی رہے ہوئے تھے۔

اٰخَرِيْنَ: جمع آخر بمعنی غیر معطوف اُمِّيِّيْن پر یعنی غیر امیین میں بھی بھیجا۔

اَسْفَارًا: جمع سِفْرٌ بڑے حجم کی کتاب، مراد ہے کہ وہ اس گدھے کی طرح ہیں جس پر بڑی بڑی کتابیں لادی جائیں۔ اسی طرح یہ علم پڑھ کر گدھے ہیں۔

اِنْفَضُّوْا: فَضٌّ سے باب انفعال انفضاض کا فعل ماضی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں ٹوٹنا اور بکھرنا۔ یعنی خطبہ سنتے سنتے اٹھے اور بکھر گئے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ الْمُنَافِقُونَ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آيات ١١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خُشُبٌ: جمع خَشَبَةٌ۔ لکڑی۔

مُسَنَّدَةٌ: سہارا لگائی ہوئی۔ ٹیک دی ہوئی یہ اصل میں مُسْنَدَة باب افعال کا اسم مفعول مونث ہے۔ مبالغہ کے لئے شد لگادی۔ باب تفعیل سے نہیں۔

لَاتُلْهِكُمْ: اِلْهَاءٌ باب افعال سے نہی واحد غائب۔ اِلْهَاءٌ کے معنی ہیں مشغول کر رکھنا معنی ہیں کہ نہ مشغول کر رکھیں تم کو اللہ کے ذکر سے تمہارے مال اور نہ تمہاری اولاد۔

فَاَصَّدَّقَ: یہ کلمہ مبارکہ باب تفعل کا فعل مضارع معروف متکلم منصوب ہے تَصَدَّقَ میں حرف تَ کو صٓ سے بدل کر ادغام کیا اور شروع میں ہمزہ لگا کر اِصَّدَّقَ یَصَّدَّقُ پڑھا، تو مضارع متکلم اَصَّدَّقَ ہوا، معنی ہیں میں تصدیق کرتا، ایمان لاتا اور صالحین سے ہوجاتا۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُورَةُ التَّغَابُنِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آيات ١٨

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: نَبَاءٌ۔ خبر بعض نے لکھا ہے عظیم اور ہولناک واقعہ کی خبر۔ یعنی اے اہلِ مکہ تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے پہلے وقتوں میں کفر کیا تھا۔

وَبَالَ: علامہ نے لکھا ہے وبال اس بوجھ اور شدت کو کہتے ہیں جو کسی امر کے سبب انسان پر آ پڑتا ہے۔ امر سے مراد ہے کوئی بڑی دینی قانون شکنی۔ دنیاوی قانون شکنی سے جو سختی پڑے وہ بھی وبال ہے۔ مگر یہاں خ مراد پہلے معنی ہیں۔

وَاسْتَغْنَى اللّٰهُ: یہاں استغنی کے معنی ہیں۔ اللہ نے ان کی اطاعت اور ان کے ایمان سے بے پرواہی ظاہر کی۔

لَتُنَبَّؤُنَّ: نَبَاءٌ سے باب تفعیل کا مضارع مجہول جمع حاضر موکد بانون ثقیلہ۔ پھر تم ضرور اپنے اعمال کی خبر دیئے جاؤ گے۔

Marfat.com

لِيَوْمِ الْجَمْعِ: لام یہاں علت کے معنی دیتا ہے اور جمع سے مراد ہے کہ اُس دن جمع کئے جائیں گے۔ اس میں اولین و آخرین یا ملائکہ اور جن وانس یعنی اجتماع اس دن کا حساب کتاب اور جزا سزا کے لئے ہوگا۔ بعض نے لام کے معنی فی کے کئے ہیں۔ یعنی جمع ہونے کے دن میں۔

يَوْمُ التَّغَابُنِ: یہاں علامہ نے محی السنتہ کا قول نقل کیا ہے اس نے کہا ہے تغابن غبن سے باب تفاعل ہے۔ غبن ہوتا ہے حصہ اور نصیب فوت ہو جانا نہ ملنا۔ مراد مغبون سے وہ شخص ہے جو بے نصیب ہو گیا جنت کے اہل سے اور منازل سے۔ اس دن کافر کا غبن خسارہ ایمان ترک کرنے کے سبب ظاہر ہوگا اور بعض بعض مومن کا غبن اپنی تقصیراتِ عملی کے سبب ظاہر ہوگا۔ راغب کی عبارت لکھی ہے کہ یوم التغابن روزِ قیامت ہے کیونکہ اس روز خداوندی تجارت کا خسارہ بالکل ظاہر ہو جائے گا۔ خداوندی سودا ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے ومن الناس من یشری نفسہ (الایتہ) انّ اللّٰہ اشتریٰ من المومنینَ (الایتہ) ھل اَدُلُّکُمْ عَلٰی تجارۃ الایتہ۔

فَاحْذَرُوْهُمْ: حَذَرٌ سے امر حاضر جمع باب مثل عَلِمَ کی۔ حذر کے معنی ہیں پرہیز کرنا ہوشیار رہنا۔ پرہیز سے مراد ہے۔ بچے رہنا۔ ان کے شر سے اور ان کی خاطر دینی واخلاقی برائی میں پڑنے سے بچے رہو۔

وَتَغْفِرُوْا: غفر۔ غفران سے مضارع حاضر جمع مجزوم ہے۔ مصدر کے معنی ہیں چھپانا، پردہ ڈالنا اور اگر تم ان پر پردہ ڈالے رکھو۔

فِتْنَةٌ: تکلیف۔ محنت اور مشقت۔ انسان کے لئے مال اور اولاد ان مذکور اشیاء میں مبتلا ہونے کے سبب ہیں۔ یعنی ان کے سبب تکلیف محنت اور مشقت میں پڑتا ہے۔

يُوْقَ: وُقِیَ سے مضارع مجہول غائب ہے اس کے معنی ہیں حفاظت کرنا۔ بچانا۔ جو شخص بچایا جاتا ہے۔

شُحَّ: شُحّ کے معنی ہیں بخل مع حرص، یعنی باوجود بخیل ہونے کے اور مال جمع کرنے کی دھن میں پڑے رہنے کی عادت کو شُح کہتے ہیں۔

قَرْضًا حَسَنًا: وہ خیرات جو اخلاص یعنی خالص لوجہِ اللّٰہ دی جائے اور دل کی خوشی سے ہو۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورَةُ الطَّلَاقِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آیات ۱۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ: تطلیق باب تفعیل سے فعل ماضی جمع مخاطب۔ النساء جمع اِمۡرَءَة اس کے غیر لفظ سے عورتیں۔ جب تم عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو۔

لِعِدَّتِهِنَّ: لام توقیت کے لئے ہے، یعنی بوقت عِدَّتِهِنَّ ان کی عدت شروع ہو سکنے کے وقت میں طلاق دو۔

وَاَحۡصُوۡا: اِحۡصَاءٌ باب افعال کا امر حاضر جمع۔ اس کے معنی ہیں شمار کرنا، گننا، اور شمار رکھو عدت کا۔

وُجۡدِ: صراح میں اس کے معنی میں دولتمندی، یعنی اپنی مالی گنجائش کے مطابق۔

وَاۡتَمِرُوۡا: امر سے باب افتعال اِئۡتِمَار جس کے ایک معنی ہیں مشورہ کرنا اور تم آپس میں عمدگی سے مشورہ کرلو۔

تَعَاسَرۡتُمۡ: عُسۡرٌ سے باب تفاعل تَعَاسُرٌ کا فعل ماضی جمع حاضر اور اگر تم ایک دوسرے پر تنگی ڈالو گے۔

قُدِرَ: قَدۡر سے فعل ماضی مجہول اس کے ایک معنی ہیں رزق تنگ کرنا اور وہ شخص جس پر رزق تنگ کیا گیا ہو۔

كَاَيِّنۡ: یہ اَيٌّ تھا۔ استفہام کے لئے کاف حرف جر پہلے لگایا گیا پھر اخیر میں نون تنوین ظاہر لکھ دیا۔ اب مبنی ہے بمعنی کم خبریہ کثیر تعداد کے لئے۔ معنی ہیں بہت سی بستیوں والے۔

عَتَتۡ: عُتُوٌّ سے فعل ماضی غائب باب نَصَرَ حد سے گزرنا۔ نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے۔

نُكۡرًا: سخت شدید۔ نہ دیکھا نہ سنا۔

❀ ❀ ❀ ❀

سُورَةُ التَّحۡرِيۡمِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آیات ۱۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تَحِلَّةَ: مصدر ہے باب تفعیل کی۔ کھولنا۔ حلال کرنا۔ تمہاری قسموں کو کھولنے اور ان سے حلال ہونے کا طریق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے شروع کر دیا ہے۔

صَغَتۡ: صَغۡوٌ سے فعل ماضی مونث بمعنی مائل ہونا جھک جانا۔ تمہارے دل استقامت سے دوسری طرف مائل ہو چکے ہیں۔

وَاِنۡ تَظٰهَرَا: باب تفاعل سے مضارع تثنیہ مونث۔ اصل میں تَتَظٰهَرَان تھا۔ ت برائے تخفیف اور نون بوجہ اِنۡ گرا۔ تَظٰهُرٌ کے معنی ہیں ایک دوسرے کی مدد کرنے پر متفق ہونا۔ اور اگر تم دونوں ایک دوسری کی مدد پر متفق ہو گئی ہو۔

Marfat.com

مَوْلٰىهُ: مددگار۔ اللہ ان کا مددگار ہے۔

ظَهِيْرٌ: صفت مشبہ بمعنی مددگار۔ یہاں جمع کے معنی میں ہے یعنی مظاھرون یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد جبرئیل اور صالحین مومنین اور دیگر ملائکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں۔

مُسْلِمٰتٍ: پوری دین میں فرمانبردار۔

مُؤْمِنٰتٍ: اپنے یقین اور اعتقادات میں راست اور سچی۔

قٰنِتٰتٍ: نماز کی پوری پابند۔ یا ہمیشہ اطاعت میں مشغول رہنے والی۔

تٰٓئِبٰتٍ: توبہ کرتی رہنے والی۔

عٰبِدٰتٍ: عبادت گزار۔

سٰٓئِحٰتٍ: یہ کلمہ سَیحٌ و سِیَاحَۃٌ سے اسم فاعل جمع مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں زمین میں چلنا۔ سیاحت مشہور لفظ ہے۔ ملکوں میں سفر کرتے پھرنا۔ ایسے شخص کو کھانا پینا نہیں ملتا۔ لہٰذا یہاں سٰٓئِحٰتٍ کے معنی ہیں روزہ رکھنے والی۔

ثَيِّبٰتٍ: جمع ثَیِّبٌ اس کا وزن فَیْعِلٌ ہے وہ عورت جو نکاح سے خلوت کے بعد بیوہ ہو جائے، یا مطلقہ۔

اَبْكَارًا: جمع بِکْر کنواری۔ یعنی ایک دفعہ نکاح میں آ چکی ہوئیں یعنی ثَیِّبٰتٍ یا بالکل کنواری۔

وَقُوْدُ: زبر سے۔ جلانے کی لکڑیاں۔ ایندھن۔

غِلَاظٌ: جمع غلیظ سخت مزاج۔ نرم دلی نہ رکھنے والے۔

شِدَادٌ: جمع شدید۔ بہت قوی۔

لَا تَعْتَذِرُوْا: اعتذار باب افتعال سے نہی حاضر جمع۔ عُذر سے ہے بمعنی بہانہ۔ اعتذار بہانہ بنانا۔ یعنی اپنا کوئی کام کر بیٹھنے کی وجہ بیان کر کے اپنی بریت ثابت کرنا۔ اے کفار! آج اپنے کفر شرک اور معصیت کے عذر نہ بناؤ۔

تَوْبَةً نَّصُوْحًا: اس کے معنی ہیں خالص توبہ۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توبۃ النصوح کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اپنے کیے ہوئے گناہوں پر نادم ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف معذرت کرے اور پھر ان گناہوں کی طرف نہ لوٹے۔ جیسا کہ دودھ تھنوں میں واپس نہیں لوٹتا بعض نے کہا ہے ایسی توبہ جو دین کے پھٹن کو رفو کر دے، اور تائب کے عملی خللوں کی مرمت کر دے۔ یہ احتمال بھی نکالا ہے کہ توبۃ النصوح وہ توبہ ہے جس کے اثر سے اور لوگوں کو توبہ کرنے کی رغبت پیدا ہو۔

توبتہ: اسلامی امور میں بہت اہم امر ہے اور ایمانی مقامات میں سے اول مقام ہے۔ سالکین کے طریق کی اسی سے ابتدا ہوتی ہے۔ واصلین کے دروازے کی یہی چابی ہے۔ اس واسطے ہم یہاں اس کے متعلق کچھ لکھتے ہیں۔

توبتہ کے معنی لغت میں رجوع کرنے اور مڑ آنا ہے اور شرع میں معصیت پر نادم ہونا بحیثیت معصیت ہونے کے۔ اگر کسی

Marfat.com

بدنی مالی یا بے عزتی کے سبب کسی معصیت سے نادم ہو تو وہ ندامت شرعی توبہ نہیں۔ ندامت کے معنی یہاں لکھے ہیں کسی کام کے کر بیٹھنے پر دل میں غم اور درد پیدا ہو جائے اور افسوس کرنے لگے کہ ہائے کیوں کیا۔ اور تمنا کرے کہ کاش نہ کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الندم توبتہ ندامت ہی توبتہ ہے۔ بعض حالات میں ندامت کے ساتھ وہ گناہ دوبارہ نہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لینا بھی صحیح توبہ کی شرط قرار دی گئی ہے۔

علامہ نووی نے توبہ میں تین باتوں کا جمع ہونا شرط بنایا ہے۔

۱۔ گناہ سے رک جانا۔ ۲۔ پچھلے کئے پر نادم ہونا۔

۳۔ عزم بالجزم کر لینا کہ دوبارہ پھر یہ گناہ کبھی نہ کرے گا۔

شرح مقاصد میں توبہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ جس گناہ سے توبہ کی ہے وہ اگر اللہ تعالیٰ کا ہی حق ہے جیسے امر بالمعروف ترک کئے رکھنا اس میں صرف نادم ہونا کافی ہے۔ کبھی زائد امر بھی اس کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔ جیسے مثلاً شراب پی لی اور شرعی حدود جاری ہیں تو اپنے آپ کو حد کے لئے خود پیش کردے۔ اور ترکِ زکوٰۃ کی توبہ میں پچھلی رقم واجب ادا کرے۔ اور اگر وہ گناہ حقوقِ عباد سے ہے تو ندامت کے ساتھ وہ حق یا اس کا بدل اس بندے تک پہنچانے کا حتی الوسع عزم کرے وغیرہ۔ مگر قول محقق یہ ہے کہ یہ تمام امورِ نفس توبہ سے خارج ہیں۔

لَا یُخْزِی اللّٰهُ: اِخزاءٌ باب افعال سے مضارع غائب ہے۔ قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں فضیح کرنا۔ راغب نے اس تفصیل سے لکھا ہے کہ خَزِیَ الرجل آدمی کو انکساری لاحق ہوئی یا تو اپنے ہی آپ سے بہت حیادار ہونے کے سبب۔ اس صورت میں اس کی مصدر خزایۃ ہوگی۔ یا کسی دوسرے سے لاحق ہوئی بوجہ بے قدری اور خفت کے۔ اس کی مصدر خزی ہے۔ یہاں دوسرے معانی مراد ہیں۔ یا دونوں صورتوں کی نفی مراد ہے۔ یعنی اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انکساری لاحق نہیں کرے گا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل ایمان رکھنے والوں پر۔

اِمْرَاَتَ: حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام وَاعِلَه تھا اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام وَهِلَه تھا یا وَالِهَه۔

فَخَانَتٰهُمَا: حضرت نوح علیہ السلام کی خیانت یہ تھی کہ وہ آپ علیہ السلام کو مجنون کہتی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی آپ کے آئے ہوئے مہمانوں کی لوگوں کو خبر کر دیتی تھی۔

مِنَ الْقٰنِتِیْنَ: دائمی عبادت گزاروں میں سے وہ بھی تھی۔

Marfat.com

سُورَۃُ المُلکِ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَکَ: زجاج نے اس کے معنی بہت کثیر خیر وخوبیوں والا کئے ہیں۔

شَیۡءٍ: مصدر ہے بمعنی مفعول یا بمعنی فاعل۔ یہاں بمعنی مفعول ہے۔ ہر چاہی ہوئی چیز۔

قَدِیۡرٌ: قدرت سے صفت مشبہ ہے جو اپنی مرضی کا کام حکمت کے تقاضے پر بغیر کی زیادتی کے بنا سکے۔

لِیَبۡلُوَکُمۡ: بِلٰی و بَلَاءٌ سے مضارع غائب ہے۔ اس کے معنی ہیں آزمانا۔ امتحان لینا تاکہ تمہارا امتحان لے۔ امتحان کے کئی مطلب ہوتے ہیں۔

۱۔ ممتحن اپنی واقفیت کے لئے امتحان لیتا ہے۔

۲۔ آپ جانتا ہے۔ اوروں کو واقف کرنے کے لئے امتحان لیتا ہے۔

۳۔ خود امتحان لئے جانے والوں کو ان کی ذات میں اس صفت کی صحیح مقدار اور اندازہ ذہن میں بٹھانے کے واسطے لیا جاتا ہے۔

۴۔ انتخاب کرنے اور افضل کو درجہ دینے کے لئے لیا جاتا ہے۔

اَحۡسَنُ عَمَلًا: کون تم سے بہت اچھا ہے عمل میں۔ اسلام میں احسن عمل وہ ہے جو سنت کے مطابق خالص بوجہ اللہ ہو۔

عَزِیۡزٌ: جو غالب اور قاہر ہے۔ مغلوب اور مقہور نہ ہو۔

غَفُوۡرٌ: غفران اور مغفرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ مصدر کے معنی ڈھانپنا ہیں۔ غفور کے معنی ہیں گناہ گار کا گناہ ڈھانپ کر اُس پر سزا معاف کر دینے والا۔

خَلَقَ: خلق مصدر سے فعل ماضی ہے۔ خِلق کے معنی ہیں کوئی شے بغیر کسی پہلے نمونے اور مثال کے ایجاد کرنا۔

سَبۡعَ: اسم عدد ہے بمعنی سات لکھا ہے، یہ عدد تام ہے۔ یہ پہلا عدد ہے جس میں عدد جفت اور طاق کے تمام مدارج پائے جاتے ہیں یعنی واحد۔ تثنیہ و جمع۔ مذکر و مونث۔

سَمٰوٰتٍ: جمع سَمَآءٌ آسمان۔

طِبَاقًا: طَبق وطِباقًا نیچے اوپر رکھنا۔ مصدر ہے۔ بیضاوی نے اس کے معنی کئے ہیں ایک دوسرے کے مطابق اور اوپر۔ پھر یہ سبعا کی صفت ہے یا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے طوبقت طبا قا بعض نے اس کا مضاف محذوف مان کر اس کو اس کا قائم مقام رکھا ہے۔ ذات طِباقٍ اس صورت میں جمع طبق کی ہوگا جیسے جبال جمع جبل۔

رَحۡمٰنِ: بہت کثیر نعمت احسان اور فضیلت دینے والا۔

تَفٰوُتٍ: فوت سے باب تفاعل کا مصدر ہے۔ راغب نے اس کے معنی کئے ہیں اختلاف اوصاف میں۔ قاموس میں اس

Marfat.com

کے معنی عیب کے لکھے ہیں سُدی نے اختلاف اور عیب کے کئے ہیں۔

فُطُوْرٍ: فطر وفطور بمعنی لمبائی میں پھٹنا یہاں مراد ہے پھٹن۔ دریڑ۔ شگاف۔

کَرَّتَیْنِ: قاموس میں کَرَّۃٌ کے معنی مَرَّۃٌ لکھے ہیں یعنی باری۔ دو بار۔

خَاسِئًا: خسئًا سے اسم فاعل ہے بمعنی جھڑکنا۔ یہ اسم فاعل بمعنی مفعول ہے جھڑکی ہوئی دلیل کی ہوئی۔ اپنا مقصد نہ پائی ہوئی کوئی عیب یا خلل دیکھ کر بے مراد۔

حَسِیْرٌ: تھکی ہوئی۔ تھک کر رُک چکی ہوئی۔

مَصَابِیْحَ: جمع مِصْبَاح بمعنی چراغ۔ راغب نے لکھا ہے کہ مصابیح ستاروں کے لئے علم ہوگیا ہے۔ اب مصابیح سے ستارے مراد ہوں گے جمع مصباح ماننے کی ضرورت نہیں۔ مصباح سے ایک ستارہ مراد نہیں لیا جائے گا۔

رُجُوْمًا: قاموس میں لکھا ہے رجوم جمع رجم رجیم وہ شے جو پھینکی اور کسی کو مارنے کیلئے چلائی جائے۔

لِلشَّیٰطِیْنِ: جمع شَیْطٰن یہ شَطَنَ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں دور ہونا۔ مراد ہے اللہ کی رحمت سے دور ہونے والا یا کیا ہوا یا مشتق ہے شاط یشیط شیط سے جس کے معنی ہیں حسد اور بغض سے جلنا۔ مراد ہے حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیت سے بوجہ حسد کے جل بھن جانے والا۔

اَعْتَدْنَا: عَتَدٌ سے فعل ماضی متکلم ہے اس کے معنی ہیں تیار کرنا۔ راغب نے لکھا ہے عَتَدٌ و عَتَادٌ کے معنی ہیں قبل از ضرورت کوئی شے تیار کر رکھنا۔ یعنی ہم نے قبل از قیامت اُن کے لئے عذاب سعیر تیار کر رکھا ہے۔

عَذَابَ: سخت شدید دردناک دکھ۔

سَعِیْرِ: صراح میں ہے تیز جلا دینے والی آگ۔

جَهَنَّمَ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں بہت گہری جگہ۔ راغب نے معنی کئے ہیں اللہ کی جلا رکھی ہوئی آگ کا نام ہے۔

اَلْمَصِیْرُ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں کسی امر کی آخری اور انتہائی جگہ۔ یہاں کافروں اور مشرکوں کی آخری ٹھکانے کی جگہ مراد ہے۔

اُلْقُوْا: القاء باب افعال سے فعل ماضی مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں پھینکنا۔ ڈالنا۔ امام نے لکھا ہے وہ ایسے ڈالے جائیں گے جیسے آگ میں ایندھن ڈالا جاتا ہے۔

شَهِیْقًا: لمبی چنگھاڑ اور بلند ڈراونی آواز جہنم سے وہ سنیں گے۔

تَفُوْرُ: فَوْرٌ سے مضارع مونث غائب کا صیغہ ہے۔ وہ جہنم ابلتا اور جوش مارتا ہوگا۔

تَمَیَّزُ: تَمَیُّزٌ باب تفعل سے مضارع غائب مونث ہے اس کے معنی ہیں پھٹنا۔ قریب ہے کہ کفار پر غصے اور غضب کی وجہ سے پھٹ جائے۔

فَوْجٌ: راغب نے لکھا ہے جلد اور تیز چلنے والی جماعت۔ قاموس میں ہے جماعت۔

خَزَنَتُهَا: جمع خارج اس کے معنی ہیں شے کو محفوظ رکھنے والا۔ یہاں مراد ہیں جہنم کے داروغے کارکن۔

نَذِیْرٌ: بمعنی منذر جیسے اَلِیْم بمعنی مُؤلم خوفناک امر کی خبر دینے والا۔ ڈرانے والا۔

Marfat.com

كَذَّبْنَا: تکذیب سے فعل ماضی متکلم ہے۔اس کے معنی ہیں جھوٹ کی طرف نسبت کرنا۔جھٹلا دینا۔

ضَلٰلٍ: راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں طریق مستقیم سے ہٹ جانا۔یہ ہٹنا ارادۃً ہو یا سہواً۔تھوڑا ہو یا بہت۔

سُحْقًا: اس کے معنی دوری ہیں یہ مفعول مطلق ہے اَسْحَقَهُمُ اللّٰهُ سُحْقًا۔اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔

يَخْشَوْنَ: خَشْيَةٌ سے مضارع جمع غائب ہے جو خوف اور ڈر بوجہ عظمت اور بڑائی کے پیدا ہوا سے خشیہ کہتے ہیں۔وہ اپنے رب سے بوجہ اس کی عظمت کے ڈرتے ہیں۔

ذَلُوْلًا: مصدر بمعنی مفعول یعنی مذلول۔تابع پورے اختیار میں رہنے والی ہر طرح کے تصرف کا اثر قبول کرتی رہنے والی۔

مَنَاكِبِهَا: جمع منکب۔یہاں مراد ہے اطراف کنارے۔منکب کے اصل معنی ہیں کندھا۔

اَلنُّشُوْرُ: صراح میں اس کے معنی زندہ ہونا لکھے ہیں۔یعنی زندہ ہو کر اسی کی طرف جانا ہے۔

اَنْ يَّخْسِفَ: خسوف و خسف سے مضارع غائب۔خَسْفٌ کے معنی ہیں زمین میں دھنس جانا کہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔

هِيَ تَمُوْرُ: مَوْرٌ سے مضارع مونث غائب مَوْر کے معنی ہیں بہت تیزی سے ہلنا۔وہ برابر ہلتی رہے۔

حَاصِبًا: ایسی تیز ہوا جو اپنے ساتھ چھوٹے بڑے کنکر اُڑا لے جائے۔

نَكِيْرِ: نَكِيْر کے معنی امام نے اور صاحبِ قاموس نے انکار لکھا ہے۔یعنی میرے انکار کرنے کا کیا نتیجہ ہوا۔ابو مسلم نے نکیر کے معنی انکار کرنے والے کا عذاب لکھا ہے۔

اَلطَّيْرِ: راغب نے طَيْر جمع طائِر کی لکھا ہے اور طائر ہر باز و رکھنے والا ہوا میں اڑنے والا جاندار۔قاموس میں ہے طیر جمع طائِر کی ہے۔کبھی واحد کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔اس وقت اس کی جمع طیور ہوتی ہے۔

صٰٓفّٰتٍ: جمع صَافَّةٌ صفٌّ سے اسم فاعل مونث جمع۔صَفٌّ کے معنی ہیں پرندے کا اپنے بازو کھولنا۔امام نے اس کے معنی کئے ہیں اڑتے ہوئے ہوا میں اپنے بازو کھولنے والے۔

وَيَقْبِضْنَ: قُبِضَ سے مضارع جمع مونث غائب۔بازو اپنے پہلوؤں سے مارنے کے لئے اکٹھے کرتے ہیں۔چند خاص قسم کے پرندوں کے سوا باقی تمام پرندوں کے اُڑنے کی یہی صورت ہے۔بازو کھولنا۔بند کرنا۔

مِنْ دُوْنِ: قاموس میں دُوْن کا معنی غیر لکھے ہیں۔

غُرُوْرٍ: دھوکا۔باطل اور بے ہودہ طمع۔

لَجُّوْا: لَجَاجٌ سے فعل ماضی جمع غائب۔اس کے معنی ہیں روکے ہوئے فعل سے نہ رکنا۔بلکہ اس کے کرنے پر اڑ جانا۔

عُتُوًّا: حد سے تجاوز کر جانا اور تکبر کرنا۔

مُكِبًّا: اَكَبَّ باب افعال سے اسم فاعل ہے اس کا مجرد كَبَّ متعدی ہے اور باب افعال خلافِ قیاس لازم ہے۔اَكَبَّ منہ کے بل اوندھا ہو گیا۔مُكِبًّا منہ کے بل اوندھا ہونے والا۔دیکھو حاشیہ جلالین۔

سَوِيًّا: قاضی نے اس کے معنی قائما۔سالما لکھے ہیں کشاف میں بھی یہی لکھے ہیں یعنی گرنے اور پھسلنے سے سالم۔

اَنْشَاَ: اِنْشَاءٌ باب افعال سے فعل ماضی غائب ہے۔اِنْشَاء کے معنی راغب نے لکھے ہیں ایجاد کرنا اور تربیت کرنا۔وہ

Marfat.com

ذات ہے جس نے ایجاد کیا، پیدا کیا تم کو۔

اَفْئِدَةَ: جمع فُؤَادٌ دل ہوشیار اور سمجھدار قلب۔ دل اس میں تیزی ملحوظ نہیں ہوتی۔

مَاتَشْكُرُوْنَ: شُکر مصدر سے فعل مضارع مخاطب جمع۔ تم بہت قلیل شکر کرتے ہو۔ صاحب قاموس نے شکر کے معنی لکھے ہیں احسان پہچاننا اور اُس کو نشر کرنا۔ راغب نے لکھا ہے کہ شکر، نعمت کا تصور کرنا اور اس کا اظہار کرنا۔ شکر تین طرح سے ہوتا ہے۔ دل سے محسن کے احسان کو پہچاننا اور زبان سے محسن کی تعریف کرنا باقی اعضاء سے محسن کی خدمت کرنا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ قُوٰ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے اوامر میں اور مناہی میں بہت کم استعمال کرتے ہو۔

ذَرَاَ: ذرءٌ سے فعل ماضی ہے ذرءٌ کے معنی ہیں پیدا کرنا۔ وہ وجود پاک جس نے پیدا کیا تم کو۔

تُحْشَرُوْنَ: حشر سے مضارع مجہول جمع حاضر راغب نے حَشْر کے معنی لکھے ہیں جماعت کثیر کو اُن کی قرار گاہ سے نکالنا اور تم اُسی کی طرف پیش ہونے کے لئے اپنی اپنی قرار گاہ سے قبروں سے نکالے جاؤ گے۔

زُلْفَةً: قریب۔ (کشاف) زُلفته حال ہے اس وقت قرب والا کے معنی ہوں گے ذازُلفتہٖ یا ظرف ہے اس وقت ہوگا مکانا ذازُ لفتہٖ یعنی اس وعدے کو جب قریب ہونے کی حالت میں دیکھیں گے، یا جب قریب مقام پر دیکھیں گے۔

سِيْٓئَتْ: سَوْءٌ سے فعل ماضی مجہول مونث غائب۔ راغب نے لکھا ہے سُوْءٌ یا سُوْءٌ ہر وہ شے جو انسان کو غم میں ڈالے۔ دنیاوی امر ہو یا اخروی وہ امر نفسانی ہو، یا بدنی یا بیرونی ہو۔ مال ضائع ہونے سے یا رتبہ گر جانے سے یا کسی عزیز کے فقدان سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے معنی کئے ہیں سیاہ ہو جائیں گے۔

تَدَّعُوْنَ: دُعَاءٌ سے باب افتعال کا فعل مضارع جمع حاضر۔ اسل میں تھا تَدْتَعِیُوْنَ۔ ت کو د بنا کر ادغام کیا اور ی کی حرکت ع کو دے کر ی کو گرا دیا۔ معنی ہیں یہ وہی شے ہے جو تم بوجہ استہزا طلب کرتے تھے اور مانگتے تھے یا یہ کلمہ دعوٰی سے بنا ہے۔ بصورتِ مذکورہ معنی ہوں گے یہ وہ شے ہے جس کے انکار کرنے کے تم عویدار ہوا کرتے تھے۔ اس کا مصدر ادّعاءٌ ہے۔ صراح میں ادعاء کے معنی کسی پر دعوٰے کرنے کے لکھے ہیں۔

اَرَئَيْتُمْ: اس کے معنی ہوتے ہیں مجھے بتاؤ مجھے خبر دو۔

غَوْرًا: مصدر ہے بمعنی اسم فاعل۔ اے غائرا قاموس میں ہے غَوْر ہر شے کی گہرائی کو کہتے ہیں یعنی زمین میں ایسا نیچے چلا جائے کہ کسی صورت سے دستیاب نہ ہو سکے۔

مَعِيْنٍ: زمین پر بہنے والا۔ ظاہر۔ بسہولت دستیاب ہو جانے والا۔ یہ کلمہ عین سے اسم مفعول ہے مثل مَبِیعٌ کی۔ امام نے لکھا ہے معِین ایسا ظاہر جو نظر آ سکے۔ آنکھ سے دیکھا ہوا۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورَةُ الْقَلَمِ۔ مَكِّيَّة۔ آيات ۵۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نٓ: اس کے معنی کئے ہیں مچھلی۔ دوات وہ لوح جس میں ملائکہ اللہ تعالٰی کے اوامر ونواہی نقل کر لیتے ہیں۔ سورۃ کا نام ہے۔ یا حرف ابجد کا ہے۔ کفار سے تحدی کے لئے۔

يَسْطُرُوْنَ: سطر سے مضارع جمع غائب قاموس میں سطر کے معنی ہیں لکھنا یعنی قسم قلم کی اور اس کی جو وہ یعنی ملائکہ لکھتے ہیں۔

غَيْرَ مَمْنُوْنٍ: مَنّ سے اسم مفعول اس کے معنی ہیں بند کرنا۔ روکنا۔ یعنی تیرے واسطے اجر ہے ہمیش در ہمیش قائم رہنے والا، نہ بند ہونے والا۔

خُلُقٍ عَظِيْمٍ: لغت میں خُلق عادت کو کہتے ہیں۔ امام نے لکھا ہے کہ خلق اُس پختہ عادت کو کہتے ہیں جس سے تمام اچھے اچھے کام بہت سہولت سے عمل میں لائے جاسکتے ہیں۔ اچھا کام کر لینا اور بات ہے سہولت اور شوق ورغبت سے کرنا اور بات۔ اس دوسری قسم کی عادت کو خلق کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم پر ہیں یعنی آپؐ ہر چھوٹا بڑا نیک کام نہایت شوق اور رغبت سے بسہولت تمام بجالاتے ہیں۔

بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ: مفتون جس کو جنون ہو فراء کا قول ہے کہ مفتون یہاں فتون کے معنی دیتا ہے جس کے معنی جنون ہیں۔ یعنی تمہارے کس کو جنون ہے۔ اسم مصدر مفعول کے وزن پر آجاتا ہے۔

وَدُّوْا: وُدٌّ۔ وِدَادٌ۔ مَوَدَّةٌ سے فعل ماضی جمع غائب محبت رکھنا۔ یعنی انہوں نے پسند کیا ہے وہ پسند کرتے ہیں۔

تُدْهِنُ: دُهْن بمعنی روغن سے اِدْهَانٌ باب افعال کا مضارع واحد مخاطب ہے۔ ادھان کے معنی ہیں ادھوڑی پر تیل ملنا جس سے وہ نرم ہو جاتی ہے۔ قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں مُدَاهَنَةٌ۔

اِدْهَان کے معنی ہیں دلی بات کے خلاف ظاہر کرنا۔ محاورے میں اسے ظاہر داری کہتے ہیں۔

فَيُدْهِنُوْنَ: یہ اِدْهَان سے مضارع جمع غائب ہے۔ معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے ظاہر داری رکھیں اس صورت سے کہ بعض وہ باتیں جن کو وہ ناپسند رکھتے ہیں آپ ترک فرمادیں، اس کے عوض وہ آپؐ سے ظاہر داری رکھیں گے اس صورت میں کہ بعض باتیں مخالفت کی وہ ترک کر دیں گے۔

فَلَا تُطِعْ: طوعٌ سے باب افعال اطاعَةٌ سے فعل نہی حاضر ہے۔ اطاعت کے معنی ہیں فرمانبرداری کرنا۔ کہا ماننا۔ تو نہ کہا مان۔

Marfat.com

خَلَّافٍ: مبالغے کا صیغہ ہے۔ ہر بات میں سچی ہو یا جھوٹی بہت قسمیں کھانے والا۔

مَهِيْنٍ: هَين۔ مَهانَةٌ سے اسم مفعول مصدر کے معنی ہیں ذلیل ہونا۔ مَھِیْن کے معنی ہیں حقیر اور ناقص رائے اور تدبیر والا۔ قتادہ کا قول ہے قلیل خیر اور کثیر شر والا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ بہت جھوٹا۔ کذاب۔

هَمَّازٍ: عیب گیر۔ سخت طعن کرنے والا۔ ہاتھ سے، آنکھ سے، زبان سے۔

مَشَّآءٍ: مَشْیٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اِدھر اُدھر بہت آتا جاتا رہنے والا۔

بِنَمِيْمٍ: علامہ نے لکھا ہے کہ نَمِیْم اور نَمِیْمَة دونوں مصدر ہیں۔ بمعنی چغل خوری کرنا۔ فساد ڈالنا۔ بعض نے نَمِیْم جمع نَمِیْمَة کی لکھا ہے۔ یعنی چغلیوں میں اور فساد ڈالنے میں آنے جانے والا۔

مَنَّاعٍ: منع سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت روکنے والا، یا روک رکھنے والا۔

الْخَيْرِ: اس کے معنی بھلائی کے کریں تو مطلب ہے لوگوں کو بھلائی سے روکنے والا اور اس کے معنی اگر مال کے لیں تو مطلب ہوگا مال کو روک رکھنے والا بخیل۔

مُعْتَدٍ: عَدَدٍ سے باب افتعال کا اسم فاعل۔ حد سے بڑھ جانے والا۔ ظلم میں، معصیت میں حد سے بڑھنے والا۔

اَثِيْمٍ: مبالغہ ہے۔ کثیر الآثام۔ گنہگار۔ اللہ تعالیٰ کا نافرمانبردار۔

عُتُلٍّ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں زیادہ کھانے والا۔ پیٹو۔ مقاتل کا قول ہے بہت بڑے پیٹ والا۔ حسن بصری کا قول ہے۔ بدمزاج لئیم النفس زجاج کا قول ہے ظالم۔ بدخلق۔

زَنِيْمٍ: کسی برادری میں غیر ہو کر شامل ہونے والا۔ ولد الزنا۔ لکھا ہے۔

بَعْدَ ذٰلِكَ: یعنی ان سب عیوب کے ساتھ زنیم ولد الزنا ہے۔ بعض نام نہاد مدعیان نبوت کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں گالی استعمال کی ہے، معاذ اللہ کلامِ الٰہی اس اتہام سے بہت پاک ہے وہ نہ معلوم کر سکا کہ گالی ہوتی ہے جھوٹی اور غیر یقینی بات کسی کے حق میں کہنا یا نسبت کرنا۔ یہاں جتنے عیوب کا ذکر ہے وہ اُس شخص میں یقیناً یقیناً موجود تھے۔ گالی کیسے ہو گئے۔

اَسَاطِيْرُ: قاموس میں ہے اساطیر جمع اسطور یا اِسطار بے ربط اور غیر منظم کہانیاں۔

تُتْلٰى: تلاوت سے مضارع مجہول غائب مونث۔ اس کے معنی لکھے ہیں اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو پڑھتے رہنا اور اس کے اوامر نواہی کی تعمیل کرنا۔ ترغیب و ترہیب کو ذہن میں رکھنا لیکن یہاں قرأت صرف پڑھنے کو کہتے ہیں۔ دوسری باتیں ملحوظ نہیں ہوتیں۔

اٰيٰتُنَا: جمع اٰیَة اس کے کئی معنی ہیں یہاں قرآن مجید کے وہ کلماتِ مبارکہ مراد ہیں، جو ایک گول دائرہ سے دوسرے دائرے کے درمیان لکھے ہوتے ہیں۔ تھوڑے ہوں یا بہت قاموس میں لکھا ہے کہ قرآنِ مجید سے وہ کلام جو اپنے مابعد کے

Marfat.com

کلام سے متصل ہے۔ کلام مرکب تام کا ایک نام ہے اسے جملہ بھی کہتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ مرکب بہت طویل ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے کئی آئتیں طویل ہیں۔ آیت کے معنی ہیں علامت نشان جس سے دوسری شے پہچانی جائے۔ مخلوق کی ہر چھوٹی بڑی شے اللہ کی ذات کے واسطے نشان ہے۔ اس سے معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا چھوٹے سے چھوٹا جملہ مبارک آیت کہلاتا ہے اس واسطے کہ وہ توحید اور رسالت کا بہت قوی ثبوت اور زبردست نشان ہے بلحاظ اپنے الفاظ ومعانی کے اور بلحاظ اپنے ظاہری باطنی کمال کے۔

سَنَسِمُهٗ : وَسْم سے مضارع معروف متکلم۔ وَسْم کے معنی ہیں داغ دینے کا نشان جس سے پہچان ہو جائے۔ اسی لفظ سے موسوم بنایا گیا ہے جو عام مروج ہے۔ اس کے معنی ہیں داغ لگایا ہوا جس سے پہچانا جائے نام بھی ایک پہچان کی علامت ہے۔

عَلَی الْخُرْطُوْمِ : یہ لفظ اصل میں ہاتھی کی سونڈ کے لئے بولتے ہیں۔ لیکن یہاں ولید کی ناک مراد ہے بوجہ حقارت اور خست کے۔ شاید لمبی بھی ہو۔

مطلب: جب اس کو ہماری کتاب کی بعض آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو انہیں پہلے لوگوں کی بے جوڑ کہانیاں کہہ کر اثر مٹا دیتا ہے۔ عنقریب ہم اُس کی سونڈ جیسی ناک پر داغ لگائیں گے جو کسی طرح چھپا نہ سکے گا۔

بَلَوْنٰهُمْ : بَلْوًا اور بَلَاءٌ سے فعل ماضی متکلم ہے۔ بَلْوًا کے معنی ہیں امتحان لینا۔ آزمانا۔ یعنی ہم نے اُن کا امتحان لیا کہ حصول نعمت پر شکر کرتے ہیں یا نہیں۔

لَیَصْرِمُنَّهَا : صَرْمٌ سے مضارع جمع غائب موکد با نون ثقیلہ۔ صَرْم کے معنی ہیں کاٹنا۔ یہاں مراد ہے باغ کا پھل چُن لینا۔ کھیت کاٹ لینا۔

وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ : اِسْتِثْنَاءٌ سے مضارع جمع غائب باب استفعال۔ مُنجِد میں اس کے معنی لکھے ہیں کسی شے کو ایسے مجموعے سے جس میں وہ شامل ہو الگ کرنا اور نکالنا۔ یہاں مراد ہے انہوں نے انشا اللہ نہ کہا۔ یا انہوں نے مساکین اور محتاج فقراء کا حق نہ نکالا۔

طَآئِفٌ: طَوْف طَوَافٌ سے اسم فاعل ہے گھومنا۔ سب شے پر چھا جانا۔ یعنی اُن کے باغ پر رات ہی رات میں ایک حادثہ چھا جانے والا چھا گیا۔

اَصْبَحَتْ: صبح سے باب افعال کا فعل مونث غائب اصبح کبھی صَارَ کے معنی میں آتا ہے جیسے یہاں ہے۔ ہو گیا۔

اَلصَّرِیْمِ: قاموس میں ہے اَلصَّرِیْمَۃُ وہ زمین جس کی زراعت کاٹ لی گئی ہو مثل صریم کی وہ درخت جس کا پھل چُن لیا گیا ہو۔ یعنی وہ باغ بالکل پھل سے خالی ہو گیا۔ اس کے اور بھی کئی معنی کئے گئے ہیں۔

اُغْدُوْا: غُدُوٌّ سے امر حاضر جمع۔ غُدُوٌّ کے معنی ہیں صبح کرنا۔ یعنی صبح کھیت پر جا کرو۔

حَرْثٌ: بیج بونا اور زمین زراعت کے واسطے تیار کرنا۔ پھر بوئی ہوئی زمین کو بھی حَرْث کہتے ہیں یہاں یہی مراد ہے۔

Marfat.com

صَارِمِیْنَ: صرم سے اسم فاعل جمع منصوب پھل کاٹنا۔ چننا۔ اگر تم پھل چننے والے ہو۔

یَتَخَافَتُوْنَ: خفتٌ سے باب تفاعُلٌ ہے تَخَافُتٌ سے مضارع جمع غائب۔ تخافت کے معنی ہیں آہستہ آہستہ باتیں کرنا۔ وہ چلتے چلتے آہستہ آہستہ باتیں کرتے تھے (تاکہ فقراء سُن کر ساتھ نہ ہو چلیں)

مِسْکِیْنٌ: جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

حَـرْدٍ: قصد۔ ارادہ۔ اس میں جلدی بھی ملحوظ ہوتی ہے یعنی انہوں نے اپنے ارادے اور قصد پر جلدی ہی قدرت رکھتے ہوئے صبح کی۔ یعنی وہ علی الصبح اپنے اس ارادے کے پورا کرنے کے درپے ہو گئے۔

اَوْسَطُ: درمیانہ۔ مراد ہے افضل۔ ان میں سے جو افضل تھا اُس نے کہا۔

یَتَلَاوَمُوْنَ: لَوْم سے باب تفاعل تلاوُم ملامت کرنا۔ الزام لگانا۔ وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ملامت کرتے تھے کہ کیوں ایسی ترغیب دی۔ دوسرا کہتا تو نے میری بات کیوں مان لی۔

وَیْلَنَآ: ویل۔ اصمعی نے کہا ہے کہ وَیْل قبح اور بُرائی کو کہتے ہیں۔ کبھی حسرت کے لئے بولا جاتا ہے۔ یعنی ہائے اپنا قصور ہے، افسوس ہے۔

طٰغِیْنَ: طغیان سے اسم فاعل جمع حد سے بڑھنا۔ یعنی ہم اس بخل کے ارادے پر حد سے بڑھ جانے والے ہیں۔

مُتَّقِیْنَ: تقوٰی سے اسم فاعل ہے اِتَّقٰی وَقْتیٌ۔ وِقَایَۃٌ باب افتعال ہے اِوْتَقٰی تھا واؤ کو ی سے بدل کر پھری کوت سے بدل کر ادغام کیا اِتَّقٰی ہوا۔ مُتَقِی اسی سے ہے مُتَّقِیْن جمع۔ تقوٰی کے معنی ہیں نفس کو ان چیزوں سے بچائے رکھنا جو اس کو ضرر دیں اور ایذا پہنچائیں۔ کتاب وسنت میں تقوٰی سے مراد لی جاتی ہے کہ نفس کو ہر گنہگار بنانے والی بات سے بچائے رکھنا۔ مُتَّقِی نفس کو ایسی باتوں سے بچائے رکھنے والا جن کا ضرر قیامت میں ہونے والا ہے۔

تَدْرُسُوْنَ: درس سے مضارع جمع حاضر اس کے معنی ہیں پڑھتے رہنا۔ یعنی تم اس کتاب میں پڑھتے چلے آتے ہو۔

یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ: کشفِ ساق کے لفظی معنی ہیں پنڈلی کھولنا۔ کپڑا اٹھالینا۔ امام نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ہے دن کرب اور شدت کا۔ مجاہد نے ان سے روایت کی ہے کہ قیامت میں یہ وقت سخت تر وقت ہے۔

فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ: استطاعت مصدر سے مضارع منفی جمع غائب۔ اس کے معنی ہیں سکنا۔ طاقت رکھنا۔ وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔

خَـاشِعَۃً: خشوع سے اسم فاعل مونث عاجزی جس کا اظہار نیچی آواز اور نیچی نظر سے کیا جاتا ہے۔ آنکھیں بالکل نیچی ہوں گی۔

تَـرْهَقُ: رَهقٌ سے مضارع مونث غائب ہے اس کے معنی ہیں بزور چھا جانا۔ یعنی اُن کے چہروں پر بے اختیاری سے ذلت چھا جائے گی۔

Marfat.com

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ: اِسْتِدْرَاجٌ باب استفعال سے مضارع متکلم کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی ہیں آہستہ آہستہ پکڑنا۔ ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے۔

کَیْدِیْ: کَیْد حیلہ۔ تدبیر۔ بعض کا قول ہے کہ کَیْد سے مراد عذاب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ کید سے مراد ہے عذاب تک لے جانے کے لئے ڈھیل دینا اور مہلت دینا۔

مَتِیْنٌ: مَتُنَ یَمْتُنُ مَتْنًا مثل کَرُمَ قوی ہونا مَتِیْن صفت مشبہ بہت قوی۔

مَغْرَمٍ: مَغْرم و غُرْم دونوں مصدر ہیں انسان پر مالی تاوان۔ چٹی وغیرہ جو بغیر کسی جنابت یا جرم کے آپڑے اور دینے پر مجبور ہو جائے وہ مغرم یا غرم کہلاتا ہے۔

مَکْظُوْمٌ: کَظْمٌ سے اسم مفعول ہے کَظْمٌ و کُظُوْمٌ بمعنی دم گھٹنا۔ سانس کا بند ہونا۔ سانس گھٹا ہوا۔ وہاں پورا سانس نہ لے سکتا تھا۔

نُبِذَ: نَبْذٌ سے ماضی مجہول ہے۔ اس کے معنی ہیں پھینکنا۔ پھینک دیا جاتا۔ ڈال دیا جاتا۔

اَلْعَرَآءِ: کھلا مکان جس میں کوئی آڑ یا پردہ وغیرہ نہ ہو۔

اِجْتَبٰهُ: جَبْیٌ سے باب افتعال اِجتِبَاء کا فعل ماضی۔ چن لیا۔ اختیار فرما لیا۔

لَیُزْلِقُوْنَکَ: زَلَق سے باب افعال اِزْلَاق سے مضارع جمع غائب ہے۔ مجرد کے معنی پھسلنا اِزْلَاق کے معنی پھسلانا ہے۔ اور بے شک کافر تجھ کو اپنی بدنگاہی کے چشم زخم سے پھسلانا چاہتے ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ الْحَآقَّةِ۔ مَكِّيَّة۔ آیات ۵۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْقَارِعَةُ: قرع سے اسم فاعل مونث ہے قرع کے معنے ہیں ایک شے پر دوسری شے کو مارنا۔ یہاں مراد ہے صورِ اسرافیل کی کڑک دار آواز جو حیوانات کو فنا کرے گی زمین اور پہاڑوں کو ذرہ ذرہ کرے گی۔ آسمان کو چیر دے گی اور ستاروں کو گرا دے گی۔

الطَّاغِيَةِ: طُغیان سے اسم فاعل مونث اس کے معنی ہیں حد سے آگے بڑھ جانا۔ امام نے اس کے تین معنی کیئے ہیں۔

اول۔ شدت اور قوت میں حد سے بڑھی ہوئی جبریئلی کڑک سے یا صاعقہ سے یا زلزلے سے ہلاک کیئے گئے۔

دوم۔ اسے مصدر مانا جائے۔ اپنی سرکشی اور طغیانی کے سبب ہلاک کیئے گئے۔

سوم۔ فرقۂ طاغیہ کی شامت سے ہلاک کیئے گئے۔

صَرْصَرٍ: امام نے لکھا ہے بہت سخت آواز رکھنے والی ہوا۔ قاموس میں ہے سخت سرد اور شدید الصوت ہوا۔

عَاتِيَةٍ: عُتُوٌّ سے اسم فاعل مونث راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں ایسی ہوا جو نباتات کو چورا چورا کر دے۔

سَخَّرَهَا: تَسْخِير سے فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں جبر سے اور غلبے سے مخصوص غرض میں لگائے رکھنا۔ یہاں مقاتل کا قول ہے مسلط رکھنا اُن پر۔ زجاج کا قول ہے کہ قائم رکھا ہوا کو اُن پر۔ دوسروں کا قول ہے کہ ہوا بھیجی اُن پر۔

حُسُومًا: جمع حاسم یعنی لگاتار، پے درپے، حسم کے معنی ہیں کسی شے کا اثر مٹا دینا۔ یعنی اُن کا نام ونشان مٹا دینے والے۔

صَرْعَىٰ: جمع صریع بمعنی مَصْرُوع۔ گرا ہوا اَعْجَاز۔ گرا پڑا۔ مراد ہے درخت کھجور کا تنہ۔

خَاوِيَةٍ: خالی شکم۔ کھوکھلے۔

اَلْمُؤْتَفِكٰتُ: وہ بستیاں جن کو اللہ تعالیٰ نے الٹا کر برباد کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں مراد ہیں۔

اَلْخَاطِئَةِ: راغب نے لکھا ہے گناہِ عظیم۔ ابن کثیر نے معصیت لکھا ہے۔ علامہ نے مصدر مان کر خطا کے معنی کیئے ہیں۔ مراد بڑے بڑے عظیم کثیر گناہوں کے سبب ہلاک کیئے گئے۔

عَصَوْا: عِصْيَان سے فعل ماضی جمع غائب اس کے معنی ہیں اطاعت نہ کرنا۔ وہ فرمانبرداری سے نکل گئے۔

رَابِيَةً: منجد میں جمع اس کی رواب لکھی ہے بلند زمین۔ یہاں مراد ہے سخت تر گرفت۔ علامہ نے لکھا ہے جیسی اُن کی قباحتیں دوسرے کفار سے عظیم تھیں ویسے اُن کی گرفت سخت ہوئی۔ امام نے لکھا ہے اُن کا عذاب باقی کفار کے عذاب سے شدید ہوا جیسا کہ اُن کے معاصی دوسرے کفار سے بدتر تھے۔

اَلْجَارِيَةِ: کشتی۔ مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔

تَذْكِرَةً: یاد دلانے والی شے کو تذکرہ کہتے ہیں۔ قرآن مجید تذکرہ ہے۔ دنیا اور آخرت کے ہر ضروری امر کو یاد دلاتا ہے

Marfat.com

لیکن یہاں ھا ضمیر سے واقعۂ عذاب مراد ہے جو عبرت اور نصیحت ہے۔

تَعِیَھَآ: وَعْیٌ سے مضارع مونث غائب۔ اس کے معنی ہیں محفوظ رکھنا۔ چونکہ یہاں اُذُنٌ وَّاعِیَۃ ہے اس واسطے سننا مراد ہے یعنی تاکہ بغور سننے والا کان اس واقعۂ عذاب کو سن لے اور یاد رکھے۔

نُفِخَ: نَفْخٌ سے ماضی مجہول اس کے معنی ہیں کسی شے میں ہوا پہچانا۔ پھونکنا۔

اَلصُّوْرِ: بارہ سنگھے کا سینگ وغیرہ جو فقیر بجاتے ہیں اور اُسے ناد علی کہتے ہیں۔ یہاں مراد وہ قدرت کی بنائی ہوئی شے ہے جو حضرت اسرافیلؑ کو بجانے کے لئے دے رکھی ہے جس سے قیامت قائم ہوگی اور پھر دوبارہ زندگی ہوگی۔ یعنی جب صُور بجایا جائے گا۔

وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ: حمل سے ماضی مجہول مونث اس کے معنی ہیں اٹھانا۔ یعنی زمین اور پہاڑ اپنی معین جگہ سے اٹھا دیئے جائیں گے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ محض قدرتِ الٰہیہ سے ان کا اٹھایا جانا ہوگا۔

فَدُكَّتَا: دَکٌّ سے تثنیہ مونث غائب ہے قاموس میں لکھا ہے کہ دَکٌّ کوٹنا۔ ذرہ ذرہ کرنا۔ دونوں کو یعنی زمین اور پہاڑوں کو باہم ٹکرا ٹکرا کر ذرہ ذرہ کر دیا جائے گا۔

اَلْوَاقِعَۃُ: راغب نے لکھا ہے کہ واقعہ بہت شدت اور سختی نازل ہونے کو کہا جاتا ہے۔

اِنْشَقَّتِ: شق بمعنی چیرنا سے باب انفعال اِنْشِقَاق سے فعل ماضی مونث غائب۔ پھٹ جائے گا آسمان۔

وَاھِیَۃٌ: وَھْیٌ۔ سست اور کمزور ہونا سے اسم فاعل مونث کمزور ہونے والا ہوگا۔

اَرْجَآئِھَا: جمع رَجًا یا رَجَاءٌ بمعنی کنارہ طرف اس کے اطراف پر ہو جائیں گے۔

اَلْمَلَکُ: فرشتہ۔ یہاں مراد بقول امام جنس ہے یا جمع۔ یعنی تمام ملائک۔ راغب نے لکھا ہے کہ مَلَکٌ مِلْکٌ سے بنا ہے ملائکہ میں سے جن جن کو سیاسیات میں سے کچھ کچھ عطا فرما رکھا ہے خاص طور پر ان کو مَلَکٌ کہتے ہیں باقی تمام جنس ملائکہ میں شامل ہیں۔ بشر میں سے صاحب سیاست مَلِک لام کی زیر سے آتا ہے۔ بقول راغب فرشتوں میں بادشاہ ہوتا ہے جیسے انسانوں میں۔ دونوں کے لئے لفظ ایک ہی ہے مَلَکٌ مَلِکٌ لام کی زبر زیر کے فرق سے مطلب بقول امام یہ ہے کہ آسمان کے کنارے شق سے بچے ہوں گے فرشتے وہاں ہو جائیں گے۔

یَحْمِلُ: حمل سے مضارع غائب اس کے ایک معنی ہیں کسی شے کو سر پر یا پیٹھ پر اٹھانا۔ اور اٹھائیں گے (کندھوں پر بھی ہو سکتا ہے)۔

عَرْشَ: راغب نے لکھا ہے کہ عرش مسقف شے کو کہتے ہیں۔ بادشاہ کے بلند تخت کو بھی کہتے ہیں۔ اللہ کے عرش کی حقیقت بشر نہیں جانتا بعض نے فلکِ اعلےٰ کہا ہے جس میں کرسی مثل چھلے کی ہے جو جنگل میں گرا پڑا ہو۔ یعنی اس دن تیرے رب کا عرش اپنے اوپر آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

خَافِیَۃٌ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں شے مخفی چھپی ہوئی شے۔

ھَآؤُمُ: اس میں ھا اسم فعل ہے بمعنی خُذْ لے۔ جوہری کا قول ہے کہ ھَاءَ کے معنی ہیں پکڑ لے۔ لیکن سیبویہ نے اس کی

Marfat.com

گردان بیان کی ہے ھَاءَ ھَائِمَا ھَائِمُ لِلہٰذا ھَاؤُم کے معنی ہیں تم سب پکڑ و۔

عِیْشَۃٍ: قاموس میں اس کے معنی ہیں زندگی، حیاتی۔ چنانچہ لکھا ہے عاش یعیش علیشا مَعَاشا و عِیْشَۃً تینوں وزن مصدر کے ہیں بمعنی جینا۔

رَاضِیَۃٍ: ابوعبیدہ اور فراء نے بمعنی مرضیہ لیا ہے پسند کی ہوئی زندگی میں۔ بعض نے اور تاویل بھی کی ہے۔

جَنَّۃٍ: راغب نے لکھا ہے جنۃ ہر اُس باغ کو کہتے ہیں جو اپنے کثیر درختوں کے سبب زمین کو چھپالے۔

عَالِیَۃٍ: بلند، بلحاظ محل وقوع کے، یا بلحاظ محلات اور عمارات کے یا بلحاظ درجات کے۔

قُطُوْفُھَا: جمع قِطفٌ۔ چنے ہوئے پھل۔ یہاں مراد ہے چننے اور توڑ لئے جانے کے قابل پھل۔

دَانِیَۃٌ: دُنُوٌّ سے اسم فاعل مونث بمعنی مَدْنُوَّۃٌ قریب کئے ہوئے۔ نزدیک خود چلنا چاہیں گے تو بلاتکلف بیٹھ اُٹھے لیٹے چُن سکیں گے۔

ھَنِیْٓئًا: راغب نے لکھا ہے ہر وہ شے جس میں مشقت نہ ہو اور ہر اُس کھانے پینے کے متعلق کہا جاتا ہے جس کے بعد معدے میں یا جسم میں ثقل اور گرانی پیدا نہ ہو۔ یعنی اَکْلاً و شُرْباً ھَنِیْٓئاً کھلا کھاؤ پیو بغیر کسی گرانی یا ثقل وغیرہ لاحق ہونے کے ڈر کے۔

اَسْلَفْتُمْ: سَلَفٌ سے باب افعال اِسْلَاف کا فعل ماضی جمع حاضر۔ اس کے ایک معنی ہیں عمل صالح کرنا۔ (منجمد) لغت میں اسلاف ایسا کام کرر کھنے کو کہتے ہیں جس سے بھلائی اور فائدہ پہنچنے کی امید ہو۔ معنی یہ ہوئے کھاؤ پیو بہ سبب ان نیک کاموں کو دنیاوی ایام گزشتہ میں کرتے رہے ہو۔

اَلْخَالِیَۃِ: خلو سے اسم فاعل مونث بمعنی خالی ہونا۔ پھر اس سے مراد گزرے ہوئے دن۔

یٰلَیْتَھَا: اس میں ھَا ضمیر کا مرجع موتۃ الاولٰے ہے یعنی پہلی دنیاوی موت اگر چہ مذکور نہیں بوجہ ظہور کے مثل مذکور کی ہے۔

اَلْقَاضِیَۃَ: فیصلہ کردینے والی۔ حیاتی کو ختم کردینے والی۔ (امام وعلامہ) قاضی کا قول ہے کہ دنیاوی زندگی نہ ملتی اور پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ خلاصہ مطلب یہ کہ بائیں ہاتھ میں عمل نامہ دیا جانے والا یہ تمنا کرے گا کہ کاش مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا یا بالکل پیدا ہی نہ کیا جاتا۔

مَآ اَغْنٰی: مَا نافیہ سے یا استفہامیہ۔ اِغْنَآءٌ کے معنی ہیں کفایت کرنا۔ کافی ہونا، کوئی حاجت نہ رہنے دینا۔ میرے مال نے مجھے کیا فائدہ دیا۔ یا کچھ فائدہ نہیں دیا۔

سُلْطٰنِیَہْ: حجت۔ غلبہ۔ میرا غلبہ جس سے میں اہل حق سے جھگڑا کرتا تھا نہیں رہا۔ فنا ہو گیا۔

غُلُّوْہُ: غَلَّ یَغُلُّ غَلًّا طوق ڈالنا، راغب نے لکھا ہے غُل وہ شے جس سے انسان کے اعضاء بطور سزا کے جکڑے جاتے ہیں۔ یہ امر حاضر جمع کا صیغہ ہے۔ ملائکہ کو حکم ہوگا جکڑ دو اس کو۔

جَحِیْمَ: بہت سخت بھڑ کنے والی آگ۔

صَلُّوْہُ: تَصْلِیَۃٌ سے امر حاضر جمع آگ میں ڈالنا۔ (صراح) اس کو آگ میں جھونک دو۔ ڈال دو۔

ذِرَاعًا: درمیانی انگلی کے سرے سے کہنی تک کے طول کو ذراع کہتے ہیں۔ صراح میں گز لکھا ہے۔

فَاسْلُکُوْہُ: سِلک سے امر حاضر جمع اس کے معنی ہیں پرونا جس طرح دھاگے میں منکا پرو دیا جاتا ہے۔ یعنی اس زنجیر میں اسے پرو دو۔

Marfat.com

وَلَا یَحُضُّ : حَضٌّ سے مضارع غائب منفی اس کے معنی ہیں رغبت اور شوق دلانا۔ یعنی اللہ عظیم پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مساکین کو کھانا کھلانے پر کسی دوسرے کو رغبت نہیں دلاتا تھا خود تو کیا کھلاتا۔

حَمِیْمٌ: مشفق۔ قریب۔ ہمدرد۔ غمخوار۔

طَعَامٌ : عذاب میں سے جو کھانے کو لیا جاتا ہے اسے طعام کہتے ہیں۔

غِسْلِیْنٍ: قاموس میں ہے غسلین کپڑے کا دھون۔ اور جو کچھ اہلِ نار کے بدنوں سے پیپ وغیرہ بہے گی اور جہنم میں ایک قسم کا درخت ہے۔ امام نے کلبی کا قول نقل کیا ہے کہ عذاب دیئے جانے کے وقت اہلِ نار کے جسموں سے جو پیپ۔ خون اور غلیظ مادہ بہے گا وہ غِسْلِیْن ہے۔

اَلْخَاطِئُوْنَ: قصد اور ارادے سے گناہ کرنے والے۔ (امام وراغب)

تَنْزِیْلٌ: مصدر باب تفعیل کا بمعنی اسم مفعول مُنَزَّلٌ اُتارا ہوا۔

رَبِّ: ہر شے کا مالک اور حق دار۔ یا شے کا صاحب (قاموس)

راغب نے لکھا ہے کہ رَبٌّ مصدر ہے بمعنی تربیت کرنا۔ تربیت کہتے ہیں کمال کی حد تک آہستہ آہستہ پہنچانا۔ پھر یہ مصدر اسم فاعل کے لئے مستعار لیا گیا ہے۔ لہٰذا رَبٌّ بغیر کسی دوسرے لفظ کی پابندی کے، یا بغیر کسی شرط کے مطلقاً اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اَلْعٰلَمِیْنَ: جمع سالم عَالَمٌ کی وہ شے جس سے کوئی شے پہچانی جائے۔ راغب نے لکھا ہے کہ عَالَم اپنے پیدا کرنے والے اپنے صانع پر دلالت کرنے کا آلہ ہے۔ بعض کا قول ہے کہ مخلوق کی اصناف میں سے صنفِ ملائکہ جن، اور انسان مراد ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔

تَقَوَّلَ: قول سے باب تفعل ہے تَقَوَّلَ فعل ماضی غائب۔ اس کے معنی ہیں جھوٹ بنانا۔ معنی ہیں اور اگر بعض جھوٹی باتیں ہمارے ذمے لگاتا۔ یعنی جو بات ہم نے نہ کہی ہوتی وہ ہماری طرف نسبت کر کے بیان کرنا۔

اَلْوَتِیْنَ: دل میں ایک رگ ہے اسی سے خون جسم کی باقی رگوں میں جاری ہوتا ہے۔ (منجد) امام نے کہا ہے کہ دل میں ایک رگ جو سر سے ملی ہوئی ہے کٹ جائے تو حیوان مرجاتا ہے۔

حٰجِزِیْنَ: حَجْزٌ سے اسم فاعل جمع منصوب ما کی خبر ہو کر۔ اس کے معنی ہیں روکنا۔ ہٹانا منع کرنا۔ تم میں سے ہٹانے والے نہ ہوتے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ الْمَعَارِج۔ مَكِّيَّة۔ آیات ۴۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذِی الْمَعَارِجِ: جمع مَعْرج مَصْعَدْ بلند ہونے کی جگہ۔ امام نے مفسرین کے حوالے سے اس کی تین وجہیں لکھی ہیں۔

۱۔ ذی المعارج اے ذی السمٰوات۔ آسمان والا جن میں ملائکہ کے چڑھنے کی جگہیں ہیں۔

۲۔ فضیلتوں اور نعمتوں والا جن سے بندوں کے مدارج بلند کرتا ہے۔

۳۔ اُن درجات والا جو جنت میں اپنے اولیاء کو نصیب فرمائے گا۔

تَعْرُجُ: عُرُوج سے مضارع مونث غائب کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی ہیں بلندی کی طرف چڑھنا، اس کی طرف چڑھتے ہیں فرشتے اور روح۔

وَالرُّوْحُ: قاموس میں لکھا ہے کہ مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں یا ایک فرشتہ ہے جس کا چہرہ انسانوں کا سا ہے باقی جسم ملائکہ جیسا۔ راغب کا قول ہے کہ شریف تر فرشتے روح کہلاتے ہیں۔ امام نے لکھا ہے کہ یہاں روح کے معنی میں کئی قول ہیں۔

۱۔ وہ ایک فرشتہ ہے بہت بڑی عظمت والا۔

۲۔ ملائکہ کی ایک قسم ہے جس کو دوسرے فرشتے رمضان کی لیلۃ القدر کے سوا اور کسی وقت نہیں دیکھ سکتے۔

۳۔ ایک قسم کی مخلوق ہے نہ ملائکہ کی جنس سے، نہ انسان کی جنس سے وہ کھاتے پیتے اور لباس پہنتے ہیں۔

خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ: فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ ایک دن میں کہ اس کا مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ اس آیت کے ذیل میں علامہ الوسی اور امام نے تفصیل سے لکھا ہے لیکن ہم یہاں قاضی بیضاوی کی تحریر کو معمولی تفسیر کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

لکھتے ہیں اس آیت میں بطور مثال کے اور خیالی صورت کے ان معارج کی بلندی کا طولانی فاصلہ بیان فرمایا ہے جو ذی المعارج سے ظاہر ہوتا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ وہ معارج اس حیثیت سے ہیں کہ اگر ان کی بلندی کا طولانی فاصلہ طے کرنے کا اندازہ دنیاوی سالوں میں انسانی رفتار سے کیا جائے تو صرف وہاں تک ایک بار پہنچنے میں پچاس ہزار سال لگ جاتے ہیں، جس کو فرشتے اور روح ایک دن میں طے کرتے ہیں، ضعیف قول ہے یہ معنی بھی کیے ہیں کہ فرشتے اور روح اس کے عرش کی طرف چڑھتے ہیں جس کے فاصلے کا مقدار اگر بالفرض انسان طے کرے تو پچاس ہزار سال لگیں۔ مگر مذکورہ جنس

Marfat.com

کی جماعت کے افراد ایک دن میں طے کرلیتے ہیں۔ اور جس آیت میں ایک ہزار سال کا ذکر ہے وہاں مراد ہے کہ ملائکہ کا عروج زمین سے آسمان کی بالائی سطح تک ایک دن میں ہوتا ہے۔ انسانی رفتار سے ہزار سال لگیں، مذکورہ تاویلوں میں فِی کا تعلق تَعْرُجُ سے ہوگا اور اگر دَاقِع اسم فاعل کے ساتھ ہو تو پھر قیامت کے دن مراد ہوگا۔ اس کی درازی پچاس ہزار سال ہوگی۔

مُهْلِ: پگھلا ہوا تانبا۔ مراد ہے پانی پانی ہو جائے گا۔ جیسے کوئی پگھلی ہوئی دھات۔

عِهْنِ: مختلف رنگوں کی بھیڑوں کی اُون۔ پہاڑوں کے پتھر مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اس واسطے رنگین اُون سے تشبیہ فرمائی۔

حَمِيمٌ: قریب تر رشتہ دار۔

يُبَصَّرُونَ: تبصیر باب تفصیل سے مضارع مجہول جمع غائب وہ انہیں دکھائے جائیں گے۔ پھر بھی ان سے حالت نہ پوچھیں گے۔

يَفْتَدِي: فِدیٰ سے باب افتعال کا مضارع غائب۔ صراح میں ہے فدیہ اپنے سر کا معاوضہ بدلہ۔ اپنے سر کا بدلہ دے کر نجات لے۔

فَصِيلَةِ: اپنی قریبی برادری۔ قبائل کے ناموں کی تفصیل۔ سورت حجرات میں شُعُوبًا کے ذیل میں دیکھئے۔

تُؤْوِي: ایواءٌ سے مضارع واحد غائب ہے اپنے پاس جگہ دینا۔ ساتھ شامل کر لینا۔ وہ برادری جو اسے اپنے ساتھ سختی نرمی میں ملائے رکھتی ہے۔

يُنْجِيهِ: نجات سے باب افعال کا فعل مضارع غائب۔ پھر وہ فدیہ اُسے نجات دے۔

كَلَّا: ڈانٹ اور جھڑک کا حرف ہے کہ مجرم کو اپنے فدیے کی پسندیدگی کوئی معنی نہیں رکھتی۔

نَزَّاعَةً: نَزْعٌ بمعنی اکھیڑنا سے مبالغے کا صیغہ ہے۔ اکھیڑنے والی ہے۔ الگ الگ کر دینے والی ہے۔

لِلشَّوَى: دونوں ہاتھ۔ پاؤں اور باقی جسم کے اطراف یا شواۃ کی جمع بمعنی سر کی کھوپڑی اور اس کا چمڑا۔ نزع شوای کے معنی مقاتل نے کئے ہیں کہ ہاتھ پاؤں اور اطراف جسم پر گوشت پوست نہ رہنے دے گی۔ بعض کا قول ہے کہ سر کا چمڑا جلا کر دماغ کھائے گی۔

تَدْعُوا: دُعاء سے مضارع غائب مونث بلائے گی۔ کھینچے گی اور حاضر کرے گی۔

أَدْبَرَ: إِدْبَارٌ سے فعل ماضی۔ جس نے حق سے پیٹھ پھیری۔

تَوَلَّى: تَوَلِّی کے ایک معنی ہیں اعراض کرنا، اور ترک کرنا۔ جس نے اطاعت سے اعراض کیا اور ترک کیا۔

فَأَوْعَى: وَعْیٌ سے باب افعال، محفوظ کرنا یعنی جمع کیا اور محفوظ رکھا۔

هَلُوعًا: قاضی نے اس کے معنی لکھے ہیں بہت زیادہ حریص۔ قلیل الصبر۔ قاموس میں ہے جو تکلیف میں جزع فزع کرتا ہے اور مال میں بخل کرتا ہے اور اس کے جمع کرنے میں حرص کرتا ہے۔

جَزُوعًا: جَزَعٌ سے انسان کی حالت جو صبر کے اُلٹ ہوتی ہے۔ راغب نے لکھا ہے کہ جزع وہ غم ہے جو انسان کو اس

Marfat.com

کے شغل خاص سے روک دیتا ہے اور بند کرا دیتا ہے۔یعنی بہت گھبرا جانے والا۔

شَرُّ: ہر وہ شے جس سے ہر ایک بچتا ہے اور اعراض کرتا ہے۔

خَیْرٌ: ہر وہ شے جسے ہر ایک چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے۔اس سے مراد مال اور دولت بھی لی جاتی ہے۔یہاں یہی مراد ہے۔

مَنُوْعًا: مَنع سے مبالغہ کا وزن ہے تمام حقوق مالیہ کو روک رکھنے والا۔

اَلْمَحْرُوْمِ: حِرْمان سے اسم مفعول۔کچھ نہ دیا ہوا۔امام نے کہا ہے یہاں وہ شخص مراد ہے جو باوجود حاجت مندی کے اپنی طرف سے سوال نہیں کرتا۔اس واسطے لوگ بھی اسے عموماً خالی چھوڑتے ہیں۔

اَلدِّیْنِ: اس کے ایک معنی ہیں جزا سزا۔جزا سزا کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔

مُشْفِقُوْنَ: شفقت سے باب افعال اشفاق کا اسم فاعل جمع مذکر۔اشفاق کے معنی ہیں مہربانی کرتے ہوئے خوف بھی کھانا کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔یہاں مراد ہے خوف کھانا۔ڈرنا۔امام نے لکھا ہے خوف دو باتوں سے ہوتا ہے۔

۱۔ واجبات کے ترک کر رکھنے سے۔

۲۔ ممنوعات کے مرتکب ہونے سے۔

غَیْرُ مَاْمُوْنٍ: اَمْنٌ بمعنی بے خوف وخطر دلی اطمینان سے اسم مفعول۔جامع البیان میں اس کے معنی لکھے ہیں کہ عقل مند اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مطمئن اور بے فکر نہیں ہوتا۔

اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔کہیں خرچ نہیں کرتے سوائے اپنی بیویوں اور اپنی مقبوضہ لونڈیوں کے وہاں خرچ کرتے ہیں۔

مَلُوْمِیْنَ: لَوْم سے اسم مفعول جمع ملامت کیے ہوئے۔یعنی یہاں استعمال کرنے سے ان کو کوئی ملامت نہیں۔

اِبْتَغٰی: بَغْیٌ سے باب افتعال کا فعل ماضی اس کے معنی ہیں حق واجبی سے زیادہ چاہنا اور طلب کرنا اور جو جو کوئی اس سے زیادہ چاہے گا وہ سب حد سے تجاوز کرنے والے ہوں گے۔

ھُمُ الْعٰدُوْنَ: عُدْوَانٌ سے اسم فاعل اس کے معنی ہیں ظلم کرنا اور حد سے تجاوز کرنا وہ ہیں حد سے بڑھنے والے ظلم کرنے والے۔

رٰعُوْنَ: رَعْیٌ سے اسم فاعل جمع ہے اس کے معنی ہیں حفاظت کرنا اور انتظامی اصلاح کرنا۔یہاں حفاظت کرنا مراد ہے وہ اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت اور حفاظت کرتے ہیں۔

شَھٰدٰتِ: جمع شھادۃ۔راغب نے اس کے معنی کیے ہیں وہ قول اور کلام ظاہر کرنا جو بذریعہ بصر کے یا بذریعہ بصیرت کے مشاہدے سے درجہ یقین پر آیا ہوا ہو۔

قِبَلَکَ: راغب نے اور قاموس نے اس کے معنی عِنْدَ کے لکھے ہیں یعنی تیرے پاس۔

مُھْطِعِیْنَ: ھَطْعٌ سے باب افعال اِھْطَاعٌ کا اسم فاعل جمع ہے ھَطْعٌ کے معنی ہیں کسی شے سے نظر نہ اٹھانا۔اھطاع کے

Marfat.com

معنی ہیں گردن دراز کر کے تیز دوڑنا۔ معنی ہیں کیا ہے کفار کو کہ تیری طرف گردن اٹھائے دوڑے آتے ہیں۔

عِزِیْنَ: جمع عِزَۃ مختلف لوگوں کی جماعت، ایسی کئی جماعتیں بن بن کر چلے آتے ہیں۔ کعبہ مکرمہ میں جب آپ نماز پڑھتے تو مشرکین کثرت سے جمع ہو جاتے اور قرأت سُن کر استہزا کرتے وہ مراد ہیں۔

مَسْبُوْقِیْنَ: سبق سبقۃ سے اسم مفعول آگے بڑھ جانا۔ مسبوقین کے معنی ہیں پیچھے رہے ہوئے۔ مغلوب ہو چکے ہوئے۔ بھاگنے، دوڑنے اور کسی کو پکڑنے میں جب کوئی پیچھے رہ جائے اور نہ پکڑ سکے تو وہ مسبوق اور مغلوب کہلاتے ہیں۔ یعنی ہم ان کو پکڑ لینے سے مغلوب نہیں ہیں۔

ذَرْھُمْ: اسم فعل بمعنی اُترُکْ چھوڑ۔ یعنی پرواہ نہ کرتا ہوا ان کو چھوڑے رکھ۔

یَخُوْضُوْا: خوض سے فعل مضارع جمع غائب اس کے معنی ہیں پانی میں داخل ہو کر چلنا شروع کرنا پھر مراد لیتے ہیں کوئی کام شروع کرنا۔ قرآن مجید میں اس سے کسی قابل مذمت کام میں لگے رہنا سے مراد ہوتی ہے۔

یَلْعَبُوْا: لعب سے مضارع جمع غائب ہے کسی صحیح مقصد کو پیش نظر نہ رکھتے ہوئے کوئی کام کرنا عربی میں لعب کہلاتا ہے۔ یعنی یہ قابلِ مذمت کاموں اور بے ہودہ بے فائدہ کاموں میں لگے رہیں انہیں لگے رہنے دے۔

اَجْدَاثِ: جمع جدث۔ قبر۔ موت کے بعد کا مقام یا حالت خواہ کوئی ہو۔

سِرَاعًا: جمع سریع بمعنی مُسْرِعُ جلدی کرتے ہوئے۔

نُصُبِ: مشرکین کی گاڑی ہوئی۔ پوجا کی ہوئی شے کو نصب کہتے ہیں۔ لکھا ہے یہ واحد ہے، بعض کے نزدیک نصاب کی جمع اور انصاب جمع الجمع ہے۔

یُوْفِضُوْنَ: وَفْضٌ سے باب افعال ایفاض کا مضارع جمع غائب بمعنی بہت تیزی سے، اور بھاگے بھاگے جانا۔ معنی: گویا کہ وہ اپنی پوجا گاہوں کی طرف بھاگے چلے جاتے ہیں۔

خَاشِعَۃً: خشوع سے اسم فاعل مونث جھکی ہوئی ہوں گی اُن کی آنکھیں۔ سورۂ حشر میں دیکھئے۔

تَرْھَقُ: رھق مصدر سے مضارع غائب مونث بطورِ غلبہ چھاجانا۔ بلا ارادہ ایک گونہ جبر سے اُن پر ذلت چھاجائے گی۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَۃُ نُوحٍ۔ مَکِّیَّۃ۔ آیات ۲۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نُوۡحٌ : یہ اسم غیرعربی ہے۔آپ علیہ السلام ابن لمک بن متوسلخ بن ادریس علیہ السلام تھے۔

وَاتَّقُوۡہُ: تقوی سے باب افتعال کا امر حاضر جمع۔تقوی کے معنی ہیں خوفناک امور سے نفس کو بچائے رکھنا۔تقوی کی ت واؤ سے بدلی ہوئی ہے۔ یہ لفظ لغیف مفروق ہے۔وقایہ کے معنی ہیں کسی شے کو ایذادہ اور ضرر دہ چیزوں سے بچانا۔شرع میں تقوی سے مراد لی جاتی ہے کہ نفس کو ان تمام افعال اور اعمال سے بچائے رکھنا جن سے انسان گنہگار ہوتا ہے۔یہ مقام ممنوعات کے ترک کرنے سے بلکہ بعض مباحات کے چھوڑ رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اَجَلٍ: اس کے معنی راغب نے لکھے ہیں کہ کسی شے کے قائم اور موجود رہنے کی مدت کو کہتے ہیں۔

وَاسۡتَغۡشَوۡا : غِشَاوَۃٌ سے باب استفعال کا فعل ماضی جمع غائب۔وہ شے جس سے دوسری شے ڈھانپی جائے غشاوۃ کہلاتی ہے۔انہوں نے اپنے کپڑوں سے غشاوۃ بنایا۔اپنے آپ کو ڈھانپ لیا تاکہ آپ ان کو پہچان نہ لیں جب یہ شرارت کریں، یا گستاخی کریں۔

وَاسۡتَکۡبَرُوۡا : کِبۡر سے باب استفعال اِسۡتِکۡبَار کا فعل ماضی جمع غائب۔استکبار کے معنی لکھے ہیں بغیر استحقاق کے بڑائی چاہنا اور ظاہر کرنا اور انہوں نے بڑائی ظاہر چاہنا اور ظاہر کرنا اور انہوں نے بڑائی ظاہر کی۔اللہ کی ذات پاک کے سوا بڑائی کا استحقاق کسی کو نہیں۔

جِھَارًا : مثل جَھۡرٌ کی جِھَارٌ بھی مصدر ہے اس کے معنی ہیں بلند آواز سے بلانا۔بات کرنا۔باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔

اَلسَّمَآءَ: اس کے چند معنی ہیں۔آسمان۔بادل۔بارش۔یہاں بارش کے معنوں میں ہے۔

مِدۡرَارًا: کثیر برسنے والا۔بارش بہت کثیر اور اَلسَّمَآء کے معنی بادل لیں تو مراد ہے بہت برسنے والا بادل۔

یُمۡدِدۡکُمۡ : امداد مصدر سے فعل مضارع غائب ہے۔قاموس میں اس کے ایک معنی عطا کرنا لکھے ہیں یہاں یہی مراد ہیں۔عطا کرے گا تم کو۔

لَاتَرۡجُوۡنَ: رَجَا سے منفی فعل مضارع جمع مخاطب ہے۔رجا کے معنی ہیں امید رکھنا تم امید نہیں رکھتے۔

وَقَارًا : راغب نے اس کے معنی سکون اور حلم لکھے ہیں۔امام نے عظمت اور بزرگی لکھے ہیں۔کشاف میں توقیر اور تعظیم لکھے ہیں۔معنی اس طرح لکھے ہیں۔کیا ہے تم کو کہ تم ایسی حالت پر نہیں آتے جس میں تم بروز قیامت اللہ سے بڑائی اور

Marfat.com

عظمت حاصل ہونے کی امید رکھ سکو۔

اَطْوَارًا : جمع طور بمعنی حالت۔ یعنی کئی حالتوں میں ادل بدل کر۔ تارۃ بعد تارۃ۔ یعنی پیدا کیا تم کو ایسے ایسے حالات میں بدل بدل کر۔

طِبَاقًا : سورۃ ملک میں دیکھیں۔

بِسَاطًا: بچھا ہوا فرش۔ یہاں مراد ہے کھلی اور وسیع زمین۔

سُبُلًا: جمع سَبِیْل بآسانی طے ہو جانے والا راستہ۔

فِجَاجًا: فَجّ کی جمع ایک وسیع اور فراخ رستہ۔

خَسَارًا: اصل سرمایہ میں نقصان ہونے کو کہتے ہیں۔ یہ مصدر ہے۔

كُبَّارًا : مبالغہ کا صیغہ ہے کبیر سے کُبَارٌ۔ کُبَّارٌ مبالغہ بہت بڑا۔

مَكْرًا :مَكْرٌ کے معنی ہیں کسی کو اُس کے مقصد اور مطلب سے حیلہ کر کے ہٹا دینا۔ یعنی انہوں نے مسلمان ہونے والوں کو بڑے بڑے حیلے کر کے روک دیا ہے۔

لَا تَذَرُنَّ : وَذْرٌ سے فعل نہی حاضر موکد بہ نون ثقیلہ۔ اس کے معنی ہیں کسی شے کو پرواہ نہ کرتے ہوئے چھوڑ دینا۔ ان رؤساء نے عوام کو کہا ہے کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا۔ لکھا ہے کہ اس مصدر سے فعل ماضی نہیں آتا۔

دَيَّارًا : قاموس میں لکھا ہے دَارِیٌّ۔ دَيَّارٌ دُوْرِسِیٌّ۔ دَیُّوْرٌ۔ ان سب کے معنی ہیں اَحَدٌ ایک۔ یعنی زمین پر ایک بھی کافر نہ چھوڑ۔ مفسرین نے لکھا ہے گھر میں رہنے والا۔ یعنی کوئی بسنے والا۔

فِیْ بَیْتِیَ : جو میرے بیت (گھر) میں داخل ہوا سے بھی بخش دے۔ بیت سے اپنا مکان مراد رکھا ہے۔ یا کشتی۔ جمہور کے نزدیک اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسجد مراد ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی شریعت مراد لی ہے۔

تَبَارًا : ہلاکت۔ تباہی۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورَةُ الْجِنِّ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُوْحِيَ: وَحْيٌ سے فعل ماضی مجہول۔ قاموس میں وحی کے معنی لکھے ہیں اشارہ کر دینا۔ پیغام دینا الہام کرنا۔ مخفی کلام کرنا، تو کہہ مجھ پر وحی کی گئی ہے۔

اِسْتَمَعَ: سَمْع سے باب اِسْتِمَاع استفعال کا فعل ماضی ہے اس کے معنی ہیں سننے کے لئے کان لگانا۔

نَفَرٌ: تین سے دس تک کی جماعت کو عربی میں نفر کہتے ہیں۔

اَلرُّشْدِ: معاملاتِ دُنیوی واُخروی میں نہایت صحت اور درستگی سے عمل درآمد کرنا۔ بعض نے حق اور صواب مراد لی ہے۔ بعض نے توحید اور ایمان۔ ایک لفظ ہے رَشَدٌ اس کے معنی ہیں اُخروی امور میں درستی سے عمل درآمد کرنا۔

لَنْ نُّشْرِكَ: شِرْک سے فعل مضارع نفی مستقبل بہ لن متکلم ہے۔ شرک وشرکت کے معنی ہیں ایک شے میں دو یا زیادہ کا ملکیت میں حصے دار ہونا۔ پھر دین میں شرک دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک شرکِ عظیم، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بتائے۔ دوم شرک صغیر۔ وہ اس طرح کہ کوئی شرعی حکم بجالاتا ہوا یا کسی منہی عنہٗ امر سے رُکتا ہوا غیر اللہ کا خیال رکھ لے۔ جسے ریا یا نفاق کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک سے محفوظ رکھے۔ ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔

جَدُّ: راغب نے اس کے معنی فیض الٰہی کے کئے ہیں۔ بعض کی عظمت اور بڑائی بہت بالاتر ہے یا ہمارے رب کے فیوض بہت کثیر ہیں۔

سَفِيْهُ: خسیس النفس۔ کوتہ عقل۔

شَطَطًا: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں قدرِ محدود سے تجاوز کر جانا اور حق سے بعید اور دور کی بات کہنا۔

اِنْسٌ: انسان۔ اس کی جمع اَنَاسِيٌّ ہے۔

يَعُوْذُوْنَ: عَوْذٌ سے مضارع جمع غائب۔ صراح میں ہے۔ عَوْذٌ۔ عِيَاذٌ مَعَاذٌ پناہ لینا۔ بچاؤ کا ذریعہ بنانا۔ انسان جنات سے پناہ لیتے تھے۔

رَهَقًا: مصدر ہے باب اس کا عَلِمَ کی طرح آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں ظلم کرنا۔ جرائم کرنا۔ یعنی انسانوں کے اس فعل نے جنات کو زیادہ سرکش شریر۔ جرائم پیشہ اور ظالم بنا دیا۔

مُلِئَتْ: مَلَاءٌ بمعنی پُر کرنا بھر دینا سے فعل غائب مونث ماضی مجہول۔ بھرے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

حَرَسًا : جمع حارس کی حراست سے اسم فاعل کسی مکان یا شے کی نگرانی کرنے والا۔ بہت سے پہرے دار۔

شُهُبًا : جمع شِہَابٌ اٹھتا ہوا۔ جلتی ہوئی آگ کا شعلہ۔

مَقَاعِدَ : جمع مَقْعَدٌ قعود سے اسم ظرف بیٹھنے کی جگہ۔ آسمانوں کے نیچے جنات کو بیٹھنے کی جگہیں معلوم ہوں گی۔ وہاں بیٹھنا چاہا۔ چونکہ نزولِ قرآن مجید کا وقت شروع ہو چکا تھا۔ پہرے کا سخت انتظام تھا اس واسطے یہ بات کہی۔ پیشتر کچھ چوری چھپے سُن لیتے ہوں گے۔

رَصَدًا : امام نے اس کو جمع رَاصِد کی لکھا ہے محافظ۔ اس جملے کے تین توجیہہ سے معنی کئے ہیں۔ اول بقول مقاتل۔ یہ جنات کا قول ہے کہ پیشتر ازیں ہم ملائکہ کی کوئی بات سُن لیتے تھے۔ اب جب سننے کے ارادے سے اوپر جاتے ہیں تو شہاب (آگ کے انگارے) ہم پر پھینکے جاتے ہیں اور محافظ فرشتوں سے نگرانی ہے۔ دوم۔ شہابا کی صفت بنا کر۔ یعنی نگرانی اور حفاظت کے شہابوں سے آسمان پر دیکھتے ہیں۔ سوم۔ اس صورت میں شہاب راصد ہے۔ گویا شہاب کے ذریعے جنات سے حفاظت کی گئی ہے۔

قاضی نے ایک معنی ذوی شہاب راصدین کے الفاظ سے کئے ہیں۔ گویا حَرَسًا کی صفت بنایا یعنی وہ حراست کرنے والے ملائکہ شہاب رکھنے والے حفاظت کرنیوالے ہیں۔

طَرَآئِقَ : جمع طَرِيْقٌ۔ قاموس میں اس کے ایک معنی لکھے ہیں قوم کا باعزت اور افضل شخص طریق کی جمع آتی ہے طُرُق۔ کبھی طَرَائِق بھی آتی ہے۔ جیسے یہاں ہے۔ یہ طریق کی جمع ہے نہ طریقہ کی۔ بقول صاحب قاموس قاضی نے لکھا ہے ذوی طرائق یعنی مختلف مذاہب اور جدا جدا عقاید رکھنے والے تھے۔

قِدَدًا : قِدَدًا جمع قِدَّةٌ مختلف خیال رکھنے والے لوگوں کی جماعت۔ جنات کا قول ہے، کہ ہم میں مختلف خیالات اور عقاید کی جماعتیں تھیں۔

بَخْسًا : بطریق ظلم کوئی شے گھٹا دینا۔

رَهَقًا : جبراً بلا ارادہ ذلت آپڑنا۔ یعنی اپنے رب پر ایمان رکھنے والا شخص نہ کمی ثواب سے خوف رکھے گا نہ ذلت آنے سے۔

اَلْقٰسِطُوْنَ : قَسْطٌ و قُسُوْط سے اسم فاعل جمع مذکر۔ ظلم کرنے والے۔ باب مثل ضَرَبَ کی راغب نے کہا ہے کہ قِسْط کے ایک معنی ظلم کرنا ہے۔ یہ اسم فاعل اسی معنی میں ہے۔ اِقْسَاطٌ باب افعال ہو کر انصاف کرنا کے معنی دیتا ہے۔ قُسِطُوْنَ انصاف کرنے والے۔

تَحَرَّوْا : تَحَرِّیْ باب تفعل سے فعل ماضی جمع غائب۔ امام نے اس کے معنی قصد کرنا لکھے ہیں یعنی جو جو اسلام لایا۔ اُس نے قصد کیا سبیل حق کا۔

حَطَبًا : جلانے کی لکڑی۔ ایندھن۔

Marfat.com

اِسْتَقَامُوْا: استقامتہ باب استفعال سے فعل ماضی جمع غائب۔ راغب نے لکھا ہے کہ انسان کی استقامت یہ ہے کہ طریق مستقیم کو لازمی طور پر پکڑے رکھے۔

غَدَقًا: بہت کثیر پانی۔

یَسْلُکْهُ: سلک و سلوک سے مضارع غائب اس کے معنی ہیں رستے میں داخل ہونا۔ مراد چلنا یہاں معنی ہیں داخل کرے گا اس کو۔

صَعَدًا: بقول قاضی مصدر ہے بمعنی شاق جو عذاب والے پر غالب آ جائے گا۔ اور اس کے اوپر چڑھ جائے گا۔

مَسٰجِدَ: جمع مَسْجِد اہل اسلام کی خاص عبادت گاہ۔ ایک قول ہے کہ سجدے میں زمین پر لگنے والے اعضاء اور وہ سات ہیں پیشانی۔ دونوں ہتھیلیاں۔ دونوں گھٹنے۔ دونوں پاؤں کے سرے۔ ناک پیشانی میں شامل ہے۔

لِبَدًا: جمع لِبْدَةٌ اکٹھے۔ ایک دوسرے کے اوپر گرنے والے۔ ایسا کثیر مجمع جنات کا تھا یا مشرکین مکہ کا جو قرآن مجید پر شور کرتے تھے۔

مُلْتَحَدًا: مصدر یا اسم ظرف۔ پناہ یا جائے پناہ اس کے سوا میں کوئی جائے پناہ نہیں پاؤں گا۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ: بلغًا باب تفعیل کی مصدر ہے یعنی تبلیغ۔ پھر اس استثناء میں امام نے چند وجوہ بیان کئے ہیں۔ اول۔ یہ استثناء لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ سے ہے یعنی میں ضرر اور رشد کا مالک نہیں ہوں سوائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغامات پہنچا دینے کے۔ دوم۔ اس کی نصب بوجہ مُلْتَحَدًا کا بدل ہونے کے ہے۔ یہ قول زجاج کا ہے۔ یعنی میرے لئے تبلیغ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔ سوم۔ یہ اصل میں اِنْ لَّا تھا یعنی اگر میری طرف سے تبلیغ رسالاتِ رب پاک نہ ہوئی تو کوئی پناہ نہیں۔

اَمَدًا: بقول راغب نامعلوم حد کی مدت کو اَمَد کہتے ہیں۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ: (الایۃ) یہاں اس آیت کے ذیل میں کسی فرقے اور کسی جماعت کا رد مقصود نہیں بلکہ جس طرح سابق میں بعض بعض آیاتِ کریمہ کے ذیل میں مفسرین کے اقوال نقل کرتے آئے ہیں یہاں بھی چند قول نام بنام نقل کر دیتے ہیں جو جو تغیر کسی مقام پر واقع ہوا ہے صرف بغرض تفہیم ہوا ہے کہ مطلب سمجھ میں آ جائے۔

اَلْغَیْبُ: راغب نے مفردات میں لکھا ہے غَیْب مصدر ہے بمعنی اسم فاعل۔ یعنی ہر وہ شے جو انسان کے حواس سے باہر ہو۔ یا جو کچھ انسان کے علم سے باہر ہو یہ شے غیب میں ہے یا غائب ہے۔ یہ باعتبار انسان کے ہے۔ ورنہ کوئی شے اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر وہ شے جو بندوں کے مشاہدے میں آ رہی ہے اور جو نہیں آ رہی دونوں کو جانتا ہے۔

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا: اظہار باب افعال کا مضارع منفی غائب ہے جس کے معنی ہیں مطلع کرنا۔ خبر دینا۔ بتانا۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ: رَضَا رِضْوان سے باب افتعال ارتضاء کا فعل ماضی غائب ہے۔ صراح میں اس کے معنی پسند کرنا لکھے ہیں معنی ہیں میرا رب عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اس کے جس کو پسند فرما

Marfat.com

لیا رسولوں سے۔

امام نے اس آیت کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسند فرمائے ہوئے بندے کے سوا جو رسول ہو کسی کو اپنے غیب پر مطلع نہیں فرماتا۔ صاحبِ کشاف نے لکھا ہے کہ اس آیت میں کرامات کا ابطال ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جن کی طرف کرامات منسوب کرتے ہیں وہ اگرچہ اولیاء اور پسند فرمائے ہوئے ہوتے ہیں تو بھی رسول نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدگان میں سے رسولوں اور پیغمبروں کو غیب پر اطلاع فرمانے کے لئے خاص فرمایا ہے اور نیز اس آیت میں رد ہے کاہنوں کا، نجومیوں اور ساحروں کا، کیونکہ یہ لوگ خداوند پاک کے پسندیدہ ہونے سے بہت بعید ہیں اور اس کے غضب میں زیادہ داخل ہیں۔

واحدی کا قول ہے کہ جو شخص دعویٰ کرے کہ بذریعہ نجوم کے اس کو کسی کی موت اور حیات کا پتہ چل جاتا ہے تو وہ قرآن مجید کی رو سے کافر ہو جاتا ہے۔ امام بطور اعتراض کے کہتا ہے کہ واحدی کرامات کا قائل ہے کہ کبھی اولیاء کو بذریعہ الہام آئندہ کے کسی امر کی اطلاع دی جاتی ہے۔ آیت میں دونوں باتیں یکساں ہیں، اگر احکامِ نجوم کے منع پر دلالت کرتی ہے تو کرامات کے منع کرنے پر بھی اس کی دلالت تسلیم کرے مثل صاحب کشاف کی۔ اگر اس کے معنی پر دال نہیں تو کہانت۔ سحر اور تنجیم کے منع پر بھی دال نہ مانے۔ کیونکہ دونوں مساوی باتوں میں سے ایک پر دلالت کنندہ ماننا، ایک پر نہ ماننا تحکم ہے، امام کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک آیت کریمہ نہ صاحب کشاف کے قول پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے کراماتِ اولیاء اللہ کا ابطال سمجھا جائے۔ نہ واحدی کے قول پر دلالت کرتی ہے کہ کاہنوں اور نجومیوں کا رد اس سے سمجھا جائے بلکہ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے صرف ایک غیب یعنی وقت وقوع قیامت پر کسی کو مطلع نہ فرمانے پر اور اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ مستثنیٰ منقطع ہے۔ لہٰذا اِلَّا کے معنی ہیں لکِنْ اور اس کا تعلق فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا سے ہے معنی یہ ہیں پس نہیں اطلاع فرماتے اپنے (اُس خاص وقتِ وقوع قیامت کے) غیب پر کسی کو۔ لیکن رسالت کے واسطے پسند کر لئے ہوئے کے آگے پیچھے فرشتے محافظ کر دیتا ہے جو اس کو محفوظ رکھتے ہیں جن شیاطین کے وسوسوں سے اور اُن کے خلط ملط کرنے سے اور انسانی شیاطین کے ضرر اور ان کی ایذا سے تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات (مِن وعَن لوگوں تک) پہنچا دیئے ہیں۔

یَسْلُکُ: سلوک سے فعل مضارع غائب یعنی اس کے ساتھ آگے پیچھے چلاتا ہے۔

رَصَدًا: جمع رَاصِد۔ نگہبان۔ محافظ۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْمُزَّمِّلُ: اصل میں مُتَزَمِّلُ مصدر تزمّل باب تفعل کا اسم فاعل ہے۔ بقاعدہ ادغام ت کو ز بنا کر ز میں ادغام کیا۔ صراح میں تزمّل کے معنی کپڑے میں لپیٹنا لکھے ہیں۔ معنی ہیں، اے اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹنے والے۔ مراد رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

وَرَتِّلْ: تــرتیل مصدر سے فعل امر حاضر باب تفعیل۔ ترتیل کے معنی راغب نے لکھے ہیں ہر کلمہ کو منہ سے نہایت سہولت اور استواری سے نکالنا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ایک روایت میں ہے۔ آیت آیت پر رکنا۔

سَنُلْقِي: اِلْقَاء مصدر باب افعال سے فعل مضارع متکلم ہے عنقریب ہم ڈالیں گے یعنی اتاریں گے تیری طرف ایک بہت وزن دار کلام بلحاظ اپنی اخبار کے اور بلحاظ اپنے انجام اور نتائج کے۔

نَاشِئَةَ اللَّيْلِ: بقول امام نَاشِئَه کے دو معنی ہیں۔ اوّل۔ رات کی گھڑیاں اور دیگر اوقات۔ دوم۔ وہ امور، حالات اور واقعات جو رات میں واقع ہوتے ہیں اور ظاہر ہوتے ہیں۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ رات کی گھڑیاں اور اس کے اوقات ہیں جو متواتر پے در پے پیدا ہوتے چلے آتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ نَاشِئَه خود وہ نفس ہے یعنی وہ شخص ہے جو رات کو عبادت کے لئے اپنے بسترِ خواب سے اٹھتا ہے یعنی رات کو نماز تہجد کے لئے اٹھ کھڑا ہونے والا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد نیند کے بعد رات کو اٹھنا مراد ہے۔ ابن عربی کا قول بھی یہی ہے۔

وَطْأً: صراح میں اس قرأت کے حوالے سے معنی قیامًا کئے گئے ہیں یعنی نماز کے لئے رات کا قیام بہت سخت اور مشکل ہے۔

وَاَقْوَمُ قِيْلًا: بہت قوی اور بہت مضبوط کلام اور قول کے رو سے ہے۔

سَبْحًا: صراح میں ہے اپنی معاش میں مصروف ہونا۔ فراغت بھی اس کے معنی ہیں۔ امام نے مبرد کا قول لکھا ہے کہ سَبْحًا اپنے ضروری کاروبار میں لگنا۔ زجاج کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں اگر رات کی نیند اور راحت سے نماز تہجد کے سبب کچھ نہ مل سکے یعنی فرق آ جائے تو تجھ کو دن میں فراغت حاصل ہوتی ہے اس میں راحت اور نیند حاصل کر لے۔ جامع البیان میں سَبْحًا کے معنی لکھے ہیں کہ نیند کرنے اور حوائج ضروریہ کے سرانجام دینے کی فرصت اور گنجائش ہونا۔ یعنی دن میں تیرے لئے نیند کر لینے اور ضروریات میں مصروف رہنے کی وسیع گنجائش ہے۔

وَتَبَتَّلْ: راغب نے تَبَتَّلْ سے مراد لی ہے کہ عبادت میں اور خلوص نیت میں جو اللہ تعالیٰ سے مختص ہے پورا لگ جا۔ قاموس میں ہے تَبَتَّلْ باب تفعل منقطع ہو جانا۔ علیحدہ ہو جانا۔ بہت کثیر دنیا سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جا۔

Marfat.com

وَكِيْلًا: راغب نے کہا ہے کہ وکیل بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے۔ موکول وکیل بنایا ہوا۔ اس پر کفایت رکھ یعنی ہر امر میں اس کو کفایت کرنے والا جان۔

وَاهْجُرْ: هجر اور هجران سے فعل امر باب مثل نصر کسی سے الگ ہو جانا ترک کر دینا جسم سے زبان سے یا دل سے۔

جَمِيْلًا: اس کے معنی ابن کثیر نے کئے ہیں، کہ بغیر ان پر عتاب کرنے کے ان کو چھوڑ رکھ۔ مدارک میں ہے دلی طور پر ان سے الگ رہ اور ترک مکافات اور حسن مخالفت کے ساتھ ان سے مخالف رہ۔ بعض نے کہا ہے هجرِ جمیل یہ ہے کہ دلی طور پر ان سے الگ رہ اور خوش مزاجی کے ساتھ افعال میں مخالف رہ۔

وَاصْبِرْ: صبر مصدر سے صیغہ امر حاضر راغب نے اس کے ایک معنی لکھے ہیں نفس کو ایسے امور پر پابند کر رکھنا جو از روئے عقل اور شرع کے لازمی اور ضروری ہوں۔

ذَرْنِيْ: وَذْرٌ مصدر سے امر حاضر ہے۔ قاموس میں ہے ذَرْهُ دَعْهُ چھوڑ دے اس کو یہ باب سَمِعَ يَسْمَعُ کی مثل ہے۔ لیکن اس کا فعل ماضی، مصدر اور اسم فاعل عرب اپنی گفتگو میں استعمال نہیں کرتے۔

اَلنَّعْمَةِ: تَنَعُّمٌ سے بمعنی بہت خوش حال نَعْمَةٌ اس کے لئے اسم ہے خوش حالی اور فارغ البالی۔

لَدَيْنَا: لَدَىٰ کے معنی پاس۔ نزدیک، بالکل ہاتھ میں۔ یعنی ہمارے ہاتھ میں۔

اَنْكَالًا: جمع نِكْلٌ۔ بیڑی آگ کی، یا سخت تر جو مجرموں کو ڈالی جاتی ہے۔

جَحِيْمًا: جحمٌ سے بہت جوش مارنے والی ایک دوسری کے اوپر تہہ بہ تہہ چڑھی ہوئی آگ۔

طَعَامًا: کھانے کی تیار شدہ غذا کو طعام کہتے ہیں۔ یہاں دوزخیوں کی غذا مراد ہے۔

ذَاغُصَّةٍ: جو شے حلق میں اٹک جائے اور اچھو آ جائے۔ یعنی حلق میں اٹک کر اچھو کر دینے والا کھانا۔

تَرْجُفُ: رَجْفاً و رجوفاً سے فعل مضارع مونث۔ اس کے معنی ہیں ہلنا جس دن کہ زمین اور پہاڑ سخت ہلیں گے۔

كَثِيْبًا: بالو ریت کا ٹیلہ۔

مَهِيْلًا: هَيْل سے اسم مفعول ہے بمعنی بہنا۔ ایک طرف سے دوسری طرف ادھر سے اُدھر، اُدھر سے اِدھر ہو جانے والی۔

عَصٰى: عصیان سے بمعنی اطاعت سے نکل جانا۔ اطاعت نہ کرنا۔ فعل ماضی غائب۔ راغب نے لکھا ہے اصل اس کی عصا سے ماخوذ ہے یعنی اپنی لاٹھی کے زور سے اطاعت میں نہ آنا۔ بعد میں عام نافرمانی پر استعمال ہونے لگا۔

اَخْذًا وَّبِيْلًا: راغب نے لکھا ہے جس کے وبال سے خوف کیا جائے اور وبال کے معنی ہیں ضرر۔ مراد ہے سخت گرفت کی۔

وِلْدَانَ: جمع ولید بمعنی نوعمر بچہ۔

شِيْبًا: جمع اَشْيَبُ کی صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں۔ بوجہ پیری کے سر کے بال سفید رکھنے والا۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورَةُ الْمُدَّثِّرِ۔ مَكِّيَّة۔ آیات ۵۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْمُدَّثِّرُ : اصل میں تھامُتَدَثِّرُ۔ ت کو دال بنا کر ادغام کیا۔ یہ تدثر سے اسم فاعل ہے تدثر کے معنی ہیں سونے کے ارادے یا جسم گرم کرنے کے ارادے سے دثار گرم کپڑا اوڑھ کر لیٹنا۔ اے کپڑا اوڑھ کر لیٹنے والے اُٹھ۔ اس خطاب کی امام نے دو وجہ لکھی ہیں۔

اول۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کوہ حرا پر تھا مجھے آواز دی گئی یا مُحمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک تو اللہ کا رسول ہے۔ میں نے اپنے دائیں بائیں نظر کی کچھ نہ دیکھا۔ پھر میں نے اپنے اوپر دیکھا تو فرشتہ جو زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھا تھا۔ میں ڈر گیا، اور (حضرت) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف واپس آیا اور کہا مجھ پر کپڑا ڈالو اور ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دو۔ اس پر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور یہ کلمات پڑھے پڑھائے۔

وجہ دوم۔ ایک روز ابو جہل، ابولہب، ابوسفیان، ولید بن مغیرہ، نظر بن حارث، امیہ بن خلف، عاص بن وائل جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہا کہ ایام حج میں لوگ ہم سے پوچھتے ہیں لہٰذا کوئی کہے کہ شاعر ہے، کوئی کہے کاہن ہے کوئی کہے مجنوں ہے۔ کوئی کہے ساحر ہے۔ ولید نے ساحر کے سوا باقی باتوں کا رد کر دیا۔ تجویز ہوئی کہ ساحر کہا جائے۔ آپؐ نے سنا تو غم کیا۔ کپڑا لے کر دراز ہو گئے۔ تب حضرت جبرئیل تشریف لائے اور یہ آیتیں تلاوت کیں۔

قُمْ: قیام سے فعل امر۔

اَنْذِرْ: انذار سے فعل امر بمعنی ڈرانا۔ ایمان نہ لانے کی صورت میں اللہ کا عذاب سنانا۔

كَبِّرْ: تکبیر پڑھ۔ اللہ اکبر کہہ۔

ثِيَابَ: جمع ثوب بمعنی کپڑا۔

طَهِّرْ: تَطْهِير سے امر حاضر۔ اپنے کپڑے پاک کر۔

اَلرُّجْزَ: بتوں کی پرستش۔ گناہ کی بات غلاظت اور پلیدی۔ معنی ان سب باتوں کو ترک کر دے۔

اُهْجُرْ: هَجرٌ۔ هجران سے فعل امر ترک کرنا۔ ترک کر دے۔

لَا تَمْنُنْ: مَنٌّ مصدر سے فعل نہی حاضر۔ مَنٌّ کے معنی ہیں نعمت دینا۔ احسان کرنا۔

تَسْتَكْثِرُ: کثرت سے۔ باب استفعال کا فعل مضارع حاضر ہے۔ اس کے معنی قاضی نے لکھے ہیں کسی کو اس ارادے

Marfat.com

سے کچھ نہ دے کہ عوض میں وہ تجھ کو زیادہ دے۔ یا یہ معنی ہیں کہ اپنی عبادت کو کثیر سمجھ کر اس کا اللہ پر احسان نہ رکھ یا یہ مراد ہے کہ اپنی تبلیغ کا بندوں پر احسان نہ رکھ اور اُن سے اجرِ کثیر کا طالب نہ ہو۔ یا اپنی تبلیغ کے کثیر ہونے کا ظن نہ کر۔

نُقِرَ: نَقْرٌ سے ماضی مجہول ہے اس کے معنی ہیں آواز نکالنے کے لئے ایک چیز پر کچھ مارنا۔

نَاقُوْرِ: صور۔ بوق۔ یعنی جس دن صور بجایا جائے گا۔

عَسِیْرٌ: تنگی والا۔ مشکلات والا۔ یعنی وہ دن کفار کے لئے بہت مشکلات اور مصائب کا ہوگا۔

وَحِیْدًا: اکیلا۔ ایک ذات۔ قاضی نے اس سے چند مطلب لئے ہیں۔

۱۔ خَلَقْتُ کی تِ ضمیر کا حال ہے۔ صرف ایک اکیلے میں پیدا کیا۔

۲۔ ذَرْنِیْ کی یا متکلم سے حال ہے یعنی صرف مجھ اکیلے کو اس کے لئے چھوڑ دے۔ میں اکیلا تجھے کافی ہوں۔ یا ضمیر محذوف کا حال ہے۔ یعنی پیدا کیا ہے میں نے اس کو ایک جان۔ نہ اس کے ساتھ مال تھا، نہ کوئی اور سامان۔

مَمْدُوْدًا: مَدٌّ سے اسم مفعول ہے۔ یعنی بہت پھیلا ہوا۔ وسیع۔

بَنِیْنَ: جمع ابن۔ حالتِ نصبی میں ہے جَعَلْتُ کا مفعول بہ ہونے کے سبب۔

شُهُوْدًا: جمع شَاهِدٌ۔ یہاں بمعنی حاضر ہے یعنی اپنے باپ کے ساتھ مجلس اور محفل میں موجود بوجہ کثرت مال و اسباب کے نہ سفر کی ضرورت اور بوجہ کثیر خادموں کے نہ خود اپنے ہاتھوں کام کرنے کی حاجت کہ باپ سے اوجھل ہوں۔

مَهَّدْتُّ: تَمْهِیْد سے فعل ماضی متکلم ہے راغب نے اس کے معنی تیار کرنا اور وسیع کرنا لکھے ہیں یعنی اس کی ریاست اور اس کی جاہ بہت پھیلا رکھی تھی۔ یہ ولید بن مغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے دس بیٹے تھے بالکل تابع اور موافق۔

عَنِیْدًا: عَنَدٌ سے صفت مشبہ۔ اپنے مال دولت سے عجب میں پڑا ہوا۔ جانتا پہچانتا ہوا امرِ حق کی مخالفت کرنے والا اور رد کر دینے والا۔

سَاُرْهِقُهٗ: اِرْهَاق باب افعال کا مضارع متکلم۔ اس کے معنی ہیں جبر اور غلبے سے چھا جانا۔ یہاں مراد ہے ہم اس کو تکلیف دیں گے۔

صَعُوْدًا: چڑھنے کا بلند مکان پر۔ دشوار گزار گھاٹی پر۔ روایت میں ہے کہ صَعُوْد جہنم میں ایک پہاڑ ہے یہاں یہی مراد ہے۔

عَبَسَ: تیوری چڑھائی۔

بَسَرَ: قاضی کا قول ہے کہ عَبَسَ کے تابع ہے خاص اس کے لغوی معنی مراد نہیں۔

یُؤْثَرُ: اِیْثَار سے اختیار کرنا۔ یہ جادو ہے جو سب ساحروں کے جادوؤں سے اختیار کیا جاتا ہے۔

سَاُصْلِیْهِ: صَلٰی یَصْلٰی سے مضارع متکلم اس کے معنی ہیں آگ میں جلنے کے لئے جھونکنا۔ ہم اس کو سقر میں ڈالیں گے۔

لَوَّاحَةٌ: جھلس دینے والی ظاہری جسم کو۔

لِلْبَشَرِ: جسم کی کھال۔

Marfat.com

اِنَّهَا: بے شک سقر بہت بڑے بڑے مصائب میں سے ایک مصیبت ہے۔

اَلْکُبَرِ: جمع کُبریٰ جو مونث ہے اکبر سے۔

رَهِيْنَةٌ: مصدر ہے بمعنی مفعول یعنی مرہون یعنی اپنے اعمال میں ہر شخص مرہون ہے سوائے مومن کامل کے۔

سَلَکَکُمْ: سلوک مصدر سے فعل ماضی غائب۔ رستے میں پڑنا۔ یعنی رستے میں چلنے کے لئے گویا پرویا ہوا ہے۔ یہاں مراد ہے کہ دوزخ میں تم کو کس امر نے روک رکھا ہے۔

نَخُوْضُ: خَوْض سے مضارع متکلم سے خوض کے لغوی معنی پانی میں داخل ہو کر چلنا۔ کچھ اپنے، کچھ غیروں پر چھینٹیں اُڑا اُڑا کر ڈالنا۔ جیسے بچے بارش میں کرتے ہیں۔ پھر مراد ہوتی ہے کہ بے ہودہ اور فضول باتوں میں لگے رہنا۔

يَقِيْنُ: اس سے یہاں مراد ہے موت، یعنی مرنے تک یہی کچھ کرتے رہے۔

تَذْکِرَة: وہ شے جس سے کوئی دوسری خاص شے یاد آ جائے تو پہلی شے اس دوسری شے کے لئے تذکرہ ہوگی۔ یہاں مراد ہے قرآنِ مجید، یا عام مواعظ۔

مُعْرِضِيْنَ: اِعْرَاض باب افعال سے اسم فاعل۔ اعراض کے معنی ہیں دھیان میں نہ لانا توجہ نہ کرنا۔ بے رخی کرنے والے ہیں اعراض کرنے والے ہیں۔

حُمُرٌ: جمع حِمَار گدھا۔ گویا وہ خر ہیں۔ مراد تشبیہ میں گورخر ہیں۔

مُسْتَنْفِرَةٌ: نَفْرٌ سے باب استفعال ہے۔ یہ اسم فاعل مونث ہے۔ یہاں باب استفعال موافقت فعل میں استعمال ہوا ہے۔ نفرت کرنے والے۔ انسان کے پاس نہ ٹھہرنے والے۔

فَرَّتْ: فَرًّا و فِرَارًا سے فعل ماضی۔ بھاگ جانا۔ بھاگ گئے۔

قَسْوَرَة: ازھری کا قول ہے کہ قَسْوَرَةٌ اسم جمع ہے مثل قوم ورھط کی۔ تیر اندازوں کی جماعت کو کہتے ہیں اس کا واحد کوئی نہیں، بعض نے اس کے معنی شیر کیے ہیں۔ بعض نے معنی کیے ہیں شکاری لوگوں کی بھاگ دوڑ اور اُن کی آوازیں۔

صُحُفًا: جمع صَحِيْفَه وہ شے جس میں کچھ لکھا جاتا ہے۔ تحریر۔ نوشتہ۔

مُنَشَّرَةً: منشر بمعنی پھیلنا سے باب تفعیل تَنْشِيْر سے اسم مفعول مونث کھلی ہوئی۔ یعنی ایک کھلی تحریر آ جائے اِنَّهٗ اور ذَکَرَهٗ کی ضمیر میں تَذْکِرَة کی طرف باعتبار ذکر کے یا بوجہ قرآن مجید مراد ہونے کے راجع ہیں۔

اَهْلُ التَّقْوٰى: وہی پاک ذات حق رکھتا ہے کہ اس سے خوف کیا جائے اور اس کے سخت عذاب سے ڈرا جائے۔ اسی کی اطاعت کی جائے اور اس پر ایمان لایا جائے۔

وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ: وہی پاک ذات حق رکھتا ہے کہ ایمان دار تائب کے کفر، شرک اور ذنوب کو بخش دے۔

Marfat.com

سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۴۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اُقْسِمُ: امام نے اس لَا میں تین وجہیں لکھی ہیں۔

اوّل۔ یہ معنی نہیں دیتا۔ مراد ہے میں قسم کھاتا ہوں۔

دوم۔ نفی کے معنی دیتا ہے۔ میں قسم نہیں کھاتا۔

سوم۔ استفہام انکاری کی صورت میں ہمزۂ استفہام محذوف ہے۔ یعنی اَلَا اُقْسِمُ۔ کیا میں قسم نہیں کھاتا یوم قیامت کی یعنی کھاتا ہوں۔

نَفْسِ اللَّوَّامَۃِ: نفسِ لوَّامَۃ مُطْمِئنَّہ سے کم ہے اور اَمَّارَہ سے افضل نفسِ لوامہ ہمیشہ اپنے آپ کا باوجود طاعت کرتے رہنے کے اور اوامر ونواہی کی تعمیل میں دائما سعی کرتے رہنے کے تقصیردار سمجھ کر ملامت کرتا رہتا ہے۔

بَنَانَہٗ: قاموس میں ہے بَنَانٌ جمع بَنَانَۃٌ اس کے معنی ہیں انگلی یا اُس کا سرا۔ مراد ہے انگلیاں اور اُن کے تمام پورے۔ ہم طاقت رکھتے ہیں کہ فوت شدہ کی انگلیاں اور ان کے پوروں تک کو درست اور استوار کردیں۔

یَفْجُرَ: فُجرًا وفُجُوْرًا۔ زنا کرنا۔ گنہگاری کا ارتکاب کرنا سے مضارع غائب کہ گناہ کرتا جائے۔

اَمَامَہٗ: اپنے آئندہ وقت میں یعنی چاہتا ہے حیاتی بھر معاصی کا مرتکب بنا رہے۔

اَیَّانَ: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں اَیُّ حِیْنٍ کس وقت۔ کب روز قیامت۔

بَرِقَ الْبَصَرُ: نظر کا چندھیا جانا پھر مراد ہے حیران ہونا۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ یہ تحیر بوقتِ موت یا بوقت بعث یا جہنم سامنے آنے کے وقت۔

خَسَفَ الْقَمَرُ: خسوف سے فعل ماضی بے نور ہو جانا یا بالکل نابود ہو جانا۔

جُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ: بے نور کر کے اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔

اَلْمَفَرُّ: جائے گریز۔ بھاگ کر نکل جانے کی جگہ۔

لَا وَزَرَ: قاموس میں اس کے معنی ہیں بلند پہاڑ۔ پھر مراد ہے جائے پناہ۔ بچاؤ کی جگہ ایسا مقام جس سے اپنی حفاظت کی جاسکے۔ یعنی اللہ کے عذاب سے بچنے کا کوئی ٹھکانا نہیں۔

مُسْتَقَرُّ: اِستقرار مصدر سے اسم ظرف ہے۔ جائے قرار جنت یا دوزخ، اور یا مصدر میمی ہے بمعنی قرار پکڑنا۔

Marfat.com

یُنَبَّؤُا: نَبَاءٌ بمعنی خبر دینا یا نَبَاءٌ سے باب تفعیل کا فعل مضارع مجہول غائب۔ خبر دیا جائے گا۔ بتایا جائے گا۔

قَدَّمَ وَاَخَّرَ: تقدیم و تاخیر سے فعل ماضی یعنی جو کیا اور جو نہ کیا، یا جو کچھ صدقہ کر کے آگے بھیجا اور جو جمع کر کے پیچھے چھوڑا۔ یا جو اچھے بُرے کام آگے کے لئے کئے اور جو اچھی بُری عادتیں، رواج اور طریقے قائم کئے جن پر عمل ہونے لگے اور رواج پڑ گیا۔

بَصِیْرَۃٌ: لغت میں اس کے چند معنی ہیں جن میں سے ایک معنی ہیں شاھد۔ مفسرین نے یہی معنی مراد لئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ انسان کے برخلاف جب اس کے اعضاء شہادت دیں گے تو وہ ان کی شہادت کے سبب خود اپنی ذات پر شاہد ہو جائے گا۔ یہی قول ہے سعید بن جبیر کا اور مقاتل کا۔

مَعَاذِیْرَہٗ: کشاف میں ہے کہ معاذیر معذرۃ کی جمع نہیں۔ بلکہ مَعْذِرَۃ کا اسم جمع ہے۔ معنی یہ ہیں کہ انسان خواہ اپنے تمام عذر پیش کر دے گا تب بھی اس کو کچھ نفع نہ ہوگا۔ کیونکہ اعضاء بدن کی شہادت سے اس نے سب کچھ تسلیم کر لیا ہوگا۔

زجاج اور فراء نے مَعَاذیر کے معنی پردے کے کئے ہیں۔ واحد اس کا مِعْذار ہے۔ معنی ہیں کہ اپنی بدکاری کے واسطے خواہ کتنے پردے ڈالے، اپنے اعضاء کی شہادت سے نہیں بچ سکتا۔

جَمْعَہٗ: بے شک ہمارے ذمے ہے اس کا جمع کرنا تیرے سینے میں اور اس کو تیری زبان سے پڑھوانا۔

عَلَیْنَا بَیَانَہٗ: یعنی اس کے حفظ کرا دینے اور پڑھوا دینے کے بعد ہمارے ذمے ہے کہ ہم اپنے ارادے کے مطابق بذریعہ الہام اس کے معنی اور مطلب بیان کر کے واضح کر دیں۔

اَلْعَاجِلَۃَ: صراح میں العاجلہ کے معنی لکھے ہیں این جہان، یہ جہان، مسجد میں ہے عاجلۃ مونث ہے عاجل کی مراد دنیا۔

نَاضِرَۃٌ: نضر و نضارۃ سے اسم فاعل مونث اس کے معنی ہیں حسین۔ خوب صورت۔ تازہ مسرور۔ روشن۔ چمکیلے۔

بَاسِرَۃٌ: بَسْرٌ سے اسم فاعل مونث۔ تیوری چڑھی ہوئی رنج سے بھرے ہوئے کا ترش چہرہ۔

فَاقِرَۃٌ: ایسی سخت مصیبت جو پشت کی ہڈی توڑ دے۔ کلبی نے اس سے مراد لی ہے کہ رویتِ باری تعالیٰ سے محجوب اور محروم رکھے ہوئے ہوں گے۔

اَلتَّرَاقِیَ: جمع تَرْقُوَۃٌ کندھے اور گردن سے ملی ہوئی دونوں طرف کی ٹیڑھی ہڈی جسے ہنسلی کہتے ہیں۔ مراد ہے کہ جب مرنے والے کی جان نچلے جسم سے نکل کر ہنسلی تک آ جاتی ہے اور قریب المرگ ہو جاتا ہے۔

مَنْ رَاقٍ: رُقْیَہ سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں کوئی کلام یا الفاظ پڑھ کر پھونکنا فائدہ حاصل کرنے کو یا نقصان پہنچانے کو۔ یہ اسم فاعل ہے، یعنی اس وقت اوپر کے خویش پوچھتے ہیں کہ کون ہے رقیہ پڑھنے والا اس پر رقیہ پڑھے کہ اسے صحت ہو جائے یا اس کا یہ مطلب ہے کہ ملک الموت ساتھ کے ملائکہ سے سوال کرتا ہے کہ کون اس کی روح کو آسمان کی طرف لے کر چڑھنے والا ہے، اس وقت یہ رَقِیَ سے بمعنی بلندی کی طرف چڑھنا سے اسم فاعل ہوگا۔

Marfat.com

اَلْفِرَاقُ: یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ جدا ہونا مرنے والا یقین کر لیتا ہے کہ اب بوجہ موت کے دنیا سے جدائی ہے۔

اِلْتَفَّتْ: اِلْتِفَاف مصدر باب افتعال سے فعل ماضی مونث اس کے معنی ہیں بقول امام جمع ہونا یکجا ہونا۔ یعنی بعد مرگ پنڈلی پنڈلی سے مل جائے گی۔

مَسَاقُ: سوق سے اسم ظرف ہے اس کے معنی ہیں ہانکنا۔ یعنی ہانک کر لے جائے جانے کی جگہ یا مصدر ہے تیرے رب کی طرف ہے چلنا۔

یَتَمَطّٰی: اصل میں یَتَمَطَّطُ تھا۔ دوسرے ط کو ی سے بدلا پھری کو الف سے بدلا یہ لفظ بنا اس کے معنی فخر سے بمعنی قدم بھر کر چلنا۔ صراح میں ہے دونوں ہاتھ ہلاتے چھڑکتے ہوئے فخر سے چلنا۔ پھر اپنے اہل کی طرف وہ فخر سے چلتا ہوا گیا۔

اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی: الویل لَکَ۔ ہلاکت ہے تیرے لئے پھر ہلاکت۔ ابوجہل وغیرہ اشد کافر کے حق میں وعید ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ کافر کا برتاؤ دیکھ کر بطور تنبیہ کے فرمایا۔

سُدًی: بے کار مہمل۔ بغیر کسی خاص خدمت اور حکم فرمانے کے۔

عَلَقَةً: جما ہوا خون۔ جس سے انسانی پیدائش ہوتی ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَۃُ الدَّھر۔ مَکِّیَّۃ۔ آیات ۳۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ھَلۡ: یہاں اس کے معنی ہیں بے شک۔

اِنۡسَانِ: اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یا عام انسان۔

اَلدَّھۡرِ: طویل مدت۔ زمانہ دراز۔ ہزار سال کی مدت۔

شَیۡـًٔا: عربی میں کہتے ہیں جس چیز کا پتہ دیا جا سکے اور ہر موجود کو بھی شے کہتے ہیں۔ جب مصدر ہو تو کبھی بمعنی مفعول اور کبھی بمعنی فاعل استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ ہر شے کا خالق ہے یا اَیُّ شَیۡئٍ اَکۡبَرُ۔

شَھَادَۃً: اس میں شے بمعنی فاعل ہے۔

نُطۡفَۃٍ: صاف پانی کا قطرہ۔

اَمۡشَاجٍ: بعض نے مشیج کی جمع لکھا ہے ملا ہوا۔ مگر امام نے کشاف سے نقل کیا ہے کہ اَمۡشَاجٍ جمع نہیں کیونکہ نُطفہ کی صفت واقع ہوا ہے۔ بلکہ مشیج کی مثل واحد ہے۔ مراد ہے مرد و عورت کا ملا جلا نُطفہ۔ یا مرد و عورت کی تمام فطری کیفیات سے اختلاط رکھنے والا نطفہ۔

نَبۡتَلِیۡهِ: بِلیٰ و بَلاءً سے باب افتعال۔ بِلیٰ کے معنی کہنہ و پرانا ہونا۔ اِبۡتِلاءٌ آزمانا سے صیغہ مضارع متکلم کہ ہم اس کو آزمائیں تاکہ اس کی جودت (عمدگی و پختگی) یا روائت (غیر عمدگی۔ کچیائیگی) ظاہر ہو جائے۔ پروردگار کے امتحان سے اسی طرح کے امور مراد لئے گئے ہیں۔

ھَدَیۡنَا: ھُدیً وھدایۃ سے فعل ماضی متکلم بے شک ہم نے اس کو ہدایت دی۔ ہدایت کے معنی نرمی اور مہربانی سے راہ دکھانا۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے دوجوہ یہ ہیں۔ عقل اور فہم صحیح عطا کرنا۔ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے راہِ راست بتانا۔ سمجھانا۔ ان کے تشریف لے جانے کے بعد خاص خاص وقت تک ان کے ساتھ نازل فرمائے ہوئے صحیفے اور کتابیں بحال رکھ کر ہدایت کی صورت قائم رکھی۔ اب قرآنِ مجید اور صحیح احادیث ہدایت کا ذریعہ جاری فرما رکھا ہے۔

سَلٰسِلَ: جمع سِلسِلتہ زنجیر۔

اَغۡلٰلًا: جمع غُل گلے کا بھاری طوق جو بطور سزا کے ڈالا جاتا ہے۔

سَعِیۡرًا: جلا دینے والی آگ۔

Marfat.com

اَبْرَارَ: جمع بَرٌّ یا بَارٌّ صفت مشبہ یا اسم فاعل۔ بہت وسعت سے نیک کام کرنے والا معنی ہیں بہت کثیر نیکیاں کرنیوالا۔

مِـزَاجُهَـا: قاموس میں ہے مزاج الشراب وہ شے جو کسی پینے کی چیز میں خوشبو کے لئے خوش ذائقہ لذیذ اور خوش رنگ بنانے کے لئے ملائی جاتی ہے۔

كَافُوْرًا: جنت میں ایک قسم کا چشمہ ہے۔ بعض اہلِ جنت اپنے پینے کی شے میں اس میں سے ملایا کریں گے۔

يُفَجِّرُوْنَهَا: فَجْرٌ سے باب تفعیل تَفْجِيْر سے فعل مضارع جمع غائب۔ فجر کے معنی ہیں زمین وغیرہ کسی چیز کو کھلے طور پر شق کرنا۔ یہاں مراد ہے کہ اہلِ جنت جہاں چاہیں گے اس چشمے کو لے جاسکیں گے۔

يُوْفُوْنَ: وَفَاءٌ۔ وَفَى سے باب افعال اِيْفَاء کا مضارع جمع غائب۔ اس کے معنی ہیں پورا اُترنا اپنے قول پر قائم رہنا۔ وہ اپنی نذر کو جو مان بیٹھتے ہیں پورا کرتے ہیں خواہ مشکل ہی کیوں نہ ہو۔

شَرُّهٗ: وہ شے جس سے ہر ایک بچنا چاہتا ہے۔

مُسْتَطِيْرًا: طیران سے باب استفعال اِسْتِطَارَة سے اسم فاعل منصوب موافقت مجرد میں ہے یعنی سوائے مومنین کے باقی انسانوں پر اُڑ اُڑ کر پڑے گا۔

مِسْكِيْنًا: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو، یا جس کے پاس گزارے کی مقدار نہ ہو۔ یا جس کو فقر وفاقہ نے بٹھادیا ہو۔ کچھ نہ کر سکے۔

اَسِيْرًا: اَسْرٌ سے صفت مشبہ ہے اَسْرٌ کے معنی پابند کرنا۔ قید کر لینا۔ اس لفظ کے معنی میں چند احتمال ہیں۔ ۱۔ مشرک کافر جنگ میں پکڑے ہوئے فیصلہ کرنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے قیدی اپنے صحابۂ کرام میں تقسیم فرمادیتے۔ ویسے قیدی اس لفظ سے مراد ہیں۔ ۲۔ مراد ہے غلام مملوک وہ بھی قید ہی میں ہوتے ہیں ان کو کھلانا۔ ۳۔ حکومت کا قیدی۔ اگر ارکانِ حکومت چاہیں تو ۴۔ مراد ہے بیوی یہ بھی خاوند کی قید میں ہوتی ہے، ہمارے نزدیک تو ان سب احتمالات میں سے صرف تیسرا احتمال درست ہے کیونکہ یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ: یہ ان ابرار لوگوں کا قول ہوتا ہے کہ تم سے جزا اور شکریہ اس احسان کا ہم نہیں چاہتے تاکہ اور لوگ بھی ان کی پیروی کریں۔

عَبُوْسًا: سخت۔ ہولناک۔

قَمْطَرِيْرًا: سخت مشکلات والا۔ بہت طویل دن۔

لَقّٰهُمْ: اس کے معنی زمخشری نے کئے ہیں اعطاھم یعنی ان کو عطا کرے گا۔ قاموس میں ہیں دکھائے گا ان کو مراد وہی ہے کہ نصیب کرے گا ان کو۔

نَضْرَةً: راغب نے اس کے معنی خوبصورتی کئے ہیں۔

Marfat.com

سُرُوْرًا: دل کی خوشی۔فرحت۔بے فکری اور بے غمی۔

مُتَّكِئِيْنَ: تَوَكُّوٌ۔باب تفعل کا اسم فاعل منصوب اس کے معنی ہیں تکیہ لگا کر بیٹھنا۔

اَرَآئِكِ: جمع اَرِيْكَه ایک خاص قسم کا پلنگ جسے چھپر کھٹ کہتے ہیں۔

شَمْسًا: سورج۔دھوپ۔یہاں مراد ہے دھوپ کی گرمی۔

زَمْهَرِيْرًا: بہت سخت سردی۔بنی طے کی زبان میں چاند کو کہتے ہیں۔اس وجہ سے شمس وقمر دونوں مراد ہیں تو معلوم ہوا کہ جنت میں دن رات اور سردی گرمی یا نور ظلمت نہیں ہونگے۔

دَانِيَةٌ: دُنُوٌّ سے اسم فاعل مونث۔قریب۔نزدیک۔

ظِلٰلٌ: جمع ظِلٌّ۔سایہ۔ابن کثیر نے اس کے درختوں کی شاخیں مراد لی ہیں۔یعنی وہاں کے درختوں کی شاخیں ساکنین کے قریب ہوں گی۔

ذُلِّلَتْ: تذلیل سے ماضی مجہول مونث اس کے معنی ہیں آسان کئے جائیں گے۔بسہولت حاصل کئے جائیں گے۔

قُطُوْفُهَا: جمع قِطَفٌ درخت سے چنے ہوئے پھل یا پھل کا گچھا۔

سُنْدُسٌ: باریک ریشمی کپڑا۔

اِسْتَبْرَقٌ: دبیز ریشمی کپڑا۔

اَسَاوِرَ: جمع اَسْوِرَة۔جمع سِوَارٌ۔کنگن۔

شَرَابًا طَهُوْرًا: ایسی پینے کی شے جو ہر طرح کے نقص سے پاک ہو۔

تَنْزِيْلًا: تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا۔

بُكْرَةً: دن کے آغاز میں۔شروع دن کے وقت کو بکرة کہتے ہیں۔

اَصِيْلًا: زوال کے وقت سے لے کر صبح پھوٹنے تک کے وقت کا اَصِيْلٌ اور عَشِيٌّ کہتے ہیں۔

اَسْرَهُمْ: اعضاء کا جوڑ اور بندش ایک دوسرے کے ساتھ ہم نے بہت مضبوط کیا۔

Marfat.com

سُورَۃُ الْمُرسلٰتِ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۵۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡمُرۡسَلٰتِ: اِرۡسَال مصدر باب افعال سے اسم مفعول جمع مونث۔ قسم ہے بھیجے ہوئے فرشتوں کی بندوں کی طرف رحمت کے لئے یا عذاب کے لئے۔

عُرۡفًا: یکے بعد دیگرے۔ آگے پیچھے۔

فَالۡعٰصِفٰتِ: جمع عَاصِفَۃٌ وہ فرشتے جو طیران میں بہت تیز ہوتے ہیں۔

وَالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا: وہ فرشتے جو زمین پر اُترتے وقت پر پھیلاتے ہیں۔

فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا: حق و باطل۔ ہدایت و غی حلال و حرام میں فرق کرنے کا کلام باری تعالیٰ سے لانے والے ملائکہ۔

فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا: انبیاء علیہم السلام کے پاس کلام الٰہی پہنچانے والے۔

عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا: مفعول لۂ واسطے عذر توڑنے کے یا مفعول لۂ واسطے خوف دلانے کے۔

اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ: جواب ہے اوپر کی قسموں کا یعنی فلاں فلاں کی قسم جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو وہ ہونے ہی والا ہے۔

طُمِسَتۡ: طَمۡسٌ سے ماضی مجہول مونث طَمۡس کے معنی ہیں شے کا اثر مٹا دینا۔ امام کا قول ہے کہ وجود مٹا دینا۔

نُسِفَتۡ: نَسۡف سے ماضی مجہول مونث۔ اس کے معنی ہیں اُکھیڑنا۔ اپنی اپنی جگہ سے اکھیڑے جائیں گے۔

اُقِّتَتۡ: وقت سے باب تفعیل توقیت وقت معین کرنا۔ اصل میں تھا وقتت اور جب انبیاء علیہم السلام کے واسطے شہادت کا وقت مقرر کیا جائے گا۔

اُجِّلَتۡ: اَجَلٌ سے ماضی مجہول مونث اس کے معنی وقت مقرر کرنا۔ کس دن کے واسطے یہ امور موخر کئے گئے۔

وَیۡلٌ: مصدر ہے بمعنی ہلاکت۔ (علامہ)

نُتۡبِعُهُمۡ: تَبِع سے باب افعال کا مضارع متکلم پیچھے لگانا۔ پھر بعد والوں کو ہلاکت میں ان کے پیچھے پہنچایا۔ یعنی عذاب دے کر۔

قَرَارٍ: آرام کی جگہ۔ قرار گاہ۔

مَکِیۡنٍ: محفوظ۔ مضبوط

قَدَرٍ: مقدار۔

Marfat.com

کِفَاتًا: کَفۡتٌ سمیٹنا اور جمع کرنا۔ یعنی حیوانات اور نباتات اور جمادات کو اپنے اندر باہر سمیٹنے والی۔ قاموس میں لکھا ہے کَفَتَ یَکۡفِتُ کَفۡتًا و کِفَاتًا جمع کرنا۔ پھر لکھا ہے کِفَاتًا وہ جگہ جس میں کوئی شے جمع کی جائے۔ زمین اللہ نے کِفات بنائی ہے۔

رَوَاسِیَ: جمع رَاسِیَتہ۔ پہاڑ محکم۔

شٰمِخٰتٍ: جمع شَامِخَۃٌ۔ بلند۔ عالی۔

فُرَاتًا: شیریں۔ خوشگوار۔

شُعَبٍ: جمع شُعۡبَۃٍ بمعنی شاخ۔ حصہ۔

ظَلِیۡلٍ: دائمی قائم رہنے والا۔

لَھَبِ: آگ کا شعلہ۔

بِشَرَرٍ: جمع شَرَرَۃٌ آگ کی چنگاریاں، جو چاروں طرف اڑتی ہیں۔

قَصۡرٌ: محل۔ مطلب ہے کہ اس کی چنگاریاں بڑے بڑے محلات کے مقدار کی ہوں گی۔

جِمٰلَتٌ: جمع جَمَل بمعنی اونٹ مثل حجر حجارۃ۔

صُفۡرٌ: جمع اصغر زرد رنگ کا۔

کَیۡدٌ: حیلہ۔ تدبیر۔ چال یعنی وہ حیلہ، وہ چال میرے ساتھ کر گزرو۔

ظِلٰلٍ: ظِل کی جمع ہے۔ یہاں بہشتی درختوں کا سایہ مراد ہے۔

عُیُوۡنٍ: جمع عَیۡن۔ جہاں سے اُبل کر پھوٹ کر پانی نکلتا ہے۔

فَوَاکِہَ: جمع فَاکِھَۃِ بطور لذت کے جو پھل کھائے جاتے ہیں وہ فواکہ کہلاتے ہیں۔

ھَنِیۡٓئًا: ھَنِیَ سے۔ خوشگوار۔ بے مشقت یہ صفت مشبہ ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُوۡرَۃُ النَّبَا۔ مَکِّیَّۃ۔ آیات ۴۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَبَا: بہت بڑے واقعہ اور حادثے کی خبر کو نبَاء کہتے ہیں۔ یہاں قیامت کی خبر مراد ہے۔

مِهٰدًا: فراش۔ بساط۔ جمع اس کی اَمۡهِدَۃٌ و مُهُدٌ۔ زمین کو ایسا بساط بنایا ہے جس پر چلنا پھرنا بہت سہل ہے۔

اَوۡتَادًا: جمع وَتَدٌ میخ۔ سائبان کی کیلیں کیلا جو زمین میں یا دیوار میں ٹھونکا جاتا ہے۔

اَزۡوَاجًا: جوڑا جوڑا۔

سُبَاتًا: موت کی مثل۔ ایک قول ہے راحت اور آرام۔ ایک قول ہے مصدر بمعنی اسم فاعل یعنی تمہارے مشاغل کو اور حواس کو منقطع اور بند کردینے والی۔

مَعَاشًا: مصدر ہے بمعنی حیاتی۔ جینا۔ یعنی دن کو جینے کا سامان مہیا کرنے کا وقت بنایا۔ یا اسم ظرف زندگی کا وقت یعنی کمائی کا وقت۔

وَهَّاجًا: نورانیت میں اور حراست میں انتہائی درجہ رکھنے والا۔ وَهۡجٌ سے صیغۂ مبالغہ ہے۔

مُعۡصِرٰتِ: قریش کی لغت میں سحاب بادل کو کہتے ہیں (کبیر) قاموس میں بھی بادل ہی لکھے ہیں۔

ثَجَّاجًا: ثَجٌّ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت شدید گرنے والا۔ برسنے والا۔

اَلۡفَافًا: بعض کے نزدیک جمع ہے لفیف کی بعض کے نزدیک جمع لِفٌّ کی۔ کشاف میں ہے اس کا کوئی واحد نہیں، اس کے معنی ہیں بہت گھنے۔

مِیۡقَاتًا: قاموس میں بمعنی وقت کے لکھا ہے یعنی اس جہان دنیا کی آخری حد جہاں پہ ختم ہوگی اور یوم فصل کے آثار کا آغاز ہوگا۔

مِرۡصَادًا: رصد کے معنی گھات میں ہوکر انتظار کرنا۔ مِرۡصَاد مبالغہ کا صیغہ ہے مثل معمار، و مِعۡطار کی بہت انتظار کرنے والا۔ یا مِرۡصَاد اس مکان کو کہتے ہیں جس میں رہ کر یا جس کے قریب کسی کا انتظار کیا جائے تو داروغے دوزخ کے اہلِ جہنم کا انتظار کریں گے اور چونکہ سب کو پُل صراط پر سے گزرنا ہے جو دوزخ کے اوپر ہوگی اس واسطے خازنانِ جنت پُل کی دوسری طرف استقبال کے طور پر اہلِ جنت کا انتظار کریں گے (کبیر)

لٰبِثِیۡنَ: لَبۡث سے اسم فاعل لبث کے معنی ہیں مستقل طور پر کسی جگہ رہنا۔ وہ جہنم میں مستقل طور پر رہیں گے۔

Marfat.com

اَحْقَابًا: حُقُبٌ کی جمع۔۸۰ سال کی مدت۔ پھر حقب کے معنی کئے ہیں کئی سال یہ جمع حقبۃ زمانے سے ایک مدت جس کی کوئی مقدار معین نہیں احقاب سے مراد ہوئی غیر محدود مدت۔ گویا دائمی۔

بَرْدًا: مراد ہے ہوا سرد اور پانی سرد و سایہ سرد۔ بعض نے اس کے معنی نیند کئے ہیں۔ اس کے ذریعے بھی ٹھنڈ پڑتی ہے۔ اہلِ جہنم کے لئے ان میں سے کوئی شے نہ ہوگی۔ العیاذ باللہ۔

حَمِيْمًا: کھولتا ہوا پانی۔

غَسَّاقًا: خون پیپ وغیرہ سے ملا ہوا غلیظ مادہ۔

وِفَاقًا: مصدر بمعنی اسم فاعل یعنی عین موافق جرائم کے اور معاصی کے۔

لَا يَرْجُوْنَ: رَجَاءٌ سے منفی مضارع غائب جمع اس کے معنی ہیں امید رکھنا۔ یہ لوگ حسابِ خداوندی کی امید نہیں رکھتے تھے کہ ہوگا۔ مفسرین نے معنی کئے ہیں کہ حساب کا خوف نہیں رکھتے تھے۔

اَحْصَيْنٰهُ: حصٰی جمع حصاۃ بمعنی سنگریزہ سے اِحْصَاء باب افعال سے فعل ماضی متکلم اس کے معنی ہیں شمار کرنا۔ محفوظ کرنا۔ ہم نے ہر شے کا شمار کر رکھا ہے۔

مَفَازًا: فَوْز سے مصدر میمی یا اسم ظرف معنی ہیں کامیابی یا کامیابی کی جگہ۔

حَدَآئِقَ: جمع حدیقۃ وہ باغ جس کے چاروں طرف احاطہ کیا ہوا ہو۔

كَوَاعِبَ: جمع کاعِبٌ نارپستان۔ نوخیز لڑکی۔

اَتْرَابًا: جمع تِرْبٌ یک وقت پیدا شدہ۔

كَاْسًا: پانی اندر رکھنے والا گلاس۔ کٹورا۔

دِهَاقًا: قاموس میں اس کے معنی لکھے ہیں بھرا ہوا اور یکے بعد دیگرے پیش کیا ہوا۔

اَلرُّوْحُ: اس کے معنی سورۃ معارج میں دیکھیں قاضی نے یہاں لکھا ہے کہ روح وہ فرشتہ جو حیوانات کے ارواح اجسام میں داخل کرنے پر مقرر ہے۔ محشی نے حاشیے پر احیاء العلوم کے حوالے سے لکھا ہے کہ روح وہ فرشتہ ہے جو اجسام میں ارواح داخل کرتا ہے۔ جب وہ سانس لیتا ہے تو اس کے سانس سے ارواح اجسام میں داخل ہوتے ہیں۔ پھر امام غزالی لکھتے ہیں کہ یہ قول حق ہے ارباب بصیرت اپنی بصیرتوں سے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ النّٰزِعٰت۔ مَكِّيَّة۔ آيات ۴۶

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالنّٰزِعٰتِ: نَزۡعٌ بمعنی کھینچنا۔ شے کو اس کی جگہ سے اکھیڑنا۔ اس سے اسم فاعل جمع مونث، قسم ہے اجسام کی جزو جزو میں دھس کر جان نکالنے والے فرشتوں کی۔

غَرۡقًا: یہ مصدر اس مقام پر اغراق باب افعال کی مصدر کے معنی میں ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں مبالغہ کرنا اور کمان کو سخت کھینچنا۔ یہاں مراد ہے کہ وہ فرشتے کفار اور منکرین کی جانیں بہت سختی سے نکالتے ہیں۔

وَالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا: نَشۡطٌ و نشاطٌ سے اسم فاعل مونث جمع۔ مصدر کے معنی ہیں خوشی کرنا، اسم ہے مومنین کی جانیں خوشی اور نرمی سے نکالنے والے فرشتوں کی۔

وَالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا: سَبۡحٌ مصدر سے اسم فاعل جمع مونث۔ مصدر کے معنی ہیں پانی میں تیرنا معنی ہیں قسم ہے تیرنے والے فرشتوں کی جو مومنین کی جانیں پاؤں کی انگلیوں سے سر کی چوٹی تک بالکل ٹھہرا ٹھہرا کر نکالتے ہیں۔ گویا بلا مشقت ایک جگہ سے تیرنے والے کی طرح دوسری جگہ جاتے ہیں، آرام آرام سے دم دے دے کر نکالتے ہیں۔ سُبحان اللہ والحمدللہ۔

فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا: سُبۡقًا۔ سَبۡقٌ اور سُبۡقَته سے اسم فاعل جمع مونث۔ مصدر کے معنی ہیں آگے بڑھنا یہاں مراد ہے کفار کے ارواح کو سجین کی طرف اور مومنین کی ارواح کو علیین کی طرف لے جانے میں سبقت کرتے ہیں۔

فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا: تَدۡبِیۡرٌ باب تفعیل سے اسم فاعل جمع مونث۔ تدبیر کے معنی ہیں انجام کار کو دیکھنا۔ انتظام کرنا۔ کسی کام کو سرانجام دینے کے لئے اس کے اسباب اور امور ضروریہ میں نگاہ کرنا پھر ان فرشتوں کی قسم جو اس جہان کے ہر امر کے انتظام پر مقرر ہیں۔

جواب قسم مقدر ہے۔ یعنی جس بات کے واسطے ان پانچ اقسام کی قسمیں کھائیں ہیں وہ ذکر نہیں فرمایا۔ قاضی نے لکھا ہے لَتَقُوۡمَنَّ الۡقِیَامَةُ قیامت ضرور قائم ہوگی جس دن کہ یہ یہ ہوگا۔

تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ: رَجۡف سے مضارع مونث غائب۔ رَاجِفَةُ اس سے اسم فاعل مونث رجف کے معنی ہیں زمین کا ہلنا۔ ترجف ہلے گی راجفہ ہلنے والی جو اس وقت ساکن ہے۔ زمین اور پہاڑ نفخۂ اولیٰ کے وقت سخت ہلیں گے۔

رَادِفَةُ: رَدۡف سے اسم فاعل مونث رَدۡفٌ کے ایک معنی ہیں پیچھے سوار ہونا۔ ردیف پچھلے سوار کو کہتے ہیں۔ رادفہ وہ کیفیت جو کسی واقعہ یا حالت کے پیچھے بطور لزوم کے ضرور پیدا ہو۔ یہاں مراد ہے راجفہ کے بعد بطور لزوم کے حالت بربادی اور تباہی کی ہوتی ہے وہ حالت ہو جائے گی۔

Marfat.com

وَاجِفَةٌ: وَجف سے اسم فاعل مونث ہے۔ وَجفٌ کے معنی ہیں سخت خوف زدہ ہو کر بے قرار ہونا۔ کفار کے قلوب سخت خائف اور بے قرار ہوں گے۔

مَرْدُوْدُوْنَ: رَدٌّ مصدر سے اسم مفعول جمع مذکر۔ رَدٌّ کے معنی ہیں لوٹانا۔ واپس لانا۔ اس کے معنی ہیں واپس لائے ہوئے۔

اَلْحَافِرَةِ: حَفرٌ سے اسم فاعل مونث۔ امام نے لکھا ہے کہ کوئی شخص ایک مقام سے جا کر پھر انہیں پاؤں پر یعنی جلد اسی رستے اس مقام پر واپس آ جائے تو عرب کہتے ہیں وہ اپنے حافرہ پر واپس آ گیا۔ ہمارے ہاں کہتے ہیں پچھلے پاؤں واپس آ گیا۔ حفر کے معنی کھودنا۔ گویا جاتی دفعہ اپنے پاؤں سے گڑھے کھودتا گیا۔ آتی دفعہ انہیں نشانات پر قدم رکھ کر بالکل پہلے مقام پر آ پہنچا۔ اس تاویل سے حافرہ بمعنی محفورہ لیں گے جیسے عِیْشَۃٍ رَّاضِیَہ سے مرضیہ مراد لی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کفار نے کہا کیا ہم اس جہان سے جا کر پھر اسی طرح اُٹھ کھڑے ہوں گے؟

عِظَامًا: جمع عظم ہڈی۔

نَخِرَةً: نَخرٌ سے صفت مشبہ مونث۔ نخر کے معنی ہیں ایسی بوسیدہ کہ ذرا سا چھوئیں تو الگ الگ ہو جائے۔

كَرَّةٌ: مصدر ہے فعلۃ کے وزن پر واپس آنا، لوٹنا۔

خَاسِرَةٌ: خُسران سے اسم فاعل مونث نقصان میں ڈالنے والا لوٹنا۔

زَجْرَةٌ: ڈانٹ۔ کڑاکے کی آواز۔ مراد اس سے نفخۂ ثانیہ ہے۔

اَلسَّاهِرَةِ: سَهر سے اسم فاعل ہے۔ سَهر کے معنی ہیں جاگنا۔ اس کے معنی ہیں جاگنے والی۔ مراد ہے زمین۔ امام نے اس نام کی دو وجہیں لکھی ہیں۔ اول زمین ہموار اس پر مسافر بیدار رہتا ہے بوجہ خوف سو نہیں سکتا۔ دوم۔ اس میں سراب بہتا نظر آتا ہے۔ بہنے کے لئے سهر استعمال کرتے ہیں۔ عین سَاهِرَةٌ بہنے والا چشمہ (خدا جانے ان وجوہ میں کیا خوبی ہے اور کیوں ضرورت ان کی پڑی)۔ صاحبِ قاموس نے اس کے معنی زمین یا روئے زمین لکھے ہیں۔ صراح میں روئے زمین ہیں۔

نَكَالَ: نَكلٌ سے ہے وہ شے جس سے دوسرے کو عبرت دلائی جائے اسے نکال کہتے ہیں سزا ہو یا کوئی اور طریق ہو۔ مطلب یہ کہ مجرم سے ایسا سلوک کیا جائے کہ دوسرا دیکھ کر اس قسم کا جرم کرنے کی جرأت نہ کرے۔

سَمْكَهَا: چھت یا مکان کی بلندی یعنی اس کی چھت یا اونچائی بہت بلند کی۔

اَغْطَشَ: غَطشٌ سے باب افعال کا فعل ماضی اغطاش رات کو تاریک کرنا غطش اور اغطاش کے ایک ہی معنی ہیں۔ اور تاریک بنائی رات اُس کی۔

ضُحٰهَا: وقت چاشت۔ قاموس میں ضُحٰی کے معنی سورج لکھا ہے۔ یعنی اس کا آفتاب نکالا۔

دَحٰهَا: دَحوٌ سے فعل ماضی اس کے معنی ہیں پھیلانا اور زمین کو اس کے بعد پھیلایا۔

اَرْسٰهَا: رَسوٌ سے باب افعال کا فعل ماضی ہے۔ مضبوط کرنا۔ گاڑنا اور پہاڑوں کو خوب مضبوط کیا۔ گاڑا۔

Marfat.com

اَلطَّآمَّۃُ: قاموس میں اس کے معنی قیامت لکھے ہیں۔ لغت میں طامّۃ ایسے سخت واقعہ کو کہتے ہیں جو سب حادثوں سے بڑا اور سخت ہو۔

اَلْکُبْرٰی: مونث کا صیغہ اَکْبَرُ سے اسم تفضیل تاکید کے واسطے آیا ہے۔

بُرِّزَتْ: بُرُوْز سے تَبْرِیز باب تفعیل بمعنی ظاہر کرنا سے ماضی مجہول مونث۔ اُس دن جہنم ظاہر کیا جائے گا۔ سامنے دکھایا جائے گا۔

طَغٰی: طغیان سے فعل ماضی حد سے بڑھنا یعنی عبودیت کی حد سے نکل گیا۔ کافر اور سرکش ہو گیا۔

اٰثَرَ: اِیثار باب افعال سے فعل ماضی اس کے معنی ہیں ترجیح دینا۔ اختیار کر لینا۔ اور اس نے دنیاوی زندگی اور اس کا ساز و سامان بجائے آخرت کے اختیار کیا۔

عَنِ الْھَوٰی: ھَوٰی کے معنی صراح میں خواست لکھے ہیں۔ دلی مرضی۔ خواہش اور اُس نے اپنے نفسِ امارہ کو اپنی خواہش کے پیچھے لگنے سے روکا۔

اَلْمَاْوٰی: اُوِیٌّ و اِوَاءٌ بمعنی پناہ لینا سے مَاْوٰی اسم ظرف پناہ کی جگہ۔ یہاں مراد ہے قرار گاہ قیام گاہ۔ دوامی رہائش کی جگہ۔

اَیَّانَ: اس کے معنی ہیں کس وقت۔

مُرْسٰھَا: باب افعال اِرْسَاءٌ کی طرح مصدر میمی ہے۔ قیام کا قائم کرنا کس وقت ہے کب ہے یا اسم ظرف ہے اس کے قیام کا وقت کیا ہے۔

فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا: قاضی بیضاوی نے اس کے دو مطلب لکھے ہیں ذِکْرٰی مصدر ہے یاد کرنا۔ قیامت کا ذکر ان کے سامنے کرنے میں تو کس بس اور اختیار میں ہے۔ اس واسطے کہ وہ تیرے علم میں نہیں آیا۔ اس کے وقت کا علم ان علوم میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے واسطے خاص فرما رکھے ہیں۔ دوم۔ فِیْمَ الگ ہے یہ ان کا کیسا سوال ہے؟ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا تو خود یعنی تیری بعثت خود قیامت یاد کراتی ہے، منجملہ اشراط الساعۃ کے تیری بعثت ہے۔

مُنْتَھٰی: اِنْتِھَاءٌ رُکنے کی حد تک پہنچنا، سے اسم ظرف یا مصدر میمی۔ رُکنے کی جگہ یا رُکنا، یعنی قیامت کے علم کی آخری حد کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

عَشِیَّۃً: زوال کے بعد کا نصف دن۔

ضُحٰھَا: طلوع آفتاب کے بعد اچھی تیز روشنی ہو جانے کا وقت۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ھَا صرف تزئین فصل کے لئے ہے ضمیر نہیں۔ معنی ہوئے جس دن کفار قیامت کو دیکھ پائیں گے یوں سمجھیں گے کہ وہ دنیا میں گویا دن کا پچھلا حصہ رہے یا ضُحٰی سے قبل زوال تک یعنی بہت قلیل مدت رہے۔

Marfat.com

سُوْرَةُ عَبَسَ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آيات ۴۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ: عَبَسٌ عَبُوْسٌ سے فعل ماضی ہے باب مثل ضرب کی۔ تُرش روئی کرنا۔ کسی وجہ سے ناراضگی اور ناپسندیدگی کا چہرے پر اظہار کرنا۔

تَوَلّٰی: باب تفعل تَوَلِّی سے فعل ماضی غائب بمعنی منہ پھیرنا۔ چہرے پر ناراضگی کا اظہار کیا اور رخ پھیر لیا۔

يُدْرِيْكَ: دَرْیٌ ردِرَایة سے باب افعال اِدْرَاءٌ کا فعل مضارع غائب اس کے معنی ہیں آگاہ کرنا اور کس نے تجھے آگاہ کر دیا ہے۔

يَزَّكّٰى: تَزَكِّی باب تفعل سے مضارع غائب یہ کلمہ اصل میں يَتَزَكّٰى تھا اس میں غائب مونث تَتَزَكّٰى کی ت کو ز بنا کر ادغام کیا۔ پھر اس کی موافقت کے واسطے باقی صیغوں میں بھی یہی قاعدہ جاری رکھا۔ معنی ہیں پاک ہونا۔ شاید وہ پاک ہو جائے۔

يَذَّكَّرُ: تَذَكُّرٌ سے مضارع غائب۔ یہ بھی يَتَذَكَّرُ تھا۔ کلمۂ مذکورہ کی طرح اس میں بھی وہی قاعدۂ ادغام جاری ہوا۔ اس کے معنی ہیں نصیحت حاصل کرنا اور شاید وہ نصیحت حاصل کرے۔

اَلذِّكْرٰى: ذِكْرٌ کی طرح مصدر ہے یاد کرنا یہاں مراد ہے نصیحت۔ پس فائدہ دے اس کو نصیحت۔

اِسْتَغْنٰى: استغنا باب استفعال کا فعل ماضی ہے۔ بے نیاز ہونا۔ یعنی جس نے احتیاج نہ رکھی اور دین اسلام کی تبلیغ سے اور نصیحت سے بے نیاز بن رہا ہے۔

تَصَدّٰى: باب تفعل سے فعل مضارع۔ تصدی کے معنی ہیں درپے ہونا تو اس کے درپے ہے۔

تَلَهّٰى: باب تفعل سے فعل ماضی۔ اعراض کرنا منہ پھیرنا۔ تو اس سے اعراض کرتا ہے۔ یعنی دوسرے میں مشغول ہوتا ہے۔

مُطَهَّرَةٍ: تَطْهِيْرٌ سے اسم مفعول مونث۔ شیاطین کے ہاتھوں سے پاک رکھا ہوا۔

سَفَرَةٍ: جمع سَافِر سَفْر سے بمعنی لکھنا۔ سَافِرٌ لکھنے والا۔ مراد لوحِ محفوظ سے لکھنے والے فرشتے۔ نقل کرنے والے۔ یا سفارت سے سَافِر بمعنی سفیر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسل کے درمیان سفارت کی خدمت سرانجام دینے والوں کے ہاتھوں میں۔

كِرَامٍ: جمع کریم بمعنی معزز عند اللہ۔

Marfat.com

بَرَرَةٍ: جمع بَارٌّ اطاعت گذار۔ حسب استطاعت اطاعت میں قائم۔

مَآ اَكْفَرَهٗ: فعل تعجب ہے۔ کتنا کثیر ناشکر گزار ہے۔

قَضْبًا: صراح میں اس کے معنی لکھے ہیں ایک قسم کی بہت نرم گھاس جو مویشی کو فربہ کرتی ہے۔

غُلْبًا: جمع غَلْبَاءُ رَجُلٍ اغلب بہت موٹی گردن والا مرد۔ یہاں مراد بہت عظیم اور کثیر درختوں والے باغ اگائے۔

اَبًّا: چراگاہ۔ چرنے کی گھاس۔

صَآخَّةُ: صراح میں ہے ایسی سخت کرخت آواز جو کانوں کو بہرا کردے۔ مراد ہے نفخہ اولیٰ جب صاختہ آواز آئے گی۔

مُسْتَبْشِرَةٌ: باب استفعال سے اسم فاعل مونث خوش ہونے والی۔ یہاں مراد ہے چہرے خوش ہونے والے۔

غَبَرَةٌ: گردو غبار

تَرْهَقُ: رھق سے فعل مضارع غائب مونث بے اختیار چھا جانا۔ چھا جائے گی اُن کے چہروں پر۔

قَتَرَةٌ: سیاہی۔ تاریکی۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُوِّرَتْ: کَور مجرد سے تَکْوِیر باب تفعیل کا فعل ماضی مجہول مونث کور اور تکویر کے معنی ہیں لپیٹنا جب سورج لپیٹا جائے گا۔اس کی روشنی حرارت اور جسامت ختم کر دی جائے گی۔

اِنْكَدَرَتْ: باب انفعال کَدْرَۃ۔ کُدُوْرَہ سے انکدار سے فعل ماضی مونث۔قاموس میں اس کے ایک معنی لکھے ہیں ٹوٹ جانا۔جھڑ پڑنا۔گر پڑنا۔جب ستارے ٹوٹ کر ادھر اُدھر گر پڑیں گے۔

سُيِّرَتْ: تَسْيِيْر باب تفعیل سے ماضی مجہول مونث چلانا۔جب جگہ سے پہاڑ اکھیڑ کر چلائے جائیں گے۔

عِشَارُ: جمع ہے عُشَرَاءُ کی۔وہ اونٹنی جو آٹھ دس ماہ کی حاملہ ہو۔مراد ہے سب بچہ دینے والی اونٹنیاں آوارہ چھوڑ دی جائیں گی۔حالانکہ مالکوں کو بہت محبوب تھیں۔

عُطِّلَتْ: تعطیل باب تفعیل سے ماضی مجہول اس کے معنی ہیں چھوڑ دینا۔خواہ ضائع ہو جائے۔چھوڑ دی جائیں گی۔

سُجِّرَتْ: تَسْجِيْر باب تفعیل سے ماضی مجہول۔اس کے ایک معنی ہیں بھر دینا۔یعنی جب سب سمندر اکٹھے کر کے ایک بنا کر بھر دیے جائیں گے یا گرم کر کے خشک کیے جائیں گے۔

زُوِّجَتْ: تزویج سے ماضی مجہول جوڑا بنانا ایک کے ساتھ دوسرا ملا کر دو کرنا۔نفوس،کو ابدان کے ساتھ ملانا۔یعنی نفوس کو ابدان کے ساتھ ملایا جائے گا۔

اَلْمَوْءٗدَةُ: وَأْدٌ سے اسم مفعول مونث اس کے معنی ہیں زندہ کو زمین میں گاڑ دینا۔یعنی جب زندہ دفنائی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ تجھ کو کس جرم میں زندہ دفنایا گیا۔

كُشِطَتْ: كَشْطٌ سے ماضی مجہول اس کے معنی ہیں ایک شے سے دوسری شے اٹھا لینا۔جیسے ذبیحہ سے کھال اُتاری جاتی ہے۔جب آسمان سے پردہ اٹھایا جائے گا۔

جَحِيْمُ: ایک دوسری کے اُوپر چڑھی ہوئی آگ۔بہت سخت بھڑکا ؤ رکھنے والی آگ۔یہاں جہنم مراد ہے۔

سُعِّرَتْ: تَسْعِيْرٌ سے ماضی مجہول۔اس کے ایک معنی ہیں آگ بھڑکانا۔جب جحیم جو پہلے ہی سخت بھڑکاؤ والی ہے اور بھڑکائی جائے گی۔

اُزْلِفَتْ: ازلاف باب افعال کا فعل ماضی مجہول ہے اس کے معنی ہیں نزدیک کرنا۔جب مومنین کے واسطے جنت نزدیک کی جائے گی۔

Marfat.com

بِالْخُنَّسِ: خُنَّسٌ چند ستارے یا ایک ستارہ یہ خنوس یا خنس سے بنا ہے اس کے معنی ہیں پیچھے رہنا، یا کسی چیز کے پیچھے چھپ جانا۔ یہ پانچ ستارے اپنی رفتار میں بعض اوقات سورج میں چھپ جاتے ہیں۔ زُحل۔ مشتری۔ مریخ۔ زہرہ۔ عطارد۔ ان کو خمسہ متحیرہ بھی کہتے ہیں، یہاں جمع ہے خانس کی۔

اَلْجَوَارِ: جمع جاریۃ۔ چلتے رہنے والے۔

اَلْکُنَّسِ: جمع کَانِسٌ کی۔ عرب کہتے ہیں۔

کَنَسَ الظَّبْیُ: ہرن اپنی کِنَاس میں داخل ہوگیا۔ کِنَاس گھن کے درختوں میں اُس کی چھپن گاہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ستارے بوجہ سورج سے قریب ہو جانے کے رات کو بعض ان میں سے نظر نہیں آتے۔ گویا وہ کناس میں داخل ہو گئے ہیں۔ دوسرے وقت کوئی اور داخل ہو گیا۔ اس واسطے ان کو کنس کہتے ہیں اپنی چھپن گاہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ستارے بوجہ سورج سے قریب ہو جانے کے رات کو بعض ان میں سے نظر نہیں آتے۔ گویا وہ کناس میں داخل ہو گئے ہیں۔ دوسرے وقت کوئی اور داخل ہو گیا۔ اس واسطے ان کو کنس کہتے ہیں اپنی چھپن گاہ میں داخل ہو جانے والے۔

عَسْعَسَ: عَسْعَسَۃٌ رباعی مجرد سے فعل ماضی غائب۔ اس کے معنی ہیں تاریک ہونا۔ قسم ہے رات کی جب اس کی تاریکی خوب پھیل جائے۔

تَنَفَّسَ: باب تفعل تَنَفُّسٌ سے فعل ماضی غائب اس کے ایک معنی ہیں صبح کا پھوٹنا۔ ظاہر ہونا۔ قسم صبح کی جب پھوٹ پڑے۔

رَسُوْلٍ رَسُوْلٌ بمعنی مُرْسَلٌ۔ بھیجا ہوا۔

کَرِیْمٌ: کَرِیْمٌ بمعنی مُکَرَّمٌ عزت دیا ہوا معزز۔ یہ اللہ ذوالجلال کی طرف سے القاب ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے لئے یہاں یہی مراد ہیں۔

ذِی الْعَرْشِ: معنی ہیں عرش والا۔ اپنی ذات پاک کے لئے فرمایا ہے۔ عرش کے سوا اور کسی مخلوق کو ذو۔ ذی کا مضاف الیہ نہیں فرمایا۔

مَکِیْنٌ: مَکَانَۃٌ سے صفت مشبہ مکانتہ کے معنی ہیں منزلت۔ درجہ عرش والے کے نزدیک خاص منزلت والا۔ یہ بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے۔

مُطَاعٍ: اطاعتہ باب افعال کا اسم مفعول فرمانبرداری کیا ہوا۔ یعنی فرشتے اس کا حکم مانتے ہیں۔

ثَمَّ: فتحہ سے ھناک کے معنی دیتا ہے۔ یعنی وہاں معنی۔ صفاتِ مذکورہ کے ساتھ وہاں وحی پر امین بھی ہے۔ کلامِ باری تعالیٰ میں ایک شوشے تک کا فرق نہیں ہونے دیتا۔

بِضَنِیْنٍ: ضَنٌّ سے باب مَدَّ یا فَرَّ کی طرح آتا ہے۔ ضَنِیْنٌ صفت مشبہ بمعنی بخیل۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان امورِ غیبیہ کی تبلیغ اور تعلیم میں جو بذریعہ وحی القاء ہوتے ہیں بخل نہیں کرتے برابر بیان فرمادیتے ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَۃُ الْاِنْفِطَارِ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۱۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنْفَطَرَتْ: انفطار باب انفعال مصدر سے فعل ماضی غائب مونث۔ بمعنی پھٹنا۔ چرنا۔ جب آسمان پھٹ جائے گا۔

اِنْتَثَرَتْ: باب افتعال سے فعل غائب مونث۔ گر کر بکھر جانا۔ جب ستارے، گر کر بکھر جائیں گے۔

فُجِّرَتْ: تفجیر سے فعل ماضی غائب مونث مجہول بمعنی پھوٹنا۔ ایک معنی ہیں خشک کرنا۔ جب سمندر کھولے جائیں گے یا خشک کیے جائیں گے۔

بُعْثِرَتْ: بَعْثَرَۃٌ سے فعل ماضی مجہول اس کے معنی کیے گئے ہیں اُخْرِجَتْ۔ جب قبروں کے اندر کی شے نکالی جائے گی۔

عَدَلَکَ: عَدْلٌ سے فعل ماضی غائب۔ اس کے ایک معنی ہیں اشیاء کو باہم برابر کرنا۔ یہاں مراد ہے اعضاء انسانی کو خاص نسبت سے برابر کیا۔

رَکَّبَ: ترکیب سے فعل ماضی ہے اس کے ایک معنی ہیں چند چیزوں کو ملا کر ایک صورت بنانا۔ یعنی جس طرح چاہا جسم کے تمام اعضاء کو ملا کر ایک صورت بنادی۔

سُورَۃُ الْمُطَفِّفِیْنَ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۳۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْمُطَفِّفِیْنَ: تَطْفِیْفٌ سے اسم فاعل جمع بمعنی ماپ تول میں کم دینا۔ اسلام سے پیشتر اہلِ مدینہ میں یہ عادت کثرت سے تھی۔ ان آیات کے بعد بہترین اصلاح کر لی۔ قاضی بیضاوی نے یہاں ایک روایت درج کی ہے ہم اس کا ترجمہ یہاں لکھ دیتے ہیں۔

حدیث میں ہے پانچ حالتیں پانچ عادتوں کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں۔ جو قوم عہد شکنی کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کا دشمن مسلط کر دیتا ہے اور جو لوگ اللہ کے اُتارے ہوئے احکام کے بغیر حکم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں احتیاج، محتاجگی، دوسرے کی دست نگری ڈال دیتا ہے۔ یعنی کسی دوسرے کے اپنے سے بڑے کے دست نگر ہی رہتے ہیں اور جب ان میں زنا۔ لواطت وغیرہ عام ہو جاتا ہے تو ان میں موت عام ہو جاتی ہے اور کم دینے کی عام عادت ہو جانے میں زرعی پیداوار میں کمی واقع ہوتی ہے اور قحط میں گرفتار ہوتے ہیں اور جب زکوٰۃ کی ادائیگی میں عام اغنیاء کمی کرتے ہیں، تو بارش کی بندش سے سزا دیئے جاتے ہیں۔ یہ سب تنبیہات اہلِ اسلام کے لئے ہیں۔

Marfat.com

اِكْتَالُوْا: اکتیال باب افتعال سے فعل ماضی جمع غائب۔ اس کے معنی ہیں کسی سے من تول کر لینا دینا۔ جب اس طریقے سے دوسرے سے لیتے ہیں تو۔

يَسْتَوْفُوْنَ: استیفاء سے مضارع جمع غائب پورا لینا۔ پورا پورا لیتے ہیں۔

كَالُوْهُمْ: کَیْل سے فعل ماضی جب ماپ کر دیتے ہیں ان کو۔

وَزَنُوْا: وزن مصدر سے ماضی جمع غائب۔ تولنا یہاں مراد ہے جب دوسروں کو دینے کے واسطے تولتے ہیں۔

يُخْسِرُوْنَ: اِخْسَار مصدر باب افعال کا مضارع جمع غائب۔ خسارے میں رکھتے ہیں یعنی کم دیتے ہیں۔

كِتَابَ الْفُجَّارِ: بیضاوی میں کتاب کے معنی مصدر کے لئے ہیں یعنی فاجروں بدکاروں کے اعمال کی تحریر۔ لکھت۔

سِجِّيْنٍ: فاجروں کے اعمال ناموں کا دفتر سَجْن سے ہے جس کے معنی ہیں تنگ کرنا۔ بند رکھنا۔ اس دفتر کا نام ہے کیونکہ یہ بندش اور قید کا سبب ہے۔

اَسَاطِيْرُ: جمع اسطور یا اسطار۔ بے ربط بے جوڑ کہانیاں۔

رَانَ: رَیْنٌ سے فعل ماضی۔ رین کے معنی ہیں میل۔ زنگار۔ بلکہ بوجہ کثرت معاصی اور جرائم کے اُن کے دلوں میں میل اور زنگار لگ گیا ہے، ایمانی روشنی کی شعاع اس پر نہیں پڑ سکتی۔

صَالُوْا: صلی سے اسم فاعل جمع یعنی وہ آگ میں پڑنے اور جلنے والے ہوں گے۔

عِلِّيِّيْنَ: نیکوکار مومنین کی عملی تحریر جمع رہنے کا دفتر۔

رَحِيْقٍ: قاموس میں ہے۔ صاف۔ اطیب وافضل قسم کی خمر۔

خِتَامُهٗ: قاموس میں خِتَام مصدر لکھا ہے۔ خَتَمَ کا۔ قاضی نے مصدر بمعنی مفعول بنا کر معنی لئے ہیں یعنی اس کی بوتلوں پر یا برتنوں پر کستوری کی مہر ہوگی۔ مدارک میں مصدر اپنے معنی میں ہے یعنی اس کے ختم ہونے پر مُشک کی خوشبو آئیگی۔

لِيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ: باب تنافُسٌ تفاعل سے پہلا کلمہ فعل مضارع غائب۔ دوسرا اسم فاعل جمع مذکر۔ تنافس کے معنی ہیں کسی شے میں رغبت رکھنا۔ معنی جو لوگ بہترین نعمتیں حاصل کرنے کی خواہش اور رغبت رکھتے ہیں وہ ان مذکورہ نعمتوں کے حاصل کرنے میں رغبت کریں اور ان اسباب یعنی اعمال مہیا کریں بجالائیں۔

مِزَاجُهٗ: قاموس میں ہے مزاج۔ وہ شے جو کسی پینے کی شے میں خوش ذائقہ بنانے کو ملائی جاتی ہے۔

تَسْنِيْمٍ: جنت میں ایک خاص چشمہ ہے جس کا یہ نام ہے۔ ویسے تسنیم مصدر ہے باب تفعیل کا بمعنی مفعول۔ معنی ہیں بلند کرنا۔ یہاں مراد ہے بلحاظ مکانیت کے بلند یا اپنے خواص سے بلند۔

يَتَغَامَزُوْنَ: باب تفاعل کے مصدر تَغَامُزٌ سے فعل مضارع جمع غائب ہے۔ غمز کے ایک معنی ہیں آنکھ سے۔ ابرو سے پلکوں سے کسی کی طرف اشارہ کرنا۔ یعنی جب مومن ان کے پاس سے گزرتے ہیں تو یہ لوگ ان کی طرف ان اعضاء سے

Marfat.com

اشارے کرتے ہیں۔

فَكِهِيْنَ: قاضی نے اس کے معنی لذت لینے والے لکھے ہیں۔ یعنی اُن کے ٹھٹھے سے لذت لیتے ہیں، فَکِھۃ کے معنی مزاح کرنے والا۔ یہ جمع ہے۔

ثُوِّبَ: تثویبٌ سے ماضی غائب مجہول۔ اس کے معنی ہیں جزا دینا۔ کیا کفار کو جزا دی گئی ہے اپنے افعال کی۔

❀ ❀ ❀ ❀

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَذِنَتْ: اذن سے فعل ماضی مونث غائب اَذِنَ لَهٗ جیسے یہاں ہے اَذِنَتْ لِرَبِّهَا تعجب سے کان دھر کر سننا۔ مراد ہے کہ آسمان پھٹ گیا اور اس نے (حکم انشقاق) کان دھر کر سنا۔

وَحُقَّتْ: قاموس میں لفظ اَلْحَقُّ کے ذیل میں بہت تفصیل ہے۔ اسی میں حَقَّ يَحِقُّ حَقَّةً وَجَبَ يَجِبُ وُجُوْبًا کے معنی میں ہے۔ یعنی فلاں امر واجب ہو گیا۔ حُقَّتْ ماضی غائب مجہول ہے یہ امر انشقاق اس پر واجب کیا گیا۔ قاضی اور امام دونوں کے مطلب کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمان ایسے حق پر بنایا گیا کہ حکم کے انقیاد اور اتباع کے لئے مستعد رہے۔

مُدَّتْ: مَدٌّ بمعنی پھیلانا وسیع کرنا سے فعل ماضی غائب مجہول اور جب زمین فراخ کی جائے گی۔

تَخَلَّتْ: تخلّی سے فعل ماضی غائب مونث۔ خالی ہونا۔ زمین اپنی اندر کی اشیاء سے خالی ہو گئی۔

كَادِحٌ: كَدْحٌ سے اسم فاعل۔ کدح کے معنی ہیں محنت اور تکلیف سے کوئی کام کرنا۔ اے انسان تو مشقت سے کام کرنے والا ہے۔

اِلٰى رَبِّكَ: امام نے اسکی تاویل کی ہے۔ اِلٰى لِقَاءِ رَبِّكَ یعنی موت۔ تیرے مشقت کے کام موت تک جاری رہنے والے ہیں۔ قفال نے معنی کئے ہیں اے انسان تو دنیا میں اس مشقت میں ہے۔ یہاں تک کہ پہنچے گا اپنے رب تک۔

ثُبُوْرًا: ہلاکت۔

لَنْ يَّحُوْرَ: حَوْرٌ سے فعل نفی مستقبل بہ لن اس کے معنی ہیں رجوع کرنا۔ لوٹنا۔ کہ وہ ہرگز نہیں لوٹے گا۔ یعنی مرنے کے بعد نہیں اٹھے گا۔

وَسَقَ: وسق سے فعل ماضی اس کے معنی ہیں جمع کرنا۔ یعنی قسم ہے رات کی اور اس تمام مخلوق کی اور اشیاء کی جن کو رات جمع کرتے ہے یعنی جن پر چھا جاتی ہے۔

Marfat.com

اِتَّسَقَ: باب افتعال اتساق مادہ وسق سے واؤ کو ی۔ ی کو ت بنا کر ادغام کیا۔ یہ فعل ماضی غائب ہے۔ جمع ہونا۔ انتظام میں ہونا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چاند پورا بدر ۱۳ سے ۱۶ تک مراد ہے۔ یعنی قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہوتا ہے۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ: تم سوار ہو گے حالاتِ مختلفہ پر جو بالکل ایک دوسرے کے مطابق اور مساوی ہوں گے۔ اپنا اثر کرنے میں، چھا جانے میں۔

يُوْعُوْنَ: اِیْعَاءٌ وِعَاء سے باب افعال دعاء کے معنی برتن۔ اِیْعَاء کے معنی کوئی چیز برتن میں رکھنا۔ یہاں مراد ہے کہ یہ کفار لوگ جو کچھ اپنے سینوں میں رکھتے ہیں۔ اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْبُرُوْجِ: جمع بُرج محل۔ قاموس میں قلعہ لکھا ہے اور آسمان کے بارہ حصوں میں سے ایک حصہ یہ سیارات کی منزلیں ہیں۔

اَلْمَوْعُوْدِ: وَعْدٌ سے اسم مفعول بمعنی وعدہ کرنا موعد۔ وعدہ کیا ہوا دن۔ قیامت۔

اُخْدُوْدِ: جمع خدٌ ایک لمبی خندق۔

اَلْوَقُوْدِ: شعلہ۔ تیز جلنے والی۔

قُعُوْدٌ: جمع قاعد۔ بیٹھنے والا۔ وہ تماشا دیکھنے بیٹھے تھے۔

شُهُوْدٌ: جمع شاھد۔ شہادت دینے والا، وہ باہم شہادت دیتے تھے اپنی کارگزاری پر۔

مَانَقَمُوْا: نَقَمَ سے ماضی منفی جمع مذکر۔ اس کے معنی ہیں کسی کام کو ناپسند کرنا۔ ان کفار نے اس وقت کے مسلمانوں سے کوئی کام ناپسند نہیں کیا تھا سوائے اس کے کہ وہ ایمان لائے تھے۔ اللہ غالب حمید کے ساتھ۔

فَتَنُوْا: مشقت اور بال میں مبتلا کیا مومنین کو فعل ماضی فتن فتنہ سے۔

اَلْحَرِيْقِ: حَرْقٌ سے صفت مشبہ۔ جلانے والا۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَۃُ الطَّارِقِ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۱۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلطَّارِقِ: رات کے شروع میں ظاہر ہونے والا ستارہ۔ طَرق سے اسم فاعل۔ اسکے معنی ہیں کوٹنا۔ لغوی معنی ہیں کوٹنے والا۔ اس سے مراد لیتے ہیں مسافر گویا پاؤں سے رستہ کوٹتا جاتا ہے۔ طرِیق اسی سے رستہ کوٹتا ہوا پھر خاص کر جو مسافر رات کو آئے اس کو طارِق کہتے ہیں۔ پھر شروع رات میں جو ستارہ چمکتا ہے۔ اس کو طارق کہتے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہے۔

لَمَّا: اس کی دو تاویلیں ہیں اول اِلَّا کے معنی میں ہے اور اِنْ نافیہ ہے۔ نہیں ہیں تمام نفس مگران پر نگہبان ہے۔ دوم۔ اِنْ مخففہ اِنَّ لَمَا میں میم زائد۔ بے شک ہر نفس پر محافظ ہے۔

دَافِقٍ: دفق سے اسم فاعل خوب اچھل کر ٹپک کر نکلنے والا۔

صُلۡب: پشت کی ہڈی۔ ریڑھ کی ہڈی۔

وَالتَّرَآئِبِ: جمع تَرِیبہ سینہ کی ہڈی یعنی وہ پانی جو نکلتا ہے مرد کی صُلب اور عورت کی ترائب سے یعنی سینے کی ہڈی سے۔

تُبۡلَـــی: اِبۡلَاءٌ۔ مضارع مونث غائب مجہول بمعنی پرکھنا۔ معلوم کرنا۔ ظاہر کرنا۔ معلوم کرائے جائیں گے۔ ظاہر کئے جائیں گے۔

اَلسَّرَائِرُ: جمع سَرِیۡرَۃٌ وہ امر جو انسان چھپائے رکھتا ہے۔ نیت اچھا بُرا ارادہ۔ جس دن کہ نیتیں، ارادے اور چھپائی رکھی ہوئی باتیں ظاہر کی جائیں گی اور جتائی جائیں گی۔

ذَاتِ الرَّجۡعِ: رجع مصدر ہے بمعنی لوٹنا۔ مراد ہے کہ آسمان کا یعنی سیارات کا دور اپنی ہر گردش میں مڑ کر پہلے مقام پر جہاں سے حرکت شروع ہوتی ہے لوٹتا ہے۔ دوسرے معنی رجع کے بارش ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے وقتاً فوقتاً مڑ مڑ کر لوٹتی رہتی ہے۔ تیسری تاویل السماء سے مراد سحاب بادل ہے۔ بادل سمندر کے پانی سے بنتا ہے اور برس کہ پھر وہ پانی بہ کر اسی جگہ لوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا معنی ہیں قسم ہے آسمان مُڑ مُڑ چکر کاٹنے والے کی۔ یا آسمان بارش والے کی۔ یا بادل پانی والے کی۔

ذَاتِ الصَّدۡعِ: پھٹنے کی استعداد والی قابلیت رکھنے والی۔ نباتات کی صورت میں، پانی کے چشموں کی صورت میں۔

قَوۡلٌ فَصۡلٌ: فصل مصدر بمعنی فاعل ہے فاصل کلام حق و باطل میں فرق کر دینے والی۔

بِالۡهَزۡلِ: یہ مصدر بمعنی مفعول ہے مَهۡزُول مسخری کی بات۔ بے نتیجہ۔ بے معنی۔ جھوٹی دل لگی کی بات۔

یَکِیۡدُوۡنَ: کید سے مضارع جمع غائب اور اَکِیۡدُ مضارع متکلم۔ کَید کے معنی ہیں کسی امر کے لئے خفیہ تدبیر کرنا۔ حق تعالٰی نے فرمایا ہے وہ ہمارے دین کے خلاف تدبیر کرتے ہیں ہم ان کے خلاف تدبیر کرتے ہیں۔

Marfat.com

سُورَۃُ الْاَعْلٰی۔ مَکِّیَّۃ۔ آیات ۱۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَرْعٰی: چراگاہ۔
غُثَآءً: سوکھی۔ٹوٹی پھوٹی انباتات۔
اَحْوٰی: سیاہ رنگ کی۔

❋ ❋ ❋ ❋

سُورَۃُ الْغَاشِیَۃ۔ مَکِّیَّۃ۔ آیات ۲۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غَاشِیَۃِ: غَشْیٌ سے اسم فاعل مونث۔ جو شے دوسری شے کو چاروں طرف سے گھیر لے اُسے غاشیتہ کہتے ہیں۔ یہاں مراد قیامت ہے، خَاشِعَۃٌ۔ ذلیل ہونے والے۔
عَامِلَۃٌ: مشقت کے کام کرنے والے۔
نَاصِبَۃٌ: سخت تھکان اور کوفت میں پڑنے والے۔
اٰنِیَۃٍ: اس کا وزن ہے فاعلۃ اَنَاءٌ سے اس کے معنی بیضاوی کے حاشیے پر لکھے ہیں۔ آخری حد۔ قاضی نے معنی کئے حرارت میں آخری حد تک پہنچا ہوا۔
ضَرِیْعٍ: کانٹے دار جھاڑی ہری ہری۔ اونٹ چر لیتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے جہنم میں ایک درخت ہے یہی درخت ہے۔ دنیا میں اُس کا ہمنام ضریع ہے۔
نَمَارِقُ: جمع نَمْرُقَۃ تکیہ۔
مَصْفُوْفَۃٌ: قطار در قطار رکھے ہوئے۔
زَرَابِیُّ: فروش جمع زُرْبِیَۃ۔ فرش۔
مَبْثُوْثَۃٌ: چھائے ہوئے۔
مُصَیْطِرٍ: متسلط۔ نگرانِ حال۔ داروغہ۔

❋ ❋ ❋ ❋

Marfat.com

سُورَةُ الْفَجْرِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَشَّفْعِ وَالْوَتْرِ: ہر جفت شے جو دو پر پوری تقسیم ہو سکے وہ شفع ہے اور جو نہ ہو سکے وہ وتر ہے۔

لِذِیْ حِجْرٍ: حِجْرٍ کے معنی عقل۔ عقل والے کے لئے۔

ذَاتِ الْعِمَادِ: عِمَاد ستون جمع اس کی عَمَدٌ۔ عُمُدٌ یا بلند عمارتیں۔

فِی الْبِلَادِ: جمع بلدۃ شہر۔ ایسی بلند عمارتوں والے تھے جن کی مثل دوسروں میں نہیں بنائے گئے۔

جَابُوْا: جوْب سے فعل ماضی جمع غائب اس کے معنی ہیں کاٹنا۔ قطع کرنا۔

صَخْرًا: سخت پتھر۔ انہوں نے سخت پتھر تراش تراش کر گھر بنائے۔

بِالْوَادِ: جگہ کا نام ہے جہاں اس قوم کی بستیاں تھیں۔

ذِی الْاَوْتَادِ: کیلے۔ بڑی بڑی میخیں جمع وَتَد۔

سَوْطٌ: مصدر ہے ساط یَسُوْطُ کا اس کے معنی ہیں چند چیزوں کو آپس میں ملا دینا کئی نوع کا ملا جلا عذاب۔

لَبِالْمِرْصَادِ: رصد سے وہ مکان جس میں رصد لگانے والے دشمن کی گھات لگاتے ہیں تیرا رب ان کی گھات میں ہے۔

اِبْتَلٰی: اِبْتِلَاءٌ باب افتعال سے فعل ماضی اس کے معنی ہیں امتحان کرنا۔ یعنی جب انسان کو مال و دولت اور نعمت دے کر اُس کا رب امتحان کرتا ہے۔

نَعَّمَهٗ: باب تفعیل تنعیم سے فعل ماضی غائب نعمت دینا۔ خوشحال کرنا۔ اس کو عزت دیتا اور خوشحال کرتا ہے۔

قَدَرَ: قدر سے فعل ماضی۔ اس کے ایک معنی ہیں کم کر دینا۔ گھٹانا۔

تُحٰٓضُّوْنَ: باب تفعیل تَحَاضٌّ سے فعل مضارع حاضر۔ اصل میں تھا تَتَحَاضُّوْنَ ایک ت کو حذف کیا۔ امام نے معنی کئے ہیں، دوسرے کو کسی امر کی رغبت دلانا۔ قاضی نے معنی کئے ہیں اپنے اہل کو مساکین کو طعام دینے کی رغبت نہیں دیتے دوسرے کو بجائے خود۔

تُرَاثٌ: بمعنی میراث۔ ورثہ۔ اصل میں وُرَاث تھا۔

اَکْلًا لَّمًّا: لَمٌّ کے معنی ہیں تمام کا تمام کُلّھم سب کا سب۔ یعنی ورثہ سب ہضم کرتے ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ ورثہ سب حلال ہو، مشتبہ ہو حرام ہو، سب جمع کر کے قبضے میں لاتے ہو۔

حُبًّا جَمًّا: جَمٌّ سے کثیر۔ زیادہ۔ مال سے بہت کثیر محبت رکھتے ہو۔

Marfat.com

دُكَّتِ الْاَرْضُ: دَکٌّ کے معنی ہیں دیوار یا پہاڑ کو توڑنا۔ مبرد نے کہا ہے کہ بلند جگہ کو گرا کر ہموار کرنا۔

یُوْثِقُ: اِیْثَاق مصدر سے مضارع غائب اس کے معنی ہیں کسی کو وثاق سے جکڑنا۔ وثاق وہ شے جس سے کسی کے ہاتھ پاؤں جکڑے جاتے ہیں۔ آیت کریمہ میں ہٗ ضمیر کا مرجع اللہ کا اسم مبارک ہے پس اس روز اللہ تعالیٰ جیسا عذاب کوئی نہیں دے گا اور نہ ہی اس جیسا کوئی وثاق میں جکڑے گا۔

❁❁❁❁

سُوْرَةُ الْبَلَد۔ مَكِّيَّة۔ آیات ۲٠

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْبَلَدِ: شہر۔ یہاں مراد ہے مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفا۔

حِلٌّ: اُترنا۔ قیام کرنا۔ یعنی تو مقیم ہے اس میں۔ اس کے ایک معنی ہیں حلال۔ اور تجھ کو انتہائی تکلیف دینا انہوں نے حلال سمجھ رکھا ہے حالانکہ حرم میں یہ فعل خود حرام کئے بیٹھے ہیں۔

فِيْ كَبَدٍ: مشقت رنج اور تعب میں۔

لُبَدًا: کثیر۔ بہت زیادہ۔ تہ بہ تہ چڑھا ہوا۔

نَجْدَيْنِ: تثنیہ نَجْد جس کے معنی ہیں بلند مقام۔ مراد ہے دودھ پینے کے دو پستان، یا مراد ہے دو طریقے خیر و شر کے۔

اِقْتَحَمَ: اِقْتِحَام باب افتعال سے فعل ماضی۔ اس کے معنی ہیں تکلیف میں پڑنا۔ گھس جانا۔

اَلْعَقَبَةُ: پہاڑی رستہ۔ یہ دشوار گزار ہوتا ہے۔ یہ دشوار گزار رستوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ طبیعت پر دشوار اعمال اس نے کئے ہی نہیں۔

ذِيْ مَسْغَبَةٍ: سَغَب کی طرح مصدر میمی بھوک۔ بھوک والے بھوکے کو۔

ذَامَقْرَبَةٍ: قرابت۔ رشتہ۔ یتیم رشتہ دار۔

ذَامَتْرَبَةٍ: مَتْرَبَة کے معنی لکھے ہیں فاقہ۔ فقر۔ مسکین۔ فقر و فاقہ والا۔

مُؤْصَدَةٌ: اِیْصَاد باب افعال سے اسم مفعول مونث۔ بند کرنا دروازہ وغیرہ۔ آگ ان پر بند کی ہوئی ہے جس کی تیزی کسی طرف نہیں نکلے گی۔

❁❁❁❁

Marfat.com

سُورَةُ الشَّمْسِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۱۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ضُحٰهَا: ضَحْوَة دن کے آغاز کا وقت اس کے بعد جب آفتاب اور بلند ہو جائے اس کو ضُحٰی کہتے ہیں۔ جب خوب اونچا ہو جائے اور دھوپ زیادہ گرم ہو جائے تو اس کو ضَحَاءَ کہتے ہیں زوال تک۔ جب سورج کی طرف مضاف کرتے ہیں تو مراد سورج کی روشنی ہوتی ہے۔

تَلٰهَا: تُلُوٌّ مصدر سے فعل ماضی باب مثل نَصَرَ کی اس کے معنی ہیں پیچھے چلنا۔ اور چاند کی قسم جب آفتاب کے پیچھے چلتا ہے۔

جَلّٰهَا: باب تفعیل تَجْلِيَةٌ یا جلاء سے فعل ماضی بمعنی روشن کرنا۔ قسم دن کی جب وہ سورج کو ظاہر کرتا ہے۔

يَغْشٰهَا: غشی سے فعل مضارع غائب اس کے معنی ہیں ڈھانپنا۔ قسم رات کی جب وہ سورج کو ڈھانپ لیتی ہے۔ چھپا لیتی ہے۔

مَا بَنٰهَا: مَا بمعنی مَنْ ہے مراد اللہ کی اپنی ذات یا مراد ہے قدرت۔ یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس کی قدرت کی جس سے آسمان بنایا۔

طَحٰهَا: طَحْوٌ سے فعل ماضی غائب اس کے معنی ہیں بچھانا۔ دراز کرنا۔ قسم زمین کی اور اس کی جس نے اس کو وسیع کیا۔

دَسّٰهَا: دَسٌّ مصدر سے فعل ماضی غائب دراصل دَسَّسَ مصدر سے دَسَّسَهَا تھا دوسرے س کو ی بنا کر تعلیل سے دَسّٰهَا بنا اس کے معنی ہیں چھپانا۔ خاص کر مٹی ڈال کر چھپانا۔ بے شک وہ شخص خسارے میں رہا جس نے نفس کو گندہ خاک آلود کر رکھا۔

طَغْوٰى: مصدر ہے بمعنی حد سے تجاوز کرنا۔ معاصی میں۔ اپنی بے حد سرکشی کے سبب۔

اِنْۢبَعَثَ: انبعاث سے فعل ماضی صراح میں اس کے معنی ہیں جلدی کرنا۔ جب ان کے شقی تر شخص نے اونٹنی کی کونچیں کاٹنے میں جلدی کی۔

سُقْيٰهَا: مصدر ہے پانی پلانا۔ یعنی چھوڑے رکھو ناقہ کو اور اس کے پانی پینے کو۔

عَقَرُوْ: عقر مصدر سے فعل ماضی غائب جمع اس کے معنی ہیں تلوار سے اونٹ کے پاؤں کاٹ دینا انہوں نے ناقہ کے پاؤں کاٹ ڈالے۔

دَمْدَمَ: دَمْدَمَةٌ سے فعل ماضی اس کے معنی ہیں ہلاک کرنا۔ ہلاکت ڈالی ان پر ان کے رب نے۔

Marfat.com

سُورَۃُ اللَّیل۔ مَکِّیَّۃ۔ آیات ۲۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَشَتّٰی: جمع شَتِیتٌ۔ صفت مشبہ مثل مریض مرضی۔ بمعنی الگ کیا ہوا۔ تمہاری کوشش جدا جدا ہے۔ مصدر شَتٌّ سے شَتِیت ہے۔ بمعنی الگ ہونا۔

تَرَدّٰی: رَدٰی سے باب تفعل تـرَدِّیٌ کا فعل ماضی غائب اس کے معنی ہیں گڑھے میں گرنا۔ ہلاک ہونا۔ جب ہلاک ہوگا تو اُس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔

تَلَظّٰی: لَظٰی سے باب تفعل تَلَظِّی سے ماضی غائب یا مضارع۔ آگ جو بھڑکتی ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُورَۃُ الضُّحٰی۔ مَکِّیَّۃ۔ آیات ۱۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالضُّحٰی: سُجُوٌّ سے فعل ماضی۔ اس کے معنی ہیں تھم جانا۔ خاموش پھیل جانا۔ جب رات کو سب آوازیں تھم گئیں۔

وَدَّعَکَ: تودیع سے فعل ماضی۔ اس کے معنی ہیں رخصت کر کے چھوڑ دینا۔ یہاں چھوڑ نا مراد ہے قَلٰی۔ قلاءٌ مصدر سے فعل ماضی باب مثل ضَرَبَ کی دشمن رکھنا۔ یعنی نہ تجھ کو چھوڑا ہے اور نہ دشمن رکھا ہے۔

فَاٰوٰی: ایواء باب افعال سے فعل ماضی جگہ دینا تجھے جگہ دی۔

ضَآلًّا: ضَلالَتـہ سے اسم فاعل ہے۔ اس کے کئی معنی ہیں۔ علامہ الوسی نے جو معنی روح المعانی میں لکھے ہیں ہم ان کا ترجمہ یہاں لکھ دیتے ہیں۔

ضال ناواقف۔ یعنی تجھ کو احکام شریعت سے ناواقف پایا جو کسی درجے کی عقل سے نہیں سمجھائے جاسکتے تھے۔ اسی طرح ایک اور سورت میں فرمایا ہے تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے۔ تو معنیٰ یہ ہوا کہ تجھ کو شرائع سے ناواقف پایا تو بذریعہ وحی کے اُن کی طرف تیری رہنمائی کی اور تجھے پڑھائے سکھائے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ بقول واحدی اکثر مفسرین نے یہی معنی اختیار کئے ہیں۔ زجاج کا قول بھی یہی ہے۔ علامہ نے یہاں بہت سے اقوال نقل کئے ہیں مگر پسند مذکورہ معنی کئے ہیں۔

Marfat.com

وَجَدَ: وَجدٌ وِجدان سے فعل ماضی غائب پالینا۔حاصل کرنا۔یہاں مراد ہے معلوم کرنا۔یعنی معلوم کیا تجھ کو۔

عَآئِلاً: عَالَ یَعِیلُ عَیلاً سے اسم فاعل حاجتمند ضرورت مند۔

اَغنٰی: اِغنَاءٌ باب افعال سے فعل ماضی۔غنی کرنا۔تجھ کوغنی کر دیا۔

❁❁❁❁

سُورۃُ اَلَم نَشرَح۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۸

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

وِزرَکَ: اس کے ایک معنی ہیں بوجھ۔

اَنقَضَ: نَقضٌ سے انقاض باب افعال سے فعل ماضی۔اس کے معنی ہیں پیٹھ پر کے بوجھ کا بہت بھاری ہونا۔انقاض کے معنی ہوئے پیٹھ سے بوجہ بوجھ آواز نکالی۔نقیض کے ایک معنی ہیں آواز جو پالان شتر سے بوجہ ثقیل پیدا ہوتی ہے۔یہاں وزر سے مراد ہے رسالت اور نبوت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برائی کی فکر۔اس کو اٹھالیا۔آسان فرمادیا۔

عُسرٌ: تنگ دستی۔ہر معاملے میں تنگی۔

یُسرٌ: غنی۔خوش حالی۔کشائش۔غنیٰ

فَرَغتَ: فَرغٌ و فراغۃ سے فعل ماضی مخاطب۔مصروفیت اور شغل سے خالی ہونا۔خاص رکاوٹ کا نہ رہنا۔یہاں مراد ہے کہ جب تو ایک عبودیت کے شغل سے فارغ ہو جائے۔

فَانصَب: نصب سے امر حاضر ہے۔گڑ جانا لگ جانا۔شروع ہو جانا۔یہاں امام نے چند قول نقل کئے ہیں۔

۱۔قتادہ۔ضحاک اور مقاتل کا قول ہے کہ جب تو فرضی نماز سے فارغ ہو تو اپنے رب کی طرف دعا میں لگ جا۔

۲۔شعبی کا قول ہے کہ جب تو تشہد سے فارغ ہو تو دنیا وآخرت کی دعا میں مصروف ہو۔

۳۔مجاہد کا قول ہے کہ جب دنیاوی امور سے فراغت ہو تو نماز میں مصروف ہو جاؤ۔

۴۔حسن بصری کا قول ہے کہ جب غزوات سے فراغت ہو تو عبادت کے مجاہدے میں لگو۔

۵۔ابوطلحہ کے بیٹے علی کا قول ہے کہ جب پوری صحت ہو تو عبادت میں مصروف ہو جاؤ۔

فَارغَب: رغبۃ سے امر حاضر۔ارادہ کرنا اپنے رب کی طرف ارادہ کر اور دین اور دنیا اسی سے مانگ۔

❁❁❁❁

Marfat.com

سُورَةُ التِّیۡنِ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۸

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلتِّیۡنِ: اس کے معنی ہیں انجیر۔ امام نے بہت تفصیل سے اس کی خوبیاں لکھی ہیں۔
ا۔ ہر پھل کا بیرونی حصہ پھینکا جاتا ہے یا اندرونی مثل اخروٹ بادام وغیرہ کی اور مثل کھجور وغیرہ یہ بنا بنایا مقدار لقمے کے سب کھایا جاتا ہے۔
۲۔ دوسرے تمام درخت پہلے پھول نکالتے ہیں پھر پھل یہ پہلے پھل نکالتا ہے۔
زَیۡتُوۡنِ: ملک شام کا مشہور درخت۔
سِیۡنِیۡنَ: وہ قطعہ سینین جس میں کوہِ طور واقع ہے۔
اَمِیۡنِ: امن دینے والا جو اس کی حد میں داخل ہو جاتا ہے امن میں ہو جاتا ہے۔
تَقۡوِیۡمٍ: یہ باب تفعیل کا مصدر ہے۔ امام نے اس کے معنی لکھے ہیں کسی شے کو ایسا بنانا جیسا اُسے اپنے اجزاء کی ترکیب اور ان کی تاثیری اعتدال میں ہونا چاہئے تھا۔ مراد ہے اچھی صورت شکل۔
اَسۡفَلَ: سُفۡل۔ سُفُول سُفَالَتِہٖ ایک مقام سے نیچے ہونا۔ باب کَرُمَ۔ عَلِمَ یانَصَرَ سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ اسم تفضیل ہے۔ بہت نیچے۔
سٰفِلِیۡنَ: بہت نیچے ہونے والے۔ یہاں مراد ہے انسان کے بعض افراد کو نچلے درجے والی مخلوق سے بھی نیچے لوٹایا جاتا ہے۔ جیسا بڑھاپے میں حیوانات سے بھی سدھ بدھ میں کم ہو جاتا ہے یا کُفر شرک اور نفاق سے جہنم کے اسفل درجے میں ڈالا جائے گا۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُورَةُ الۡعَلَقِ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۱۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَیَطۡغٰۤی: طُغۡیَان سے مضارع غائب۔ حد سے بڑھنا۔ انسان اپنی حدِ عبدیت سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ اپنے مالک حقیقی کی غلامی میں ثابت نہیں رہتا۔
اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی: اصل میں ہے لِاَنۡ اس واسطے کہ دیکھتا ہے اپنے آپ کو مستغنی بے پرواہ۔ غیر حاجت مند۔

Marfat.com

اَلرُّجْعٰی: یہ کلمہ مثل رجوع ومرجع کی مصدر ہے یعنی بے شک تیرے رب کی طرف سے مُڑ کر جانا۔

یَنْھٰی: نھیٌ سے فعل مضارع غائب روکنا کامل کرنے نہ دینا۔ جب ہمارا بندہ نماز پڑھتا ہے تو پڑھنے نہیں دیتا۔

لَمْ یَنْتَہِ: نھی سے باب افتعال کے وزن پر اِنْتِھَاءٌ فعل نفی جحد بلم۔ اِنْتِھَاءٌ کے معنی ہیں آخری حد جہاں کوئی چیز رُک جاتی ہے یعنی اگر وہ نہ رُکا اور اپنی اس گستاخی سے باز نہ آیا۔

لَنَسْفَعًا: سَفْعٌ سے فعل مضارع موکد بانون خفیفہ۔ اس کے معنی ہیں ماتھے کے بالوں سے پکڑ کر زور سے کھینچنا۔ تو معنی ہیں ہم ضرور اس کے ناصیہ یعنی ماتھے کے بالوں سے پکڑ کر جہنم کی طرف لے جانے کو کھینچوائیں گے۔

نَاصِیَۃٍ: سر کے وہ بال جن کا جھکاؤ اپنے آپ ماتھے کی جانب ہوتا ہے۔

فَلْیَدْعُ: دَعْوٌ و دَعَآءٌ بمعنی بلانا سے امر غائب۔ چاہئے کہ وہ بلا لے۔

نَادِیَہٗ: نادی وہ مجلس جس میں بیٹھنے والے موجود ہوں۔ خالی مکان نشست کو نادی نہیں کہتے۔

اَلزَّبَانِیَۃَ: ابوعبیدہ اور مُبَرِّد کا قول ہے کہ زَبْنِیَۃ کی جمع ہے۔ اَخفش نے بقول بعض لکھا ہے کہ زبانی کی جمع ہے۔ بعض اور کا قول ہے زابن کی جمع ہے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ کلمہ ان کلمات میں ہے جن کا واحد نہیں ہوتا۔ مثل ابابیل کی۔ اس کے معنی ہیں زور سے دھکیل کر لے جانے والے۔ یہاں مراد ہیں منتظمین وموکلانِ دوزخ۔

وَاقْتَرِبْ: قُرْبتہ بمعنی نزدیکی سے اِقْتِراب سے امر حاضر۔ یعنی نماز اور سجدے کے ساتھ پروردگار سے نزدیکی حاصل کر۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُوْرَۃُ الْقَدْرِ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ: قَدْرٌ مصدر ہے اس کے معنی بقول واحدی ہیں تقدیر۔ اور تقدیر کے معنی اس نے کئے ہیں کہ ایک شے کو دوسری کے ساتھ بغیر کمی بیشی کے مساوی کرنا۔ یہاں مراد ہے آئندہ اس رات کے آنے تک کے درمیانے سال بھر کے امور کونیہ کی تفصیلی کیفیت موکلان ملائکہ کے سپرد کئے جانے کی رات۔

وَالرُّوْحُ: اس کی تفصیل سورت معارج میں آ چکی ہے۔

مَطْلَعِ: یہ طلوع کی مثل مصدر ہے میمی۔ طلوع ہونا۔ نکلنا۔ فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے۔ اس میں ان جاہلوں کا رد ہے جو کہتے ہیں ایک آن کی آن رہتی ہے۔ غروب آفتاب سے طلوع فجر تک کے وقت میں فضیلت ہے۔

سَلٰمٌ: اس کے چند مطلب ہیں۔

ا۔ طلوع فجر تک اس میں ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلام کی دعا نازل رہتی ہے۔

Marfat.com

۲۔ بمعنی سلامتی والی ہے۔ آفات اور شرّ سے سلامتی والی ہے۔

۳۔ شیطان کی برائی سے محفوظ ہے۔

۴۔ غروب آفتاب سے طلوع فجر تک عبادت کے ثواب میں نقص اور کمی ہونے سے سالم ہے۔

سُورَةُ الْبَيِّنَةِ۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آيات ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُنفَكِّيْنَ: فکّ انفکاک باب انفعال سے اسم فاعل جمع الگ ہونا۔ قفال نے کہا ہے انفکاک کے معنی ہیں ایک شے کا دوسری سے الگ ہونا۔ معنی یہ ہیں کہ کافر اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے اپنے اپنے دین پر ایسے جمے بیٹھے ہیں کہ منفک نہیں ہوں گے جب تک ان کے پاس بینہ نہ آجائے۔ یعنی زبردست ثبوت نہ آجائے۔

صُحُفًا: پاک مضامین باطلہ سے۔

كُتُبٌ: کُتُب سے آیات مراد ہے جو صحف میں لکھی ہیں۔ بعض نے ان سے مراد احکام لئے ہیں۔

قَيِّمَةٌ: قَيِّم سے مونث کا کلمہ۔ یہ قام یقوم سے ہے مثل سَیِّدٌ و مَیِّتٌ کی جو سَادَ یَسُودَ اور مات یموت سے ہیں اس کے معنی ہیں بہت درست جس میں کجی نہ ہو یا بمعنی قائمہ کے ہے بہت مستحکم۔ مضبوط۔ ثابت۔

مُخْلِصِيْنَ: اخلاص باب افعال سے اسم فاعل۔ اخلاص کے معنی ہیں کسی کام کو صرف ایک ہی غرض کے لئے کرنا۔ دوسری غرض شامل نہ کرنا۔

حُنَفَآءَ: جمع حنیف کی۔ امام نے اس کے کئی معنی لکھے ہیں۔

۱۔ حَنَفٌ سے صفت مشبہ ہے اس کے معنی ہیں استقامت۔ یعنی استقامت رکھتے ہوئے مستقیم رہ کر عبادت کرو۔

۲۔ حَنِيْف وہ ہوتا ہے جو سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتا ہو۔ کسی کو مستثنٰی نہ کرے۔

۳۔ تمام و پورے کے پورے دین کو قبول کر کے عبادت کرو۔

اَلدِّيْنُ الْقَيِّمَةِ: قَيِّمَہ کے معنی ہیں مستقیم یا قائم۔ یہی دین ہے قائم اور مستحکم۔ فراء کا قول ہے کہ قیمہ میں ہ یعنی ھا مبالغہ کے لئے ہے۔ امام نے لکھا ہے کہ قَیِّم اس کو کہتے ہیں جو ایسے بالغ یا نابالغ شخص کی مصالح کا کفیل ہو جو خود ان کی اہلیت نہ رکھتا ہو۔ اس دین کو قیم فرمایا ہے کہ یہ بھی قبول کر لینے والے انسان کی ہر مصلحت دنیوی ہو یا اخروی کا کفیل ہے۔ گویا مومن مسلمان کے حق میں یہ دین قیم ہے۔

Marfat.com

شَرٌّ: اسم تفضیل ہے۔اصل میں تھا اَشْرَرٌ بقاعدۂ ادغام ہمزے کی ضرورت نہ رہی۔شَرٌّ ہوا بہت کثیر شَرّ رکھنے والا۔

خَیْرٌ: اس کے کئی معنی ہیں جن میں سے ایک بمعنی اسم تفضیل ہوکر استعمال ہوتا ہے جیسے یہاں ہے بمعنی بہت بہتر۔یعنی مومن صالح بہترین مخلوق سے ہیں۔

جَزَآؤُهُمْ: جزاءٌ کے معنی ہیں عوض۔بدلہ۔

عَدْنٌ: یہ مصدر ہے بمعنی کسی جگہ مقیم ہونا اور کسی جگہ ہمیشہ رہنا۔اس کا باب ضَرَبَ ونَصَرَ کی طرح آتا ہے۔یعنی ان کی ہمیشگی کی قیامگاہ جنت ہوں گے۔روایت میں ہے کہ یہ قطعات وسط جنت میں ہوں گے۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُوْرَةُ الزِّلْزَال۔ مَدَنِيَّةٌ۔ آیات ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

زِلْزَالٌ: مصدر ہے بمعنی ہلانا۔

اَثْقَالَهَا: اس کے دو معنی ہیں اول جمع ثقل کی بمعنی بوجھ۔مراد زمین کے اندر کی مدفون اشیاء یعنی زمین اپنی تمام مدفونات باہر نکال دے گی۔دوم۔ثقل سے مراد اس کے راز اور اسرار یعنی جو انسان کے افعال اس نے چھپا رکھے ہیں وہ سب ظاہر کرے گی۔

اَشْتَاتًا: مختلف۔رلے ملے۔ملے جلے، نہ ایک خاندان کے، نہ ایک خاص قسم کے۔یہ ابتدائے خروج کی حالت کا ذکر ہے۔

خَيْرًا وَّ شَرًّا: یہاں اسم تفضیل کے معنی میں یہ دونوں لفظ نہیں۔بلکہ مطلق نیکی اور برائی مراد ہے۔پھر ر کی تنوین سے تحقیر مفہوم ہے۔چھوٹی سے چھوٹی نیکی ہو یا برائی دیکھ لے گا۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عٰدِيٰتِ: عَدْوٌ و عَدَوَانٌ بمعنی سخت دوڑنا سے اسم فاعل مونث جمع عادیۃ مراد ہے سخت تیز دوڑنے والے اونٹ منٰی سے عرفات تک پھر وہاں سے مزدلفہ تک۔یعنی حجاج کے اونٹوں کی قسم۔لیکن امام نے ثابت کیا ہے کہ تیز دوڑنے والے مجاہدین کے گھوڑے مراد ہیں۔سورت کے کلماتِ مبارکہ اسی کے ثبوت کے موید ہیں۔

Marfat.com

ضَبْحًا: مصدر ہے ابوعبیدہ نے اس کے معنی گھوڑے کی ایک رفتار کئے ہیں۔ یعنی قسم ہے خاص رفتار سے دوڑنے والے گھوڑوں کی۔ اور ''نے'' معنی کئے ہیں دوڑنے کے بعد ہانپنا۔ یعنی دوڑنے کے بعد ہانپنے والے گھوڑوں کی قسم زجاج نے اس کو مفعول مطلق بنایا ہے تَضْبَحُ ضَبْحًا خوب ہانپتے ہیں۔

مُوْرِيٰتِ: وَرْیٌ بمعنی آگ تلاش کرنا، اس سے اِیْراء بابِ انفعال کا یہ اسم فاعل جمع مونث ہے۔ اس کے معنی ہیں چقماق سے آگ نکالنا۔ یہاں مراد ہے وہ مجاہدین کے گھوڑے جو دوڑ میں اپنے سموں سے آگ نکالتے ہیں۔

قَدْحًا: مصدر ہے تَقْدَحُ۔ قَدْحًا۔ چقماق سے آگ نکالنا۔ خوب آگ نکالتے ہیں۔

فَالْمُغِيْرٰتِ: اِغارت مصدر باب افعال سے اسم فاعل جمع مونث۔ اس کے معنی ہیں لوٹ ڈالنا۔

صُبْحًا: منصوب بنزع خافض ہے یعنی بوقت صبح عرب میں دشمن پر چڑھائی کرنے کا یہی وقت ہوتا تھا۔ پھر بوقتِ صبح لوٹ ڈالنے والے گھوڑوں کی قسم۔

فَاَثَرْنَ: ثَوْرٌ و ثَوَرَانٌ مجرد بمعنی گردوغبار اٹھنا سے باب افعال اِثَارۃ سے فعل ماضی جمع مونث اس کے معنی ہیں گردوغبار اٹھانا۔ اُڑانا۔

نَقْعًا: گردوغبار۔ دھول۔

بِهٖ: یہ ہ کی ضمیر کا مرجع فراء کے نزدیک وہ مکان ہے جہاں غارت پڑی ہے۔ انہوں نے اس مقام پر گرد چڑھادی۔ یا یہ ضمیر وقتِ غارت کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی انہوں نے غارت کے وقت دھول دھمادی۔ یا دشمن کی طرف لوٹتی ہے بقول کسائی یعنی انہوں نے اپنے اس دشمن پر گردوغبار چڑھا کر وحشت ڈال دی۔

وَسَطْنَ: وَسْطٌ سے فعل ماضی جمع مونث اس کے معنی ہیں درمیان ہوجانا۔

بِهٖ: اس ضمیر میں بھی تین احتمال ہیں۔

۱۔ بقولِ مقاتل عدد کی طرف راجع ہے۔ اے جمع العدد دشمن کی جماعت کے وسط میں پہنچ گئے۔

۲۔ نَقْعًا کی طرف راجع ہے۔ یعنی اس غبار کے سبب دشمن کی جماعت میں دھس گئے۔

۳۔ اس کا خلاصہ وجہ دوم ہی کے قریب ہے۔

جَمْعًا: یہاں بمعنی جماعت اور گروہ ہے اس کی جمع جموع آتی ہے۔

لَكَنُوْدٌ: واحدی نے لکھا ہے کنود وہ شخص جو حق اور خیر کو روک رکھتا ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما۔ مجاہد۔ عکرمہ۔ ضحاک قتادہ نے ناشکرگزار اور بہت کفر کرنے والا معنی کئے ہیں۔ کلبی کا قول ہے کہ بنی کندہ کی زبان میں عاصی۔ بنی مالک کی زبان میں بخیل مضر اور ربیعہ کی زبان میں کفور۔ انسان غیر مومن اپنے پروردگار کا بہت ناشکرگزار ہے۔

لَشَهِيْدٌ: گواہ۔ یہ اپنی اس بدعادت پر خود گواہ ہے۔ دیگر اِنَّهٗ کی ضمیر رب پاک کی طرف راجع ہے یعنی بے شک اس کا

Marfat.com

رب اس کی اس بدخصلت پر گواہ ہے۔

اَلْخَیْرِ: مال۔ دولت۔ کئی آیاتِ کریمہ میں خیر کے معنی مال لئے گئے ہیں۔

لَشَدِیْدٌ: بمعنی سخت اور قوی۔ یا تو بخل میں اور اس کو محفوظ رکھنے میں۔ یا اس کے کمانے حاصل کرنے جمع کرنے میں بہت قوت والا اور عبادت واطاعت میں بالکل کمزور۔

بُعْثِرَ: بعثرہ مصدر رباعی سے ماضی مجہول اس کے معنی ہیں نکالنا۔ نکالا جائے گا جو کچھ قبروں میں ہوگا۔

حُصِّلَ: تحصیل سے ماضی مجہول اس کے معنی ہیں الگ کرنا۔ تمیز کرنا۔ ماحصل ظاہر کرنا۔ لیث نے معنی کئے ہیں حاصل وہ کچھ جو موجود رہے اور ثابت اس کے سوا باقی مٹا دیا جائے۔ مطلب یہ کہ اس روز جو کچھ سینوں میں ہوگا اس کا ماحصل ظاہر کیا جائے گا اور اس میں تمیز کی جائے گی۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۱۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْقَارِعَۃُ: قَرْعٌ سے اسم فاعل مونث ہے اس کے معنی ہیں بہت شدت سے ایک شے کو دوسری شے پر مارنا۔ پھر دنیا میں بہت بڑے سخت حادثے اور واقعہ کو القارعہ کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے نفخہ اولیٰ۔

فَرَاشًا: زجاج نے اس کے معنی کئے ہیں پروانے جو چراغ وغیرہ روشنی پر گرتے ہیں۔

اَلْمَبْثُوْثِ: بث سے بمعنی بکھرنا سے اسم مفعول بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح۔

عِھْنِ: رنگ برنگ کی اون۔ چونکہ پہاڑوں کے پتھر مختلف رنگ کے ہوتے ہیں اس لئے رنگ برنگ کی اون سے تشبیہ دی گئی۔

مَنْفُوْشِ: نَفْشٌ سے اسم مفعول ہے۔ اس کے معنی ہیں دھنسنا۔ الگ الگ کرنا۔

مَوَازِیْنُہٗ: جمع موزون بمعنی وزن کیا ہوا۔ تلا ہوا۔ جس کے تلے ہوئے اعمال بھاری ہوئے۔ یا جمع ہے میزان کی جس کی میزانیں بھاری ہوئیں۔ شاید ہر قسم کے اعمال کی میزان الگ ہو۔ تبھی یہ تاویل کی گئی ہے۔

ھَاوِیَۃٌ: بہت گہرا گڑھا آگ کا۔ دوزخ۔

حَامِیَۃٌ: حَمْیٌ سے اسم فاعل مونث بمعنی آگ بھڑکانا بہت سخت بھڑکنے والی آگ۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ التَّكَاثُرِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهَا: لَهْو سے باب افعال ہے۔لَهْو میں مصروف کرنا۔لگا دینا۔یہ فعل ماضی ہے لھو غفلت میں ڈال دیا تم کو۔

تَکَاثُرُ: امام نے اس کے معنی لکھے ہیں کہ کثرت مال کے ساتھ اپنے رتبے اور امر فضیلت کے ساتھ فخر کرنا۔یعنی ایسی مفاخرت نے تم کو غفلت میں ڈال رکھا ہے۔

زُرْتُمْ: زِيَارَة مصدر سے فعل ماضی جمع حاضر۔اس کے معنی ہیں کسی کی ملاقات کرنے کو جانا۔دیکھنے جانا۔

اَلْمَقَابِرَ: جمع ہے مَقْبَرٌ۔مَقْبَرَةٌ کی۔قبرستان اس کے دو مطلب ہیں۔اول قومی اور آبائی فخر باپ دادوں۔تائے چچوں کا شمار کرنے لگے کہ کن کے زیادہ ہیں۔حتےٰ کہ قبرستان میں جاکر گننے لگے۔

دوم۔اس فخر میں ایسے منہمک ہوئے کہ موت سے قبر ہی کی زیارت کرلی۔مرہی گئے۔

كَلَّا: حرفِ رَدْع ہے۔اس زور دار لفظ سے روک ہے کہ ایسے انہماک سے رُک جاؤ۔اس کی تباہی عنقریب جان لو گے۔اول قبر میں پھر محشر میں۔

لَوْتَعْلَمُوْنَ: اس کا مطلب ہے اگر تم کامل یقین سے اس قرآنی مطالب کو جان لیتے تو اس فخر کی غفلت میں نہ پڑتے۔اس لَوْ کا جواب محذوف ہے مَافَعَلْتُمْ هٰذَا۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ: بقول قاضی یہ قسم محذوف کا جواب ہے یعنی قسم ہے تم ضرور ہی جہنم دیکھو گے۔

❀ ❀ ❀ ❀

سُورَةُ الْعَصْرِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْعَصْرِ: نمازِ عصر یا زمانہ دراز یا بالخصوص زمانہ مبارک حیاتِ ظاہری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم۔

خُسْرٍ: مصدر خسارا۔اصل سرمائے میں کمی واقع ہونا۔

تَوَاصَوْا: وَصٰی سے باب تَوَاصِي سے فعل ماضی جمع غائب۔ایک دوسرے کو وصیت کرنا اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق بات کی اور صبر کی وصیت کی۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورَةُ الْهُمَزَةِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ : بقول امام یہ کلمہ بہت مذمت اور غصے کا ہے۔ایک روایت میں ہے جہنم میں ایک پہاڑ ہے۔

هُمَزَةٍ: غیبت کرنے والا۔ایک قول ہے منہ پر عیب نکالنے والا۔ یا بُرے بُرے لقب دھرنے والا۔

لُمَزَةٍ: عیب نکالنے والا۔ پس پشت عیب نکالنے والا۔

عَدَّدَهٗ : تعدید سے فعل ماضی۔ گن گن کر رکھا اس کو۔

لَيُنْۢبَذَنَّ: نَبْذٌ سے مضارع غائب مجہول موکد بنون ثقیلہ۔اس کے معنی ہیں بے اعتنائی سے کسی شے کو پھینک دینا۔ وہ پھینک دیا جائے گا۔

اَلْحُطَمَةِ: بقول مبرد آگ توڑ پھوڑ دینے والی عام مفسرین کا قول ہے کہ حُطَمَہ جہنم کے دوسرے طبقے کا نام ہے دوسرے درک کا۔ مقاتل کا قول ہے کہ گوشت اور ہڈیاں کھا کر دل پر چھائے گی۔

تَطَّلِعُ: چڑھ جائے گی باب افتعال اتطلاع سے مضارع غائب مونث۔ ت کو ط بنا کر ادغام کیا اطلاع ہوا۔

اَفْئِدَةِ: جمع فُؤاد۔دل جس میں ہوشیاری سمجھداری کا مادہ ہو۔قلب۔عام دل (راغب)

مُؤْصَدَةٌ : اِیْصَاد باب افعال کا اسم مفعول مونث۔اس کے معنی ہیں بند کی ہوئی یعنی ڈھکنا دے کر کہ تیزی اور حرارت باہر نہ نکلے۔

عَمَدٍ: جمع عَمُود۔ستون۔ بقولِ قاضی وہ مجرم بڑے بڑے ستونوں میں جکڑے ہوں گے۔ وہ ستون زمین جہنم پر پڑے ہوں گے۔ اُن میں سوراخ ہوں گے جن میں مجرموں کے پاؤں داخل کر کے بٹھائے جائیں گے جہاں سے ہل نہ سکیں گے۔

مُمَدَّدَةٌ : دراز لمبے۔ یہ عمد کی صفت ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُورَةُ الْفِيْلِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آیات ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَضْلِيْلٍ: ضائع کرنا۔کھو دینا۔یعنی اُن کی تدبیر ضائع کر دی۔ بے فائدہ رہی۔

اَبَابِيْلَ: ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ پرندوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ اخفش اور فراء کا قول ہے کہ اس کا واحد کوئی نہیں۔ امام

Marfat.com

نے اس کے واحد میں تین قول نقل کئے ہیں۔اول اِبَّالَۃٌ کی جمع جس کے معنی ہیں ایک گٹھا بڑا۔ پرندوں کے کئی جھنڈ تھے۔دوم۔جمع ابول کی مثل عجاجیل جمع عجول کی۔سوم بقول فراء کوئی اس کو جمع ابیالۃ کی کہہ دے مثل دینار جس کی جمع ہے دنانیر تو درست ہوسکتا ہے۔

بِحِجَارَۃٍ: پتھر چھوٹے مسور کے برابر اور بڑے چنے کے برابر تھے۔

سِجِّیْلٍ: ایک قدرتی دفتر جس میں کفار کے عذاب کی تفصیل ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سنگ.گل اس کے معنی ہیں۔ہماری زبان میں کھنگر بولتے ہیں۔بعض کا قول ہے اس کے معنی ہیں آسمان۔ایک قول ہے جہنمی پتھر ہے۔

عَصْفٍ: بھوسا۔حیوانات کا چھوڑا ہوا اردی۔بے کار۔۲۔کاٹی ہوئی پیداوار کے پتے جو زمین میں گرے رہتے ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُوْرَۃُ قُرَیْشٍ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِاِیْلٰفِ: مصدر ہے افعال کے وزن پر راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں انتظام سے جمع رہنا۔سفر سرما اور سفر گرما میں قریش کے جمع رہنے اور باقاعدہ اتفاق رکھنے کے واسطے یہ کچھ کیا کہ اصحاب فیل کو ہلاک کیا۔یہ قول زجاج۔اور ابوعبیدہ کا ہے۔خلیل اور سیبویہ نے لِاِیْلٰفِ کے لام کو فَلْیَعْبُدُوْا کے متعلق کر کے معنی کئے ہیں۔قریش کو چاہئے کہ وہ اپنے اس متفقہ اجتماع،اور سلوک اتحاد کے سبب جوان کو دونوں موسم سرما و گرما کے سفروں میں رہتا ہے۔اس گھر یعنی کعبہ مکرمہ کے رب کی عبادت کریں۔زجاج کا قول ہے کہ بعض نے اس لام کو کسی کے متعلق نہیں کیا۔بلکہ کہا ہے کہ یہ لام تعجب ہے۔معنی ہیں کہ تعجب کرو سامعین ناظرین قریش کیسے گمراہی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کتنی حلیمی اور کریمی سے ان پر انعامات فرمارہا ہے۔انہیں چاہئے کہ اپنے رب پاک ہی کی عبادت کریں۔قریش کے سال میں دو سفر ہوتے تھے موسم سرما میں یمن کی طرف اور موسم گرما میں ملک شام کی طرف۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَۃُ الْمَاعُوْنِ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلدِّیْنِ : یوم جزاوسزا۔ دین سے مراد ہے مذہب اسلام۔ یہاں پہلامعنی اولیٰ ہے۔

یَدُعُّ: دعٌّ مصدر سے مضارع غائب مثل مَدَّ یَمُدُّ کی اس کے معنی ہیں سخت اور دھکیل دینا، جھڑک کر دور کرنا۔ جو یتیم کو جھڑک کر دور کرتا ہے۔

لَایَحُضُّ: حضٌّ سے فعل مضارع منفی اس کے معنی ہیں ترغیب دینا۔ ابھارنا اور رغبت نہیں دلاتا مسکین کو کھانا دینے پر۔

سَاھُوْنَ : سھو مصدر سے اسم فاعل۔ امام نے اس کی ایک تاویل کی ہے کہ اوقاتِ نماز کا لحاظ نہیں رکھتے۔ شرائط اور ارکان کی ادائیگی کی پرواہ نہیں کرتے یا پڑھی نہ پڑھی برابر سمجھتے ہیں۔

مَاعُوْنَ: حضرت ابی بکرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ ابن حنیفہ۔ ابنِ عمر رضی اللہ عنہم اجمعین کا قول ہے کہ ماعون کے معنی زکوٰۃ ہیں۔ حسن بصری سعید بن جبیر۔ عکرمہ۔ قتادہ اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ ماعون وہ استعمال کی معمولی شے جو عموماً ہمسایوں سے مانگ لی جاتی ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀

سُورَۃُ الْکَوْثَرِ۔ مَکِّیَّۃٌ۔ آیات ۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْکَوْثَرَ: بہشت میں نہر ہے۔ صراح۔ لغت میں کوثر فوعل کے وزن پر کثیر اور وافر چیز کو کہتے ہیں۔ مفسرین نے اس کے بہت معنی کئے ہیں مگر جو بہت مشہور اور مقبول ہیں۔ ۱۔ جنت میں ایک خاص نہر ہے۔ ۲۔ ایک حوض جو حشر میں ظاہر کیا جائے گا۔ امام نے بہت تفصیل سے اس کے مطالب بیان کئے ہیں۔

شَانِئَ: مُبْغَض۔ بغض رکھنے والا۔ دشمن شَنْئاً سے بمعنی دشمنی کرنا سے اسم فاعل

اَبْتَرُ: بتر بمعنی بے فرزند ہونا۔ ابتر کے معنی ہیں بے فرزند ا۔ بے اولاد۔ نسل کٹا۔

❀ ❀ ❀ ❀

Marfat.com

سُورَةُ الْكَافِرُوْنَ۔ سُورَةُ النَّصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ان میں لغوی طور پر سب کلماتِ طیبات واضح ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُورَةُ اللَّهَبِ۔ مَكِّيَّةٌ۔ آيات ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ : تَبٌّ و تَبَابٌ مصدر سے فعل ماضی مونث۔ بمعنی ہلاک ہونا۔ معنی۔ لازم کردی اللہ تعالیٰ نے اس پر ہلاکت امام نے معنی کئے ہیں خسارے میں پڑیں ہاتھ ابولہب کے۔ ابن وثاب نے معنی کئے ہیں کہ خالی رہیں ہر چیز وخوبی سے ہاتھ ابولہب کے دونوں ہاتھ کا ذکر کر کے مراد خود ہاتھوں والا لیا ہے۔

تَبَّ: پہلے کلام میں بددعا ہے اور اس میں خبر ہے ہو ہی گیا۔

سَيَصْلٰى: صَلٰی سے مضارع غائب مقرون بزمانہ مستقبل۔ جلے گا۔

حَطَبِ : ایندھن۔ سوختی لکڑیاں۔

جِيْدِ: گردن۔

مَسَدٍ: کھجور کے بان کی رسی۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ الْاِخْلَاصِ ۔ مَكِّيَّةٌ ۔ آيات ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ: اسم ذات ہے۔ قاضی بیضاوی نے اس کی ترکیب اور اشتقاق کے ذیل میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

اَحَدٌ: وَحدَتٌ سے بنا ہے۔ اصل میں تھا وَحَدٌ ۔ ایک ۔ واحد بھی ایک کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر ان میں کچھ فرق رکھا گیا ہے۔ ازہری کا قول ہے کہ اَحَد کے ساتھ اللہ ذوالجلال کے سوا اور کسی کی صفت نہیں کی جاسکتی۔ مثل رجل احد یا دینار احد کہنا غلط ہے واحد کہنا صحیح ہے۔ پھر واحد اثبات میں استعمال ہوتا ہے اور اَحَدٌ نفی میں۔

اَلصَّمَدُ: اس کے معنی ہیں وہ سید سردار جس کی طرف بوقت حاجت رجوع کیا جاتا ہے۔ بقول ابن مسعود وہ سردار جس کی سرداری انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہو۔ سدی نے اس کے معنی کئے ہیں۔ مرغوبات حاصل کرنے سے جس کی طرف قصد کیا جائے اور مصائب میں اس سے مدد حاصل کی جائے۔ صَمَدُ وہ ذات جس سے اوپر کوئی نہ ہو۔

كُفُوًا: ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں مثل ۔ یعنی اس کی مثل کوئی نہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

سُورَةُ الْفَلَقِ ۔ مَكِّيَّةٌ ۔ آيات ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْفَلَقِ: مصدر ہے بمعنی پھاڑنا۔ اسم مفعول کے معنی میں یعنی پھاڑ کر نکالی ہوئی مراد صبح ۔ یا تمام مخلوق جو پردۂ عدم سے پھاڑ کر نکالی گئی ہے یعنی میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب سے یا تمام مخلوق کے رب سے

مَاخَلَقَ: ہر اس شے کے ضرر سے جو اس نے پیدا کی ۔ امراض ۔ اسقام ۔ مصائب، حوادثات اور آفات سے۔

غَاسِقٍ: رات جب اس کا اندھیرا سخت ہو جائے۔

اَلنَّفّٰثٰتِ: نَفَثٌ مصدر سے صیغہ مبالغہ جمع مونث ۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز پر پھونکنا ۔ ایسے طریق پر منتر جادو پھونکنے والی عورتوں کے شر سے ، مگر یہاں جماعتیں یا نفوس بھی مراد لئے گئے ہیں۔

اَلْعُقَدِ: جمع عُقدہ ، گرہ۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

سُورَةُ النَّاس۔ مَكِّيَّةٌ ۔آیات ٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْوَسْوَاسِ: بمعنی وَسْوَسَہ۔ مراد یہاں شیطان ہے۔

اَلْخَنَّاسِ: پیچھے ہٹ جانے والا۔ یہاں چونکہ جنات اورانس مراد ہیں۔ وہ کبھی آتے ہیں کبھی ہٹے رہتے ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

Marfat.com

معروضات

حامداً ومصلیاً وتسلیماً! اللہ رب العزت نے خود ہی الذکر (قرآن) نازل فرمایا اور وہ خود ہی اس کا محافظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کے علوم کی قرآن سے وہی نسبت ہے جو متن سے حواشی کی ہو سکتی ہے۔ حدیث وفقہ ہو یا کلام، تصوف ہو یا فلسفہ مسلمانوں نے ہر علم کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھا اور قرآن ہی کی تعبیر وتفسیر سمجھ کر اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی علم میں بے راہ روی کا در کھلا تو قرآن مجید ہی فرقان بن کر اختلاف میں فیصلہ کن کردار ادا کرتا رہا۔ اسی لیے جب بھی کسی بزرگ نے کارِ تجدید کا آغاز کیا تو اس نے قرآن مجید ہی سے سفر آغاز کیا۔

برصغیر میں حضرت امام ولی اللہ دہلوی کی جماعت کو رب کریم نے یہ توفیق بخشی کہ اس نے اپنی تگ وتاز کا محور ومرکز قرآن ہی کو سمجھا۔ حضرت امام کے فارسی ترجمے، ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز کی فارسی تفسیر، حضرت شاہ عبدالقادر اور حضرت شاہ رفیع الدین کے اردو تراجم نے قرآن مجید کے فہم کو عام اور آسان کرنے کا فریضہ ادا کیا۔

بانیان دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قرآن مجید کے عظیم عالم تھے۔ انہوں نے تدبر وتفکر کی راہیں کشادہ کیں۔ حضرت نانتوی نے تفسیر ماثور اور تفسیر بالرائے میں خط امتیاز کھینچ کر تدبر وتفکر کی راہوں کو واضح کیا۔ ان بزرگوں نے اپنے خصوصی تلامذہ کے ذریعے ولی اللہی قرآنی علوم کو آنے والی نسلوں تک منتقل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا حسین علی، مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا اشرف علی تھانوی کے مکاتیب فہم قرآن میں اپنا اپنا مقام رکھتے

Marfat.com

ہیں۔ حضرت شیخ الہند کا ترجمہ شاہ عبدالقادری دہلویؒ کے ترجمہ کا صحیح معنی میں وارث اور قائم مقام بنا۔ پھر ان کے تلامذہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا احمد سعید دہلوی نے فہم قرآن میں ایک خاص مقام حاصل کیا اور ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ یہ سب لوگ حضرت شاہ عبدالعزیز کے ہمکلام اور ہم زبان ہو کر یہ کہہ سکتے تھے:

من نیز حاضری شوم تفسیر قرآن در بغل

بزرگان دیوبند نے توراث اور تدبر میں ایک ایسا رشتہ تلاش کیا کہ تدبر قرآن ماثور سے قدم نہ نکالے اور کوئی ماثور تفسیری روایات کے دائرے میں محدود ہو کر نہ رہ جائے، بلکہ تدبیر سے یہ سلسلہ آگے بڑھے اور زندگی کے قرآن کا رشتہ تلاش کیا جائے۔ ان کا اصول یہ تھا کہ نہ تدبر بے راہ روی اپنائے، نہ تقلید فکر ونظر سے عاری ہو۔ اسی طرح قرآن مجید کے لغات پر غایت درجہ محنت کی، مگر یہ شعر جاہلیہ کے مقلد نہ بن سکے، مفسرین کے ہمقدم رہے۔ یہی ان کا کمال تھا۔

مولانا عبدالرحمٰن علمائے دیوبند کے سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے۔ آپ ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ شرقپور کے ممتاز بزرگ عارف پنجاب میاں شیر محمد شرقپوری سے بیعت ہوئے۔ یہ بیعت کوئی رسم نہ تھی، یہ زندگی کرنے کا ایک معاہدہ تھا کہ اب جیون سانسوں کو رب ذوالجلال کے دین کے لئے وقف کرنا ہے۔ پھر ایسے وقف ہوئے کہ

عمر بھر کا پیمان وفا باندھا تو کیا عمر کو بھی نہیں پائیداری ہائے ہائے

آپ نے سکول کی تدریس سے ریٹائرمنٹ کے بعد طلب علم کا سفر شروع کیا اور اپنے عمل سے اس اصول کو واضح کیا:

اطلبو العلم من المھد ای اللحد گہوارے سے قبر تک علم حاصل کرو

آپ نے ریٹائرمنٹ کے بعد دیوبند کا سفر کیا اور دورۂ حدیث سے فارغ ہو کر واپس قصور آگئے جہاں آپ نے سکول میں ریٹائرمنٹ تک تدریس کا فرض ادا کیا تھا۔ اب تعلیم دین کا فرض نبھانے لگے اور یوں عمر بتا دی:

Marfat.com

جان دے ہی دی جگر نے آخر پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

آپ نے تدریس کے ساتھ تصنیف کا کام بھی کیا اور کوئی کتاب بھی جلب منفعت یا طلب شہرت کے لئے تصنیف نہیں کی۔ مقصد تبلیغ تھا، دین کی تبلیغ جس کے لیے ایک مومن کا عہد ہے:

ان صلوتی و نسکی مَحْیایَ و مماتی للہ رب العلمین

آپ نے قرآن مجید کی تفسیری لغات لکھی جو انوار القرآن کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ قرآن مجید کے بہت سے لغات لکھے گئے، مگر یہ لحاظ سے منفرد ہے۔ بعض لغات تو کلمات قرآنی کے حروف تہجی کی ترتیب سے تیار کئے گئے، بعض مفردات کی بنیاد پر۔ اس کی قدیم شکل امام راغب اصفہانی کی مفردات ہے اور جدید شکل مولانا محمد اسماعیل کی صفوۃ العرفان ہے جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ یہ انتہائی محققانہ کام ہے اور اہل علم کے نزدیک ان کی اہمیت مسلمہ ہے، مگر کوئی ادارہ اسے شائع نہیں کر سکا۔

مولانا عبدالرحمٰن نے نہ مفردات کو بنیاد بنایا ہے، نہ حروف تہجی کی ترتیب کو سامنے رکھا ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کی ترتیب تلاوت کو سامنے رکھا ہے اور ہر اہم کلمہ کا مفہوم متعین کیا ہے۔ اس سلسلے میں ان کا کام لغات و تفسیر دونوں پر محیط ہو گیا ہے۔ انہوں نے ہر اہم کلمہ کو درج کرنے کے بعد پہلے اس کا مصدر یا مادہ (اگر ہو تو) بیان کیا ہے۔ پھر اس کلمہ کی صرفی حیثیت اور نحوی مقام بتایا ہے۔ پھر اس کے مفہوم میں اہل لغت اور اہل تفسیر سے حوالے نقل کئے ہیں اور جہاں ممکن ہوا ہے، وہاں صحیح احادیث سے کلمات کا مفہوم متعین کیا ہے اور یوں یہ سلسلہ الحمد سے والناس تک مکمل ہوا ہے۔ آپ نے اہل لغات سے استفادہ کیا ہے۔ تفسیروں سے مدد لی ہے اور احادیث سے بھی راہنمائی حاصل کی ہے۔ ان تینوں مآخذ سے راہنمائی حاصل کرنا اور انہیں ایک ترتیب سے پیش کرنا ایک کڑا امتحان ہے جس میں مصنف علام کامیاب ٹھہرے ہیں۔ مآخذ اور ان میں پیش کردہ معلومات سے اخذ و استفادہ کرنا اور اس کا مغز نکال کر پیش کر دینا بہت مشکل کام ہے، ورنہ رطب و یابس کا جنگل آباد ہونے کا خدشہ ہے جس میں قاری راستہ بھول جائے۔ مصنف علام نے ہر قابل ذکر ماخذ کو سامنے رکھا ہے، مگر اپنی فطرت اخاذ؟ سے صرف ضروری مواد حاصل کر لیا ہے۔ اس کی

Marfat.com

ایک دو مثالیں دیکھ لیں: مصنف الدین کے بارے میں لکھتے ہیں:

''الدین صاحب قاموس نے اس کے تیس معنی لکھے ہیں۔ گویا عربی میں یہ لفظ تیس معنی میں سے کسی ایک میں بولا جاتا ہے۔ ہم یہاں دو معنی لکھ دیتے ہیں۔ اول جزا، دوم حساب یعنی اعمال کی جزا اعمال کے حساب کے دن کا مالک ہے۔ اس دن جو کچھ ہوگا صرف اسی کے اختیار میں ہوگا۔''

نحلتہ کے معنی یوں بیان کیے ہیں:

نحلتہ امام راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں بطور تبرع اور احسان کے کسی کو کچھ دینا۔ پھر حق مہر کو بھی کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ، ابن زید، ابن جریج اور قتادہ نے اس کے معنی فریضہ کیے ہیں۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے فرض کا ی گیا ہے۔ زجاج اور ابن خالویہ نے اس کے معنی تدینا کیے ہیں۔ یعنی دو اُن کو مہر اُن کے از روئے شرع کے اور دیانت کے۔ کلبی نے اس کے معنی عطیہ اور مہر کے کیے ہیں یعنی دو ان کو مہر ان کے اللہ کی طرف سے عطیہ ملا ہوا اور ہبہ عطاء کیا ہوا۔ یہ خطاب خاوندوں کو بھی ہے اور والدین اور متولیوں کو بھی ہے تاکہ یہ خاوندوں سے وصول کر کے خود نہ کھا جائیں۔ ابو عبیدہ نے اس کے معنی کیے ہیں عن طیب نفس خوشدلی سے۔

یہ دو اقتباسات بغیر کسی خصوصیت کے درج کیے گئے ہیں تاکہ اس کتاب کا انداز اور طریقہ کار سامنے آسکے ورنہ ہر صفحے پر یہ صورتِ حال ہے:

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

مولانا عبدالرحمٰن نے یہ کارنامہ بغیر کسی ادعاء اور بغیر کسی نام و نمائش کے کیا تھا۔ اہل دل اور اہل نظر نے اسے خوش آمدید کہا تھا، مگر اب یہ کام عام قاری کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔ مجھے یہ قابل قدر کتاب محترم دوست جناب مولانا محمود راشد کے توسط سے حاصل ہوئی۔ اب میری تحریک پر یہ کتاب سنگت پبلشرز شائع کر رہے ہیں۔ مصنف کے صاحبزادے جناب مظہر قیوم صاحب نے انہیں میرے کہنے پر حقوق اشاعت عطاء کر دیئے ہیں۔ میں ان تمام احباب کے لیے دعا گو ہوں۔ یہ چند سطور میں نے اپنے شوق سے بطور تعارف رقم کی ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ

Marfat.com

آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

حضرت مصنف نے احادیث وعقائد پر کتابیں بھی تالیف فرمائی تھیں اور قرآن حکیم کے آخری آٹھ پاروں کی تفسیر بھی رقم کی تھی۔ امید ہے جلد ہی یہ کتب منظر عام پر آسکیں گی۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

والسلام

امجد علی شاکر

لاہور ۲۶ اگست ۲۰۰۲ء

Marfat.com